ہماری ویب ڈیجیٹل بک

روحیل اکبر

ROHAIL AKBAR

ہماری ویب پر شائع شدہ تحریروں کا مجموعہ

E-BOOK SERVICES

Collection of Published Articles
By "Rohail Akbar"
at Hamariweb.com

ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور سید منور حسن کی ملکی صورتحال پر منصورہ میں اہم ملاقات

تحریک تحفظ پاکستان کے سربراہ اور محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور امیر جماعت اسلامی سید منور حسن کے درمیان گذشتہ روز منصورہ لاہور میں ملکی صورتحال پر انتہائی خوشگوار ملاقات ہوئی اس ملاقات میں تحریک تحفظ پاکستان کے مرکزی سیکریٹری جنرل چوہدری خورشید زمان جماعت اسلامی کے نائب امیر لیاقت بلوچ سمیت دیگر قائدین بھی موجود تھے ڈاکٹر عبدالقدیر خان پاکستان کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں اور ملکی صورتحال پر انکی خصوصی نگاہ رہتی ہے اور وہ پاکستان کے اندرونی و بیرونی معاملات سے مکمل آگاہ ہیں اسی لیے انہوں نے پاکستان کی سیاست میں قدم رکھتے ہوئے ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں کے قائدین سے ملاقات کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جس میں موجودہ ملکی صورتحال سمیت آئندہ آنے والے جنرل الیکشن پر بھی محب وطن سیاسی جماعتوں پر مشتمل گرینڈ الائنس بنائے جانے پر بھی غور کیا جارہا ہے ڈاکٹر عبدالقدیر خان تحریک تحفظ پاکستان کے چیرَمین کے طور پر ان دنوں سیاسی محاذ پر کافی سرگرم عمل ہیں اور ملک میں ایسی قیادت کے خواہشمند ہیں جو قومی خود مختاری کے تحفظ کے ساتھ ساتھ عوامی مشکلات اور مسائل کے حل کا ادارک بھی رکھتی ہوں منصورہ میں دونوں رہنماؤں کے درمیان ہونے والی ملکی صورتحال پر اس ملاقات میں ملک میں آنے والے جنرل

الیکشن میں گرینڈ الائنس کے بارے میں بھی تفصیلی بات چیت کی گئی تاکہ سب محب وطن سیاسی جماعتیں متحد ہو کر ملک کی سالمیت کی خاطر ایک ہی پلیٹ فارم سے الیکشن میں حصہ لیں سید منور حسن نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو بتایا کہ حکومت کراچی ،فاٹا یا بلوچستان کی صورتحال کے پیش نظر الیکشن کا التوا چاہتی ہے اور ہم اس موجودہ حکومت کے اس طرز حکمرانی جس میں لوٹ مار کرپشن قومی مفادات کی بجائے ذاتی مفادات اور خود غرضی کو ترجیح حاصل ہے اور ملکی سلامتی کے تحفظ کی بجائے بیرونی آقاؤں کے اشارے پر پالیسیاں تشکیل دی جاتی ہیں کے خلاف ہیں جبکہ امیر جماعت اسلامی سید منور حسن نے تحریک تحفظ پاکستان کے چیئرمین ڈاکٹر عبدالقدیر خان روزنامہ جنگ میں لکھے گئے کالموں کی بھی تعریف کی جن میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان حکومت کے ان جرائم کو بھی آشکار کرتے رہتے ہیں سید منور حسن نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نہ صرف ہمارے بلکہ پوری قوم کے لیجنڈ ہیں اور ہر پاکستانی کے دل میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی عزت بہت زیادہ ہے انہوں نے کہا بھارت نے اپنے سائنسدان ڈاکٹر ابوالکلام کو صدر بنایا دیا جبکہ پاکستان میں قومی ہیروں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا بلکہ بلکہ ان کو آزمائیشوں سے بھی گذارا گیا اور اس کے باوجود بھی انکا قومی جذبہ سرد نہیں پڑا اورڈاکٹر صاحب اس بات کے شدید خواہشمند ہیں کہ ایسی سیاسی بالغ قیادت سامنے آئے جو ملک کو اسکی اصل بنیاد پر چلانے کی اہل ہواس موقعہ پر امیر جماعت اسلامی نے

کہا کہ ہماری ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے مکمل ذہنی ہم آہنگی ہے اور آئندہ بھی ان سے ملاقاتیں ہوتی رہیں گی اس موقعہ پر تحریک تحفظ پاکستان کے چیئرمین ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے امیر جماعت اسلامی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ مجھے پہلی بار منصورہ آنے کا موقعہ ملا جس کے لیے میں ذاتی طور پر جماعت اسلامی کے امیر اور سب عہدے داروں کا مشکور ہوں انہوں نے اس موقعہ پر کہا کہ ملک اس وقت تباہی کے دھانے پر پہنچ چکا ہے اور موجودہ حکمرانوں نے لوٹ مار کے علاوہ ملکی سلامتی کے منافی فیصلے کرکے اس کی جڑیں کھوکھلی کردی ہیں روٹی، کپڑا اور مکان کی فراہمی کا وعدہ کرنے والے حکمرانوں نے غریب عوام سے یہ سب کچھ بھی چھین لیاہے اور اگر ملک میں فوری تبدیلی نہ لائی گئی تو تو لوگوں کو کھانے کو گھاس بھی نہیں ملے گی اس موقعہ پر بھی اگر ہم نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو اور خدانخواستہ ایک بار پھر اسی اتحاد کو پروانہ حکمرانی مل گیا تو ملک کا برقرار رہنا مشکل ہو جائے گا اور اسی سلسلہ میں میں نے عمران خان کو بھی مشورہ دیا تھا کہ وہ ملک کو موجودہ حکمرانوں سے نجات دلانے کیلیے دیگر ہم خیال جماعتوں سے رابطہ کریں اور وسیع تر قومی مفاد اتحاد کے لیے رابطہ کریں مگر وہ ابھی تک سولو فلائٹ کررہے ہیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے ایک بار پھر اپنے الفاظ دھراتے ہوئے کہا کہ اب مناسب موقعہ ہے کہ ملک کو ترقی کی راہ پر ڈالنے کیلیے دیانتدار اور باصلاحیت قیادت کے لیے قومی اور عوامی مفادات میں فیصلے کیے جائیں ذاتی انا اور

عہدوں کی بندر بانٹ سے بلند ہو کر سوچیں تاکہ ان حکمرانوں سے نجات حاصل کی جاسکے جو واشنگٹن سے رہنمائی لیتے ہیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے امید ظاہر کی کہ میاں نواز شریف بھی میرے خیالات اور سوچ کی تائید کریں گے اور اب وقت آچکا ہے کہ تمام محب وطن قوتیں حکمران اتحاد اور امریکہ نواز قیادت سے نجات حاصل کرنے کیلیے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی ہو جائیں اور اگر خدانخواستہ میری یہ کوشش جو صرف اور صرف پاکستان کے مفاد اور قومی سلامتی کے تحفظ کے لیے ہے ناکامی سے دوچار ہوئی اور موجودہ ٹولہ دوبارہ پھر برسراقتدار آگیا تو پاکستان کی رہی سہی ساکھ یہاں تک کہ اسکا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا اور میری یہ ساری کوششیں پاکستان کو بچانے کے لیے ہیں اور جماعت اسلامی سے میری ملاقات کا مقصد بھی یہی تھا -

آئندہ انتخابات پاکستان کو طاقتور بھی بنا سکتے اور کمزور بھی

پاکستان کے کے دو مرتبہ وزیر اعظم رہنے والے اور پاکستان کی دوسری بڑی سیاسی جماعت کے سربراہ میاں نواز شریف اور انکے حواری اب اس بات پر واویلا کر رہے ہیں کہ انہوں نے غلام اسحاق خان کے دور میں جو پیسوں کی بندر بانٹ ہوئی تھی اس میں حصہ نہیں لیا تھا مگر حقائق اور شواہد کو دیکھتے ہوئے پتا چل جاتا ہے کہ کون جھوٹ بول رہا ہے اور اپنے اپنے مفادات کی خاطر قومی دولت کو لوٹنے میں کتنا ڈاکہ ڈالا اور بلاشبہ اصغر خان کیس پاکستان کیلئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے بے شک اس کیس سے جرنیلوں کے بچوں اور عزیزواقارب کے نام نکال دیئے گئے ہیں مگر یونس حبیب نے خود کہا ہے کہ اس نے نواز شریف کو براہ راست پیسے دیئے تھے۔ اسد درانی نے بھی حلف دیا ہے کہ نواز شریف کو پیسے دیئے گئے تھے۔ یونس حبیب نوابشاہ میں بینک منیجر تھا جسے آصف علی زرداری نے ترقیاں دے کر حبیب بینک سندھ کا صدر بنایا اور نواز شریف نے یونس حبیب کے مہران بینک کی منظوری دی تھی۔ اگر وہ سچے ہیں تو قوم کو بتائیں کہ مہران بینک کی منظوری کیوں دی تھی۔ جن قوتوں نے آئی جے آئی بنائی اور کھیل کھیلے سب کو پتہ ہے وہ کس کے ساتھ تھیں۔ نواز شریف انہی قوتوں کی وجہ سے دو بار وزیراعظم بنے۔ بینظیر بھٹو نے جنرل اسلم بیگ کو تمغہ جمہوریت دے کر اور اور غلام اسحٰق خان کو بڑا کہہ کر

اقتدار حاصل کئے۔ صدر آصف زرداری مرکز اور شہباز شریف پنجاب میں انہی قوتوں کی وجہ سے اقتدار میں ہیں۔ پیپلزپارٹی اور مسلم لیگ (ن) ایجنسیوں کو آنکھیں دکھارہی ہیں اور ان کی مدد بھی چاہتی ہیں جبکہ آج انتخابی عمل شروع ہوچکا ہے اسی لئے پیپلزپارٹی اور مسلم لیگ (ن) نے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے شروع کردیئے ہیں چیف الیکشن کمشنر اور عدلیہ کو چاہئے کہ وہ محتاط رہیں۔ آئندہ انتخابات پاکستان کو طاقتور بھی بناسکتے اور کمزور بھی کرسکتے ہیں۔ پاکستان ووٹوں سے بنا تھا اور 1971ء میں ووٹوں سے ہی ٹوٹا تھا یہ بات اہم نہیں ہے کہ کس کو وزیراعظم بننا چاہئے۔ ملک میں صاف شفاف اور غیر جانبدار انتخابات کا انعقاد اہم ہے 1970ء میں جن سیاستدانوں کے پاس جو جائیدادیں تھیں وہ رکھ کر باقی ضبط کی جائیں اور قوم کو دے دی جائیں۔ یہاں پر دولت کمانے کیلئے سیاست کی جاتی ہے اور رئیسوں نے اپنے تحفظ کیلئے ملازم بھرتی کررکھے ہیں۔ سیاسی عمل کو صاف شفاف کرنے کیلئے سب کو اپنا دامن صاف کرنا ہوگا جرنیلوں کے پاس بھی 70، 70 مربعے زمینیں ہیں۔ انہیں بھی تنخواہوں کے مطابق اثاثے دے کر باقی جائیدادیں ضبط کی جائیں جنرل حمید گل ملتان میں بیٹھ کر سیاسی ٹکٹ بانٹا کرتے تھے۔ اسلم بیگ کا دامن بھی صاف نہیں ہے اندرونی ذرائع کے مطابق آرمی چیف اور چیف جسٹس کے درمیان سرد جنگ یا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور عدلیہ آئین کے مطابق کام کررہی ہے جبکہ جنرل کیانی بھی عدالتی احکامات کی فرمانبرداری کرتے رہیں گے اگر فخرالدین جی ابراہیم صاف

شفاف اور غیر جانبدار الیکشن کروادیں تو کراچی میں بھی تبدیل آجائے گی کراچی میں چھینا جھپٹی وسائل پر قبضے کیلئے ہے بیگناہ لوگوں کو مارا جارہا ہے کراچی میں دینی مدرسہ کے معصوم طلبا کا قتل عام بدترین دہشت گردی ہے۔ حکمران جان بوجھ کر حقائق سے نظریں چرا رہے ہیں، ساری دنیا جانتی ہے اس قتل و غارت کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ کار فرما ہے اور موجودہ حکمران انتخابات کو ایک سال کے لیے ملتوی کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں ملک و قوم پر مسلط رہنے کا موقع مل جائے جبکہ تحریک تحفظ پاکستان کے سربراہ اور ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے بھی بڑے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ آئندہ انتخابات کو دھاندلی سے بچانے اور زرداری ٹولے کو اقتدار سے نکالنے کے لیے ضروری ہے کہ محب وطن جماعتیں گرینڈ الائنس بنا کر جلد از جلد ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور امریکہ نواز کرپٹ حکمرانوں کو ملکی تقدیر سے کھیلنے کا مزید موقع نہ دیں اگر محب وطن جماعتوں نے گرینڈ الائنس کی تشکیل کے لیے جلد کوئی فیصلہ نہ کیا تو حکمرانوں کو اپنے مکروہ ایجنڈے کی تکمیل کا موقع مل جائے گا اور امریکہ خطہ میں امن کے لیے مداخلت ختم کرے اور نیٹو افواج افغانستان سے نکل جائیں۔ امریکہ ڈرون حملے بند کرے، مسلسل بے گناہ انسانوں کا قتل ہو رہا ہے، ہزاروں عورتیں، بچے اور بچیاں شہید کر دی گئی ہیں عالمی برادری اس دہشتگردی پر اپنے جرائم کا احساس کرے اور اس کے لئے عالمی ادارے اپنا مثبت کردار ادا کریں۔

افغان امن کونسل کا دورہ پاکستان اور طالبان کی رہائی

پاکستان قدرت خداوندی کا ایک ایسا حسین تحفہ ہے کہ جس پر اللہ تعالی کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے پاکستان جنوبی ایشیاء اور وسیع ایشیاء کے سنگم پر واقع ہے قدرتی طور پر پورے خطے کے لئے ایک راہ داری فراہم کرنے سمیت تمام ممالک کو اقتصادی اور توانائی کے شعبوں میں تعاون فراہم کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کر سکتا ہے خطے کی ترقی کا تمام تر دارومدار بھی پاکستان پر بنتا ہے مگر دہشت گردی پاکستان کی ترقی کی راہ میں حائل سب سے بڑ رکاوٹ ہے اور اسی خوف سے پاکستان کا بزنس مین طبقہ ملک سے فرار ہو رہا ہے سینٹ میں پیش کی گئی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق گذشتہ پانچ سالوں کے دوران 260 کمپنیاں بنگلہ دیش شفٹ ہو چکی ہیں جن کا پاکستانی حکومت کے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے جبکہ حکومتی ریکارڈ کے مطابق صرف چار ٹیکسٹائل ملوں نے 2 کروڑ 92 لاکھ امریکی ڈالر کی بنگلہ دیش میں سرمایہ کاری کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان سے اربوں ڈالر نکال کر سرمایہ دار بیرون ممالک جا چکے ہیں جن کی وجہ سے پاکستان کی معیشت ڈگمگا رہی ہے۔اور اس سب تباہی کے پیچھے جہاں ملک کے اندرونی حالات ہیں وہاں پر کچھ بیرونی دہشت گردی بھی جس کے پیچھے ہمیشہ طالبان کا نام ہی استعمال ہوتا تھا جس کی وجہ سے پاکستان اور افغانستان کے درمیان حالات بھی کافی حد تک کشیدہ

رہے اور گذشتہ روز افغان امن کونسل کے سربراہ صلاح الدین ربانی کی قیادت میں افغان وفد نے پاکستان کا تین روزہ دورہ کیا دورے کے دوران پاکستان اورافغنستان کی بات چیت میں اہم پیشرفت ہوئی ہے۔ صلاح الدین ربانی نے پاکستان کی عسکری اور سیاسی قیادت سے ملاقاتیں کی ہیں۔ ان ملاقاتوں میں افغان امن عمل کو کامیاب بنانے کیلئے پاکستان نے اپنے ملک میں قید بعض طالبان راہنماؤں کو رہا کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا ہے جبکہ افغانستان اور امریکہ مفاہمتی عمل کو آگے بڑھانے کیلئے مذاکرات کاروں کو محفوظ راستہ دیں گے اور ان کے نام اقوام متحدہ کی پابندی والی فہرست سے بھی ہٹانے جائیں گے پاکستان اور افغنستان میں طالبان اور دیگر متحارب گروپوں سے افغان مفاہمتی عمل میں حصہ لینے اور ہتھیار پھینکنے اور طالبان سے القاعدہ اور دیگر نیٹ ورکس سے تعلق ختم کرنے کا بھی کہا جائے گا اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اہم طالبان راہنماء افغان حکومت اور طالبان کے درمیان افغنستان میں پائیدار امن کیلئے کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ایک افغان اہلکار نے اس بھی امید کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان کی جانب سے طالبان قیدیوں کی رہائی سے طالبان اور افغنستان کے درمیان براہ راست بات چیت میں مدد ملے گی اور یہ طالبان راہنماء افغان امن عمل میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اس عمل کی کامیابی سے پاکستان اور افغنستان میں ایک دوسرے کیخلاف جو سخت

بیانات اور الزام تراشیاں کا سلسلہ جاری تھا وہ بھی رک جائے گا اور دونوں ممالک کی سرحد پر گولہ باری اور دراندازی کیخلاف دو طرفہ میکنزم بھی بن جائے گا طالبان قیدیوں کی رہائی امن کوششوں کیلئے پاکستان کی طرف سے اہم پیغام ہوگا تاہم ابھی یہ واضح نہیں ہے کہ پاکستان طالبان قیدیوں کو کب رہا کررہا ہے تاہم پاکستان نے ملا عمر کے بھائی ملا عبدالغنی برادر کی رہائی کے حوالے سے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا مگر طالبان حکام کا خیال ہے کہ ملا عبدالغنی برادر افغان امن عمل میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں اور انہیں طالبان کے اندر عزت اور احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے جبکہ افغانستان کی جانب سے طالبان کے سابق وزیر انصاف ملا نورالدین ترابی' ملا عمر کے سابق سیکرٹری ملا جہانگیر وال اور سابق نائب وزیر اللہ داد طیب کی رہائی کی درخواست کی گئی ہے پاکستان میں قید جن راہنماؤں کو رہا کیا جائے ان کی طالبان میں حیثیت پالیسی سازوں کی ہے اورابھی تک پاکستان نے جن طالبان کمانڈرز کی رہائی پر رضامندی کا اظہار کیا ہے ان کی تعداد 12 سے کم ہے اور ان میں ملا عبدالغنی برادر شامل نہیں ہیں۔

امریکا عراق اور افغانستان کی جنگوں کی وجہ سے معاشی طور پر کنگال ہوچکا ہے جبکہ سینڈی طوفان اس کی معیشت کو بھی اپنے ساتھ بہا کر لے گیا ہے جس کے بعد اب معاشی دیوالیہ پن کا شکار امریکہ افغانستان سے بھاگ نکلنے کی تیاریوں

میں مصروف ہے امریکہ کے افغانستان سے جانے کے بعد خطے میں جو صورتحال پیدا ہوگی اس سے خود کو محفوظ رکھنے کیلئے تمام سیاسی و جمہوری قوتوں کو مل بیٹھ کر روڈ میپ بنانے کی ضرورت ہے بصورت دیگر امریکی تباہی کے اثرات پاکستان میں بھی.بڑے پیمانے پر محسوس کئے جاسکیں گے اور پہلے ہی سے سیاسی عدم استحکام ' دہشت گردی اور معاشی.بربادی سے دوچار پاکستان کیلئے خود کو ان اثرات سے محفوظ رکھنا مشکل ہوجائے گا اسلئے سیاسی و جمہوری قوتیں اپنی اپنی ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مساجد بسانے کی بجائے قومی وحدت کو فروغ دیں اور یکجا و متحدہ ہوکر اس آنے والے خطرے کیلئے قوم کو تیار کریں۔

چین ، بھارت اور برما

چین میں نئے صدر اور وزیر اعظم کے انتخاب کا عمل مکمل ہوگیا وہاں پر نہ تو کوئی گولی چلی نہ ہی کسی نے ہڑتال اور جلوس نکالے سب کچھ بہت پر سکون انداز میں ہوگیا یہی وجہ ہے کہ آج چین دنیا کی مارکیٹ میں حکمران بنا ہوا ہے جبکہ ہمارے ہمسایہ ملک بھارت کی ریاست کے وزیر اعلی ان دنوں لاہور میں ہمارے مہمان بنے ہوئے ہیں انہوں نے جو کہا وہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے مگر سب سے پہلے برما میں مسلمانوں کے قتل عام پر عالمی خاموشی ملت اسلامیہ کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ اقوام متحدہ صرف مسلمانوں کے قتل عام کی فہرستیں شائع کرنے والا ادارہ بن کر رہ گیا ہے۔ اقوام متحدہ فہرستیں شائع کرنے کی بجائے اس نازک صورتحال کو سامنے رکھ کر OICاور عرب لیگ سے ملکر برما کے مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کیلئے وہاں امن فوج تعینات کرے کیونکہ ملت اسلامیہ کا اتحاد ہی امت مسلمہ کے بہتر مستقبل کا ضامن بن سکتا ہے مگر ایک بات کہ جس کی کسی کو سمجھ نہیں آرہی کہ سینکڑوں مسلمانوں کے قتل عام اور ہزاروں گھروں کی تباہی پر لسانی حقوق کے علمبرداروں کی زبانوں کو تالے کیوں لگ گئے ہیں برما میں گذشتہ ہفتہ سے جاری بدھ مت جنونیوں کے ہاتھوں سینکڑوں مسلمانوں کی مظلومانہ شہادت اور ہزاروں گھروں کو جلائے جانے کے بعد ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کا بے گھر ہو کر

دربدر پھرنا اور ان کی داد رسی نہ ہونا عالمی سفاکیت کی ایک انتہائی بھیانک مثال ہے۔ برما کے مسلمان بدترین مذہبی و نسلی فسادات کی زد میں آئے ہوئے ہیں۔ پوری دنیا ان کے قتل کا صرف تماشا دیکھ رہی ہے۔ ان حالات میں مسلم اقوام کا بے خبر ہونا اور بھی زیادہ افسوسناک ہے۔ عید سے قبل شروع ہونے والے برما کے مسلمانوں کے قتل عام پر عالمی خاموشی پوری امت مسلمہ کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔۔ برما کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اور بدقسمتی سے تاحال مسلم ممالک کے درمیان کوئی باضابطہ مشاورت تک نہیں ہو رہی۔ عالم اسلام کے حکمرانوں کو خواب غفلت سے بیدار ہو کر برما کے مسلمانوں کے قتل عام کو رکوانے کیلئے ٹھوس اقدامات کو یقینی بنانا چاہیے۔ حکومت پاکستان کو ہنگامی طور پر برمی مسلمانوں کے تحفظ کیلئے میانمار سے رابطہ کرکے مسلمانوں کی مشکلات کا فوری ازالہ کرنے کیلئے لائحہ عمل طے کرنا بے حد ضروری ہے اور دوسرے اسلامی ممالک سے ملکر برما کے مسلمانوں کے تحفظ اور ان کی زندگی کا پہیہ رواں رکھنے کیلئے امدادی اشیاء پہنچانا ہونگی۔ موجودہ حالات میں برما کے مسلمانوں کی مظلومیت اور بے بسی کی کوئی اور مثال شاید ہی پیش کی جاسکے۔ اقوام متحدہ، عرب لیگ اور OIC جیسے مقتدر اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ وہاں مسلمانوں کے قتل عام کو رکوانے کیلئے امن فوج تعینات کریں اور اس قتل عام کو رکوا کر اس کی تحقیقات کیلئے کمیشن قائم کیا جائے۔ تاکہ اصل صورتحال سامنے آسکے۔

چین نے آئندہ دس سال کیلئے نئی قیادت کا اعلان کر دیا' زی جن پنگ ملک کے صدر' لی کی کیانگ وزیراعظم مقرر' عہدوں کا حلف آئندہ برس اٹھائیں گے' زی جن پنگ کو حکمران جماعت کا سربراہ اور مسلح افواج کا سپریم کمانڈر بھی بنادیا گیا۔ چین کے گریٹ ہال میں نئی قیادت کے انتخابات کیلئے 2200 مندوبین ایک ہفتے تک سر جوڑ کر بیٹھے رہے۔ ان مندوبین نے پہلے مرکزی کمیٹی کا انتخاب کیا۔ اس کمیٹی نے پولنگ بیورو کی قائمہ کمیٹی منتخب کی جسے چین میں فیصلہ سازی کا حتمی اختیار حاصل ہے۔ قائمہ کمیٹی نے چین کے نائب صدر زی جن پنگ کو ملک کا نائب صدر اور لی کی کیانگ کو نیا وزیراعظم منتخب کرلیا ہے۔ یہ دونوں راہنماء آئندہ برس صدر ہو جن تاؤ اور وزیراعظم وین جیاباؤ کی سبکدوشی کے بعد عہدوں کا حلف اٹھائیں گے۔ زی جن پنگ کو حکمران جماعت کا سربراہ اور مسلح افواج کا سپریم کمانڈر بھی بنایا گیا ہے۔ یہ چین کے دوسرے صدر ہیں جو مسلح افواج کے سپریم کمانڈر بھی ہوں گے۔ زی جن پنگ 1953ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد شی زونگ زون کمیونسٹ انقلاب کے ہیرو تھے جنہیں 1968ء میں جیل میں ڈال دیا گیا تھا اس کے بعد زی جن پنگ نے مشکل حالات کا سامنا کیا اور چین کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں مزدوری تک بھی کی۔ وہ 1974ء میں چین کی کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہوئے۔ 1978-79ء میں سنگھوا یونیورسٹی سے کیمیکل انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ وہ چین کے کئی اہم عہدوں پر بھی فائز رہے۔

بھارتی ریاست بہار کے وزیراعلیٰ نتیش کمار جو آجکل لاہور میں آئے ہوئے ہیں انہوں نے کہا کہ اچھی حکمرانی کیلیئے قانون کی حکمرانی ضروری ہے، حکومت کے غیر جانبدار ہونے سے ہی قانون کی حکمرانی قائم کی جا سکتی ہے۔ سزا ملنے سے عوام کے دل سے خوف دور اور جرائم پیشہ افراد کو قانون کاڈر ہونے لگتا ہے۔ قانون پر عمل کرنے سے مقدمات چلنے اور سزا ملنے لگتی ہے۔ ہم نے اپنی ریاست میں یہی طرز عمل اپنا کر حالات کو بہتر کیا ہے جس سے حکومت اور عوام پر اعتماد بحال ہوا ہے انہوں نے کہا کہ آؤ ! آج ہم یہ فیصلہ کرلیں کہ آپس میں لڑنے کی بجائے بھوک اور غربت کے خلاف لڑیں گے اور دنیا کی بھلائی کیلیئے کام کریں گے تب ہی ہم اس مقام پر پہنچ سکیں گے جہاں پر امن ہوگا، انصاف ہوگا اور ترقی ہوگی۔

کا جنازہ PIAسیاسی مشغلہ اور

ملک میں بڑھتی ہوئی غربت ،لوڈ شیڈنگ ، بے روزگاری اور سوئی گیس کی قلت پر قابو پانے کی بجائے عدلیہ کو ہدف تنقید بنانے والوں نے اصغر خان کیس کو بھی سیاسی مشغلہ بنالیا عدالتی فیصلے پر ایک ماہ کے بعد بھی عملدرآمد نہ ہو سکا حکومت اسلم بیگ ،اسد درانی اور یونس حبیب کے خلاف کارروائی کرنے میں بری طرح ناکام رہی اور نہ ہی ابھی تک سیاستدانوں سے تحقیقات کے لئے ایف آئی اے کی ٹیم تشکیل دی جا سکی جبکہ اتوار کے روز پی آئی اے کی پرواز نے رہی سہی ساکھ کا بھی جنازہ نکال دیا سب سے پہلے آپ کو بتاتا چلوں کہ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ نے 1990ء میں سیاستدانوں میں رقوم تقسیم کرنے سے متعلق اصغر کیس کا مختصر فیصلہ 19 اکتوبر کو جاری کیا تھا جس میں وفاقی حکومت کو ہدایت کی گئی تھی کہ رقوم تقسیم کرنے کے اعتراف پر سابق آرمی چیف اسلم بیگ ' آئی ایس آئی کے سابق سربراہ اسد درانی اور حبیب بینک کے سابق سربراہ یونس حبیب کے خلاف کارروائی کی جائے ۔ عدالت نے ایف آئی اے کو ہدایت کی تھی کہ جن سیاستدانوں نے رقوم لی ہیں ان کے خلاف تحقیقات کی جائیں اور لی گئی رقم سود سمیت قوم خزانے میں واپس جمع کرائی جائے ۔ بعد ازاں 9 نومبر کو عدالت کی جانب سے اصغر خان کیس کا تفصیلی فیصلہ بھی جاری کیا گیا تھا تاہم ابھی

تک حکومت نے اسلم بیگ، اسد درانی اور یونس حبیب کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی جبکہ اس کیس کی آڑ میں سب سیاستدان ایک دوسرے کو سیاسی جلسوں اور میڈیا پر آڑے ہاتھوں لے کر سیاسی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ اس کیس میں ابھی تک کسی سیاستدان کا ٹرائل نہیں ہوااور نہ ہی کسی عدالت کی جانب سے کوئی سزا سنائی گئی ہے،اسلم بیگ،اسد درانی اور یونس حبیب کا بھی تاحال ٹرائل نہیں ہوا اور نہ اس مقصد کے لئے کوئی پیش رفت کی گئی ہے۔وفاقی حکومت کی جانب سے گذشتہ روز عدالتی فیصلے پر محدود نظرثانی کی درخواست دائر کی گئی تھی جس میں موقف اختیار کیا گیا تھا کہ عدالتی فیصلے میں صدر آصف علی زرداری سے متعلق نکات کا دوبارہ جائزہ لیا جائے حکومت نے اس درخواست کے ساتھ کورٹ فیس کا سیکیورٹی چالان منسلک نہیں کیا تھا جس پر رجسٹرار سپریم کورٹ نے تکنیکی اعتراض لگا کر درخواست واپس کر دی تھی۔ ڈپٹی اٹارنی جنرل دل محمد علی زئی کی جانب سے اعتراض دور کرکے پیر کو یہ درخواست دوبارہ دائر کریں گے۔

ہماری قومی ائر لائن پہلے ہی تباہی کے دھانے پر پہنچی ہوئی ہے اور ایک عام آدمی بھی اس میں سفر کرنے سے کنی کتراتا ہے جبکہ اتوار کے روز کراچی سے سے لندن جانے والی پی آئی اے کی پرواز 787 خوفناک حادثے سے تو بال بال بچ گئی مگر اس پرواز نے پی آئی اے کی رہی سہی ساکھ کا بھی جنازہ نکال دیا جسکی

تفصیل کچھ یوں ہے کہ اتوار کو 12 بج کر 10 منٹ پر پی آئی اے کی ایئر بس پی کے 787 کراچی سے لندن کے لئے روانہ ہوئی تو ٹیک آف کے تین منٹ بعد طیارے کے انجن میں دو دھماکے ہوئے اور آگ کے شعلے بھڑک اٹھے جس کی اطلاع پائلٹ نے فوری طور پر کنٹرول ٹاور کو دی اور بتایا کہ پائلٹ کی بلندی تیزی سے کم ہو رہی ہے جس پر کنٹرول ٹاور نے پائلٹ کو طیارہ واپس موڑنے کی ہدایت کی اور 12 بج کر 20 منٹ پر یہ طیارہ واپس کراچی ایئرپورٹ پر اتار لیا گیا اس موقع پر ایئرپورٹ پر ہنگامہ حالت نافذ کی گئی اور آنے جانے والی پروازوں کو معطل کیا گیا۔ مسافر طیارے میں 167 مسافر اور عملے کے 16 اہلکار سوار تھے جو معجزانہ طور پر بچ گئے لینڈنگ کے دوران طیارہ محفوظ رہا سول ایوی ایشن ذرائع کے مطابق پائلٹ نے "مے ڈے کال" دی تھی جو انتہائی صورتحال میں دی جاتی ہے طیارے کے پائلٹ نے مشکل صورتحال میں مہارت اور حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا ہے۔ طیارے کی لینڈنگ معمول کے مطابق ہوئی ہے پائلٹ نے انجن میں خرابی کی اطلاع دی تھی اس صورتحال کے بعد ایک غیر ملکی سفارت کار کی ایئرپورٹ کے اہلکاروں سے تلخ کلامی بھی ہوئی اور وہ اپنے بچوں کو لے کر واپس چلا گیا اس وقت قومی ائیر لائن کے کئی طیارے مناسب دیکھ بھال اور عدم توجہی کے باعث گراونڈ کئے جا چکے ہیں جس کے باعث جہاں قومی خزانے کو اربوں روپے سالانہ نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے وہیں دوران پرواز ناخوشگوار واقعات بھی معمول بن گئے ہیں۔

پاکستانی سیاست اور انعم کی ہلاکت

پاکستان کی تمام سیاسی پارٹیاں خاندانی لمیٹڈ کمپنیاں بن چکی ہیں سیاسی جماعتوں کے اندر جمہوری کلچر پیدا کئے بغیر حقیقی جمہوریت کا حصول ناممکن ہے۔ موروثی سیاست ختم کئے بغیر ملک ترقی نہیں کر سکتا ہماری اسی آپس کی لڑائی کی وجہ سے بھارت نے 62 ڈیمز بنا لیے ہیں ہم کالا باغ ڈیم بھی تعمیر نہیں کر سکے۔ بھارت پاکستانی حدود میں بہنے والے دریاؤں پر ڈیم تعمیر کرکے پاکستان کو ریگستان میں تبدیل کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے جبکہ پاکستان کے فیصلے اسلام آباد کی بجائے کہیں اور ہوتے ہیں پاکستان عالمی سازشوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ تمام سیاسی و مذہبی جماعتیں متحد ہو کر ملک کے خلاف عالمی سازشوں کو ناکام بنائیں اور قومی قیادت سلامتی کے اداروں کا تحفظ یقینی بنائے۔ عالمی طاقتیں ملکی اداروں کو کمزور کرنا چاہتی ہیں یہی وجہ ہے کہ آئے روز ملک کے کسی نہ کسی شہر میں کوئی نہ کوئی تخریبی کاروائی ہوتی رہتی ہے اور جبکہ کراچی میں بڑھتے ہوئے دہشت گردی کے واقعات سمیت اس وقت ملک میں پھیلی ہوئی بے یقینی اور خوف کی فضاء کو کنٹرول کرنا حکومت کا کام ہے مگر کیا مجال ہے کہ کہ حکومت نے سوائے بیان بازی کے کوئی عملی اقدام اٹھایا ہو اور اب حکمرانوں کی بے حسی اور عوام کی بے بسی کی انتہا ہو چکی ہے جمہوریت کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچے

کیونکہ 40 خاندانوں نے سیاست اور اقتدار کو یرغمال بنا رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے حکمران خوشحال اور ملک بدحال ہوتا جا رہا ہے۔اور اب وقت آچکا ہے کہ پاکستان کے استحکام، سلامتی اور ترقی کیلئے ملت کے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا اور آئندہ الیکشن میں ذاتی اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر اپنی نسلوں کے مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے ووٹ کا حق استعمال کرنا ہے تاکہ عوامی امنگوں کی ترجمان حکومت معرض وجود میں آسکے عوام الیکشن میں بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کریں جبکہ قومی اداروں کو بھی اپنی اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے ملکی ترقی کے لیے کھلے دل سے کام کرنا چاہیے اور ملک جن حالات سے گزر رہا ہے وہ اس امر کا تقاضا کرتا ہے تمام ادارے ایک دوسرے کی حدود کا احترام کریں اور ملک کو ترقی وخوشحالی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے اپنا مثبت کردار ادا کریں۔ عدلیہ اور فوج دونوں دیگر آئینی اداروں کی طرح قابل احترام ہیں جہاں تک چیف جسٹس اور آرمی چیف کے بیانات کا تعلق ہے تو دونوں شخصیات نے جس نیت اور جس جذبے کے تحت یہ بیانات دیئے بدقسمتی سے شاید اُن کو اس سپرٹ اور سوچ سے نہیں لیا گیا دونوں بڑوں نے پاکستان اور اس کے استحکام کی بات کی اور واضح کیا کہ آئین نے ہر ادارہ کے لیے جو دائرہ کار دیا ہے ہر ادارہ اس دائرے میں رہتے ہوئے اپنے زامہ داریاں نبھائے اس وقت پاکستان کو استحکام کی ضرورت ہے اور اس وقت اداروں کے مابین ٹکراؤ کسی صورت ملک کے مفاد میں نہیں اور ہم سب کو اس میں اپنا مثبت کردار ادا کرنا

ہوگا۔ عدلیہ بھی قابل احترام ہے اور فوج بھی ہماری اپنی ہے اور فوج نے اس سرزمین کی خاطر جو قربانیاں دی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا ان سب حقیقتوں کے ساتھ ساتھ پاکستان میں مسیحائی کے نام پر جو عوام کے ساتھ کھیل کھیل جارہا ہے وہ بھی انتہائی خطرناک ہے گذشتہ جمعرات کو ڈاکٹروں کی غفلت سے بی کام کی طالبہ انعم وفات پا گئی اور مرحوم انعم کے والد قمرالزمان کے مطابق سرجی میڈ ہسپتال کے ڈاکٹروں نے پیسے کے لالچ میں غلط آپریشن کردیا جسکی وجہ سے انعم موت کے منہ میں چلی گئی۔

کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ جن پر خدا کے بعد انسان کو یقین ہوتا ہے کہ انکے دکھوں کا مداوا کریں گے اور انکے لیے وہ مسیحا ہیں مگر پیسے کے لالچ نے ان مسیحاہوں کی انکھوں پر ہوس کی پٹیاں بندھ چکی ہیں اور اکثر سرکاری ہسپتالوں میں مریضوں کے ساتھ ڈاکٹروں کا انتہائی توہین آمیز رویہ دیکھ کر کمزور دل والے حضرات سرکاری ہسپتالوں کا رخ ہی نہیں کرتے اور پرائیویٹ ہسپتالوں میں جاکر ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہاں پر صرف پیسہ کمانے کی دوڑ لگی ہوئی ہے وزیر اعلی پنجاب اس طرف بھی توجہ دیں ورنہ حالات حکومتی کنٹرول سے بھی باہر ہو گئے تو پھر کسی کا بھی بچنا ممکن نہیں رہے گا

کراچی پر بیان بازی اور نہتے صحافی

پیر کو اے این پی سندھ کے صدر شاہی سید نے کراچی کو اسلحہ سے پاک کرنے کی قرار داد سینٹ میں پیش کی جو کثرت رائے سے منظور کر لی گئی قرار داد کی ایم کیو ایم نے مخالفت، پیپلز پارٹی اے این پی اور مسلم لیگ (ن) سمیت تمام جماعتوں نے حمایت کی شہر قائد میں ہر روز پندرہ سے اٹھارہ افراد شہید ہو رہے ہیں جبکہ سیاسی قیادت خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہے سیاسی بھرتیوں کی بدولت پولیس امن و امان کے قیام میں ناکام ہو چکی ہے کراچی پولیس میں بڑے اور طاقتور لوگوں پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت بھی نہیں رہی جبکہ رینجرز کی موجودگی کے باوجود حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں نصیراللہ بابر کے دور میں کراچی میں کامیاب آپریشن ہوا جبکہ حکومت بدلتے ہی آپریشن کرنے والے پولیس افسران زیر عتاب آ گئے اب بھتہ مافیا مذہب کے نام پر بھی بھتہ وصول کر رہے ہیں جبکہ بعض سرکاری ملازمین کی تنخواہوں پر بھی بھتہ لیا جا رہا ہے اور تو اور قربانی کے جانوروں کی کھالیں بھی بھتے کے طور پر لی جاتی ہیں کراچی کو بچانا حکومت کی ذمہ داری ہے کراچی میں ہر شہری کو رہنے کا حق حاصل ہے کراچی میں نیٹو کے ہزاروں اسلحہ کنٹینرز بھی غائب کر دیے گئے ہیں کراچی میں کریمنل مافیا' بھتہ مافیا' ٹارگٹ کلرز اور طالبانائزیشن تیزی سے پھیل رہی ہے گذشتہ پانچ سال سے ملک جل رہا ہے مگر اس

طرف سوائے بیان بازی کے اور کوئی خاص پیش رفت نہیں کی گئی نام نہاد مفاہمتی سیاست کے باعث لوگوں کو خون میں نہلا کر عوام کو اپنے سیاسی مفادات کی بھینٹ چڑھایا جارہا ہے اس وقت ملک میں کوئی شیعہ سنی مسئلہ نہیں ہے صاحب اقتدار لوگوں کے پاس سارے اختیارات ہونے کے باوجود کیوں وہ حالات کو ٹھیک نہیں کررہے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کراچی میں حکومتی اتحاد میں شامل تینوں جماعتوں کے نو گو ایریاز ہیں تینوں جماعتیں ایک دوسرے پر الزامات لگاتی ہیں اور شام کو وفاقی کابینہ کی میز پر اکٹھی بیٹھ جاتی ہیں غریب آدمی مر رہا ہے اور سب صرف تقریریں کر رہے ہیں۔ کراچی میں بہتر حکومت کیلئے لوکل گورنمنٹ ضروری ہے اور جب تک بلدیاتی الیکشن نہیں کرائے جاتے امن و امان کی صورتحال خصوصاً کراچی میں معاملات درست نہیں ہوں گے سیاسی جماعتوں کو بڑے پن کا مظاہرہ کرنا ہوگا کیونکہ کراچی انتہائی اہم شہر ہے اگر سیاستدانوں نے اس طرف توجہ نہ دی تو پھر ہمیں تاریخ کبھی بھی معاف نہیں کرے گی صرف کراچی کا ہی نہیں پورے پاکستان کا مقابلہ ایک ایسی ذہنیت سے ہے جس نے ایک نیا ہتھیار پیدا کردیا اور اس کا نام خودکش حملہ ہے اور اس کی ذہنیت یہ ہے وہ فوراً جنت میں جائے گا اور باقی لوگ جہنم واصل ہوجائیں گے۔ ہمیں اس ذہنیت کو تبدیل کرنا ہوگا اور اس کا حل صرف اور صرف برداشت اور علم ہے اور اسی کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ملکی حالات کو جان بوجھ کر خراب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جبکہ ایک اور بات بھی خصوصی

توجہ طلب ہے کہ آج تک تحریک طالبان کا ایک شخص بھی ڈرون حملے میں نہیں مارا گیا ۔ ان لوگوں کو مارا جاتا ہے جو پاکستان کے محب وطن شہری ہیں

گذشتہ روز راولپنڈی اسلام آباد یونین آف جرنلسٹ اور نیشنل پریس کلب کے زیر اہتمام پاکستان میں پہلی بار انٹر نیشنل جرنلسٹ ڈے منایا گیا، جس میں صحافیوں، پارلیمنٹریز، سول سوسائیٹی کے نمایندوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی اس موقعہ پر مشاہد حسین سید نے کہا ہے کہ صحافیوں کی جان و مال کے تحفظ کیلیۓ جرنلسٹ ڈیفنس کمیٹی کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے صحافی ملک کا وہ جانباز سپاہی ہے جو نہتا ہوتے ہوئے بھی اپنے قلم کے زور پر ملک و قوم کے دفاع کیلیۓ اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے اور شہید ہو جانے والا صحافی بجا طور پر ان تمام مراعات واعزازات کا مستحق ہے جو کہ دفاعی اداروں سے منسلک شہداء کو فراہم کئے جاتے ہیں تقریب کا مقصد ان تمام شہید ہو جانے والے صحافیوں کو خراج عقیدت پیش کرنا تھا جو پاکستان میں اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ۔

پاک بھارت ویزہ شرائط میں نرمی

8 ستمبر 2012ء کو پاک بھارت دونوں ملکوں کے درمیان طے پانے والا ویزا معاہدہ جس کی وفاقی کابینہ نے 15 ستمبر کو منظوری دی تھی صدر آصف زرداری نے اس ویزا معاہدے کی توثیق کردی جس کے تحت دونوں ملک سفارتی ، غیر سفارتی اور سرکاری سطح سمیت 9 کیٹگریز میں ویزے جاری کریں گے تاجروں کو ایک سال میں دس شہروں کا ویزا، فنکاروں کو ٹرپل انٹری ویزا جاری کیا جائے گا۔بزرگ شہری اور بچے پولیس رپورٹنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔وزٹ ویزا پانچ شہروں کیلئے ہوگا جس کی مدت چھ ماہ سے زائد نہیں ہوگی ایک وقت میں صرف تین ماہ قیام کیا جاسکے گا.بزرگ شہریوں کو واہگہ اور اٹاری سرحد پر ویزا ملے گا جس کی میعاد 45 دن ہوگی عام ویزے پر ایک وقت میں صرف تین ماہ قیام کیا جاسکے گا۔ ویزے کے تحت 65 سال سے زائد عمر کے شہریوں 12 سال سے کم عمر کے بچوں اور آپس میں شادیاں کرنے والے افراد کو 2 سال کا ملٹی پل ویزا ملے گا۔بزرگ شہریوں اور بچوں کو پولیس رپورٹنگ سے استثنیٰ حاصل ہوگا دونوں ملکوں نے سفارتی' غیر سفارتی' سرکاری اور بزنس ویزوں سمیت 9 کیٹگریز کے ویزوں کے حصول کی شرائط میں نرمی،مدت میں اضافہ ،پولیس تفتیش سے استثنیٰ سمیت کئی آسانیاں رکھی گئی ہیں۔ سفارتی ویزا 30 دن کے اندر جاری کیا جائے گا جس میں سفارتکاروں کے بچوں اور ان کے خاندان کے

افراد کو بھی ویزے دیئے جائیں گے یہ ویزے صرف تعیناتی کے مقام کیلئے کارآمد ہوں گے اور ملٹی پل ہوں گے۔ سفارتی ویزا ہولڈر اگر ملک کے دوسرے شہروں میں جانا چاہیں گے تو اس کیلئے انہیں اجازت لینا ہوگی۔ غیر سفارتی ویزا بھی ڈیوٹی کے مقام کیلئے کارآمد ہوگا اور 45 دن کے اندر جاری کر دیا جائے گا۔ غیر سفارتی ویزا ہولڈر کو دیگر مقامات اور جگھوں پر جانے کیلئے پیشگی اجازت کی ضرورت نہیں ہوگا۔ سرکاری ویزا سنگل انٹری ویزا ہوگا اور یہ سرکاری امور کی انجام دہی کیلئے آنے جانے والے افسران کو جاری کیا جائے گا۔ یہ ویزا پندرہ دن کیلئے کارآمد ہوگا اور اس کے تحت مخصوص مقامات کا دورہ کیا جاسکے گا۔ وزیٹر ویزا خاندان کے افراد رشتہ دار اور دیگر قریبی عزیزواقارب کو ملنے کیلئے جاری کیا جائے گا۔ یہ ویزا صرف پانچ مخصوص مقامات کیلئے کارآمد ہوگا اور چھ ماہ سے زائد نہیں ہوگا اور وزیٹر کو تین ماہ سے زائد قیام نہیں کرنا ہوگا۔ معاہدے کے مطابق ایک ملک کے شہری دوسرے ملک کے شہری سے شادی کریں گے تو انہیں بھی 2 سال کا ملٹی پل ویزا ملے گا۔ ٹرانزٹ ویزا کے تحت دو مرتبہ انٹری کی اجازت دی جائے گی۔

گروپ ٹورسٹ ویزہ کیلئے سیاحوں کو دس سے کم اور پچاس سے زائد افراد کا گروپ بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہ ویزا تیں دنوں کیلئے ہوگا اور اس کی مدت میں توسیع نہیں کی جائے گی۔ رجسٹرڈ ٹور آپریٹر سیاحتی گروپوں کا انتظام کریں گے اور سفر سے 45 روز قبل ویزا کے حصول کیلئے درخواست دیں گے۔ دونوں ملک سیاحتی گروپوں کے انتظامات کرنے والے ٹور

آپریٹرز کی لسٹوں کا تبادلہ کریں گے' بزنس ویزہ صرف تاجروں کو جاری کیا جائے گا۔ معروف تاجر پولیس رپورٹنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ پانچ سے تیس لاکھ روپے کی سالانہ آمدن والے تاجروں کو پانچ مقامات کیلئے ایک سال کا ویزا جاری کیا جائے گا اور اس پر چار مرتبہ انٹری کی اجازت ہوگی۔ پچاس لاکھ سے تین کروڑ کی سالانہ آمدن کے حامل تاجروں کو ایک سال کا ملٹی پل ویزا دیا جائے گا جس کے تحت وہ دس مقامات پر جاسکیں گے۔ تاجروں کو تیس دن سے زائد قیام کی اجازت نہیں ہوگی اور یہ ویزے پانچ ہفتوں کے دوران جاری کردیئے جائیں گے۔ مذہبی فرائض کی ادائیگی کیلئے جانے والے افراد کو مذہبی ویزا جاری کیا جائے گا اور مذہبی پروگراموں کے آغاز سے 45 روز قبل اس ویزے کے حصول کیلئے درخواست دیں گے۔ یہ ویزا 15 دنوں کیلئے ہوگا۔ سنگل انٹری ویزا ہوگا اس کی مدت میں توسیع نہیں کی جائے گی۔ 65 سال سے زائد عمر کے شہریوں کو آمد پر 45 دنوں کیلئے واہگہ اور اٹاری کی چیک پوسٹوں پر ویزے جاری کئے جائیں گے اور یہ قابل توسیع نہیں ہوں گے۔ معاہدے میں جن پوسٹوں کے ذریعے داخلے اور خروج پر ارتفاق کیا گیا ہے ان میں ہوائی سفر کیلئے پاکستان میں کراچی' لاہور' اسلام آباد کے ایئرپورٹس جبکہ انڈیا میں ممبئی' دہلی اور چنائی کے ایئرپورٹ شامل ہیں۔ سمندری راستے سے آنے والوں کیلئے کراچی اور ممبئی جبکہ زمینی راستے کیلئے واہگہ' اٹاری اور کھوکھراپار اور موناباؤ کی چیک پوسٹوں سے کراس کرنا ہوگا۔ وزیٹر ویزا کے حامل افراد کو انٹری چیک

پوسٹوں پر رجسٹریشن کرانا ہوگی اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچنے کے بعد
چوبیس گھنٹے کے اندر اس مقام پر جانا ہوگا جس کیلئے ویزا حاصل کیا گیا ہے اور قریبی پولیس
سٹیشن کو تحریری رپورٹ کرنی ہوگی۔ معروف بزنس مین اور 65 سال سے زائد عمر کے
شہریوں اور 12 سال سے کم عمر کے بچے پولیس رپورٹ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ تمام
کیٹگریز کے ویزوں کے حصول کے بعد 90 دنوں کے اندر سفر کرنا ہوگا۔

کانفرنس پر دہشت گردوں کا مشترکہ اعلامیہ D-8

جمعرات کو ڈی ایٹ سربراہی اجلاس صدر آصف علی زرداری کی زیر صدارت اختتام پذیر ہوگیااس موقعہ پر ڈی ایٹ کانفرنس کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا اسی روز پاکستان کے مختلف شہروں میں دہشت گردی کی مختلف وارداتیں کرکے پاکستان دشمن قوتوں نے بھی اپنا مشترکہ اعلامیہ جاری کردیا اسلام آباد میں ہونے والے اجلاس میں وزیراعظم راجہ پرویز اشرف اور بلاول بھٹو زرداری سمیت نائیجیریا کے صدر گڈلک جوناتھن ،انڈونیشیاکے صدر سوسیلو بامبینگ ،ترکی کے وزیراعظم رجب طیب اردگان ایران کے صدر محمود احمدی نژاد، ملائیشیاکے نائب وزیراعظم حاجی محی الدین محمدیاسین ، مصرکے نائب صدر محمود مکی اوراس کے علاوہ بنگلہ دیش کی وزیراعظم کے مشیر ڈاکٹر سید علی گوہر رضوی نے شرکت کی اجلاس میں صدر آصف علی زرداری کو آئندہ دو سالوں کیلئے تنظیم کا چیئرمین بنایا گیا اس سے قبل تنظیم کی سربراہی نائیجیریاکے صدر گڈلک جوناتھن کے پاس تھی۔ اجلاس میں تنظیم کے منشور اور عالمی انداز فکر کی منظوری دی گئی۔ چارٹر پر رکن ممالک کے وزرائے خارجہ نے دستخط کئے۔ اجلاس کے بعد جاری ہونے والے اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ رکن ممالک نے جی 20 تنظیم سے روابط بہتر بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اوآئی سی ، ای سی او، آسیان، سارک، عرب لیگ اور دیگر علاقائی تنظیموں کیساتھ بھی

تعلقات کو فروغ دیا جائے گا۔اعلامیہ کے مطابق رکن ممالک نے کانفرنس کے عنوان
جمہوری شراکت داری.برائے امن اور خوشحالی' 'کے انتخاب پر پاکستان کی تعریف''
کی۔ اعلامیہ میں گلوبل وژن بھی شامل ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مسائل اقوام متحدہ کی
طرز پر کثیرالقومی نظام کے تحت حل کئے جائیں گے رکن ممالک نے صنعتی شعبے میں
تعاون کیلئے مشترکہ منصوبے شروع کرنے اور نجی شعبے کے تعاون کی حوصلہ افزائی کرنے
-پر اتفاق کیا ہے

ڈی ایٹ کانفرنس کے دن دہشت گردوں نے بھی پاکستان کے مختلف شہروں میں
دھماکے کرکے اپنا مشترکہ اعلامیہ جاری کردیا جس کے مطابق پاکستان کے دشمن پاکستان
کو آگے نہیں بڑھنے دیں گے بلخصوص مغربی طاقتیں پاکستان کو آگے بڑھتا ہوا نہیں دیکھنا
چاہتیں اور کچھ مغربی طاقتیں پاکستان کے جوہری اثاثوں کے خلاف بھی سازشیں کررہی
ہیں جبکہ اسرائیل آج کا یزید ہے فلسطینیوں پر اسرائیلی ظلم کے خلاف مسلمان ممالک کو
متحد ہونا چاہئے وفاقی دارالحکومت میں بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہورہی ہے اور اس
سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر بم دھماکوں سے عالمی دنیا کو کیا پیغام دیا جارہاہے اور
۔ معصوم لوگوں کو بم دھماکوں سے اڑایا جارہاہے

حکمران آئے روز دعویٰ کرتے ہیں کہ دہشت گرد گرفتار کرلئے مگر بعدازاں وہ

دہشت گرد کہاں جاتے ہیں ؟صدر مملکت کی میز پر عدالت سے سزا یافتہ دہشت گردوں کی فائلیں پڑی ہیں ان پر عملدرآمد کیوں نہیں کیا جارہا جبکہ یہاں تک خبریں گردش کررہی ہیں کہ سزائے موت کی سزا کو ختم کیا جائے یا نہیں دہشت گردی صرف اسی صورت ختم ہو سکتی ہے جب ان قاتلوں و دہشت گردوں کو تختہ دار پر نہیں لٹکایا جاتا سنی، شیعہ ،،بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث سب بھائی بھائی ہیں سب کو دہشت گردی کا سامنا ہے کیونکہ دہشت گردوں کا کوئی مسلک، دین یا مذہب نہیں ہوتا بلکہ وہ پاکستان اور اسلام کے دشمن ہیں ،حکومت دہشت گردوں کو گرفتار کرکے قرار واقعی سزا دے ۔ محرم الحرام کے جلوسوں پر دہشت گردی کرنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے،اسلام امن محبت ، اخوت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے ،پاکستان کے چاروں صوبوں میں ماتمی، جلوس پر خود کش حملے کرنا اور معصوم بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا انتہائی مجرمانہ فعل ہے، تمام مسالک کے لوگ ایک دوسرے کے لیے قابل احترام ہیں،اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں اور پاکستان کو کمزور کرنے کی سازش کر رہے ہیں ملک کے چاروں صوبوں میں محرم الحرام کے جلوسوں پر ہونے والی دہشت گردی سے عالمی سطح پر پاکستان کی ساکھ متاثر ہوئی ہے، انتہاء پسند دہشت گردوں نے بے گناہ لوگوں کو خون سے نہلا دیا ہے ، دہشت گردی میں ملوث افراد کسی معافی کے حقدار نہیں، دہشت گردی کو کنٹرول کرنے کے لیے ہم سب کو متحد ہو کر کردار

ادا کرنا ہوگا تاکہ ملک میں امن وامان قائم ہوسکے ملک بھر میں بھی محرم الحرام کی نویں دسویں کو سیکورٹی ہائی الرٹ کرنے کی اشد ضرورت ہے چیف جسٹس آف پاکستان حالیہ سانحات کا سوموٹو ایکشن لیں، مظلوم عوام کی آخری امید آزاد عدلیہ وآزاد میڈیا ہیں، دہشت گردوں کا کوئی مذہب و مسلک نہیں وہ نہ صرف پاکستان بلکہ اسلام کے دشمن ہیں پہلے کراچی میں کشت و خون کا کھیل کھیلا گیا بعدازاں راولپنڈی کی سرزمین کو بے گناہ عوام کے خون سے رنگین کردیاگیا جبکہ وفاقی وزیر رحمٰن ملک کہتے ہیں مجرموں کو عدالتیں چھوڑ دیتی ہیں مگر وہ آدھا سچ بولتے ہیں، حکومت کی طرف سے ایف آئی آر ہی نرم کاٹی جاتی ہے چالان تک صحیح نہیں ہوتا دہشت گردوں و قاتلوں کو گرفتار کرنا عدالتوں کا کام نہیں رحمٰن ملک اور حکومت کا کام ہے۔ ملک میں صحافی، ججز، گواہ، وکیل اور عام شہری تک کسی کی جان محفوظ نہیں اور موٹر سائیکلوں و موبائل فونز پر پابندیوں سے دہشت گردی نہیں رکے گی، حکومت خونی درندوں کو تختہ دار پر لٹکائے، محرم الحرام میں سیکورٹی فوج کے حوالے کی جائے۔

امام حسین کے یوم شہادت پر سرکاری اداروں کی خدمات

3 دسمبر عالمی یومِ معذوراں اور پنجاب میں معذوروں کی حالت زار

اقوامِ متحدہ کے ایک سروے کے مطابق معذور افراد کی تعداد ہماری کل آبادی کے 10 % کے برابر ہے۔ معذور افراد کی بحالی اور معذور بچوں کی تعلیم و تربیت ہماری معاشرتی، اخلاقی، قومی اور مذہبی ذمہ داری ہے کیونکہ ہمارا مذہب اسلام معذور افراد کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ تاہم پچھلی تین دہائیوں سے معذور افراد کی بحالی خصوصاً معذور بچوں کی تعلیم و تربیت نے بین الاقوامی سطح پر اہمیت اختیار کر لی تھی۔ اقوام متحدہ نے اسی (80) کی دہائی (dacade) کو معذور افراد کی دہائی کے طور پر منایا۔ اگرچہ ملک بھر کے چھوٹے بڑے شہروں میں بعض فلاحی تنظیموں کے زیر انتظام معذور بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کئی ایک ادارے کام کر رہے تھے تاہم مذکورہ بین القوامی تحریک کے زیر اثر پاکستان میں بھی سرکاری سطح پر معذور بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کئی ایک انقلابی اقدامات کئے گئے۔ وفاقی حکومت نے معذور بچوں کی تعلیم تربیت کے لئے وفاقی سطح پر 1985 میں ایک ڈائریکٹریٹ قائم کیا، جس کے تحت فاٹا اور آزاد کشمیر سمیت ملک بھر میں معذور بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ادارے قائم کئے۔ وفاقی حکومت نے معذور بچوں کے اساتذہ کی تربیت کیے لئے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، جامعہ کراچی اور جامعہ پنجاب میں معذور بچوں کے اساتذہ کی

تربیت کے لئے ماسٹر ڈگری پروگرام کے اجراء کے لئے فنڈز فراہم کئے۔ وفاقی حکومت نے تمام چاروں صوبائی حکومتوں کے زیرِ انتظام چلنے والے اداروں کی حالتِ زار میں بہتری لانے اور انہیں ترقی دینے کے لئے بھی فنڈز فراہم کئے۔اس طرح وفاقی حکومت کے ساتھ ساتھ صوبائی حکومتوں کے زیر انتظام چلنے والے خصوصی تعلیم کے محکموں کی کارکردگی میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہونے کے امکانات روشن ہوگئے۔ چند سال قبل تک صوبہ پنجاب میں معذور بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری سرکاری سطح پر محکمہ تعلیم کے سپرد تھی۔ ان معذور بچوں میں گونگے بہرے، نابینا، جسمانی معذور اور ذہنی پسماندہ بچے شامل ہیں۔ پنجاب بھر میں معذور بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے چند ایک ادارے سرکاری سطح پر محکمہ تعلیم کے زیر انتظام 1955 سے ہی کام کر رہے تھے۔ معذور افراد کی بحالی کی مذکورہ بین الاقوامی تحریک کے زیرِ اثر پنجاب میں محکمہ تعلیم کے زیرِ انتظام معذور بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے 1983 میں ایک الگ ڈائریکٹریٹ قائم کیا گیا۔ پنجاب حکومت نے بے شمار تکنیکی اور کئی ایک انتظامی امور کے پیش نظر یہ جان لیا کہ معذور افراد کی تعلیم وتربیت کے شعبہ کو محکمہ تعلیم کے زیرِ انتظام نہیں چلایا جا سکتا، لہٰذا اس کام کے لئے ایک الگ محکمے کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے وزیرِاعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی نے خصوصی تعلیم کے شعبہ کی اہمیت کے پیشِ نظر یکم اکتوبر 2003 کو سپیشل ایجوکیشن کا ایک الگ محکمہ قائم کر دیا۔

قدسیہ لودھی صاحبہ کو وزیر اور جناب سہیل مسعو کو اس محکمہ کا سیکرٹری مقرر کیا۔ الگ محکمہ کا قیام اس لئے ناگزیر تھا کہ خصوصی بچوں کی تعلیم و تربیت کو ان کی ضروریات کے مطابق جدید خطوط پر استوار کیا جا سکے ۔ چنانچہ پنجاب بھر میں معذور بچوں کے اداروں کا ایک جال بچھا دیا گیا اور خصوصی تعلیم کے ادارے جو کہ پہلے صرف بڑے شہروں میں ہی کام کر رہے تھے، اب ان کو تحصیل کی سطح پر قائم کر دیا گیا۔ اداروں میں بچوں کی بحالی کے لئے نہایت ہی تکنیکی شعبہ جات قائم کئے گئے۔ ان شعبہ جات میں بیش قیمت مہیا کرنے کے لئے فنڈز مہیا کئے گئے۔ اس (electronic aids) طبّی وامدادی آلات کے علاوہ معذور بچوں کے والدین کو اپنے بچوں کو ان اداروں میں داخل کروانے کی جانب راغب کرنے کے لیے کئی ایک ترغیبات جیسے مفت یونیفارم، مفت درسی کتب، مفت بریل کتب، مفت آلاتِ سماعت، مفت وہیل چیئرز، مفت ٹرانسپورٹ سروس، روزانہ مفت دودھ کا پیکٹ اور ہر طالبعلم کو دوسو (200) روپے ماہانہ وظیفہ پر کثیر رقم خرچ کی گئی ۔

یہ بات انتہائی تکلیف دہ ہے کہ پنجاب میں خصوصی تعلیم کے الگ محکمہ کے قیام کے ساتھ ہی اسکا زوال بھی اسی روز سے شروع ہو گیا تھا۔ حکومت پنجاب نے شعبہ خصوصی تعلیم کو تسلیم کرتے ہوئے اگرچہ خصوصی تعلیم کا (technical status) کی تکنیکی حیثیت الگ محکمہ تو قائم کر دیا لیکن محکمے کی باگ ڈور غیر تکنیکی

اور غیر تربیت یافتہ افراد کے حوالے کر دی جنھوں نے اپنی (non-technical) نا تجربہ کاری کی وجہ سے اس شعبہ کو نہ صرف اپنی مشقِ ستم کا نشانہ بنایا بلکہ اپنی حوصِ زر کے باعث اسے مالِ غنیمت سمجھ کر لوٹا۔ منصوبہ بندی اور نا اہلی کا عالم یہ ہے کہ الگ محکمہ بننے کے باوجود جنرل ایجوکیشن کے ایسے غیر تربیت یافتہ اساتذہ جو اپنے محکمے میں گھر کے قریب آسامیاں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے سفارش پر لاہور سمیت بڑے شہروں میں سپیشل ایجوکیشن کی پوسٹوں پر براجماں تھے، انہیں اس نئے محکمے نے سپیشل ایجوکیشن کا الگ محکمہ بننے کے باوجود واپس بھیجنے کی بجائے صرف سفارش کی بنیاد پر اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ جنرل ایجوکیشن کے ایسے افراد جو غیر قانونی طور پر سپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی پوسٹوں پر تعینات تھے ان میں جنڈیالہ شیر خان ضلع شیخورہ کے گرلز کالج کی اسسٹنٹ پروفیسر مسز عفیفہ افتخار بھی شامل تھی جس نے گورنمنٹ اِن سروس ٹریننگ کالج فار دی ٹیچرز آف ڈس ایبلڈ لاہور کے پرنسپل کی پوسٹ پر قبضہ جمائے رکھا۔ موصوفہ اسسٹنٹ پروفیسر اور اس کے ساتھی، بیوروکریسی میں اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے محکمہ کے سیاہ سفید کے مالک بن گئے اور محکمہ کے افسران کو معذور بچوں کے تعلیمی امور پر مشورے دینے لگے۔ ان کے مشوروں نے تو نیم حکیم خطرہ جان کے مصداق معذور بچوں کی تعلیم تربیت کے منصوبوں کا بیڑہ ہی غرق کر دیا۔ غیر تربیت یافتہ افرد کروڑوں روپے کے تکنیکی پراجیکٹس کی منصوبہ بندی کرتے رہے جس میں وہ محکمہ میں دستیاب تربیت

یافتہ اساتذہ سے قطعاً کوئی مشاورت نہ کرتے۔ اس ناقص منصوبہ بندی نے معذور بچوں کو تعلیم میں کسی بہتری کی بجائے اسے مزید تباہی اور بربادی کی دلدل میں دھکیل دیا۔

چند اقدامات کی جھلک ملاحظہ کیجئے:

i۔ سپیشل ایجوکیشن سنٹرز۔ مذکوہ نام نہاد ماہرین کے مشورے سے تحصیل کی سطح پر چاروں معذوریوں (disabilities) کے طلبا و طالبات کی تعلیم و تربیت کا انتظام ایک ہی سنٹر میں کر دیا گیا۔ اس طرح یہ نام نہاد ماہرین معذور بچوں کے اداروں کے قیام پر اٹھنے والے اخراجات کو کم کرنے میں تو یقیناً کامیاب ہو گئے لیکن وقت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایک ہی ادارے میں چاروں قسم کی معذوریوں کے اختلاط کی وجہ سے ان تمام ہی بچوں کی معذوری کے مجموعی تاثر میں اضافہ ہوا ہے۔

ii۔ آڈیالوجی (Audiology) کے شعبہ کی حالت زار۔ ان نام نہاد ماہرین کے مشورے سے بیور کریسی نے کروڑوں روپوں کے تکنیکی اور طبّی آلات اپنی ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے یہ سوچ بغیر خرید لئے کہ جب ان آلات کو چلانے کے لئے محکمہ کے پاس تربیت یافتہ ماہرین موجود ہی نہیں ہیں تو ان آلات سے استفادہ کیسے کیا جائے گا؟ لہٰذا کروڑوں روپوں کی لاگت سے خریدے گئے یہ انتہائی حساس آلات (electronic aids) ناقص ڈبوں میں بند پڑے ناکارہ ہو گئے۔

منصوبہ بندی کا عالم یہ ہے کہ ایک جانب تو حکومت نے گونگے بہرے بچوں کے لئے کروڑوں روپے کی لاگت سے آلات سماعت (hearing aids) خریدے بلکہ گونگے بہرے درجنوں بچوں کو فی کس تقریباً بیس (20) لاکھ رروپے کی کثیر رقم خرچ کرکے بذریعہ آپریشن کاکلیئر امپلانٹ (cochlear implant) بھی کروائے، جبکہ دوسری جانب سپیشل ایجوکیشن کے اداروں میں آڈیالوجسٹ (Audiologist) کی پینتیس (35) پوسٹوں کو ختم (Abolish) کردیا۔ افسران کو معلوم ہی نہیں ہے کہ معذور بچوں کے ادارہ میں صرف آڈیالوجسٹ ہی ایک ایسا ماہر پیشہ ورفرد (professional) ہوتا ہے جو بچوں کے آلات سماعت اور کوکلیئر امپلانٹ کی نگرانی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ محکمہ ہذا میں پرنسپل ہیلتھ افسر کی گریڈ 19 کی ایک پوسٹ ہے جس پر سروس رولز کے مطابق ایم بی بی ایس (MBBS) ڈاکٹر کو تعینات کیا جاتا ہے تاکہ معذور بچوں کی طبّی جانچ، صحت اور تکنیکی تربیت و بحالی کے پروگرام کو بطریق احسن مانیٹر (monitor) کیا سکے۔ ایسی اہم پوسٹ پر بھی سیکرٹری سپیشل ایجوکیشن پنجاب جناب عبداللہ سنبل نے خالصتاً سفارش کی بنیاد پر وفاقی حکومت کے ایک سوشل ویلفئر افسر کو تعینات کر رکھا ہے۔ آڈیالوجسٹ کی خدمات اداروں میں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ان بچوں میں کسی بہتری کی بجائے ان میں جذباتی اور نفسیاتی مسائل نے جنم لے لیا ہے۔ یاد رہے کہ حکومت نے کاکلئیر امپلانٹ پر دس کروڑ روپے سے زائد کی رقم خرچ کر رکھی ہے۔ بیس سے زائد طلبہ کے کاکلیئر امپلانٹ ناکارہ ہو چکے ہیں۔

متاثرہ سماعت طلبہ وطالبات کا کوئی پرسان حال نہیں ہے عدم توجہی کی وجہ سے معاشرے میں ان کی بحالی کی بجائے ان کی معذوری میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اب ایسے تمام گونگے بہرے بچوں کے والدین، جن کا حکومت نے کاکلیئر امپلانٹ کروایا تھا وہ جھولیاں اٹھا اٹھا کر میڈیا پر حکومت کو بد دعائیں دیتے نظر آتے ہیں لیکن ستم ظریفی یہ کہ ان کی فریاد سننے والا کوئی نہیں ہے۔

iii۔ سپیچ تھراپی (Speeh Therapy) کا۔ متاثرہ سماعت بچوں کی تعلیم وبحالی کا دارومدار سپیچ تھراپی پر ہوتا ہے۔ سپیچ تھراپی کا شعبہ خالصتاً طبّی نوعیت کا ہے۔ پاکستان کی تقریباً تمام میڈیکل یونی ورسٹیاں سپیچ تھراپی میں ایم بی بی ایس کی طرز پر ایف ایس سی کے بعد چار سالہ بی ایس سی (آنرز) کروا رہی ہیں۔ لیکن محکمہ سپیشل ایجوکیشن اپنے اساتذہ کی تربیت کے ایک ادارے گنگ محل میں یہی چار سالہ پروگرام ایک سالہ ڈپلومہ کی صورت میں مکمل کروا رہا ہے۔ ادارہ کے پرنسپل شہزاد بھٹہ اور محکمہ کے کئی افسران نے اس ڈپلومہ میں داخلے کو کمائی کا دھندہ بنا لیا ہے اور سیکرٹری سپیشل ایجوکیشن عبداللہ سنبل صاحب زائدالعمر امیدواروں کو داخلہ دینے کے لئے اپنے اختیارات سے تجاوز کرکے عمر کا اوپر والی حد میں چھوٹ (age relaxation) دے رہے ہیں۔ گنگ محل میں سپیچ تھراپی کے ڈپلومہ کا اجراء دراصل ایک بڑی سازش کا حصہ ہے جس کے تحت اداروں میں سپیچ تھراپست (speech therapist) کی گریڈ 17 کی منظور

شدہ پوسٹوں کے سروس رولز یں سال 2009 میں اس وقت ایک سالہ ڈپلومہ ان سپیچ تھراپی (one year diploma in speech therapy) کے الفاظ شامل کروائے گئے جب نہ ہی گنگ محل یں اس ڈپلومہ کا ابھی اجراء ہوا تھا اور نہ ہی پاکستان بھر میں سپیچ تھراپی میں ایک سالہ ڈپلومہ کا کوئی وجود تھا۔ افسران نے اپنے عزیز و اقارب کو چور دروازے کے ذریعے گریڈ 17 میں بطور سپیچ تھراپسٹ بھرتی کروانے کے لئے میڈیکل یونیورسٹیوں کی سپیچ تھراپی کی ڈگری کو نظر انداز کرکے پہلے تو سروس رولز میں ایک سالہ ڈپلومہ کو شامل کروایا اور پھر گورنمنٹ ٹریننگ کالج فار دی 2009 میں ٹیچرز آف ڈیف گلبرگ لاہور میں زبردستی اس کا اجراء بھی کروایا۔ یاد رہے کہ محکمہ نے اس سے قبل اسلام آباد کے ایک غیر منظور شدہ ادارے کے سپیچ تھراپی میں ڈیڑھ سالہ ڈپلومہ کے حامل امیدواروں کو بطور سپیچ تھراپسٹ بھرتی کیا جن کی کارکردگی انتہائی مایوس کن رہی جس سے ان بچوں میں بول چال کی صلاحیت پیدا ہونے کی بجائے کئی جذباتی اور نفسیاتی مسائل نے جنم لے لیا ہے۔ اور اب یہ گنگ محل کا ایک سالہ جعلی ڈپلومہ رہی کسر بھی نکال دے گا۔

لو وژن iv سنٹرز اور بولتی کتابیں ۔ حکومت (Low Vision)۔ متاثرہ بصارت بچوں کے لو وژن نے متاثرہ بصارت بچوں کے لئے بڑے نابینا بچوں کے چھ (6) اداروں میں لو وژن سنٹر قائم کئے جن میں لاکھوں روپوں کی لاگت سے متاثرہ بصارت طلبہ کے

لئے سامان خریدا گیا۔ ان اداروں میں گریڈ 17 میں کونسلرز بھی بھرتی کئے گئے۔ ان اداروں کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ متاثرہ بصارت بچے.بریل سسٹم (Braille system) کی مدد سے عام (large print) سے ہٹ کر لو وژن آلات اور لارج پرنٹ بچوں کی طرح تعلیم حاصل کر سکیں۔ ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے حکومت کا یہ پراجیکٹ بھی.بری طرح ناکام ہوگیا اور متاثرہ سماعت بچے اب بھی نابینا بچوں کی تعلیم کے روایتی طریقہ کار یعنی.بریل سسٹم کے مطابق تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت نے نابینا بچوں کے لئے بولتی کتابیں تیار کرنے کے لئے ایک پراجیکٹ پر لاکھوں روپے خرچ کئے گئے، لیکن یہ پراجیکٹ بھی لو وژن سنٹرز کی طرح.بری طرح ناکام ہوگیا۔ نام نہاد ماہرین کی منصوبہ بندی کی وجہ سے نہ ہی لو وژن سنٹر چلتے دکھائی دیتے ہیں اور نہ ہی کوئی بولتی کتابیں تیار ہوتی نظر آتی ہیں۔ ان پراجیکٹس کا فائدہ صرف اور صرف ان افسران کو پہنچا جنھوں نے صرف اپنی جیبیں گرم کرنے کے لئے ان پراجیکٹس کی منصوبہ بندی کی اور بے کار میں ان پراجیکٹس کا سامان خریدا۔

کے ادارے۔ گورنمنٹ ان سروس ٹریننگ کالج (Slow Learners) ۔ سلو لرنرز v فار ٹیچرز آف ڈس ایبلڈ لاہور کی پرنسپل مسز عفیفہ صاحبہ کے مشورے سے پنجاب بھر یں نام نہاد سلو لرنرز بچوں کے 35 ادارے قائم کئے گئے۔ ان اداروں کے لئے ہر سنٹر ستر لاکھ روپے (DVD) کے لئے ایک سو یعنی کل تین ہزار پانچ سو ڈی وی ڈی

سے زائد کی لاگت سے خریدے گئے۔ بعد میں ان اداروں کے لئے سلیبس اور امتحانی مسائل نے ثابت کیا کہ سلولرنزکے اداروں کا قیام ایک ڈرامہ تھا لہٰذا حکومت نے اس منصوبے کو رول بیک کرنے کے لئے اساتذہ کی منظور شدہ تعداد جو کہ پہلے دس تھی اسے بعد میں پانچ کر دیا۔ جنرل ایجوکیشن کے اداروں کے بچے ان خصوصی اداروں میں داخل کرنے کے بعد یہ پالیسی بنادی گئی کہ یہ بچے سلولرنزکے اداروں یں رہتے ہوئے جنرل ایجوکیشن کا سلیبس پڑھنے کے بعد جنرل ایجوکیشن کے پنجاب ایجوکیشن کمیشن کا امتحان دیں گے۔ چونکہ یہ بچے اس کمشن کا امتحان کا پاس کرنے کے قابل نہیں ہوتے اس لئے امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ بچے تعلیمی مسائل کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور جذباتی مسائل کا شکار بھی ہو چکے ہیں۔

vi۔ شاملاتی تعلیم (Inclusive Education) کے برعکس اقدامات۔ ایک جانب تو محکمہ کے افسران مذکورہ بالا نام نہاد ماہرین خصوصی تعلیم کے مشورے سے شاملاتی تعلیم (inclusive education) کا ڈھنڈوا پیٹے رہتے ہیں کہ معذور بچوں کو لازمی طور پر عام سکولوں میں عام بچوں کے ساتھ ہی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے اور اس نظریئے کی تشہیر کے لئے بین الاقوامی تنظیموں کے اشتراک سے سیمنار (seminar) بھی کرواتے پھرتے ہیں، جبکہ دوسری جانب محکمہ میں یہ لوگ نابینا بچوں کے لو وژن (low vision) سنٹرز اور نارمل سکولوں کے پڑھائی میں

کمزور بچوں کے لئے سلو لرنرز سنٹرز جیسے نت نئے ایسے پراجیکٹ بناتے ہیں جو ان معذور بچوں کو شاملاتی تعلیم سے کوسوں دور کردیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ڈیپارٹمنٹ نے اپنے سپیشل ایجوکیشن سنٹرز کو پرائمری سے مڈل کرتے ہوئے ایسے جسمانی معذور اور نابینا بچوں کی کلاسوں کو بھی اپ گریڈ کردیا جو بڑی آسانی سے عام بچوں کے سکولوں میں اپنی تعلیم کو جاری رکھ سکتے تھے۔

viii۔ معذور بچوں کے جنسی و معاشرتی مسائل کی جانب عدم توجہی۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بچوں اور بچیوں کا ایک ہی کلاس میں اکٹھا پڑھنا ان گنت جنسی اور معاشرتی مسائل کو جنم دیتا ہے اور ماہرین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ عام بچوں کی نسبت سپیشل بچوں کے جنسی اور معاشرتی مسائل کی نوعیت زیادہ سنگین ہوتی ہے۔ سپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے منصوبہ سازوں کی کم عقلی دیکھئے کہ انہوں نے معذور بچوں کو رواج دے رکھا ہے۔ بچوں اور (co-education) کے اداروں میں مخلوط تعلیم بچیوں کے آزادانہ اختلاط کی وجہ سے سپیشل سکولوں میں درجنوں نازیبا واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جن کو محکمہ کے افسران اور ہیڈ ماسٹر صاحبان اپنی سروس کو بچانے کے لئے دبا لیتے ہیں۔ افسران کی نا اہلی کا عالم یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی منظوری سے سپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے ایک نوٹیفیکیشن جاری کر رکھا ہے کہ جب بھی معذور ہوگا تو ایسی صورت میں (upgrade) بچوں کا کوئی ادارہ مڈل سے ہائی میں اَپ گریڈ اس ادارے

کو دو حصوں میں تقسیم کرکے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے دو الگ الگ ادارے بنا دیئے جائیں گے۔ لیکن حکومت نے نوٹیفیکیشن جاری ہونے کے بعد بھی جتنے اداروں کو مڈل سے ہائی میں اَپ گریڈ کیا، ان تمام اداروں کو مخلوط تعلیم (co-education) کے اداروں کی صورت میں ہی اَپ گریڈ کیا جو کہ سراسر غیر قانونی عمل ہے۔

viii۔ محکمہ میں مذہبی اور اخلاقی اقدار کی پامالی۔ سیکرٹری سپیشل ایجوکیشن جناب عبداللہ سنبل نے تبادلوں اور تقریوں میں لبرل (liberal) پالیسی کے نام پر مذہبی اور اخلاقی اقدار کا دیوالیہ نکال دیا ہے وہ نا معلوم وجوہات کی بناء پر کلیدی آسامیوں پر قادیانی افسروں کی تعیناتی کو ترجیح دے رہے ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں گریڈ 18 کے سینئر موسٹ پرنسپل محمد فاروق کو ہٹا کر گریڈ 17 کی ایک قادیانی کنٹریکٹ ٹیچر ماریہ امیر کو گونمنٹ سیکنڈری سکول فار ڈیف بوائز گلبرگ لاہور تعینات کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ سروس رولز کے مطابق گورنمنٹ سیکنڈری سکول فار ڈیف بوائز لاہور میں صرف اور صرف مرد (male) پرنسپل ہی تعینات کیا جا سکتا ہے۔ اب ادارے کے ملازمین اور ٹیچرز یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ ہم اپنی اچھی اے سی آر لکھوائیں یا پھر اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ سیکرٹری صاحب نے ایک اور قادیانی لاء افسر (law officer) جناب ملک آصف منیر کو ان کے اصل کام کے علاوہ تمام محکمہ کے افسران اور ملازمین

کی انکوائریوں کا کام دے رکھا ہے جس سے انہیں پشیمان حال ملازمین کو اپنی مرضی کے مطابق ڈیل کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ انہیں اپنے دام محبت میں گرفتار کرنے کا ایسا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔

۔تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی کا مسئلہ۔ تربیت یافتہ اساتذہ معذور بچوں کی تعلیم و تربیتix میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ گونگے بہرے، نابینا، جسمانی معذور اور ذہنی پسماندہ ہر قسم کی معذوری کے لئے یونیورسٹیوں میں نہ صرف الگ الگ تربیت دی جاتی ہے بلکہ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ان معذوریوں کے لئے الگ الگ اساتذہ بھرتی کئے جاتے ہیں۔ یعنی نظریاتی اور قانونی دونوں ہی پہلوؤں سے ایک معذوری کا ماہر استاد دوسری معذوری کے بچوں کو پڑھانے کا اہل نہیں ہوتا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ معذور بچوں کی کلاسوں میں پڑھانے کے لئے طالبعلموں کی تعداد جنرل ایجوکیشن میں بچوں کی تعداد کے مقابلے میں کہیں کم ہوتی ہے۔ محکمہ خصوصی تعلیم پنجاب کے بتاریخ 6 اکتوبر 2009 کے SO(B&D)10-33/2005(A) نوٹیفیکیشن نمبر مطابق سپیشل ایجوکیشن کے سنٹرز اور پرائمری اداروں میں دس (10) گونگے بہرے بچوں کے لئے ایک، چار (4) نابینا بچوں کے لئے ایک، دس (10) جسمانی معذور بچوں کے لئے ایک اور چار (4) ذہنی پسماندہ بچوں کے لئے ایک ٹیچر ہو گا۔ یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ سپیشل ایجوکیشن کے سنٹرز یا پرائمری اداروں میں ہر معذوری کی لازماً سات (7) کلاسیں

تو ہوتی ہیں اور یہ بات بھی طے ہے کہ ایک کلاس کے لئے کم از کم ایک ٹیچر کی ضرورت تو ہوتی ہے۔ اس طرح ایک سپیشل ایجوکیشن سنٹر یا پرائمری سکول میں ایک معذوری کے لئے کم از کم سات ٹیچرز درکار ہیں۔ معذور بچوں کے بیوروکریسی کے ہاتھو ں استحصال کی حد دیکھئے کہ ان بچوں کے پرائمری سنٹرز میں ہر معذوری کے لئے صرف ایک ٹیچر کی پوسٹ کی منظوری دی گئی ہے اور بیوروکریسی کی نااہلی کی وجہ سے منظور شدہ آسامیوں میں سے بھی تقریباً چالیس فیصد آسامیاں ابھی تک خالی پڑی ہیں۔

شومئی قسمت دیکھئے کہ ان ساٹھ فیصد آسامیوں پر جو ٹیچرز بھرتی کئے گئے ہیں اُن سب کا جھمگٹا لاہور سمیت بڑے شہروں میں لگا دیا گیا ہے اور دور دراز کے چھوٹے شہروں کے معذور بچے اپنی قسمت پر ماتم کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

۔ پورے ڈیپارٹمنٹ میں یہ بات مشہور ہے کہ (Good Governance) گڈ گورننس اگر آپ کو ٹرانسفر یا تقرری کروانی ہے تو پھر سیکرٹری صاحب کی بجائے آپ ڈائریکٹ ایس او اسٹیبلشمنٹ اختر بخاری صاحب سے طے کر لیں، آپ کا کام ہو جائے گا۔ اس بات کی تصدیق کسی بھی غیر جانبدار ذریعے سے کی جا سکتی ہے اور سیانے کہتے ہیں کہ دھواں وہیں سے اُٹھتا ہے جہاں آگ لگی ہوئی ہو۔ موصوف سیکشن افسر صاحب کے ٹھاٹھ باٹھ ہی نرالے ہیں، موصوف دراصل گریڈ 16 میں ایڈیشنل سیکرٹری صاحب کے پی اے ہیں جسے انہی کی سفارش پر سیکرٹری صاحب نے عارضی طور

کار پر تشریف (honda civic) پر سیکشن افسر لگا رکھا ہے۔ وہ دفتر اپنی ذاتی ہینڈا سوک لاتے ہیں۔ وہ اتنے محنتی ہیں کہ رات دیر گئے تک دفتر میں کام کرتے ہیں اور ٹرانسفر اور پوسٹنگ کے آرڈر دفتری اوقات میں جاری کرنے کا ان کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا، وہ ایسے آرڈرز عموماً رات کے دس بجے نکالتے ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں اپنے حقیقی بیٹے کو بطور سٹور کیپر کنٹریکٹ پر لاہور سے دور دراز کسی شہر میں بھرتی کروایا تاہم چند ہی ہفتوں کے بعد اس کا تبادلہ گورنمنٹ ان سروس ٹریننگ کالج فار دی ٹیچرز آف ڈس ایبلڈ لاہور ہیں ہوسٹل وارڈن کی پوسٹ پر کروالیا۔ یہ بھی سیکشن آفیسر اختر بخاری صاحب کا ہی کمال ہے کہ ان کی اپنی حقیقی بیٹی شازیہ اگرچہ بلائنڈ سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور ہیں ایک ماتحت پوسٹ پر بطور کونسلر تعینات ہے لیکن انہوں نے اسے ضلع شیخوپورہ میں گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر شرقپور کی ہیڈ مسٹریس کا ایڈیشنل چارج سکیم میں EME دے رکھا ہے۔ سنا ہے کہ لاہور کی معروف (additional charge) ان کا ایک ذاتی ریسٹورنٹ بھی ہے۔

غیر قانونی تقرر و تبادلے۔ تقرریوں اور تبادلوں میں رشوت، سفارش اور اقربا پروری کا عالم یہ ہے کہ نوکریوں کے حقدار صرف وہ لوگ قرار پاتے ہیں جو یا تو محکمہ کے افسران اور ملازمین کے رشتہ دار ہوں یا انہوں نے افسروں کی جیب گرم کی ہو۔ اس محکمے میں تبادلے کے لئے بھی یا تو رشوت یا پھر سفارش چاہیے۔

اگر کسی کے پاس رشوت میں دینے کے لئے رقم ہے یا اس کے پاس کوئی بڑی سفارش ہے تو پھر اس کے لئے نہ کوئی قانون ہے اور نہ کوئی ضابطہ۔ گونگے بہرے بچوں کو پڑھانے کے لئے نہ صرف نابینا بچوں کے استاد کو تعینات کر دیا جاتا ہے بلکہ کبھی کبھی نابینا استاد کو بھی تعینات کر دیا جاتا ہے۔اسی طرح گونگے بہرے اور نابینا بچوں کے استادوں کو ذہنی معذور کو پڑھانے کے لئے تعینات کردیا جاتا ہے۔ کوئی تخصیص نہیں ، کوئی لحاظ نہیں، مقصد ایک ہی ہے کہ معذور بچوں کی خدمت کا عہد لے کر نوکری کرنے والے اساتذہ کو ان کی مرضی کی جگہ پر ان کے گھر کے قریب تعینات کر دیا جائے، اس کے نتیجے میں بے شک پنجاب بھر کے چھوٹے شہروں کے تمام تعلیمی ادارے خالی ہو جائیں۔ اس سے عام آدمی بھی حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ مسز صباء اشفاق سائیکالوجسٹ ساہیوال کو (Occupational Therapist) تبدیل کرکے لاہور میں آکوپیشنل تھراپسٹ تعینات کیا گیا۔ نابینا سکول راوی روڈ لاہور کی ہیڈ مسٹرس مسز ماجدہ بٹ جو کہ خود بھی نابینا ہے اسے گوجرانوالہ کے گونگے بہرے بچوں کے سکول میں لگا دیا گیا جبکہ گوجرانوالہ کے گونگے بہرے سکول کے بچوں کے ہیڈ ماسٹر محمد علیم شاہ کو نابینا سکول راوی روڈ کا ہیڈ ماسٹر تعینات کیا گیا۔ مسز عاصمہ شوکت جو کہ دینہ ضلع جہلم میں گریڈ 16 میں ذہنی معذور بچوں کی ٹیچر تھی اسے نیشنل سپیشل ایجوکیشن سنٹر جوہر ٹاؤن لاہور میں گریڈ 17 کی سینئر ٹیچر کی پوسٹ پر تعنات کر دیا۔ مسز سوفیہ مقبول جو کہ سکول کیڈر میں گونگے بہرے بچوں کی ٹیچر ہے اسے کالج کیڈر

(Mobility & میں بلائینڈ کے ٹیچر ٹریننگ کالج میں لیکچرار موبیلیٹی اینڈ اورینٹیشن
تعینات کر دیا گیا۔ شیرانوالہ سکول کے ایک نابینا بریل ٹیچر ملک محمد (Orientation
پروموشن کرکے اسے اسی سکول میں ایک میڈیکل (jSET) امین کی جے ایس ای ٹی
لگا دیا۔ سکول کیڈر کے پرنسپل گریڈ ((opthalmologist) پوسٹ پر اپتھل مالوجسٹ
محمد فاروق کو گونمنٹ سیکنڈری سکول فار ڈیف بوائز سکول لاہور سے تبدیل کرکے (18
کالج کیڈر میں ٹریننگ کالج فار ٹیچرز آف ڈیف لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر لگا دیا گیا، یاد
رہے کہ محمد شہزاد ہارون بھٹہ جو کہ گریڈ 17 میں گونگے بہرے بچوں کے ہیڈ ماسٹر ہیں
اسی کالج کی گریڈ 19 کی پوسٹ پر بطور پرنسپل تعینات ہیں۔

نان ٹیکنکل ڈائرکٹر کی تعیناتی۔ یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام ٹیکنکل محکموں میں ڈائریکٹر ز جنرل اور ڈائریکٹرز کی تعیناتی انہی محکموں کے سینئر ترین آفیسرز میں سے کی جاتی ہے، اسپیشل ایجوکیشن کا شعبہ بھی انتہائی ٹیکنکل اور حساس ہے، اس کے باوجود ڈائریکٹرہ سپیشل ایجوکیشن پنجاب کی پوسٹ پر ہمیشہ نان ٹیکنکل ڈی ایم جی یا پی سی ایس آفیسر کو تعینات کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے شعبہ ہمیشہ میں غلط منصوبہ بندی ہوتی ہے اور نتیجۃً حکومت کے کروڑوں روپے برباد ہو جاتے ہیں۔ موجودہ ڈائریکٹر جناب رانا فضل عباس صاحب کی نااہلی نے تو معذور بچوں کی تعلیم کے میعار کا بیڑہ غرق

کردیا۔ ان کے دور حکمرانی میں کرپشن کی انتہاء کردی گئی ہے۔ انہوں نے غیر قانونی ٹرانسفرز کی بھرمار کردی ہے یہاں تک کہ زیادہ ضرورت مندوں کو تو لاہور میں بغیر پوسٹ کے ہی اس طرح تعینات کردیا جاتا ہے کہ وہ بغیر کسی کام کے لاہور میں اپنے گھر میں آرام فرمائیں تاہم تنخواہیں اپنی اصل پوسٹ سے وصول کرتے رہیں۔ایسے خوش نصیبوں میں زیادہ تر محکمہ کے افسران کے اپنے قریبی رشتہ دار شامل ہیں۔

ڈائریکٹوریٹ کی جانب سے ٹرانسفر اور بھرتیوں کی اگر غیر جانبدار انکوائری کروائی جائے تو بڑے گھمبیر اور لرزہ خیز انکشافات سامنے آنے کی توقع ہے۔

سپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ پنجاب کی نااہلی اور بدانتظامی نے معذور بچوں کی تعلیم و تربیت کا ستیاناس کردیا ہے۔ بچوں کی معذوری قدرت کی مرضی لیکن اُن کی بربادی بیوروکریسی کا کھیل: کیا کوئی نوٹس لینے والا ہے؟

تین بڑی خبریں

گذشتہ روز کی تین اہم اور بڑی خبریں سب سے پہلی تو یہ ہے کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے پاکستان کے نامور ایٹمی سائنسدان اور محسن پاکستان ڈاکٹر قدیر کی جماعت تحریک تحفظ پاکستان سمیت 19 نئی جماعتوں کو رجسٹرڈ کرلیا جبکہ مسلم لیگ (ن) کی درخواست پر انتخابی نشان شیر سے مشابہت رکھنے پر بلی سمیت گاجر، مولی، لوٹا، کیلا، انڈا اور بھنڈی سمیت متعدد نشانات ختم کردیئے 25 نئے نشانات کو فہرست میں شامل کیا گیا ہے تاہم اس کے باوجود سیاسی جماعتوں سے 46 نشانات اب بھی کم ہیں اس وقت ملک میں رجسٹرڈ سیاسی جماعتوں کی تعداد 216 جبکہ نشانات 171 ہیں ملک میں جہاں سیاسی جماعتوں کا اضافہ ہورہا ہے وہی پر اچھے اور پاکستان مخلص لوگوں کا ابھی سیاست میں اضافہ ہورہا ہے تحریک تحفظ پاکستان کی رجسٹریشن پر میں تحریک تحفظ پاکستان کے سربراہ اور محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان پارٹی کے سیکریٹری جنرل اور اپنے دوست چوہدری خورشید زمان خان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ان جیسے لوگوں کی پاکستانی سیاست میں آمد ایک معجزے سے کم نہیں ہے اور جتنی ان لوگوں کی پاکستان کی ترقی کے حوالے سے خدمات ہیں وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ان کو اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے (آمین)۔

دوسری اہم اور بڑی خبر یہ ہے کہ اس وقت ملک بھر میں ادویات کو بطور نشہ استعمال کرنے کے رجحان میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوگیا ہے پاکستان میں نشے کے عادی پینتیس فیصد افراد ادویات کا نشہ کرتے ہیں ملک بھر میں ادویات کو بطور نشے اور ذہنی سکون کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، جن میں کھانسی کے شربت، سلوشن، جوتا پالش اور اسپرٹ کے استعمال میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ صرف لاہور میں ادویات کے نشے میں ملوث افراد کی تعداد پینتیس ہزار کے لگ بھگ ہے،نشے کے عادی افراد کی یومیہ ملنے والی پندرہ لاشوں میں سے چھ لاشیں ادویات کے نشے میں ملوث لوگوں کی ہوتی ہیں، پاکستان میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے چھ جبکہ مقامی طور پر تیار کئے جانے والے سات سیرپ بطور نشہ استعمال کئے جاتے ہیں، اس کے علاوہ کئی خواب آور گولیوں کی فروخت بھی ڈاکٹری نسخے کے بغیر کھلے عام جاری ہیں، نوعمر کم سن بچوں میں سونگھنے والا نشہ بہت تیزی سے سرایت کررہا ہے جس میں مختلف سلوشن، اسپرٹ اور پالش خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حکومت کی جانب سے ڈاکٹری نسخے کے بغیر ادویات کی فروخت اور دیگر سونگھنے والے نشوں کی روک تھام کے لئے بنائی گئی پالیسیوں پر کسی قسم عملدرآمد نہیں ہورہا ہے جبکہ مختلف نام نہاد این جی اوز جو انسداد منشیات کے نام پر فنڈز کھارہی ہیں مگر گلی محلوں میں پھرتے ہوئے ان نشہ بازوں کے خلاف کوئی کام نہیں کرتی بلکہ ان نشہ بازوں کی علاج کے بہانے ان کے والدین

اور رشتہ داروں سے پیسے بھی بٹورتے ہیں اس وقت ملک بھر میں انسداد منشیات کے حوالہ سے سینکڑوں این جی اوز کام کررہی ہیں مگر ان این جی اوز کی اکثریت کے باوجود ملک میں نشہ کرنے والوں کی تعداد میں آئے روز خاطر خواہ اضافہ ہورہا ہے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ سب نشہ کرنے والے چھپ کر نشہ نہیں کرتے بلکہ عام پبلک مقامات پر سرعام نشہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اکثر ایک نشئی ایک ہی سرنج سے باقی سب نشہ کرنے والوں کی بھی تسلی کرتا ہے اور ان سب کو عام میڈیکل سٹور سے بغیر کسی ڈاکٹری نسخہ کے ہر قسم کی ادویات باآسانی مل جاتی ہیں اور محکمہ ہیلتھ کے ڈرگ انسپکٹر اس ساری کاروائی میں اپنا حصہ لینے کے بعد خاموشی اختیار کرلیتے ہیں۔

تیسری اہم اور بڑی خبر یہ ہے کہ پاکستان پر ڈرون حملے جاری رکھنے کیلئے 2014ء کے بعد بھی 30 ہزار امریکی فوجی افغانستان میں موجود رہیں گے امریکی تھنک ٹینک اور پالیسی سازوں نے اوباما انتظامیہ کو تجویز دی ہے کہ پاک افغان سرحدی علاقوں میں ڈرون حملے ناگزیر ہیں۔ افغان صوبے کنڑ' نورستان اور پاکستان کے قبائلی علاقے میں القاعدہ اور دیگر جنگجو گروپوں کے محفوظ ٹھکانے ہیں۔ اگر امریکہ 2014ء میں افغانستان سے اپنے اڈے ختم کردیتا ہے تو ان علاقوں میں کارروائی نہیں کی جاسکے گی۔ دہشت گردوں کے ٹھکانے ختم کرنے کیلئے ڈرون حملے جاری رکھنا ہوں گے اور اس مقصد کیلئے 2014ء کے بعد بھی 30

ہزار امریکی فوجی افغانستان میں تعینات رہنے چاہئیں جبکہ پاکستان میں پہلے ہی ڈرون حملوں پر تشویش پائی جاتی ہے جس میں کئی بے گناہ افراد بھی شہید ہو چکے ہیں۔

کائرہ کی سینئر صحافیوں اور کالم نگاروں سے ملاقات

وفاقی وزیر اطلاعات قمر زمان کائرہ نے گذشتہ روز لاہور میں سینئر صحافیوں اور کالم نگاروں سے ملاقات کی اور اس موقعہ پر انہوں نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اصغر خان کیس میں ماضی سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے نواز شریف کو سیاسی عمل سے باہر کرکے ملک کی خدمت نہیں ہو سکتی حکومت نے اصغر خان کیس کی تحقیقات کے لئے کام شروع کردیا ہے اور وزارت داخلہ نے سپریم کورٹ سے دستاویزات کے لئے درخواست اور وزارت قانون سے رائے مانگ لی ہے اس کیس میں صدر کے علاوہ کسی کے خلاف فیصلہ نہیں آیا عدالت قصوروار ٹھہرائے گئے فوجی افسران کو سزا بھی سنا دیتی تو بہتر ہوتا نواز شریف وزیراعظم بنے تو نہ صرف خیر مقدم کریں گے بلکہ ان کے گھر جا کر گلے میں ہار ڈالیں گے امید ہے شہباز شریف چودھری نثار کی بجائے بڑے بھائی کی بات سنیں گے صدر آصف علی زرداری ایوان صدر میں سازشوں یا لڑائی کے لئے نہیں بلکہ سیاسی مفاہمت کو پروان چڑھانے کے لئے بیٹھے ہیں ایوان صدر کو سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے نہیں روکا جاسکتا آئندہ انتخابات وقت پر اور صاف شفاف ہونگے التوا کی کوئی صورت نہیں نگران سیٹ اپ پر اپوزیشن اور حکومت میں اتفاق نہ ہوا تو فیصلہ الیکشن کمیشن کرے گا بلوچستان کے عوام کو خود مختاری اور وسائل پر حق دیا اب ان کا وفاق سے کوئی سوال نہیں بچتا احتساب صرف

سیاستدانوں کا نہیں سب کا ہونا چاہئے حامد میر کی گاڑی میں دھماکہ خیز مواد قابل مذمت ہے۔

ہم صحافتی برادری کو ان کی تنظیموں کی مشاورت سے مکمل سیکیورٹی فراہم کریں گے۔ چیف جسٹس کو حامد میر کے لئے گلدستہ نہیں بھیجنا چاہئے تھا اس بات پر خوشی ہے کہ نواز شریف نے ماضی سے سبق سیکھا ہے جبکہ دیگر اداروں اور سیاسی جماعتوں نے بھی بہت کچھ سیکھا ہے۔ اب شہباز شریف کو چاہئے کہ چودھری نثار علی خان کی بجائے نواز شریف کی بات سنیں اصغر خان کیس میں ماضی سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم نواز شریف کو نقصان پہنچانے کے لئے اس کیس کو نہیں کرید رہے بلکہ ماضی کی غلطیوں کو سامنے لا رہے ہیں اصغر خان کیس میں بعض سیاستدانوں اور ایجنسیوں کا نام سامنے آیا ہے۔ ماضی میں سیاسی عمل کو مجروح کرکے قائداعظم کے خواب سے نظریں چرائی گئی ہیں لوگوں کو ان کا حق نہیں دیا گیا۔ جعلی الیکشن سے مینڈیٹ چرایا گیا جس سے عوام کا سیاسی نظام پر اعتماد ختم ہوا ہے اور حالات یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ پاکستان کو ناکام ریاست کے طور پر دیکھا جا رہا تھا اس کیس میں سابق فوجی افسران سمیت سب کے خلاف تحقیقات ہوں گی جبکہ عدالت نے بعض فوجی افسران کو قصوروار تو ٹھہرایا ہے بہتر ہوتا سزا بھی دے دی جاتی۔ ہم نے ماضی کو بھول کر آگے بڑھنا ہوگا اس سے قبل جب پیپلزپارٹی کی حکومت آتی تھی تو مسلم لیگ کے لئے ملک تنگ ہو جاتا تھا اور

جب مسلم لیگ کا دور آتا تو ہمارا پاکستان میں رہنا مشکل ہو جاتا تھا انہوں نے کہا کہ مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ صدر آصف علی زرداری جو پارلیمنٹ کا حصہ اور سیاسی عمل کی پیداوار ہیں انہیں کہا جا رہا ہے کہ وہ سیاست نہ کریں صدر کوئی جج جرنیل یا بیوروکریٹ نہیں ہیں منتخب ہو کر آئے ہیں۔ ایوان صدر سیاست نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا۔ پارلیمان میں سیاست نہیں ہوگی تو کیا ہوگا۔ ایک سیاسی شخص کو کہا جا رہا ہے کہ وہ جلسے نہ کریں اور چیف جسٹس خود وکلاء کے جلسوں سے خطاب کرتے ہیں ہمارے ملک میں ایوان صدر نے ماضی میں جمہوریت کی کوئی خدمت نہیں کی۔ ہمیں ایوان صدر سے جمہوریت پر وار ہوتے رہے۔ کیا ہمارے ملک کو سیاسی نہیں سازشی صدر چاہئے۔ پاکستان کی سیاست پر سب سے بڑا وار غیر جماعتی اسمبلیاں تھیں موجودہ ایوان صدر نے کوئی قصور نہیں کیا ہے۔ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے بعد پاکستان کمزور ہو گیا تھا۔ اس لئے سوچا گیا کہ جمہوریت پر جس گھر سے وار ہوتے ہیں وہاں بیٹھنا ضروری ہے۔ آصف علی زرداری چاہتے تو وہ وزیراعظم بھی بن سکتے تھے لیکن وہ وہاں سازشیں کرنے کے لئے نہیں بلکہ سازشیں روکنے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ صدر آصف علی زرداری نے اپنے تمام اختیارات پارلیمنٹ کو دے دیئے ہیں۔ ان کی جماعت ہی ان کی طاقت ہے۔ ایوان صدر میں ماضی میں بیٹھنے والوں کے ساتھ اپنی کوئی طاقت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے وہ سازشوں کے ذریعے اپنے اقتدار کو طول دیتے تھے۔ اگر ایوان صدر میں منتخب صدر نہ ہوتا تو ملک کا نظام آج تک نہ چلتا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے دور

حکومت میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب لگ رہا تھا کہ اب صدر کا بچنا مشکل ہے پتہ نہیں کب گرفتار ہو گا لیکن صدر نے کوئی سازش نہیں کی اور ہمارے وزیراعظم کو گھر جانا پڑا۔ ہم اس حوالے سے عدالتی فیصلے سے متفق نہیں لیکن یہ فیصلہ تسلیم کیا ہے ہماری حکومت نے متفقہ غیر جانبدار چیف الیکشن کمشنر کو تعینات کر کے صاف شفاف انتخابات کی راہ ہموار کر دی ہے اور الیکشن کمشنر سمیت تمام ممبران کو آئینی تحفظ دے دیا ہے اور آئندہ ماہ ہونے والے ضمنی انتخابات الیکشن کمیشن کے لئے امتحان ہیں۔ اگر ان انتخابات میں اسلحہ کی نمائش اور طاقت کا استعمال نہ روکا گیا تو عام انتخابات میں روکنا مشکل ہو گا اور عوام عام انتخابات کے حوالے سے قیاس آرائیوں پر کان نہ دھریں الیکشن موخر ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے نہ امن و امان کو جواز بنا کر ایسا کیا جا سکتا ہے۔ آج حالات سے زیادہ خراب نہیں ہیں۔ 2008 میں نہ صرف بے نظیر بھٹو پر قاتلانہ حملے 2008 ہوئے بلکہ وہ شہید ہو چکی تھیں۔ سوات اور وزیرستان دہشت گردوں کے قبضے میں تھے۔ بلوچستان میں قوم پرست جماعتوں نے متشدد بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ کراچی کی صورتحال بھی آج سے زیادہ خراب تھی۔ اس کے باوجود الیکشن ہوئے۔ آج ملک میں میڈیا زیادہ آزاد ہے۔ عدلیہ کی صورتحال بھی سب کے سامنے ہے۔ ایسے میں کوئی حکومت الیکشن ملتوی کرنے کی کوشش کرے تو یہ حماقت ہو گی نگران حکومت بھی مشاورت سے بنے گی۔ قائد حزب اور اپوزیشن لیڈر دو، دو نام بھیجیں گے ان پر اتفاق نہ ہوا تو معاملہ پارلیمانی کمیٹی کے پاس

جائے گا وہ بھی 72 گھنٹوں میں فیصلہ نہ کر سکی تو نام خود بخود الیکشن کمیشن کے پاس چلے جائیں گے اور الیکشن کمیشن کسی ایک کا فیصلہ کر دے گا۔ اب حکومت یا اپوزیشن کی مرضی نہیں چل سکتی موجودہ حکومت نے دہشت گردوں کی کمر توڑ دی ہے۔ آج ملک میں آٹے یا چینی کا بحران نہیں' این ایف سی ایوارڈ اور 18 ویں ترمیم کے ذریعے صوبوں کو خود مختاری اور وسائل پر حق دیئے ہیں جبکہ منظور وٹو کے پیپلزپارٹی پنجاب کا صدر بننے سے پارٹی میں جان آئی ہے۔ یہ بات میڈیا میں آ رہی ہے کہ ان کی تعینات سے اتحادی اور مسلم لیگ (ن) کو اعتراض ہے اگر اعتراض ہے تو اس کا مطلب ہے منظور وٹو میں کوئی صلاحیت ہے۔ بہرحال چودھری برادری نے کسی تحفظات کا اظہار نہیں کیا۔ ہم مسلم لیگ (ق) کے ساتھ مل کر الیکشن لڑیں گے۔

عمران خان اور اوگرا

کالا باغ ڈیم اور بینظیر کی شہادت

آجکل کالا باغ ڈیم ہائیکورٹ کے فیصلے کے بعد ایک اہم ایشو بنا ہوا ہے اگر قوم متحد ہو کر فیصلہ کرے کالا باغ ڈیم کا مسئلہ حل ہو جائے گا اتفاق رائے نہ ہوا تو معاملہ خراب رہے گا اسمبلیوں کی مدت پوری کرنا اچھی بات ہے مگر ملک کے حالات دن بدن بگڑتے جا رہے ہیں پاکستان کرپٹ ترین ملک بن چکا ہے حکومت اور اتحادیوں نے بیڑا غرق کر دیا ہے زر مبادلہ کے ذخائر کم ہو رہے ہیں کوئی غیر ملکی فلائٹ پاکستان آنے کو تیار نہیں آج ملک تباہی کے دہانے پر ہے خیبر پختونخواہ، کراچی اور بلوچستان میں بے گناہ لوگوں کی لاشیں گر رہی ہیں خود کش حملے اور گولیاں برس رہی ہیں غریبوں کے بچے مارے جا رہے ہیں جبکہ عالمی سروے میں ایسی رپورٹیں آ رہی ہیں کہ پاکستان کو دنیا کا ساتواں کرپٹ ترین اور خطرناک ملک قرار دیا جا رہا ہے دنیا میں ہمارا کوئی دوست نہیں کوئی پاکستان آنا گوارا نہیں کرتا غیر ملکی حکومتیں بھی اپنے شہریوں کو تنبیہہ کرتی ہیں کہ پاکستان سوچ سمجھ کر جانا باہر کی فلائٹس نے بھی پاکستان آنا ترک کر دیا ہے زر مبادلہ کے ذخائر کم ہو رہے ہیں اقتدار میں ہر آنے والے نے نئے گل کھلائے ہیں اور ذاتی جاگیر سمجھ کر ملک کو لوٹا صبح سے رات تک لوڈشیڈنگ سے کارخانے بند جبکہ گھروں کے چولہے ٹھنڈے ہو گئے بل آتے ہیں مگر بجلی اور گیس نہیں ہوتی، معیشت

تباہ کر کے رکھ دی گئی ہے آج اسمبلیاں اپنی مدت پوری کر رہی ہیں مگر جو حکومت اپنے پانچ سالہ دور اقتدار میں اپنے ہی مجرموں کو پکڑنے میں ناکام رہے اس سے خیر اور بھلائی کی کیا امید رکھی جاسکتی کراچی ، کوئٹہ ، پشاور اور لاہور سمیت ملک بھر کے حالات دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ سب بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہیں کہیں آگ لگی ہوئی ہے تو کہیں ہڑتالوں نے عوام کی جان لے رکھی ہے ملک کی پہلی خاتون وزیراعظم محترمہ بینظیر بھٹو کی شہادت کی 5 ویں برسی قریب آ گئی، 27 دسمبر 2007 کو سابق وزیراعظم کو لیاقت باغ میں شہید کردیا گیا تھا۔ پیپلزپارٹی کی حکومت ہونے کے باوجود 5 سال میں شہید کے مقدمہ کا فیصلہ نہ ہوسکا، مقدمہ 4 سال 11 ماہ 3 دن سے انسداد دہشتگردی کی خصوصی عدالت نمبر 1 راولپنڈی میں زیر سماعت ہے، کل 115 سرکاری گواہان ہیں جبکہ اب تک صرف 16 گواہان کے بیان ریکارڈ کیے جاسکے ہیں ان میں سے 2 گواہان پر جرح باقی ہے، مقدمہ کے تفتیشی آفیسر کا 5 ماہ قبل تبادلہ کیا گیا مگر ابھی تک کوئی نیا تفتیشی آفیسر تعینات نہیں کیا جاسکا، مقدمے کی سماعت بہت سست ہے ، اکثر ملزمان کے وکلا غیر حاضر رہتے ہیں حکومت کی ایسی لاپرواہی سے لگتا ہے کہ انہیں محترمہ کی شہادت سے کوئی سروکار نہیں جو انکے مقاصد تھے وہ پورے ہو رہے ہیں باقی سب کچھ جائے بھاڑ میں۔

بلوچستان میں پی ایم اے کے ڈاکٹرز کا اپنے مطالبات کے لیے پیر کو 47 ویں روز

بھی احتجاج جاری رہا علاج معالجے سے محروم دم توڑنے والوں کی تعداد 12 ہو گئی۔پاکستان میڈیکل ایسو سی ایشن نے مغوی کی بازیابی کے بعد اپنے دیگر مطالبات کے لیے صوبائی حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے 47ویں روز بھی سرکاری ہسپتالوں کی او پی ڈیز اور جنرل آپریشن تھیٹرز کا بائیکاٹ جاری ہے جس سے اب تک بارہ افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ مریضوں کا کوئی پرسان حال نہیں سرکاری ہسپتالوں سے مریضوں کے جانے کے باعث ہسپتال ویران ہو گئے ہیں اس وقت کوئٹہ کے چار سرکاری ہسپتالوں میں گنتی کے صرف دس ڈاکٹرز خدمات انجام دے رہے ہیں جن میں بیشتر ینگ ڈاکٹرز ہیں جو تشویش ناک حالت میں لائے جانے والوں کا علاج نہیں کر سکتے جو حکومت اپنے صوبے میں عوام کا خیال نہیں رکھ سکتی اسے حکومت کا بھی کوئی حق نہیں ہونا چاہیے مگر سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں ہو رہا

امریکہ کے حوالے سے پاکستان کے متعلق دو اہم خبریں پہلی یہ پاک امریکہ دفاعی ورکنگ گروپ کا اجلاس پیر کو وزارت دفاع میں ہوا جس میں کولیشن سپورٹ فنڈ کے اجراء سمیت افغانستان کی صورتحال بھی زیر غور آئی اور اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ کولیشن سپورٹ فنڈ کی مد میں رکی ہوئی رقم جلد جاری کر دی جائے گی جبکہ دوسری امریکہ کے حوالے سے اہم خبر یہ ہے کہ پاکستان نے امریکہ کی آمادگی اور واضح میکنزم کے بغیر ملا عبدالغنی برادر سمیت اہم طالبان

قیدیوں کی رہائی سے انکار کردیا ملا برادر اور دیگر اہم طالبان رہنماؤں کو اس وقت رہا کیا جاسکتا ہے جب امریکہ سمیت تمام سٹیک ہولڈرز اس کے لئے راضی ہوں ابھی تک طالبان قیدیوں کی رہائی کے حوالے سے امریکہ کی کوئی واضح پوزیشن سامنے نہیں آئی ہے جبکہ ملا برادر کی رہائی پر ماضی میں امریکہ نے تحفظات کا اظہار کیا تھا اور واشنگٹن میں ملا عبدالغنی برادر کو امریکہ کے حوالے کرنے کی درخواست کی تھی جسے پاکستانی حکام نے مسترد کردیا تھا۔

ہر شاخ پہ الو

خبر ہے کہ تربیلا ڈیم سے پانی کے اخراج میں کمی کے باعث بجلی پیدا کرنے والے 5 یونٹ بند ہوگئے ہیں جس سے بجلی کی پیداوار میں مزید 1200 میگا واٹ کی کمی ہو گئی ہے تربیلا ڈیم میں بجلی پیدا کرنے والے 14 پاور یونٹ ہیں جن کی پیداواری صلاحیت 3478 میگاواٹ ہے اور اب تربیلا ڈیم سے بجلی کی پیدوار میں کمی کے باعث ملک بھر میں لوڈ شیڈنگ کا دورانیہ بھی بڑھے گا پاکستان میں بجلی ایک بنیادی اور اہم مسلہ بنا ہوا ہے ہر حکمران پچھلے پر ذمہ داری ڈال کر چین کی بانسری بجا رہا ہے عوام سے کیے گئے بار بار کے وعدوں کے باوجود بجلی کا بحران ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا حکومتی وزیر اور مشیر بیان بازی کرتے ہوئے ایسے محسوس ہوتے ہیں جیسے یہ دنیا کو فتح کرنے نکلے ہوئے ہیں نہ انہیں عوام کی فکر ہے نہ ملک کی خود کو اپنے سے اوپر والوں کی خوشنودی کی کیلیے وقف کر رکھا ہے اس وقت ملک میں کوئی بھی سیاستدان ایسا نہیں جو عوام کو ان اندھیروں سے نکال سکے حکومت میں شامل عوامی نمائندوں نے چور بازاری کا بازار گرم کر رکھا ہے عدالتوں کے فیصلوں پر عملدرآمد کی بجائے الٹا انکا مذاق اڑایا جارہا ہے غریب اور مجبور انسانوں کو سی این جی کیلیے لائینوں میں لگا کر دن رات انکا تماشا ٹیلی ویژن پر دکھایا جارہا ہے حکومتی سیاستدان مختلف ٹی وی پروگرامز میں گلے پھاڑ پھاڑ

کر بلند و بانگ دعوے کر رہے ہوتے ہیں کہ ملک میں جمہوری حکومت ہے اور عوامی فلاحی کام کئے جا رہے ہیں مگر دوسری جانب آئے روز نئے نئے بحران جنم لے لیتے ہیں جو کہ باعث تشویش ہیں حق تو یہ تھا کہ جمہوری حکومت عوام کی مشکلات کا احساس کرتی مگر جب موسم گرما کا آغاز ہوتا ہے تو بجلی کی لوڈشیڈنگ عوام پر مسلط کردی جاتی ہے اور اب جیسے ہی موسم سرما شروع ہوا ہے گیس کا بحران شدت اختیار کر گیا ہے جبکہ گیس لوڈ مینجمنٹ کی تلوار بھی عوام کے سروں پر لٹکائی جا رہی ہے جب تک بحران کے حوالے سے ایک ٹھوس حکمت عملی مرتب نہیں کی جاتی اور مستقل حل تلاش نہیں کیا جاتا اس وقت تک ملک کو بحرانوں سے باہر نہیں نکالا جا سکتا موجودہ جمہوری حکومت پانچ سال پورے کرنے کو ہے اور ابھی تک عوام تک جمہوریت کے ثمرات نہیں پہنچے مگر ایک بات ہے کہ اس جمہوری دور کے سب ہی سیاستدانوں نے خواہ وہ اپوزیشن میں ہوں یا حکومت میں خوب دل کھول کر لوٹا ہے کسی نے نوکریوں کی آڑ میں تو کسی نے ٹھیکوں کی آڑ میں اور انکو دیکھتے ہوئے انکے چیلے بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے انہوں نے بھی اپنی چھریاں تیز ہی رکھی اور ہر آنے والے سائل پر ہاتھ پھیرنا انکے بھی فرائض میں شامل رہا پاکستان میں اس وقت لوٹ مار کی جو منڈی لگی ہوئی ہے اس میں سب سیاستدان ملوث ہیں کہ کیونکہ احتساب کا نظام پاکستان ہیں بلکل ختم ہو چکا ہے جو جتنا بڑا ڈاکو ہے اتنے بڑے عہدے پر بیٹھا ہوا ہے اور باقی سب چھوٹے چھوٹے ڈاکو اسے بچا بھی رہے ہیں اور خود بھی کھا رہے ہیں جہاں سیاستدانوں نے اس ملک کا

بیڑہ غرق کر رکھا ہے وہاں سرکاری ادارے بھی کسی سے کم نہیں ہیں پاکستان میں ترقیاتی کام تقسیم کرنے اور انکی نگرانی کرنے والے ادارے بھی گردنوں تک کمیشن کی کرپشن میں دھنسے ہوئے ہیں ایک کلرک سے سیکریٹری تک اپنا حصہ ایسے لے رہا ہے جیسے اس کی تعیناتی والے لیٹر پر لکھا ہوا ہو کہ آپ نے ہر ٹھیکہ میں سے کمیشن بھی لینا ہے بعض جگھوں پر تو ایسے ایسے افراد کو بڑے بڑے عہدوں پر بٹھایا گیا ہے جو نہ اس کے اہل ہیں نہ اس معیار پر پورا اترتے ہیں مگر انکا معیار صرف یہ ہے کہ انہوں نے عوامی فلاحی ٹھیکوں اور ٹھیکے داروں سے پیسے کما کر بریف کیس بھر کر اوپر تک پہنچانے ہوتے ہیں ایسا ہی ایک فرد جو ایف آئی اے کا ملزم بھی ہیں اور کرپشن پر جیل بھی جا چکا ہے کو ہمارے موصوف وزیر میاں منظور وٹو نے ساہیوال میں اہم عہدے پر نواز رکھا ہے جو وٹو صاحب سے پہلے فیصل صالح حیات کا بھی چمچہ رہ چکا ہے یہ صرف ایک ادارے کا حال نہیں پاکستان کے ہر ادارے میں لوٹ مار کا بازار گرم ہے اور جہاں لوٹ مار سر فہرست ہو وہاں عوام کا بھی برا ہی حال ہوتا ہے عوام بھی کوشش کرتی ہے کہ وہ بھی سیاستدانوں کی طرح راتوں رات امیر بن جائے اسی لیے تو کوئی بولنے والا نہیں سننے والا نہیں اور دیکھنے والا بھی نہیں سب یہاں اندھے ، گونگے اور بہرے ہیں جسکی جو مرضی کرتا پھرے جتنی جس میں ہمت ہے لوٹ لے

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے ،انجام گلستان کیا ہوگا

نئی صبح ایک نئی امید

عوامی شعور کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کیسے ان بیچاروں کی مت ماری گئی ہے اکثر انسان گھر سے کچھ چیزیں لانے کیلیے نکلتا ہے تو اسے واپسی پر پتا چلتا ہے کہ جو وہ لینے گیا تھا وہ تو لایا ہی نہیں اور ویسے ہی کچھ اور خرید لایا یہ انسان جان بوجھ کر نہیں کرتا بلکہ حالات نے اسکی سوچوں کو منتشر کر کے اس کی عقل پر پانی ڈال دیا ہوتا ہے کہ وہ جس کام کے لیے جا رہا ہے اسکو بھول کر کسی اور ہی سوچ میں غرق ہو کر اپنا بھی وقت.برباد کرتا ہے اور گھر والوں کی باتیں بھی.برداشت کرتا ہے.بڑے.بڑے فراڈیوں نے جہاں اس ملک کا بیڑہ غرق کیا ہوا ہے وہاں عوام کی بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو زنگ لگ گیا ہے اور اوپر سے پاکستانیوں میں بھیڑ چال کی ایسی ایسی مثالیں ہیں کہ جدھر کی ہوا دیکھی ادھر کو اپنا منہ بھی کر لیا اسی لیے تو عوام کو بیوقوف بنا بنا کر ہمارے سیاستدان خود مزے لے رہے ہیں کبھی کسی ملک کبھی کسی ملک وہ بھی پورے پروٹوکول کے ساتھ اور جس کے نام پر یہ سب ڈرامے بازی ہو رہی ہے اسی سے سیکیورٹی کا ڈر اور اوپر سے ہمارے سیکیورٹی کے ادارے میں ایسے ایسے خطرناک اور مکروہ چہروں والے کہ جن کی اپنی حیثیت بھی ایک عام سے انسان سے زیادہ نہیں مگر جب وہ بھی وردی میں آ جاتا ہے تو پھر وہی فرعونیت اس پر بھی طاری

ہو جاتی ہے جن کا وہ غلام ہوتا ہے پاکستان میں اب ایسا کوئی بھی سیاسی لیڈر نہیں ہے جس میں جرات اور ہمت ہو کہ وہ عام عوام میں گھل مل جائے انہوں نے تو عوام میں کیا نکلنا ہے انکے بچے بھی عوام میں نہیں جا سکتے اور نہ ہی عوام کو انکے دفتروں کے پاس پھٹکنے کی اجازت ہوتی ہے اپنے ہی لوگوں سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے یہ انکے دشمن ہوں یہی حال آجکل تمام سیاسی پارٹیوں کے قائدین کا ہے کہ وہ خود کو عوامی سیاستدان کہتے ہوئے نہیں تھکتے مگر انکا کوئی بھی لیڈر عوام میں نہیں جاتا اور نہ ہی جا سکتا ہے اگر جائے گا بھی تو اسکے اور عوام کے درمیان کم از کم ہزار گز کا فاصلہ ہوگا اور اس فاصلے کے باوجود بلٹ پروف شیشہ سامنے رکھے گا کیا پاکستانی سیاست میں صرف دھوکہ اور فراڈ ہی رہ گیا ہے اور سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ عوام کو روٹی، کپڑے اور مکان کا لالچ دو یا غربت بھوک اور بے روزگاری کے خاتمے کا لالچ دو اور پھر اقتدار میں آکر انہیں چیزوں سے۔ عوام کو لڑاتے رہو اور خود اپنے لیے محل بھی بنالو پیرس اور لندن سے سوٹ بھی سلوا لو اور جائیدادیں بھی بنالو اپنے بچوں کو امریکہ سے پڑھا کر پاکستان میں غریبوں کی خدمت کیلیے سیاست میں لاؤ اور پھر اپنی جگہ انہیں پاکستان کی مفلوک الحال عوام کی خدمت پر مامور کردو نسل در نسل خدمت کا چلنے والا یہ سلسلہ نسل در نسل ہی عوام کو غربت اور بھوک کی چکی میں پیستا ہے جسکی زندہ مثال پاکستانی عوام ہے جسے ان حکمرانوں نے لالچ دے دیکر لالچی بنا دیا اب کوئی کسی لالچ میں کسی کے ساتھ ہے تو

کوئی کسی مفاد میں کسی اور کے ساتھ ہے بھوک اور غربت نے پاکستانیوں کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے بھی محروم کردیا ہے صبر نام کی کوئی چیز کسی میں نہیں پائی جاتی ہر کوئی ایک دوسرے سے باری لینے کے چکر میں اپنے ہی ہم وطنوں کا استحصال کر رہا ہے اور نہ ہی اس وقت تک کوئی اچھا لیڈر ہے اور نہ ہی کسی کے آنے کی توقع ہے ہاں اگر کچھ ایسے اشخاص جو حقیقی معنوں میں پاکستان کی صورتحال کو سمجھتے ہوں جن میں سابق سفیر اور رکن قومی اسمبلی میاں عبدالوحید، جنرل (ر) نصیر اختر، سابق پولیس آفیسر شیخ اسرار احمد اور ان جیسے صرف چند اور لوگ اکٹھے ہو جائیں جن کو عوام سے کوئی ڈر اور خوف نہیں آتا اور عوام بھی ان سے باآسانی مل لے ایسے لوگ اگر ملکر ایک پلیٹ فارم سے براہ راست عوام میں جائیں تو کوئی بڑی بات نہیں کہ عوام کو بھی عقل اور سمجھ آجائے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو بلٹ پروف شیشے کے پیچھے سے عوام کو نہیں دیکھیں گے بلکہ انہی کی چوکھٹ پر انہی کی زبان میں انہیں بات بھی سمجھا دیں گے اور چوروں اور ڈاکوؤں سے بچا بھی لیں گے مگر ایسے لوگ بہت کم میدان سیاست میں قدم رکھتے ہیں کیونکہ وہ سب کچھ دیکھ چکے ہوتے ہیں اور انہی کے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بت آج بت خانے میں بھگوان بنے بیٹھے ہوئے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ اگر ایسے تجربہ کار اشخاص اپنی عمر کے اس آخری حصہ میں اس ملک کی پسماندہ اور جہالت کی دلدل میں ڈوبی قوم کو بھی خواب غفلت سے اٹھا دیں اور جاتے جاتے اپنے حصہ کی شمع روشن کر جائیں ہو سکتا ہے کہ انہی کی

جلائی ہوئی شمع انہی کے تراشے ہوئے بتوں کو جلا کر راکھ بنا دیں اور ایک نئی صبح ایک نئی امید کے ساتھ طلوع ہو جائے جس میں ہر طرف خوشیوں کے ڈیرے ہوں۔

سیاسی دوکانداریاں

جیسے ہی الیکشن قریب آ رہے ہیں ویسے ہی سیاستدانوں نے بھی اپنی دوکانداریاں چمکانا
شروع کردی ہیں ایک دوسرے کے خلاف بیان بازیوں اور الزامات کا سلسلہ تیز ہو رہا
ہے اور بیٹھے سب سیانے دیکھ رہیکھ رہے ہیں کہ کہ انکے نمک خوار کتنا بول رہے ہیں
مگر ہمیں سب سے پہلے حضرت عیسی علیہ السلام کا ایک قول بھی ذہن میں رکھنا چاہیے
جہاں انہوں نے ایک جگہ فرمایا کہ میں مردے کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں ہوا بلکہ
احمق کی اصلاح کرنے سے عاجز آگیا ہوں کچھ ایسا ہی حال پاکستان میں ہے کہ یہاں
سب پیسے کمانے کے چکر میں خود بھی احمق بنے ہوئے ہیں اور عوام کو احمق بنایا ہوا
ہے اس لیے ان سب کی اصلاح کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا سب اپنے رٹے رٹائے سب
دھرا رہے ہیں ہر طرف چور چور کا اک شور برپا ہے اسی شور کو سنتے ہوئے وزیراعظم
سے بھی نہ رہا گیا اور زرعی بنک کی ایک تقریب میں انکے منہ سے بھی یہ نکل ہی
گیا کہ یہاں سب ایک دوسرے پر چور کا الزام لگا رہے ہیں اگر الزام لگ رہا ہے تو اس
میں ڈر کیسا یہ تو سب کو نظر بھی آ رہا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے والے اب اربوں پتی کیسے
بن گئے ان سب چوروں کے الزامات پڑھ کر ایک بات تو طے شدہ ہے کہ انکی چوریاں
تو منظر عام پر آ رہی ہیں گذشتہ روز پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر راجہ ریاض احمد نے
بھی کچھ شرفاء پر الزامات

عائد کیے ہیں جن کے مطابق پنجاب حکومت نے سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ خواجہ محمد شریف کے صاحبزادے کو ایل ڈی اے کے کیسوں کے لئے وکیل رکھا ہے لیکن انہیں بغیر ایک کیس لڑے 32 لاکھ روپے پیشگی ادا کر دیئے گئے ہیں جبکہ اسی طرح سپریم کورٹ کے سابق جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کے صاحبزادے کو بھی دو کروڑ روپے کی ادائیگی کی گئی ہے اسی طرح لاہور میں صفائی کے نظام پر سالانہ دو ارب روپے خرچ ہوتے تھے لیکن اب لاہور کی صفائی کا ٹھیکہ ترکی کی ایک پرائیویٹ کمپنی کو پانچ ارب زائد پر دیدیا گیا ہے جس میں چالیس فیصد کمیشن لی گئی ہے اور بس سروس منصوبہ 32 ارب سے 70 ارب روپے تک پہنچ چکا ہے اور اس میں سے بیس سے پچیس فیصد کمیشن لیا گیا ہے۔ پنجاب کے تمام ہسپتالوں' سکولوں اور اضلاع کے فنڈز روک کر اس منصوبے کو مکمل کیا جارہا ہے سپورٹس میلے کو سجانے کے لئے پانچ ارب روپے خرچ کئے گئے جس میں سے دو ارب روپے وزیر اعلیٰ شہباز شریف 'ڈپٹی سپیکر رانا مشہود احمد خان اور حمزہ شہباز شریف نے حصہ لیا یہ تو تھے راجہ ریاض کے الزامات مگر ان سے ہٹ کر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پنجاب میں اس وقت کمیشن مافیا چھایا ہوا ہے اور پنجاب میں ترقیاتی کاموں کے حوالہ سے ایک ٹھیکے دار میاں وسیم ظہور نے بھی اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ پنجاب سمیت مرکز کے جتنے بھی ترقیاتی کام مختلف اضلاع میں ٹھیکے داروں کو دیے جاتے ہیں وہ بغیر کمیشن کے نہیں ملتے اور جو ٹھیکے دار کمیشن نہیں دیتا وہ بغیر کام کے بھوکا مرجاتا ہے اس لیے کام لینے

کیلیے کمیشن ضروری ہے اور اس بات کا ہر سطح پر علم بھی ہے مگر پھر بھی کوئی کاروائی نہیں ہوتی کیونکہ ہر جگہ حصہ پہنچ رہا ہے یہاں تک کہ انٹی کرپشن اور ایف آئی اے میں بھی باقاعدہ کرپٹ مافیا بیٹھا ہوا ہے جو ان سب ٹھیکے دینے والوں کی سرپرستی کرتا ہے۔ سیاست کے اس گھناونے کام میں جہاں کمیشن اور رشوت جائز بن جائے وہاں سیاستدان اور افسران بھی احمق بن جاتے ہیں جن کو پیسے کی چمک اندھا کر دیتی ہیں انہی کی سزا پورے ملک کے عوام کو ملتی ہے اور کے ذمہ دار وہ سب ایم این اے اور ایم پی بھی ہیں جو کمیشن اور رشوت کے چکر میں اپنا ایمان بیچتے ہیں ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ گذشتہ روز دینی جماعتیں بھی آپس میں دست وگریبان نظر آئی متحدہ دینی محاذ کے کنوینر مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ ایم ڈی ایم سے خود ایم ایم اے کی قیادت پریشان ہے، وقت بتائے گا کس اتحاد کی حیثیت ہے، سید منور حسن سے مایوس نہیں ہیں، فضل الرحمٰن دینی قوتوں کا اتحاد چاہتے ہی نہیں، ایم ایم اے اب مستردہ مجلس عمل بن چکی، مشرف سے ہاری جماعت سے اتحاد نہیں کرینگے، نواز شریف، عمران خان،ڈاکٹر قدیر اور صاحبزادہ ابوالخیر زبیر سمیت تمام نظریاتی وامریکی مخالف جماعتوں سے رابطے کرینگے، جنوری کو پارٹی منشور کا اعلان کرینگے، نیٹو سپلائی کے خلاف 16 دسمبر کو لاہور سے 17 واہگہ بارڈر تک مارچ کرینگے، 27 دسمبر کو آل پارٹیز

-کانفرنس طلب کرلی ہے

کنٹرول لائن پر نئی بھارتی چوکیاں اور کشمیر پر اقوام عالم کی خاموشی

بھارت نے ایک طرف تو پاکستان کی طرف آنے والے پانیوں پر قبضہ کرکے ڈیم بنانے شروع کردیے ہیں جبکہ دوسری جانب کنٹرول لائن پر 6300 کلومیٹر لمبی بین الاقوامی پاکستان اور بنگلہ دیش کے ساتھ لگنے والی سرحدوں پر مزید نئی 509 اضافی چیک پوسٹیں قائم کرنے کا اعلان کرکے سرحدی نگرانی کے لئے درجنوں گن شپ ہیلی کاپٹرز کی مدد بھی حاصل کرنے کا اعلان بھی کردیا ہے جبکہ پہلے ہی پنجاب ، راجستھان اور آسام کی بین الاقوامی سرحد پر سرحدی حفاظتی فورس کے ایک ہزار 300 نگراں چوکیاں ہیں اور ان چوکیوں میں مزید وسعت دی جارہی ہے اور ہمارے حکمرانوں کی آپس کی لڑائیوں کی وجہ سے ہمارا ملک دن بدن پیچھے جارہا ہے پوری قوم اور سیاستدان ابھی تک کالا باغ ڈیم پر متفق نہیں ہوسکے اور بھارتی تسلط سے کشمیر کو کیسے آزاد کروائیں گے جبکہ عالمی برادری کے دھرے معیار نے بھی کشمیریوں کی زندگیاں خطرے میں ڈال رکھی ہیں مقبوضہ کشمیر میں جنگی جرائم اور انسانی حقوق کی پامالیوں پر اقوام عالم کی خاموشی افسوسناک ہے انسانی حقوق میں سب سے افضل حق خودارادی کا ہے جسے بھارت نے 65 سالوں سے دبا رکھا ہے، کشمیر کے صرف 5 اضلاع سے 6 ہزار بے نام اجتماعی قبریں دریافت ہوچکی ہیں، بھارتی فورسز عورتوں کی تذلیل کو جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کررہی ہیں، عالمی برادری

بے نام اجتماعی قبروں اور 10 ہزار لاپتہ افراد کے معاملے کی تحقیقات کرے اور بھارت ان کی اس جائز آواز کو دبانے کے لئے اپنے ملٹری مائیٹ کا بے تحاشا استعمال کر رہا ہے۔ خصوصا پچھلے 20 سال کے دوران میں جموں و کشمیر میں ایک لاکھ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، دس ہزار کے لگ بھگ شہریوں کو گرفتار کرنے کے بعد لاپتہ کردیا گیا اور اس عرصے کے دوران ایک لاکھ سے زائد لوگوں کو تھرڑ ڈگری ٹارچر کے ذریعے سے جسمانی طور ناخیز بنایا گیا بھارت کی قابض فورسز جموں و کشمیر میں عورتوں کی تذلیل کو ایک جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتی آ رہی ہے اور پچھلی دوہائیوں کے دوران میں یہاں ساڑھے سات ہزار عورتوں کی یا تو اجتماعی عصمت دری کی گئی یا ان کو کسی نہ کسی طرح جنسی زیادتیوں کا شکار بنایا گیا۔ بھارتی قبضے کے نتیجے میں وقوع پزیر ہونے والی انسانی حقوق کی پامالیوں کے نتیجہ میں جنگ زدہ کشمیر میں 50 ہزار بچے یتیم ہوگئے ہیں، 30 ہزار خواتین بیوائیں اور 1500 کے قریب نیم بیوائیں بن گئیں ہیں جبکہ سرحدی علاقوں میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئی ہے، کشمیر کے صرف پانچ اضلاع میں 6 ہزار سے زائد بے نام اور اجتماعی قبریں دریافت ہوچکی ہیں، جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کی ان میں کن لوگوں کو دفن کیا گیا ہے اور ان کا جرم کیا رہا ہے ان بے نام قبروں کے انکشاف نے لاپتہ افراد کے لواحقین کو زبردست تشویش میں مبتلا کردیا ہے اور وہ اپنے عزیزوں کی سلامتی کے بارے میں فکر مند ہوگئے ہیں۔ حقوق بشر کی

تنظیموں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ پتہ لگائے کہ بے نام قبروں اور لاپتہ افراد کے درمیان میں کہیں کوئی رابطہ تو موجود نہیں ہے عالمی.برادری اور انسانی حقوق کی تنظیمیں کشمیر کے حوالے سے دوہرا معیار اپنا رہی ہیں اور اس تفاوت کی وجہ سے انسانی زندگیاں یہاں زبردست خطرات سے دوچار ہیں اور انسانی حقوق کی پامالیاں.برابر جاری ہیں 1990 سے آج تک یہاں ہزاروں لوگوں کو جھوٹے الزامات کے تحت گرفتار کیا گیا اور ان کے خلاف فوجداری قوانین کے تحت مقدمات چلائے گئے اور انہیں سزائیں سنائی گئیں ۔آج بھی 840 کشمیری آزادی پسند فرضی کیسوں کے تحت پابند سلاسل ہیں اور ان میں سے 33 کو عمر قید جب کہ پانچ کو موت کی سزائیں سنائی گئی ہیں کشمیر ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ جڑے قیدی سیاسی قیدوں کے ذمرے میں شامل ہیں اور ان کے خلاف اس طرح کی کاروائی بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔

کل تاریخ بارہ بارہ بار تھی جواب سو سال بعد آئے گی جب 2112ء آئے گا۔ اس تاریخی دن کو منانے کے لئے دنیا بھر میں جوش و خروش پایا جاتا ہے اور ہزاروں جوڑوں نے شادی طے کر رکھی تھی جبکہ گذشتہ سال گیارہ گیارہ گیارہ کو بھی لاکھوں افراد نے شادیاں کی تھیں۔

جمہوریت اور جمہوری لٹیرے

سرمایہ دارانہ جمہوریت قومی بحرانوں کی روٹ کاز ہے اس نام نہاد جمہوری نظام نے پاکستان میں مفلس کو مفلس تر اور امیر کو امیر تر بنادیا اس جعلی جمہوریت نے قومی معیشت کا خون چوس لیا مغرب. برانڈ جمہوریت مشرق میں کامیاب نہیں ہو سکتی اب ملک میں عام انتخابات کی آمد آمد ہے پرانے شکاریوں نے نیا جال بچھادیا عوام گلی محلے کے معاملات کی بجائے قومی سوچ کے تحت ووٹ پر مہر ثبت کریں کیونکہ اب ایک بات عوام کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس جمہوریت کی ڈوریاں سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہیں اورانھوں نے اپنے مفاد کیلئے ہمارے ہاں موروثی سیاست کا راستہ ہموار کیا ہوا ہے جمہوریت کیلئے قربانیاں ہر بار صرف عوام دیتے ہیں مگر اس کے ثمرات پر ہمیشہ سے صرف سرمایہ دار سیاستدانوں نے اپنا قبضہ جمار کھا ہے پاکستان کی سرمایہ دار اشرافیہ نے کبھی عام آدمی کو شریک اقتدار نہیں کیا اور نہ کبھی کرے گی سرمایہ دار سیاستدان ، صنعتکار اور وڈیرے ملک وقوم سے مخلص نہیں عوام اپنے اور مادر وطن کے روشن مستقبل کیلئے اپنی صفوں میں سے باکردار اور باضمیر نمائندے تلاش کریں جس وقت تک پاکستان میں سرمایہ دارانہ جمہوریت کا وجود باقی ہے ، سرمایہ دار سیاستدانوں کے ہاتھوں عام آدمی استعمال اور اس کا استحصال ہوتا رہے گا جس کی تازہ اور زندہ مثالیں ہم سب کے سامنے ہیں کہ صدر آصف علی زرداری

سمیت 67 فیصد ارکان پارلیمنٹ نے 2011ء میں ٹیکس گوشوارے جمع نہیں کرائے ان میں 69 فیصد ایم این ایز اور 63 فیصد سینیٹرز شامل ہیں سال 2011ء میں مشاہد حسین سید نے سب سے کم 82 روپے اور مسلم لیگ فنکشنل کے جہانگیر ترین نے سب سے زیادہ 1 کروڑ 70 لاکھ روپے ٹیکس ادا کیا اعتزاز احسن 1 کروڑ 29 لاکھ روپے کے ساتھ دوسرے عباس خان آفریدی 1 کروڑ 15 لاکھ کے ساتھ تیسرے نمبر پر رہے سابق وزیراعظم یوسف رضا گیلانی، چوہدری پرویز الٰہی، رحمان ملک، امین فہیم اور نذر گوندل سمیت کابینہ کے 30 اراکین نے ٹیکس گوشوارے جمع نہیں کرائے، پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین ندیم افضل چن اور ڈپٹی چیئرمین سینٹ صابر بلوچ، اسفندیار ولی، مولانا فضل الرحمٰن، آفتاب شیرپاؤ اور فیصل صالح حیات بھی ٹیکس گوشوارے جمع نہ کرانے والوں میں شامل ہیں وزیر ریلوے حاجی غلام احمد بلور، چودھری وجاہت حسین، نذر محمد گوندل، مخدوم امین فہیم، فرزانہ راجہ، ڈپٹی چیئرمین سینٹ صابر بلوچ اور چیئرمین پبلک اکاونٹس کمیٹی ندیم افضل چن بھی بھی شامل ہیں ٹیکس جمع نہ کرانیوالی پارٹی سربراہوں میں عوامی نیشنل پارٹی کیاسفند یار ولی، جے۔یو۔آئی (ف) کے مولانا فضل الرحمان، پیپلز پارٹی شیرپاوکے آفتاب احمد خان شیرپاو، فنکشنل لیگ کے پیر صدرالدین راشدی اور بی۔این۔پی عوامی کے یعقوب بزنجو بھی شامل ہیں شامل ہیں 2011ء میں سب سے کم ٹیکس مسلم لیگ ق کے سیکرٹری جنرل سینیٹر مشاہد حسین سید نے جمع کرایا جو صرف روپے ہے قومی اسمبلی کے تین سو بیالیس اراکین اسمبلی میں سے صرف نوے اراکین 82 نے ٹیکس

گوشوارے جمع کرائے جبکہ دوسو پینتیس نے گوشوارے جمع نہیں کرائے ایف بی آر ڈیٹا
ہیں کے مطابق ایک سو چار سینٹرز میں سے صرف انچاس نے ٹیکس گوشوارے جمع کرائے
ٹیکس گوشوارے جمع کروانے والوں میں پیپلز پارٹی کے سترہ، مسلم لیگ ن کے چھ، ایم
کیو ایم کے چار، اے این پی کے دو، مسلم لیگ ق کے دو، بی این پی، جے یو آئی ف اور
مسلم لیگ فنکشنل کا ایک ایک سینٹر شامل ہے سینیٹر رضا ربانی نے آٹھ لاکھ چھیالیس ہزار
اسحاق ڈار نے بتیس ہزار سات سو پچاس، جہانگیر بدر نے ایک لاکھ چوراسی ہزار، بابر،
خان غوری نے پانچ لاکھ پچپن ہزار، راجہ ظفرالحق نے چھیالیس ہزار آٹھ سو چار، حاجی
عدیل کے پچپن ہزار چوبیس روپے، سینٹر طلحٰہ محمود نے 76 لاکھ سے زاہد، فروغ نسیم
نے 45 لاکھ، عثمان سیف اللہ نے 17 لاکھ، پیپلز پارٹی کے کریم خواجہ نے 3636، حاجی
سیف اللہ بنگش نے 4 ہزار 63 اور اے این پی عوامی کی نسیمہ احسان نے 4 ہزار 2 سو
پچاس روپے ٹیکس جمع کرایا۔ یہ ہیں ہمارے حکمران سیاستدان جو اسی شاخ کو کاٹ رہا ہے
جس پر بیٹھا ہوا ہے جبکہ غریب عوام ایک ماچس کی ڈبیا بھی خریدتا ہے تو اس پر بھی ٹیکس
ادا کرتا ہے جبکہ ہمارے یہ لٹیرے حکمران باہر سے بھی جو کچھ منگوائیں اس پر بھی ٹیکس
معاف کروا لیتے ہیں جبکہ انکے کھانے پینے سے لیکر مرنے تک سب انتظامات سرکاری
خرچ پر ہوتے ہیں اور غریب عوام خود بھوکا رہ کر انکے پیٹ پالتا ہے کیا اسی جمہوریت
کے لیے عوام قربانیاں دیتی آ رہی ہے۔

مولانا کے اندر جن

پاکستان میں جہاں علماء کرام ایک دوسرے کو سمجھنا شروع ہو گئے ہیں وہیں پر اچھی خبر یہ بھی ہے کہ بلوچستان میں حکومت اور ڈاکٹروں کے درمیان جو تناؤ چل رہا تھا وہ ختم ہو گیا ہے اور دونوں کے درمیان مذاکرات کامیاب ہو گئے ہیں ان دونوں فریقین کی کامیابی اپنی جگہ مگر جو اس دوران ڈاکٹروں اور حکومتی ظلم کا شکار ہو کر اس جہان فانی سے چلے گئے انکا حساب کون دیگا اس پر میں اپنا نقطہ نظر واضح کرتا ہوں مگر سب سے پہلے ایک اہم خبر جس میں جماعت الدعوکے سربراہ حافظ محمد سعید نے کہا کہ مولانا فضل الرحمان اور دیگر مولوی ارکان پارلیمنٹ میں امریکی جن بولتا ہے ان کے اندر سے یہ جن ایک دن ضرور نکلے گا انھوں نے کہا کہ امریکی ڈرون حملے کم ہوئے ہیں یہ جلد بند بھی ہو جائیں گے امریکا افغانستان سے واپسی کا محفوظ راستہ ڈھونڈ رہا ہے افغانستان میں قیام امن کی باتیں اسی سلسلے کی کڑی ہیں ،ان کا کہنا تھا کہ بھارت سے یکطرفہ تجارت پاکستان کیلئے نقصان دہ ہے ، بلوچستان اور کراچی کے حالات کا ذمہ دار بھارت ہے جبکہ پاکستان کا ایٹم بم ملکی سلامتی کی علامت بن چکا ہے۔

میں جناب حافظ سعید صاحب سے انتہائی عقیدت سے کہتا ہوں کہ جناب پاکستان میں

کچھ مولوی حضرات کے اندر جن نہیں بولتا بلکہ وہ پورے کے پورے جن ہیں جن میں مولانا فضل الرحمٰن سرفہرست ہیں انہیں ہم الہ دین کا جن نہیں کہیں گے بلکہ یہ کبھی مشرف کے جن رہے کبھی زرداری کے جن رہے جنھوں نے اپنے مفاد کی خاطر ہر اس حکمران کا جن بننا قبول کرلیا جن کی وجہ سے انہیں کچھ مفاد ملنے کی امید ہوتی تھی اور اسی وجہ شہرت سے انہیں کبھی مولانا ڈیزل بھی کہا جاتا رہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ مولانا فضل الرحمٰن بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے اور مفادات کی سیاست کو ٹھوکر مار دیتے پھر دیکھتے کہ عوام انکا کیسے عقیدت سے نام لیتی مگر ان کے کارناموں کی وجہ شہرت سے جناب حافظ سعید صاحب نے بھی انکشاف کردیا کہ انکے اندر جن ہے حالانکہ مولانا صاحب کسی بھی جن سے کم نہیں ہیں جو اپنے اصولی موقف کی خاطر کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔

دوسری جانب بلوچستان حکومت اور ڈاکٹروں کے درمیان کامیاب مذکرات کے بعد حکومت نے ڈاکٹروں کے خلاف تمام مقدمات ختم سیکورٹی اور ڈاکٹروں کی معطلی کے با رے میں مطالبات تسلیم کرلیے جس کے بعد پی ایم اے نے ہڑتال ختم کرنے کا اعلان کردیا ڈاکٹروں نے ڈاکٹر سعید کے اغواء خلاف ہڑتال کا اعلان کیا تھا اور تقریبا 55 دن یہ ہڑتال جاری رہی جس سے ڈاکٹروں اور محکمہ صحت کے درمیان دوریاں پیدا ہوئی اور عوام مشکلات سے دوچار رہے حکومت نے ڈاکٹروں کے مسائل اور مطالبات حل کرنے کے لئے سیکرٹری صحت اور کمشنر کوئٹہ کی

سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے ڈاکٹروں کے ساتھ مذاکرات کیے اور حکومت نے ڈاکٹروں کے تمام مطالبات مان لیے جبکہ پی ایم اے کے صدر سلطان ترین نے کہا ہے کہ ہم ہڑتال پر نہیں بلکہ حکومت نے ڈاکٹروں پر پابندی لگادی تھی جسکے بعد ہم ہسپتال نہیں جاسکے اسی طرح کی ہڑتال ینگ ڈاکٹروں کی طرف سے پنجاب میں بھی ہو چکی ہے ایسی ہڑتالوں سے اکثریتی پارٹی والے فائدہ اٹھاہی لیتے ہیں مگر انکے اپنے مفادت کے بعد جو حال غریب عوام کا ہوتا ہے اس کا کون ذمہ دار ہے امیر اور سرکاری افسران تو ان سرکاری ہسپتالوں کا رخ نہیں کرتے اس لیے انہیں نہ تو ڈاکٹروں سے کوئی سروکار ہے اور نہ ہی عوام سے کوئی کسی کی لاپرواہی اور غفلت سے مرتا ہے تو بے شک مرجائے مگر کیا مجال ہے کہ ہم ٹس سے مس بھی ہوجائیں مریض جو سرکاری ہسپتالوں میں علاج کی غرض سے آتے ہیں انکے ساتھ ڈاکٹروں کا رویہ ایسے ہوتا ہے جیسے یہ انکو چیک کرکے بہت بڑا احسان کررہے ہیں جبکہ اکثر پروفیسر لیول کے ڈاکٹر تو اپنے آپ کو الگ ہی کوئی مخلوق سمجھتے ہیں جن کے دفتر کے باہر بیٹھا ہوا ملازم نہ تو کسی کو اندر جانے دیتا ہے اور نہ ہی کسی سے ملنے اور اگر کبھی خوش قسمتی سے پروفیسر صاحب اپنی وارڈ کا راؤنڈ کریں تو مریضوں کے سوا کسی سے نہیں ملتے بلکہ مریضوں کے ساتھ موجود انکے لواحقین کو وارڈ سے باہر نکال دیا جاتا ہے کیا یہ سب ڈاکٹر اپنے پرائیویٹ کلینک میں بھی ایسا ہی رویہ رکھتے ہیں جیسا سرکاری ہسپتالوں میں ؟

پاک بھارت ویزہ شرائط میں نرمی اور ڈاکٹر فوزیہ کو دھمکی

پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگیاویزہ معاہدہ جو 8 ستمبر کو اسلام آباد میں طے پایا تھااس پر عمل درآمد شروع کردیا گیااب دونوں ممالک کے عام شہری 5 مقامات،تاجر 10 شہروں کا سفر کرسکیں گے۔بڑے سرمایہ کار،بزرگ شہری اور کم عمر بچے پولیس رپورٹنگ سے مستثنیٰ ہونگے،فنکاروں کو ملٹی پل ویزے ملیں گے،دونوں ملک 9 کٹیگریز میں ویزے جاری کریں گے،علاج کے لئے جانے والوں کی کٹیگری الگ ہوگی۔بزرگ شہریوں کو اٹری واہگہ بارڈر پر ویزے میں گے،سب سے کم مدت کا ویزہ مذہبی زائرین کو دیا جائے گا،تمام کیٹگریز کے ویزوں کے حصول کے بعد 90 دنوں کے اندر سفر کرنا ہوگا اب پاکستان اور بھارت کے شہریوں کو دونوں ملکوں میں آمدورفت کیلئے زیادہ مقامات کی سہولت ہوگی آپس میں شادیاں کرنے والے جوڑوں کو دو سال کا ملٹی پل ویزا ملے گا اٹاری اور واہگہ سے پیدل انٹری کی اجازت ہوگی نئے ویزا معاہدے کے تحت سفارتی و غیر سفارتی،سرکاری،سیاحتی اور بزنس ویزا سمیت 9 مختلف کیٹگریز میں ویزے دیئے جائیں گے۔ علاج معالجے کیلئے جانے والوں کی الگ کیٹگری ہوگی۔ ویزا کے حصول کی شرائط میں بھی نرمی کردی گئی ہے۔ سفارتی ویزا 30 روز کے اندر جاری کردیا جائیگا سفارتکاروں کے بچوں اور ان کے خاندان کے افراد کو بھی ویزے دیئے

جائیں گے۔ یہ ویزے صرف تعیناتی کے مقام کیلئے کارآمد ہوں گے۔ سفارتی ویزا ہولڈر تعیناتی کے مقام سے اگر کسی دوسرے مقام سے جانا چاہے تو اس کیلئے اجازت لینا ہوگا۔ غیر سفارتی ویزا بھی ڈیوٹی کے مقام کیلئے ہوگا اور 45 دنوں کے اندر جاری کردیا جائے گا۔ غیر سفارتی ویزا ہولڈر کو دیگر مقامات اور جگہوں پر جانے کیلئے پیشگی اجازت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ سرکاری ویزا سنگل انٹری ہوگا اور یہ صرف سرکاری امور کی انجام دہی کیلئے آنے جانے والے افسران کو جاری ہوگا۔ یہ ویزا چند دنوں کیلئے کارآمد ہوگا اور اس کے تحت صرف مخصوص مقامات کا دورہ کیا جائے گا۔ وزٹ ویزا خاندان کے افراد' رشتہ داروں یا عزیزواقارب کو ملنے کیلئے جاری کیا جائے گا۔ یہ ویزا صرف پانچ مقامات کیلئے کارآمد ہوگا اور چھ ماہ سے زائد کا نہیں ہوگا۔ وزیٹر کو تین ماہ سے زیادہ قیام کی اجازت نہیں ہوگی۔ معاہدے کے تحت 65 سال سے زائد عمر کے افراد کو دو سال کیلئے ملٹی پل ویزا جاری کیا جائے گا۔ بارہ سال کی عمر کے بچوں کو بھی دو سال کیلئے ملٹی پل ویزا مل سکے گا۔ ٹرانزٹ ویزا کے تحت دو مرتبہ انٹری کی اجازت ہوگی اور یہ صرف 26 گھنٹوں کے اندر جاری کیا جائے گا۔ گروپ ٹورسٹ ویزے کیلئے سیاحوں کو دس سے کم اور پچاس سے زائد افراد کا گروپ بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہ ویزا30 دنوں کیلئے ہوگا اور اس کی مدت میں توسیع نہیں کی جائے گی۔ رجسٹرڈ ٹور آپریٹرز سیاحتی گروپوں کا انتظام کریں گے اور سفر سے 45 دن قبل ویزا کے حصول کیلئے درخواست دیں گے۔

دونوں

ممالک سیاحتی گروپوں کے انتظامات کرنے والے ٹور آپریٹرز کی لسٹوں کا تبادلہ کریں گے۔بزنس ویزا صرف تاجروں کو جاری کیا جائے گا۔ معروف تاجر پولیس رپورٹنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ پانچ سے تین لاکھ روپے کی سالانہ آمدن کے تاجروں کو پانچ مقامات کیلئے ایک سال کا ویزا جاری کیا جائے گا اور اس پر چار مرتبہ انٹری کی اجازت ہو گی۔
پچاس لاکھ سے تین کروڑ کی سالانہ آمدن کے حامل تاجروں کو ایک سال کا ملٹی پل ویزا دیا جائے گا جس کے تحت وہ دس مقامات پر جا سکیں گے۔تاجروں کو 30 دن سے زائد قیام کی اجازت نہیں ہوگی اور یہ ویزے پانچ ہفتوں کے دوران جاری کئے جائیں گے۔
مذہبی فرائض کی ادائیگی کیلئے جانے والوں کو مذہبی ویزا جاری کیا جائے گا جس کیلئے جانے سے 45 روز قبل درخواست دینا ہو گی۔ یہ ویزا 15 دنوں کیلئے ہوگا جو سنگل انٹری ہوگا اور اس کی مدت میں توسیع نہیں ہوگی۔ 65 سال سے زائد عمر کے شہریوں کو آمد پر دنوں کیلئے واہگہ اور اٹاری کی چیک پوسٹوں پر ویزے جاری کئے جائیں گے جو قابل 45 توسیع نہیں ہوں گے۔ معاہدے میں جن پوسٹوں کے ذریعے داخلے اور خروج پر اتفاق کیا گیا ہے ان میں ہوائی سفر کیلئے پاکستان میں کراچی، لاہور اور اسلام آباد کے ایئرپورٹس جبکہ بھارت میں ممبئی، دہلی اور چنائی کے ایئرپورٹس شامل ہیں۔ سمندری راستے سے آنے والوں کیلئے کراچی اور ممبئی اور زمینی راستے کیلئے واہگہ اور اٹاری، کھوکھراپار اور مونا باؤ کی چیک پوسٹیں شامل ہیں۔ وزیٹر ویزا کے حامل افراد کو انٹری چیک پوسٹوں پر رجسٹریشن کرانا ہوگی اور ایک

ملک سے دوسرے ملک میں پہنچنے کے بعد 24 گھنٹوں میں اس مقام پر جانا ہوگا جس کیلئے ویزا حاصل کیا گیا ہے اور قریبی پولیس سٹیشن کو اطلاع دینا ہوگی البتہ بڑے تاجر، 65 سال سے عمر کے شہری اور 12 سال سے کم عمر کے بچے پولیس رپورٹ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ تمام کیٹگریز کے ویزوں کے حصول کے بعد 90 دنوں کے اندر سفر کرنا ہوگا پاکستان اور بھارت کے درمیان ویزہ شرائط میں نرمی کا یہ معاہدہ 8 ستمبر کو اسلام آباد میں طے پایا تھا جس پر پاکستان کی جانب سے وزیر داخلہ رحمان ملک اور بھارت کی جانب سے اس وقت کے بھارتی وزیر خارجہ ایس ایم کرشنا نے دستخط کئے تھے۔

آخر میں ڈاکٹر فوزیہ صدیقی کو دھمکی آمیز فون کالز کی موصولی قابل مذمت ہے حکمران امریکی درندوں کی قید سے قوم کی بیٹی "عافیہ صدیقی" کی رہائی کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر فوزیہ صدیقی کے تحفظ کے لئے فوری اقدامات کرے اور اس طرح کے اوچھے ہتھکنڈوں میں ملوث ملزمان کو فی الفور نقاب کیا جائے ۔

چھوٹی خبر بڑی بات

ایک چھوٹی سی خبر جسے اکثریت نے تو بڑے مزے لے لے کر پڑھا ہو گا اور سیاسی کارکنوں نے ایک دوسرے پر فقرے بھی کسے ہونگے مگر اصل میں یہ خبر بڑی بھیانک اور خوفناک تھی جسے پڑھ کر دل دھل گیا کہ ہمارے حکمرانوں نے قائداعظم کی محنت، اقبال کے خواب اور ہزاروں مسلمانوں کی قربانیوں کے بعد قائم ہونے والے پاکستان کا کیا حشر کر دیا کہ جہاں پر لوگ صرف ایک وقت کے کھانے کیلیئے کیا کچھ نہیں کر جاتے جس سے نہ صرف پاکستان کا وقار اپنوں میں مذاق بن جاتا ہے بلکہ پوری دنیا میں یہ پیغام بھی چلا جاتا ہے کہ ہم لوگ صرف کھانے کیلیے زندہ ہیں دیکھنے کو یہ صرف ایک خبر ہے کہ اتوار کو دادو میں مسلم لیگ (ق) کا جلسہ اس وقت بد نظمی کا شکار ہو گیا جب چوہدری شجاعت حسین نے اپنی تقریر شروع کی تھی کہ کسی کارکن نے آواز لگا دی کہ کھانا شروع ہو گیا ہے جس پر مسلم لیگ (ق) کے کارکنوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور کھانے پر ٹوٹ پڑے کارکن کھانا دیگوں سے نکال کر کھاتے رہے اور جو کھانا بچ گیا وہ چادروں اور پارٹی پرچم میں باندھ کر ساتھ لے گئے۔

یہ صرف ایک جماعت کے کارکنوں کا ہی کارنامہ نہیں ہے بلکہ پاکستان میں ہر سیاسی جماعت میں یہی ہو رہا ہے کہ سیاسی جلسوں میں عوام کو کھانے کا لالچ

دیگر بلایا جاتا ہے اور پھر انکی بھوک کا مذاق اڑا کر انہیں تقریریں سننے پر مجبور کیا جاتا ہے اور پھر جیسے ہی کھانے کی دیگیں میدان میں پہنچتی ہیں تو پھر صبر ختم ہو جاتا ہے اور کھانے پر عوام ٹوٹ پڑتی ہے پاکستان اور اکی عوام کا یہ حشر کرنے والے کوئی غیر نہیں بلکہ یہ ہمارے اپنے ہی ہیں جنھوں نے ہمیں خوشحالی کا لالچ دیکر ہمیں ہی لوٹا اور خود خوشحال بن گئے اپنے خاندان اور عزیزو اقارب کو بھی جی بھر نوازا اس ملک کو بھی لوٹا اور عوام کی گردنوں پر بھی چھری چلائی خود تو ٹیکس نہیں دیے غریب عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان کا جھانسہ دیکر ان بنیادی سہولتوں سے بھی محروم کردیا یہی وجہ ہے کہ اب پاکستان میں ووٹ بکتے ہیں ہر کوئی کچھ نہ کچھ کمانے کے چکر میں اور اسکے لیے اسی خواہ کوئی بھی راستہ اختیار کرنا پڑے کیونکہ ہر پاکستانی نے اپنے بچوں کو بھی پالنا ہے گھر کا کرایہ بھی دینا ہے بجلی، گیس اور پانی کے بلوں کے ساتھ ساتھ بچوں کی فیسیں بھی دینی ہے جبکہ روزگار کوئی نہیں اگر کسی کا کوئی روزگار ہے بھی تو وہ اس قابل نہیں ہے کہوہ یہ سب اخراجات اپنی جیب سے پورے کرسکے جبکہ اس ملک پر قابض ڈاکوؤں نے لوٹ مار کا ایسا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے کہ ان کو دیکھ کر سب اسی کام میں لگے ہوئے ہیں اب ہر کوئی کسی نہ کسی چکر میں دوسرے کی جیب صاف کرنے کا کوئی نہ کوئی منصوبہ بنائے ہوئے ہیں کوئی کسی کو نوکری کا جھانسہ دیکر لوٹ رہا ہے تو کوئی کسی کو تھانے کچہری میں الجھا کر دیہاڑی لگا رہا ہے اور تو اور مختلف محکموں بلخصوص

پولیس اور انٹی کرپشن کے ٹاؤ ٹوں نے بھی لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے یہ سب لوگ جو کسی نہ کسی کو چھری پھیرنے چکر میں اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کر رہے ہیں کیا ہی اچھا ہوتا کہ حکومت ان سب کو انکی معاشی پریشانیوں سے نجات دلانے کا کوئی انتظام کرتی خود بھی لوٹ مار بند کرتی اور پاکستان کی ترقی کا زریعہ بھی بنتی مگر یہاں پر آج تک جو بھی آیا اس نے لوٹ مار ہی کی اگر کوئی کسی سرکاری محکمہ میں چلا گیا تو اس نے اپنی اوقات کے مطابق وہاں پر بھی لوٹ مار شروع کر دی جس کا جتنا اختیار ہوتا وہ اتنی ہی لوٹ مار کرلیتا عوام کے ٹیکسوں پر پلنے والے یہ سرکاری سانڈ ٹیلی فون سے لیکر بڑی بڑی عیاشیاں سرکاری خرچ پر کر رہے ہیں جبکہ سرکاری گاڑیاں اور سرکاری پیٹرول کا بے دریغ استعمال ایسا کرتے ہیں جیسے یہ لوٹ کا مال ہو جبکہ آج کے دور کا غریب اور موٹر سائیکل سوار پچاس روپے کا پیٹرول ڈلواتے ہوئے بھی پچاس بار سوچتا ہے اور اسی وقت اپنی موٹر سائیکل استعمال کرتا ہے جب اسے ضروت ہوتی ہے جبکہ ہمارے سرکاری افسران مال مفت دل بے رحم کی زندہ مثال بن کر ڈاکے ڈالنے میں مصروف ہیں اور جہاں پر ایسے حکمران اور افسران ہو وہاں پر ملک کے عوام بھی ایسے ہی ہوتے ہیں جو صرف پارٹی جلسوں میں اسی لیے جاتے ہیں کہ کھانا ملے گا اور اسی کھانے کی بھوک کو دیکھتے ہوئے ہمارے سیاستدانوں نے عوام کو بیوقوف بنا کر ووٹ حاصل کیے اور پھر اسی ووٹ کی طاقت سے نوٹ کمائے خود تو کچے مکانوں سے محلوں تک پہنچ گئے اور بیچاری عوام کو

چھت سے بھی محروم کر دیا اور آج انہی حکمرانوں کی وجہ سے پورے ملک میں سے گنتی
کے چند ایماندار اور فرض شناس انسانوں کا ملنا مشکل ہو گیا ہے اگر کوئی با امر مجبوری اور
دکھاوے کیلیے ایماندار ہے تو اسکے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے ۔

بڑے لوگ بڑی خواہشیں

پنجاب اسمبلی کے رکن ہوتے ہوئے ایوان میں کم نظر آنے والے اور جاگیر دار کو گورنر پنجاب بنائے جانے پر کسی طرف سے بھی صدائے احتجاج بلند نہیں ہوئی سوائے مسلم لیگ فنکشنل کے سربراہ پیر پگاڑا کے جنہوں نے مخدوم احمد محمود کو گورنر پنجاب بننے سے روکنے کی کوشش کی تھی مگر وہ قائل نہیں ہوئے جس پر پیر پگاڑا نے فرمایا کہ انکو گورنر پنجاب بنائے جانے میں ہمارا کوئی کردار نہیں ہے اور پیپلز پارٹی نے ایک ایسے آدمی کو گورنر پنجاب بنانے کا فیصلہ کیا ہے جو ان کے کارکنوں کے نام تک نہیں جانتے جبکہ مخدوم احمد محمود کا کہنا ہے کہ ان کے والد کی خواہش تھی کہ وہ گورنر بنیں اور وہ یہ خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں۔بڑے لوگوں کی بڑی خواہشیں ہوتی ہیں جو پوری بھی ہو جاتی ہیں جبکہ پاکستان کے غریب اور پسماندہ عوام کی آج تک کوئی خواہش پوری نہیں ہوئی کیا ہی اچھا ہوتا کہ آج پاکستان میں تمام سیاسی جماعتیں حکومت میں شامل ہیں کوئی کسی صوبے میں تو کوئی کسی کے ساتھ اور سب ملکر پاکستان کے عوام کی خواہشیں بھی پوری کردیتی بجائے اس کے کہ اپنے اپنے مفادات کو عوامی مفادات پر قربان کرتے مگر ہمارے سیاستدانوں نے ملکر اس ملک کو پسماندگی ،جہالت اور غربت کی گہرائیوں میں دھکیل دیا ہے اور خود کو اتنا طاقتور بنا لیا کہ آنے والے الیکشن میں پیسے

کے زور پر الیکشن جیتنے کی امیدیں لگا رکھی ہیں اور اسی ناجائز پیسے کی زریعے تو ملک کو لوٹا اور لٹایا جارہا ہے حکومت کی معاشی پالیسیوں نے ملک کی اقتصادی صورتحال کو تباہ کر دیا ہے۔ معیشت کی تباہ کن صورتحال کی وجہ سے غریب کے لیے دو وقت کی روٹی پوری کرنا بھی ناممکن ہوگیا ہے۔ عوام کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والے حکمرانوں نے صرف قومی خزانہ لوٹ کر اپنی جیبوں کو بھرا ہے۔ ملکی معیشت تباہ ہو چکی ہے۔ حکمران ملک کو لوٹ کر اپنا سرمایہ بیرون ملک منتقل کر رہے ہیں حکومت نے پانچ سالوں میں عوام کو کیا ڈیلیور کیا ہے؟ روٹی، کپڑا اور مکان کی رام کہانی کدھر گئی، آج مہنگائی اور بے روزگاری کا دور دورہ ہے، سی این جی کے حصول اور یوٹیلٹی بلوں کی ادائیگی کیلیئے لوگ لمبی لمبی قطاریں بنائے دھکے کھارہے ہیں، لوگوں کو بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ کا سامنا ہے، حاجیوں کی جیبیں کاٹی گئیں، این آئی سی ایل اور بینک آف پنجاب کو لوٹا گیا، رینٹل پاور پلانٹس اور فرٹیلائزرز اور سیف سٹی جیسے منصوبوں میں اربوں کی خورد برد ہوئی، سٹیل ملز، پی آئی اے اور ریلوے جیسے قومی ادارے تباہ کرکے رکھ دیئے گئے ملک کی معےشت اور قومی ادارے تباہ ہوچکے ہےں اربوں روپے چھاپ کر لوگوں مےں تقسےم کئے جارہے ہےں سیاسی سوجھ بوجھ اور محب وطن رہنماﺅں کو ملک کی

معےشت اور اداروں کو بچانے کے لئے کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کے خون کے عوض اقتدار میں آنے والوں نے پانچ سالوں میں

کیا محترمہ بے نظیر بھٹو کے قاتلوں کو گرفتار کرلیا۔

معاشرے ملکوں و قوموں کی ترقی و خوشحالی کیلئے جزا و سزا کا عمل جاری رکھنا بہت ضروری ہے۔ اچھے کام کرنے پر حوصلہ افزائی اور کرپشن اور غلط کاری پر سزا ہونی چاہیے۔ بصورت دیگر معاشرے میں برے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہونے سے معاشرتی بگاڑ جنم لیتا ہے جو قوموں کی بربادی اور تباہی کا سبب بنتا ہے قومی خزانے کی ایک ایک پائی امانت ہے جو ایمانداری سے خرچ ہونی چاہیے۔ وسائل کے بے دریغ زیاں کے متحمل نہیں ہو سکتے جو سرکاری آفیسران قومی وسائل کے زیاں یا خورد برد میں ملوث ہیں وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ کرپٹ عناصر کے خلاف کارروائی میں کسی قسم کی دھونس دھمکی، سفارش میں نہ آئے اجائے۔ لیکن اس بات کو ذہن میں رکھا جائے کہ احتساب کی آڑ میں انتقامی کارروائی نہیں ہونی چاہئے یا ٹھوس ثبوت کے بغیر کسی شریف آدمی کی پگڑی نہ اچھالی جائے۔

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا جا رہا ہے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف وحدت میں پنہاں ہے فلسطین، کشمیر، بوسنیا ہرزوگوینیا کے بعد اب برما میں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں جبکہ دوسری جانب امریکہ بہادر اس شاندار کارکردگی پر برمی حکمرانوں کو شاباش دے رہا ہے مگر انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان حکمران

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔

کراچی کے حالات اور ایم کیو ایم

ملک کی 40 سے زائد مذہبی و سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں، وکلائ، علماء کرام اور تاجروں نے کراچی میں جاری دہشتگردی قتل وغارت گری کی ذمہ داری متحدہ قومی موومنٹ پر عائد کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ کراچی میں شرعی عدالتیں قائم کرکے مجرموں کو سزا سنائی جائے رینجرز کو اختیارات دیکر گورنر سندھ کو برطرف کیا جائے جن مذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے ایم کیو ایم پر حالات کی خرابی کی ذمہ داری عائد کی ہے ان میں دفاع پاکستان کونسل کے سربراہ مولانا سمیع الحق، جماعت اسلامی پاکستان کے جنرل سیکریٹری لیاقت بلوچ، جماعت الدعوۃ کے امیر حافظ محمد سعید، اہلسنت والجماعت کے امیر مولانا احمد لدھیانوی، تحریک اتحاد کے جنرل (ر) حمید گل، عوامی مسلم لیگ کے شیخ رشید احمد، جمعیت علمائے اسلام (ف) کے اسلم غوری، مسلم لیگ (ن) کے غوث علی شاہ، مہاجر قومی موومنٹ کے شمشاد غوری، مسلم لیگ (فنکشنل) کی نصرت سحر عباسی، نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے سید ضیاء عباس، انصارالامہ پاکستان کے مولانا فضل الرحمٰن خلیل، جماعت اہلحدیث کے حافظ عبدالغفار روپڑی، جمعیت علمائے اسلام (نظریاتی) کے مولانا عبدالقادر لونی، جماعت غربا اہلحدیث کے حافظ محمد سلفی، جمعیت اتحاد العلماء پاکستان کے صدر مولانا عبدالمالک، کیتھولک چرچ کے فادر صالح ڈائیگو، جماعت اسلامی

آزاد کشمیر کے امیر عبدالرشید ترابی، موتمر عالم اسلامی کے میر نواز خان مروت، تحریک دفاع پاکستان کے زاہد بخاوری سمیت دیگر سیاسی رہنماء بھی شامل ہیں ان سب سیاسی رہنماؤں کا ایم کیو ایم کو موردالزام ٹھہرانا اپنی جگہ مگر اس میں پیپلز پارٹی کی حکومت بھی اتنی ہی ملوث ہے جتنی کوئی اور جماعت کیونکہ پیپلز پارٹی مرکز سمیت سندھ میں بھی برسراقتدار ہے اور پانچ سال گذرنے کے باوجود کراچی کے حالات ان کے کنٹرول میں نہیں آئے اور بلاشبہ حکومتی جماعتیں کراچی کے بدامنی کی ذمہ دار اور فریق ہیں صوبائی حکومت سندھ اور وفاقی حکومت کراچی میں امن قائم کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہوچکی ہیں این آر او کے تحت قتل ، ٹارگٹ کلنگ اور بھتہ خوری جیسے جرائم میں ملوث 2500 سو افراد جس میں اکثریت ایم کیو ایم کی ہے کو رہا کرنے کے ساتھ ساتھ ہے 35 قاتلوں کو پیرول پر رہا کر دیا گیا اگر کراچی میں امن کی شمع روشن کرنی ہے تو ان تمام ملزمان سمیت عاشورہ کے جلوس، بلدیہ فیکٹری میں آگ لگانے والے بھتہ خوروں کو بھی پکڑا جائے کراچی میں ہونے والی بدترین ٹارگٹ کلنگ میں گذشتہ چار سالوں میں سات ہزار افراد جاں بحق ہوچکے ہیں بھتہ خوری اپنے عروج پر ہے ان حالات یں کراچی کے عام شہری شدید ترین اذیت کا شکار ہیں۔ کراچی میں انتخابات میں دھونس، دھاندلی، بوگس ووٹر لسٹ، پولنگ اسٹیشن پر قبضے، ٹھپہ انتخابات، الیکشن کمیشن کی بے بسی اور موجودہ حکومت کی جرائم یں مفاہمت کی پالیسی نے کراچی شہر کے امن، جمہوریت اور انتخابی تقدس کو پامال کردیا ہے

مساجد، مدارس، امام بارگاہیں اور بے گناہ شہری و سیاسی کارکن ٹارگٹ کلنگ میں نشانہ بن رہے ہیں کراچی میں وفاقی اور صوبائی حکومت عملا ناکام ہو چکی ہیں دہشتگردوں کو فری ہینڈ حاصل ہے جس کی وجہ سے بے گناہ لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ کی جارہی ہے کراچی کی بدامنی کے پیچھے وہ ذہن جو کہ کراچی کو مستقل بدامنی کی دلدل میں دھکیلنا چاہتے ہیں کراچی میں امن کے لئے تمام اسٹیک ہولڈرز کو متحد ہونا ہوگا کراچی میں امن کی بحالی اور حقیقی نمائندگی کے لئے ناگزیر ہے کہ آئندہ انتخابات شفاف، پرامن اور غیر جانبدارانہ ہوں اور اس کے لئے ضروری ہے سپریم کورٹ کے فیصلوں پر اس کی روح کے مطابق عمل کیا جائے۔ ووٹر لسٹوں اور حلقہ بندیوں کے لئے الیکشن کمیشن سپریم کورٹ کے فیصلوں کے مطابق فوری عملدرآمد ممکن بنائے کراچی میں بدامنی کا علاج وسیع تر سیاسی اتحاد ہے سیاسی قائدین ذرا سوچیں امن قائم ہوگا تو سیاست بھی ہوگی موجودہ حالات میں تمام جماعتوں کو متحد ہو کر حالات کا سامنا کرنا ہوگا ایسے حالات میں ایم کیو ایم کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے اوپر لگنے والے تمام الزامات کا جواب کھلے دل سے دیں اگر انکے اندر کچھ کالی بھیڑیں ہیں وہ انکو پارٹی سے فارغ کریں کیونکہ اب ایم کیو ایم کراچی ، حیدرآباد یا ایک کسی ایک علاقے کی جماعت نہیں رہی بلکہ وہ ایک قومی جماعت بن چکی ہے مگر کراچی ایم کیو ایم کی بنیاد ہے اس لیے کراچی کے حالات کی ذمہ داری بھی انہیں پر آتی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کراچی میں عام آدمی کو سکھ کا سانس ملتا ہے ے اپھر کوئی نیا کھیل کھیلا

جائے گا -

دہشت گردی یا جہاد

دہشت گرد اعتدال پسند پشتونوں کو نشانہ بنا رہے ہیں اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ نقصان صوبہ خیبر پختونخوا کو اٹھانا پڑ رہا ہے، اس صوبے میں جہاں دیگر اہم سیاسی شخصیات کو نشانہ بنایا گیا وہاں دہشت گردوں کا بڑا ٹارگٹ عوامی نیشنل پارٹی بھی ہے۔اے این پی صوبے کی بڑی سیاسی جماعت ہونے کے ساتھ اسلام آباد میں وفاقی حکومت کی اتحادی اور پشاور میں حکمران جماعت بھی ہے۔ طالبان عسکریت پسندوں کی عوامی نیشنل پارٹی کے خلاف کارروائیوں کے دوران اے این پی کے رہنما و سینئر صوبائی وزیر بشیر احمد بلور کو بھی نشانہ بنایا گیا بشیر بلور نے اپنے نظریہ اور مقصد کی خاطر جان دیدی لیکن دہشت گردوں کے سامنے سر نہیں جھکے بشیر بلو seasoned سیاستدان اور آمریت کیخلاف آواز اٹھانے والے عمدہ انسان تھے ان کا نقصان پورے پاکستان کا نقصان ہے حالیہ دنوں میں اے این پی کے سربراہ اسفندیار ولی خان کے جلسے پر بھی خود کش حملہ کیا گیا، 2008 میں اقتدار سنبھالنے کے بعد اے این پی نے مالاکنڈ ڈویژن میں فعال عسکریت پسندوں سے مذاکرات شروع کیے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر مخالفت کے باوجود اس سیکولر پارٹی نے عسکریت پسندوں کے مطالبات تسلیم کیے تاہم

دہشت گردی کی کارروائیوں میں کمی نہ آئی جس پر عسکریت پسندوں کے خلاف آپریشن شروع کر دیا گیا۔ اس آپریشن کے رد عمل میں عسکریت پسندوں نے اے این پی کے کارکنوں اور ارکان پارلیمنٹ کو نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ جہاں اسفندیار ولی خان پر ناکام خود کش حملہ کیا گیا وہاں سینئر صوبائی وزیر بشیر احمد بلور سمیت تین ارکان پارلیمنٹ کو خود کش حملوں اور بم دھماکوں کا نشانہ بنایا گیا اور اب تک اس جماعت کے 550 سے زائد کارکنوں اور عہدیداروں کو شہید کیا جا چکا ہے، بشیر احمد بلور پشاور میں ایک جلسے پر حملے میں شہید ہو گئے۔

افغان جہاد کے دوران امریکی ڈالروں سے مجاہدین تیار کئے گئے اور دلیل یہ دی گئی کہ وہ روس کی سرخ آندھی کا مقابلہ کریں گے لیکن سرخ آندھی کو روکنے کیلئے ریگولر آرمی سے کیوں کام نہ لیا گیا مدرسوں اور مختلف علاقوں سے مجاہدین بھرتی کرکے ان کو ٹریننگ دی گئی جنہوں نے دس سال کی جنگ میں روس کو شکست دی لیکن اس کے بعد اس پرائیویٹ آرمی کو ختم نہیں کیا گیا یہ کمیٹڈ لوگ تھے ان کو آزاد چھوڑ دیا گیا اور پھر یہ دہشت گردی افغانستان سے پاکستان میں آ گئی اور اس تشدد نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا امریکہ کے کہنے پر کبھی مجاہدین اور اور کبھی ان مجاہدین کو دہشت گرد قرار دیا گیا اب افغانستان میں نیٹو، امریکا اور افغانستان کی

فوجیں موجود ہیں۔ یہ لوگ وہاں دہشت گردوں کا خاتمہ کریں اور اس کے ساتھ ہی پاکستانی عوام، فوج اور سکیورٹی کے ادارے ملکر یہاں سے دہشت گردی کے خاتمے کے لیے اقدامات کریں تبھی یہ ممکن ہو گا کہ اس پورے خطے سے دہشت گردی ختم ہو۔

عوامی نیشنل پارٹی کو ایسے وقت میں ٹارگٹ کیا جا رہا ہے جب پاکستان میں عام انتخابات کی تیاریوں کے سلسلے میں سیاسی جماعتیں عوامی رابطہ مہم شروع کر چکی ہیں۔ ایسے میں جہاں بشیر بلور کو خودکش حملے میں شہید کیا گیا وہاں چند روز قبل پارٹی کے سربراہ اسفندیار ولی خان کے اپنے آبائی حلقہ چارسدہ میں ہونے والے ایک جلسہ عام میں بھی دھماکہ کیا گیا، اے این پی کے جلسوں اور اجتماعات میں مسلسل بم دھماکوں اور خودکش حملوں کی وجہ سے عوامی شرکت کم ہو جائے گی۔ اگرچہ بشیر بلور کی شہادت کے بعد عوامی نیشنل پارٹی کی اکثریت عسکریت پسندوں سے مذاکرات اور بات چیت کے حق میں نہیں اور وہ وفاقی حکومت سے ان کے خلاف آپریشن کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن قبائلی علاقوں کے بعض لوگوں کا موقف اس سے مختلف ہے جبکہ خیبر ایجنسی سے تعلق رکھنے والوں کا خیال ہے کہ اگر امریکا اور نیٹو افغانستان کے طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لیے تیار ہیں، تو ہم ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔ بار بار آپریشن کی ہم حمایت نہیں کر سکتے۔ جنگ مسائل کا حل نہیں ہے اور طویل جنگ کے بعد بھی مسائل مذاکرات اور بات چیت سے ہی حل کرنا ہوں گے۔ واضح رہے کہ 2008 کے بعد دہشت گردی

کے خلاف جنگ کے دوران عسکریت پسندوں نے جہاں پاکستان بھر میں عوامی نیشنل پارٹی کے لوگوں نشانہ بنایا وہاں فروری 2012 تک دستیاب سرکاری اعداد و شمار کی رو سے 10 ہزار 168 افراد دہشت گردی کی کارروائیوں میں جاں بحق ہوئے۔ ان میں شہری، 1163 سکیورٹی اہلکار اور 5765 عسکریت پسند شامل ہیں۔ 3240

پاکستان میں آج تک جہالت اور پسماندگی کیخلاف جہاد نہیں کیا گیا مغرب کی ترقی وجہ جمہوریت اور اتفاق رائے ہے دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کیلئے جمہوری قوتیں متحد ہو جائیں پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنیوالوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں کیونکہ دہشت گردی سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہا معصوم ذہنوں کو ورغلا کر اپنے مقاصد کیلئے نا بالغ بچوں کو ہیومن بم کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے دہشت گردی کی روک تھام کیلئے سوچ تبدیل کرنے اور مذاکرات کی ضرورت ہے۔

قائد کا پاکستان اور چور اچکے

قائد اعظم کی قیادت میں بر صغیر کے مسلمانوں نے آزاد وطن کے لیے جد و جہد کی تھی اور انہیں یقین تھا کہ ان کی کوششوں کے نتیجے یں ایسی نظریاتی ریاست وجود میں آئے گی جو مدینہ جیسی ماڈل ریاست ہوگی مگر 65 سال گزرنے کے باوجود قائد اعظم محمد علی جناح کے خواب کو پورا نہیں کیا جا سکا اور پاکستان اسلامی ریاست نہیں بن سکا آج کا پاکستان ہمارے بزرگوں کے خوابوں کا عکاس نہیں ہے موجودہ حکمرانوں نے قائد اعظم کے سنہری اصولوں سے انحراف کرکے وطن عزیز کو کرپشن کی آماجگاہ بنا دیا ہے ہوشربا مہنگائی، بجلی و گیس کی لوڈ شیڈنگ اور قیمتوں میں بے تحاشا اضافے نے قوم کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ دہشتگردی، ڈراؤن حملوں اور بیرونی مداخلت کی وجہ سے ملکی سالمیت اور خود مختاری داؤ پر لگی ہوئی ہے، روشنیوں کا شہر کراچی قتل گاہ میں تبدیل ہو چکا ہے اور بلوچستان بدستور ناقص پالیسوں کے سبب سلگ رہا ہے ملک یں روزانہ ہونے والی کرپشن بارہ سے پندرہ ارب روپے تک پہنچ چکی ہے جبکہ ملک پر اندرونی اور بیرونی قرضوں کا حجم گزشتہ پانچ سالوں میں بڑھ کر دوگنا ہو گیا ہے۔ قوم تعلیم، صحت اور روزگار کی سہولتوں سے محروم ہے، بجلی اور گیس کے بحرانوں نے معیشت کا پہیہ جام کر دیا ہے ملک میں بدامنی کا راج ہے کسی کی جان و مال محفوظ نہیں ہے کراچی میں ٹارگٹ کلنگ معمول بن

۔چکی ہے ہر آنے والا دن مایوسی اور مشکلات و مصائب ساتھ لاتا ہے
موجودہ حکمرانوں 5 سال تک مفاہمت کے نام پر اقتدار میں رہے 5 سالوں میں ان کے جرائم کی فہرست طویل ہوچکی ہے اس عرصے میں پاکستان کی سلامتی، آزادی، خودمختاری اور وقار کو امریکہ کے ہاتھوں گروی رکھ دیا گیا ہے پاکستان کے نیوکلیئر اثاثوں پر قبضے کے لیے پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے شعیہ، سنی دیو بندی، بریلوی اور دیگر مکاتب فکر کے افراد کو ایک دوسرے سے لڑانے کی سازشیں کی جا رہی ہیں ملک کی اقتصادی صورت حال دگر گوں ہے، سی این جی کی قیمتوں کو کم کرنے کے لیے سپریم کورٹ نے فیصلہ سنایا مگر سی این جی مالکان اور حکومت مل کر سپریم کورٹ کے فیصلے کو سبوتاژ کر رہے ہیں کراچی پاکستان کا اقتصادی حب اور منی پاکستان ہے یہ پاکستان کے سر کا تاج ہے اس شہر کو فوجی اسٹیبلشمنٹ نے چھین کر قومیت کا نعرہ لگانے والوں کے حوالے کر دیا ہے کراچی کو بدامنی کی آماج گاہ بنا کر استعماری قوتوں کے ایجنڈے کو پورا کیا جا رہا ہے بلوچستان پاکستان کا حساس علاقہ ہے مگر یہ صوبہ جل رہا ہے نواب اکبر بگٹی کے قاتل پرویز مشرف پر قتل کا مقدمہ درج کرنے کے بجائے حکمرانوں نے اسے پروٹوکول دے کر روانہ کر دیا ملک میں شفاف اور غیر جانبدرانہ انتخابات ناگزیر ہو چکے ہیں بحرانوں میں گھری پوری پاکستانی قوم آج پھر قائد اعظم محمد علی جناح جیسی مخلص اور دیانتدار قیادت کی منتظر ہے

جو ان کو مسائل سے نجات دیگر ترقی یافتہ اقوام کی صف میں کھڑا کر دے۔ ملک بچانے کے لئے آج اسی جذبے کی ضرورت ہے جس کا مظاہرہ قیام پاکستان کے لئے کیا گیا۔
قائداعظم کے اصولوں کو اپنا کر کے ہی ہم انہیں صحیح معنوں میں خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں آخر میں فرحت عباس شاہ کی ملکی صورتحال پر ایک غزل آپ بھی پڑھیں اور موازنہ کریں۔

ایم این اے ،ایم پی اے تے شہہ زورا چکے
ملک اساڈا لٹ کے لے گئے چورا چکے
میڈیا، پلس، عدالتاں، راٹھ تے افسر شاہی
کافی نے یا دساں ہالے ہورا چکے
خود کش حملے ، بھکھ ،ڈرون، قنون تے بھتے
چارے پاسیوں کھچ کے رکھدے ڈورا چکے
اکھ جھپکی تے شہر دی تھاں ویراناں سی
چھڈ گئے کاں تے چک کے لے گئے مورا چکے
اسی سیاستدان سمجھ کے بیٹھے آں
حالانکہ ایہہ سارے صرف نے چورا چکے۔

2012ء اور عوامی قبرستان

غریب عوام کی امیدوں کا ایک اور سال ختم ہو رہا ہے اس گذرنے والے سال 2012 ء میں بھی کروڑوں پاکستانیوں نے اپنے بہتر مستقبل کی امیدیں لگا رکھی تھی مگر وہی ہوا جو آج تک ہوتا آ رہا ہے اور اس سال بھی پاکستانی قوم کی امیدوں کا ایک بہت بڑا عوامی قبرستان بن گیا پہلے ایک نسل تباہ و برباد تھی اب دوسری نسل بھی اسی میں دفن ہو رہی ہے ایک کے بعد دوسری نسل بھی بھوک ، غربت ،افلاس،جہالت اور قرض کی دلدل میں ڈوب چکی ہے جسکو نکالنے والا بھی کوئی نظر نہیں آ رہا آخر یہ غریب اور مفلوک الحال پاکستانی کہاں جائیں جنکے پاس بیماری میں علاج کی استطاعت بھی نہیں کیا انکا مستقبل ہمارے آج کے حکمران اور انکے وارث سنواریں گے جن کے دور اقتدار میں نہ ملک میں روزگار کے زریعے ہیں اور نہ گھروں میں روٹی پکانے کیلیے گیس جبکہ ہر سیاسی جماعت ایک دوسرے پر الزام لگا کر عوام کو بیوقوف بنا رہی ہے اگر ہماری سیاسی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایک بات بڑی واضح ہو جاتی ہے کہ تین سو سالہ دورغلامی کے دوران انگریز نے اپنی خوبی تو کوئی بھی ہمارے اندر نفوذپزیر نہیں ہونے دی لیکن اپنی خباثتیں ساری کی ساری چھوڑ گیااور ایک بہت موثر طبقہ ہمارے درمیان باقی رکھ گیاجو آج تک اسی کا ذہنی غلام ہے اور اسی کی تہذیبی و ثقافتی باقیات سے چمٹا ہوا ہے مغربی تہذیب

کا دلدادہ یہ طبقہ ہمارے درمیان رہ کر میر جعفر و میر صادق کا کردار ادا کرنے والا دو قومی نظریے سے منحرف طبقہ ہے جس کے پنجے آج تک ہماری نسلوں کی گردنوں پر پیوست ہیں اور ہمارا خون نچوڑ کر اپنے آقاؤں کا دوزخ بھرنے اور ہمیں سود کی دوزخ میں جلانا چاہتا ہے پاکستان کو قائدِ اعظم محمد علی جناح کے خواب کی تعبیر کے مطابق استحصال، نا انصافی، طبقاتی تضاد، معاشرتی ناآسودگی، جرائم سے پاک فلاحی و ترقی یافتہ ریاست بنانے اور عوام میں پاکستانی ہونے کا فخر پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے اس ملک میں کرپشن سے پاک باکردار قیادت کی حکمرانی کو یقینی بنایا جائے اور پاکستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ پاکستان کی تمام روایتی قیادتیں اور سیاسی جماعتیں کرپشن میں بھی ملوث رہی ہیں اور معاشرے میں طبقاتی تضاد کو بھی فروغ دیتی رہی ہیں ملک کے غریب عوام بھوک سے مر رہے ہیں اور لیڈر اقتدار کی رسہ کشی میں مصروف ہیں پاکستان کا ایٹمی پروگرام امریکہ کا ہدف ہے ملک خون میں نہا رہا ہے اور لیڈر مصلحتوں کا شکار ہیں پاکستان دہشت گردی کی جنگ میں اسی ارب ڈالر اور چالیس ہزار جانوں کا نقصان برداشت کر چکا ہے استحصال کا مقابلہ استدلال سے کرنا ہوگا غریب کش نظام ختم کرکے ہی حقیقی جمہوریت لائی جا سکتی ہے مغربی جمہوریت نے ملک و قوم کو کچھ نہیں دیا ماضی اور حال کی حکومتوں نے پاکستان کو بازیچہ اطفال بنا دیا ہے

ظلم و جبر، ناانصافی اور استحصال کے خاتمہ ہی پُرامن اور خوشحال پاکستان

کی تشکیل کا باعث ہے انسانی حقوق کے عالمی منشور کے مطابق تعلیم ہر فرد کا بنیادی حق ہے اور مفت تعلیم و صحت ، رہائش ، خوراک ، روزگار کے مواقع ، فنی و پیشہ ورانہ تعلیم ، سمیت ضروری معاشرتی مراعات جیسی بنیادی ضروریات کی عوام کو فراہمی حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن پاکستان میں عوام کو ان میں سے ایک بھی سہولت حکومتی سطح پر میسر نہ ہونا ظلم وزیادتی کے مترادف ہے بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کرنے سے ہی ایک ماڈل معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے ہمارے معاشرتی مسائل میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے لیکن حکومتیں اور انسانی حقوق کی تنظیمیں معاشرے سے ظلم و جبر اور ناانصافی کا خاتمہ کرنے میں ناکام رہی ہیں اور عام آدمی کا استحصال بڑھتا جارہا ہے اس ضمن میں این جی اوز اور سول سوسائٹی کو اہم کردار ادا کرتے ہوئے حقیقت پسندانہ موقف اختیار کرکے انسانی حقوق سے متعلق شعور اور آگہی پیدا کرنے کی اپنی سی کوشش کرنی چاہیے مثبت رویوں کی نشونما ، عزت ، احترام ، انصاف اور مساوات پر مبنی رویے کی تشکیل ، معاشی تنگدستی اور ذہنی پسماندگی کے خاتمے ، تعلیمی و رہائشی سہولیات کی فراہمی اور عزتِ نفس کی بحالی کیلئے اخلاقی و ضروری اقدامات ہی ہماری تعلیمی ، تہذیبی ، معاشی اور معاشرتی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں -

بینظیر بھٹو شہید کی برسی پر صدر آصف علی زرداری کی طرف سے شفاف انتخابات کا

اعلان ایک خوش آئند بات ہے مگر صرف نگران سیٹ اپ کے لئے ن لیگ کو اعتماد میں نہ لیا جائے بلکہ پارلیمنٹ کے باہر بھی اپوزیشن جماعتوں کو اعتماد میں لے کر نگران سیٹ اپ تشکیل دیا جائے تاکہ دنیا کو بھی معلوم ہو سکے کہ ملک میں ایک غیر جانبدار نگران سیٹ اپ آیا ہے اور اسی طرح شفاف انتخابات یقینی بنائے جا سکتے ہیں جبکہ بلاول بھٹو کی پڑھائی کے فوراً بعد انہیں پارٹی کی چیئرمین شپ دینا مورثی سیاست کو اجاگر کرنے کی ہی پالیسی ہے جو کہ جمہوریت کے لئے خطرہ ہے بلاول بھٹو زرداری ابھی جوان ہیں اور انہیں اپنے والد کی طرح اداروں سے ٹکراؤ کی پالیسی کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے بلاول بھٹو کو سپریم کورٹ کی بجائے اپنی حکومت، وزیراعظم اور صدر سے معلوم کرنا چاہیے کہ ان کی والدہ کے قاتلوں کو گرفتار کیوں نہیں کیا گیا پرویز مشرف بارے خود بلاول نے کہا کہ وہ ان کی والدہ کے قاتل ہیں تو ان کے خلاف کیوں کارروائی نہیں کی جاتی بے نظیر بھٹو کے قاتل اس لئے گرفتار نہیں کئے جا رہے ہیں کیونکہ جن لوگوں کو بے نظیر بھٹو شہید نے اپنی زندگی میں ہی اپنا قاتل نامزد کر دیا تھا انہیں صدر زرداری نے حکومت میں شامل کرکے اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے اس وقت ملک میں دہشتگردی، ٹارگٹ کلنگ کا بازار گرم ہے بلوچستان جل رہا ہے مگر حکومت کو کوئی پرواہ نہیں ہے اس بارے بھی بلاول بھٹو زرداری کو پیپلز پارٹی کی حکومت سے استفسار کرنا چاہیے تھا-

لوٹ مار کا کھیل

گذشتہ روز لاہور میں کھانسی کا سیرپ پینے سے درجنوں ہلاکتیں ہوئی اور ابھی ان ہلاک ہونے والوں کی قبروں کی مٹی خشک بھی نہیں ہوئی کہ دسمبر کے آخری دنوں میں ایک بار پھر وہی کھانسی کا شربت پینے سے ٹوبہ ٹیک سنگھ اور گوجرانوالہ میں مزید افراد ہلاک ہوگئے گوجرانوالہ میں ایک روز ہی 21 متاثرہ افراد کو ہسپتال میں علاج کیلئے لایا گیا جن میں سے 17 افراد جان سے گئے جبکہ پاکستان کے سرکاری ہسپتالوں میں تو پہلے ہی حالت یہ ہے کہ مریضوں کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے ان سرکاری ہسپتالوں میں آنے والے مریضوں کا بچ نکلنا بھی انہی کی ہمت ہے ورنہ تو یہاں کے ہسپتالوں میں ڈکٹیٹرشپ قائم ہے اور سب سے بڑھ کر سرکاری ہسپتالوں کے شعبہ ایل پی (لوکل پرچیز) میں بھی لوٹ مار کا سما ہے ایک کلرک سے لیکر میڈیکل سٹور اور پھر اوپر تک سب ہی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے ہیں مستحقین کیلیے دوائی برائے نام جبکہ اپنوں کیلیئے ہر ادائے بے نیاز اس کے ساتھ ساتھ کمیشن مافیا نے اپنے پنجے یہاں بھی گاڑر کھے ہیں ایسی ایسی ادویات جو عام مارکیٹ میں سستے داموں ستیاب ہیں مگر وہی دوائی جب ہسپتال خریدتا ہے تو کئی گنا زیادہ قیمت پر جسکا سب کو علم ہونے کے باوجود بھی خاموشی کا سماں ہے اس لیے تو گذشتہ روز کرپشن کی جو رپورٹ سامنے آئی ہے اس

سے پتا چلتا ہے کہ پاکستان کا کوئی بھی محکمہ اس لوٹ مار سے پیچھے نہیں ہے جبکہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں سالانہ پانچ ہزار ارب روپے کی کرپشن کی جارہی ہے تقریباً 13 ارب کی ہر روز کرپشن ہو رہی ہے آج ہر پاکستانی بڑا ہو چھوٹا ہو بوڑھا ہو جوان ہو بچہ ہو پاکستان میں رہتا ہو یا بیرون ملک میں رہتا ہو 70 ہزار فی کس کے حساب سے قومی قرضے میں ڈوبا ہوا ہے۔میاں محمد نواز شریف کے سابقہ دور میں ملکی جی ٹی پی گروتھ GTP قرضہ 39 بلین ڈالر تھا جو آج بڑھا کر 62 بلین ڈالر ہو گیا ہے۔ پرسن تھی آج 2 پرسن ہو گی ہے۔ کرپشن پر قابو پانے کی بجائے حکومت اور اس کی 3.1 اتحادی آئندہ الیکشن میں جیتنے کے لیے اپنے ساتھیوں کو ہر طرح کی کرپشن کرنے کی کھلی چھٹی اور لامحدود اختیارات دے رکھے ہیں۔بے نظیر بھٹو کے قتل کو پانچ سال بیت گئے ہیں۔تحقیقات کے نام پر قومی خزانے سے اربوں روپے کی خطیر رقم خرچ کرنے کے باوجود بھی کیس اپنے منطقی انجام کو نہیں پہنچ سکا۔ بے نظیر قتل کیس کے پانچ سال کا جائزہ لیا جائے تو صرف دو ہی کارنامے نظر آتے ہیں سابق صدر پرویز مشرف کی بطور ملزم نامزدگی اور دو پولیس افسران سمیت سات ملزمان کی گرفتاری اقوام متحدہ سے بھی معاملے کی چھان بین کروائی گئی لیکن وہ بھی بے نتیجہ رہیں۔فروری دو ہزار گیارہ کو ایف آئی نے چالان میں پرویز مشرف کو ملزمان کی فہرست میں شامل کرکے عدالت سے گرفتاری کی درخواست کی تاہم انٹرپول نے ان کے وارنٹس کو سیاسی قرار دے کر تعمیل سے انکار کر دیا۔بے نظیر

کیس میں ابتک پانچ ملزمان گرفتار ہوئے ۔بیت اللہ محسود سمیت چھ ملزمان مارے جا چکے اور سترہ شہادتیں قلمبند ہوئی ہیں۔ ملزمان کے وکیل خرم قریشی کا کہنا ہے کہ ابھی تک تحقیقات مکمل نہیں ہوئی ٹرائل کیسے مکمل ہو سکتا ہے۔بے نظیر کے قاتل کون ہیں اور اس کیس کے اصل محرکات کیا ہیں ان سوالوں کا جواب پانچ سال میں بھی نہیں مل سکا ۔آئندہ الیکشن میں پاکستان پیپلز پارٹی کو شہید بے نظیر بھٹو کی وجہ سے ووٹ نہیں ملیں گے کیوں کے پچھلے پانچ سالہ دور میں روٹی ،کپڑا، مکان کے کھوکھلے نعروں سے عوام کو بے وقوف بنانے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔ کھربوں روپے کی تاریخ ساز کرپشن کرکے قومی خزانے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ ملکی معیشت کو مفلوج بنا کر غریب عوام کو مہنگائی لوڈ شیڈنگ ،لوٹ کھسوٹ ،بے روزگاری ، غربت و افلاس ،بدامنی ، کرپشن جیسے تحفوں، سے نوازا۔ حکمرانوں کی ناقص پالیسوں کی وجہ سے آج پاکستان کرپشن میں 33 نمبر پر آگیا ہے۔یہ کرپشن دیمک کی طرح ملک کی ترقی ، معیشت اور جمہوریت کو کھوکھلا کرتی جارہی ہے یہ سب سیاسی جماعتوں ییں موجود کرپٹ سیاست دانوں کی وجہ سے ہے جو پارٹیاں بدل کر اپنے آپ کو احتساب سے بچانے کے لیے ہمیشہ اقتدار کی حامل جماعت میں ہی رہتے ہیں۔ کرپٹ مافیا اپنے اثر و رسوخ کے باعث پاکستان کی ہر برسر اقتدار پارٹی کی مجبوری بن جاتا ہے جس سے سماجی برائیاں عام ہوتی ہیں ، جمہوریت غیر مستحکم ہوتی ہے اور معیشت سست روی کا شکار ہو جاتی ہے ان سب حقیقتوں کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

-پاکستان میں ہر طرف لوٹ مار کا کھیل اب کھل کر کھیلا جا رہا ہے

کیانی کی تشویش اور کرکٹ ٹیم کی جیت

چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق کیانی اور سیکرٹری دفاع کے بالترتیب یہ بیانات کہ پاکستان کے لیے خطرات کئی گنا بڑھ گئے ہیں ہمارا مقابلہ ایسے دشمن سے ہے جس کی واضح شکل نہیں ہے امریکہ اور برطانیہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے مخالف اور امریکی سی آئی اے پاکستان میں خفیہ آپریشنز کے لیے غیر ملکی ایجنٹوں کو استعمال کرتی ہے اور سی آئی اے کے ایجنٹ پورے ملک میں موجود ہیں امریکہ بھارت اور اسرائیل واضح صورت میں پاکستان کے دشمن ہیں جس کی حقیقت سب پر عیاں ہے اور پاکستان میں دہشتگردی ، لاقانونیت ، بدامنی پھیلانے کے نیٹ ورک کا روح رواں امریکہ ، اس کی خفیہ تنظیم سی آئی اے اور بدنام زمانہ بلیک واٹر کے ایجنٹوں کا ہاتھ ہے اب ہمارے حکمرانوں ، سیکورٹی فورسز ، قانون نافذ کرنے والے اداروں ، پالیسی سازوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں بلوچستان میں سی آئی اے اپنے مکروہ ایجنڈے کی تکمیل کے لیے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعے قومی یکجہتی اور ملکی استحکام کو پارہ پارہ کرنے پر تلی ہے بلوچستان میں شورش زدہ حالات پیدا کرنے کے پیچھے بھی امریکہ ، بھارت اور اسرائیل ملوث ہیں اور اب قومی سلامتی کے ذمہ داروں اور سیکیورٹی ایجنسیوں کے پاس تمام تر ثبوت ہونے کے باوجود "سی آئی اے" "بلیک واٹر" "را" اور" موساد "کے ایجنٹوں کے

خلاف کاروائی نہ ہونا تشویشناک ہے حکومت اب دہشتگردی کی نام نہاد جنگ کا حصہ دار میں امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی کی صف سے باہر آ جائے اور امریکہ سے کہہ دے کہ ہم مزید آپ کے لیے ملک کو تباہ نہیں کر سکتے۔ جبکہ قوم کا اس بات پر پہلے دن سے ہی اتفاق ہے کہ امریکہ پاکستان کا کھلا دشمن ہے لیکن سیکولر، لادین، نام نہاد انسانی حقوق کی پروردہ تنظیمیں اور حکمران طبقہ امریکہ کی وکالت اور وفاداری میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں لگے ہوئے ہیں۔

سیاسی باتوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوم کے لیے ایک خوشی کی خبر یہ بھی ہے کہ قومی کرکٹ ٹیم نے پہلے ون ڈے میں بھارتی کرکٹ ٹیم کو 6 وکٹوں سے شکست دیتے ہوئے تین ایک روزہ میچز پر مشتمل سیریز میں ایک صفر سے برتری حاصل کر لی پاکستان اور بھارت کی کرکٹ ٹیموں کے درمیان ایک روزہ سیریز کا پہلا میچ اتوار کے روز چنائی میں کھیلا گیا جس میں پاکستان نے ٹاس جیت کر فیلڈنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان کی جانب سے پہلے کھیلنے کی دعوت ملنے کے بعد بھارت نے مقررہ پچاس اوورز میں چھ وکٹوں کے نقصان پر 227 رنز بنائے اور پاکستان کو جیتنے کے لئے 228 رنز کا ہدف دیا۔ بھارت کے پہلے 5 کھلاڑی صرف 29 کے مجموعی سکور پر پویلین لوٹ گئے جس کے بعد بھارتی کرکٹ دباؤ میں آ گئی۔ بھارتی کرکٹ ٹیم کو پہلا نقصان اس وقت اٹھانا پڑا جب ٹیم کا سکور 17 رنز تھا

۔ پہلے آؤٹ ہونے والے کھلاڑی سہواگ تھے انہیں جنید خان نے بولڈ کیا۔ بھارتی کی دوسری وکٹ بھی 17 کے رنز پر گری۔ دوسرے آؤٹ ہونے والے کھلاڑی گھمبیر تھے انہیں محمد عرفان نے بولڈ کیا۔ 19 کے مجموعی سکور بھارتی کرکٹ ٹیم کی تیسری وکٹ گری گئی ۔ تیسرے آؤٹ ہونے والے کھلاڑی کوہلی تھے وہ بھی جنید خان کی تباہ کن باؤلنگ کا سامنا نہ کرسکے اور بولڈ ہوگئے۔ 20 کے مجموعی سکور پر یوراج سنگھ بھارت کے چوتھے آؤٹ ہونے والے کھلاڑی تھے جنہیں جنید خان نے ہی بولڈ کیا۔ 29 رنز پر آر جی شرما بھارت کے 5 ویں آؤٹ ہونے والے کھلاڑی تھے، وہ بھی جنید خان کی بال پر کیچ آؤٹ ہوئے۔ بھارت کے پہلے 5 کھلاڑیوں میں سے کوئی بھی کھلاڑی ڈبل ہندسے کا سکور نہ بناسکا۔ بھارت کے چھٹے آؤٹ ہونے والے کھلاڑی سریش رائنا تھے جنھوں نے 43 رنز کی اننگز کھیلی، انہیں محمد حفیظ نے بولڈ کیا۔ 6 کھلاڑی آؤٹ ہونے کے بعد مہندر دھونی نے ٹیم کی پوزیشن مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔انھوں نے ایک سو پچیس گیندوں میں 113 رنز بنائے اور آؤٹ نہیں ہوئے۔ ان کا ساتھ روی چندرن ایشون نے دیا جنھوں نے 39 گیندوں اکتیس رنز بنائے۔ ان دونوں کھلاڑیوں نے ساتویں وکٹ کی شراکت میں 125 رنز بنائے۔ بھارت اننگز میں پاکستان بولرز جنید خان اور محمد عرفان نے شاندار بولنگ کا مظاہرہ کیا۔ بھارتی بیٹسمین ان دونوں بولرز کو نہیں کھیل سکے اور بھارت کے پہلے چار کھلاڑی کلین بولڈ ہوئے۔ پاکستان کی جانب سے محمد عرفان نے ایک ، جنید خان نے 4 اور محمد حفیظ نے

ایک بھارتی کھلاڑی کو آؤٹ کیا۔ پاکستان کی جانب سے اننگز کا آغاز محمد حفیظ اور ناصر جمشید نے کیا دو سو اٹھائیس رنز کے ہدف کے تعاقب میں پاکستان کو پہلی گیند پر ہی اس وقت نقصان اٹھانا پڑا جب اپنا پہلا ون ڈے کھیلنے والے بھوونیشور کمار نے اننگز کی پہلی ہی گیند پر محمد حفیظ کو کلین بولڈ کر دیا۔ نئے آنے والے کھلاڑی اظہر علی تھے لیکن وہ بھی زیادہ دیر تک وکٹ پر نہ ٹھہر سکے اور 21 کے مجموعی سکور پر 9 رنز بنا کر کمار کی بال پر کیچ آؤٹ ہوگئے۔ اس کے بعد پاکستان کو ایک مضبوط پارٹنر شپ کی ضرورت تھی جس کی کمی کو ناصر جمشید اور یونس خان نے پورا کیا۔ دونوں کھلاڑیوں کی ذمہ درانہ بیٹنگ کی بدولت پاکستان بھارت کے خلاف 228 رنز کا ہدف حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

پاکستان کے تیسرے آؤٹ ہونے والے کھلاڑی یونس خان تھے جنہوں نے 58 رنز بنائے اور وہ 133 کے مجموعی سکور پر دندا کی بال پر کیچ آؤٹ ہوئے۔ یونس کے بعد ناصر جمشید کا ساتھ دینے کے لئے نئے آنے والے کھلاڑی ٹیم کے کپتان مصباح الحق تھے لیکن ایک مرتبہ پھر سے وہ کوئی متاثر کن کارکردگی نہ دیکھا سکے اور 16 رنز بنا کر 174 کے مجموعی سکور پر شرما کی بال پر بولڈ ہوگئے۔ اس کے بعد ناصر جمیشد اور شعیب ملک نے پاکستانی کشتی آہستہ آہستہ آگے۔بڑھائی 48.1 اوورز میں 228 رنز کا ہدف پورا کرلیا۔ شعیب ملک 34 اور ناصر جمیشد 101 رنز بنا کر ناٹ آؤٹ رہے۔

نئے سال کا حکومتی ٹیکہ اور بیمار عوام

حکومت کی طرف سے پاکستانی عوام کو نئے سال کا تحفہ گیس کی قیمت میں 7 روپے سے 38 روپے تک اضافہ مبارک ہو جبکہ بیمار گھریلو صارفین کو 12.28 کا حفاظتی ٹیکہ بھی لگا دیا گیا، مساجد، امام بارگاہوں و دیگر مذہبی مقامات کا ٹیرف بھی گھریلو صارفین کے برابر کر دیا گیا، انفراسٹرکچر ٹیکس میں کوئی ردوبدل نہیں کیا گیا جبکہ کھاد کے کارخانوں کے لئے گیس بطور خام استعمال کئے جانے پر سات روپے 14 روپے اضافہ کیا گیا، نئی قیمت 123 روپے 41 پیسے ہو گی۔ کمرشل صارفین کے لئے گیس 36 روپے 83 پیسے مہنگی ہو گئی ہے اور نئی قیمت 636 روپے 83 پیسے مقرر کی گئی ہے، صنعتوں کے لئے گیس 28 روپے مقرر و گی۔ سی این جی اسٹیشنز کے لئے گیس کی قیمت میں 37 روپے 97 پیسے اضافہ کیا گیا ہے نئی قیمت 656 روپے 52 پیسے مقرر کی گئی ہے، اسی طرح نجی و سرکاری بجلی گھروں کے لئے گیس کی قیمت میں 28 روپے 23 پیسے اضافہ کیا گیا ہے اور نئی قیمت 488 روپے 23 پیسے مقرر کی گئی ہے، گیس کی نئی قیمتوں میں انفراسٹرکچر ٹیکس میں کوئی رد وبدل نہیں کیا گیا۔

حکومت کے گزشتہ چار سالوں کی طرح 2012 بھی پاکستان کے عوام کی زندگیوں میں محرومیوں کے سواء کچھ نہیں لاسکا حکومت کی جانب سے عوام پر بار بار پٹرول

اورڈیزل کی قیمتوں میں اضافے کا بم چلایا جاتا رہا اور ضروریات زندگی کی قیمتوں میں
صرف ایک سال کے دوران 22.5 فیصد اضافہ ہوا جس سے غربت کی لکیر سے نیچے
زندگی بسر کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا کمزور خارجہ اور داخلہ پالیسیوں کی وجہ
سے عوام کو معاشی مسائل کے ساتھ ساتھ اپنی عزت اور جان ومال کے تحفظ کے
حوالے سے بھی زیادہ مسائل کا سامنا رہا دہشتگردی کے جن کو قابو میں لانے کے لئے
پارلیمانی قراردادوں پر عمل درآمد نہ کیا گیا جس کی وجہ سے ڈرون حملوں ،ٹارگٹ کلنگ
سے قتل وغارت گری اور قیمتی انسانی جانوں کا ضیاع پہلے سے کہیں زیادہ
ہوا اور سینکڑوں گھروں کے چراغ بجھا دیئے گئے جن کے لواحقین کو پوچھا تک نہ گیا
2012ء میں حکمرانوں کی عدم توجہی اور کرپشن کی وجہ سے سرمایہ کاروں نے پاکستان کا
رخ کرنا بھی چھوڑ دیا اور جو تھوڑے بہت گزشتہ ادوار سے موجود تھے انکی بڑی تعداد اپنا
سرمایہ بیرون ملک منتقل کرنے پر مجبور ہو گئے ملک میں جاری توانائی بحران کی وجہ سے
نجی شعبہ سے 40 ارب سے زائد کا سرمایہ پاکستان سے دوسرے چھوٹے ممالک میں منتقل
کیا گیا لیکن حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی ،سرمایہ کاروں کو واپس لانا تو
درکنار ملک میں موجود سرمایہ کاروں کو اپنا کاروبار جاری رکھنے کے لئے کوئی پالیسی تک
نہ بنائی جا سکی جبکہ اس سے بڑا ستم کیا ہو سکتا ہے کہ ٹیلی کمیونیکیشن اور بینکنگ کے شعبے
سے بھی اربوں ڈالرز کا سرمایہ بیرون ملک منتقل کر دیا گیا جس سے پڑھے لکھے لوگوں کی
بڑی تعداد روزگار سے محروم ہو گئی 2013ء میں ایک بار پھر عوام بہتری کی امید لگائے

بیٹھے ہیں مگر بدقسمتی سے بعض عناصر ان انتخابات اور پوری جموری عمل کو بھی مشکوک کردینے کے درپے ہیں۔

نئے عیسوی سال میں بروقت، آزادانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات کا انعقاد عوام کے لئے خوشحالی اور خوشیاں لائے گا نئے سال کے آغاز کے موقع پر ہمیں یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم معاشرے سے فرقہ واریت، عدم برداشت اور دہشت گردی کے خاتمے کے لئے متحد ہو کر پاکستان کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔

انہوں نے کہا کہ نیا سال اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ قوم کو پانچ سال کے انتظار کے بعد اپنے نئے نمائندے منتخب کرنے کا موقع مل رہا ہے ملک اور قوم کے لئے الیکشن 2013 انتہائی اہم ہیں۔ کیونکہ جمہوری معاشروں میں آزادانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات ہی مثبت تبدیلی اور ملک کے استحکام کی ضمانت ہوا کرتے ہیں۔ قوم مقررہ وقت پر الیکشن کے لئے پرعزم ہے اور الیکشن کا انعقاد انشاءاللہ ہر حال میں ہوگا۔ نواز شریف نے مزید کہا کہ مقررہ وقت پر آزادانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات نئے سال کا عوام کے لئے بہترین تحفہ ہوگا۔

گذشتہ روز وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات قمر زمان کائرہ نے اواری ہوٹل لاہور میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ پیپلزپارٹی کو ڈاکٹر طاہر القادری ے اان

کی جماعت سے کوئی خطرہ نہیں،ایم کیو ایم ہماری اتحادی ضرور ہیں لیکن وہ ہر کام دائرہ اختیار میں رہ کر کررہے ہیں اور ڈاکٹر طاہر القادری جو اصلاحات چاہتے ہیں اپنی تجاویز دیں لیکن آئین سے باہر کوئی کام نہ کریں۔

بے بسی

پاکستان میں ایک طرف عوام بم دھماکوں کی نظر ہو رہی ہے تو دوسری طرف علاج معالجہ کی سہولیات نہ ہونے کے باعث بیماریوں کے ہاتھوں بے بسی کے ساتھ موت کے منہ میں جارہی ہیں مگر حکومت خاموشی سے تماشہ دیکھ رہی ہے یہ نام نہاد عوامی خادم اپنا علاج سرکاری خرچ پر اور وہ بھی بیرون ممالک سے کروانا اپنا فرض سمجھتے ہیں مگر عوام کا کوئی پرسان حال نہیں ہے ہر طرف ایک ڈرامہ چل رہا ہے جس میں مختلف اداکار اپنا اپنا رول ادا کررہے ہیں اب حکومتی جماعتیں بھی اپنے خلاف لانگ مارچ کریں گی مگر سب سے پہلے تین بچوں کے باپ کی ہلاکت کا ذکر جو پولیس کالج سہالہ میں زیر تربیت تھا اور اسے اپنا علاج کروانے کیلیے بھی چھٹی نہ مل سکی اے ایس آئی ایڈوانس کورس کرنے والا اوکاڑہ کا رہائشی حسن عسکری 18 مارچ 2012ء سے سہالہ میں زیر تربیت تھا جو چند روز قبل خسرے کی بیماری میں مبتلاء ہوگیا اور سرکاری محکموں کی روایتی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے زیر تربیت جوان کو علاج معالجہ کی سہولت فراہم نہیں کی گئی جبکہ حسن عسکری کئی دنوں سے چھٹی مانگ رہا تھا لیکن اسے چھٹی بھی نہیں دی گئی کہ وہ تربیتی مشق کے دوران گرگیا جسے ہسپتال منتقل کیا جارہا تھا لیکن وہ دم توڑ گیا کیسا گھٹیا اور کینسر زدہ اس ملک کا نظام ہے کہ جہاں پیسے کے زور پر ہر چیز ممکن

بن جاتی ہے پیسے دیں اور پھر کہیں جانے کی ضروت نہیں پڑتی آپ کی حاضریاں خود بخود لگنا شروع ہو جاتی ہیں پیسے دیں بغیر کورس کیے گھر بیٹھے ترقیاں لیں پیسے دیں اور من پسند جگہ ڈیوٹی لگوائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر آپ کے پاس پیسہ ہے تو آپ اس ملک کے حکمران بھی بن سکتے ہیں یہاں ہر چیز بک رہی ہے بس خریدار نہیں ملتااور جو مناسب دام لگاتا ہے وہ خرید لیتا ہے اور غریب عوام ایسے ہی ان لٹیروں کے آگے بے بس رہے گی جن کی آنے والی نسلیں بھی منہ میں سونے کا چمچ لیکر پیدا ہوتی رہے گی اور اس ملک کی حکمرانی بھی انکے مقدر میں لگ دی گئی ہے تاکہ وہ بھی اس عوام پر آکر اپنے حکمرانی کے شوق پورے کرلیں اب تھوڑا سا ذکر لانگ مارچ کا بھی کہ جس میں حکومتی جماعتیں بھی اپنے خلاف لانگ مارچ کریں گی عوام کو کتنے سیدھے اور سادے طریقے سے بیوقوف بنا دیا جاتا ہے اور پتا بھی نہیں چلتا ایم کیو ایم حکومت کی سب سے بڑی اتحادی ہے سندھ کشمیر اور مرکز میں حکومت کی اتحادی ہے جبکہ مسلم لیگ ق کے پرویز الہی ڈپٹی وزیر اعظم ہیں اور مرکز میں انکی جماعت کی اتحادی ہے اور وہ بھی اپنے خلاف اس ڈرامائی لانگ مارچ میں شامل ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ درون پردہ اس لانگ مارچ کی حمایت میں پیلپز پارٹی اور ن لیگ بھی شامل ہیں اس لانگ مارچ میں ہر جماعت اپنے اپنے ایجنڈے پر کام کرے گی حکومت میں شامل جماعتیں اپنے تحفظ کے لیے کام کریں گی اور جو حکومت سے باہر ہیں وہ اس چکر میں ہونگی کہ اگر تو قبضہ ہو جائے تو یہ سب سے بہتر ورنہ آنے والے

سیٹ اپ میں کوئی نہ کوئی حصہ ہی مل جائے جبکہ اہلسنت والجماعت نے بھی 11 جنوری سے اپنے لانگ مارچ شیڈول کا اعلان کردیا جنوری شروع ہو چکا ہے اور سب کھلاڑی تیار بیٹھے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ کس کے ہاتھ میں کیا آتا ہے اور عوامی نمائندے اب عوام کا کیا نچوڑیں گے ۔

پاکستان نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی صدارت سنبھال لی اور مسعود خان کونسل کے سربراہ کی حیثیت سے کام کریں گے 21 جنوری کو "اقوام متحدہ اور امن کا قیام کثی جہتی حل" بارے کھلی بحث ہوگی اور وزیراعظم راجہ پرویزاشرف اس سیشن کی صدارت کیلئے خصوصی طورپر نیویارک کا دورہ کرینگے جبکہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون سلامتی کونسل کو امن کے قیام کیلئے آپریشنز بارے بریفنگ دیں گے گزشتہ دس سالوں سے پاکستان چونکہ اقوام متحدہ کے مختلف ممالک میں امن مشنز میں سب سے زیادہ سیکورٹی اہلکار دینے والا نمایاں ملک ہے اس لیے امن مشنز کے مسلسل موثر ہونے اور ان کی کامیابی میں پاکستان کی دلچسپی بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اس سلسلہ میں پاکستان کو یقین ہے کہ سلامتی کونسل کی عالمی امن کے قیام بارے کھلی بحث میں عالمی برادری کے اجتماعی موثر کردار سے عالمی امن کے قیام کی کوششوں کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی دہشت گردی پر قابو پانے کیلئے جامع حل پر غور وخوض کیلئے 15 جنوری کو بھی وزارتی سطح کی کھلی بحث کا پروگرام بنایا گیا ہے پاکستان کو توقع ہے کہ اس

بحث سے عالمی دہشتگردی سے لاحق مسلسل خطرات اور چیلنجز پر قابو پانے اور اس لعنت کے خاتمے کیلئے یکجا اور جامع جوابی کارروائی پر عمل درآمد کے بہترین طریقے وضع کرنے میں مدد ملے گی۔ وزیر خارجہ حنا ربانی کھر اس بحث کی صدارت کریں گی جس میں کونسل کے رکن ممالک کے اعلی ترین حکام کی بھی شرکت متوقع ہے۔ 15 رکنی سلامتی کونسل عالمی ادارہ اقوام متحدہ کا سب سے طاقتور ترین ادارہ ہے جو کہ بین الاقوامی امن اور سلامتی کے معاملات حل کرتا ہے۔

معافیاں ہی معافیاں اور قاضی صاحب

ایک طرف معافیاں ہی معافیاں اور دوسری طرف تیزی سے بگڑتے ہوئے ملکی حالات پر اس سے بڑھ کر اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ انہی کے ایک مقدمہ کے گواہ نے مناسب سیکیورٹی نہ ہونے پر بے نظیر قتل کیس کے اہم گواہ مارک سیگل نے پاکستان آنے سے انکار کر دیااور ایف آئی اے نے ویڈیو کانفرنس کے ذریعے بیان ریکارڈ کرنے کی درخواست دے دی عدالت نے ایف آئی اے کی درخواست سماعت کے لیے منظور کرتے ہوئے فریقین کو نوٹس جاری کردیے بے نظیر قتل کیس کی سماعت 19 جنوری کو ہوگی۔ جبکہ دوسری طرف توہین عدالت کیس میں ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے سپریم کورٹ سے غیر مشروط معافی مانگ لی جبکہ عدالت نے معافی نامہ قبول کرتے ہوئے توہین عدالت کا نوٹس خارج کردیا فاروق ستار اور رؤف صدیقی نے بھی عدالت سے معافی مانگ لی ایم کیو ایم کے وکیل فروغ نسیم نے الطاف حسین کی جانب سے غیر مشروط تحریری معافی نامہ فاضل بنچ کے سامنے پیش کیا جس میں الطاف حسین نے اپنی تقریر میں عدالت کے خلاف استعمال کئے گئے الفاظ واپس لیتے ہوئے غیر مشروط معافی کی استدعا کی تحریری معافی نامی میں الطاف حسین کی جانب سے موقف اختیار کیا کہ وہ تمام زندگی قانون کی حکمرانی کے لئے جدوجہد کرتے رہے ہیں اور عدلیہ کا احترام کرتے ہیں۔ تقریر کا مقصد عدلیہ کی توہین یا ججوں پر دباؤ بڑھانا نہیں تھا۔

میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں اور عدالت سے غیر مشروط معافی مانگتے ہوئے یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ اپنی کسی تقریر میں عدلیہ کے ججز کے حوالے سے کوئی ریمارکس نہیں دونگا۔ میں اپنے آپ کو عدالت کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہوں۔ جس پر چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے ریمارکس دیتے ہوئے کہاکہ الطاف حسین عدلیہ کا احترام کرتے ہیں تو ہم بھی ان کے جذبے کی قدر کرتے ہیں۔ عدالت کو بتایا جائے کہ تحریری معافی نامے پر دستخط الطاف حسین کے ہی ہیں۔ جس پر فروغ نسیم نے عدالت کو یقین دلایا کہ معافی نامے پر دستخط الطاف حسین کے ہی ہیں۔ یہ معافی نامہ پاکستانی سفارت خانے کے ذریعے بھیجا گیا ہے اور الطاف حسین نے اپنے آپ کو عدالت کے رحم و کرم پر چھوڑا ہے جس پر چیف جسٹس نے کہاکہ ہماری کسی سے ذاتی رنجش نہیں ہے۔ ہم تمام سیاسی قائدین کا احترام کرتے ہیں۔ عدالت نے بیرسٹر فروغ نسیم کو رؤف صدیقی کی جانب سے لکھا گیا خط دکھاتے ہوئے کہاکہ یہ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہیں۔ چیف جسٹس نے رؤف صدیقی کو کہاکہ کیا آپ الطاف حسین سے بڑے لیڈر ہیں۔ جس پر فروغ نسیم نے رؤف صدیقی کی طرف سے بھی معافی طلب کی۔ چیف جسٹس نے کہاکہ فاروق ستار کی وڈیو دیکھیں وہ بھی کہتے ہیں کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ عدالت نے فاروق طلب کرکے پوچھاکہ آپ یہ بتائیں کہ چور کون اور کوتوال کون ہے۔ جس پر فاروق ستار نے وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی اور کہاکہ میرا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا میں عدالت سے معافی مانگتا ہوں۔ بیرسٹر فروغ نسیم نے کہاکہ ہم فاروق ستار کی طرف سے بھی

غیر مشروط معافی مانگتے ہیں اور اس حوالے سے بھی معافی نامہ داخل کیا جائے گا جس پر عدالت نے کہاکہ ہم پہلے ان کو نوٹس دیں گے اس کے بعد کارروائی دیکھی جائے گی۔ بعد میں فاروق ستار اور رؤف صدیقی کی جانب سے بھی معافی نامہ داخل کرایا گیا۔ عدالت نے الطاف حسین کی جانب سے غیر مشروط معافی نامہ قبول کرتے ہوئے توہین عدالت کا نوٹس خارج کردیا۔ چیف جسٹس نے کہاکہ معاملہ ہمارا نہیں ادارے کے احترام کی بات ہے۔ فاروق ستار جیسے دھیمے لہجے کے آدمی کی طرف سے اس قسم کا بیان افسوسناک ہے۔
۔ عدالت نے رؤف صدیقی اور فاروق ستار کا معافی نامہ بھی قبول کرلیا

قاضی حسین احمد کی وفات کا سن کر دلی صدمہ اور افسوس ہوا ہے قاضی حسین احمد ہم سے بچھڑ گئے ہیں مگر ان کی یادیں ہمارے دلوں میں آج بھی زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے ان کی شاندار بے لوث خدمات کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے وہ اپنے روحانی علم کے ذریعے عوام کی خدمت کرتے رہے ان کے مشن خدمت ، حق وسچ کی بات ،انسانی ہمدردی کے جذبے کے مشن کو پایہ تکمیل کے لئے ان کے سینکڑوں شاگرد کوشاں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سوگواران کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت وطاقت دے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں خصوصی جگہ مرحمت فرمائے (آمین)۔

ڈاکٹر قادری اور عوام

سب سے پہلے تو میں اپنے پڑھنے والوں کا بے حد شکر گذار ہوں کہ میری غیر موجودگی کو انھوں نے محسوس کیا اور ای میل کر کے میری خیریت دریافت کی اور میں مصروفیت کی بدولت کسی کو بھی جواب نہیں دے سکا جس کی وجہ یہ تھی کہ میری والدہ کی طبیعت جنوری کے پہلے ہفتہ میں اچانک بگڑ گئی اور ڈاکٹروں نے انہیں ہسپتال میں داخل کر لیا جس کے بعد کچھ عرصہ سے پھر دنیاوی کاموں سے رابطہ کٹ گیا اب اللہ پاک نے انہیں صحت جیسی دولت سے دوبارہ مالا مال کرنا شروع کر دیا ہے تو میں پھر اپنے لکھنے لکھانے والے سلسلہ کی طرف دوبارہ لوٹ آیا ہوں اور میں ایک بار پھر اپنے ان چاہنے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میری غیر حاضری کو محسوس کیا اور میری خیریت دریافت کی۔

کچھ دنوں سے سرکاری ہسپتالوں میں عوام کی حالت زار دیکھ کر کئی بار رونا آیا کہ جہاں پر غریب مریض کا کوئی پرسان حال نہیں جبکہ اس ملک کو لوٹنے والوں پر ہر طرح کی نوازشیں کی جارہی ہیں انکے لیے وی آئی پیز کمرے بھی بنا رکھے ہیں انہیں تمام ادویات بھی بازار سے خرید کر دی جارہی ہیں اور تو اور سروسز ہسپتال لاہور کی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ نے اپنے لیے بھی ایک وی آئی پی

کمرہ رکھا ہوا ہے جبکہ ہسپتال کی وارڈوں کے اندر کیڑے اور کاکروچوں کی بھر مار ہے جو اکثر مریضوں کے بیڈ پر بھی گھومتے پھرتے رہتے ہیں عوام کے خون پسینے سے کمائی ہوئی دولت میں سے دیا گیا ٹیکس اور پھر اس میں سے کروڑوں کے فنڈز جو حکومت ہسپتالوں کو دیتی ہیں کرپشن کی نظر ہورہے ہیں ہر طرف کمیشن مافیا بیٹھا ہوا ہے اور اندرونی کرپشن کو بیرونی صفائی سے چھپا رکھا ہے۔

یہی حال پورے ملک کا بنا ہوا ہے پاکستان جوایک زرعی ملک ہے آج مزدور طبقہ فاقوں پر مجبور ہے نااہل لیڈروں کی وجہ سے عوام کمپسرسی کا شکار ہیں اور حکمران اپنی عیاشیوں میں مصروف ہیں کرپشن اور لوٹ مار کی وجہ سے سب ادارے تباہ ہو گئے ہیں حکومت کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے عوام کی حالت اب قابل رحم بھی نہیں رہی پانچ سال گذرنے والے ہو گئے حکومت نے بجلی وپٹرول اور سی این جی کی قیمتوں میں اضافہ اور لوڈشیڈنگ کے خاتمے کے لئے کوئی کردار ادا نہیں کیا اور ان اہم عوامی مسائل پر چشم پوشی اختیار کی گئی بجلی وپٹرول اور سی این جی کی قیمتوں میں اضافہ اورظالمانہ لوڈشیڈنگ نے ایک طرف کاروبار زندگی کو مفلوج کرکے رکھ دیا ہے تو دوسری طرف پاکستان کی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور انہی مسائل کی چکی میں پستے پستے عوام اب تنگ آکر ڈاکٹر طاہر القادری کی آواز پر باہر نکلے ہیں اور جاکر اسلام آباد میں ڈیرے ڈال لیے ہیں انہیں اس بات سے کوئی سرکار نہیں کہ ڈاکٹر طاہر

القادری کا ایجنڈا کیا ہے یا اسکے پیچھے کیا مقاصد کارفرما ہیں مگر حالات کی ماری ہوئی اور حکومتوں کی ڈسی ہوئی قوم کو ناامیدی میں بھی اب امید کی ایک کرن نظر آنا شروع ہوئی تو وہ باہر نکل آئی اور ایسے لگتا ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری کے پیش کردہ تمام مطالبات پاکستان کے عوام کی آواز ہیں، لہٰذا ان مطالبات کو فی الفور تسلیم کیا جائے اور حکومت نے سانحہ کوئٹہ سے پیدا ہونے والی صورتحال سے نمٹنے کیلئے جس طرح تاخیر کی اس طرح ڈاکٹر طاہر القادری کے جائز مطالبات کو تسلیم کرنے میں تاخیری حربے استعمال نہ کئے جائیں اور ڈاکٹر طاہر القادری کے جائز مطالبات ماننے میں تاخیر کرکے فضا مزید خراب نہ کی جائے، اگر تاخیری حربے استعمال کئے گئے اور لانگ مارچ کی راہ میں رکاوٹ کیلئے غیر جمہوری ہتھکنڈے استعمال کئے گئے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لانگ مارچ کوئٹہ کی طرح ملک گیر احتجاج کی شکل اختیار کرلے اور پھر حکمرانوں کو بھاگنے کا موقعہ بھی نہ مل سکے۔

موجودہ انتخابی نظام کے تحت کوئی غریب کونسلر کا الیکشن بھی نہیں لڑ سکتا ایسے نظام کو بدلنا ہوگا نظام نہ بدلا تو جاگیردار، سرمایہ دار، وڈیرے اور لٹیرے اسمبلیوں میں پہنچتے رہیں گے پاکستان میں سیاسی پارٹیوں کے سربراہ امیر ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ غریب بچے ننگے پاؤں پھرتے ہیں لیکن حکام کئی ایکڑ پر مشتمل بڑے سرکاری گھروں میں شہنشاہوں کی طرح رہتے ہیں

حکمرانوں کی نااہلی کی وجہ سے ڈرون حملے پاکستان کا مقدر بن چکے ہیں جمہوریت کے نام پر قوم کو بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔ سیاسی فرعون غریبوں کا خون چوس رہے ہیں اور پاکستان دلدل میں دھنستا جا رہا ہے لیڈر صرف پیسے بنانے کے لیے سیاست کرتے ہیں اور سیاسی گنداب اتنا بڑھ چکا ہے کہ اس کے لیے ایک بڑے سیاسی اپریشن کی ضرورت ہے اور غریب انسان کو اس کا حق اسکی دہلیز پر پہنچنا چاہیے نہ کہ ایک بار پھر عوام کو وعدوں کی سیاست پر ٹرخا دیا جائے۔

شیر، گیدڑ اور لومڑی

جب سے پاکستان بنا ہے اسی وقت سے کچھ بیرونی قوتوں اور کچھ ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے منافقین نے یہ ٹھان لیا تھا کہ پاکستان کو آگے نہیں بڑھنے دینا اور آج تک انہی کے ایجنڈے کو ہم پر مسلط کیا گیا یہی وجہ ہے آج ملک اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے عوام غربت کی دلدل میں دھنسی ہوئی ہے اور کمیشن مافیا، چور اچکے اور ڈاکو اس ملک پر عوام کے نام پر راج کر رہے ہیں اور جب اپنی کشتی میں کوئی سراخ دیکھتے ہیں تو فوری تور پر اپنے بیرونی آقاؤں کو مداخلت کی دعوت دے دیتے ہیں اور پھر تمام حکومتی اور اپوزیشن جماعتیں اکھٹی ہو کر اپنے اپنے مفادات کا تحفظ کرتی ہیں ابھی حالیہ دنوں اسلام آباد میں کامیابی سے دکھایا جانے والا قادری شو ختم ہوگیا حکومت کی اتحادی جماعتوں اور منہاج القران کے مابین لانگ مارچ ڈیکلریشن طے پانے کے بعد لانگ مارچ ختم ہوگیا اس لانگ مارچ کے نتیجہ میں 400 سے زائد افراد ہسپتال پہنچ گئے جن میں بچے ،بوڑھے اور خواتین شامل تھی جبکہ دھرنے کے آخری روز 153 افراد ہسپتال پہنچے پولی کلینک ہسپتال منتقل ہونے والے 95 افراد کو ایمرجنسی جبکہ 58 افراد کو او پی ڈی میں چیک کیا گیا بیمار افراد نزلہ ،زکام، سینے اور گلے کے انفیکشن سمیت مختلف بیماریوں میں مبتلا تھے اس لانگ مارچ کے نتیجہ میں ڈاکٹر طاہر القادری کو ایک مہرے

کے طور پر استعمال کیا گیا جس نے اپنے جوش خطابت میں کبھی کچھ بول دیا تو کبھی کچھ اور ہی بول دیا جسکے جواب میں وزیر اطلاعات قمرالزمان کائرہ نے بھی انکی نقلیں اتار اتار کر خوب دل کی بھڑاس نکالی اور جب کنٹینر میں دونوں بغل گیر ہوئے تو پھر ڈاکٹر طاہر القادری نے بھی خوب اشارے کیے مگر ان سب باتوں سے ہٹ کر ایک بات بہت اہم ہے کہ جب کنٹینر میں موجود ڈاکٹر طاہر القادری خطاب کر رہے تھے اور گرمی لگنا شروع ہو گئی جس پر انہوں نے اپنا کوٹ اتار دیا اور اسی دوران دھرنا میں شریک خواتین مرد اور بچے سردیوں کی بارش میں بھیگ رہے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عوام، اب حقیقی تبدیلی کیلیے تیار ہیں اور اس کیلیے انہیں خواہ کسی مداری کے پیچھے بھی چلنا پڑے تو وہ تیار ہیں اور اس وقت پاکستانیوں کو ضرورت ہے کسی محب وطن شخصیت کی جو آگے آئے اور کھلے آسمان میں ان پاکستانیوں کا ساتھ دے آخر میں کس کے حصہ میں کیا آیا اس کیلیے میں ایک ترمیم شدہ حکایت رومی بیان کرتا ہوں جس سے کچھ نہ کچھ منظر نامہ آپ کے سامنے بھی آئے گا ۔

کہتے ہیں کہ شیر ،بھڑیے اور لومڑی نے ملکر شکار کرنے کا منصوبہ بنایا تینوں شکار کرنے کیلیے پہاڑ پر پہنچ گئے لومڑی کے ذمہ شکار تلاش کرنا تھا بھیڑے کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ شکار کو گھیر کر شیر کے پاس لائے اور شیر اسے شکار کرلے کچھ ہی دیر میں انہوں نے ایک گائے ،ایک بکری اور ایک خرگوش شکار

کر لیے اب تقسیم کی باری تھی بھیڑیا اور لومڑی للچائی ہوئی نظروں سے شکار شدہ جانوروں کی طرف دیکھ رہے تھے بھیڑیے نے ادب سے مال غنیمت کی تقسیم کی درخواست کی تو شیر نے کہا کہ میں تجھے منصف مقرر کرتا ہوں تو انصاف کے تقاضے پورے کر اور اس شکار کو تقسیم کر۔

بھیڑیا بولا: یہ گائے آپ کا حصہ ہے کیونکہ آپ بڑے اور شہ زور ہیں ; بکری میرے لیے ہے کیونکہ میں متوسط ہوں اور میں نے بھی بھاگ دوڑ کی ; جبکہ لومڑی سب سے کمزور ہے اور سب سے کم خطرہ اس نے مول لیا ہے لہذا خرگوش لومڑی لے لے۔

شیر نے اس تقسیم پر ناراضگی کا اظہار کیا اور غصے میں آکر بھیڑیے کو مار ڈالا پھر شیر نے لومڑی کی طرف رخ کیا اور بولا تیری دانائی کے بڑے چرچے ہیں لہذا تو دانائی اور انصاف سے کام لے اور شکار کی تقسیم کر دے۔

لومڑی عاجزی سے بولی: اے جنگل کے بادشاہ انصاف تو یہ ہے کہ نیل گائے آپ کا ناشتہ ہے، بکری دوپہر کیلیے اور خرگوش شام کیلیے ہے۔

شیر بولا: اے لومڑی تو نے انصاف کو روشن کر دیا تو نے ایسا انصاف کس سے اور

کہاں سے سیکھا؟

وہ بولی: اے جنگل کے بادشاہ بھیڑے کے انجام سے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

ایک دلچسپ جنازہ

پاکستان کو جتنے مرضی صوبوں میں تقسیم کرلیں ، جتنی بار مرضی مارشل لاء لگائیں یا جمہوریت کے کھیل میں پانچ سال پورے کرنے کا جشن مناتے رہیں ہم ترقی نہیں کرسکتے یا ہم اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ ہم خود ترقی نہیں کرنا چاہتے اور اپنے اندر کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں کرنا چاہتے اگر ہم خود کو بدل نہیں سکتے تو اپنے گھر، اپنے شہر اور اپنے ملک کو کس طرح بدلیں گے پاکستان کی عوام کو آزادی کے 66 سال ملے اتنے عرصہ میں ایک نسل اپنی ذمہ داریاں دوسری نسل کو منتقل کردیتی ہیں اور اتنے عرصہ یہں زندہ قومیں ترقی کا سفر بہت حد تک طے کرچکی ہوتی ہیں مگر ہم نے کرپشن ،لوٹ مار اور چور بازاری کی جانب اپنا سفر شروع کردیا اور ہم نے اپنے آپ کو ہی بدلنے کو کوشش نہیں کی جس جماعت یا لیڈر نے ہمیں لالچ دیا اسی کے پیچھے چل پڑے بار بار انہی کو اپنے ووٹ کی طاقت سے اقتدار کے ایوانوں میں پہنچاتے رہے اور آج انہی کی بدولت ملک میں غریب ، غریب تر ہوتا جارہا ہے سرکاری ادارے تباہی کی طرف گامزن ہیں اور ہم ہیں کہ ابھی تک اپنے لیڈروں کی کرپشن پر بھی نعرے لگا رہے ہیں صرف اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کہ شائد جاتے جاتے اس لوٹ مار میں سے کچھ حصہ ہمارے حصہ میں بھی آجائے اور اگر مفادات نہ ملے تو کسی اور طرف چھلانگ لگا دی مگر یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک ہم اپنے آپ

کو درست نہیں کریں گے اس وقت تک نہ ہی آپ خود ترقی کریں گے اور نہ ہی ملک کسی کنارے لگے گا اب ہمیں خود کو پہچان لینا چاہیے بلکل اسی طرح جیسے اس کمپنی کے مالک نے ہمارے جیسے کاہل اور سست افراد کو انکی پہچان کروائی۔

ایک دن ایک معروف کمپنی کے ملازمین اپنے دفتر پہنچے تو انکی نظر نوٹس بورڈ پر لگے نوٹس پر پڑی ۔اس پر لکھا تھا ....

کل رات وہ شخص جو کمپنی اور آپ کی بہتری اور ترقی ہیں رکاوٹ تھا انتقال کر گیا آپ سب سے درخواست ہے کہ اس کی آخری رسومات اور جنازے کے لیے کانفرنس روم میں تشریف لے چلیں جہاں اس کا مردہ جسم رکھا ہوا ہے۔

یہ پڑھتے ہی پہلے تو سب اداس ہو گئے کہ ان کا ایک ساتھی ہمیشہ کے لیے ان سے جدا ہو گیا ہے لیکن چند ہی لمحوں بعد انہیں اس تجسّس نے گھیر لیا کہ وہ کون سا شخص تھا جو ان کی اور کمپنی کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تھا اس شخص کو دیکھنے کے لیے سب تیزی سے کانفرنس روم کی جانب ہو لیے۔

کانفرنس روم میں ملازمین کا اتنا ہجوم ہو گیا کہ سیکیورٹی گارڈز کو ان لوگوں کو کنٹرول کرنے کے لیے خصوصی ہدایات جاری کرنا پڑی لوگوں کا ہجوم تھا

کہ قابو سے باہر ہوا جارہا تھا ہر شخص یہ سوچ رہا تھا کہ سامنے پڑی چادر کے نیچے وہ کون سا شخص ملفوف ہے جو میری کارکردگی اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ تھا تجسس تھا کہ بڑھتا ہی چلا جارہا تھا۔

بالآخر کمپنی کے مالک نے ملازمین سے کہا کہ وہ ایک ایک کرکے آگے جا سکتے ہیں اور کفن پوش کا دیدار کر سکتے ہیں۔

ایک ایک کرکے متجسس ملازمین کفن کے قریب آئے ; کفن کی بالائی چادر اٹھاتے اور جونہی اس میں جھانکتے گنگ ہو کر رہ جاتے ; ان کی زبانیں گویا تالو سے چپک کر رہ جاتیں۔

ایک ایک کرکے وہ سب کفن کے گرد جمع ہو گئے اور سب کے سب گویا سکتے میں تھے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے ان کے دل پر گہری ضرب لگائی ہو۔

دراصل کفن میں ایک آئینہ رکھا ہوا تھا، جو بھی کفن کے اندر جھانکتا وہ اپنے آپ کو دیکھتا ! آئینہ کے ایک کونے پر تحریر تھا . . . .

دنیا میں صرف ایک شخص ہے جو جو آپ کی صلاحیتوں کو محدود کر سکتا ہے یا آپ کی

-ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا اور وہ شخص آپ خود ہیں

آپ کی زندگی میں تبدیلی آپ کے باس کے تبدیل ہونے سے ،آپ کے دوست احباب کے تبدیل ہونے سے ،آپ کی فیملی کے تبدیل ہونے سے ، آپ کی کمپنی کے تبدیل ہونے سے ،آپ کی رہائش کے تبدیل ہونے سے یا آپ کے معیار زندگی کے تبدیل ہونے سے نہیں آتی . . . .

آپ کی زندگی میں اگر تبدیلی آتی ہے تو صرف اس وقت جب آپ اپنی صلاحیتوں پر اعتبار کرنا شروع کردیتے ہیں ،ناممکن کو ممکن اور مشکلات کو کو چیلنج سمجھنے لگتے ہیں۔ اپنا تجزیہ کریں ، اپنے آپ کو آزمائیں ،مشکلات ، نقصانات اور ناممکنات سے گھبرانا چھوڑ دیں ، فاتح کی طرح سوچیں اور فاتح بنیں ۔زندگی میں آپ کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ آپ زندگی کا سامنا کس طرح کرتے ہیں۔

"Your future depends on many things, but mostly on you".

بھارتی یوم سیاہ اور پاکستانی بحران

بھارت میں یوم جمہوریہ منایا جارہا ہے جبکہ دوسری طرف پاکستان، کشمیر اور دنیا بھر میں میں اس دن کو یوم سیاہ کے طور پر منایا جارہا ہے کیونکہ کشمیر میں بھارتی مظالم کی جو حقیقت میڈیا کے زریعے عیاں ہو رہی ہے اس سے بڑا انسانیت پر ظلم اور نہیں ہوسکتا مگر سب سے پہلے ایک اہم خبر کہ حکومت نے جاتے جاتے وہ کام کر دیا جسکا خمیازہ آنے والے دنوں میں پوری پاکستانی قوم کو بھگتنا پڑے گا اور آنے والے دنوں میں مہنگائی کا جو طوفان اٹھے گا وہ کسی کے بھی قابو میں نہیں آئے گا صرف ایسے افراد متاثر نہیں ہونگے جنہوں نے کرپشن اور لوٹ مار سے اپنے اثاثے بنا رکھے ہیں آئی ایم ایف نے کہا ہے کہ وہ پاکستان کا قرضہ معاف کرسکتا ہے نہ ہی ری شیڈول، پاکستان اگر آئی ایم ایف کا نیا پروگرام نہیں لیتا تو معاشی حکمت عملی یکسر تبدیل کرنا ہوگی پاکستان کے آمدنی واخراجات میں 16 کھرب 24 ارب کا خسارہ ہے، زرمبادلہ کے ذخائر 3 ماہ کی ضرورت سے کم ہوگئے ہیں۔

پاکستان کی غریب اور مفلوک الحال قوم کے پاس تو پہلے ہی کچھ نہیں بچا اور اوپر سے نئے ٹیکس لگانے کی تجویز نے تو ابھی سے پریشانیوں کے پہاڑ کھڑے

کر دیے ہیں ایک طرف گیس، بجلی اور روزگار کی شدید کمی ہے تو دوسری طرف ہر جائز کام کروانے کیلیے بھی رشوت کے ریٹ مقرر کر دیے گئے ہیں ایک پٹواری سے لیکر اعلی سرکاری عہدے دار تک سب لوٹ مار میں ملوث ہیں سیاستدانوں کی مفاد پرستی اور کرپشن کی وجہ سے بڑھتی ہوئی مہنگائی نے عوام کو ایک وقت کی روٹی سے بھی محروم کر دیا ہے اور غربت و استحصال کی کوکھ سے جنم لینے والی دہشت گردی و بدامنی کے ساتھ بیرونی طاقتوں کے آلہ کار سیاستدانوں کے ملک دشمن ایجنڈے نے عام آدمی سے جینے کا حق بھی چھین لیا ہے اور عوام حیوانی زندگی گزارنے پر مجبور ہو چکے ہیں کیونکہ تخلیق پاکستان کے بعد تکمیل پاکستان کے لئے قیادت کے فقدان کے باعث ملک سامراجی اور استبدادی غلامی میں آئے روز جکڑنے کے باعث معاشی تہذیبی دفاعی طور بحرانوں کا شکار ہوا جمہوری سیاسی نظام پر نسل در نسل جمہوریت نما آمر حکمرانوں کے قبضہ کے باعث ملک و قوم کو آئے روز بحرانوں میں مبتلا کیے ہوئے ہیں پاکستان کو بچانے کے لیے کرپشن کے ساتھ ساتھ جمہوریت کے نام پر لوٹ مار اور کرپشن کو تحفظ

- دیا جا رہا ہے

پاکستان کو جمہوری فلاحی مملکت بنانے کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح کے نظریہ کے مطابق چلانے کی ضرورت ہے کیونکہ پاکستان حاصل ہی نظریاتی طور پر کیا گیا تھا نظریہ پر عمل کرنے کی بجائے 65 سال تاویلوں میں گذار دیے ہر آنے والے صاحب اقتدار نے اپنی اپنی پالیسیاں لاگو کرکے ملک و قوم کو بہتری کی

نوید سنائی قوم اپنے آنے والے مستقبل کی خاطر بیوقوف بنتے رہے کسی نے بھی ان راہنماؤں سے نہ پوچھا کہ جس نظریہ کی بنیاد پر مسلمان قوم نے لاکھوں جانی قربانیاں دی اس کا کیا بنا وقت کا تقاضا ہے کہ اب بھی قیادت کو نظریہ پاکستان کے مطابق تکمیل پاکستان کے لیے کوشش کرنی چاہیے جمہوری جماعتوں میں آمریت ختم کرکے سیاسی جماعتوں کے اندر جمہوری نظام رائج کرکے خاندانی اور موروثی سیاست کا خاتمہ کرنا ہو گا اور پھر جس سیاسی جماعت نے جمہوری طرز عمل کو اپنالیا وہی جماعت ملک میں حقیقی جمہوریت چلا سکے گی ۔

بھارت میں انتہا پسندی کے کیمپ جنوبی ایشیاء میں دہشت گردی کی بنیادی وجہ ہیں لیکن عالمی برادری نے دہشت گردی کے ان مراکز کے حوالے سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں بین الاقوامی لائن آف کنٹرول پر بھارتی فوج کی بلا اشتعال فائرنگ امن دشمنی اور خطے کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کی چال ہے ۔پاکستان نے ہر دفعہ صبر اور عالمی قوانین کا احترام کرتے ہوئے جوابی حملہ نہیں کیا بھارتی فورسز کے ہاتھوں مقبوضہ کشمیر میں انسانیت سوز مظالم اور انسانیت کی تذلیل کرنے والے کالے قوانین کے نفاذ کے بعد بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیمیں اگر بھارت کو بڑی جمہوریت قرار دیتی ہیں تو اس میں دوغلی پالیسی ہے ۔بھارت کے یوم جمہوریہ کو کشمیری عوام کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوم بھی یوم سیاہ منارہی ہے بھارت میں انتہا پسندی کے کیمپوں پر بین الاقوامی برادری

اپنی ذمہ داریاں پوری کرے انتہا پسندوں کی اقلیتوں کے خلاف مذہبی بنیادوں پر کاروائیوں کی وجہ سے انڈیا میں ہزاروں افراد موت کے منہ میں چلے گئے جس کی وجہ سے پورے خطے میں شدت پسندی ابھر رہی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اقوام عالم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں کیونکہ اس وقت بھی ہزاروں خواتین مقبوضہ کشمیر میں ایسی ہیں جن کو پچھلے پندرہ سالوں سے اپنے خاوندوں کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ زندہ بھی ہیں یا شہید کر دیے گئے ہیں۔

یوم یکجہتی کشمیر اور شیخ الاسلام کے بھائی

کشمیری قوم تہذیبی و لسانی اعتبار سے دنیا مے ن اپنا منفرد تشخص اور وجود رکھتی ہے۔ جھیلوں، آبشاروں، مرغزاروں اور زعفران زاروں کی یہ دھرتی قدرتی حسن سے مالا مال ہونے کے ساتھ ساتھ علمی ادبی اور تہذیبی و ثقافتی حسن کی آئینہ دار بھی ہے۔ اس خطہ کی زبانیں بھی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ساتھ عالم لسانیت مے ں منفرد مقام رکھتی ہے ں مگر بھارتی غنڈہ گردی اور دہشت گردی سے گذشتہ 65 سالوں سے 8 لاکھ قابض بھارتی فوج کی مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں آئے دن کا معمول بن چکی ہیں اتنی فوج کسی سول آبادی میں نہیں ہے جتنی بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں رکھی ہوئی اور ہر فوجی کو کالے قوانین کے تحت دیکھتے ہی گولی مارنے کے اختیارات دے رکھے ہیں،انسانی حقوق کی کوئی تنظیم وہاں جاسکتی ہے اور نہ ہی ریلیف کی کوئی ایجنسی جا سکتی ہے، بھارت نے فوج کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے ،مقبوضہ کشمیر غزہ کی طرح ایک کھلی جیل ہے جہاں ایک کروڑ سے زائد انسانوں کو طاقت کی بنیاد پریرغمال بنارکھا ہے سکولز اور کالجز کو فوجی چھاؤنیوں میں تبدیل کررکھاہے، بچوں اور خواتین کو ٹارگٹ بنا کر شہید کیا جارہاہے اور کشمیریوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر ہندوستان اپنی مکرو عزائم میں کامیاب ہونا چاہتا ہے مقبوضہ خطہ میں ماؤں بہنوں کی عصمتوں کو تار تار کیا جاتا ہے

۔ماؤں کے سامنے ان کے جوان لخت جگر کے سینہ چاک کر دیئے جاتے ہیں مگر کشمیری اپنے موقف حق خود ارادیت سے کبھی دستبر دار نہیں ہوئے اور آج بھی نہتے کشمیری ہندوستان کے ظلم کا شکار ہونے کے باوجود آواز حق بلند کر رہے ہیں۔

بھارت امریکہ کی شہ پر پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کی مذموم منصوبہ بندی پر عمل پیرا ہے۔ بیرونی قوتوں کی خوشنودی کیلئے کشمیریوں کے جدوجہد آزادی کے حوالہ سے گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔پاکستان ییں بدترین لوڈشیڈنگ اور انرجی بحران بھارتی آبی دہشت گردی کی وجہ سے ہے۔ کراچی میں منظم سازشوں اور منصوبہ بندی کے تحت علماء کرام اوردینی مدارس کے طلباء کی ٹارگٹ کلنگ کی جارہی ہے کشمیر محض ایک علاقائی مسئلہ نہیں اور نہ ہی وہاں زمین کے ایک ٹکڑے کی جنگ لڑی جارہی ہے بھارت نے پاکستان کی جانب بہنے والے دریاؤں کا فطری بہاؤ ورکنے کے لیے جس آبی دہشت گردی کا ارتکاب کیا ہے اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ انڈیا نے پاکستانی دریاؤں پر 62 ڈیموں کی تعمیر مکمل کر لی جبکہ وہ 250 ڈیموں کی تکمیل کا پروگرام رکھتا ہے۔ راوی، چناب، بیاس اور ستلج سوکھ کر رہ گئے ہیں۔انڈیا مقبوضہ کشمیر سے پاکستان کی طرف آنے والے ندی، نالوں پر بھی ڈیم بنا رہا ہے تاکہ وہ جب چاہے پاکستان کا پانی روک کر سرسبز زمینیں برباد کر دے اور جب چاہے پانی

چھوڑ کر پاکستان میں سیلاب کی صورتحال پیدا کر دے۔افسوسناک امر یہ ہے کہ حکمران کرسی واقتدار کے چکر میں الجھے ہوئے ہیں اور بھارتی پروپیگنڈہ اور سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے صحیح معنوں میں وہ کردار ادا نہیں کر رہے جو انہیں کرنا چاہیے۔
آج پھر ہم یوم یک جہتی کشمیر پر کہتے ہیں کہ اقوام متحدہ بھارتی مظالم کا نوٹس لیتے ہوئے مقبوضہ کشمیر سے بھارتی افواج کے انخلاء کو یقینی بنائےں بانی پاکستان قائداعظم کے فرمان کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے کے مطابق کشمیر کے بغیر پاکستان نامکمل ہے۔اور پاکستان کی مضبوطی واستحکام میں ہی کشمیریوں کے محفوظ مستقبل کا راز مضمر ہے اور پاکستان کے چاروں صوبوں کے عوام کا خون بھی کشمیریوں کی تحریک آزادی میں شامل ہے اور پاکستان نے ہمیشہ کشمیریوں کی سفارتی،اخلاقی اور سیاسی محاذ پر حق خودارادیت کے بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ موقف کی حمایت کی ہے جہاں ایک طرف مقبوضہ کشمیر میں دہشت و بربریت کا بازار گرم ہے وہی دوسری طرف سندھ اور بلوچستان بھی جل رہا ہے اور سب سیاسی جماعتیں سوائے بیان بازی کے اور کچھ نہیں کرتی غریب اور محنت کشوں کو ٹارگٹ کلنگ کے زریعے ہلاک کیا جارہا ہے اور خود سیاسی لٹیرے تماشا دیکھ رہے ہیں گذشتہ روز قومی اسمبلی اجلاس کے دوران بھی کراچی میں حالیہ دہشت گردی کی لہر پر جمیعت علماء اسلام، ایم کیو ایم اور مسلم لیگ (ن) نے شدید

احتجاج کیا ہے یو آئی کی رکن قومی اسمبلی آسیہ ناصر نے کہا کہ کراچی اور بلوچستان میں سکیورٹی کے حالات انتہائی ابتر ہیں گزشتہ روز کراچی میں علمائے کرام کو قتل کیا گیا جبکہ بلوچستان میں کل 7 لاشیں نامعلوم افراد کی ملی ہیں اور وزیر داخلہ شیخ الاسلام طاہر القادری کے چھوٹے بھائی لگتے ہیں اور صرف باتیں کرتے ہیں۔ محترمہ آسیہ ناصر صاحبہ کی بات بلکل درست ہے کہ رحمٰن ملک صرف باتوں کی حد تک تو عوام کو چکر دے سکتے ہیں مگر عملی طور پر ملک میں امن وامان کی مجموعی صورتحال بدتر ہو چکی ہے کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ ٹارگٹ کلنگ نہ ہو۔

قدر و قیمت

پاکستانی قوم تاریخ کی بد ترین بد حالی سے گذر رہی ہے غریب غریب تر اور امیر امیر تر ہوتا جا رہا ہے پیسہ کمانے کی اس دوڑ میں ہم اس حد تک جا چکے ہیں کہ جائز اور ناجائز کی تمیز ختم ہو چکی ہے ہمیں اپنے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا غربت کی چکی میں پستے پستے عوام کے حوصلے بھی جواب دیتے جا رہے ہیں آئے روز اسی افلاس کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے معصوم شہری خود کشیاں کر رہے ہیں نہ صرف اپنی قیمتی جان گنواتے ہیں بلکہ اپنے ساتھ اپنے معصوم بچوں کا بھی دنیا سے رابطہ ختم کروا دیتے ہیں اور انہیں بھی ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ہی نہر میں لے ڈوبتے ہیں اس طرح نہ صرف وہ اپنے ساتھ ظلم کرتے ہیں بلکہ اپنے معصوم بچوں کے ساتھ بھی ظلم کی انتہاء کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہمیں عقل دی تاکہ ہم ہر مشکل کا حل نکالیں اور اپنے راستے کی مشکلات کو ختم کریں خواہ وہ ہماری اپنی ہی پیدا کردہ ہوں یا ہمارے کرپٹ حکمرانوں کی طرف سے ملی ہوئی ہوں اور اگر آپ نے زندگی میں کامیابیاں حاصل کرنی ہےں تو پھر ان مشکلات سے ڈر کر خود کشیاں کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ کلاس روم میں پروفیسر کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس

۔ نوٹ کی طرح بن جائیں جو وہ کلاس میں طلباء کو دے رہیں ہیں
پروفیسر صاحب کلاس روم میں داخل ہوئے اور اپنی جیب سے ایک ہزار روپے کا نوٹ
: نکالا اور کلاس میں موجود تمام طلباء سے انہوں نے سوال کیا
ہزار روپے کا یہ نوٹ آپ میں سے کون کون لینا پسند کریگا ;؟
ہاتھ کھڑے ہونا شروع ہوگئے۔
:پروفیسر صاحب نے طائرانہ نظروں سے کلاس کا جائزہ لیا اور کہا
"میں ابھی آپ کو یہ نوٹ دے دونگا لیکن پہلے مجھے نوٹ کے ساتھ یہ کرنے دیں۔"
بات کرتے کرتے پروفیسر صاحب نے ہزار کے نوٹ کو ہاتھوں میں موڑا، مسلا اور)
(اسے گندا کردیا۔
"اب کون اس نوٹ کو لینا چاہے گا؟"
، کلاس میں موجود طلباء کے ہاتھ پھر کھڑے ہوگئے
پروفیسر صاحب یہ دیکھ کر مسکرائے اور انہوں نے ہزار کا نوٹ زمین پر گرادیا۔ اسے اپنے
جوتے تلے مسلا۔ اسے اٹھایا تو یہ نوٹ انتہائی گندا، میلا اور بدنما ہوچکا تھا۔
"اب اسے کون لینا چاہے گا؟ "
ایک مرتبہ پھر ہاتھ ہوا میں کھڑے ہوگئے۔

: پروفیسر صاحب مسکرائے اور بولے
عزیز طالب علموں آج آپ سب نے ایک انتہائی قیمتی اور بے بدل سبق یکھا۔ میں نے ایک ہزار کے نوٹ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ اسے گندا کیا، میلا کیا اور اسے خوب خراب کیا مگر پھر بھی آپ اسے لینے کے لیے تیار تھے۔ کیونکہ میں نے جو کچھ بھی کیا، اس سے نوٹ کی قدر و قیمت کم نہیں ہوئی۔ اب بھی اسکی قیمت ایک ہزار روپے ہی ہے
۔

زندگی میں کئی مرتبہ ہم گر جاتے ہیں۔ ہمیں ٹھوکریں پڑتی ہیں۔ ہمیں رگیدا جاتا ہے۔ ہمارے غلط فیصلوں کی مٹی ہمارے چہروں پر لگ جاتی ہے اور حالات کی سختیاں ہمارے چہرے پر نقش ہو جاتی ہیں۔ ہمیں یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ شائد ہم بلکل بے معنی بے کار اور ناکارہ ہو چکے ہیں، ہماری کوئی اہمیت نہیں رہی۔
مگر یاد رکھیے آپ کے ساتھ جو ہو چکا ہے یا جو ہو گا اس سے آپ کبھی اپنی اصل قدر و قیمت نہیں کھوئیں گے۔ آپ اشرف المخلوقات ہیں اور رہیں گے آپ خاص الخاص ہیں اور رہیں گے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے گا اپنی قدر و قیمت کو پہچانیے۔

خادم ہیں خادم اعلی

پاکستانی سیاستدان بھی آجکل اس مچھر کی طرح بنے ہوئے ہیں جس نے تیز آندھی کے دوران خود کو بچانے کے لیے ایک مضبوط درخت کا سہارا لیتے ہوئے اسکے ایک تنے کے ساتھ لپٹ گیا اور جب تیز آندھی رکی تو دوبارہ اپنی آڑان بھرنے سے قبل درخت سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ آج اگر میں نہ ہوتا تو یہ اندھیری تمھیں کب کا جڑوں سمیت اکھاڑ چکی ہوتی۔بلکل اسی مچھر کی طرح ہمارے سیاستدان بھی جمہوریت کو بچائے ہوئے ہیں اگر یہ آمریت کے دنوں میں ڈکیٹر کی بغلوں میں نہ چھپتے تو آج ملک میں جمہوریت نہ ہوتی اور میں تو ذاتی طور پر ان سب سیاستدانوں کا بہت مشکور ہوں کہ ان کی کوششوں سے آج ہر پاکستانی جمہوریت کے مزے دہشت گردی کے سائے میں خوب لے رہا ہے ہر طرف خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں پہلے تو کراچی میں آگ لگی ہوئی تھی جو اب ان جمہوری مچھروں کی خصوصی کاوشوں سے پورے ملک میں پھیل رہی ہے کوئٹہ میں انسانی جانوں کے ساتھ اس بے دردری سے کھیل کھیلا جارہا ہے کہ ایک ہی ساعت میں درجنوں معصوم اور بے گناہ بچے ،جوان، عورتیں اور بوڑھے لقمہ اجل بن گئے مگر اس جمہوریت کے رکھوالوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی لاہور میں ایک ڈاکٹر کو اسکے بیٹے سمیت قتل کردیا گیا بھوک افلاس اور غربت کی وجہ سے لوگ فاقوں اور خودکشیوں پر مجبور ہیں پورے پاکستان میں بے چینی اس حدتک

.بڑھ چکی ہے کہ کسی کو بھی اپنا مستقبل محفوظ نظر نہیں آرہا سرکاری افسران کی تو ویسے ہی موجیں لگی ہوئی ہیں کرنا کرانا کچھ بھی نہیں اور ہر چیز گھر بیٹھے مفت میں مل رہی ہے جس کے ہاتھ جو اختیار ہے وہ اس سے دن رات جائز اور ناجائز فائدے اٹھا رہا ہے بندروں کا کام گدھوں سے لیا جارہا ہے اور گھوڑوں کا کام بندروں کے سپرد کردیا گیا ہے خادم اعلی میرٹ میرٹ کی گردان کرتے نہیں تھکتے مگر سب سے زیادہ میرٹ کی دھجیاں بھی انہی کے دور حکومت میں آڑائی جارہی ہیں ہمارے حکمرانوں میں زد اور انا اس حد تک.بڑھ چکی ہے کہ یہ ملکی معاملات پر بھی اب اکٹھے نہیں ہو سکتے مگر جب انکے اپنے ذاتی معاملات ہوں تو پھر یہ وسیع تر قومی مفاد میں ایک ہی جھٹکے میں اکٹھے ہو جاتے ہیں پچھلے پانچ سال قومی مفاد میں ایم کیو ایم حکومت کے ساتھ رہی اور کراچی میں امن وامان کی مثال قائم کردی اور اب جیسے ہی الیکشن قریب آرہے ہیں تو پھر یہ سیاسی لیڈر تیز آندھی سے بچنے کے لیے کسی اور سہارے کی تلاش میں ہیں اور جب اس حکومت کا خاتمہ ہوگا تو اسکے پیچھے بہت سی کہانیاں جنم لیں گی کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے ان بہادر سیاستدانوں نے کس کس کے نام پر کتنی کتنی لوٹ مار کی اور تو اور پنجاب اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ڈپٹی سپیکر رانا مشہود کا جب کھاتہ کھولا جائیگا کہ انہوں نے بطور قائم مقام سپیکر کتنی لوٹ مار کی اور کتنے جعلی بل فائلوں کی زینت بنے ابھی انتظار ہے تو صرف اس بات کا کہ یہ حکومت ایک بار چلی جائے اور نگران حکومت کے آتے ہی

کرپشن کے ایسے ایسے پنڈورا بکس کھلیں گے کہ سب کی انکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی کہ جس ہسپتال میں غریب مریض کو ایک گولی نہیں ملتی وہی سے ایک ایک ایم پی اے لاکھوں روپے کی دوائی لے گیا بس ابھی تھوڑا انتظار ہے کہ کب یہ ایوان اپنے معزز نمائندگان سے جان چھڑوائے اور وہ واپس اپنے گھروں کو جائیں اور پھر نئے آنے والے جمہوریت کے اس درخت کو ضرور دیکھیں گے جہاں پر تیز آندھی میں مچھروں نے جپھا ڈالا ہوا تھا کہ واقعی درخت انہی مچھروں کی وجہ سے ہی محفوظ رہا ہے یا مچھر اس درخت کی مضبوطی کا فائدہ اٹھاتے رہے ہیں آخر میں حکام بالا کی توجہ اس طرف بھی مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ جسکا جو کام ہے اس سے وہی کام لیا جائے تو کچھ نہ کچھ کام چلتا رہات ہے اگر آپ نے پٹواریوں سے منڈیوں کے ریٹ چیک کروانے اور انہیں ہی دوکانوں پر باٹ چیک کرنے کے لیے بھیجنا ہے تو پھر باقی کے محکمے جو اس کام کے لیے مخصوص ہیں ان سے کیا کام لیا جارہا ہے کیا پٹواری ،اساتذہ اور کلرک انہی کاموں کے لیے رہ گئے ہیں کہ وہ وزیر اعلی کے جلسوں میں جاکر حاضری بھی لگوائیں انکے جلسوں کے اخراجات بھی برداشت کریں اور پھر ان سے بہتر کام کی امید بھی رکھیں وہ بھی آپ کی حکومت کے عام خادم ہیں خادم اعلی تو نہیں ہیں کہ جنکے سارے اخراجات خادم ہی برداشت کرتے ہیں .-

سیاسی دیمک

موجودہ دور حکومت ملکی تاریخ کا بدترین دور ہے عوام کو بنیادی ضروریات زندگی سے بھی محروم کردیا گیا ہے ادارے تباہ ہوچکے ہیں حکمران ملک پر عذاب کی صورت میں مسلط ہے مہنگائی ، بدامنی ، لاقانونیت ،ڈرون حملے اور بے روزگاری جیسے تحفے دینے والے ہمارے ان سیاستدان کے شاہانہ اخراجات بھی حیران کن ہیں اور ان کے سیاہ کرتوت دیکھ کر دل دکھتا ہے کہ غریب ملک کے غریب عوام سے ووٹ لیکر قومی اسمبلی میں پہنچنے والے 534 معزز ممبران اسمبلیوں کے پانچ سالہ جمہوری دور کے اخراجات 8 سو کروڑ روپے سے تجاوز کرچکے ہیں جس میں سے تقریبا ہر ایم این اے نے مختلف الاونسز کی مدیں تقریباء 16 کروڑ روپے کے قریب قریب حاصل کیے جبکہ مختلف ترقیاتی کاموں کے عوض جو کمیشن حاصل کیے وہ آف دی ریکارڈ ہیں یہ وہ ہمارے جمہوری سیاسی ڈاکو ہیں جو پاکستان کے غریب عوام کے نام پر سیاست کرتے ہیں اور انہیں روٹی ، کپڑا اور مکان کا سنہرا خواب دکھا کر لوٹتے ہیں ان سیاستدانوں سے امید اور بھلائی کی کیا امید رکھی جاسکتی ہے جنہوں نے آج تک سوائے اپنا آپ سنوارنے کے اور کچھ کیا ہی نہیں یہ سیاستدان پاکستان کو لگی ہوئی ایسی دیمک ہیں جنہوں نے اس ملک کو کرپشن ،اقرباء پروری ،لوٹ مار اور کمیشن جیسی لعنت سے روشناس کرواکر پاکستان کو اندرونی طور پر کھوکھلا کردیا ہے یہی وجہ ہے

آج ملک میں غربت اپنی انتہاء کو چھو رہی ہے غریب آدمی کے لیے نہ روزگار، نہ روٹی اور نہ ہی سر چھپانے کے لیے چھت ہے جبکہ کرپشن کے پروردہ افراد آج اس ملک پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں اپنی فائلوں کو رشوت کے پہیے لگانے والے ملک ریاض جیسے معمولی ٹھیکیدار آج اربوں روپے کے محل بنا کر ملک کی اہم شخصیات کو تحفے میں دے دیتے ہیں جس ملک میں رشوت کے کلچر کو پروان چڑھانے والے فخریہ انداز میں اپنے کارنامے بیان کرتے ہوں وہاں ایماندار آدمی کا ملنا ناممکن ہو جاتا ہے اور ہمارے انہی برے اعمال کی بدولت آج کرپٹ حکمران ہمارے سروں پر مسلط ہیں ہمیں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے ان سب لٹیروں کے احتساب کی دعا بھی کرنی چاہیے کہ جس ملک میں چند ہزار قرضہ لینے والا واپس نہ کرنے پر سلاخوں کے پیچھے چلا جاتا ہو اور اثرو رسوخ والا کروڑوں روپے ہضم کرکے بھی عیش و عشرت میں مصروف ہو ایک طرف ممبران قومی اسمبلی پچھلے پانچ سالوں میں 85ارب روپے سے زائد کھا گئے وہاں پر گزشتہ پانچ سال کے دوران بینکوں سے بھی 138 ارب 62 کروڑ 60لاکھ روپے کے قرض معاف کروالیے گئے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے گزشتہ پانچ سال کے دوران بینکوں کی جانب سے ایک کھرب 38 ارب 62 کروڑ 60لاکھ روپے کے قرض معاف کئے گئے یہ اعداد و شمار 2007ء سے 2011ء تک کے ہیں سال 2007ء کے دوران بینکوں کی جانب سے 32 ارب 32 کروڑ 74لاکھ قرض معاف کئے گئے جبکہ 2008ء کے دوران 47 ارب 7 کروڑ 86لاکھ روپے کے ریکارڈ قرض معاف ہوئے۔ اسی طرح 2009ء میں 27 ارب 30 کروڑ 54 لاکھ روپے کے

قرض جبکہ 2010ء میں 15 ارب 17 کروڑ 50 لاکھ روپے کے قرض معاف ہوئے۔ سال 2011ء کے دوران بینکوں سے 16 ارب 74 کروڑ ایک لاکھ روپے کے قرض معاف کروائے گئے جبکہ سال 2012ء کے دوران معاف ہونے والے قرضوں کی تفصیلات ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکی ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ اہم شخصیات کے نام بھی آئندہ عام انتخابات میں عوام قرضے معاف کرانیوالوں اور کرپشن کرنیوالوں کو ہرگز ووٹ نہ دیں کیونکہ انہی کی وجہ سے ملک دیوالیہ ہوچکا ہے اور یہ لوگ سیاست کو کاروبار کے طور پر ذاتی مفادات کے لئے استعمال کرتے ہیں اور قوم کو آئے دن نئے بحرانوں کا شکار کردیتے ہیں۔ سپریم کورٹ کو چاہئے کہ فوری طور پر اسٹیٹ بینک سے قرضے معاف کرانیوالوں کی مکمل فہرستیں میڈیا کو جاری کرائے کرپٹ لوگوں کی حکمرانی میں پاکستان کبھی بھی ترقی نہیں کرسکتا پاکستان میں سے توانائی کا بحران اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا.

حکومت کا خاتمہ اور نگران

پاکستان میں اس وقت ایک حکومت جانے کو ہے تو اسکی جگہ نگران حکومت کی تیاریاں ہو رہی ہیں حکومت کے ختم ہونے میں اب دنوں کی نہیں صرف گھنٹوں کی بات ہی رہ گئی ہے مگر ابھی تک دونوں بڑی سیاسی جماعتیں جو مرکز اور پنجاب میں حکومت کر رہی ہیں ابھی تک نگراں وزیراعظم اور نگران وزیراعلیٰ کے نام پر متفق نہیں ہو سکی جس کی وجہ سے ملک بھر کے عوام میں تجسس بڑھ گیا، پاکستان کی 65 سالہ تاریخ کا فیصد دورانیہ مارشل لاء کی نذر ہوا، 57 فیصد عرصے میں منتخب وزیراعظم کی 41 حکومت رہی۔ 30 فیصد عرصہ صدارتی نظام نافذ رہا۔ مسلم لیگ 14، پیپلز پارٹی کے 7 وزرائے اعظم منتخب ہوئے، پاکستان کی تاریخ میں کون کب تک وزیراعظم رہا پاکستان دنیا بھر میں سیاسی اور جمہوری مزاج رکھنے والی قوم کا ملک ہے اس کے باوجود پاکستان کی 65 سالہ تاریخ میں جمہوری عمل میں وہ تسلسل قائم نہ ہو سکا جو پاکستان کو جمہوری مملکت بنانے مددگار ثابت ہوتا، موجودہ سیاسی صورت حال میں بلوچستان سمیت ملک بھر کی عوام میں نگراں وزیراعظم کے حوالے سے تجسس بڑھتا جارہا ہے اور عوام یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ ملک میں نگراں وزیراعظم پاکستان اور صوبوں میں نگران وزیراعلیٰ کا ہما کس کے سر پر آئے گا، پاکستان کی 65 سالہ تاریخ میں 57 فیصد عرصے میں منتخب وزرائے اعظم کی حکومت رہی جبکہ 41 فیصد دورانیہ

مارشل لاء کی نذر ہوگیا۔ ملک پر 5 نگراں وزیراعظم سمیت 27 وزرائے اعظم نے 16 ہزار 995 اور مارشل لاء حکمرانوں نے 9 ہزار 51 دن تک حکومت کی۔ ملکی مارشل لاؤں کی تاریخ میں 42 فیصد جنرل ایوب خان، 30 فیصد جنرل ضیاء الحق 14 فیصد جنرل ر) پرویز مشرف 10 فیصد یحییٰ خان کا مارشل لاء نافذ رہا۔ امور مملکت چلانے کیلئے) پارلیمانی نظام کے انتخاب پر 14 اگست 1973ء کو موجودہ آئین میں پوری قوم کے اتفاق رائے کے باوجود 12 اکتوبر 2009 تک 14304 دنوں 4242 دن یعنی 29.2 فیصد عرصہ صدارتی نظام قائم رہا، پارلیمانی تاریخ میں سے سے زیادہ منتخب وزرائے اعظم میں یوسف رضا گیلانی، جبکہ نواز شریف (دونوں) ادوار میں 14 فیصد، بے نظیر بھٹو لیاقت علی خان 11.2، ذوالفقار علی بھٹو 10.4، شوکت عزیز 8.7، محمد خان، 13 جونیجو 8.3، فیصد عرصہ وزیراعظم کے منصب پر فائز رہے۔ ملک کی 65 تاریخ میں لیاقت علی خاں پہلے وزیراعظم جنہوں نے 14 اگست 1947ء کو وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالا اور 16 اکتوبر 1951ء تک وزیراعظم رہے جب انہیں لیاقت باغ راولپنڈی میں جلسہ عام میں شہید کیا گیا، سر خواجہ ناظم الدین 17 اکتوبر 1951 سے اپریل 1953 تک وزیراعظم رہے۔ 17 اپریل 1953 سے 12 اگست 1955 17 تک محمد علی بوگرہ وزیراعظم رہے۔ 12 اگست 1955 سے 12 ستمبر 1956 تک چوہدری محمد علی۔ 12 ستمبر 1956 سے 17 اکتوبر 1957 تک حسین شہید سہروردی۔ 17 اکتوبر سے 16 ستمبر 1957 تک ابراہیم اسماعیل۔ 16 ستمبر 1957 سے 7 اکتوبر 1957 تک سر فیروز خان نون پاکستان کے وزیراعظم رہے 1958

۔7 اکتوبر 1958 کو وزیر اعظم کا عہدہ تحلیل کر دیا گیا پھر یہ عہدہ دوبارہ 7 ستمبر 1971 کو بحال کیا گیا جس پر نور الامین منتخب ہوئے جو 20 ستمبر 1971 تک وزیر اعظم رہے 20 ستمبر 1971 کو دوبارہ یہ عہد تحلیل کیا گیا۔ وزیر اعظم پاکستان کا عہدہ 14 اگست 1973 کو بحالی کیا گیا جس پر ذوالفقار علی بھٹو 5 جولائی 1977 تک فائز رہے تاہم وزیر اعظم کا یہ عہدہ 5 جولائی 1977 کو ایک بار پھر تحلیل کر دیا گیا، 24 مارچ 1985 کو وزیر اعظم کا عہدہ بحال کیا گیا جس پر محمد خان جونجو 29 مئی 1988 تک وزیر اعظم رہے۔ 29 مئی سے 2 دسمبر 1988 تک یہ عہدہ تحلیل رہا 2 دسمبر 1988 سے 6 اگست 19881990 تک بے نظیر بھٹو وزیر اعظم رہیں۔ 6 اگست 1990 سے 6 نومبر 1990 تک غلام مصطفی جتوئی نگراں وزیر اعظم رہے۔ 6 نومبر 1990 سے 18 اپریل 1993 تک میاں نواز شریف وزیر اعظم رہے۔ 18 اپریل 1993 سے 26 مئی 1993 تک بلخ شیر مزاری نگراں وزیر اعظم رہے۔ 28 مئی 1993 سے 18 جولائی 1993 تک وزیر اعظم میاں نواز شریف فائز رہے۔ 18 جولائی سے 19 اکتوبر 1993 تک معین الدین قریشی نگراں وزیر اعظم رہے۔ 19 اکتوبر 1993 سے 5 نومبر 1996 تک محترمہ بے نظیر بھٹو وزیر اعظم پاکستان فائز رہیں۔ 5 نومبر 1996 سے 17 فروری 1997 تک ملک معراج خالد نگراں وزیر اعظم رہے 17 فروری 1997 سے 12 اکتوبر 1999 تک میاں نواز شریف وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز رہے۔ 12 اکتوبر 1999 کو جنرل پرویز مشرف نے ملک میں مارشل لاء لگا کر وزیر اعظم کا عہدہ تحلیل کر دیا اور ملک کے چیف ایگزیکٹو بن گئے۔ 21 نومبر 2002 کے عام

انتخابات میں کامیاب ہو کر وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی 24 جون 2004 تک عہدہ پر فائز رہے ، 30 جون 2004 سے 20 اگست 2004 تک چوہدری شجاعت حسین ۔ اگست 2004 سے 16 نومبر 2007 تک وزیر اعظم شوکت عزیز۔ 16 نومبر 2007 20 سے 25 مارچ 2008 تک محمد میاں سومرو نگراں وزیر اعظم ، 25 مارچ 2009 سے 19 جون 2012 تک وزیر اعظم پاکستان سید یوسیف رضا گیلانی عہدہ پر فائز رہے سید یوسف رضا گیلانی کا دور حکومت سب سے طویل رہا انہیں نے سب سے طویل عرصہ تک وزیر اعظم رہنے کا عزاز بھی حاصل کیا تاہم سزا یافتہ وزیر اعظم کا عزاز بھی ان کو ہی حاصل ہوا۔ پاکستان کے موجودہ وزیر اعظم راجہ پرویز اشرف نے 21 جون 2012 کو اپنے عہدہ کا حلف اٹھایا جس پر وہ تاحال کام کر رہے ہیں ۔ پاکستان میں آنے والی نگراں حکومت کی نگرانی میں انتخابات کا عمل ہوگا عوام اس امید کے ساتھ نگراں حکومت کے انتظار میں ہے کہ آنے والی حکومت ملک میں شفاف انتخابات کرانے میں اپنی ذمہ داری پوری ایمانداری کے ساتھ سرانجام دے گی تاکہ ملک میں آنے والی منتخب حکومت عوام کے مسائل کا ازالہ ضرور کرے گی ۔

مبارک ہو مگر . . . .

مبارک ہو کہ پہلی بار جمہوریت کے پانچ سال بیت گئے ان بیتے برسوں نے پاکستان کی تاریخ میں کئی انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جہاں اس ملک پر دہشت گردی کا راج رہا وہاں کبھی کبھی کوئی نہ کوئی خوشی کی خبر بھی مل ہی جاتی تھی مگر سب سے پہلے اس بات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ خوش قسمتی سے پاکستان کی جمہوری اور پارلیمانی تاریخ میں پہلی بار موجودہ قومی اسمبلی نے کیلنڈر پر موجود دن پورے کرتے ہوئے اپنے آخری پارلیمانی سال کے 130 دن منگل کو پورے کر لئے موجودہ قومی اسمبلی 16 مارچ کو وجود میں آئی تھی۔ اٹھارویں ترمیم کے بعد ایک سال کے دوران قومی اسمبلی کا اجلاس 130 دن ہونے کی شرط عائد کی گئی تھی۔ موجودہ اسمبلی نے پانچوں پارلیمانی سال کے دوران کیلنڈر پر موجود دن پورے کئے ہیں رواں قومی اسمبلی کے پانچ سال کے دوران 8 اراکین قومی اسمبلی وفات پا گئے، ان میں پاکستان پیپلز پارٹی کی خواتین کی نشستوں پر کامیاب رکن فوزیہ وہاب، مہرالنسا آفریدی، اقلیتی رکن شہباز بھٹی، پیپلز پارٹی کے وہاڑی سے رکن عظیم دولتانہ اور جعفرآباد سے رکن تاج جمالی انتقال کر گئے۔ عوامی نیشنل پارٹی کے رکن عبدالمتین خان، مسلم لیگ (ن) کے رکن نیاز محمد خان اور مسلم لیگ (ق) کے رکن جام یوسف بھی وفات پا گئے۔ موجودہ قومی اسمبلی میں 23 نشستوں پر مختلف

وجوہات کی بناپر ضمنی انتخابات کا انعقاد کیا گیا۔ قومی اسمبلی نے 6 مارچ 2013 تک کل بل پاس کئے جن میں 1973 کے آئین کو اصل شکل میں بحال کرنے کی 125 اٹھارویں ترمیم، الیکشن کمیشن، خواتین اور بچوں پر جبری تشدد کے خاتمے، انسانی حقوق کمیشن کے قیام، ڈی ایچ اے سمیت دیگر اہم بل شامل ہیں۔ موجودہ اسمبلی نے 80 قراردادیں منظور کیں جن میں ڈرون حملے روکے جانے، دہشت گردی کے واقعات سمیت دیگر ترامیم شامل تھیں مگر ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک بڑی حقیقت رہی ہے کہ اسی جمہوری حکومت کے ان پانچ سالوں کے دوران جہاں غریب غربت کی دلدل میں دھنستا چلا گیا ہو، بجلی، گیس نے ہماری مت مار رکھی ہو اور لاقانونیت اور ٹارگٹ کلنگ کا جن بوتل سے باہر نکل چکا ہو اور آج ہمارے ملک میں معاشی ناہمواری سے عوام مہنگائی، بے روزگاری، بجلی، گیس اور پٹرول کے بحران میں پھنس چکی ہو ملک پر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا قبضہ ہو اور اوپر سے بدترین یہ ہو کہ ملک میں اس وقت سالانہ 150 کھرب روپے کی کرپشن بھی ہو رہی ہے اور ان سب سے بڑی خرابی دہشت گردی بھی ہو جس نے ملک کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے اور بین القوامی سطح پر پاکستان کو جو دھچکا لگا وہ بھی انہی پانچ سالوں میں زیادہ رہا تنی زیادہ وبائی امراض دیگر اب حکومت رخصت ہونے والی ہے اگر جاتے جاتے ایک کام اور کرجاتے کہ طالبان سے مذاکرات کرکے انہیں پاکستان سے دشمنی کی بجائے محبت کا درس دے جاتے کیونکہ ملک میں جاری دہشت گردی کی وجہ سے جو خاندان متاثر ہو چکا ہے

اس قیامت خیزی کا اندازہ تو صرف وہ ہی لگا سکتا ہے اور ہم اب مزید بے گناہوں اور معصوم پاکستانیوں کو دہشت گردی کی زد میں آنے سے بچا سکتے ہیں جبکہ اس سلسلہ میں طالبان کی جانب سے مذاکرات کی پیشکش خوش آئند ہے اور حکومت کو چاہیے کہ وہ طالبان سے قیام امن کے لئے فوری طور پر مذاکرات کرے امریکہ اور یورپی ممالک جب طالبان سے مذاکرات کر سکتے ہیں تو ہماری حکومت کی جانب سے مذاکرات کرنے میں کیا قباحت ہے ۔

آخر میں کچھ انقلابی شاعر جناب حبیب جالب کے بارے میں جن کی 20 ویں برسی گذشتہ روز منائی گئی حبیب جالب عہد حاضر کے نمائندہ و انقلابی اور عوامی شاعر تھے۔ جالب نے ہمیشہ صداقت کا علم بلند رکھا اور ریاستی جبر کے باوجود صدائے حق کا ساتھ دیا اور سب سے بڑی بات کہ حبیب جالب ایک بہادر نڈر، بے باک اور حق گو انسان تھے جنھوں نے ظلم و جبر کی تمام قوتوں کے خلاف مذاہمت کی یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری آئندہ نسلوں کے لئے مشعل راہ ہے حبیب جالب جیسی نابغہ روزگار شخصیات خال خال جنم لیتی ہیں وہ اپنے عہد کے سچے ترجمان اور جمہوریت پسند شاعر ہی نہیں بلکہ بہادر انسان بھی تھے اور جالب اقتدار پسند حکمرانوں کے لئے خوف کی علامت تھے جرات اظہار کی پاداش میں ملنے والی قید و بند کی تکالیف بھی انہیں عوام کی آس کی ترجمانی سے روک نہ سکیں یہی وجہ ہے کہ آج کے حکمران بھی عوامی جذبات کی ترجمانی کے لیے جناب حبیب جالب

۔ کی شاعری کا سہارا لیتے ہیں مگر انکے بچوں سے کیے ہوئے وعدوں پر عمل نہیں کرتے

حکومتی محکمے اور عوام کا رونا

ابھی کچھ دن قبل غازی بروتھا میں ایک جونیئر انجینئر کی غلطی سے پورے ملک میں بجلی کا بریک ڈاؤن ہوا تھا جس پر ملک بھر میں مختلف قیاس آرائیاں شروع ہو گئی تھی اور ملک بھر کے قارئین نے اس رات فون کرکے ہمیں بھی مختلف وسوسوں میں الجھائے رکھا مگر ہمارے ذرائع نے ہمیں تسلی دی کہ کچھ نہیں ہوا اگلے دن وزیر اعظم نے رپورٹ مانگ لی اور واپڈا نے اپنی اس غلطی کو دبانے کے لیے ایک من گھڑت کہانی اوپر پہنچا کر نہ صرف حکومت کو ماموں بنا دیا بلکہ اس غلطی کے ذمہ دار جونیئر انجینئر امیر محمد کو بھی صاف بچا لیا واپڈا حکام کی اس بد دیانتی کے پیچھے کیا عزائم ہیں یہ پھر کسی روز تفصیل سے بتاؤں گا مگر اب صرف اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ موجودہ حکومت کی تباہ کن پالیسیوں سے پاکستانی عوام جس کرب سے گذر رہی ہے اس کا اندازہ اب سب کو ہی ہو چکا ہے ملک میں بجلی ،گیس کی شدید قلت کے باعث نہ صرف ملکی انڈسٹری بند ہو چکی ہے بلکہ غریب اور محنت کش عوام کو روزگار کے حصول میں بھی سخت مشکلات درپیش ہیں جبکہ دور دراز کے علاقوں میں بجلی سارا سارا دن غائب رہتی ہے جسکی وجہ سے وہاں پر پینے کیلئے پانی بھی دستیاب نہیں ہوتا حکومت کی نااہلی اور بے حسی پر ضلع بونیر سے آیا ہوا ایک خط حکومتی بے حسی کا رونا رو رہا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

جناب محترم روہیل اکبر صاحب آپ کے مضمون اخبارات میں ہم بڑے شوق سے پڑھتے ہیں بلکہ ہمارا پورا علاقہ آپ کا بڑا مشکور ہے کہ آپ عوامی مسائل پر کھل کر بلکل ہماری ترجمانی کر رہے ہیں میں آپ کے کالم کے زریعے حکام بالا کی توجہ اپنے علاقہ کے مسائل کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں امید ہے آپ جگہ دیں گے جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ لوڈشیڈنگ تو پورے پاکستان میں ہوتی رہتی ہے لیکن کئی علاقے ایسے بھی ہیں جن میں بجلی ہونے کے ساتھ ساتھ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جس کا اگر لالٹین کے روشنی سے موازنہ کیا جائے تو میرے خیال سے لالٹین کی روشنی زیادہ ہوگی۔ عام طو بجلی صارفین کو مہیا ہو جانی چاہیئے لیکن بدقسمتی سے ضلع بونیر Vرپر پاکستان میں 220 بجلی جو Vواحد ایک ایسا علاقہ ہے جہاں 20 گھنٹے لوڈشیڈنگ اور باقی 4 گھنٹے 25-30 کہ نہ ہونے کے برابر ہے لوگوں کو مہیا کی جارہی ہیں۔ ضلع بونیر کے کئی علاقے ایسے ہیں جن میں اگر ایک دن بھی ٹیوب ویل نہ چلایا جائے تو پانی کا شدید قحط پڑ جاتا ہے۔ یہی مسلہء پچھلے کئی سالوں سے چلا آرہا ہے۔ عوام نے کئی دفعہ احتجاج کیا، روڈ بلاک کئے مگر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اگلے دو روز بجلی اور وولٹیج ٹھیک رہتی ہے جس کے بعد لو گوں کو وہی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لوگوں کے ذہن میں سوال پید اہوتا ہے کہ احتجاج سے وولٹیج کیسے 220 ہو گیا اور پھر اگلے دو روز بعد کیسے

ہو جاتی ہے۔ ان کے پیچھے ضرور کسی کا ہاتھ ہے جو ہمارے حق کو مارنا چاV25-30
ہتے ہیں۔ لوگوں میں حکومت کے خلاف نفرتیں پیدا ہو گئی ہے کیونکہ یہاں کے لوگ سارا دن کھیتی باڑی، محنت مزدوری کرکے رات کو پانی کی تلاش میں نکل جاتے ہیں اور پھر صبح سویرے اُٹھ کر اپنے کاموں میں لگ جاتے ہیں کیا ان لوگوں کی قسمت میں آرام نہیں یا یہ لوگ بجلی کا بل نہیں دیتے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ یہاں کے سکولوں میں پانی نہیں ہسپتالوں میں پانی نہیں اور تو اور مساجد اور جنازگاہوں میں پانی نہیں ہے یہاں کا ماربل جو کہ پورے پاکستان میں مشہور ہے کے کارخانے کئی سالوں سے بند پڑے ہیں ۔ کئی سالوں سے فریزر بند پڑے ہیں اور یہاں کے باسیوں کو اندھیرے میں کھانا کھانے کی تو عادت ہو گئی ہے بارش ہو جائے تو کئی دن لوگ بجلی کا نام ونشان تک بھول جاتے ہیں۔ ٹرانسفارمر یا ٹیوب ویل خراب ہوجائے تو لوگ چندہ اکٹھا کرکے اپنی مدد آپ کے تحت ٹھیک کروالیتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے یہاں حکومت کا کام بھی عوام کو کرنا پڑیگا اور وہ بھی غریب عوام سے چندہ اکٹھا کرکے یہ کیسا نظام ہے اور یہ کیسا سسٹم ہے کیا یہ لوگ بل نہیں دیتے جبکہ یہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں AC چلانے کے لئے بجلی نہیں چاہیئے، ہمیں فریزر اور ہیٹر چلانے کے لئے بجلی نہیں چاہیئے، ہم نے بنا استری کپڑے پہنے ہیں تو کیا ہوا، ہم نے اندھیرے میں کھانا کھایا تو کیا ہوا، ہم نے پنکھے نہ چلائے تو کیا ہوا، ہم نے TV نہیں دیکھا تو

کیا ہوا۔۔۔ ہمیں تو صرف اتنی بجلی چاہیئے جس سے ہمارے ٹیوب ویل چلے اور ہمیں پینے کا پانی تو کم از کم مہیا ہو۔ آپ کا خیر اندیش ، عظمت اللہ بونیری، کنگر گلی ضلع بونیر

نگران وزیر اعظم اور سیاستدانوں کی ناکامی

جو کام حکومت اور اپوزیشن ملکر نہ کر سکی وہ الیکشن کمیشن نے دو دن کے اندر اندر نمٹا دیا نگران وزیر اعظم کے لئے جسٹس (ر) ہزار خان کھوسو کا اعلان خوش آئند ہے اور الیکشن کمیشن نے ایک بہتر فیصلہ کیا ہے اپوزیشن اور حکومت کا متفق نہ ہونا اچھی روایت نہیں بہتر ہوتا کہ حکومت اور اپوزیشن کسی نگران وزیر اعظم کے نام پر متفق ہوتے نگران وزیر اعظم جسٹس (ر) ہزار خان کھوسو بلوچستان سے تعلق رکھنے والے دوسرے وزیر اعظم ہیں اس سے پہلے میر ظفر اللہ جمالی کو (ق) لیگ کی طرف سے وزیر اعظم بنایا گیا تھا جسٹس (ر) ہزار خان کھوسو اور میر ظفر اللہ جمالی ایک دوسرے سے متصل اضلاع سے تعلق رکھتے ہیں ہزار خان کھوسو ضلع جعفر آباد جبکہ ظفر اللہ جمالی کا تعلق ضلع نصیر آباد سے ہے اور یہ دونوں اضلاع بلوچستان کے نصیر آباد ڈویژن میں شامل ہیں جسٹس (ر) میر ہزار خان کھوسو کی بطور نگران وزیر اعظم تقرری بلوچستان میں عام انتخابات کا انعقاد کو یقینی بنانے اور قوم پرستوں کے ساتھ ساتھ علیحدگی پسند تنظیموں کو جمہوری عمل میں واپس لانے میں اہم پیش رفت ثابت ہوگی کیونکہ جسٹس (ر) ہزار خان کھوسو اپنے طویل عدالتی تجربات اور بعض دیگر وجوہات کی بناء پر بلوچستان میں ہر سطح پر پسندیدگی سے دیکھے جاتے ہیں الیکشن کمیشن آف پاکستان کے 5 میں سے چار ا

رکان کے نگران وزیراعظم کیلئے جسٹس (ر) میر ہزار خان کھوسو کے نام پر متفق ہونے کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ ان کا بلوچستان سے تعلق ہے جبکہ بلوچستان میں بلوچ لبریشن فرنٹ، بلوچ لبریشن آرمی اور بلوچ ری پبلکن آرمی سمیت متعدد علیحدگی پسند تنظیموں نے عام انتخابات کے بائیکاٹ کی کال دے رکھی ہے اور موجودہ حالات میں انتخابات کے حوالے سے غیر یقینی کی فضاء موجود ہے لہٰذا بلوچستان کے ضلع جعفر آباد سے تعلق رکھنے والے جسٹس (ر) میر ہزار خان کھوسو کی بطور نگران وزیراعظم تعیناتی سے بلوچستان کی فضاء میں انتخابات کے حوالے سے مثبت تبدیلی آئے گی جبکہ نگران وزیراعظم کیلئے ان کے نام پر اتفاق کے پیچھے بھی یہی سوچ کارفرما ہے کہ بلوچستان میں عام انتخابات کے انعقاد کو ممکن بنایا جاسکے جس کے بعد مذکورہ فیصلے سے بلوچ قوم پرست جماعتوں کا بھی عام انتخابات پر اعتماد پختہ ہوگا جبکہ پارلیمانی کمیٹی نے جن 4 شخصیات کے نام نگران وزیراعظم کیلئے الیکشن کمیشن کو بھجوائے تھے ان میں 3 یعنی جسٹس (ر) ناصر اسلم زاہد، ڈاکٹر عشرت حسین اور رسول بخش پلیجو پر اعتراضات لگائے گئے لہٰذا اگر الیکشن کمیشن ان میں سے کسی کو نگران وزیراعظم نامزد بھی کرتا تو یہ ایک متنازعہ فیصلہ بن جاتا اس کے برعکس جسٹس (ر) میر ہزار خان کھوسو پر نسبتاً کم اعتراضات تھے نگران وزیراعظم کیلئے نامزد میر ہزار خان کھوسو پیپلز پارٹی اور (ن) لیگ کی قیادت کے پسندیدہ رہے ہیں' وہ ہائیکورٹ کے عارضی جج ذوالفقار علی بھٹو دور میں بنے' چیف جسٹس بلوچستان

ہائی کورٹ بینظیر بھٹو کے دور میں بنے اور وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس کی ذمہ داری نواز شریف نے سونپی' زرداری نے مرکزی زکوۃ کونسل کا چیئرمین بنایا۔ میر ہزار خان کھوسو 3 ستمبر 1929 کو بلوچستان کے ضلع جعفرآباد کے گاؤں اعظم خان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1954 میں سندھ یونیورسٹی سے گریجویشن اور دو برس بعد کراچی یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ میر ہزار خان کھوسو ذوالفقار علی بھٹو حکومت کے آخری ایام میں 20 جون 1977 کو بلوچستان ہائی کورٹ کے عارضی جج بنائے گئے اور وہ ضیاالحق کے دور میں پی سی او کے تحت حلف اٹھا کر مستقل جج بنے۔ جسٹس (ر) میر ہزار خان کھوسو 1990ء میں بلوچستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بنے اور 29 ستمبر 1991 کو اس عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اپنی ریٹائرمنٹ کے ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں انہیں وفاقی شرعی عدالت کا جج بنایا گیا اور وہ میاں نواز شریف کے دور میں 17 نومبر 1992 کو وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس بنے۔ میر ہزار خان کھوسو سابق وزیراعظم بینظیر بھٹو کے بھی انتہائی قریب سمجھے جاتے تھے جبکہ پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت میں انہیں وفاقی زکوۃ کونسل کا چیئرمین لگایا گیا اور وہ اپنی نئی ذمہ داری ملنے تک اسی عہدہ پر کام کر رہے تھے۔ نگران وزیراعظم جسٹس (ر) میر ہزار خان کھوسو جن کا نام پیپلز پارٹی اور اتحادی جماعتوں نے نگران وزیراعظم کیلئے تجویز کیا تھا ان کا اپنا گھر پیپلز پارٹی' تحریک انصاف اور (ن) لیگ کے درمیان تقسیم ہے۔ جسٹس (ر) کھوسو کے بڑے صاحبزادے مہراب خان

کھوسو 2008ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر بلوچستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے' ان کے دوسرے صاحبزادے امجد خان کھوسو ایڈووکیٹ حال ہی میں تحریک انصاف میں شامل ہوچکے ہیں جبکہ ان کے قریبی رشتہ دار ظہور کھوسہ جن کو جعلی ڈگری کیس میں نااہل قرار دیا گیا تھا وہ سابق وزیراعظم ظفراللہ جمالی کے علاقائی سیاست میں سب سے بڑے حریف ہیں۔ ظہور کھوسہ اپنی نااہلی کے بعد (ن) لیگ میں شامل ہوگئے تھے اور ابھی پنجاب میں نگران وزیراعلی کے جن ناموں پر پارلیمانی کمیٹی نے فیصلہ کرنا ہے ان میں جسٹس (ر) زاہد حسین، نجم سیٹھی، خواجہ ظہیر اور جسٹس (ر) عامر رضا خان شامل ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ پنجاب کے سیاستدان اس میں کامیاب ہوتے ہیں یا مرکز کی طرح ناکام رہتے ہیں۔

ٹی وی کی چڑیا

پاکستانی سیاست میں کبوتر اور بلی کا کھیل تو جاری اور جیسے کبھی کبھی بلی اچانک تھیلے سے باہر آ جاتی تھی اور کبوتر انکھیں بند کرلیتا تھا اگر شکار نکل جائے تو پھر کھسیانی بلی کھبا نوچے جیسے محاورے بھی سننے کو مل جاتے تھے مگر اس بار تو ٹی وی سکرین سے چڑیا ہی پھدک کر باہر آ نکلی اور سب کو حیران کر دیا مگر اس میں حیران ہونے والی بھی کوئی خاص بات نہیں ہے کیونکہ یہ پاکستان ہے جہاں ہر جیز ممکن ہے ہر چیز مل جاتی ہے جیب میں پیسے ہونے چاہیے پیسوں کا ذکر آیا تو اپنے قارئین کو بتاتا چلوں کہ کرپٹ حکمرانوں کی ناقص پالیسیوں کی بدولت پاکستان کے ذمہ قرضوں میں 8816ارب روپے کا اضافہ ہوا ہے قوم 65برس سے ظالم اور کرپٹ حکمرانوں کے نرغے میں ہے۔ چند خاندانوں نے 18 کروڑ عوام کا جینا حرام کر دیا ہے۔ملک میں حلال روزی کمانے کا راستہ بند کر دیا گیا ہے سابقہ حکمرانوں کی لوٹ مار، کرپشن اور نا اہلی نے ملک کو معاشی واقتصادی، سیاسی بحرانوں سے دو چار کیا۔ عوام دشمن پالیسیوں کی بدولت مہنگائی، بے روزگاری، بدامنی میں اضافہ ہوا۔ عوام خودکشیاں کر رہے ہیں عوام دیانتدار، باصلاحیت لوگوں کو ووٹ دے کر کامیاب کریں اس وقت پاکستانی سیاست صرف 100 خاندانوں کی میراث بن کر رہ گئی ہے پاکستان دنیا کے 186 ممالک میں سے 146 ویں نمبر پر آتا ہے

ہماری سابق حکومت کی بدترین کارگردی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس ملک کے غریب عوام کے نام پر سیاست کرنے والوں نے اپنے پانچ سالہ دور حکومت میں صحت پر جی ڈی پی کا 0.8 فیصد اور تعلیم پر 1.8 فیصد خرچ کیا گیا جبکہ 49 فیصد پاکستانی خط غربت سے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہیں اور ابھی حال ہی میں الیکشن کمیشن نے عوامی نمائندوں کے اثاثے شائع کیے ہیں جسکے مطابق اس ملک کے غریب عوام کے امیر حکمرانوں نے اربوں روپے اکٹھے کر رکھے ہیں ان میں نور عالم خان 32 ارب روپے کے ساتھ امیر ترین ہیں سابق وزیر اعظم راجہ پرویز اشرف 7 کروڑ 20 لاکھ روپے مالیت کی جائیداد رکھتے ہیں ان کے پاس 18 لاکھ روپے کی دو گاڑیاں بھی ہیں اور ان کی اہلیہ کے پاس 10 تولے سونا بھی ہے جبکہ راجہ پرویز اشرف نے اپنے بھائی سے 80 لاکھ روپے لینے ہیں۔شہباز شریف کے کل اثاثوں کی مالیت 14 کروڑ سے زائد ہے، ان کے پاس 2 کروڑ روپے کی تحفے میں ملی ایک گاڑی بھی ہے۔ چودھری نثار کے بینک میں 83 لاکھ روپے ہیں، ان کا راولپنڈی میں ایک گھر اور چکری میں فارم ہاوس ہے، ان کے پاس 9 رہائشی فلیٹس بھی ہیں۔ غلام احمد بلور کے اثاثوں کی مالیت تین کروڑ 94 لاکھ روپے، ارباب عالمگیر 2 ارب روپے اثاثوں کے مالک ہیں، ان کا دبئی میں چار کروڑ روپے کا اپارٹمنٹ بھی ہے۔ اسفند یار ولی ایک کروڑ روپے مالیت کی اثاثے رکھتے ہیں اور ان کے پاس 50 تولے سونا بھی ہے۔ مولانا فضل الرحمان 55 لاکھ روپے سے زائد کی اثاثوں کے مالک ہیں۔امیر مقام کے 16 کروڑ کے اثاثے جبکہ

گاڑیاں ہیں۔ پرویز الہیٰ کے اکاونٹ میں 6 کروڑ 41 لاکھ روپے ہیں اور ان کی 89 لاکھ روپے کی جائیداد بھی ہے، انھوں نے تین کروڑ 49 لاکھ روپے کی سرمایہ کاری بھی کر رکھی ہے، سپیکر قومی اسمبلی فہمیدہ مرزا کے 8 کروڑ سے زائد مالیت کے اثاثے ہیں اور - ان کے پاس ڈیڑھ کروڑ مالیت کا دبئی میں اپارٹمنٹ بھی ہے

یہ وہ حکمران تھے جنھوں نے اس ملک کے غریب عوام کی قسمت بدلنے کا عزم کر رکھا تھا مگر نہ جانے انہیں کس کی نظر لگ گئی کہ نہ صرف انکے زیر سایہ چلنے والے ادارے تباہ وبرباد ہوگئے بلکہ پاکستان میں غربت بھی بے انتہا ہو گئی ملک میں اس وقت بجلی کے بحران نے انتہائی سنگین صورتحال اختیار کر رکھی ہے حکمرانوں ملک کے معاشی نظام میں بہتری لانے کے مسلسل جھوٹے وعدے کرتے رہے اور عوام پر مہنگائی کے کوڑے برساتے رہے۔ حکمران اپنے اقتدار کے آخری دنوں یں بھی عوام کو ریلیف اور سبسڈی دینے کے بجائے عوام کا خون نچوڑنے میں لگے رہے لاقانونیت، کرپشن اور بے روزگاری کے وہ بیج بوئے گئے جس کا پھل قوم ، بلوچستان اور کراچی میں ٹارگٹ کلنگ کی صورت میں وصول کر رہی ہے۔ معیشت تباہ وبرباد اور ملکی سلامتی داؤ پر لگی ہوئی ہے ہر شخص عدم تحفظ کا شکار ہے۔ تمام ادارے ناکام ہو چکے ہیں امن و امان ایک خواب بن کر رہ گیا ہے اور اس کے باوجود یہی سیاستدان ایک بار پھر عوام کو دلفریب نعروں سے بیوقوف

بنانے چل پڑے ہیں ان سب حقیقتوں کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک کا پٹواری کتنا طاقتور ہوچکا ہے اسکا اندازہ اس بات سے لگ جائے گا کہ ہمارے ملک کی نامور شخصیت جناب ڈاکٹر عارف نعیمی نے گجرپورہ لاہور میں خواتین کے لیے مدرسہ بنا رکھا ہے مگر اس مدرسہ کی جگہ کا انتقال علاقہ کے پٹواریوں عبدالرزاق اور امجد کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے کیونکہ محکمہ مال کے یہ کماؤ پتر ہیں اس لیے انکے خلاف کوئی کاروائی بھی نہیں ہوتی اگر ہمارے ملک میں ایک عالم دین کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جارہا ہے تو باقی پورے ملک میں بسنے والے بے سہارا اور غریب پاکستانیوں کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔

مار کھانے کو رپچھ

پاکستانی عوام کی حالت نہیں بدل سکتی کیونکہ ہمیشہ کی طرح اس ملک کی سیاست پر وڈیرے ،جاگیر دار اور سرمایہ دار جونکوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور عوام کا یوں ہی استحصال ہوتا رہے گا غریب دن بدن غربت کی دلدل میں دھنستا جائے گا اور امیرزادے مزید اس ملک کے غریب عوام کا خون چوسنے کے لیے کوچہ بازاروں میں اپنے قلعے مضبوط بنا رہے ہیں یہاں سب کچھ امیروں کے لیے ہی بنا ہے سب سیاسی پارٹیاں عوام کے ساتھ فراڈ کر رہی ہیں غریبوں کے نام پر سیاست کرنے والے غریبوں کا ہی خون نچوڑ رہے ہیں ابھی سیاسی جماعتوں میں ٹکٹوں کی تقسیم جاری ہے اور ٹکٹوں کے حصول کے لیے بولیاں لگائی جا رہی ہیں ایک غریب سیاسی ورکر جو ساری عمر اپنا خون پسینہ ان سیاسی ٹھگوں کے لیے گلیوں اور بازاروں میں بہاتا رہا جس نے اپنے روزگار کی پرواہ نہ کی مگر اپنی سیاسی جماعت کے جلسہ میں بغیر کسی لالچ کے پہنچا جذباتی ترانوں پر بھنگڑے اور لڈیاں بھی ڈالی مخلاف سیاسی جماعتوں سے دنگے فساد بھی کیے مگر جب الیکشن میں پارٹی ٹکٹوں کی تقسیم کا وقت آیا تو کہاں گئے وہ درزی ،وہ موٹر مکینک ،وہ جیالے اور متوالے جنھوں نے اپنی پارٹی اور اپنے قائدین کے لیے ماریں کھائی کیا ان غریب سیاسی ورکروں کا کوئی حق نہیں کہ وہ بھی الیکشن میں حصہ لیں کیا پارٹی کی فیس فرض ہو چکی ہے ایک

غریب ورکر ساری عمران سیاسی شعبدہ بازوں کے ہاتھوں یوں ہی کھیلتا رہے گا جو غریب سیاسی ورکر اس مہنگائی کے دور میں اپنے گھر کے اخراجات. برداشت نہیں کر سکتا وہ ان سیاسی گروؤں کو کہاں سے پیسے لا کر دے اور جن کے پاس پیسے ہیں انہوں نے اپنے ہی خاندان میں ٹکٹوں کی بندر بانٹ کر دی اس الیکشن نے لاکھوں غریب پارٹی ورکروں کو انکے قائدین کے اصلی چہرے ضرور دکھا دیے ہیں کہ کیسے کیسے بھیس میں یہ لٹیرے عوام کو لوٹنے میں مصروف ہیں یہاں پر نہ صرف پارٹیوں پر خاندانوں کا قبضہ ہے بلکہ اس ملک پر بھی چند سیاسی خاندانوں نے ہی قبضہ کر رکھا ہے اپنے آپ کو میرٹ زدہ ظاہر کرنے والی سیاسی جماعت مسلم لیگ ن نے بھی ٹکٹیں خاندانوں کو دیدی میں اپنے پڑھنے والوں کو صرف چند نام بتا دیتا ہوں باقی سیاسی جماعتوں میں ٹکٹوں کی تقسیم کا اندازہ آپ خود لگا لیں ابھی حال ہی میں مسلم لیگ ن نے سینٹر مشاہد اللہ خان کی دو بیٹیوں ردا خان (قومی اسمبلی) انا فیصل (صوبائی اسمبلی سندھ) سے مخصوص نشستوں کے لیے نامزد کیا ہے مسلم لیگ ن لاہور کے صدر پرویز ملک خود ایم این اے ،اہلیہ شائستہ پرویز قومی اسمبلی کی مخصوص سیٹ کے لیے ن لیگ کے امیدوار ہیں ۔ خواجہ سعد رفیق خود قومی اسمبلی کے لیے بھائی سلمان رفیق صوبائی اسمبلی کے لیے ، سعد رفیق کی اہلیہ غزالہ سعد رفیق اور خالہ کی بہو لبنیٰ فیصل مسلم لیگ ن کی طرف سے صوبائی اسمبلی کی امیدوار ہیں ، سینٹر جعفر اقبال کی اہلیہ بیگم عشرت اشرف سابقہ ایم این اے رہیں بیٹی زیب جعفر بھتیجی مائزہ حمید اور داماد،

ملک ذوالفقار مسلم لیگ ن کی طرف سے قومی اسمبلی کے امیدوار ہیں ،ڈیرہ غازی خان سے تعلق رکھنے والے سردار ذوالفقار کھوسہ سینٹر ہیں انکا ایک صاحبزادہ قومی اور دوسرا صوبائی اسمبلی کا امیدوار ہے سابق ایم پی اے سمیع اللہ چوہدری کی اہلیہ سمیرا چوہدری مسلم لیگ ن سندھ کے جنرل سیکریٹری کی اہلیہ فوزیہ ایوب، بیگم کلثوم نواز کی سیکریٹری، راحیلہ کی بہن سعدیہ ندیم مسلم لیگ ن سندھ کے ایڈیشنل سیکیٹری نہال ہاشمی کی اہلیہ ارباب نہال مسلم لیگ ن کی طرف سے مخصوص سیٹوں کے لیے امیدوار ہیں کیا اس ملک میں غریب پارٹی ورکر کا کائی حق نہیں اور انکی بے شمار قربانیاں بھی کسی کام کی نہیں جو انکو کسی بھی پارٹی نے ٹکٹ نہیں دیے کیونکہ ہر سیاسی پارٹی کی طرف سے یہ شرط رکھی گئی تھی کہ ٹکٹ فارم کے ساتھ ٹکٹ کی فیس جو لاکھوں میں تھی اسکا بنک ڈرافٹ بھی ساتھ منسلک کریں اور دیکھا جائے تو حقیقی معنوں میں جو پارٹی ورکر ہوتے ہیں انکے پاس پیسہ ہی تو نہیں ہوتا اس کے علاوہ تو وہ سب حب الوطنی والی اشیاء سے مالا مال ہوتے ہیں جو ہمارے ان سیاسی لیڈروں میں ختم ہو چکی ہے ان سب حقیقتوں کے بعد اس ملک کی تقدیر سے کھیلنے والوں کے کھیل پر اب حیرت نہیں ہوتی کیونکہ یہ لوٹ مار کا کھیل شروع سے ہی جاری ہے جسکے رکنے کے آثار کہیں دکھائی نہیں دیتے مگر ایک روشنی کی کرن موجود ہے کہ یہ اندھیرے اس وقت ہماری جان چھوڑیں گے جب ہم خود متحد ہو جائیں ہو کر ان سیاسی سینما گھروں کی ٹکٹوں کی سے جان چھڑوالیں گے اور اپنے جیسے غریب انسان کو ووٹ دیکر اسمبلی

میں بھیجیں گے جسے نہ تو کسی پروٹوکول کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر غریبوں کے نام پر سیاست کریگا ورنہ یہ سیاسی بندر ہمیں یوں ہی نچاتے رہیں گے ایک ضرب المثل کہ کھانے پینے کو بندریا اور مار کھانے کو ریچھ ، جیسا کام تو ہمارے ساتھ ہو ہی رہا ہے اب اگر ڈگڈی والوں سے ہم نے اپنی جان چھڑوانی ہے اور پاکستان کو ان یرغمالیوں سے بچانا ہے تو پھر اپنے جیسے غریب کو سپورٹ کریں ووٹ دیں اسے کامیاب کروائیں تاکہ کل کو وہ آپ کے درمیان ہی رہے نہ کہ وہ اسلام آباد کے سیکٹروں میں کہیں گم ہوجائے .

مجو بھائی

تعلیم کے بغیر معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا اور بد قسمتی سے پاکستان کے سیاستدانوں نے پاکستانیوں کو تعلیم سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر خوش قسمتی سے ان سیاسی ٹھگوں کی دغا بازیوں سے بچ بچا کر کچھ بچے پڑھنے میں بازی لے گئے کسی دور میں گھوسٹ سکولوں کا بڑا تذکرہ ہوا کرتا تھا اور دیہاتوں کے تو اکثر سکولوں میں گائے اور بھینسیں ہی باندھی جاتی تھی اور کچھ سکولوں میں اساتذہ کرام بچوں سے زاتی کام کروا کر وقت گذارا کرتے تھے مگر وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم کا شعبہ بھی ترقی کرنے لگا اور اس شعبہ کو بطور بزنس بنا لیا گیا امیر لوگوں کے بچے ان پرائیوٹ سکولوں میں چلے گئے جہاں وہ اچھے ماحول میں اچھی تعلیم حاصل کرکے افسر بننا شروع ہو گئے جبکہ غریب کا بچہ سرکاری سکول میں پڑھ کر کلرک، نائب قاصد اور درجہ چہارم کی ملازمتیں حاصل کرنے کے لیے سفارشیں ڈھونڈنے پر مجبور ہو گیا اس دہرے نظام تعلیم نے نہ صرف امیر اور غریب کے درمیان ایک لکیر کھینچ دی بلکہ غریب پاکستانیوں میں احساس محرومی بھی پیدا کر دیا ملک کے غریب عوام کو تعلیم جیسی نعمت سے محروم رکھنے کے حکومت نے مزید کام یہ کیا کہ جی ڈی پی کا صرف 1.3 فیصد تعلیم کے لیے خرچ کیا جبکہ ہمارے ہمسایہ ملک میں اس کی شرح بہت زیادہ ہے اسکے ساتھ ساتھ تعلیمی نصاب

میں بھی مختلف تبدیلیوں کا ذکر چلتا رہتا ہے ان سب بے بسی کی باتوں کے ساتھ ساتھ ایک خوشگوار بات یہ ہے کہ ہمارے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر مجاہد کامران کی شخصیت ہے جن سے بطور ایک طالبعلم ہم سب کو بہت کچھ سیکھنا چاہیے راولپنڈی میں انکے اعزاز میں منعقدہ ایک تقعیب میں شرکت کا موقعہ ملا تو انکے بارے میں بہت کچھ جاننے کا موقعہ ملا جہاں پر نہ صرف مجاہر کامران اور انکے دوستوں نے کھل کر باتیں کی وہیں پر مجاہد کامران کی چھوٹی بہن نے بھی مجو بھائی کے بچپن کے قصے خوب سنائے جنھیں سن کر حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی کہ اتنے بلند عہدے پر پہنچنے والے محبن بچپن میں کتابی کیڑے نہیں تھے بلکہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے ہونے کے ناطے چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ نہ صرف پیار کی تمام حدیں بھی عبور کی بلکہ بڑے ہونے کے ناطے رعب بھی خوب جمایا اس وقت ایک اکلوتا ریڈیو مجو بھائی کے قبضہ میں ہی رہتا تھا جسے لگا کر پڑھائی کیا کرتے تھے باجی نے ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ اکثر ابو جو پیشے کے اعتبار سے ایک صحافی تھے جب بھی گھر سے جاتے تو تھوڑی دیر بعد وہ واپس گھر کا چکر لگا کر مجاہد کامران کا ضرور پتا کرتے کہ کہیں وہ گھر سے غائب تو نہیں ہو گیا جبکہ دفتر جا کر بھی فون پر امی سے مجاہد کامران کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے اور امی جان کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ وہ ابو کو مجاہد کامران کے بارے میں جھوٹ بتاتی ایک روز ابو گھر سے گئے تو مجاہد کامران جو پتنگ بازی کا بڑا شوقین تھا ہمسیوں کی چھت پر پتنگ اڑانے چلا

گیا کچھ ہی دیر بعد جب ابو گھر واپس آئے تو مجاہد کامران گھر پر نہیں تھا جس پر ابو نے آواز دی مجن (مجاہد کامران کے والد پیار سے مجن کہہ کر پکارتے تھے) تو مجاہد کامران فورا گھر پہنچے جس پر انکی اچھی خاصی دھلائی بھی ہوئی (دھلائی والی بات آف دی ریکارڈ ہے جو باجی نے پروگرام کے بعد بتائی تھی) مگر ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ مجاہد کامران نہ صرف ایک زندہ دل، دلیر اور سپورٹس مین ہونے کے ساتھ ساتھ پڑھائی میں حیرت انگیز طور پر تیز تھے بچپن میں ہی نظمیں اور غزلیں یاد کرلیا کرتے تھے مسز مجاہد کامران نے اپنے مجاہد کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ان کو کتابوں کا بلکل ایسے ہی ہے جیسے بچوں کو ہوتا ہے گھر میں بھی ہر وقت کتابوں کا ہی سماء رہتا ہے بیڈ پر بڑی مشکل سے کتابیں اکھٹی کرکے تھوڑی سی جگہ بنا کر لیٹنا پڑتا ہے جبکہ گاڑی میں بھی دوران سفر ہر طرح کی کتابیں انکے ہمراہ رہتی ہیں جن میں شاعری سے لیکر فزکس تک شامل ہوتی ہیں جبکہ آخر میں مجاہد کامران نے جس طرح کھل کر اظہار خیال کیا وہ بھی حیرت انگیز تھا انہوں نے کہا کہ ضیاء الحق دور میں جس طرح نصاب میں تبدیلی کی گئی تھی آج کی دہشت گردی اسی کا ثمر ہے امریکی یو ایس ایڈ پر جناب مجاہد کامران کا تبصرہ بھی حیران کن تھا کہ یہ امریکی ایجنسی ہے جو اپنے مفادات کے لیے پاکستان میں پیسہ خرچ کرتی ہے انہوں نے پاکستان میں تعلمی نظام کے حوالہ سے خامیوں کا جو ذکر کیا وہ بھی اپنی جگہ ایک سوال اور بات پھر وہی پر آکر رک جاتی ہے کہ اس ملک کے حکمران

ہی اس ملک کی عوام کے ساتھ مخلص نہیں ہیں تو کسی اور سے کیا گلہ ہمیں تو اپنوں نے
ہی لوٹا لیا ہے حکمرانوں کے بھیس میں راہزن ہمیں ملے ہوئے ہیں جن سے آزادی
حاصل کیے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے مجاہد کامران سے قبل اکرم چوہدری وائس چانسلر نے
اپنے جذباتی خیالات میں حاضرین کو بھی رلا دیا انہوں نے کہا کہ ہم لوگ اس وقت
خاموش رہتے جب ہمارے محسنوں کو بے عزت کیا جاتا ہے اور جو قوم اپنے محسنوں کے
ساتھ توہین آمیز رویہ برداشت کر سکتی ہے اسکا مستقبل بھی توہین آمیز ہی رہتا ہے
انہوں نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے پوری قوم کی طرف سے معافی مانگتے ہوئے کہا کہ
ہم سب شرمندہ ہیں کے سابق آمر ارڈ کٹیٹر نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس پر ہم
خاموش بیٹھے رہے امید ہے محسن پاکستان ہماری اس نادانی کو معاف فرمادیں گے ۔

نگران وزیر اعظم اور انکا پیٹا

فخرو بھائی کے آنے سے جہاں ایک طرف سب کو امید بندھ گئی تھی کہ ملک میں صاف ستھرے اور دھاندلی سے پاک الیکشن ہو نگے تو دوسری طرف یہ بھی امید تھی کہ وطن عزیز کو 18 کھرب کے قرضوں میں جکڑنے ، جعلی ڈگری اور فراڈ میں ملوث چوروں کو بھی نااہل کیا جائے گااور عوام سے بھی امید تھی کہ وہ آئندہ الیکشن میں اس ملک کے غداروں کو مسترد کر دیں گے ایسے لوگ جنھوں نے ماضی میں عوام کی خدمت کرنے کی بجائے لوٹ مار کو اپنا منشور بنایا اور عوام کو ماسوائے مہنگائی، بے روزگاری، انرجی بحران کے کچھ نہیں دیااور عدالتوں سے پاک صاف ہو کر وہ مداری پھر اپنے اپنے علاقوں میں ڈگڈگی بجانے پہنچ گئے ہیں اور ایسے سیاستدانوں نے کمال مہارت سے پھر عوام کو بیوقوف بنا کر الیکشن میں کامیابی حاصل کر لینی ہے اور ہم ایک بار پھر پہلے سے زیادہ مشکل زندگی گذارنے پر مجبور ہو جائیں گے کیونکہ انہی آزمائے ہوئے لٹیروں کو دوبارہ منتخب کرلینا ہمارے لیے کسی جہالت سے کم نہیں ہوگا ہمیں یہ سبق بھی اب یاد کرلینا چاہیے کہ جہالت کا خاتمہ کئے بغیر ملکی ترقی ،خوشحالی اور امن کا قیام نا ممکن ہے ،صحت مند اور تعلیم یافتہ معاشرہ ہی ترقی کی منزل پا سکتا ہے، فرسودہ رسم و رواج انسانی ترقی کی راہ میں سب سے ۔بڑی رکاوٹ اور فساد کی جڑ ہیں ملک کے لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے

متحد ہوں عام انتخابات میں اپنا حق رائے دہی ضرور استعمال کریں اور ایسے امیدواروں کو کامیاب کرائیں جو اپنی ذمہ داریوں کو امن کے طریقے سے نبھانے کی صلاحیت اور جذبہ رکھتے ہوں۔

سفارش اور اقربا پروری کے اس دور میں جہاں آجکل ایک پڑھے لکھے نوجوان کو نوکری ملنا ناممکن ہے وہیں پر اہل اقتدار کے لیے سب کچھ جائز بن جاتا ہے انکے نمک خوار افسران انکے لیے کوئی نہ کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے ہیں کہ کیسے حکمرانوں کے بھانجے، بھتیجوں اور رشتہ داروں کو اعلی عہدوں کی بندر بانٹ کرنی ہے ابھی ہمارے نگران وزیر اعظم کو اپنا عہدہ سنبھالے کچھ ہی عرصہ گذرا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے جو ایک سرکاری افسر ہے کو اعلی عہدہ دلادیااور اس تمام کھیل میں بیوروکریسی ان کا بھرپور ساتھ دیتی ہے کیونکہ او ایس ڈی اور فالتو سی سیٹوں پر جانا کسی بھی افسر کو گوارا نہیں ہوتا ابھی کل ہی کی بات ہے کہ نگراں وزیر اعظم کے بیٹے کو ڈائریکٹر منٹی ننس این ایچ اے تعینات کردیاگیاہے، انضمام اورڈیپوٹیشن پر پابندی کے باوجود یہ خصوصی تعیناتیاں کی گئی ہیں۔ گریڈ18کے شفقت حسین کھوسہ ورکس اینڈ کمیونی کیشن ڈپارٹمنٹ بلوچستان میں تھے، 16اپریل کو ڈپٹی ڈائرکٹرکنسٹرکشن کے عہدے پر تعیناتی کا نوٹی فکیشن جاری ہوااور دوسرے ہی دن 17اپریل کو ڈائریکٹر مینٹی ننس تعیناتی کا نوٹی فکیشن بھی جاری کردیا گیا یہ تو تھا نگران حکومت کا کرشمہ اور ابھی

۔ تو ابتداء ہے آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

فخرو بھائی کے آنے سے جہاں ایک طرف سب کو امید بندھ گئ تھی کہ ملک میں صاف ستھرے اور دھاندلی سے پاک الیکشن ہونگے تو دوسری طرف یہ بھی امید تھی کہ وطن عزیز کو 18 کھرب کے قرضوں میں جکڑنے ، جعلی ڈگری اور فراڈ میں ملوث چوروں کو بھی نااہل کیا جائے گا اور عوام سے بھی امید تھی کہ وہ آئندہ الیکشن میں اس ملک کے غداروں کو مسترد کر دیں گے ایسے لوگ جنہوں نے ماضی میں عوام کی خدمت کرنے کی بجائے لوٹ مار کو اپنا منشور بنایا اور عوام کو ماسوائے مہنگائی، بے روزگاری، انرجی بحران کے کچھ نہیں دیا اور عدالتوں سے پاک صاف ہو کر وہ مداری پھر اپنے اپنے علاقوں میں ڈگڈگی بجانے پہنچ گئے ہیں اور ایسے سیاستدانوں نے کمال مہارت سے پھر عوام کو بیوقوف بنا کر الیکشن میں کامیابی حاصل کرلینی ہے اور ہم ایک بار پھر پہلے سے زیادہ مشکل زندگی گذارنے پر مجبور ہو جائیں گے کیونکہ انہی آزمائے ہوئے لٹیروں کو دوبارہ منتخب کرلینا ہمارے لیے کسی جہالت سے کم نہیں ہوگا ہمیں یہ سبق بھی اب یاد کرلینا چاہیے کہ جہالت کا خاتمہ کئے بغیر ملکی ترقی ، خوشحالی اور امن کا قیام ناممکن ہے ، صحت مند اور تعلیم یافتہ معاشرہ ہی ترقی کی منزل پا سکتا ہے ، فرسودہ رسم و رواج انسانی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اور فساد کی جڑ ہیں ملک کے لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے متحد ہوں عام انتخابات میں اپنا حق رائے دہی

ضرور استعمال کریں اور ایسے امیدواروں کو کامیاب کرائیں جو اپنی ذمہ داریوں کو امن کے طریقے سے نبھانے کی صلاحیت اور جذبہ رکھتے ہوں اگر اس بار بھی الیکشن میں ہم نے اپنی ذمہ داریاں احسن انداز سے پوری نہ کی تو پھر آنے والے دنوں میں جو مصیبتیں ہم پر نازل ہونگی اسکے لیے ہم کسی اور کو ذمہ دار نہیں ٹھرا سکیں گے کیونکہ یہ ہمارے اپنے ہی ہاتوں کے بوئے ہوئے کانٹے ہونگے جن پر بعد میں ہمیں ہی ننگے پاؤ ں چلنا پڑے گا اب بھی وقت ہے کہ ہم سوچ سمجھ کر اپنے ووٹ کا استعمال کریں نہ صرف خود اپنے اندر ملک کو بچانے کا جذبہ پیدا کریں بلکہ اپنے گردو نواح اور عزیزو اقارب میں بھی ایسا جذبہ حب الوطنی پیدا کردیں کہ جب الیکشن کا دن آئے تو ملک سے چوروں اور ڈاکوؤ ں کا صفایا ہو جائے اس وقت ملک میں بہت سی جماعتیں اور انکے امیدوار میدان میں ہیں ضروری نہیں کہ ہر سیاسی جماعت کا امیدوار اچھا ہی ہو اس سے بہتر اور ایماندار افراد آزاد حیثیت میں بھی الیکشن میں حصہ لے رہے ہونگے ہم نے بس یہ کرنا ہے کہ ان اچھے لوگوں کو ڈھونڈ کر انہیں ووٹ دینا ہے تاکہ آنے والے وقت میں اپنے اوپر مہنگائی، غربت ،بے روزگاری ،لوڈ شیڈنگ اور دہشت گردی جیسے عذاب سے بچ سکیں آخر میں اپنے پڑھنے والوں کی خدمت میں گذارش کرتا چلوں کہ اس وقت الیکشن میں جہاں پرانے ٹھگ بھی حصہ لے رہے ہیں وہی کچھ نیک اور ایماندار بھی موجود ہیں جن کو ڈھونڈنا ہماری ذمہ داری ہے -

الیکشن اور کھابے

نگران حکومت بھی سابقہ نام نہاد جمہوری حکومت کا طرز عمل اختیار کرتے ہوئے عوام کو ریلیف دینے کی بجائے ان کو روزانہ کی بنیاد پر تکلیف اور اذیت پہنچا رہی ہے پاکستان میں ہر سرکاری اور غیر سرکاری محکمے کا بیڑہ غرق اسی کے عملہ نے کر رکھا ہے اور جو جس شاخ پہ بیٹھا ہے اسی شاخ کو کاٹ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کے بڑے بڑے ادارے جن میں ریلوے، پی آئی اے، پاکستان اسٹیل شامل ہے اپنوں ہی کے ہاتھوں تباہی سے دوچار ہیں ان سب کی تباہی کی تفصیلات باری باری عرض کرونگا مگر سب سے پہلے الیکشن کی صورتحال پر اپنے پڑھنے والوں کی دلچسپی کی خاطر بتاتا چلوں کہ عام انتخابات میں تین ہفتے سے بھی کم وقت باقی ہے اس کے باوجود انتخابی مہم میں گرماگرمی نہیں آسکی امیدوار اس گرم موسم میں بھی ٹھنڈی انتخابی مہم چلا رہے ہیں الیکشن 11 مئی کو شیڈول ہیں جس میں صرف 18 دن باقی ہیں الیکشن کمیشن کے جاری کردہ ضابطہ اخلاق کے مطابق انتخابی مہم پولنگ کے دن سے 48 گھنٹے پہلے ختم ہو جائے گی۔یوں انتخابی مہم کی گہما گہمی میں مزید دو دن کی کمی ہو جائے گی سیاسی ناقدین کا خیال ہے کہ جماعتوں کی طرف سے ٹکٹوں کے اعلان میں تاخیر نے انتخابی مہم کو ٹھنڈا کرنے میں اہم کردار ادا کیا امن عامہ کی موجودہ صورتحال کا بھی کردار

اہم ہے بجلی کی لوڈشیڈنگ نے رات کی انتخابی مہم کو بالکل ہی ختم کردیا ہے۔صرف وہ امیدوار جو جنریٹر وغیرہ کا خرچہ برداشت کر سکتے ہیں۔انہیں رات کی مہم کے دوران کوئی مسئلہ نہیں ہے مہنگائی نے کھابے شابے بھی ختم کررکھے ہیں سیاستدانوں نے گلی محلوں میں دفاتر کھولنے کا عمل بھی روک رکھا ہے کاغذات نامزدگی جمع کروانے سے لے کر سکروٹنی تک اور اپیلوں سے لے کر انتخابی نشانات الاٹ کرنے تک کئی مرحلے مکمل ہوچکے ہیں اس کے باوجود انتخابی مہم کچھوے کی رفتار سے چل رہی ہے اور ووٹرز روزانہ ایک دوسرے سے اب بھی یہی سوال پوچھتے ہیں کیا الیکشن ہو رہے ہیں؟

تخلیق پاکستان کے بعد تکمیل پاکستان کے لئے قیادت کے فقدان کے باعث ملک سامراجی اور استبدادی غلامی میں آئے روز جکڑنے کے باعث معاشی تہذیبی دفاعی طور بحرانوں کا شکار ہوا جمہوری سیاسی نظام پر نسل در نسل جمہوریت نما آمر حکمرانوں کے قبضہ کے باعث ملک وقوم کو آئے روز بحرانوں میں مبتلا کیے ہوئے ہیں موجودہ حالات کے تناظر میں خودداری ملی غیرت ہی ہماری قومی بقاء ہے ملک میں قیادت کے فقدان کے باعث آئے روز ملک کو نئے نئے مسائل کا سامنا ہے کیونکہ جتنی بھی جمہوری جماعتیں ہے ان پر نسل در نسل آمریت مسلط ہے پاکستان کو جمہوری فلاحی مملکت بنانے کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح کے نظریہ کے مطابق چلانے کی ضرورت ہے کیونکہ پاکستان حاصل ہی نظریاتی طور پر کیا گیا تھا

نظریہ پر عمل کرنے کی بجائے 65 سال تاویلوں میں گذار دیے ہر آنے والے صاحب اقتدار نے اپنی اپنی پالیسیاں لاگو کرکے ملک و قوم کو بہتری کی نوید سنائی قوم اپنے آنے والے مستقبل کی خاطر بیوقوف بنتے رہے کسی نے بھی ان راہنماؤں سے نہ پوچھا کہ جس نظریہ کی بنیاد پر مسلمان قوم نے لاکھوں جانی قربانیاں دی اس کا کیا بنا ؟

اگر ان سب باتوں کا ہمیں جواب چاہیے تو اس کے لیے نادیدہ قوتوں کے خلاف پوری قوم کو متحد ہونا پڑے گا اور جب تک امریکی غلام حکمران ہم پر مسلط ہوتے رہیں گے پاکستان کی خود مختاری و سلامتی خطرے میں رہے گی سابقہ حکومتوں کی لوٹ مار کی پالیسیوں نے ملکی حالات کو بد سے بدتر بنا دیا ہے جس سے ملک کے ہر شعبے اور زندگی کے ہر میدان میں کرپشن اور بد عنوانیوں میں بے اضافہ ہوا اور بلخصوص گزشتہ پانچ سالوں کے اندر کرپشن میں ہوشربا اضافہ ہوا ہے۔بنکوں سے قرضوں کی معافی کا بازار گرم رہا اہم ترین ادارے بشمول اسٹیل مل ،پی آئی اے، واپڈا، ریلوے اور ٹریڈنگ کارپوریشن خزانہ پر بوجھ بن چکے ہیں مہنگائی، بے روزگاری اور 18 سے 20 گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ نے عوام کو مصیبت میں ڈال دیا ہے نہ صرف پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ بلکہ سابق تمام حکومتیں ملک کو بحرانوں سے نکالنے یں بری طرح ناکام رہی ملک کی داخلی اور خاجی پالیسیوں نے عوام اور ملک کو تباہ کرکے رکھ دیا جس کی وجہ سے اب وطن عزیز شدید بحرانوں

میں مبتلا ہے۔آئندہ انتخابات میں عوام کا فرض ہے کہ پاکستان جو ایک مقدس امانت ہے اس کی حفاظت اور اسلامی اور جمہوری بنیادوں پر اس کی ترقی اور استحکام کے لئے میدان میں اتریں اور موثر اور پر امن جد و جہد کے ذریعے ملک کو موجودہ بحرانوں سے نجات دلانے کے لئے اپنی ذمہ داری ادا کریں۔

حامد میر اور ابصار عالم کی جرات کو سلام

پاکستان میں صحافیوں کی بنیادی اقسام تین طرح کی ہیں جو اپنے اپنے کام میں بڑی مہارت رکھتے ہیں ان کی تفصیلات پھر کبھی تفصیل سے لکھوں گا مگر اس وقت سپریم کورٹ کے حکم پر وزارت اطلاعات کے سیکریٹ فنڈز سے صحافیوں' اشتہاری کمپنیوں اور مختلف اداروں کو دی گئی رقوم کی تفصیلات جاری کر دی گئیں ،رپورٹ میں جولائی 2011ء سے ستمبر 2012ء کے درمیان دی جانے والی رقوم کی تفصیلات موجود ہیں ،خفیہ فنڈز سے 17 کروڑ 79 لاکھ 88 ہزار 450 روپے جاری ہوئے ،بینظیر سانگ کی تشہیر کیلئے ایک ایڈورٹائزنگ کمپنی کو 3 کروڑ 70 لاکھ روپے دیئے گئے ،وزیراعظم کے ساتھ سفر کے لیے متعدد صحافیوں پر کروڑوں روپے خرچ کیے گئے ،وفات پا جانے والے 10 صحافیوں کی بیواؤں کو ماہانہ صرف 6 ہزار روپے ادا کئے جا رہے ہیں حالانکہ اس کے لئے مختص رقم دس ہزار روپے ہے ،اثر و رسوخ رکھنے والے صحافیوں کے ہوٹل اخراجات اور بیرونی دوروں پر کروڑوں روپے لٹا دیے گئے۔ پیر کو جاری کی گئی سیکرٹ فنڈز کی تفصیلات کے مطابق 17 کروڑ 79 لاکھ 88 ہزار 450 روپے صحافیوں' اشتہاریوں کمپنیوں اور مختلف اداروں کو دیئے گئے صحافیوں کو خفیہ فنڈز کی رقوم سے ہوٹلوں میں ٹھہرایا گیا، بیرون ملک لے جایا گیا یا ان کی مدد کرنا وغیرہ درج کیا گیا ہے۔ فہرست میں ایک دلچسپ چیز یہ سامنے آئی کہ خفیہ فنڈز

سے ایک کتاب مفاہمت شائع کرنے والے پبلشر کو 7 لاکھ روپے ادا کیے گئے، جبکہ سیلاب زدہ علاقوں میں میڈیا کو پہنچانے کے لئے 10 لاکھ روپے، یہاں تک کہ سیلاب زدگان کی مدد کے لیے بھی صحافیوں کو 3 لاکھ 20 ہزار روپے ادا کیے گئے۔ ایک ٹی وی چینل کو ایک پروگرام کیلئے ساڑھے تین کروڑ روپے دیئے گئے۔ فہرست میں وزیراعظم کے افطار ڈنر کے لیے بھی صحافیوں کو خفیہ فنڈز سے رقوم لینے کا انکشاف ہوا ہے جب کہ قائداعظم کے یوم پیدائش کی سرگرمیوں کے لیے بھی لاکھوں روپے خفیہ فنڈز سے اڑا دیے گئے۔ سب سے ہوشربا انکشاف یہ ہوا ہے کہ بے نظیر بھٹو کے گیت کے لیے میڈیا مہم پر فنڈز سے 3 کروڑ 70 لاکھ روپے لیے گئے جب کہ وزیراعظم کے ساتھ سفر کے لیے متعدد صحافیوں پر کروڑوں روپے خرچ کیے گئے۔ مجموعی طور پر اس خفیہ فنڈز سے خصوصی پبلسٹی فنڈ اور مختلف تحقیقی رپورٹس کے لیے 17 کروڑ 79 لاکھ 88 ہزار روپے خرچ کیے گئے۔ رپورٹ کے مطابق بینظیر سانگ کی تشہیر کیلئے ایک 450 ایڈورٹائزنگ کمپنی کو 3 کروڑ 70 لاکھ روپے دیئے گئے انسٹیٹیوٹ آف ریجنل سٹڈیز کو کروڑ اس کے علاوہ پریس کلبز کو بھی رقوم دی گئیں۔ وفات پا جانے والے 10 6 صحافیوں کی بیواؤں کو ماہانہ صرف 6 ہزار روپے ادا کئے جا رہے ہیں یہاں میں اس بات کا بھی زکر کرتا چلوں کہ وزارت اطلاعات و نشریات کا خفیہ فنڈ صرف قومی مفاد یا سیکورٹی سے متعلق حساس معلومات کے حصول یا اس کے تحفظ پر ہی خرچ کیا جاسکتا ہے ۔اس فنڈز کو دیگر مقاصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا

حکومت کی طرف سے اتنی بڑی رقم کی بندر بانٹ وہ بھی ایسے افراد کو جو اس رقم کے قطعی طور پر مستحق نہیں تھے لوٹ مار کی ایسی زندہ مثال ہے کہ جس پر ہم جتنا بھی افسوس کریں وہ کم ہے کیونکہ ایک مستحق صحافی یا ایک چھوٹے اخبار کے مالک کو صرف چند سو کے سرکاری اشتہار کے لیے ایک سو پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اور پھر بھی اسے سوائے تسلی اور دلاسے کے کچھ نہیں ملتا جبکہ میں بہت سے ایسے صحافیوں کو ذاتی طور بھی جانتا ہوں جو اس امداد کے حق دار تھے مگر انہیں اس امداد میں سے ایک روپیہ بھی نہیں دیا گیا اور بعض صحافی تو اپنا علاج نہ کروانے کے باعث اس جہان فانی سے بھی چلے گئے مگر انکی درخواستیں ابھی تک کسی نہ کسی افسر کی میز پر پڑی ہونگی جبکہ جن پر کروڑوں روپے نچاور کردیے گئے ان کی نہ تو کوئی درخواست ہوگی اور نہ ہی انکا کوئی غریبی کا سرٹیفیکیٹ میں حامد میر اور ابصار عالم کی جرئات کو سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے صحافیوں کے روپ میں کالی بھیڑوں کی نشاندہی کرنے میں سپریم کورٹ کی معاونت کی

-

نمک خوار

اب الیکشن میں صرف 13 دن باقی رہ گئے ہیں ہر سیاسی جماعت الیکشن میں جیت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے کروڑوں روپے کی انتخابی مہم بھی چل رہی ہے اربوں روپے والے اس الیکشن میں حصہ لے رہے ہیں اور ان میں سے اکثر امیدوار ایسے ہیں جن کو غریبی کا صحیح مطلب بھی معلوم نہیں اور نہ ہی انہوں نے کبھی اس کو دیکھا ہے مگر نعرے اور وعدے سب پاکستان سے غربت ختم کرنے کے ہی کرتے ہیں ان سیاسی منافقین کی ابھی سے پاکستانی امیدوں ماری قوم کے ساتھ دو نمبری شروع ہو چکی ہیں اور تو اور یہ سب سیاستدان آپس میں جو کھیل کھیل رہے ہیں ایک دوسرے پر الزامات کی بارش سے ثابت کر رہے ہیں کہ ان سے بڑا کوئی محب وطن نہیں اور مخالف سیاستدان سے بڑھ کر کوئی چور نہیں ہے یہ وہ سیاستدان ہیں جو گرمیوں میں سردیوں کا اور سردیوں میں گرمیوں کا مزہ لیتے ہیں اور ان سیاسی وڈیروں کے کتے بھی مربے کھاتے ہیں مگر پاکستانی قوم کی آدھی آبادی سے بھی زائد آبادی ایسے حالات میں رہ رہی ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک حساس انسان رونے پر مجبور ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کا ہر سیاستدان خرید وفروخت میں مصروف ہے غربت اور پسماندگی کی دلدل میں دھنسی ہوئی غریب عوام کے ووٹوں کی آج کھلے عام قیمت لگ رہی ہے اور ایسے حالات میں جب عوام کے پاس کھانے کو روٹی رہنے کو مکان

اور علاج معالجہ کے لیے دوائی نہ ہو تو وہاں پر خرید وفروخت کا عمل تیزی سے جاری ہو جاتا ہے اگر آج ایک امیدوار پانچ سو سے لیکر پانچ ہزار تک ووٹ خرید رہا ہے تو اس میں حیرت والی کوئی بات نہیں کیونکہ بے بسی کی تصویر بنی عوام ان سیاسی لٹیروں کے ہاتھوں لٹتے لٹتے تنگ آچکی ہے اور اب پھر ان سیاسی ٹھگوں کے دلفریب وعدوں کی بجائے فوری طور پر ملنے والے ریلیف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جارہی ہے ان تمام اخراجات کے بعد جب ایک امیدوار الیکشن جیتنے کے بعد اسمبلی میں پہنچتا ہے تو پھر وہ اپنی لوٹ مار میں مصروف ہوجاتا ہے اور اسکے حواری اپنی اپنی لوٹ مار کی دوکانیں کھول لیتے ہیں اور انہی سیاستدانوں کی وجہ سے ملک کی حالت غیر سے غیر ہوتی جارہی ہے یہاں پر ایسے ایسے ادارے بھی موجود ہیں جو اپنے ورکروں سے مہینوں کام لیتے ہیں مگر تنخواہ دینے کا نام نہیں لیتے جبکہ سرکاری اداروں کا تو اتنا برا حال ہے کہ ایک غریب اور مفلوک الحال انسان کو انصاف ملنا مشکل ترین عمل بن چکا ہے مگر اس سارے.برے حالات میں خوش قسمتی سے آج پاکستان کی عداتیں عوام کو ریلف دینے میں مصروف ہیں اور ان عدالتوں کی وجہ سے ہی پاکستانی عوام میں کچھ اطمینان ہے جو کسی کے دباؤ میں آئے بغیر عوام کو انصاف فراہم کررہی ہیں ورنہ اس ملک کی پولیس تو مسائل زدہ قوم کی ویسے ہی دشمن محسوس ہوتی ہے جہاں پر ایک غریب اور مسائل میں ڈوبا ہوا شہری جاتے ہوئے بھی ڈرتا ہے اسی طرح کا ایک واقعہ وفاقی دارلحکوت اسلام آباد میں ہمارے ایک سینئر صحافی دوست میاں

زاہد غنی کے ساتھ بھی پیش آ چکا ہے جس کے بعد میں سوچتا ہوں کہ ایک ایسی جگہ جہاں پر صدر پاکستان ،وزیر اعظم ،چیف جسٹس سمیت کئ وفاقی وزیر قیام پذیر ہیں وہی پر ہمارے اس صحافی دوست کو نہ صرف انصاف لینے میں دشواری پیش آ رہی ہے بلکہ الٹا بے عزتی بھی برداشت کرنا پڑ رہی ہے اس واقعہ کی مختصر تفصیل عرض کرتا چلوں کہ میاں زاہد حسین ایک سینئر صحافی اور ہمارے ملک کا اثاثہ ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ امریکہ میں بطور صحافی کام کرتے ہوئے صرف کیا اور اس دور میں انکے امریکی صدر بش سمیت دنیا کے اکثر سربراہان مملکت کے ساتھ بہترین دوستانہ تعلقات تھے اور اس بات کی گواہ امریکہ میں اس وقت پاکستان کی سفیر محترمہ ملیحہ لودھی بھی ہیں اور وہی صحافی جب انصاف کے حصول کے لیے اسلام آباد پولیس کے ایک ڈی ایس پی طارق نیازی کے پاس انصاف کے حصول کے لیے گیا تو اس نے ملزمان پارٹی کو خوش کرنے کے لیے ہمارے اس سینئر صحافی کو دل کھول کر برا بھلا کہنا شروع کر دیا کیونکہ ملزمان پارٹی میں میریٹ ہوٹل کی انتظامیہ جو شامل تھی میرے اس صحافی دوست نے جب مجھے بتایا کہ مذکورہ پولیس آفیسر نے جب مجھے برا بھلا کہنے کے بعد کہا کہ تمہیں الٹا زمین پر لٹا دونگا تو میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس ملک میں پیسے کی حکمرانی ہے جس کے پاس پیسہ ہے پولیس بھی اسی کی غلام ہے اسی کی تھانہ میں سنی جائے گی میں تو صرف بات پر حیران اور پریشان ہوں کہ کیسے کیسے لوگ پولیس میں کام کر رہے ہیں جو تنخواہ تو حکومت سے لیتے ہیں مگر

نمک خوار پیسے والوں کے بن جاتے ہیں کیا پولیس کے اعلی ذمہ دار بھی اس بات کا کوئی نوٹس لیتے ہیں یا پھر وہ بھی انہی کا حصہ ہیں

سوچی سمجھی سازش

گذشتہ روز ایک دن کے لیے فیصل آباد جانا ہوا تو اپنے کام سے فارغ ہو کر چوک گھنٹہ گھر چلا گیا جہاں ایک طرف لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا تو دوسری طرف غربت کی دلدل میں دھنسے ہوئے غریب، لاچار اور بے حال لوگ تھے جو اس جان لیوا مہنگائی کے دور میں بھی پورا دن محنت اور مشقت کر کے 2 سو روپے بھی نہیں کما سکتے تھے یہ حال صرف فیصل آباد میں ہی نہیں ہے بلکہ ملک بھر کی عوام اسی صورتحال سے دوچار ہے لوگوں کی غربت سرعام سب کی دکھائی دے رہی ہے مگر مجال ہے کسی حکمران کی اور کسی سیاسی جماعت کی کہ انہوں نے آج تک اس طرف کوئی توجہ دی ہو اب تو الیکشن کا دور دورہ ہے اور تمام سیاسی پارٹیوں کا جھوٹ اس وقت اپنے عروج پر ہے ہر لیڈر اپنے اپنے انداز میں عوام کو بیوقوف بنانے کے چکر میں ہے مگر حالات اسکے بلکل الٹ ہیں اور یہ بلکل ایسے ہی ہے جیسے کسی جگہ میلہ لگا ہوا ہو اور اس میلے میں مختلف دوکاندار اپنے اپنے اسٹال لگا کر اپنا سامان بیچتے ہیں کچھ لوٹنے کے لیے آتے ہیں میلہ ختم ہوتے ہی سب غائب ہو جاتے ہیں کسی کو کسی کا پتہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اسی طرح آجکل پاکستان میں بھی سیاست کا میلہ لگا ہوا ہے جہاں پر ہر سیاسی جماعت اپنی دوکانداری سجا کر عوام کو بیوقوف بنانے کے چکر میں دلفریب نعرے لگا رہی ہے ابھی میلہ ختم ہونے میں 10 دن باقی ہیں ہمیں سوچ سمجھ کر اپنے ووٹ کا استعمال کرنا چاہیے تاکہ آنے والے دنوں میں برے حالات سے محفوظ رہیں

جبکہ سیاسی جماعتوں نے ہی عوام کو جذباتی کرکے اور سیاسی استحصال نے ہی ملک کو خرابی کی انتہا پر پہنچایا ہے۔ عوام اپنے مسائل کا حل اور کرپشن و کرپٹ عناصر کے نظام کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ انقلاب اور تبدیلی کی دعویدار جماعتوں نے آزمائے، سیاسی بے وفا، نااہل اور نام نہاد افراد کو جمع کرکے مایوس کیا ہے عملاً سٹیٹس کو برقرار رکھنے کی مضبوط بنیاد مہیا کردی ہے حکمرانی کے مزے اٹھانے والوں نے کرپشن، بدانتظامی، مہنگائی بے روزگاری اور اندھیرے دیئے ہیں۔ لوڈ شیڈنگ مہنگائی اور غربت نے عوام کو نفسیاتی مریض بنادیا ہے آج عوام کی خدمت کے نعرے لگانے والوں کی اکثریت قومی بنکوں کی ڈیفالٹر ہے جو ہر صورت اسمبلیوں میں پہنچنا چاہتی ہے جبکہ حالات متزلزل اور غیر یقینی ہونے کے باعث مخلص امیدواروں اور ووٹرز کیلئے خطرناک ہیں جن کو تحفظ فراہم کرنا نگران حکومت الیکشن کمیشن اور سیکورٹی والوں کا کام ہے بدقسمتی سے نگران حکومت بھی ذمہ داری صحیح طریقے سے ادا نہیں کر رہے۔ دہشت گردی کے واقعات کی اگر صحیح طریقے سے تحقیقات کی جائیں تو بہت سے پردہ نشین بے نقاب ہوجائیں گے حکومت حالات کی درستگی، امن وامان اور پرامن صاف شفاف الیکشن کیلئے آل پارٹیز کانفرنس طلب کریں جس میں الیکشن کمیشن اور سیکورٹی کے اداروں کو بھی بلایا جائے عوام کو یقین دلایا جائیں کہ الیکشن بروقت، صاف شفاف اور ان کی جان ومال کی تحفظ یقینی بنایا جارہاہے الیکشن نہ ہونے کے مقابلے میں الیکشن کا ہونا بہتر اور ضروری ہے اگر الیکشن بروقت نہیں ہوں گے تو مصنوعی، بے اختیار اور نااہل لوگ حکمران بنیں گے اور اسطریقے سے مصنوعی مسائل بھی پیدا ہوں گے اور مصنوعی حکومت حکمرانی کو بھی طول دیں گے جس کا خمیازہ پوری قوم

کو بھگتنا پڑیگا آئین و قانون سے ماورا اور عوام کا خون کرنے والی حکومتیں عوام نے بار بار دیکھی ہیں ۔ قوم انتخابات کا التواء اور دھاندلی کسی صورت برداشت نہیں کریں گے سیاسی پارٹیوں کی قیادت نے انتخابات میں حصہ لینے کا جرات اور دانشمندانہ فیصلہ کرکے ملک دشمن قوتوں کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے ہیں اب حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان کو مکمل تحفظ فراہم کرے عوام مہنگائی ، بے روزگاری اور لوڈشیڈنگ سے نجات کے لیے امن و امان کی صورتحال اور دہشتگردی کے واقعات کو بنیاد بنا کر کچھ عناصر انتخابات کے التوا کی باتیں کر رہے ہیں جو ملک میں انتشار اور انارکی پھیلانے کی سوچی سمجھی سازش ہے ملک بھر میں صاف شفاف پرامن اور بروقت انتخابات دہشتگردی، مسائل اور بدامنی سے نکلنے کا راستہ ہے۔

ظلم کی چکی

پاکستان میں اس وقت حکومتی اداروں کی نااہلی اور بے حسی کے باعث انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں رہی جبکہ بازار میں پرندے آزاد کرنے اور مرغیاں ذبح کرنے والوں نے بھی انکی جانوں کی قیمت مقرر کر رکھی ہے اور بطور قوم اب ہم غلامانہ ذہن کے ساتھ ان سب.برائیوں کو قبول کرچکے ہیں اور کیا مجال ہے جو کبھی کسی نے اپنے ساتھ ہونے والے مظالم پر کبھی سر اٹھایا ہوآپ کسی بھی سرکاری ادارے میں چلے جائیں بلخصوص جو بنے ہی عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہیں جن میں ہسپتال ، تھانہ کچہری، واپڈا، ضلعی ادارے اور جیلیں سرفہرست ہیں اور انہی جگہوں پر عوام کی سب سے زیادہ مت ماری جاتی ہے آپ ہسپتال میں چلے جائیں ایک وارڈ اٹینڈنٹ سے لیکر ایم ایس تک سب فرعون بنے بیٹھے ہیں مجال ہے آپ کو کوئی دوائی بغیر ذلیل ہوئے مل جائے اگر آپ کے پاس کوئی بہت.بڑا سرکاری عہدہ ہے تو پھر ہسپتال کا تمام عملہ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ سے لیکر ایک سویپر تک آپ کی جی حضوری میں لگ جاتے ہیں اور تو اور آپ کو ہسپتال آنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ لاہور میں سروسز ہسپتال کی ایم ایس ڈاکٹر ریحانہ موجود ہے جو آپ کے بچوں کے پیمپر تک آپ کو گھر پہنچا کر فخر محسوس کریگی یہی وجہ ہے کہ سابق دور کے خوش آمدی افسر ابھی تک اپنی سیٹوں

پر عوام کی عزت نفس مجروح کرنے میں مصروف ہیں اسی طرح پولیس جو ایک بے گناہ غریب اور لاوارث سے تو سب کچھ قبول کروالیتی ہے جو اس نے نہیں بھی کیا جبکہ لاہور، اور فیصل آباد میں بے گناہ اور معصوم افراد کو بم دھماکوں میں اڑانے والا بھارتی جاسوس پاکستانی پولیس اور وہ بھی بلخصوص پنجاب پولیس کی تفتیش سے بچ نکلا جسے بھارت نے قومی ہیروکا درجہ دیکر آگ لگا دی مگر ہماری پولیس اس سے کچھ بھی اگلوانے میں ناکام رہی میں اپنے پڑھنے والوں کو بھارت میں دہشت گرد اور جاسوس سربجیت سنگھ کی لاش کو دیا جانے والا پروٹوکول کی جھلک بتاتا ہوں جس سے آپ خود اندازہ لگالیں کہ اسکی حیثیت کیا تھی سربجیت سنگھ پاکستان میں جاسوسی اور بم حملوں کے جرم میں سزایافتہ اور لاہور کی کوٹ لکھپت جیل میں قید بائیس سال سے سزائے موت کا منتظر تھاجمعہ 26 اپریل کو اسکے دو ساتھی قیدیوں نے اس پر حملہ کیا جس میں وہ شدید زخمی اسکے سر، جبڑے، پیٹ سمیت جسم کے کئی حصوں پر زخم آئے بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب لاہور کے جناح ہسپتال میں سربجیت سنگھ دم توڑ گیا کوٹ لکھپت جیل لاہور میں زخمی ہونے کے بعد ہسپتال میں ہلاک ہونے والے بھارتی دہشت گرد سربجیت سنگھ کی آخری رسومات ان کے آبائی گاؤں میں ادا کی گئی ان کی بہن دلبیر کور نے ان کی چتا کو آگ لگائی۔ بھارت میں رسماً خواتین کے بجائے یہ ذمہ داری مرد ادا کرتے ہیں، آخری رسومات کے لیے تمام طرح کے سرکاری اعزازات کا اہتمام کیا تھا اور ریاستی پولیس فورس نے انہیں بندوق سے سلامی دی اور مخصوص سرکاری

موسیقی بجائی، حکمراں جماعت کانگریس پارٹی، اپوزیشن بھارتیہ جنتا پارٹی اور ریاست میں
حکمراں جماعت اکالی دل کے سینیئر رہنماؤں کی سربجیت کی آخری رسومات میں شرکت
کی بھارت کی حکمراں جماعت کانگریس پارٹی، اپوزیشن بھارتیہ جنتا پارٹی اور ریاست میں
حکمراں جماعت اکالی دل کے سینیئر رہنما سربجیت کی آخری رسومات کے وقت وہاں
موجود تھے۔ریاست پنجاب کی حکومت نے سربیجت سنگھ کو شہید کا درجہ دیا اور ان کی
لاش کو قومی پرچم میں لپیٹ کر آخری رسومات کے لیے جایا گیا۔ریاستی حکومت نے
سرکاری سطح پر تین روز تک سوگ منانے کا بھی اعلان کیا۔کانگریس پارٹی کے رہنما
راہول گاندھی اور ریاست کے ڈپٹی وزیر اعلیٰ سکھبیر سنگھ بادل سربجیت کی آخری
رسومات میں خاص طور پر شرکت کی ۔حکومت نے ان کی آخری رسومات کے لیے تمام
طرح کے سرکاری اعزازات کا اہتمام کیا تھا اور ریاستی پولیس فورس نے انہیں بندوق سے
سلامی دی اور مخصوص سرکاری موسیقی بجائی۔مرکزی حکومت نے سربجیت سنگھ کے اہل
خانہ کو پچیس لاکھ روپے دینے کا اعلان کیا تھا لیکن ریاستی حکومت نے انہیں ایک کروڑ
روپے دینے کا اعلان کیا ہے۔بھارت کے بھی کئی حلقوں نے اس بات پر سوالات اٹھائے
ہیں کہ آخر سربجیت کیا تھے کہ ان کے لیے سرکاری اعزاز کا اہتمام کیا گیا اور حکومت نے
ان کی آخری رسومات ایسے ادا کی جیسے ملک کے کسی بڑے ہیرو کی ادا کی جاتی ہے بعض
حلقوں کے مطابق حکومت کی ان تمام کارروائیوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ
سربجیت سنگھ ضرور حکومت کی کوئی نہ کوئی ذمہ داری نبھا رہا تھا ان سب کھلی

حقیقتوں کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہم مجموعی طور پر خود ہی اپنے آپ کو تباہی کی طرف لیکر جارہے ہیں ہمارے اندر احساس کا مادہ ختم ہو چکا ہے ہم ظلم تو سہتے ہیں مگر بغاوت نہیں کرتے جس کا خمارہ نہ صرف ہم خود بھگتیں گے بلکہ ہماری آنے والی نسلیں بھی اس ظلم کی چکی میں پسیں گی جیلوں میں ظلم کی اجارہ داری اور ٹھیکیداری نظام پر تفصیلات اگلے کالم میں آپ کی خدمت میں پیش کرونگا۔

میرا ملک بچا لے

پاکستان میں ہر چیز کی قیمت ہے سوائے انسانی جان کے آئے روز کی قتل وغارت سے نہ تو حکمرانوں پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی اب ہم نے اس پر کوئی مزاحمت کی جس کا کوئی جاتا ہے تو جائے ہماری بلا سے ہم تو اپنے گھر میں ٹی وی لگائے سکون سے گپیں لگا رہے ہوتے ہیں اس میں صرف ہمارا ہی قصور نہیں ہے بلکہ ہمارے سیاسی ٹھگ نما حکمرانوں نے ہمارے اندر شعور کو آنے ہی نہیں دیا نہ ہمیں عقل ہوگی نہ ہم کوئی کام کی بات سوچیں گے بلکہ ہمیں روزی اور روٹی میں الجھا دیا اور پھر ہماری اسی کمزوری کو دیکھتے ہوئے کچھ شعبدہ باز سیاستدانوں نے ایک نعرہ بنا دیا اور آج تک روٹی ، کپڑا ،مکان کا لالچ دیکر ہمیں اس سے محروم کیا جاتا رہا جبکہ ہمیں ان سنہرے خوابوں کا لالچ دیکر خود ان لٹیروں نے کہیں سرے محل بنا لیا تو کہیں شریف پیلس بن گیا اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے دنیا کے اعلی تعلیمی اداروں میں داخل کروادیا اور جنہوں نے اپنے روشن مستقبل کے لالچ میں ان کو اقتدار کے ایوانوں تک پہنچایا ان کے بچوں کو سکولوں میں ٹاٹ بھی میسر نہیں ہونے دیے غریب مزید غربت کی دلدل میں دھنستا چلا گیا اور پھر اپنی غربت مٹانے اور روٹی کھانے کے لیے معصوم بچوں کو کام پر لگا دیا نسل در نسل غربت اور جہالت

کی زندگی گذارنے والوں سے اب ہم بھلائی اور خیر کی امید کیا رکھیں جن لوگوں نے اپنی غربت کی پرواہ کیے بغیر دن رات جانوروں کی طرح کام کیا خود لاعلاج بیماریوں کا نشانہ بنے مگر اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا مگر وہی بچے جب کسی نہ کسی طریقے سے ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر انھوں نے اپنی سابقہ کسریں نکالنا شروع کر دی ان کی زد میں جو بھی آیا بچ کر نہ جا سکا پھر ایک دور آیا کہ اس وقت کے وزیر اعلی غلام حیدر وائیں نے ہر سرکاری دفتر کے ہر کمرے میں یہ لکھوا دیا کہ رشوت لینا جس کا کام ذلیل کمینہ اس کا نام مگر اس سارے لکھے ہونے کے باوجود ہماری بے حسی اور اپنے اندر کا مردہ انسان اسی بورڈ کے نیچے بیٹھ کر مک مکا کرتا رہا اور آخر کار اب ہمارے زہنوں میں یہ بات رچ بس گئی ہے کہ کسی بھی سرکاری ادارے میں پیسے دیے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا اور جس کا اگر کوئی کام کسی ادارے میں ہو تو اس کام والے کو بھی اس وقت تک تسلی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ کچھ نہ کچھ رقم متعلقہ افسر تک نہ پہنچا دے یہ حال پاکستان کے تمام محکموں کا ہے اور اکثر محکمے ایسے بھی ہیں جہاں پر سرکاری ملازم ڈیوٹی دینے کے لیے نہیں بلکہ اپنی اپنی ڈیلیں پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے آتے ہیں میں نے اپنے پچھلے کالم میں جیلوں کے متعلق لکھنے کا کہا تھا جہاں پر کرپشن اپنے عروج پر ہے جیلیں جو مجرموں کی اصلاح کے لیے ہوتی ہیں کہ اگر کوئی کسی جرم کا ارتکاب کر بیٹھے تو وہ جیل میں آکر اپنی اصلاح کرلے اور جب وہ جیل سے باہر نکلے تو ایک ذمہ

دار شہری ہو مگر ہماری جیلوں کا قاعدہ قانون ہی نرالہ ہے یہاں پر آ کر ایک معصوم اور بے گناہ شہری بھی جب باہر نکلتا ہے تو وہ اچھا خاصہ اور مانا ہوا بد معاش ثابت ہوتا ہے اسی لیے تو جیلوں کو جرائم کی یونیورسٹی بھی کہا جاتا ہے جہاں پر ایک سے بڑھ کر ایک پروفیسر موجود ہے اور اکثر ایسے ایسے ڈان بھی جیلوں میں بند ہیں جو اپنے کروڑوں کے کاروبار کو جیل کے اندر سے ہی کنٹرول کرتے ہیں اور اس تمام کھیل میں جیل کا عملہ بھی شامل ہوتا ہے جیلوں میں پیسے والے مجرم کو سب آسائشیں باآسانی دستیاب ہوتی ہیں انکی ملاقاتیں بھی وی آئی پی انداز میں جبکہ ایک غریب اور بے سہارا مجرم کو جیل کے اندر بھی جہنم کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس سے ملاقات کے لیے آنے والے لواحقین کو بھی جس کرب سے گذرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ صرف وہ ہی لگا سکتے ہیں کیونکہ جیل کے اس راستہ پر ہی پولیس کی وردیوں میں ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں جن کا کام عوام کی عزت نفس کو بری طرح مجروع کرنا اور انکی جیبوں پر ہاتھ صاف کرنا ہے اور تو اور کسی بھی پولیس والے کی زبان پر شائستگی برائے نام بھی نہیں ہوتی جیسے جیسے ملاقاتی آگے بڑھتا ہے ویسے ویسے اس کے صبر کا امتحان بھی شروع ہو جاتا ہے جیلوں میں لوٹ مار کا جو اب سما بندھا ہوا ہے وہ اپنے پچھلے تمام ادوار کا ریکارڈ توڑنے کی کوشش کر رہا ہے اور مجال ہے کہ کسی بھی سرکاری افسر اور ذمہ دار عہدے دار نے اس طرف توجہ دی ہو ہر کوئی اپنے سر سے وزن اتار کر دوسرے کے سر میں ڈال رہا ہے اپنی ذمہ داری کوئی بھی قبول کرنے کو تیار نہیں

جیلوں کے اندر ملازمین اور قیدیوں کے درمیان اس وقت پیسہ کمانے کی ایک غیر اعلانیہ جنگ چل رہی ہے ہر بارک ٹھیکہ پر ہے اور اس ٹھیکہ میں وہاں کے ٹوری قیدی.برابر کے حصہ دار ہیں جو خود بھی کماتے ہیں اور کما کر اوپر بھی حصہ پہنچاتے ہیں اس وقت تقریبا ایک معمولی سے معمولی ملازم سے لیکر اعلی سے اعلی عہدے دار تک اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہا ہے جس کا جتنا ظرف ہے اسی کے مطابق کام چلا رہا ہے جیلوں کی بے تحاشا کمائی سے وارڈر، ہیڈر وارڈر، اسسٹنٹ، ڈپٹی اور سپرنٹنڈنٹ سمیت اوپر تک عیش وعشرت میں زندگی گذار رہے ہیں جائیدادیں اور بنک بیلنس میں دن بدن اضافے نے ان افسران کی گردنوں میں سریا فٹ کر دیا ہے اور اگر یہ بھی کہا جائے کہ آج کے یہ جیل افسران رعونیت میں فرعون بنے بیٹھے ہیں تو بے جا نہ ہوگا ان سب حقیقتوں کو دیکھتے ہوئے مزدوروں کے عالمی دن پر انکی طرف سے ایک مظاہرے کے دوران یہ نعرہ.بڑے زور شور سے لگایا جارہا تھا کہ میرا ملک بچالے اے مولا بہت پر اثر لگا اور دل سے اب یہی دعا نکلتی ہے کہ میرا ملک بچالے اے مولا.

3 سالہ حکومت

پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل کرنے اور عوام کو بے روزگاری غربت اور جہالت سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان میں عوامی حکومت کی مدت تین سال کر دی جائے جس سے نہ صرف آنے والے حکمرانوں کو اندازہ ہو گا کہ ہم نے ہر کام تیزی سے کرنا ہے اگر اچھا کیا تو دوبارہ منتخب ہو سکتے ہیں اگر کچھ نہ کیا تو پھر دوبارہ منتخب ہونا ناممکن ہو گا اس سے نہ صرف ملک میں ترقی کی رفتار تیز ہو گی بلکہ جمہوریت کو بھی فروغ ملے گا اور عوام بھی باشعور ہو جائے گی جبکہ حکومت کے پانچ سال بہت لمبا عرصہ ہے اور عوام کو ان پانچ سالوں میں جس کرب سے گذرنا پڑتا ہے وہ ناقابل بیان ہے محترمہ بینظیر بھٹو نے فرمایا تھا کہ جمہوریت بہترین انتقام ہے جی ہاں بلکل ایسے ہی ہے جمہوریت بہترین انتقام ہے اور آج پاکستان کی عوام نے بدلہ لے لیا وہی عوام جو گذشتہ کئی سالوں سے غربت ، مہنگائی ، بے روزگاری ، لوڈ شیڈنگ اور پروٹوکول کلچر کی چکی میں پس رہی تھی جو ایک درخواست دینے کے لیے کئی کئی گھنٹے دھوپ میں کھڑے ہو کر ان فرعونوں کا انتظار کیا کرتے تھے جن کے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ گرادی جاتی تھی اور جن کے پروٹوکول میں گاڑیوں کی لمبی لائنیں لگی ہوتی تھی جہاں پر ایک غریب اور حق دار کو اپنا حق لینے میں ایک زندگی گذارنا پڑتی تھی جن کے دفتروں کے

باہر کئی کئی گھنٹے انتظار میں گذارنے والے بغیر ملاقات کے ہی واپس لوٹ آتے تھے اور جس ملک میں ان حکمرانوں کی بدولت موت سستی اور قبر مہنگی بکتی ہو ایسے میں تبدیلی نہ آئے تو اور کیا ہو گا اب اگر عوام نے پیپلز پارٹی کے اپنے ہی سلوگن جمہوریت بہترین انتقام ہے کے مصداق لوڈ شیڈنگ ، مہنگائی ، بے روزگاری ، غربت میں بے تحاشا اضافہ سمیت میگا کرپشن سکینڈلز جیسے مسائل پر اپنے ووٹ کے زریعے انتقام لے لیا تو اس میں حیرت والی کوئی بات نہیں وفاق کی جماعت ہونے کی دعویدار پیپلز پارٹی عوام کی حقیقی خدمت نہ کرنے کے نتیجہ میں قومی اسمبلی کی بہت کم نشستیں حاصل کر سکی پانچ سال تک مرکز میں برسر اقتدار رہنے والی اور اقتدار کے مزے لوٹنے والے جمہوری حکومت کی مدت پوری ہوتے ہی منظر سے غائب ہوئی کہ کہ پوری انتخابی مہم میں قومی سطح پر کوئی ایک بڑا جلسہ نہ کر سکی حتی کہ نتائج آنے کے بعد بھی مرکزی قیادت کی جانب سے ابھی تک جماعت کے لیے کوئی ایک بیان بھی سامنے نہیں آیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیپلز پارٹی کی قیادت کو بھی نتائج کا اندازہ تھا وفاق کی نمائندگی کی دعوے دار پیپلز پارٹی جہاں ایک جانب عوام کے غیض و غضب کا نشانہ بن کر سندھ اسمبلی کی اکثریتی جماعت تک محدود ہو گئی وہاں دوسری جانب پارٹی کے بڑے بڑے اہم رہنماء اور دو سابق وزرائے اعظم کے ساتھ ساتھ انکے خاندان سے تعلق رکھنے والے کسی ایک بھی امیدوار کی کشتی پار نہ ہو سکی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوام میں سیاسی شعور واقعتاً بڑھا ہے جو یقینی طور پر

جمہوریت کی مضبوطی اور ملک و قوم کے مفاد میں ہے پیپلز پارٹی کی عام انتخابات میں پوزیشن باقی سیاسی جماعتوں کے لیے بھی الارمنگ ہے کیونکہ جو عوام پانچ سال تک ملکی تاریخ میں بدترین ، غربت ، مہنگائی ، بے روزگاری، بجلی ،گیس کی لوڈشیڈنگ سمیت دیگر مسائل بھگتتی رہی ہو تو وہ اپنے ووٹ کی طاقت سے ملک و قوم کا مقدر تاریک کرنے والی پیپلز پارٹی کا احتساب کر سکتی ہے تو الیکشن جیتنے والی جماعت ن لیگ کو بھی معاف نہیں کریگی لہذا اب نئی حکومتوں کو عوامی مسائل حل کرنا ہونگے ایک ایسا واضح اور شفاف نظام رائج کرنا پڑے گا جس سے سفارش اور رشوت کلچر کا خاتمہ ہوسکے اگر ایک سرکاری ہسپتال سے ایم پی اے اور ایم این اے سمیت سرکاری ملازم کا علاج مفت ہو سکتا ہے تو وہی پر ایک غریب مریض کا بھی علاج مفت کیا جائے نہ کہ اسے کسی ایم پی اے یا کسی اور کی سفارش ڈھونڈنا پڑے تھانہ کچہری کی سیاست کو ختم کرکے حقیقی معنوں میں ملازمین کو عوام کا خادم بنایا جائے اگر ایک عام آدمی ایک عام آدمی کے ووٹ سے مقدس گائے بن سکتا ہے تو پھر وہ عام آدمی اتنا بے تقیر کیوں ہوجاتا ہے کہ الیکشن کے دنوں میں جس کی منتیں کی جاتی تھی الیکشن کے بعد وہی منتوں پر کیوں آجاتا ہے ان سب حقیقتوں کا ادراک کرکے اب ہمیں آگے بڑھنا ہوگا ورنہ عوام کے پاس متبادل تیسری طاقت بھی آچکی ہے جو اگلے انتخابات میں ن لیگ کا بھی بوریا بستر گول کر سکتی ہے اس لیے ہماری رائے کے مطابق اب سب جماعتوں کو ایک بار پھر متحد ہو کر اس بات کا فیصلہ کرلینا چاہیے کہ حکومت کی مدت پانچ

سال کی بجائے تین سال کردی جائے جس سے ملکی ترقی کا پہیہ تیزی سے گھومے گا اور عوام بھی خوشحالی کی طرف اپنا سفر شروع کردے گی۔

منافقت کی سیاست

پاکستان میں منافقت کی سیاست کا آغاز 14 اگست 1947ء سے ہی شروع ہو گیا تھا جو آج تک جاری ہے پاکستان کے وجود میں آتے ہی اس وقت کے جاگیر دار سرمایہ دار جو انگریزوں کے خاندانی غلام تھے کسی نہ کسی طرح اقتدار کے ایوانوں میں داخل ہوئے اور پھر وہی سے ایسی مکروہ، گھناؤنی اور منافقانہ سیاست کا آغاز ہوا کہ جسے ہم بابائے قوم اور قائداعظم کہتے ہیں جس کے احسانات کا بدلہ ہم تو کیا ہماری آنے والی نسلیں بھی نہیں چکا سکتی اور اس وقت اگر بابائے قوم محمد علی جناح کا ساتھ انکی بہن جسے ہم مادر ملت کہتے ہیں محترمہ فاطمہ جناح نہ دیتی تو آج شائد پاکستان کا نام ونشان بھی نہ ہوتا کیونکہ محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے بھائی کو کسی بھی مقام پہ گرنے نہیں دیا اور دن رات انکی خدمت کر کے قیام پاکستان کو ممکن بنا دیا لاکھوں اور کروڑوں انسانوں میں ہر کوئی لیڈر نہیں بن سکتا اگر اس مثال کو سامنے رکھا جائے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے تو یہ بات سچ ثابت ہوتی ہے کہ اگر قائداعظم کو اپنی بہن کا سہارا نہ ہوتا تو آج ہم اس آزاد فضا میں سانس نہ لے رہے ہوتے پاکستان بن گیا تو منافقین نے بھی اپنے ڈیرے جما لیے جنھوں نے پاکستان کی ان بنیادوں کو کھوکھلا اور کمزور

کرنا شروع کردیا اور جنھوں نے اس ارض پاک کو مضبوط بنانے کے لیے اپنے لہو کے نذرانے پیش کیے انکی قربانیاں بھی ان منافقین سے نہ بچا سکی اور آخر کار ان منافقین کا شکار ہم سب ہو گئے اس بات کو سوچتے ہوئے میرا دل خون کے آنسو روتا ہے اور ندامت اور شرم سے سر جھک جاتا ہے کہ ہم نے بحیثیت قوم اپنے آپ پر وہ ظلم کیے جو کوئی اور کرنے کی جرءات نہیں کر سکتا تھا ہمارے اندر موجود منافقین نے اپنا کھیل کھل کر کھیلا اور وہ بدترین دن بھی آگیا کہ جب ہم نے محترمہ فاطمہ جناح کی شکست پر بھنگڑے ڈالے اور مٹھائیاں تقسیم کی یہ محترمہ فاطمہ جناح کی شکست نہیں تھی بلکہ بحیثیت قوم ہماری بدترین تاریخی شکست تھی کہ ہم نے اپنے محسنوں کو انکے احسانوں کو بدلہ انکی ذلت کرکے دینا شروع کردیا تھا اسکے بعد جو محب وطن تھے وہ خاموشی سے ایک نکرے لگ گئے اور جو بیرونی ایجنٹ تھے انہوں نے اپنے جال پھیلانا شروع کردیے کیونکہ محسنوں کو ذلیل کرنے کے بعد اب انکے راستے میں آنے والا کوئی نہیں تھا اور پھر ان ایجنٹوں نے کھل کر ملک دشمنی کے کھیل کھیلے جس کا خمیازہ آج ہم ہی بھگت رہے ہیں غربت، جہالت اور اندھیر نگری کا آج جو راج ہے اس کے ہم خود ہی ذمہ دار ہیں کیونکہ آج سے 60 سال قبل اگر ہم اپنے اندر موجود ان غیر ملکی ایجنٹوں کو پہچان کر اسی وقت انکی چھٹی کروادیتے تو آج کا پاکستان بلکل مختلف ہوتا ہر آنے والا سیاستدان پاکستان کو پیرس بنانے کے دعوے کرتا ہے اگر ہم منافقین کے دھوکے میں نہ آتے تو آج پیرس والے پاکستان کی مثال دیکر کہتے کہ ہم پیرس

کو پاکستان بنا دیں گے مگر اب بہت دیر ہو چکی ہے پاکستان کو بنانے میں ایک نسل نے تو پہلے قربانی دے دی ہے اب پاکستان کو ایک بار پھر پاکستان بنانے کے لیے مجموعی طور پر ہمیں سب کو ایک بار پھر قربانی دینا پڑے گی وہ بھی بغیر کسی بابائے قوم کہ اب ہم میں نہ تو علامہ اقبال ہے نہ دن رات خدمت کرنے والی بہن فاطمہ جناح اور نہ ہی محمد علی جناح کے روپ میں کوئی عظیم بھائی ہے اب کے بار یہ سفر ہمیں تن تنہا ہی کرنا پڑے گا ورنہ ہماری حالت پر تو پہلے ہی ترقی یافتہ قومیں ترس کھاتی ہیں اور ہر سال کروڑں ڈالر بطور امداد بھیج کر ہمیں زندہ رکھ رہی ہیں اور اسی امداد میں سے ہمارے حکمران اور عوام دونوں اپنا پنا پیٹ بھرتے ہیں اس بار ہونے والے الیکشن میں پھر عوام سے بڑے بڑے وعدے کرکے منافقت کی انتہا کی گئی بھلا ایسے لیڈر کیا ہمارا فائدہ کریں گے جنھوں نے اربوں روپے کمیشن کھائی ہو نہ صرف اپنے پیٹ بھرے ہوں بلکہ لوٹ مار میں اور بھی کئی حصہ دار ہوں ان کے منہ سے پاکستان کی بھلائی کے منصوبوں کی بھڑکیں عجیب طرح کی احساس محرومی کا شکار کر دیتی ہیں کہ ہمارے انہی سیاسی لٹیروں نے پہلے کسی کی گود میں بیٹھ کر سیاست میں لوٹ مار کی الف ب سیکھی اور جب اربوں روپے بنا لیے تو پھر عوام کی خدمت کا جذبہ انہیں سونے نہیں دے رہا یہی وہی حکمران ہیں جو غریب عوام کے نام پر اور غربت کے صدقہ میں ایوان اقتدار تک پہنچتے ہیں اور پھر وہی حکمران سیکنڑوں محافظوں کے حصار میں غریب عوام سے دور ہوتے جاتے ہیں اگر کوئی ان نام نہاد عوامی

نمائندوں کے پاس سینکڑوں میل کا سفر طے کرکے پہنچ جائے تو پھر سیاستدانوں کے روپ میں ٹھگ نما حکمرانوں سے تو کیا انکے چمچوں سے بھی ملاقات نہیں ہو سکتی اختیارات کا مرکز اپنی ذات کو رکھنے والوں سے ہم خیر کی توقع کیا رکھیں ہم نے تو اب تک کافی سزا بھگت لی اللہ پاک ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرما کر ہماری آنے والی نسلوں کو ان منافقین کا شکار ہونے سے بچائے (آمین)

تحفظ اسلام محسن پاکستان

ملکی خدمت کے حوالہ سے اگر بات کی جائے تو بہت کم ایسے لوگ ہیں جن کے کارناموں پر فخر کیا جاسکے اگر کسی نے کوئی اچھا کام کیا بھی ہے تو اس میں اپنا لالچ سرفہرست رکھا اور اس کے بعد پھر وہ کام شروع کرنے کی اجازت دی آج جو لیڈر اپنے اپنے کاموں پر فخریہ انداز میں جذباتی تقریریں کرتے ہیں وہ اگر عوام کو یہ بھی بتادیں کہ انہوں نے ان کاموں کے عوض کتنی کمیشن کھائی تھی پھر واقعی وہ ملک و قوم سے مخلص ہیں ورنہ تو لوٹ مار کا بازار گرم ہے جس کے حصہ میں جو آیا وہ اسے لیکر بھاگ گیا کسی نے سرے محل بنالیا تو کسی نے سعودیہ میں بزنس شروع کردیا اور تو اور چوہدری برادران نے بھی بیرون ممالک اچھی خاصی سرمایہ کاری کرڈالی یہ وہ ہمارے خدمت گار تھے جنہوں نے پاکستان کی عوام کی تقدیر بدلنے کے بڑے بڑے وعدے کیے تھے مگر ان سب نے اس کہاوت پر بڑے ہی جارحانہ انداز میں عمل کیا کہ اول خویش بعد درویش یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کی حالت قابل رحم ہے مگر سیاستدان اپنی اپنی سیاسی چالوں سے ایک بار پھر عوام کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں بڑے بڑے وعدے اور دعوے کرنے والے کل پھر عوام سے ڈر کر کسی نہ کسی بکتر بند میں بیٹھ کر اپنی اپنی توپوں کا رخ ایک دوسرے کی طرف کرکے اپنی اپنی بقا کی جنگ

لڑ رہے ہونگے مگر ان غریب اور بے سہارا پاکستانیوں کا کیا قصور جو ان سیاسی ٹھگوں کی بھینٹ چڑھ جائیں گے کوئی اپنی بیماری کے ہاتھوں دوائیاں نہ ملنے کے باعث اپنے پیاروں سے جدا ہو چکا ہوگا اور کوئی غربت اور بھوک سے تنگ آ کر اس بے رحم دنیا سے چلا جائیگا اور کوئی اپنے معصوم بچوں کی معصوم خواہشوں اور بیوی کے جارحانہ رویوں سے اکتا کر چلا جائے گا آخر اتنے سارے بے گناہوں کا خون کس کے سر جائیگا ایک وہ مثالی حکمران حضرت عمرؓ تھے جنھوں نے اپنے دور حکومت میں کہا تھا کہ اگر دریائے فراط کے کنارے کتا بھی بھوکا پیاسا مر گیا تو اس کا ذمہ دار عمر ہوگا مگر آج غربت ، بھوک اور افلاس کے ہاتھوں آئے روز کی خودکشیوں اور بے گناہوں کی قتل و غارت کا حساب کون دیگا ان سب مایوسی اور نا امیدی کی باتوں کے باوجود ابھی امید کی ایک کرن باقی ہے امید بھی بھی ایک ایسے شخص سے جسے ہم سب بخوبی جانتے ہیں جن کے کارناموں سے نہ صرف پاکستان کا سر فخر سے بلند ہیں بلکہ عالم اسلام بھی انہیں سلام عقیدت پیش کرکے اپنا ہیرو قرار دیتا ہے اور جیسے ہم نے محسن پاکستان کا خطاب دے رکھا ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہم میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان جیسا لیڈر میسر ہے یہ ہمارے وہ محسن ہیں جنھوں نے اپنا سب کچھ پاکستان کے لیے قربان کر دیا جن کے قدموں میں پاکستان کی مٹی کی خشبو بسی ہوئی ہیں جن کے اندر نہ صرف پاکستان کا درد ہے بلکہ وہ پاکستانی قوم کی تقدیر بھی بدلنے کا عزم رکھتے ہیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی زندگی پر بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں اور

رہتی دنیا تک ان پر کتابیں چھپتی رہیں گی انکا سب سے بڑا کارنامہ پاکستان کو نہ صرف ایٹمی قوت بنانا تھا بلکہ میزائل ٹیکنالوجی کے زریعے عالم اسلام کو بھی دشمن کی بری نظروں سے محفوظ بنا دیا اور اب انکا سیاست میں آنا بھی کسی بہت بڑے ایٹمی دھماکے سے کم نہیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان واحد ایسے پاکستانی ہیں جن سے عوام نہ صرف بہت زیادہ عقیدت رکھتی ہے بلکہ ٹوٹ کر محبت کا اظہار بھی کرتی ہے اور اس بات کا میں خود بھی کئی بار مشاہدہ کرچکا ہوں ابھی الیکشن سے ایک دن پہلے کی بات ہے کہ میرے فون پر ایک لڑکی سیدہ بشرہ کا فون آیا جس نے بتایا کہ میں نے پنجاب یونیورسٹی بزنس اکنامکس میں ماسٹر کیا ہوا ہے اور ہم سب گھر والے اور میری یونیورسٹی کی سب دوستیں بھی محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو ووٹ دینا چاہتے ہیں کیونکہ ہم ان سے بے پناہ عقیدت اور محبت کرتے ہیں جبکہ اسی طرح کے جذبات ایک بار موجودہ وائس چانسلر یونیورسٹی آف گجرات کے بھی سننے کو ملے جنھوں نے پنجاب یونورسٹی کے وائس چانسلر کے اعزاز میں رکھی گئی تقریب میں بڑے ہی جذباتی انداز میں کہا کہ ہم سب محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے شرمندہ ہیں اور معافی مانگتے ہیں کہ جب ایک فوجی ڈکٹیٹر نے ان پر الزامات لگائے تو ہم کچھ نہ کرسکے جس پر اس تقریب میں بیٹھے ہوئے ہر فرد کی انکھ میں آنسو چھلک پڑے تھے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے باری میں ایسے عوامی جذبات دیکھ کر اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے بھی پاکستانیوں کے بارے میں ایسے ہی جذبات دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ

وہی صحیح معنوں میں پاکستان کے نجات دہندہ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جذبے جن کے سچے اور ارادے جن کے مضبوط ہوں وہ کبھی بھی ناکام اور نامراد نہیں ٹھہرتے وقتی طور پر مشکلات زرور در پیش ہوتی ہیں جن کو استقامت اور جوانمردی سے ختم کیا جاسکتا ہے ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اپنی خدمات کے زریعے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام پر ایک احسان کیا ہے اور اب انھوں تحریک تحفظ پاکستان کے نام سے ایک سیاسی جماعت بنائی ہے تو ہمیں بھی بطور پاکستانی اتنا تو سوچنا چاہیے کہ یہ وہ شخصیت ہے جنھوں نے نہ عودے کیے نہ دعوے کیے بلکہ ایک ناممکن کام کو عملی جامہ پہنا کر ثابت کر دیا ہے کہ وہی محب وطن پاکستانی ہیں اگر ایک بار انہیں موقعہ دیا جائے تو نہ صرف پاکستان کی تقدیر بدل جائیگی بلکہ عالم اسلام کا وقار رہتی دنیا تک بلند رہے گا ڈاکٹر عبدالقدیر خان نہ صرف محسن پاکستان ہیں بلکہ تحفظ اسلام کی ضمانت بھی ہیں

شاباش جوانوں

ویسے تو پاکستان کے تمام محکموں کی کارکرگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہم سب پر عیاں ہے افسران کا عوام کے ساتھ جو آمرانہ رویہ ہے وہ بھی کسی سے ڈھکا چھپا ہوا نہیں ہے مگر ان سب تلخ حقیقتوں کے باوجود اگر کسی محکمے نے مجموعی طور پر کوئی اچھا کام کیا ہے تو ہمیں اس کی تعریف بھی کرنی چاہیے نہ تو ہم بے حس ہیں اور نہ ہی ہم بے ذوق مگر بعض اوقات عوام کے ساتھ مختلف محکموں کا جو توہین آمیز رویہ دیکھتے ہیں تو پھر دل دکھتا ہے ہر محکمہ میں اچھے اور برے لوگ موجود ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ اچھے ، تمیز اور تہذیب والے بہت کم ہیں جو نہ صرف اپنے محکمے کا وقار بلند کرتے ہیں بلکہ جہاں بھی جاتے ہیں اپنے پیچھے اچھی اور خوشگوار یادیں بکھیر آتے ہیں پنجاب کے محکمہ تعلقات عامہ کی ایک ملنسار اور خوش مزاج افسر نبیلہ غضنفر جو اس وقت محکمہ پولیس میں بطور ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں کا شمار بھی ان چند گنے چنے افسران میں شمار ہوتا ہے جو آجکل ناپید ہو چکے ہیں ہم ہمیشہ پولیس اور دوسرے سرکاری اداروں کے خلاف کھل کر لکھتے آئے ہیں مگر انکے اچھے کام کی کبھی بھی تعریف نہیں کی پتا نہیں ایسا کیوں ہوتا رہا شائد عوام کے ساتھ جو جو زیاتیاں ہوتی رہی ان کا دکھ ہمارے قلم سے نشتر

بن کر جھلکتا رہا مگر ایک دن نبیلہ غضنفر نے ہمیں یہ کہہ کر احساس دلایا کہ آپ پولیس والوں کے خلاف بہت لکھتے ہو مگر جب ان سے کوئی اچھا کام ہو جائے تو انکی تعریف میں بھی چار جملے لکھ دیا کریں تاکہ ہمارے جوانوں کے حوصلے بلند ہوں اور انہیں بھی احساس ہو کہ انکی تعریف کرنے والے بھی ہیں بات تو واقعی درست تھی کہ الیکشن سے قبل ہر طرف مایوسی اور ناامیدی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور کچھ ہمارے سیانے اور طوطہ فال قسم کے سیاستدانوں نے عوام کو ڈرا رکھا تھا کہ اس بار الیکشن خونی ہونگے اور کچھ اسی طرح کی افواہیں مختلف زرائع سے عوام تک پہنچ رہی تھی مگر ہم سب نے دیکھا کہ اس بار الیکشن صرف چند ایک مقامات کے علاوہ بڑے ہی پرسکون انداز میں ہوئے لوگوں نے گھروں سے پولنگ بوتھ تک کا سفر بغیر کسی دھمکی اور دہشت گردی کے بڑی آسانی سے طے کیا اپنا ووٹ ڈالا اور پھر واپس اپنے گھروں میں بھی بحفاظت پہنچ گئے کسی طرف سے بلخصوص پنجاب میں کوئی ہنگامہ آرائی نہیں ہوئی کونکہ ہمارے پولیس کے چاک وچوبند دستے ہر جگہ موجود تھے اور اس بار پولیس نے واقعی خوش دلی سے اس انداز میں اپنی ڈیوٹیاں انجام دی کہ دیکھ کر دل خوش ہو گیا اکثر پولنگ بوتھ پر پولیس والے رات گئے تک بیلٹ باکس اپنی موجودگی میں الیکشن کمیشن آفس تک پہنچاتے رہے اس کی وجہ شائد نگران حکومت ،آئی جی پولیس اور افسران کا رویہ تھا کہ ایک عام کانسٹیبل بھی دل جمی سے کام کر رہا تھااور پولیس کی محنت سے وہ کام سرانجام پا گیا جس کے میں مختلف سیاستدانوں کی افوہ ساز

فیکٹریاں دن رات کام کر رہی تھی اس الیکشن میں نہ صرف پولیس کا بہت اہم رول رہا بلکہ ٹیچرز نے بھی اپنی محنت سے ثابت کر دیا کہ وہ اگر تعلیم کی طاقت سے قسمت نوح بشر تبدیل کرتے ہیں تو الیکشن کے دنوں میں اپنی ڈیوٹیاں سانجام دیکر پاکستان کی قسمت بھی تبدیل کر دیتے ہیں اس میں انکی خدمات پر بھی کوئی شک نہیں کیا جاسکتا پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور اس میں ابھی عام آدمی تک شعور کی دولت پہنچتے پہنچتے وقت لگے گا اس لیے بطور محب وطن پاکستانی ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جو جہاں کام کر رہا ہے وہ ہے تو ہمیں میں سے اگر برا ہے تو اسکی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے اگر اچھا ہے تو اسکی تعریف کرنی چاہیے تاکہ اس ایک اچھے کو دیکھ کر دوسرے برے بھی اچھے بن جائیں ہم سب پاکستانی ہیں اور اس سوچ کو لیکر اب آگے بڑھنا چاہیے کہ اگر ہم کسی کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں تو بلاشبہ وہ ہم اپنے ساتھ ہی کر رہے ہوتے ہیں
پاکستان ہمارا ملک اور گھر ہے ہم نے ہی اس کو بنانا اور سنوارنا ہے اور پاکستان میں امن قائم رکھنے میں جو کردار اور قربانیاں پولیس نے دی ہیں وہ بھی کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہیں اگر آج ملک میں کچھ جرائم پیشہ افراد موجود ہیں تو وہ بھی ہمارے حکمرانوں کی نااہلی کی وجہ سے ہے جن کی وجہ سے ملک میں بے روزگاری عام ہوئی ان حکمرانوں نے اپنی نسلوں کو اعلی تعلیم دلائی اور عوام کو اس سے محروم رکھا پاکستان کے ان لٹیرے سیاستدانوں نے جو حال ہماری عوام کا کیا اس پر دل خون کے انسو روتا ہے مگر اس وقت بات ہو رہی

ہے پولیس کی کارکردگی پر تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس بار اگر پولیس نے جھوٹے سیاستدانوں کا ایک اور جھوٹ ثابت کردیا کہ یہ سب فراڈیے ہیں ان کی کسی بات پر کان مت دھریے اور آپ اپنا کام جاری رکھیں شاباش جوانوں۔

قبضہ گروپوں کی آمد

قبضہ گروپوں کی آمد کے ساتھ ہی ایوان میں زلزلے کا سماں تھا اسمبلی کے در و دیوار سہمے سہمے انداز میں نئے آنے والے ممبران کو بے بسی سے دیکھ رہے تھے کہ جن کی کہانیاں ان کے آنے سے پہلے ہی سن چکے تھے اب انکے مستقبل کے ہنگاموں سے لرزہ تھے پنجاب اسمبلی کی شان و شوکت کے یہ نگہبان بنتے ہیں یا اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے کمیشن مافیااور قبضہ گروپوں کے ایجنٹ بنتے ہیں اسمبلی کے پہلے اجلاس سے قبل ہی اراکین اسمبلی کے ایم پی اے ہاسٹل پر قبضے نے یہ توثابت کردیا کہ جس کام کی ابتداء ہی غلط ہو بنیاد ہی ٹیڑھی رکھ دی جائے تو پھر اس عمارت کی پائیداری کس طرح ممکن ہو سکتی ہے یکم جون بروز ہفتہ کو پنجاب اسمبلی کا پہلا اجلاس تھا مگر اجلاس سے قبل ہی نو منتخب اراکین اسمبلی نے اجلاس شروع ہونے سے کئی دن قبل ایم پی اے ہاسٹل پر یوں قبضہ کرلیا جیسے قبضہ گروپ کسی سرکاری اراضی کو مال غنیمت سمجھ کر قبضہ کرلیتے ہیں اور اسمبلی ملازمین کو مجبوراان ایم پی اے حضرات کو کمرے الاٹ کرنا پڑے جنھوں نے اپنے آدمیوں کے زریعے پہلے قبضہ کرلیا تھا پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت کی ابتداء ہی قبضہ گروپوں اور رسہ گیروں سے ہو رہی ہے اب اللہ ہم پر رحم فرمائے کہ آنے والے دنوں میں ہم ان کے عذاب سے محفوظ رہ سکیں گے کہ نہیں ورنہ ان کے آنے کے آثار توانتہائی خطرناک ہیں جو کام ابتداء میں ہی شروع ہو چکا ہے اس کا انجام کہاں پہنچ کر

دم لے گا اس وقت نہ صرف ہمارے منتخب کردہ نمائندگان بلکہ پنجاب کے تقریبا سبھی محکموں کا برا حال ہے میرٹ نام کی کوئی چیز نہیں ہے ملازمتوں اور پر کشش عہدوں کی لوٹ مار لگی ہے بالخصوص مختلف اداروں کے سربراہوں کے سیٹوں پر تو ایسی بندر بانٹ ہے کہ جونیئر کو سینئر کی جگہ ادارے کا سربراہ بنا دیا جاتا ہے جس سے نہ صرف میرٹ میرٹ کی گردان الاپنے والی حکومت اور اپنے آپ کو خادم اعلی کہلانے والے میاں شہباز شریف کی بھی نیک نامی پر سوالیہ نشان ہے اب پنجاب کے محکمہ تعلقات عامہ کو ہی دیکھ لیا جائے تو اس پر حکمرانی کسی اور کی رہی جبکہ اس کے سربراہ جونیئر اور رسمی تھے جن کا کام صرف دستخط کرنا ہی تھا اب ایک بار پھر اس محکمہ کو ڈی جی کی ضرورت ہے مگر اس بار بھی لگتا ہے کہ میرٹ سے ہٹ کر کسی ایسے افسر کو لگا دیا جائے گا جو نہ تو حکومت کا دفاع کرسکے گا اور نہ ہی اسکے صحافیوں سے بہتر تعلقات ہونگے جس طرح ماضی میں ہوتا رہا اور جو اس محکمہ میں کام کرنے والے افسر ہیں ان کو اس بار بھی ہمیشہ کی طرح کھڈے لائن ہی لگا دیا جائے گا اس وقت پنجاب کے محکمہ تعلقات عامہ میں اگر دیکھا جائے کہ میرٹ پر ڈی جی کون بن سکتا ہے تو میرٹ لسٹ کے مطابق اسلم ڈوگر پہلے نمبر پر ہیں جو میاں شہباز شریف کے پچھلے دور میں بطور ڈی جی کام کرچکے ہیں مگر ان کی ناقص کارکرگی کی بدولت انہیں ڈی جی کی سیٹ سے ہٹا دیا گیا تھا جس کے بعد ایک جونیئر افسر کو جو اس وقت وزیر اعلی کے پی آر او تھے اطہر علی خان کو ڈی جی لگا دیا گیا تھا جن کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا، اسلم ڈوگر کے بعد اس محکمہ میں سنیارٹی کے لحاظ سے نبیلہ غضنفر آتی ہیں جن کا سروس کیریئر شاندار ہے جنھوں نے نہ صرف پنجاب میں خدمات

سرانجام دی ہیں بلکہ انہیں دوسرے صوبے میں بھی کام کا تجربہ ہیں اور اس وقت محکمہ پولیس میں بطور ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز بہتر کام کر رہی ہیں ان کا سروس ریکارڈ بھی بہت اچھا ہے اگر ان کو ڈی جی پی آر لگا دیا جائے تو نہ صرف حکومت کی میرٹ پالیسی پر بھی حرف نہیں آئے گا بلکہ خادم اعلی پنجاب کو بھی کسی نئے تجربے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور انکی حکومت پر میڈیا کی طرف سے جو حملے ہوتے ہیں ان سے بھی بہت حد تک بچا جاسکے گا نبیلہ غضنفر کے بعد اس محکمہ میں اعجاز غوری ہیں جو اس وقت بہاولپور میں بطور ڈائریکٹر کام کر رہے ہیں ان میں بھی ڈی جی کی وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی جو اس عہدہ کے لیے ایک افسر میں ہونا چاہیے اعجاز غوری کے بعد امجد بھٹی ہیں جو سابق وزیر اعلی پنجاب چوہدری پرویز الہی کے پی آر او تھے اور اس وقت موجودہ ڈی جی پی آر ہیں اور انکے پاس سیکریٹری کا اضافی چارج بھی موجود ہے انکے بارے میں بھی یہ مشہور ہے کہ وہ اپنے دور میں سیاسی نگران حکومت کا مختلف محاذوں پر دفاع نہ کرکے جسکی کوئی اپوزیشن بھی نہیں تھی اور اب موجودہ حکومت کی اپوزیشن بھی مضبوط ہوگی تو کیا وہ حکومت کی توقع پر پورا اتر سکیں گے انکے بعد رائے نذر حیات کا نمبر آتا ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے آج تک کوئی کام نہیں کیا صرف سفارش کی بنیاد پر اپنا کام کرواتے رہے اور اب بھی سفارش کی بنیاد پر ہی ڈائریکٹر نیوز جیسی اہم سیٹ پر براجمان ہیں اور انکے بارے میں دفتر والے بھی بخوبی جانتے ہیں کہ وہ گھر سے دفتر صرف سونے کے لیے ہی آتے ہیں انکے بعد سنیارٹی میں آغا مسعود شورش کا نمبر آتا ہے جن کا صرف مثبت پہلو یہ ہے کہ وہ آغا شورش کاشمیری کے بیٹے ہیں اس کے علاوہ انکے نامہ

اعمال میں کوئی قابل ذکر کارنامہ نہیں ہے ان کی ٹرانسفر سرگودھا ہوئی تو فورا رکوالی اور ڈائریکٹر کوآرڈی نیشن پر اپنی تعیناتی کروا کر گورنر کے پی آر او بن گئے انکے بعد ضمیر اطہر ہیں جو ساری عمر پنجاب کے مختلف شہروں میں اپنی خدمات سرانجام دیتا رہے اور اب ڈائریکٹر الیکٹرونکٹ میڈیا کام سرانجام دے رہے ہیں اور موصوف بھی بطور ڈی جی لگنے کے اہل نہیں ہیں انکے بعد چوہدری عارف ہیں جنھوں نے آج تک سرکاری کام کو پارٹ ٹائم بنا رکھا ہے اور اپنے پرائیوٹ بزنس کو سرکار کی طرح چلارہے ہیں انکے بعد احمد علی ہیں جو اس وقت ڈائریکٹر گوجرانوالہ کام میں مصروف ہیں اور وہ صرف اپنی ریٹائرمنٹ کے دن پورے کر رہے ہیں اور سب سے آخر میں ابھی حال ہی میں پر موٹ ہونے والی ڈائریکٹر زاہدہ علی ہیں جو گذشتہ ایک لمبے عرصے سے دفتر ہی نہیں آرہی مگر انکے میاں ایک سینئر صحافی ہیں اس لیے انکو سب مراعات گھر بیٹھے ہی مل رہی ہیں اور سب سے مزے کی بات کہ اس محکمہ میں اس وقت علی طاہر جو ڈپٹی ڈائریکٹر ہے بطور ڈائریکٹر اشتہارات کام کررہے ہیں جس کے خلاف محکمہ انٹی کرپشن میں متعدد کیس زیر سماعت ہیں اور وہ قانی طور پر بھی اس عہدہ پر کام نہیں کرسکتے مگر سابقہ حکومت اور اب موجودہ حکومت کی بہترین میرٹ پالیسوں کی دھجیاں اڑتی دیکھنی ہوں تو اس وقت محکمہ تعلقات عامہ ایک مثالی کردار ادا کررہا ہے جہاں پر ہر طرف لوٹ مار کا سماء ہے اس وقت محکمہ تعلقات عامہ کا محکمہ ایک یتیم اور بے سہارا بچے کی مانند ہے جے سے بروقت اچھا سرپرست نہ ملا تو پھر اس کا بھی خانہ خراب ہی سمجھیں کیونکہ یہاں پہلے ہی خراب گاڑیوں کا قبرستان کے ساتھ ساتھ ایک عدد دربار تو موجود ہی ہے اب ان میں اور اضافہ

نہ ہو جائے ۔

بھارت سے تعلقات اور ڈرون حملے

حلف وفاداری کے ساتھ نئی قومی اسمبلی نے نئے سفر کا آغاز کر دیا ہے آنے والی حکومت سے عوام نے بڑی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں ملک اس وقت بڑے بڑے بحرانوں کا شکار ہے تنہا کوئی بھی جماعت ان بحرانوں کا خاتمہ نہیں کر سکتی ہے ن لیگ اکثریتی جماعت ہے اگر میاں نواز شریف نے قومی اتفاق رائے سے فیصلے کیے تو نتائج بہتر سامنے آئے ں گے قوم بجلی مانگتی ہے اور نگران حکومت جاتے جاتے بھی مہنگی بجلی کا تحفہ دے گئی ہے اس وقت جہاں ملک کو اندرونی مسائل نے گھیرا ہوا ہے وہیں پر ہمیں اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ بھی اپنے تعلقات بہتر بنانے کی ضرورت ہے سب سے پہلے ملک میں جاری بجلی کی لوڈ شیڈنگ کو ختم کیا جائے اس کے بعد ڈرون حملوں سے نمٹا جائے کیونکہ ڈرون حملے نہ صرف پاکستان کی خود داری، خود مختاری اور سالمیت پر حملہ ہے بلکہ ان حملوں کے نتیجہ میں عام شہریوں کی طالبان سے ہمدردیوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے مگر سب سے پہلے ہم پاک بھارت دوستی کی طرف آتے ہیں کہ بھارت کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کے لئے مذاکراتی عمل سنجیدگی سے آگے بڑھنا چاہیے اور نئی حکومت بھارت کے ساتھ تعلقات کی بہتری کو خارجہ پالیسی میں ترجیح دے جبکہ اس سلسلہ میں بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ نے نواز شریف کے مثبت رویے

پر اچھے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے اپنے خصوصی نمائندے ایس کے لائمبا کو لاہور بھیجا جہاں انہوں نے میاں نواز شریف سے ملاقات کی پاکستان اور بھارت دونوں کی طرف سے حالیہ دنوں میں بیانات حوصلہ افزاء ہیں جو تعلقات کی بہتری کا اشارہ دے رہے ہیں ،دونوں ملکوں کے درمیان اچھے ہمسایوں والے دوستانہ تعلقات ایک دوسرے کے عوام کے باہمی مفاد میں ہیں اور ان خوشگوار تعلقات سے خطے کو فائدہ پہنچ سکتا ہے دونوں ملک جموں وکشمیر سمیت تمام تصفیہ طلب مسائل کو پرامن طریقے سے حل کرنے کے لئے مذاکراتی عمل کو آگے بڑھائیں تاکہ تعاون کے نئے امکانات پیدا کئے جاسکیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے میڈیا کا کردار بہت اہم ہے اور میڈیا کو مثبت فضاء قائم کرنا ہوگی ،بھارت میں پاکستان کے حالیہ انتخابات کے نتائج کو سراہا گیاہے کہ نواز شریف کے وزیراعظم بننے سے 1999ء کی حالت واپس لوٹ سکتی ہے جب بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی لاہور آئے تھے اور پاک بھارت تعلقات تاریخ کے خوشگوار ترین لمحے پر تھے ،اب پھر موقع ہے کہ دونوں ملک تعلقات کو اسی نہج پر لے جائیں بھارت کے ساتھ دوستانہ اور برابری کے تعلقات سے نہ صرف دونوں ملکوں کو فائدہ ہوگا بلکہ خطہ میں بھی خوشحالی کا باعث بنے گا مگر کچھ ایسی طاقتیں جو نہ صرف اس علاقہ میں امن قائم نہیں ہونے دینا چاہتی بلکہ بلخصوص پاکستان جیسے پر امن اسلامی ملک میں انتشار پھیلائے رکھنا چاہتی ہیں ڈرون حملے اسی سازش کا حصہ ہیں اور امریکہ کا حالیہ ڈرون حملہ دراصل نواز شریف کی طالبان

پالیسی پر ڈرون حملہ تھا جس میں کمانڈر ولی الرحمٰن کی ہلاکت کے بعد تحریک طالبان پاکستان نے مذاکرات تو کجا نواز شریف کی حکومت اور اسٹیبلشمنٹ سے بدلہ لینے کا اعلان کردیا ہے اس حملے نے پاک امریکہ تعلقات کو پھر اسی طرح کشیدہ کردیا ہے اور بحث کو چھیڑ دیا ہے کہ پاکستان میں امریکی ڈرون حملے کس قانون اور ضابطے کے تحت کئے جارہے ہیں جبکہ نواز حکومت اور طالبان مذاکرات کے لئے سنجیدہ تھے اور ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات کا اظہار کیا گیا تھا لیکن کمانڈر ولی الرحمٰن کی موت نے تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کو شدید دھچکا پہنچایا ہے جس نے ان کا اعتماد توڑ دیا ہے۔2009 ء میں بیت اللہ محسود کی ڈرون حملے میں ہلاکت کے بعد ٹی ٹی پی پر یہ دوسرا بڑا ڈرون حملہ تھا جس نے اس سے اس کی قیادت چھین لی ، یہ حملے دراصل طالبان کی حمایت کا موجب بنتے ہیں اور نئے جنگجو طالبان کو جوائن کرتے ہیں پاکستان میں اب تک ڈرون حملوں میں کوئی 3540 تک افراد مارے جاچکے ہیں اور ان میں تقریباً ہزار کے قریب عام شہری ہیں، پاکستان کے 90 فیصد عوام سمجھتے ہیں ڈرون حملوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے اوران میں بے گناہ شہری مارے جارہے ہیں ، مارچ 2011ء میں ایک بڑے ڈرون حملے میں 40 افراد ہلاک ہو گئے تھے جو ایک قبائلی جرگے میں شریک تھے اور ان میں اکثریت شہریوں کی تھی ، ڈرون حملوں کی وجہ سے طالبان کو اخلاقی حمایت حاصل ہوتی ہے اور عوام کی ہمدردیاں حاصل کرتے ہیں ، دیہاتوں اور قصبوں سے نوجوان لڑکے طالبان گروپ میں شامل ہوتے ہیں ،ٹائم سکوائر میں بم حملے کی

منصوبہ بندی کرنیوالے پاکستانی نژاد امریکی شہری فیصل شہزاد نے بھی دوران تفتیش بتایا تھا کہ اسے ڈرون حملوں کی وجہ سے امریکہ کے خلاف نفرت ہوئی ہے ڈرون حملے طالبان کو شکست دینے میں اب تک ناکام رہے ہیں اور انہوں نے تمام پاکستانیوں کو رسک پر ڈال دیا ہے۔ حالیہ ڈرون حملے کے بعد طالبان جوابی کارروائیاں کریں گے اور یقیناً بدلہ لیں گے۔ آئندہ چند دنوں میں جوابی حملے متوقع ہیں۔

نشیب و فراز

بتیس سال سیاسی نشیب و فراز سے گزرنے، قید و بند کی صعوبتوں اور جلاوطنی کے بعد قسمت کی دیوی ایک بار پھر نواز شریف کو اقتدار کی بلندی تک لے آئی ہے۔ موجودہ حالات میں انہیں مسائل کے انبار اور مخالفین میں کچھ اپنے ہی ساتھیوں کا سامنا ہے۔ ماضی میں نواز شریف کن سیاسی اتار چڑھاو کا شکار رہے۔یوں تو نواز شریف نے انیس سو اسی میں ایک مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاالحق کی نوازشات کی بدولت بطور وزیر خزانہ پنجاب اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے اور انکی معاشی پالیسیوں نے سیاسی میدان میں انہیں آگے بڑھنے کا موقعہ دیا،تاہم انیس سو پچاسی میں وزیر اعلی پنجاب کی حیثیت سے انہوں نے سیاسی میدان اور ایوانوں میں ایک ہلچل مچا دی جس نے نواز شریف کے دل و دماغ میں وزارت عظمی تک پہنچنے کی آگ بھڑکائی۔انیس سو اٹھاسی میں جماعت اسلامی، جمیعت علما اسلام ، جمیعت علما پاکستان نیازی، اور جمیعت اہلحدیث پر مشتمل اسلامی جمہوری اتحاد تشکیل دیا لیکن ایک بار پھر پنجاب کی قیادت تک ہی محدود رہے۔ انیس سو نوے میں دینی اور دیگر ہم خیال جماعتوں پر مشتمل اسلامی جمہوری اتحاد کے نام سے ایک نیا سیاسی اتحاد تشکیل دے کر نواز شریف اس وقت کے عام انتخابات میں ملک کی بڑی سیاسی جماعت پیپلز پارٹی کو

پیچھے دھکیلتے ہوئے وزارت عظمیٰ کے عہدے پر براجمان ہوئے۔ لیکن پہلے ہی دور اقتدار میں نہ صرف اپنے ہی اتحادیوں، اپوزیشن بلکہ عسکری اداروں سے ٹکراو کی وجہ سے صرف دو سال آٹھ ماہ کا عرصہ ہی حکومت کر سکے۔ انیس سو ستانوے میں جماعت اسلامی اور دیگر سیاسی گروپوں کی ناراضگی کے باوجود انتخابات میں دو تہائی اکثریت سے دوسری بار وزیراعظم منتخب ہوئے لیکن ایک بار پھر سیاسی ناپختگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آئین میں متعدد ایسی ترامیم کیں جن کا مقصد اداروں کی مخالفت کا مقابلہ کرنا تھا۔
دوسرے دور اقتدار میں کچھ جذباتی فیصلوں، عدلیہ اور عسکری اداروں سے ٹکراو کی وجہ سے نہ صرف اقتدار کے ایوان سے نکل کر اڈیالہ جیل پہنچے بلکہ چودہ ماہ تک کال کوٹھریوں کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ بعد ازاں تقریبا چھ سال گیارہ ماہ کی جلاوطنی بھی کاٹی۔ ملکی سیاست میں دوبارہ قدم جمانے کے لئے آخر کار نواز شریف نے
دو ہزار پانچ میں اپنی بڑی سیاسی حریف جماعت، پیپلز پارٹی سے میثاق جمہوریت سائن کیا اور دو ہزار آٹھ کے انتخابات سے صرف تین ہفتے پہلے سرزمین پاکستان پر قدم رکھا لیکن عام انتخابات میں انہیں خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی تاہم میثاق جمہوریت کی زنجیر میں بندھنے کی وجہ سے انکی جماعت پیپلز پارٹی کے ساتھ مرکز اور پنجاب میں شریک اقتدار رہی لیکن دو اپریل، دو ہزار دس میں اٹھارویں ترمیم کے ذریعے تیسری بار وزیراعظم بننے پر پابندی کے خاتمے کے بعد نواز شریف کو ایک بار پھر کھل کر سیاست کرنے کا موقع ملا اور انکی

جماعت نے پیپلز پارٹی سے اتحاد ختم کرکے پنجاب میں سیاسی استحکام کے لئے بھرپور جدوجہد کا آغاز کیا جس کا ثمر بھی انہوں نے حالیہ انتخابات میں پایا اور ایک بار پھر وزارت عظمی کی کرسی پر جا پہنچے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ماضی کی سیاسی غلطیوں سے انہوں نے کیا سبق سیکھا اس کا اندازہ بطور وزیراعظم انکے اقدامات سے چند مہینوں میں ہی واضح ہو جائے گا اور اس بار میاں نواز شریف امیر المومنین بننے سے بھی اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ارد گرد مفاد پرستوں اور خوش آمدیوں سے بھی بچیں کیونکہ جن غریب پاکستانیوں کے ووٹ لیکر وہ اقتدار کی تیسری باری لے رہے ہیں سب سے پہلے انکی محرومیوں کا ازالہ کریں کیونکہ گرمی، مہنگائی اور غربت کی دلدل میں دھنسی ہوئی غریب عوام نے میاں نواز شریف کو اس لیے ووٹ نہیں دیے کہ وہ خود ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ کر عوام کے لیے مشکلات پیدا کریں بلکہ اس لیے انہیں وزیراعظم بنایا گیا ہے کہ وہ پاکستانی عوام کی محرومیوں کا ازالہ کریں اگر اس بار بھی میاں نواز شریف نے امیر المومنین بننے کی کوشش کی تو پھر آنے والے پانچ سال دور نہیں ہیں۔

شوق سے لیجیے امتحان

بڑے بھائی وزیر اعظم پاکستان اور چھوٹے بھائی وزیر اعلی پنجاب بن گئے انکی اس خوشی کو دوبالا کرنے کے لیے انکے ووٹر، سپورٹر اور ورکر سڑکوں پر نکل آئے کچھ عہدے دار مٹھائی لیکر پہنچ گئے اس طرح یہ خوشی مزید میٹھی ہو گئی ان خوشی منانے والوں میں سے اکثریت ایسے افراد کی تھی جو معمولی کاروباری تھے اور سخت گرمی میں کوئی لسی کی رہڑہی لگا رہا ہے تو کوئی نان چھولے فروخت کر رہا ہے یہ سب روزانہ ایک سو روپے سے لیکر تین سو روپے تک کمانے والے افراد ہیں جن کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے شائد اپنی پوری زندگی میں بھی ان سے نہیں مل سکیں گے ان محنت مشقت کرنے والوں کے ووٹوں سے جیتنے والے آج مختلف عہدوں پر براجمان ہو چکے ہیں کوئی وزیر اعظم ہے تو کوئی سپیکر بن چکا ہے اور باقی بچنے والوں میں سے کوئی وزیر ہے تو کوئی وزیر اعلی بن چکا ہے جن کو تمام سرکاری ہسپتالوں میں علاج اور لاکھوں روپے کی ادویات مفت فراہم کی جاتی ہیں جن کے ایک اشارے پر پورا پورا محکمہ ایدھر سے اودھر ہو جاتا ہے جن کو ریلوے اسٹیشن، ائرپورٹ سمیت تمام پبلک مقامات پر وی وی آئی پی پروٹوکول دیا جاتا ہے جن کے سفر کے دوران پوری سڑک پر ٹریفک روک کر خالی کروالی جاتی ہے جن کی گاڑیوں میں سرکاری پیٹرول ڈلنا شروع ہو جاتا ہے اور انکے گھروں کے باتھ روم سے لیکر

اسمبلی ہال تک ائر کنڈیشن نصب کردیے جاتے ہیں تاکہ ان عوام نمائندوں کو کہیں گرمی نہ لگ جائے اور جن کی مراعات دن بدن بڑھتی جاتی ہیں اور سب سے بڑھکر یہ کہ جس کو یہ حکمران نوازنا چاہیں ان کے ایک اشارے پر ملکی خزانہ ان کے قدموں میں نچھاور کردیا جاتا ہے اپنے چاہنے والوں اور قریبی دوستوں کو مشیر اور ایڈوائزر بنا کر نواز دیا جاتا ہے اور خود یہ ہمارے حکمران ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ جیسے پاکستان انکے باپ داد کی جاگیر ہو ہماری 66 سالہ پاکستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس ملک پر جتنے حکمران آئے سب پاکستان اور غریب عوام کا مقدر بدلنے کے لیے ہی آئے مگر بد قسمتی سے سب نے اپنے ہی مقدر سنوارے کسی نے عوام کا نہیں سوچا کہ بے چاری عوام جس کے ووٹ سے یہ عوامی نمائندے کہلاتے ہیں اور اسمبلیوں میں جاتے ہیں کیا وہ دوبارہ عوام میں جانے کی زحمت بھی گوارہ کرتے ہیں لسی اور نان چھولے کی رہڑی لگانے ولا ان کو ووٹ دیکر آج بھی سرکاری ہسپتالوں میں جب سخت گرمی کے دنوں میں ایک روپے کی پرچی ایک گھنٹہ لائن میں لگنے کے بعد بنوا کر جب ڈاکٹر کے پاس پہنچتا ہے تو وہاں پر موجود مسیحا دو منٹ میں اسی سرکاری پرچی پر دوائی لکھ کر اسکے ہاتھ میں تھما دیتا ہے تو وہ غریب ووٹر حیرانگی سے کبھی دوائی والی پرچی کو دیکھتا ہے تو کبھی مریضوں کے رش میں پھنسے ہوئے ڈاکٹر کی طرف اور بلا آخر وہ غریب ووٹر مہنگی ادویات کے چکر میں پڑنے کی بجائے کسی نہ کسی عامل کے پاس چلا جاتا ہے جہاں پر اسے بیس روپے کے عوض تین چار تعویز صبح شام پینے کو مل

جاتے ہیں اور شفا من جانب اللہ۔

اسی طرح وہی غریب ووٹر جس کے ووٹ سے ایک عام آدمی بھی الیکشن جیت کر وی آئی پی بن جاتا ہے جب اپنی بیٹی کی شادی کے لیے یا بوڑھے والدین اور اپنی بیوی بچوں کے آپریشن کے لیے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ ایک امید پر مالی امداد کی درخوست دے دیتا ہے اس کے بعد پھر جو اسکے ساتھ ہوتا ہے وہ ناقابل بیان ہے اگر اس کو لکھ دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ آئندہ کوئی غیرت مند مالی امداد کے اس شعبہ کی طرف تھوکنا بھی پسند نہ کرے جبکہ جس مقصد کے لیے غریب ووٹر نے مالی امداد کی درخواست دے رکھی ہوتی ہے وہ کام ہی اپنے انجام تک پہنچ جاتا ہے اور اسکو پھر امداد کی ضرورت ہی نہیں رہتی جبکہ انہی غرباء کے ووٹ لیکر ایوان اقتدار کی دہلیز پار کرنے والے پھر واپس پلٹ کر ان کی طرف نہیں دیکھتے اور خود انکے سر میں بھی درد ہو تو بیرون ملک بھاگتے ہیں کیونکہ انکو پتا ہے کہ انکے علاج کے پیسے انکے باپ نے نہیں دینے بلکہ اسی ووٹر کے جیب سے جا رہے ہیں جن کے ووٹ سے وہ یہاں تک پہنچے ہیں یہ صورتحال صرف اس حکومت کی نہیں ہے بلکہ سبھی حکومتوں نے عوام کے ساتھ ایسا ہی کھیل کھیلا ہے دیکھتے ہیں کہ اس کھیل کا انجام اور اختتام کب اور کہاں پہنچ کر ہوتا ہے عوام تو آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت حاضر ہے کبھی آپ بھی عوام کی خدمت کرکے دیکھیے اور شوق سے لیجیے امتحان مگر خود بھی تیاری رکھیے جناب۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے

انسان بے شک ایک ہزار سال جی لے آخر کار انجام موت کی صورت میں ہی ہو گا زندگی اور موت کے درمیان صرف چند لمحوں کا فاصلہ ہے جیسے آزان اور نماز کے درمیان وقت بلکل ایسے ہی جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اسکے کان میں آزان دیکر یہ بتا دیا جاتا ہے کہ اب نماز کسی بھی وقت پڑھی جا سکتی ہے جو انسان اس دنیا میں آگیا اسے ایک دن لوٹ کر ضرور جانا ہے آئے روز اپنے ارد گرد اس دنیا سے جانے والوں کی نماز جنازہ پڑھ کر انہیں رخصت کرتے دیکھتا رہتا ہوں کچھ انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی موت کو انسان بھلائے بھی تو بھول نہیں سکتا اور ایک کے بعد جب دوسری موت سامنے آجائے تو ان سے پہلے جانے والوں کی یادیں بھی تازہ ہو جاتی ہیں اسی ماہ 8 جون کی بات ہے کہ میں اپنے بہت ہی پیار کرنے والے سید ممتاز احمد شاہ کی بیٹی کی رخصتی کی تقریب میں جانے کے لیے تیاری کر رہا تھا کہ بہاولپور سے چھوٹے بھائی جاوید اکبر کا ٹیلی فون آیا کہ ماموں چوہدری ارشاد فوت ہوگئے اتنی سی بات کے بعد نہ مجھ سے کچھ بولا گیا اور نہ ہی بھائی سے تفصیلات بتائی گئی میں فوری طور پر بہاولپور کے لیے چل پڑا اور اپنے گاؤں تک جاتے ہوئے 8 گھنٹے کا سفر مجھے ماضی میں لے گیا جب ہم بچپن میں والدہ محترمہ کے ہمراہ چھٹیوں کے دنوں میں

ساہیوال سے بہاولپور جایا کرتے تھے تو اس وقت رات کو ارشاد اور اعجاز دونوں بھائی ہاتھوں میں ٹارچ پکڑے ہمیں لینے آیا کرتے تھے اعجاز کے ساتھ جو عمر میں مجھ سے چند سال ہی بڑے تھے اور ارشاد سے چھوٹے تھے میری دوستی بہت زیادہ تھی اور اس وقت ہم اکثر خط وکتابت کے زریعے ایک دوسرے کو خوبصورت شعر بھی لکھ کر بھیجا کرتے تھے ان دنوں ٹرین کے زریعے ہم ساہیوال سے ڈیرہ نواب صاحب (احمد پور شرقیہ) پہنچ جاتے تھے مجھے DNB/ جاتے اور پھر وہاں سے ایک بس پر بیٹھ کر اپنے گاؤں 36 آج بھی یاد ہے کہ پورے دن کا یہ سفر جو صبح ساہیوال سے ٹرین پر شروع ہوتا تھا رات گئے بذریعہ جرنیلی سڑک 36 چک جا کر اختتام پذیر ہوتا تھا اور اس وقت احمد پور شرقیہ سے جو اکلوتی بس چلتی تھی اس کے ڈرائیور لال ڈاڑھی والے کا حلیہ مجھے آج بھی یاد ہے جب ہم گاؤں کے سٹاپ پر اترتے تھے تو اس وقت اکثر سورج زمین کی آغوش میں جانے کی وجہ سے اندھیرے کا راج شروع ہو چکا ہوتا تھا تو ہمیں رات کے اندھیرے میں گھر تک لے جانے کے لیے ہمارے یہ دونوں ماموں چوہدری ارشاد اور اعجاز نا جانے کب سے اس جرنیلی سڑک پر ہمارے انتظار میں بیٹھے ہوتے تھے اور جب ہم بس سے اترتے تھے تو اس وقت ان دونوں بھائیوں کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہتی تھی اور گاؤں میں گذرنے والے دن چند گھڑیوں میں گذر جاتے اور پھر ہماری واپسی کا سفر شروع ہو جاتا بچپن گذرنے کا تب احساس ہوا جب والد صاحب کی وفات کے بعد بڑے بھائی جو اس وقت میٹرک کے طالبعلم تھے کے کندھوں پر آن پڑی اور پھر چند

سالوں کے بعد اعجاز ماموں جو بڑے اچھے دوست اور عمر میں بھی چند سال ہی بڑے تھے انکا نوجوانی میں اچانک انتقال ہوگیا انکا یہ صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ بڑے بھائی سہیل اکبر جو ابھی جوانی کی دہلیز پر ہی تھے وہ بھی ہمیں چھوڑ گئے ان پے درپے صدموں نے ایسے ہوش آڑائے کہ جیسے سب کچھ ہی لٹ گیا اور ہم بے آسرا ہو گئے مگر ان حالات میں میرے بڑے ماموں میاں انجم فارانی اور چوہدری ارشاد نے ہمیں ایسے سہارا دیا جیسے جون جولائی کے دنوں میں تپتے ہوئے صحرا میں کسی پیڑ کی گھنی چھاؤں میسر آجائے بلکل ایسے ہی ہمارے سروں پر ان دونوں نے چھاؤں کیے رکھی اور ہم زندگی کی روانی میں دوبارہ حالات کا مقابلہ کرنے لگ گئے ابھی وہ سب پرانے زخم ہرے تھے کہ اچانک ایک دن بہاولپور سے بڑے ماموں کا فون آیا کہ ارشاد ہسپتال میں ہے امی اور چھوٹا بھائی فورا روانہ ہوگئے اور میں اپنے کام میں مصروف رہا مگر 8 جون کو جب چھوٹے بھائی جاوید نے فون کرکے صرف اتنا بتایا کہ ماموں فوت ہوگئے تو اسکے بعد حلق سے آواز نہ نکل سکی والد محترم غفور علی، بھائی سہیل اکبر، ماموں ارشاد اور اعجاز یہ چاروں عہد ساز شخصیت تھیں جنہوں نے اپنے اپنے دور میں بے پناہ کام کیے جن کی تفصیلات پھر کبھی اس وقت صرف اتنا بتاتا چلوں کہ چوہدری ارشاد کے جانے سے جو نقصان اہل علاقہ کا ہوا وہ شائد آجتک کسی کے جانے سے نہیں ہوا ہوگا گاؤں کے مسئلے مسائل کبھی تھانہ کچہریوں تک نہیں گئے سیاست میں جس کی حمایت کردی پھر ناکامی اسکے مقدر میں نہیں آتی تھی کسی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو وہ

سیدھا چوہدری کے ڈیرے پر نہ جانے اس شخص میں اللہ تعالی نے کیا خصوصیت رکھ دی تھی کہ کسی کو بھی کسی بھی کام سے انکار نہیں کیا عام لوگوں کے مسائل کو ذاتی کام سمجھ کر ساتھ دیا کبھی اپنا لالچ سامنے نہیں رکھا اور اسے لالچ کسی چیز کا تھا بھی تو نہیں کیونکہ اللہ پاک نے انہیں سب نعمتوں سے نوازا ہوا تھا اور انکے جنازہ میں اتنے زیادہ لاگ شریک تھے کہ صفوں کا کوئی اندازہ نہیں تھا بس یہ تھا کہ لڑکوں کے سکول کا گراؤنڈ بھر چکا تھا اور لوگ تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے اور انکے جنازہ میں بچوں سے لیکر بوڑھوں تک سب کو ڈھاڑے مار کر روتے ہوئے دیکھا آللہ پاک انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور انکی بوڑھی والدہ کو پے در پے آنے والے صدمات برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے کیونکہ اب سب ذمہ داریاں ایک بار پھر انکے کندھوں پر آن پڑی ہیں اللہ تعالی انہیں اور بڑے ماموں میاں انجم فارانی کو صحت تندرستی اور لمبی عمر عطا فرمائے (آمین)

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی

اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

قصائی نما عطائی

بجٹ آنے سے قبل پاکستان کی آدھی سے زیادہ آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گذار رہی تھی اور رہی سہی کسر اب بجٹ آنے کے بعد پوری ہو گئی ہے ایک امید کی کرن لیے جو کسی نہ کسی طرح اپنا آپ اپنے کندھوں پر لیے پھر رہے تھے انکو حکومت نے دھکا دیکر گرا دیا ہے اب ہر طرف سے بڑھنے والی مہنگائی نے عوام کا جو برا حال کرنا ہے وہ تو سب کے سامنے آ ہی جائے گا مگر اس وقت میں حکومت کی توجہ اس اہم ایشو پر دلانا چاہتا ہوں کہ ہر انسان کے لیے صحت مند رہنا کتنا ضروری ہے اگر وہ صحت مند ہے تو ہی آنے والے مشکل حالات سے نبرد آزما ہو گا اور زندگی کی گاڑی کو دھکا لگا سکے گا مگر پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں اس وقت جو ڈاکٹر صاحبان نے عوام کی حالت بنا رکھی ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں مگر ہمارے دیہات اور قصبہ جات میں قصائی نما عطائی ڈاکٹروں نے عوام کی جو درگت بنا دی ہے اس کی ذمہ داری محکمہ صحت کے کرپٹ اور نااہل عملہ پر آتی جبکہ حکومت نے بھی مجرمانہ خاموشی اختیار کر رکھی ہے اس وقت محکمہ صحت کی ملی بھگت یا لاپرواہی ادویات کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ،جعلی ادویات کی بھرمار کے ساتھ ساتھ بیشتر سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی بھاری فیسوں اور پرائیویٹ ہسپتالوں کی لوٹ مار نے غریب مریضوں کو موت کے منہ

میں دھکیلنا شروع کررکھا ہے پرائیویٹ ہسپتال کی لوٹ مار' نان کوالیفائیڈ ڈاکٹرز اور عملہ مریضوں کے لئے خطرہ بن کر رہ گئے ہیں۔ان ہسپتالوں میں علاج کم مریض کی کھال زیادہ اتار جاتی ہے۔اگر مریض ایک بار ان ہسپتالوں میں علاج کی غرض سے چلا جائے تو پھر اپنی جمع پونجی بھی گنوا بیٹھتا ہے۔ایسے ڈاکٹر اور ہسپتال "مسیحا" نہیں بلکہ وہ سلاٹر ہاؤس بن چکے ہیں۔مریضوں پر آنکھیں بند کرکے چھریاں چلائی جارہی ہے ں یہاں تک کہ یہ عطائی ڈاکٹر جانوروں کے معاملہ میں بھی کسی آدم خور سے کم نہیں ہیں اپنے نئے نئے علاج کے تجربات سے ان سے نہ انسان محفوظ ہیں اور نہ ہی جانور ان میں سے اکثر ڈاکٹر ایسے بھی ہیں جو بیک وقت انسانوں کا بھی علاج کرتے ہیں اور جانوروں کا بھی ایک ہی طرح کی سرنج اور دوائی دونوں پر استعمال کردیتے ہیں پہلے تو یہ ڈاکٹر چھپ چھپا کر کام کیا کرتے تھے مگر اب ان ڈاکٹروں نے کھل کر انسانی جانوں سے کھیلنا شروع کردیا ہے اور اپنے شاگردوں کو بھی اب ڈاکٹری سکھانا شروع کررکھی ہے دیہاتوں میں بنے ہوئے یہ زبح خانے اب چھوٹے چھوٹے آپریشن بھی کررہے ہیں اور امید ہے کہ اگر حکومت نے انکی اسی طرح سرپرستی جاری رکھی تو یہ آنے والے دنوں جگر کی پیوندکاری جیسے پیچیدہ آپریشن بھی کامیابی سے کرلیا کریں گے جو اب تک پاکستان میں ممکن نہیں ہوسکا سب کھیل محکمہ صحت کی ملی بھگت سے کھیلا جارہا ہے اس کے ساتھ ساتھ محکمہ صحت کی ایک اور نااہلی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ محکمہ صحت کی عدم دلچسپی کی وجہ سے شہری جراثیم شدہ

گوشت استعمال کرنے سے بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں قصاب کے پھٹہ جات کے گرد جالیاں اور حفاظتی انتظامات نہ ہونے کے باعث شہری جراثیم شدہ گوشت استعمال کرنے پر مجبور ہے گوشت فروخت کرنے والے پھٹہ جات کے گرد جالیاں نہ ہونے کے باعث گندی مکھیاں گوشت کو آلودہ کردیتی ہے گوشت اسی طرح شہریوں کو فروخت کردیا جاتاہے جبکہ قصاب کے ان پھٹہ جات پر رات کے وقت آوارہ کتے موج مستی کرتے ہے قصاب ان پھٹہ جات کو دھونے کی بجائے انہیں جراثیم شدہ پھٹہ جات پر گوشت رکھ کر شہریوں کو فروخت کررہے ہیں جس سے شہری سنگین قسم کے متعددی امراض کا شکار ہورہے ہیں حکومت ان سنگین مسائل کے حل کے لئے تمام ڈی سی اوز کو ہدایات جاری کریں تاکہ گرینڈ آپریشن کے ذریعے سپیشلسٹ ڈاکٹروں، پرائیویٹ ہسپتالوں، جعلی ادویات اور ڈرگ انسپکٹروں کا قبلہ درست کرنے کے لئے موثر ترین اقدامات کرسکیں ۔جس ضلع میں ایسی شکایات پائی جائیں وہاں کے ڈی سی او سمیت محکمہ صحت کے افسران کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے۔

ہمیں معاف کردیں ہم شرمندہ ہیں

محترم جناب قائد اعظم محمد علی جناح صاحب

اسلام وعلیکم کے بعد نہایت ہی شرمندگی سے عرض ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے آپ کے نام پر پاکستان کی عوام سے ووٹ لے لیے یہ وہی قوم ہے جس نے آپ کے شانہ بشانہ پاکستان کی آزادی کی جنگ لڑی اور اس جنگ میں کسی کا باپ شہید ہوگیا کسی کے بچوں کو نیزوں میں پرو دیا گیا کسی کی بہن اغوا کرلی گی کسی کی بیٹی کو سر عام زیادتی کا نشانہ بنا دیا گیا اور تو اور کسی کا پورا خاندان ہی ختم کردیا گیا سب لوگوں نے ان قربانیوں کو برداشت کرلیا کہ ہم اپنے گھر میں اب ہنسی خوشی رہیں گے مگر کیا خبر تھی کہ جو اس وقت انگریزوں کے وفادار، ہندوستان کے حامی اور بیرونی ایجنٹ تھے پاکستان بننے کے بعد یہاں آکر بھی انہی کے وفادار رہیں گے اور انہیں انکی اسی وفاداری کے بدلے بڑی بڑی جاگیریں مل گئی اور قائد محترم انہوں نے ہی آپ کے نام کی تختیاں اپنے گلے میں لٹکا کر ہمیں دھوکے دینے شروع کردیے اور وہ ہی ہمارے سب سے بڑے دشمن بن گئے اور ہم نے پاکستان کا ایک حصہ اپنے آپ سے الگ کروا لیا باقی بچ جانے والے پاکستان میں خون کا کھیل جاری ہے ڈھونڈنے سے بھی کوئی محب وطن اور سچا پاکستانی ملنا محال ہو چکا ہے اس وقت کوئی پنجابی ہے تو کوئی سندھی کوئی

مہاجر ہے تو کوئی بلوچی کوئی ہزارہ ہے تو کوئی پشتون کوئی سرائیکی ہے تو کوئی پوٹھوہاری ہے اور تو اور اسلام کے نام پر بننے والے پاکستان میں ایک مسلمان کا ملنا بھی مشکل ہو چکا ہے کوئی سنی کے روپ میں ہے تو کوئی شیعہ کے رنگ میں ہے کوئی دیوبند ہے یہاں تو کوئی اہلحدیث ہے فرقے اور تفرقے بازیوں میں ہم آپس میں ہی دست و گریبان ہو چکے ہیں جبکہ بیرونی ایجنٹ ہمارے ان اختلافات کو مزید ہوا دیکر ہمیں آپس میں لڑوا رہے ہیں ہم پہلے تو اپنے عزو اقارب کی لاشیں اٹھا اٹھا کر تھک چکے ہیں اب اپنی ہی لاش کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں کہ نہ جانے کب کدھر سے کوئی دہشت گرد آئے گا اور ہمارا کام تمام کردیگا۔

میرے قائد ہم تو اس ملک میں عزت و آبرو کی زندگی کو ترس گئے ہیں ایک طرف ملک بنانے والے ہیں اور ایک طرف ملک کو کھانے والے خونخوار درندے ہیں جن کے لیے پرٹوکول ہے انہیں وی وی آئی پی بنا کر رکھا جاتا ہے جن کے لیے پاکستان ایک سونے کا انڈہ دینے والی مرغی بن چکا ہے جن کو کوئی مرض بھی لاحق نہیں ہوتا مگر پھر بھی تمام سرکاری ڈاکٹر انکے آگے پیچھے گھومتے رہتے ہیں جن کے بچوں نے امریکہ یا انگلینڈ سے تعلیم حاصل کرنی ہوتی ہے اور پاکستان کی ساری بیوروکریسی انہی کے آگے ہاتھ باندھ کر غلامی کی زندگی گذار رہی ہے وہاں پر اس غریب پاکستانی کا حال جس نے قیام پاکستان کے وقت سے لیکر استحکام

پاکستان تک اپنی نسلوں کی قربانی دے دی اسے تو آج بھی ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے اسے اگر دوائی کی ضرورت پڑ گئی تو ہپتالوں میں اسکی عزت کی دھجیاں آڑائی جاتی ہیں اگر تھانہ میں کوئی کام پڑ گیا تو وہاں پر بیٹھے ہوئے فرعون اس غریب اور مجبور پاکستانی کے خلاف وہی سلوک کرتے ہیں حضرت موسی کے ساتھ ہوتا تھا اور تو اور ہم یہاں پر تیسرے درجے کے شہری بن کر رہ رہے ہیں اور جب سے آپ گئے ہیں تب سے سب لٹیرے اکھٹے ہو گئے ہیں اور ہر بار آپ کا نام لیکر ہمیں دھوکہ دینے آجاتے ہیں ہمیں سے ووٹ لیکر ہمیں پر مسلط ہو جاتے ہیں آج انہی کی وجہ سے ملک میں دہشت گردی کا راج ہے اور ان ملک دشمنوں کا جہاں دل کرتا ہے اور جیسے وہ چاہتے ہیں ہمیں دھماکوں سے آڑا دیتے ہیں اور اب تو ہمارے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہیں کہ ہم اپنے کفن دفن کا انتظام ہی کر سکیں اس کے لیے بھی ہمیں دوسروں کی طرف دیکھنا پڑتا ہے ۔

جناح صاحب آپ کے پاکستان میں آج آپ کی تصویر والے نوٹ وہ کام کر رہے ہیں جو شائد آپ بھی نہ کر سکتے ہر طرف رشوت کا بازار گرم ہے کوئی بھی سرکاری محکمہ اس سے محفوظ نہیں کمیشن مافیاں نے اس ملک میں ہر ادارے کا بیڑہ غرق کر دیا ہے ہمارے بڑے بڑے ادارے ریلوے ، پی آئی اے ، اسٹیل مل ، پولیس ، ہپتال کوئی بھی اس سے بچا ہوا نہیں ہے ہر جگہ کمیشن مافیا براجمان ہے اور تو اور ہمارے عوامی نمائندے سڑکیں نالیاں بنانے کے لیے ملنے والے ترقیاتی فنڈز میں سے

۔ کمیشن کھا رہے ہیں اور رہی سہی باقی کی کسر سرکاری ملازم پوری کر دیتے ہیں
میں آپ سے کس کس کی شکایت کرو یہاں پر تو ہر شخص ہی لوٹ مار میں لگا ہوا ہے جو
جس شاخ پر بیٹھا ہوا ہے اسی شاک کو کاٹنے میں مصروف ہے ہمارے دشمن معصوم
پاکستانیوں کو پیسے کے لالچ میں استعمال کرکے ہمارے ہی معصوم بچوں اور بچیوں کو
بربریت کا نشانہ بنا رہے ہیں کبھی مذہب کے نام پر تو کبھی وطن کے نام پر اور تو اور ہم
آپ کے پاکستان کے ہی حفاظت کر سکے اور نہ ہی آپ کی آخری آرام گاہ کی ہمیں معاف
کردیں ہم شرمندہ ہیں ۔ والسلام ،ایک عام پاکستانی

قیادت کا فقدان

تخلیق پاکستان کے بعد تکمیل پاکستان کے لئے قیادت کے فقدان کے باعث ملک سامراجی اور استبدادی غلامی میں کی دلدل میں ڈوبتا چلا گیا آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی پالیسیوں کی بدولت معاشی تہذیبی اور دفاعی طور بحرانوں کا شکار ہوا جبکہ اپنے بیرونی آقاؤں کے غلاموں نے جمہوری سیاسی نظام پر نسل در نسل جمہوریت نما آمر حکمرانوں کے قبضہ کے باعث ملک وقوم کو آئے روز نئے بحرانوں میں مبتلا کیے رکھا موجودہ حالات کے تناظر میں خودداری ملی غیرت ہی ہماری قومی بقاء ہے ملک میں قیادت کے فقدان کے باعث آئے روز ملک کو نئے نئے مسائل کا سامنا ہے کیونکہ جتنی بھی جمہوری جماعتیں ہے ان پر نسل در نسل آمریت مسلط ہے پاکستان کو جمہوری فلاحی مملکت بنانے کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کے نظریہ کے مطابق چلانے کی ضرورت ہے کیونکہ پاکستان حاصل ہی نظریاتی طور پر کیا گیا تھا نظریہ پر عمل کرنے کی بجائے 66 سال تاویلوں میں گذار دیے ہر آنے والے صاحب اقتدار نے اپنی اپنی پالیسیاں لاگو کرکے ملک وقوم کو بہتری کی نوید سنائی قوم اپنے آنے والے مستقبل کی خاطر بیوقوف بنتے رہے کسی نے بھی ان راہنماؤں سے نہ پوچھا کہ جس نظریہ کی بنیاد پر مسلمان قوم نے لاکھوں جانی قربانیاں دی اس کا کیا بنا سامراجی اور

استبدادی غلامی میں جکڑنے والی تہذیب اقوام عالم کو اپنی معاشی تہذیبی دفاعی اور تعلیمی غلامی میں بری طرح جکڑے ہوئے ہیں اقدار کی تبدیلی سے ذہنی غلامی تک اور تہذیب وثقافت کی نام نہاد تجدید سے جمہوری سیاسی نظام کی تاسیس تک آسیب زدہ سائے اور مقروض لیجے امہ کو دوست دشمن کی پہچان سے محروم کیے ہوئے ہیں وقت کا تقاضا ہے کہ اب بھی قیادت کو نظریہ پاکستان کے مطابق تکمیل پاکستان کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور جمہوری جماعتوں میں آمریت ختم کرکے سیاسی جماعتوں کے اندر جمہوری نظام رائج کرنا ہوگا جس سیاسی جماعت نے جمہوری طرز عمل کو اپنالیا وہی جماعت ملک میں حقیقی جمہوریت چلاسکے گی جمہوری عمل میں سطحی نعروں اور پراپیگنڈہ سے عوام کو مستقل طور پر بہلائے رکھنا ممکن نہیں آنے والے وقت میں وہی قوم کا لیڈر ہوگا جوان کو جاری بحرانوں سے نکالنے کی طاقت رکھتا ہو دھونس دھاندلی اور جبر سرکاری مشینری کے ذریعے عوام کے جسموں پر تو شاید فتح حاصل کی جاسکتی ہے مگر دل فتح نہیں کیے جاسکتے تاریخ کا سبق ہے کہ انسانیت کی قدر نہ کرنے والے ان کے ساتھ توہین آمیز سلوک کرنے والے کبھی بھی عوام اور مورخین کی نظر میں عزت کی جگہ نہیں پاتے عوامی نمائندوں کو تھانہ کچہری میں مقدمات درج کروانے گلیوں، نالیوں ، سڑکوں پر توجہ دینے کی بجائے نظام کی اصلاح کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اور عوام کی داد رسی کی ضرورت ہے ، نیز دفاتر کے اندر اپنی درخواستیں لیکر گھومنے والے افراد کے کام میرٹ پر ہوسکیں ، سرکاری محکموں

میں لوٹ کھسوٹ کرپشن اور فائل کو چلانے والے سپیڈ منی (رشوت) کو روکنے کی ضرورت ہے تاکہ عوام محض چہروں کی تبدیلی نہیں عملاً ریلیف محسوس کریں۔

اب قارئین کی دلچسپی کے لیے موجودہ بجٹ کی کچھ خامیاں بھی عرض کرتا چلوں کہ موجودہ حکومت نے نئے مالی سال کے بجٹ میں پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبہ کا نہ تو کوئی ذکر کیا اور نہ ہی اس کیلئے کوئی فنڈز مختص کئے گئے مسلم لیگ ن کی حکومت کو اس منصوبے پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ سابق حکومت کے اس جرات مندانہ فیصلے کو تسلیم بھی کرنا چاہیے جبکہ اس بجٹ میں جی ایس ٹی کا بوجھ عام صارفین پر پڑے گا، سروسز پر ٹیکس کا اختیار صوبوں کو ہے لیکن وفاقی حکومت نے یہ ٹیکس لگا دیا، گزشتہ حکومت کی طرف سے فاٹا کو دی جانے والی مراعات موجودہ حکومت نے واپس لے لی ہیں، فاٹا کو ٹیکس میں چھوٹ دی جائے تو مزید کارخانے لگیں گے جس سے معیشت میں بہتری آئے گی، ایف بی آر کو ٹیکس گزاروں کے اکاؤنٹس تک رسائی دینا غیر منصفانہ اور غیر قانونی ہے گزشتہ حکومت کی طرف سے فاٹا کو دی جانے والی مراعات موجودہ حکومت نے واپس لے لی ہیں، فاٹا کو ٹیکس میں چھوٹ دی جائے تو مزید کارخانے لگیں گے جس سے معیشت میں بہتری آئے گی بجٹ میں تنخواہوں میں اضافہ نہیں کیا گیا لیکن 25 ارب روپے تنخواہ اور پنشن کی ریفارمز کی مد میں رکھے گئے اس کا مطلب ہے کہ حکومت کو معلوم تھا کہ ملازمین احتجاج کریں گے تو تنخواہ بڑھانا پڑے گی

سیمنٹ کی بوری 50 روپے مہنگی ہو جائے گی اور تعمیرات کے شعبے سے وابستہ محنت کش متاثر ہوں گے اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ صنعتکار اور امیر دوست بجٹ ہے -

جیل اور اطلاعات

اس وقت ملک کے سبھی محکموں کی کارکردگی نا قابل بیان حد تک خراب ہو چکی ہے اور نظام زر کی وجہ سے کوئی بھی محکمہ ایسا نہیں ہے جہاں پر ایک عام پاکستانی آ کر اطمینان محسوس کرتا ہوں جبکہ کچھ محکمے ایسے ہیں جہاں پر کرپشن ملازمین کی ہڈیوں میں سرایت کر چکی ہے اور ان کے نزدیک انسانیت کی توہین ہی انکا فرض منصبی رہ گیا ہے اور ایسے حالات کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ان بگڑے ہوئے محکموں کو ٹھیک کرنا کسی کے بس کی بات نہیں اگر دیکھا جائے تو اس وقت محکمہ جیل خانہ جات کرپشن کی دوڑ میں سب سے آگے نظر آئے گا کہ جسکے ملازمین نے اپنے وزیر کو بھی معاف نہیں کیا اور ان سے جیل میں رشوت لے لی ابھی کل ہی کی بات ہے کہ پنجاب کے صوبائی وزیر جیل خانہ جات عبدالوحید چوہدری جب عام شہری کے روپ میں جیل میں کسی کی ملاقات کے بہانے گئے تو پولیس اہلکاروں نے انہیں بھی معافی نہ دی میں نے متعدد بار جیلوں کی صورتحال پر لکھا کہ اس وقت پنجاب کی کوئی جیل ایسی نہیں جہاں کرپشن اور ٹھیکہ داری سسٹم کا راج نہ ہو یہاں پر ایک عام وارڈر سے لیکر سپرنٹنڈنٹ اور ڈی آئی جی تک اس نظام کا باقاعدہ حصہ بنے ہوئے ہیں آپ باقی سب جیلوں کو ایک مرتبہ بھول کر صرف ڈسٹرکٹ جیل لاہور کو سامنے رکھ کر زرا

سوچیے کہ خادم اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کا دفتر اس جیل سے صرف 4 منٹ کی مسافت پر، سپیکر پنجاب اسمبلی رانا اقبال کا دفتر اس جیل سے صرف 4 منٹ کی مسافت پر وزیر جیل خانہ جات کا دفتر اس جیل سے صرف 5 منٹ کی مسافت پر، چیف سیکریٹری، اور ہوم سیکریٹری کا دفتر اس جیل سے صرف 5 منٹ کی مسافت پر، آئی جیل جیل خانہ جات کا دفتر اس جیل سے صرف 3 منٹ کی پیدل مسافت پر، ڈی آئی جی جیل خانہ جات کا دفتر اس جیل سے صرف 2 منٹ کی پیدل مسافت پر ہونے کے باوجود یہ جیل کرپشن کا جیتا جاگتا سرچشمہ اور ایک مثالی نمونہ ہو تو اس سے آپ پنجاب کی باقی جیلوں کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جہاں پر نہ کوئی افسر قریب ہے اور نہ ہے وزیر اعلی اور کوئی وزیر ہے اس وقت پنجاب کی تمام جیلیں کمائی کا بہترین زریعہ بنی ہوئی ہیں اور پوری کی پوری جیل ملازمین نے ٹھیکہ پر سنبھالی ہوئی ہے جو خود بھی پیسہ کما رہے ہیں اور آگے بھی نوٹوں کے ڈھیر لگا کر سب کے منہ کو تالے لگا رہے ہیں من پسند ڈیوٹیوں کے من پسند ریٹ مقرر کیے ہوئے ہیں پنجاب کی اکثر جیلوں میں ایک ہی ڈیوٹی پر عرصہ دراز سے تعینات ملازمین افسران کے لیے سونے کی چڑیا بن چکے ہیں جن کے بل بوتے پر ایک چھوٹی سی جیل کا سپرنٹنڈنٹ کروڑوں روپے کما چکا ہے اب اگر ان کرپٹ افسران کے خلاف کوئی کاروائی ہوتی بھی ہے تو انہیں کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا کیونکہ انہوں نے اتنا کما لیا ہے کہ انکی نسلیں بھی آرام سے زندگی گذار سکتی ہیں۔

پنجاب کی جیلیں اس وقت مثالی کرپشن کا نظارہ پیش کر رہی ہے جہاں پر ملازمین کے روپ میں فرعون براجمان ہیں جن کا کام آنے والی عوام کو ذلیل ورسوا کرکے پیسے بٹورنا ہے جیل کا احاطہ شروع ہوتے ہی ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے یہ پاکستان کا علاقہ نہیں اور نہ ہی یہاں کے ملازمین پاکستانی ہیں ان کے لہجے میں خنجر کی کاٹ اور انکے رویوں میں کھردراپن اور انکی نظروں کا لالچ اس بات کی کی کھلے عام غمازی کر رہا ہوتا ہے کہ اگر انہیں کچھ نہ ڈالا گیا تو پھر یہ آپ کو کاٹ بھی سکتے ہیں بعض جیلوں کے ڈپٹی اس حد تک اپنا کمینہ پن دکھاتے ہیں کہ جیل کے اندر قیدیوں سے اپنے موبائل فون پر بیلنس کرواتے رہتے ہیں اور اگر انکی کو سدھارنے کی کوئی کوشش کرتا ہے تو پھر ایک مافیا اسکے پیچھے پڑ جاتا ہے اور بلاآخر اپنی جان اور عزت کسے پیاری نہیں ہوتی اسی طرح کی ایک کوشش موجودہ آئی جی جیل خانہ جات میاں فاروق نذیر نے اس وقت کی تھی جب وہ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل ساہیوال جیل تھے مگر اس کوشش کے بعد جو سلوک ان کے ساتھ ہوا لگتا ہے کہ اس کے بعد انہوں نے بھی جیلوں کے نظام کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا مگر اسکے باوجود وہ اس نظام کی اصلاح میں لگے رہتے ہیں ابھی عبدالوحید چوہدری نے جو کوششیں شروع کی ہیں امید ہے کہ وہ بھی بہت جلد ختم ہوجائیں گی کیونکہ ایک ادارہ یا ایک فرد خراب ہو تو اسکی کوئی نہ کوئی اصلاح کی صورتحال نکل ہی آتی ہے مگر یہاں پر تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے کون کس محکمے کو ٹھیک کرے گا یہاں پر تو وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف

کی سرپرستی میں چلنے والا محکمہ تعلقات عامہ پورے کا پورا ڈوبنے والا ہے یہ وہ محکمہ ہے جہاں سے خبروں کے زریعے حکومت کے اچھے اقدامات کو عوام تک پہنچایا جاتا ہے مگر اس محکمے کا بیڑہ غرق کرنے والے کوئی اور نہیں اسی محکمے کے کاہل ، نکمے اور کم چور افسران ہیں جو اسکی تباہی کے ذمہ دار ہیں یہ محکمہ براہ راست وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کے ماتحت کام کرتا ہے اور جو محکمہ خادم اعلی کی سرپرستی میں ڈوب رہا ہو تو اسکے بعد باقی محکموں کا پرسان حال کون ہوگا۔اب آپ ذرا موجودہ سیکریٹری اطلاعات کی کارکردگی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ حکومت پنجاب مختلف ادبی اور ثقافتی تنظیموں کو کام جاری رکھنے کے لیے سالانہ گرانٹ سیکرٹری انفارمیشن اینڈ کلچر کی وساطت سے جاری کرتی ہے جن میں مجلس ترقی ادب، اقبال اکیڈمی،ادارہ ثقافت اسلامیہ، پنجابی ادبی بورڈ اور ایسی ہی باوقار تنظیمیں بھی شامل ہیں موجودہ سیکرٹری انفارمیشن اینڈ کلچر امجد بھٹی جن کے پاس ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشنز کا چارج بھی ہے نے ادبی اور ثقافتی تنظیموں کو گرانٹ دینے کے لیے محکمانہ میٹنگ ہی نہیں کروائی جبکہ 21 تنظیموں کی طرف سے گرانٹ کی درخواستیں ان کے پاس موجود ہیں جبکہ افسوسناک بات یہ ہے کہ گرانٹ دینے کے لیے محکمے کے پاس 63 لاکھ روپے موجود ہیں جو اب لیپس (lapse) ہو جائے گی ۔

پرانی قبریں

پاکستان میں اس وقت جہاں اور بہت سے نئے مسائل جنم لے رہے ہیں وہی پر کچھ پرانی قبروں کے منہ بھی کھولے جا رہے ہیں اس وقت ملک میں دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات نے نہ صرف پاکستان کو اندورنی طور پر کھوکھلا کر دیا ہے بلکہ انٹر نیشنل سطح پر بھی پاکستان کا گراف بہت حد تک نیچے آ گیا نانگا پربت جیسے سیاحتی مقام پر سیر و تفریح کے لیے آنے والوں کو دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دینا ہماری سیکیورٹی ایجنسیوں کی بہت بڑی ناکامی تھی اسکے ساتھ ساتھ پاکستان میں نا قابل حد تک بڑھتی ہوئی بجلی کی لوڈ شیڈنگ جس نے پاکستانی معیشت کا پہیہ ہی الٹا چلا دیا اور غربت کے ہاتھوں مجبور لوگوں نے نہ صرف اپنی زندگیوں کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا بلکہ کچھ کم حوصلہ افراد نے تو اپنے بیوی بچوں کو بھی موت کی وادی میں پہنچا دیا بے روزگاری کے ہاتھوں ستائے ہوئے باقی بچ جانے والوں نے وارداتیں شروع کر دی جس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ کمانے والوں کی بھی شامت آ گئی اور اب یہ وقت آ چکا ہے کہ شائد ہی ملک میں کوئی گھرانہ ایسا ہو جو کسی نہ کسی واردات سے متاثر نہ ہو چکا ہو اور رہی سہی کسر ہمارے قومی اداروں بلخصوص پولیس نے پوری کر دی ہیں اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان کا ہر گھرانہ متاثرین میں شامل ہے تو اس میں بھی کوئی مذائقہ نہیں جبکہ رہی سہی کسر واپڈا کی وجہ

سے پوری ہو رہی ہے اس وقت حکومت کو ان مسائل سے نبرد آزما ہونے کی ضرورت ہے مردانہ وار ان چیلنجز کا مقابلہ کرکے ان سب جھنجٹوں سے جان چھڑوانی چاہیے نہ کہ ہم ان مسائل سے چشم پوشی اختیار کرتے ہوئے نہ صرف اپنے اقتدار کے لیے بھی مشکلات پیدا کریں بلکہ عوام کو مزید غربت ،جہالت اور بے بسی کی دلدل میں دھکیل دیں اور پاکستان اب ان معاملات کا متحمل نہیں ہو سکتا اور اس بار اگر میاں نواز شریف اور انکی حکومت کسی بھی غلطی کے نتیجہ میں ایوان اقتدار سے باہر ہو گئی تو پھر انکی واپسی کے راستے ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گے اس لیے بہتر ہے کہ اس بار میاں برادران پہلے ملکی مسائل کو ختم کریں اسکے بعد انتقامی کاروائیاں کریں اگر خود کو انتقامی سیاست میں الجھا لیا تو اس ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی جو خط غربت سے نیچے اپنی زندگی گذار رہی ہے جن کے پاس بنیادی ضروریات کا ایک فیصد حصہ بھی دستیاب نہیں ہے وہ جیتے جی اندھیروں میں ڈوب جائیں گے یہ صرف غریب عوام کی شکست نہیں ہو گی بلکہ یہ پاکستان کی ناکامی ہو گی پاکستان انہی غریب لوگوں کی وجہ سے معرض وجود میں آیا تھا امیر لوگ اس وقت بھی انگریز کے غلام تھے اور آج بھی انکے رویوں میں فرعونیت جھلک رہی ہے اور اگر انہی امیر لوگوں میں سے کوئی ایم این اے، ایم پی اے یا وزیر بن جائے تو پھر انکی گردن میں سریا آ جاتا ہے اور انکی آنکھیں ماتھے سے بھی اوپر چلی جاتی ہیں انسان کو جانور اور جانور کو انسانوں کے برابر مقام دے دیتے ہیں بلکل ایسے ہی ایک وزیر راجہ اشفاق سرور پنجاب کابینہ

میں میاں شہباز شریف کے زیر سایہ اپنی وزارت کا لطف اٹھا رہے ہیں جنہوں نے اپنی وزارت کے پہلے دن ہی وہ بات کردی جو ان جیسوں سے توقع ہو سکتی تھی اپنے قارئین کی دلچسپی کے لیے بتاتا چلوں کہ راجہ اشفاق سرور گورنر ہاؤس لاہور میں جب اپنی وزارت کا حلف اٹھا چکے تو انکے سٹاف نے انہیں مبارک باد دیتے ہوئے سلام کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو کافی دیر سوچنے کے بعد راجہ صاحب نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور صرف چار انگلیوں سے مصافحہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا اب مجھے ہر روز اسی طرح آپ لوگوں سے ہاتھ ملانا پڑے گا۔

جناب میاں صاحب جہاں اس طرح کے وزیر ہوں وہاں آپ کو مشورے دینے والے بھی ایسے ہی ہونگے اگر آپ نے آئین توڑنے والوں کے خلاف کاروئی کرنی ہے تو سب سے پہلے اس ملک کی غریب عوام کی قسمت میں چھائے ہوئے اندھیروں کو ختم کریں اور ان ملاوٹ کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں جو ہماری آنے والی نئی نسل کو ملاوٹ کے زریعے زہر دے رہے ہیں میاں صاحب ملک کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لیے اب آپ کو بہت آگے کی سوچ اپنانا ہوگی پاکستان پر منڈلاتے ہوئے بے روزگاری اور غربت کے بادلوں کو بھگانا ہوگا بڑھتی ہوئی جہالت ، بجلی ،گیس کی لوڈ شیڈنگ سے نجات حاصل کرنا ہوگی اور سب سے بڑھ کر اقتدار کے نشے میں آکر اپنی اوقات بھولنے والوں کو واپس انکی اوقات میں لانا ہوگا ورنہ یہ سارا نظام دھڑم سے آپ کے اوپر ہی آگرے گا جس کا نقصان آپ کو کم مگر

پاکستان اور پاکستان کی عوام کو زیادہ اٹھانا پڑے گا۔

ذمہ دار

بدقسمتی سے آج تک پاکستان پر جتنے بھی حکمران قابض ہوئے یا مسلط کیے گئے سب اپنی آخرت کو بھول کر دنیاوی عیش و آرام میں کھوئے رہے غریبوں کے خون سے اپنے غیر ملکی بنک اکاؤنٹ بھرتے رہے اور آج حال یہ ہے کہ ملک میں ٹیکسوں کی بھرمار ہو چکی ہے اب ایک غریب سے غریب شخص بھی اس سے محفوظ نہیں ہے ایک ماچس کی ڈبیہ خریدنے والا بھی حکومت کی جیبیں بھر رہا ہے جبکہ ہمارے حکمران ان سب ٹیکس نما چیزوں سے مبرا ہیں حکمرانوں کی اسی بے حسی کے باعث آج تعلیم امیروں کی لونڈی بن چکی ہے جبکہ غریبوں کے لیے اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا بس ایک زیور کی طرح خواب ہی بن کر رہ گئی ہے یہی وجہ ہے کہ آج ٹیکس چوروں کے بچے اعلی تعلیم کے لیے امریکہ اور برطانیہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور غریب کا بچہ آپ کو کسی نہ کسی ہوٹل میں یا ورکشاپ میں چھوٹے کے روپ میں ملے گا۔

حضرت معقلؓ بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو کوئی بھی مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنا، پھر اس نے انکے لیے ایسی خیر خواہی اور کوشش نہ کی جیسی کہ وہ اپنی ذات کے لیے کرتا

ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔

آج معاشرے میں چائلڈ لیبر ناسور کی طرح موجود ہے لیکن اس کی بنیادی وجہ غربت پسماندگی جہالت بھوک کے علاوہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور بڑھتی ہوئی شرح آبادی جیسی وجوہات ہے پاکستان عالمی کنونشن UNCRCاور کے معاہدوں پر دستخط بھی کیے توثیق بھی کی مگر اس کے باوجود اس پر آج تک عملدرآمد نہ ہو سکا تشدد اور مشقت سے پاک زندگی ہر بچے کا بنیادی حق ہے بچوں سے جبری مشقت لینا خلاف قانون ہی نہیں خلاف شریعت بھی ہے پاکستان میں چائلڈ لیبر کے قوانین تو موجود ہے مگر عملدرآمد نہ ہونے کے باعث جبری مشقت کا روز بروز بڑھنا المیہ ہے بچے غربت کی وجہ سے 12 سے 16 گھنٹے کام کرنے پر مجبور ہے ان کی اوسط مزدوری 50 روپے ہے انہیں تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہے مگر غربت اور وسائل کی عدم دستیابی کے باعث یہ معصوم نونہال جبری مشقت پر مجبور ہے اکثریت بچوں کے والدین بیمار یا وفات پا چکے ہیں گھر کی کفالت کے لیے بچے مزدوری کرنے پر مجبور ہے آج جن بچوں کے ہاتھوں میں قلم کتاب ہونی چاہیے انہیں ہاتھوں میں آج بھوک مٹانے کے لیے اوزار تھما دیے گئے وہی ہاتھ آج مزدوری نہ ملنے پر بھیک مانگنے پر مجبور ہیں چار سال سے 14 سال کی عمر کے بچوں میں مزدوری کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے جو کہ حکومت اور ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے بچے اس گلشن کے وہ پھول ہے جن سے گلشن حیات مہک اٹھتا ہے ان ننھے پھولوں کی حفاظت

اور ان کے حقوق تحفظ کے لیے چائلڈلیبر کا خاتمہ ضروری ہے جس کے لیے حکومت کو بچوں کو سرکاری سطح و نجی سطح پر بنیادی سہولیات فراہم کرنے کی ذمہ داری نبھائی جائے تو یہی بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو کر ملک و قوم کا نام روشن کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں پاکستان سمیت دنیا بھر میں چار کروڑ بچے چائلڈلیبر کا شکار ہیں جس کے معاہدوں کی روشنی میں کنٹرولUNCRC کے لیے بین الاقوامی سطح پر عالمی کنونشن کیا جانا ازحد ضروری ہے -

اپنے پڑھنے والوں کو بتاتا چلوں کہ حکومت بھارت کے ساتھ 2ہزار میگا واٹ بجلی خریدنے کا معاہدہ کر رہی ہے جو پاکستان کے اٹھارہ کروڑ عوام کی زندگی بھارت کے ہاتھ فروخت کرنے کا عملی معاہدہ ثابت ہو گا، ملک اور قوم کو بچانا ہے تو اس معاہدہ سے قبل دریاؤں کو بچانے کے لیے کوئی موثر لائحہ عمل طے کیا جائے جبکہ پہلے ہی بھارت نے اس ضمن میں امریکی بنکوں سے 500 کھرب روپے قرضہ حاصل کیا ہے اب ان ڈیموں کی تعمیر کے لیے کاربن کریڈٹ کا حصول بھی انتہائی آسان ہو جائے گا -

میاں نواز شریف صاحب ملک بچانا ہے تو بھارت کے ساتھ بجلی کا یہ معاہدہ ہرگز نہ کیا جائے، چونکہ یہ معاہدہ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کو تباہ کر دے گا اور یہاں پاک سرزمین پر بھارت کی تھانیداری قائم ہو جائے گی

لیکن پاکستان کے عوام کئی سال بعد اس بڑے حادثہ سے آگاہ ہوں گے، چنانچہ اس وقت اس بے چاری قوم کے ہاتھ پاؤں کٹ چکے ہوں گے اب چونکہ ایک بپھرا ہوا سفید ہاتھی عجیب روپ دھار کر پاکستان کے اندر داخل ہو رہا ہے جس سے قومی سلامتی زبردست خطرے میں ہے اب بھی فوج اس معاہدہ کو حساس ترین معاملہ قرار دے دے تو پاکستان اس بڑے حادثہ سے بچ سکتا ہے، قوم کو اندھیروں سے نکالنے کی بجائے غلامی کے اندھے کنویں میں نہ پھینکا جائے۔

منافع خوروں کی چاند رات

مبارک ہو ملک میں ایک جمہوری حکومت اپنے پانچ سال مکمل کرکے گھر جا چکی ہے اور اب اپنی تیسری باری لینے والے جمہوری چیمپیئن ایک بار پھر سے برسر اقتدار ہیں جنہوں نے آتے ہی ملک میں ٹیکسوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ آئی ایم ایف سے نئے قرضے لینے کے لیے انکی تمام شرائط کو بھی تسلیم کرلیا ہے ان تاجر پیشہ حکمرانوں نے اپنے دور اقتدار میں مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لیے کوئی خاص اقدامات نہیں کیے جبکہ انکے پیشرو پیپلز پارٹی والوں نے لوٹ مار کے نئے عالمی ریکارڈ قائم کر رکھے تھے اور تبدیلی کے نعرے سے برسر اقتدار آنے والے عمران خان نے بھی خیبر پختونخواہ میں کوئی خاص اہمیت کے کام نہیں کیے ابھی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو جہاں اور بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا وہی پر اب منافع خوروں کا سر بھی کچلنا ہوگا ورنہ عوام تو اپنا سب کچھ ٹیکسوں کی مد میں پہلے ہی لٹا چکے ہیں۔

رمضان المبارک کا پہلا عشرہ شروع ہونے میں ابھی ایک عشرہ باقی ہے لیکن لگتا ہے ملک میں منافع خوروں کی چاند رات ابھی سے ہوچکی ہے۔ رمضان کی آمد کی صدا سنائی دیتے ہی منافع خوروں کے کان کھڑے ہوگئے جہاں لوگوں نے عبادات کے لیے

تیاریاں پکڑیں وہیں انہوں نے بھی اپنے کاروبار کی معراج پانے کے لیے دریاں بچھادیں۔ اب مقابلہ سخت ہوگیا ہے، عوام چاہیں جتنی ہی گڑگڑا کر دعائیں مانگ لیں، جیت تو منافع خوروں کی ہی ہوگی، جیسے کہ ہر بار ہوتی ہے۔ سبزی، پھل، گھی، تیل، بیسن غرض کہ اشیاء خوردونوش میں سے کسی پر بھی ہاتھ رکھیں، قیمت سن کر قوت خرید جواب دے جاتی ہے۔ ایک مہینے میں پورے سال کا منافع کمانے والے اپنی صفائیاں دینے کے لیے کچھ نہ کچھ تو ضرور بچا کر رکھتے ہیں۔ ماہ رمضان کی برکتیں سمیٹنے سے پہلے گھر کے خرچوں کو سمیٹنا ہی عوام کیلئے مشکل ہوگیا ہے۔ بجٹ کے جھٹکے سہنے کے بعد اب اس غیر اعلانیہ مہنگائی کے وار سہنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ بھی تو نہیں۔ مہنگائی کی آگ دیگر اشیاء کی طرح مرغی کے گوشت کو بھی لگ گئی ہے، ڈیمانڈ اور سپلائی کا مصنوعی بحران پیدا کرکے قیمتیں آسمان پر پہنچادی گئی ہیں۔ ماہ صیام جسے برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ کہا جاتا ہے، میں ایک طرف لوگ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سرگرم عمل ہوتے ہیں وہیں مفاد پرست عناصر رمضان المبارک میں عوام کو مصنوعی مہنگائی کے سمندر میں دھکیل کر دونوں ہاتھوں سے لوٹ لیتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ احوال مرغی کے کاروبار کا ہے، جہاں ڈیمانڈ اینڈ سپلائی کا مصنوعی بحران پیدا کرکے مرغی کی قیمتیں دگنی کردی ہیں طبی ماہرین کے مطابق رمضان میں ہفتہ میں ایک بار مرغی کا استعمال انسانی صحت کے لئے ناگزیر ہے، لیکن مرغی کی موجودہ قیمت نے غریب عوام کو ہفتہ میں کیا مہینے میں بھی ایک بار چکن

کھانے سے بھی محروم کر دیا ہے۔

اب آخر میں چلتے چلتے اپنے پڑھنے والوں کو دو اہم خبریں بھی بتاتا چلوں کہ پاکستانی حکام اور آئی ایم ایف کے وفد کے درمیان اسلام آباد میں مذاکرات تقریبا کامیاب ہو چکے ہیں اور وفاقی وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے آئی ایم ایف کی بیشتر شراط تسلیم کرتے ہوئے انکے تمام تحفظات دور کر دیئے ہیں جس کے باعث فنڈ سے پانچ ارب چالیس کروڑ ڈالر کا نیا قرضہ ملنے کے امکانات روشن ہو گئے ہیں اگر آئی ایم ایف سے قرضہ مل جاتا ہے تو دیگر ممالک اور مالیاتی اداروں سے مزید چھ ارب ڈالر بھی مل جائیں گے جس کے ساتھ ہی حکمرانوں کی عیاشیوں کے ساتھ ساتھ ملک میں منگائی کا ایک نیا طوفان بھی آ جائے گا

۔

دوسری اہم خبر یہ ہے کہ ملک کا سب سے .بڑا ادارہ پاکستان اسٹیل بھی اس وقت ڈوبنے کے قریب ہے جس نے اب گیارہ ارب روپے کا بیل آؤٹ پیکج نہ ملنے کے باعث وزارت خزانہ کو خط لکھ ڈالا ہے کیونکہ وزارت خزانہ نے پاکستان اسٹیل کو گیارہ ارب روپے کے بیل آؤٹ پیکج کی یقین دہانی کروائی تھی تاکہ پاکستان اسٹیل کی پیداواری صلاحیت کو .بڑھانے کے ساتھ ساتھ اسے مالی خسارے سے بھی نکالا جائے لیکن دو ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود بیل آؤٹ پیکج نہیں دیا گیا، جس کے باعث اسٹیل مل میں کام کرنے والے ملازمین کو بھی دو ماہ سے تنخواہ

نہیں دی جا سکیں۔ اسٹیل مل نے وزارت خزانہ کو خط میں لکھا ہے کہ اگر انہیں بیل آوٹ پیکج فراہم نہیں کیا گیا تو اسٹیل مل کے دیوالیہ ہونے کا خطرہ ہے۔

بھتہ خوری منافع بخش کاروبار

قیام پاکستان سے لیکر اب تک پاکستان میں کرپشن ،چور بازاری ،رشوت ،غنڈہ گردی،بلیک میلنگ اور دہشت گردی جیسے اور بہت سے کاروبار پھلے پھولے ہیں وہیں پر بھتہ خوری کا کاروبار بھی اپنے عروج پر پہنچ چکا ہے کراچی سے شروع ہونے والا یہ منافع بخش کاروبار اب پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں پھیل چکا ہے اب آپ صرف کراچی کو ہی دیکھ لیں جہاں اس وقت اغواکاری اور بھتہ وصولی کی سب سے بڑی صنعت بن رہا ہے ملک میں دہشت گردی کی بڑی وجہ کراچی کے وہ جرائم پیشہ گروہ ہیں جنہیں سیاسی جماعتوں کی سرپرستی حاصل ہے، کراچی میں کاروبار ٹھپ ہو رہا ہے،بزنس مین سرمایہ کاری سے کترا رہے ہیں اور وہ اپنے خاندانوں کو ملک کے دیگر حصوں میں منتقل کر رہے ہیں، رواں برس کے ابتدائی ماہ میں 14 سو افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، کراچی میں سالانہ کروڑوں ڈالر بھتے کی نظر ہو جاتا ہے، کراچی میں 50 نو گو ایریاز ہیں جہاں پولیس بھی نہیں جا سکتی، کراچی میں امن وامان کی بدتر صورت حال وزیر اعظم نواز شریف کے لئے کئی چیلنجز میں سے ایک ہے،پاکستان کو معاشی ترقی کی راہ پر لانے کے لئے نواز شریف کا اسے ٹھیک کرنا ضروری ہے، ماہ رمضان کے شروع ہوتے ہی بھتہ مافیا تاجروں اور دکانداروں سے اسی طرز پر بھتے وصول کرتی ہے جس طرح پولیس برسوں سے وصول کرتی آرہی ہے،اغواکاروں کے

لئے کراچی سونے کی کان ہے۔ کراچی میں دہشت گردی اور زیادہ تر اغواکاری کا تعلق سیاسی ہے اس وقت کراچی دہشت گردی کا بڑا ذریعہ اس لیے ہے کہ سیاسی جماعتوں نے دیگر گروپوں کو خوفزدہ یا مخالفین کو ووٹ دینے والوں کو ڈرانے کے لئے اپنے مسلح ونگز بنائے ہوئے ہیں۔ اکثر ان مسلح گروپوں میں مقامی جرائم پیشہ گروہ ہیں۔ جو سیاست سے زیادہ پیسے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ حکومت نے بعض اوقات ہوش کے ناخن لینے کی کوشش کی اور ان گینگز کو ختم کرنا چاہا، مگر وہ ایسا نہ کر سکی، کراچی میں ان جرائم پیشہ گروپوں کا خاتمہ مشکل ہے۔ پاکستان میں سیاست ایک رابطہ کھیل ہے، سیاسی جماعتوں کا یہ وطیرہ عام ہو رہا ہے کہ وہ الیکشن جیتنے کے لئے جرائم پیشہ گروہوں کو اتحادی رکھتی ہیں۔ غنڈوں کا سربراہ اکثر سیاست میں داخل ہوتا ہے اور اپنے سرپرست سے زیادہ مطالبات منواتا ہے اس طرح سیاسی جماعتیں بھی جواز پیش کرتی ہیں اب کراچی میں اغواکاری کو بڑی صنعت بننے سے روکنے کیلئے پولیس کو حکم دے دیا گیا ہے۔ یہ مشکل نظر آتا ہے کیونکہ ہر قسم کے جرائم کی وجہ کراچی ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے، گزشتہ چند سالوں میں سندھ میں دہشت گردی سے 35 سو افراد ہلاک کیے گئے جن میں 95 فی صد ہلاکتیں کراچی میں ہوئیں۔ دہشت گردی اور اغواکاری سے متعلقہ ہلاکتیں زیادہ تر کرائے کے قاتلوں سے کرائی گئیں۔ اغواکاری پیسہ اکھٹا کرنے کا بڑا ذریعہ بن چکا ہے۔ اس پیسے کو دہشت گردی کے حملوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان بھر میں گزشتہ برس 3386 اغوا کے واقعات ہوئے جب

کہ 2011 میں 2954 واقعات سامنے آئے بھتہ خوروں اور جرائم پیشہ افراد کی طرف سے بھتے کے مطالبے پر کراچی میں کاروبار شدید متاثر ہے۔اس کی جہ سے کئی مالکان نئی سرمایہ کاری کرنے میں تاخیر کرنے پر مجبور ہیں۔اسی صورت حال سے تنگ آکر وہ اپنے خاندانوں کو کسی اور جگہ منتقل کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔سی پی ایل چیف احمد چنائے کے مطابق رواں برس جنوری سے وسط جون تک 630 بھتہ کی شکایات موصول ہوئیں، جب کہ گزشتہ پورا سال 589 شکایات ملی۔ان شکایات میں زیادہ تران کی ہیں جنہوں نے بھتہ نہیں دیا۔بھتے کی مد میں کتنا پیسہ جاتا ہے اس کا کوئی ریکارڈ نہیں، پولیس کے مطابق سالانہ کروڑوں ڈالر بھتہ دیا جا رہا ہے اور 2013 میں اس میں ریکارڈ اضافہ ہوگا۔

اب صوبہ بلوچستان کے حوالہ سے بتاتا چلوں کہ بلوچستان میں امن و مان کے قیام اور مسائل کے حل کے لئے سنجیدہ اور ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے صوبے میں بیرونی مداخلت سے بھی حالات خراب کئے گئے ہیں وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے وزارت اعلیٰ کی قربانی دیکر بلوچ عوام کو ایک مثبت پیغام دیا ہے اب صوبائی وزیر اعلیٰ کا کڑا امتحان ہے اور انہیں عوامی توقعات پر پورا اترنا ہوگا تحریک قیام پاکستان کے لئے بلوچ جرگہ نے ایک تاریخی فیصلہ کیا تھا اور صوبے کے عوام محب وطن ہیں لیکن گذشتہ چند سالوں سے وہاں حالات خراب کر دیئے گئے ہیں گذشتہ روز وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے کوئٹہ کا دورہ کرکے

اچھا اقدام کیا ہے لیکن اُن کو کوئٹہ اور کراچی بار بار جانا ہوگا اور صوبائی حکومت کی مدد
بھی کرنی ہوگی تاکہ بلوچستان اور سندھ میں حالات معمول پر آسکیں۔

شب خون

مصر میں عوامی مینڈیٹ پر شب خون مارا گیا انسانیت کے علمبردار اور جمہوریت کا واویلا کرنے والے ممالک خاموش تماشائی عالمی ڈکٹیٹر کے سامنے بے بسی کی تصویر بن چکے ہیں۔امریکہ و یورپی ممالک کو وسائل سے مالامال مسلم دنیا میں کٹھ پتلی حکمران چاہئیں جو اپنا پیسہ ان کے بنکوں میں رکھیں اور اشاروں پر من و عن عملدرآمد کریں۔ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت عرب بہار کو عرب خزاں میں تبدیل کیا جارہا ہے اور اس سلسلہ ییں مصر میں فوجی بغاوت اور منتخب صدر کی زبردستی معزولی کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔امریکہ کا جمہوری حکومت کا تختہ الٹنے پر مصری فوج کی مذمت نہ کرنا افسوسناک اور شرمناک طرز عمل ہے۔اس سے امریکہ و یورپی ممالک کا بدترین اور مکروہ چہرہ بے نقاب ہوگیا ہے۔امریکہ کو لبنان، فلسطین،ترکی و مصر سمیت اسلامی ممالک میں کہیں بھی اسلام پسند جماعتوں کی کامیابی ہضم نہیں ہوتی۔امریکی و یورپی ممالک کا یہ طرز عمل منافقانہ اور ان کی عالم اسلام کے خلاف نفرت وکدورت کی عکاسی کرتا ہے مصر میں عوامی مینڈیٹ پر شب خون مارا گیا امریکہ مصری فوج کو سالانہ 1.3 بلین ڈالر فراہم کرتا ہے عالمی برادری اور خصوصاً پاکستان کی حکومت مصر میں غیر قانونی و آئینی اقدام کو افسوسناک قرار دیتے ہوئے جمہوری حکومت کو بحال کرنے کی قرارداد مشترکہ طور پر یواین

او میں منظور کروائیں 1952 سے نومبر 2011 تک بدترین آمریت کے بعد اگست
2012 میں محمد مرسی پر مصر کے عوام نے اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اسے صدر منتخب
کیا مگر بدقسمتی سے انہیں صرف 8 ماہ ہی کام کرنے دیا گیا ہے۔ لبرل اور سیکولر جماعتوں کو
اسلام پسند حکمران کا بر سر اقتدار آنا قابل قبول نہیں تھا۔ انسانیت کے علمبردار اور
جمہوریت کا واویلا کرنے والے ممالک خاموش تماشائی بن چکے ہیں۔ امریکہ و یورپی
ممالک کو وسائل سے مالا مال مسلم دنیا میں کٹھ پتلی حکمران چاہئیں جو اپنا پیسہ ان کے
بنکوں میں رکھیں اور اشاروں پر من و عن عملدرآمد کریں۔ ایک سوچی سمجھی سازش
کے تحت عرب بہار کو عرب خزاں میں تبدیل کیا جا رہا ہے اور مجھے امید ہے کی کہ مصری
عوام امریکی ایماء پر مصر میں جمہوری حکومت کا تختہ الٹنے کو کسی صورت برداشت نہیں
کریں گے اور انشاء اللہ بہت جلد اسلام پسند قیادت وہاں دوبارہ قیادت سنبھالے گی اور
مصری فوج اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہو گی۔

اگر ہماری ان سب خامیوں اور ناکامیوں پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ
اسلامی تعلیمات سے دوری کے باعث مسلمان زبوں حالی کا شکار ہوئے طاغوتی اور
سامراجی قوتیں، مسلمانوں کے بنیادی حقوق کی پامالی کرنے کو اپنا فرض سمجھتی ہیں اسلام
مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان پر فرض ہے اسی
میں اس کی نجات اور بقاء ہے آج بدقسمتی سے

مسلمانوں نے اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی بجائے اغیار کی رسوم و رواج پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے اس وجہ سے آج بیشتر مسلم ممالک میں فحاشی' عریانیت ہے۔ اسلامی کلچر بری طرح مسخ ہو رہا ہے۔ ہر طرف مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے۔ جہاں بھی طاغوت اور سامراجی قوتیں ہیں وہ مسلمانوں کے بنیادی حقوق کی پامالی کرنے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں فلسطین' افغانستان' عراق' بوسینا کشمیر و دیگر مسلمان ممالک طاغوت سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں تو مسلمانوں کو سرعام قتل کیا جارہا ہے ماؤں بہنوں بیٹیوں کی عزتیں پامال کی جارہی ہیں اقوام متحدہ جسے اپنا کلیدی کردار ادا کرنا چاہیئے تھا وہ ہمیشہ سے جانبداری کا مظاہرہ کرتی چلی آرہی ہے اقوام متحدہ مسلمانوں پر شدید ظلم و ستم ہونے کے باوجود وہ خاموش تماشائی بنا بیٹھا ہے ہم جب تک اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے متحد نہیں ہونگے ہم فلاح نہیں پائیں گے نہ ہی سلامتی کا خیال سوچ سکیں گے ضرورت اس امر کی ہے ہمیں تمام اختلافات کو ختم کرکے آپس کے محبت بھائی چارہ' اخوت اور رواداری کو فروغ دیں وطن عزیز کو ہمارے بزرگوں نے بے شمار قربانیاں دے کر آگ اور خون کے سمندر پار کرکے حاصل کیا ہمیں اسلامی تعلیم کو عام کرتے ہوئے اسلامی کلچر کو فروغ دینا چاہیے۔

اب آخر میں بتاتا چلوں کہ امریکہ قربانی پاکستان سے مانگتا ہے اور قربانی

کا صلہ دشمن ملکوں کو دیتا ہے اگر امریکہ پاکستان کا واقعی دوست ملک ہے تو پاکستان میں ڈرون حملے بند کرے، کشمیر آزاد کروائے اور پاکستان کا قرضہ معاف کروائے اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر سمجھ لینا چاہیے کہ خود مختیار اور پر امن ملک کی سلامتی میں ڈرون حملے ملک کا امن تباہ کرنا امریکہ کی کھلی دہشت گردی ہے اقوام متحدہ اس کا نوٹس لے اور دنیا کو اور بلخصوص دنیا کے دو ارب سے زائد مسلمانوں کو اپنی غیر جانبداری کا ثبوت دے۔

افغانستان، عراق کے بعد کشمیر، فلسطین، پاکستان، شام اور مصر سمیت پوری دنیا میں مسلمانوں کو سوچی سمجھی سکیم کے تحت ٹارگٹ کرکے مسلمانوں کی نسل کشی اور وسائل لوٹے جارہے ہیں اس پر او آئی سی، اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی خاموشی مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

مادر ملت تاریخ کا سنہری باب

گذشتہ روز 9 جولائی بروز منگل کو بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی ہمشیرہ اور مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کی 46 ویں برسی تھی مزار قائد کے احاطے میں آرام فرما مادر ملت پر اللہ تعالی اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے فاطمہ جناح عالم اسلام کی وہ خوش نصیب خاتون تھیں جنہیں بانی پاکستان قائد اعظم جیسے عظیم بھائی کا ساتھ نصیب ہوا یوں محسوس ہوتا کہ محمد علی جناح کی زندگی فاطمہ جناح کی زندگی تھی اور فاطمہ جناح کی زندگی قائداعظم کی زندگی تھی عمروں کے فرق اور فاصلے کے باوجود فاطمہ جناح کی زندگی حضرت قائد اعظم کی زندگی کے ساتھ اس قدر متوازی چلتی ہے کہ قائد اعظمؒ کی زندگی ایک شخصیت کی نہیں،دو شخصیتوں کی سوانح ہے مادر ملت اپنے عظیم بھائی کی تصویر تھیں مادر ملت نے قیام پاکستان میں قائد اعظمؒ کی جس خلوص اور دیانت داری سے معاونت کی اس کا اعتراف ساری دنیا نے کیا اگر حقیقت کی انکھ سے دیکھا جائے تو پاکستان کا قیام ایک بھائی اور بہن کی کوششوں کا نتیجہ ہے فاطمہ جناح پاکستان کو خوشحال ملک دیکھنا چاہتی تھیں ان کا خیال تھا کہ جب تک اس ملک کا ہر فرد بنیادی سہولتیں حاصل نہیں کرلیتا اس وقت تک قیام پاکستان کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا مادر ملت ملک کی سیاسی آزادی کے ساتھ ساتھ اقتصادی آزادی کی

بھی خواہاں تھیں فاطمہ جناح نے اپنی سیاسی بصیرت سے مزدوروں، کسانوں، طالب علموں، نوجوانوں اور معاشرے کے ہر طبقہ کو قوت گویائی عطا کر دی تھی فاطمہ جناح چاہتی تھیں کہ ملک و قوم کی تقدیر اسلامی اصولوں کی روشنی میں مرتب ہو۔ وہ اسلام کی سربلندی کی علمبردار تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ امت مسلمہ صرف اسلامی اصولوں پر کاربند رہ کر ہی عظمت گم گشتہ حاصل کر سکتی ہے آج قوم کی اس عظیم خاتون کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے اقوال و افکار کی پیروی کی جائے اور نہایت دیانت داری اور سچے دل سے وطن کی خدمت کی جائے محترمہ فاطمہ جناح کے نزدیک نہ صرف تحریک پاکستان بیں بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی خواتین کے بغیر ترقی ناممکن تھی اس لئے وہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ خواتین پاکستان کو ایک آئیڈیل ریاست بنانے میں اہم کردار ادا کریں محترمہ فاطمہ جناح ناصر برصغیر بلکہ پورے اے شے اء کی خواتے ن کے لئے رول ماڈل کا درجہ رکھتی تھے ں پاکستان کے معرض وجود مے ں آنے کے بعد بھی انہوں نے قائد اعظم کا پے غام پھے لانے مے ں بہت کلے دی کردار ادا کے امگر بد قسمتی سے قائد اعظم کے بعد پاکستان پر مسلط ہونے والے حکمران عوام پر کسی عذاب سے کم نہ تھے جنگی کرپشن اور لوٹ مار نے ملک کو اس نہج پر پہنچا دیا کہ آج دنیا کی ہر معدنیات سے بھرپور یہ اسلامی خطہ پسماندگی اور غربت کی دلدل میں دھنسا ہوا ہے ہم اپنے قرضے واپس کرنے کے لیے اور مزید لوٹ مار کرنے کے لیے اربوں ڈالر کا مزید قرضہ لے رہے ہیں ملک کی انڈسٹری بجلی اور

گیس کی لوڈ شیڈنگ کے باعث تباہی کے کنارے پر پہنچ چکی ہے بے روزگاری اور غربت سے تنگ آئے لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں جبکہ رہی سہی کسر ہمارے سرکاری اداروں نے پوری کر رکھی ہے جہاں ایک غریب اور بے کس سائل کی پہنچ ہی نہیں ہو پاتی اگر ایمانداری سے دیکھا جائے تو ہمارے ہی حکمرانوں نے اپنے ہی ملک کے ساتھ غداری کرتے ہوئے اس کا بیڑہ غرق کر دیا ہے اب ایک طرف تو دہشت گردی ہے تو دوسری طرف غربت ،جہالت اور بے روزگاری ہے دونوں ہی ایسے ناسور ہیں جن سے غریب عوام متاثر ہو رہی ہے مسجدوں ،بازاروں اور امام بارگاہوں میں غریب عوام دہشت گردی کا نشانہ بن رہی ہے جبکہ غربت ،جہالت اور بے روزگاری کے باعث بھی غریب عوام ہی مزید پستی میں گر رہی ہے کیونکہ انکے پاس اتنے وسائل ہی نہیں ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلا کر شعور کی حدوں کو پار کر سکیں اور ایک مہذب شہری بن کر ملک کی خدمت کر سکیں مگر ہمارے دہرے نظام تعلیم نے غریب کو فقیر بنا دیا اور امیر کو حکمران کیا قائداعظم اور انکی بہن محترمہ فاطمہ جناح کی قربانیاں انہی امیروں اور غداروں کے لیے تھی جنھوں نے ملکر ملک کی 18 کروڑ عوام کو لاوارث بنا دیا اب بھی موقعہ ہے کہ ہم اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مساجد سے باہر نکل کر ان چوروں اور ڈاکوؤں کا مقابلہ کرکے اپنا ملک بچالیں کیونکہ ایک خاتون ہوتے ہوئے مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کا ایوبی مارشل لاء کے خلاف جدوجہد تاریخ کا سنہری باب ہے محترمہ فاطمہ جناح کی قوم کے لیے جدوجہد اور تحریک پاکستان میں ادا کیے گئے ان کے کردار کو نصاب کا

حصہ ہونا چاہیے -

خطرناک سازشیں

ہمارے دشمنوں اور پاکستان مخالف قوتوں میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے مگر ہماری نااہل قیادت اور ایجنسیوں نے سوائے اپنوں کو سبق سکھانے کے اور کچھ نہیں کیا پاکستان کے اندر اسامہ بن لادن پر حملہ اور اسکے نتیجہ میں منظر عام پر آنے والی رپورٹ نے ایک تہلکہ مچا دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم اور ہمارے ادارے مردہ ہو چکے ہیں ابھی ان خبروں اور رپورٹوں سے ہم حیران وپریشان ہی تھے کہ ایک اور خبر نے ہمیں چونکا کر رکھ دیا کہ بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کی اعلیٰ قیادت کو شہید کرکے مسلح تحریک آزادی کو ختم کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے تین سو سے زائد کشمیر مجاہدین بھارتی فوج کی ہٹ لسٹ پر ہیں مقبوضہ کشمیر میں آئندہ انتخابات میں مجاہدین کی کارروائیوں کو روکنے کیلئے بھارتی فوج نے اعلیٰ قیادت کو نشانہ بنانے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ایک بھارتی اخبار کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ تین سو سے زائد کشمیر مجاہدین بھارتی فوج کی ہٹ لسٹ پر ہیں لیکن آئندہ انتخابات میں حالات کو قابو میں رکھنے کیلئے ان مجاہدین کی اعلیٰ قیادت کو نشانہ بنایا جائے گا تاکہ بغیر رہنماؤں کے مجاہدین اپنی کارروائیاں مکمل نہ کر سکیں اور اس سلسلہ میں بھارتی خفیہ ادارے مجاہدین گروپس کے رہنماؤں کے خفیہ ٹھکانوں کی معلومات حاصل کرنے میں مصروف ہیں اور موقع ملتے ہی انہیں شہید کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ تحریک آزادی کا زور توڑا جا

۔ سکے گا اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کی قیادت اس سلسلہ میں کیا کرتی ہے
موجودہ حکومت کی جانب سے چین سے گہرے دوستانہ تعلقات استوار کرنا خوش آئند اقدام ہے پاکستان میں چینی سیاحوں کو نشانہ بنانا چین جیسے دوست ملک سے تعلقات خراب کرنے کی بہت بڑی سازش ہے انڈیا پاکستان کو کسی صورت مضبوط ہوتا نہیں دیکھنا چاہتا اس کا معاملہ بالکل مختلف ہے انڈیا سے یکطرفہ دوستی اور تجارتی معاہدے کسی صورت پاکستان کے مفاد میں نہیں ہیں پاکستان میں پیدا ہونے والے انرجی بحران میں سب سے بڑا کردار بھارت کا ہے بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں پاکستانی دریاؤں پر ڈیم تعمیر کئے جس سے پاکستان پانی و بجلی کی کمی کے سخت بحران سے دوچار ہوا ہے 62 پچھلے گیارہ برسوں میں بھارت نے خطہ میں امریکہ کی موجودگی سے بہت فائدے اٹھائے ہیں منظم منصوبہ بندی کے تحت پاکستان کو بھارتی منڈی بنانے کی کوششیں کی جارہی ہیں تاکہ کارخانے بند ہو جائیں، گیس اور بجلی کے بحرانوں کی وجہ سے کسی کو روزگار نہ ملے اور ملک میں افراتفری پھیل جائے اگر ہم آئی ایم ایف سے قرضے لینے کا سلسلہ بند کرکے چین اور مسلم ممالک کو ساتھ ملا کر دفاعی و معاشی پالیسیاں ترتیب دے دیں تو ہم بھی دنیا میں اپنا ایک الگ مقام بنا سکتے ہیں اگر یورپی یونین بن سکتی ہے اور ڈالر و یورو کا سکہ چل سکتا ہے تو پھر اسلامی یونین بھی بن سکتی ہے اور اسلامی سکہ بھی چل سکتا ہے مگر ان سب خوابوں کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے ہمارے حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ امریکہ کو پاکستان پر ڈرون حملوں کی اجازت دے کر وطن عزیز سے غداری کرنے والوں کے نام

سامنے لائیں کیونکہ اب امریکہ اور اس کے اتحادی افغانستان میں اپنی شکست کا ملبہ ڈال کر پاکستان سے انتقام لینے کی کوششیں کر رہے ہیں ڈرون حملے ملکی سلامتی و خودمختاری پر حملہ ہیں اسلام دشمن قوتوں نے پاکستان کو خصوصی طور پر نشانہ بنا رکھا ہے ڈرون حملوں کا معاملہ انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اب سیاست کرنے کا وقت نہیں نواز شریف جراتمندانہ فیصلے کریں گے تو پوری پاکستانی قوم ان کے ساتھ ہو گی اور اگر انہوں نے مشرف اور زرداری والے رویے اختیار کئے تو قوم ان کا ساتھ نہیں دے گی نواز شریف کے سامنے سب سے بڑا چیلنج امریکی پالیساں ہیں اگر ڈرون حملے روک لئے جاتے ہیں تو کل کے لئے پاکستان پر منڈلانے والے خطرات کا ازالہ کیا جا سکتا ہے امریکہ ڈرون حملوں کے ذریعے پاکستانی قوم کو چیک کر رہا ہے امریکی وزیر خارجہ جان کیری کہہ چکا ہے کہ انڈیا کو افغانستان میں بہت بڑا کردار دیا جا رہا ہے افغانستان میں امن و امان کے بہانے انڈیا کی فوج تعینات کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے جس سے پاکستان کے مغربی بارڈر کو شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے ڈرون حملوں کے بعد خود کش حملوں کی لہر آ جاتی ہے، یہ حملے اس لئے کئے جاتے ہیں تا کہ فاٹا کے لوگ پاکستان کے علاقوں میں جا کر خود کش حملے کریں بلوچستان، خیبر پختونخواہ، کراچی میں ہونے والے بم دھماکوں اور ٹارگٹ کلنگ میں امریکہ ،انڈیا ،اسرائیل کی ایجنسیاں ملوث ہیں خطرناک اور طے شدہ منصوبوں کے تحت حالات خراب کئے جا رہے ہیں

واپڈا کی تباہی اور چیف جسٹس سے اپیل

گذشتہ روز ایبٹ آباد کمیشن کی رپورٹ منظر عام پر آئی تو ہر طرف حکومتی اداروں بلخصوص ہمارے انٹیلی جنس اداروں کی ناقص کارکردگی کے حوالہ سے ٹیلی ویژن اور اخبارات پر ایک لمبی بحث شروع ہو گئی مگر ان سب باتوں سے ہٹ کر جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس وقت پاکستان میں تقریبا تمام سرکاری ادارے بری طرح ناکام ہو چکے ہیں وہیں پر تمام سرکاری ملازم بھی عوام کے لیے ذہنی تکلیف کا باعث بنے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان مسائل میں گھرا ہوا ہے اور پاکستانی بھوک سے خودکشیاں کر رہے ہیں مگر کیا مجال ہے کہ کوئی ایک حکومت بھی ان اداروں کو ٹھیک کر کے ملک میں سقوط ڈھاکہ سے لیکر اسامہ بن لادن کی شہادت تک ایسے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ ہم سوائے شرمندگی اور ندامت کے کچھ نہ کر سکے اور ایسے تمام واقعات کی حقیقی تصویریں دوسرے ممالک کے میڈیا کے زریعے منظر عام پر آئی مگر بدقسمتی سے ہمارے حکمران ہمیشہ ملک دشمن افسران جن کو سوائے اپنے مفادات کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا کو مکمل تحفظ دیتے رہے ہیں اور ملکی مفاد کا بہانہ بنا کر چوروں اور ڈکوؤں بلخصوص ایسے سرکاری افسران کو کسی بھی قسم کی کاروائی سے بچا لیتے ہیں جو اپنے ہی محکمہ کو ڈبونے لگے ہوئے بعض اوقات ان سرکاری افسران کی بددیانتیاں دیکھ کر محسوس ہوتا ہے ہمیں کسی

بیرنی دشمن کی ضرورت نہیں ہمارے اپنے ہی ہمیں تباہ وبرباد کرنے کے لیے کافی ہیں بدقسمتی سے ہم آج تک ایک محب وطن قوم نہ بن سکے اور ہم اپنے ہی گھر کو لوٹنے میں مصروف ہیں اور اپنی انکھیں بند کیے اپنا ہی تماشا دیکھنے میں مصروف ہیں میں نے کچھ عرصہ قبل اپنے ایک کالم میں 5 ماہ قبل ملک میں اچانک بجلی کے طویل بریک ڈاؤن کے حوالہ سے کچھ حقائق درج کیے تھے اور تفصیلات پھر کبھی لکھنے کا وعدہ کیا تھا اب میں اس طویل بریک ڈاؤن کی حقیقت اور واپڈا افسران کی ملک دشمنی کی حقیقت واضح کرتا ہوں یہ غازی بروتھا پاور ہاؤس ہے اور 24 فروری 2013ء کو رات کے 11 بجکر 27 منٹ ہوئے ہیں کنٹرول روم میں تین جونیئر انجینئر امیر محمد، لیاقت اور عبدالرؤف ڈیوٹی پر ہیں جن میں سے امیر محمد جاگ رہا ہے اور باقی کے دونوں سوئے ہوئے ہیں امیر محمد وقت گذاری کے لیے کمپیوٹر سے کھیل رہا تھا اور اسی کھیل کے دوران اس نے بغیر کسی وجہ کے 3 ٹربائنیں بند کردی اس وقت ایک ٹربائن 290 میگا واٹ بجلی پیدا کررہی تھی اس طرح تینوں مشینیں ملکر 870 میگا واٹ بجلی پیدا کرکے ملک میں روشنی کا باعث بنی ہوئی تھی جبکہ اس وقت پانی کا لیول 330.8 میٹر فوروے تھا اور یہ مشینیں 329 میٹر فوروے پانی کے لیول تک کام کرسکتی ہیں مگر اس واقعہ کے بعد اب پانی کے لیول کی حد 329.5 رکھ دی گئی ہے جس وقت امیر محمد نے غلطی سے یہ تینوں مشینیں بند کی اس وقت تمام مشینیں بلکل اپنی صحیح حالت میں کام کررہی تھی پانی کا لیول بھی پورا تھا اور مشینوں میں شور نام کی بھی کوئی چیز نہیں تھی

اور سب سے بڑی بات یہ کہ جہاں پر مشینیں چل رہی ہیں وہاں سے کنٹرول روم تک آوازیں بلکل نہیں آتی اور جیسے ہی جونیئر انجینئر امیر محمد نے غلطی سے بجلی پیدا کرنے والی 3 مشینیں بند کی تو باقی سارے پاور ہاؤس بھی خود بخود بند ہوگئے اور سوائے کراچی کے پورا ملک تاریکی میں ڈوب گیا اور دوبارہ بجلی بحال ہونے میں کم از کم 48 گھنٹے لگتے ہیں اور اربوں روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے مگر حکومت اور حکومتی اداروں کی نااہلی کی اس سے گھٹیا اور بدترین مثال کیا ہو سکتی ہے کہ کسی نے بھی اس واقعہ کی موقعہ پر جاکر انکوائری کرنے کی کوشش ہی نہیں کی اور اس وقت غازی بروتھا کے جی ایم زاہد خان جو اپنی ریٹائرمنٹ کے بلکل قریب تھے اور چیف انجینئر فیروز دین نے اپنے آپکو اور اپنے جونیئر افسران کو بچانے کے لیے حکومت کو ایک من گھڑت کہانی سنا دی ان افسران کی یہیں پر ہی تسلی نہیں ہوئی انہوں نے اور آگے کا سوچا کہ قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے پاکستان کو ابھی اور سبق سکھانا ہے ان افسران نے فوری طور پر غلطی کرنے والے جونیئر افسر امیر محمد کو جو ابھی کنٹریکٹ پر تھا کنفرم کرکے منگلا ٹرانسفر کردیا اور بلکل درست حالت میں چلنے والی 5 مشینوں کو اپنے مستریوں کے زریعے کھلوادیا اور مینٹی نینس کے نام پر لاکھوں روپے فضول میں ضائع کردیے یہ وہ مشینیں تھی جو 2003ء سے چل رہی ہیں اور ان سے آج تک کسی قسم کی کوئی آواز پیدا نہیں ہوئی سوائے بجلی کے مگر ہمارے اپنے ہی محافظ نما ڈاکوؤں نے ہمیں تباہی و بربادی کے دھانے تک پہنچا

دیا ہے میں چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری سے اس کالم کی توسط سے اپیل کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ اس واقعہ کا بھی نوٹس لیں اور غریب پاکستانیوں کے ٹیکسوں پر پلنے والے ان سورماؤں کو انکے منتقی انجام تک پہنچائیں۔

30 لاکھ مہاجرین خطرے کی گھنٹی

پاکستان دنیا کا واحد اسلامی ایٹمی ملک ہے جہاں پر آپ بغیر کسی شناخت اور شہریت کے بلا جھجک گھوم پر سکتے ہیں یہاں پر آپ کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے آپ سے کوئی شناخت طلب کرنی ہے ہماری سڑکوں پر دوڑنے والی گاڑیوں کے ڈرائیوروں کی آدھی سے زیادہ تعداد بغیر کسی لائسنس کے گاڑیاں چلا رہے ہیں جن کا کسی کو کوئی پتا نہیں کہ ان کا تعلق کس ملک سے ہے جبکہ چھوٹے سے چھوٹے کاروبار سے لیکر بڑے سے بڑے بزنس تک اب غیر ملکی چھا رہے ہیں اور پاکستان کی معیشت جو پہلے ہی ڈانوا ڈول ہے مزید کمزور ہوتی جا رہی ہے جبکہ ہمارے کرپٹ اور لالچی سرکاری اہلکاروں نے ان غیر قانونی مقیم افراد کو ہر طرح کی سہولیات فراہم کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے شناختی کارڈ سے لیکر پاسپورٹ تک ہر سہولت ان غیر قانونی مقیم باشندوں کو حاصل ہے اس وقت پاکستان مہاجرین کو پناہ دینے والا دنیا کا سب سے بڑا ملک بن چکا ہے جہاں 30 لاکھ سے زائد افغان، ازبک اور نائیجرین مہاجرین میں مقیم ہیں جو ملک میں جاری انتہا پسندی، دہشتگردی، سمیت امن وامان کی خراب صورتحال کا موجب بن رہے ہیں، سابقہ حکومت کی طرح موجودہ حکومت بھی مہاجرین کی واپسی کے حوالے سے کوئی لائحہ عمل طے نہ کر سکی پاکستان میں 30 لاکھ کے لگ بھگ مہاجرین مقیم ہیں جن میں زیادہ تر تعداد

افغانستان سے ہجرت کرکے آنے والے مہاجرین کی ہے جو افغانستان میں امریکی چڑھائی کی وجہ سے پاکستان میں داخل ہوئے 16 لاکھ افغان مہاجرین کا وزارت داخلہ کے پاس ریکارڈ موجود ہے لیکن دس لاکھ سے زائد مہاجرین کا وزارت داخلہ کے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے گزشتہ برس 83 ہزار افغان مہاجرین کو دوبارہ افغانستان منتقل کردیا گیا تھا لیکن تاحال 27 لاکھ سے زیادہ مہاجرین افغانستان میں واپسی کے منتظر ہیں۔ افغان مہاجرین کی واپسی کے حوالے سابقہ حکومت نے 30 جولائی کی تاریخ مقرر کی تھی لیکن تاحال افغان مہاجرین کی واپسی نہیں ہوپائی موجودہ حکومت بھی سابقہ حکومت کی طرح افغان مہاجرین کی واپسی کیلئے کوئی فیصلہ نہیں کر سکی پاکستان میں افغان، مہاجرین کے علاوہ ازبکستان، نائیجیریا سمیت دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے لاکھوں مہاجرین مقیم ہیں جو ملک میں دہشت گردی انتہا پسندی سمیت امن وامان کی خراب صورتحال کا موجب بن رہے ہیں اور انہی افراد کی وجہ سے پاکستان میں ہر غیر قانونی چیز مہیا ہو رہی ہے پاکستان کی ترقی، خوشحالی اور سالمیت کے لیے ضروری ہے ملک میں غیر قانونی مقیم باشندوں کو فوری طور پر ملک بدر کیا جائے اور جو غریب پاکستانی اپنا شناختی کارڈ بھی بنوانے کی سکت نہیں رکھتے حکومت انکے مفت شناختی کارڈ بنا کر دے اور انہیں کاروبار کے لیے بغیر کسی شرائط اور سود کے قرضے فراہم کیے جائیں تاکہ ہمارے غریب لوگ اپنا روزگار کمانے کے قابل ہوں اور کسی پر بوجھ نہ بنیں۔

چین نے فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان کی ترقی ،سالمیت میں وہ اپنا بھرپور کردار ادا کرے گا اور پاکستان میں توانائی کے بحران کے حل میں مدد دے گا، اب طاقت کا توازن مغرب، سے مشرق کی طرف تبدیل ہو رہا ہے ، ہمیں اپنے معاشی ،سیاسی اور خارجی مسائل سے نمٹنے کے لئے گریٹر ساؤتھ ایشیاء بنانے میں دلچسپی لینا ہو گی ،خارجہ پالیسی میں نظریہ ضرورت قائم ہے ،امریکہ رویہ تبدیل ہو گیا ہے ، مسائل کے حل کے لئے مشترکہ کاوشیں کرنا ہوں گی اور میری نظر میں پاکستان کے مسائل داخلی نہیں خارجی ہیں جن کے حل کے لئے جرات مندانہ قیادت اور بہترین خارجہ پالیسی ہے پاکستان قدرتی طور پر ایسے خطے میں واقع ہے جہاں ترقی کے ذرائع نہایت وافر مقدار میں موجود ہیں ، قیادت کی نا اہلی اور فیصلوں پر عملدرآمد میں مشکلات اور رکاوٹوں کی وجہ سے ہم اپنے اہداف حاصل نہیں کر پاتے خارجہ پالیسی میں نظریہ ضرورت قائم ہے اب امریکہ کو افغانستان سے انخلاء کے لئے پاکستان کا تعاون چاہیئے ، اب پاکستانی قیادت پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح ان مواقع سے فوائد اٹھاتی ہے پاکستان میں کرپشن کی لعنت کو ختم کئے بغیر ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا ،پاکستان کی تمام قوتیں ملکی مسائل کے حل کے لئے تعلیم ، معیشت ، توانائی اور انتہا پسندی کو چار نکاتی ایجنڈے پر مشترکہ ترجیحات طے کریں اور ان پر دس سال تک سیاسی سیز فائر کیا جائے ۔

ٹریفک وارڈن اور حکومت

پاکستان میں انتقام کی سیاست تو شروع دن سے ہی پروان چڑھ رہی ہے جس کے زریعے اقتدار میں آنے والے اپنے مخالفین کو مختلف سرکاری محکموں کے زریعے وقتا فوقتا سبق سکھاتے رہتے ہیں مگر اس بار موجودہ پنجاب حکومت نے ایک سرکاری ادارے سے انتقام لینے کا انوکھا طریقہ نکال لیا جس کے باعث افسران اور ماتحت عملہ کے درمیان ایک سرد جنگ کا آغاز ہوچکا ہے اگر اس جنگ کو فوری طور پر نہ روکا گیا تو پھر یہ کسی دن بہت بڑی خبر کی صورت میں دھماکہ بھی ہو سکتا ہے سابق وزیر اعلی پنجاب چوہدری پرویز الہی کے دور اقتدار میں بننے والے ٹریفک وارڈن اس وقت پنجاب حکومت کے نشانہ پر ہیں اندر کی خبریں دینے والوں نے ایک دن بتایا کہ وزیر اعظم میاں نواز شریف اور وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف نے اپنے دورہ چین سے قبل ایک خصوصی میٹنگ میں آئی جی پولیس پنجاب کو صوبہ میں ٹریفک وارڈنز کے نظام کو ختم کرنے کا حکم دیا تھا جس پر آئی جی پولیس نے ٹریفک وارڈنز کے محکمہ کو ختم کرنے سے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ صوبہ میں ٹریفک وارڈنز کا نظام قاعدہ قانون کے مطابق کیا گیا تھا جس کو ختم کرنا ممکن نہیں ہے جس پر میاں برادران نے اس محکمہ کو کسی اور محکمہ میں ضم کرنے کی ہدایت کردی اب بتانے والے یہ بھی بتاتے ہیں خادم اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کو ٹریفک

وارڈن سے نہیں بلکہ اس وردی سے شدید نفرت ہے کیونکہ یہ وردی سابق وزیراعلی پنجاب چوہدری پرویز الہی نے دی تھی اور جس وقت یہ محکمہ بنا تھا اس وقت ان وارڈنز کی تنخواہیں ایک تولہ سونے سے زائد یعنی 16 ہزار روپے تھی اور اس وقت سونا تقریبا 14 ہزار کے قریب تھا اب موجودہ حکومت نے ٹریفک کے نظام کے لیے ہی دو محکمے اور بنا اور دوسرا رنگ روڈ پولیس اور حکومت نے ان دونوں محکموں کی LTC دیے ایک میں 180 وارڈن کام LTC تنخواہیں وارڈن پولیس سے زیادہ رکھ دی اس وقت کر رہے ہیں جن میں سے 120 وارڈن پنجاب حکومت نے ٹریفک وارڈن سے لیے اور انکی تنخواہ 48 ہزار روپے مقرر کردی جبکہ رنگ روڈ پولیس میں زیادہ تر ٹریفک وارڈن کے ہی لڑکے بھرتی کیے گئے جن کی تنخواہ 44 ہزار روپے مقرر کردی گئی اور ان دونوں نئے بننے والے محکموں میں ان وارڈنز کو لیا گیا ہے جو یا تو کسی نہ کسی وجہ سے نوکری چھوڑ چکے تھے یا انکو نکال دیا گیا تھا جبکہ اس وقت ایک عام ٹریفک وارڈن 32 ہزار روپے ماہانہ تنخواہ لے رہا ہے جبکہ ٹریفک وارڈن اس وقت سب سے زیادہ کام کرنے والے ملازم ہونے کے باوجود سب سے زیادہ زیر عتاب ہیں اور افسران وزیراعلی کو خوش کرنے کے لیے لاہور میں ڈیوٹی دینے والے اکثر ٹریفک وارڈنز کو بھاری جرمانے اور سزائیں بھی کرتے رہتے ہیں ابھی کچھ عرصہ قبل ایک ٹریفک وارڈن کو اسکی تنخواہ سے زیادہ 40 ہزار روپے جرمانہ کردیا اور اس وقت لاہور میں ڈیوٹی دینے والے ٹریفک وارڈن میں سے شائد ہی کوئی ایسا وارڈن ہو جو افسران کے ظلم کا شکار نہ ہوا

ہو جبکہ اس وقت وزیر اعظم میاں نواز شریف کے دو دن لاہور میں رہنے کے باعث
ٹریف وارڈن کی چھٹیاں اور ریسٹ بھی ختم ہو چکا ہے جبکہ اس وقت محکمہ کی طرف سے
وارڈنز کو دی جانے والی افطاری میں ایک پیکٹ نمکو 5 روپے والا پیکٹ اور 5 روپے والا
ہی کیک ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ گذشتہ تین سال سے کسی بھی وارڈن کو کوئی
جوتی نہیں ملی جبکہ وارڈنز کو ملنے والی وردیاں بھی انہیں پوری نہیں آتی اس لیے سب
وارڈنز اپنی اپنی وردی خود سلواتے ہیں اسکے علاوہ پنجاب پولیس اور ٹریفک وارڈنز سکیل
میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے ویسے حکومت کو چاہیے تو یہ TADA کے افسران کے 14
تھا کہ بجائے اسکے کہ مزید نئے محکمے بنائے جاتے انہی وارڈنز کی مراعات میں مزید اضافہ
کرکے باقی کے دو محکموں کا بھی کام لے لیا جاتا اور اس طرح جو ان کے درمیان تفریق
پیدا ہو چکی ہے وہ نہ پیدا ہوتا اب اگر حکومت اور حکومتی محکمے ہی آپس میں دست
وگریبان ہو جائیں گے جس کا نزلہ لا محالہ غریب عوام پر ہی گرے گا یہی وجہ ہے کہ اپنے
افسران اور حکومتی بے حسی کا غصہ کسی نہ کسی پر تو نکلے گا اور وارڈز ہر چوک میں کسی
نہ کسی غریب موٹر سائیکل والے یا رکشے والے کو روک کر اسکا چالان کر رہے ہوتے
ہیں بڑی گاڑیوں کو روکنے سے ان کے پر جلتے ہیں اور انکو روکنے کی نہ ان میں ہمت ہے
اور نہ ہی یہ جرءات کرتے ہیں اس ناانصافی کے بعد غریب یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کیا
قانون صرف غریب موٹر سائیکل والوں پر ہی لاگو ہوتا ہے اگر تو ہمیں پاکستان کو عزت
دینا ہے تو اس ملک کے غریب شہریوں کو

عزت دیں۔

ڈاکٹر خان صدر پاکستان

ملک میں صدارتی انتخابات قریب آتے جارہے ہیں اور ہر پارٹی نے اپنے اپنے امیدوار میدان میں اتار دیے مگر جیتے گا وہی جسے حکمران جماعت مسلم لیگ ن نامزد کرے گی اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مسلم لیگ ن واقعی پاکستان کی خالق جماعت ہونے کا حق ادا کرتی ہے یا پھر باقی کے سیاسی لٹیروں کی طرح اپنا الو سیدھا کرکے کسی ایسے شخص کو پاکستان کا صدر بنا دیتی ہے جو کٹھ پتلی ہو اور اس کی ایک ڈوری وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہو دوسری ڈوری خادم اعلی پنجاب کے ہاتھ میں ہو اور باقی کی دو ڈوریوں میں سے ایک وزیر اطلاعات کے پاس اور دوسری بھی کسی اہم شخص کے ہاتھ میں ہو جس کا جہاں دل چاہا وہی پر پتلی تماشا شروع کردیا اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی ہم نے پاکستان کو آگے لیکر جانا ہے اور پاکستان کی صدارت کا منصب کسی ایسے شخص کے سپرد کرنا ہے جو واقعی اس کا اہل بھی ہو جس کے اندر خوبیاں بھی ہوں جس نے پاکستان کے لیے کچھ کیا بھی ہو اور تو اور پاکستانی بھی اس کی دل وجان سے قدر کرتے ہوں تو کیا ایسا شخص پاکستان میں موجود ہے ؟ جی ہاں بلکل موجود ہے جسے میرے سمیت ہر محب وطن پاکستانی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس نے پاکستان کی خدمت کا بیڑہ اٹھایا تو وہ کرکے دکھا دیا جو آج تک کوئی نہ کرسکا اسے نہ تو تنخواہ کا لالچ تھا نہ مراعات کی خواہش اگر اس شخص کے اندر

کوئی جذبہ موجود تھا تو وہ پاکستان کو ناقابل تسخیر بنانے کا جذبہ تھا اور پھر ایک دن دنیا نے دیکھ لیا کہ پاکستان میں چاغی کے پہاڑ کس طرح خاموشی سے ریت میں تبدیل ہو گئے اور پاکستان نے دنیا کے نقشے پر ایک ایٹمی قوت بن کر دشمنوں کی انکھوں میں آنکھیں ڈال کر بتادیا کہ اب اگر کسی نے پاکستان کی طرف میلی انکھ سے بھی دیکھا تو اسکا حشر قیامت تک یاد رکھا جائے گا پاکستان کی خاطر بے شمار قربانیاں دینے والے اور ملک کو ایٹمی قوت بنانے والے ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے بڑھ کر قابل، محب وطن اور ہمدرد شخص اور کون ہو سکتا ہے کہ جسے قوم نے محسن پاکستان کا خطاب دے دیا اور جس کی ہیبت سے امریکہ جیسا سپر پاور بھی کانپ اٹھتا ہے مگر بدقسمتی سے سابق آمر اور ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے امریکہ کے اشارے پر محسن پاکستان کو ذہنی تشدد کا نشانہ بنا کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ پاکستان کا مخلص نہیں بلکہ امریکی مفادات کا حامی تھا اور انہی کے ایجنٹ کے طور پر پاکستان میں حکمران تھا جس نے نہ صرف لال مسجد میں آپریشن کرکے بے گناہ اور معصوم بچوں کو شہید کیا بلکہ نواب اکبر بگٹی کو بھی جان بوجھ کر شہید کروایا اور امریکہ کو ملک میں ڈرون حملوں کی ایسی اجازت دے دی کہ جس سے آج تک پیچھا نہیں چھڑوایا جا سکا اگر پرویز مشرف محب وطن ہوتا تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے کوئی ایسا کام لیتا کہ آج پاکستان بحرانوں کا شکار نہ ہوتا جبکہ پرویز مشرف کے بعد آنے والی پیلز پارٹی نے بھی محسن پاکستان کو وہ مقام نہیں دیا جس کے وہ حقدار تھے کیونکہ پاکستان اور بلخصوص

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن امریکہ کی نظر میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کسی کانٹے کی طرح چبھتے ہیں اس لیے ماضی کے حکمرانوں نے امریکہ کے ڈر سے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو کھڈے لائن لگائے رکھا اگر ہم تعصب کی عینک اتار کر زرا غور کریں کہ پاکستان کے ایٹمی وقت بننے سے قبل انڈیا ہم سے تین جنگیں کرچکا تھا اور اس نے اپنی مکاری سے پاکستان کو دولخت کرکے بنگلہ دیش بنوا دیا اگر ہم ایٹم بم نہ بناتے تو آج ہمارا پاکستان نہ جانے کس حالت میں ہوتا مگر ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اپنے مٹی کا فرض ادا کرتے ہوئے اسے اتنا طاقتور بنا دیا کہ دشمن حملے کا سوچ کر ہی کانپ اٹھے اور جب سے پاکستان ایٹمی وقت بنا اس وقت سے لیکر آج تک ہمارے دشمن جنگ سے ڈرتے ہیں اب دیکھنا یہ ہے پاکستان میں ترقی کے خواب دکھا کر جیتنے والے میاں نواز شریف محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو صدر پاکستان بناتے ہیں یا پھر وہ بھی امریکہ کے سامنے بھیگی بلی بن کر کسی ایسے شخص کا انتخاب کریں گے جو کٹھ پتلی ہو جسے اپنے منصب اور منصب داروں سے ہی پیار ہوگا اور رہی پاکستانیوں کی بات تو انکی کون سنتا ہے انکی تو وہ بھی نہیں سنتے جو انکے ووٹ لیکر کونسلر بن جاتے ہیں اور بعد میں وزیر اعظم بن کر ان سے کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔

اب کچھ صدارتی انتخاب کے حوالہ سے اپنے پڑھنے والوں کو بتا دوں کہ سابق پارلیمنٹ نے 18 ویں ترمیم کے ذریعے آئین کے آرٹیکل 41 میں شق 4 کا اضافہ

کیا جس کے تحت صدر مملکت کے عہدہ صدارت کی مدت ختم ہونے سے ایک ماہ قبل نئے صدر کا انتخاب ضروری قرار دے دیا گیا صدر مملکت آصف علی زرداری کی مدت صدارت 8 ستمبر کو ختم ہورہی ہے اسلئے الیکشن کمیشن نے آئینی تقاضے کے تحت صدارتی الیکشن 6 اگست کو کرانے کا شیڈول جاری کیا اگر انتخابات آئینی ٹائم فریم کے اندر ہوئے تو ملکی تاریخ میں پہلی بار ملک میں 32 روز تک بیک وقت دو صدور ہوں گے اور نومنتخب صدر کو عہدہ صدارت سنبھالنے کیلئے 32 روز تک صدر آصف علی زرداری کی مدت صدارت ختم ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا

بھیگی بلی

بھارت کے سابق ڈپٹی سیکرٹری وزارت داخلہ کا یہ اعتراف کہ " ممبئی اور بھارتی پارلیمنٹ پر حملے خود بھارتی حکومت نے کرائے تھے اور الزام پاکستان پر لگا دیا تھا "پاکستان کی وزارت خارجہ اور مسلم لیگ ن کی اس پر خاموشی حیران کن ہے۔ امریکہ کے دباؤ کی وجہ سے بھارت کے اتنے بڑے اعتراف کے باوجود حکومت کی طرف سے رد عمل کا ابھی تک کوئی اظہار نہیں کیا گیا۔ وزارت خارجہ کا صرف اتنا بیان آیا ہے کہ "وہ اس بارے میں بھارت سے رابطہ کر رہے ہیں اس کی طرف سے جواب آنے پر کسی رد عمل کا اظہار کریں گے" جو انتہائی قابل مذمت ہے۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستانی حکمران امریکہ کے آگے تو بھیگی بلی بنے ہی ہوئے تھے، اب وہ بھارت کے بھی نیچے لگ گئے ہیں اس صورتحال میں بھارت کے ساتھ بیک ڈور ڈپلو میسی کے ذریعے تعلقات بحال کرنے کے اعلانات نہ صرف شرمناک ہیں بلکہ قوم کو صدمے سے دوچار کرنے کے مترادف ہیں اس کے ساتھ ساتھ کشمیریوں پر ڈھائے جانے والے بدترین مظالم پر بھی پاکستانی حکومت خاموش ہے کہ کہیں بھارتی حکومت ناراض نہ ہو جائے، گذشتہ روز کشمیر میں بھارتی فوج نے جو ظلم کیا ہے اس سے بھارتی فوج کا بھیانک چہرہ ایک بار پھر دنیا کے سامنے بے نقاب ہو گیا ہے بھارت کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ طاقت و قوت کے بل بوتے پر

کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا حکمران یاد رکھیں کہ بانی پاکستان محمد علی جناح نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا اور شہ رگ کے بغیر جسم نامکمل ہوتا ہے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی دعوے دار بھارت کی افواج نے گذشتہ روز احتجاج کرنے والے معصوم کشمیریوں پر اندھا دھند فائرنگ کرکے نہتے مسلمانوں کو شہید کر دیا اور جمعہ کو پورے کشمیر میں کرفیو لگاتے ہوئے مساجد کو تالے لگا کر جمعۃ المبارک کی نماز پر پابندی عائد کرکے حریت قائدین کو جیلوں میں بند کر دیا تھا جبکہ بھارتی فوج مقبوضہ کشمیر میں کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی کرنے میں بھی مصروف ہے اور پاکستانی حکمران بھارت سے تعلقات بہتر بنانے کیلئے بیک چینل ڈپلومیسی کی باتیں کر رہے ہیں یہ صورتحال انتہائی افسوسناک ہے بنگلہ دیش کی حکومت کی ناانصافیوں پر بھی ہماری حکومت نہ جانے کیوں خاموش ہے پروفیسر غلام اعظم اور ان کے ساتھیوں کا پاکستان کو دولخت ہونے سے بچانے کیلئے کوشش کرنا آئینی اور قانونی طور پر درست تھا جو لوگ پاکستان کو توڑنے کی سازش کر رہے تھے آئینی طور پر انہیں مجرم ٹھہرایا جانا اور سزا دی جانی چاہیئے تھی اور جو لوگ پاکستان متحد رکھنے کیلئے قربانیاں دے رہے تھے انہیں تو سروں پر بٹھایا اور کندھوں پر اٹھایا جانا چاہیئے تھا مگر حکومت پاکستان نے انہیں تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہوا،ان کا کیس پاکستان کو لڑنا چاہیئے تھا جبکہ بھٹو اور مجیب الرحمٰن کے درمیان ایک معاہدہ

طے پاگیا تھا کہ کسی کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ نہیں چلایا جائے گا، جو کچھ ہوا اس کو بھول کر اب دونوں ممالک اپنے عوام کی خدمت کریں گے ۔گڑے مردے اکھاڑنے کا کوئی فائدہ نہیں لیکن حسینہ واجد اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو بچانے اور آئندہ انتخابات میں نظر آنے والی بدترین شکست سے بچنے کیلئے نام نہاد عدالتی ٹربیونلز کے ذریعے پروفیسر غلام اعظم اور ان کے ساتھیوں کو سزائیں سنا رہی ہے اور بدقسمتی سے بھٹو کے بعد آنے والی حکومتوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جس کی وجہ سے 43 سال بعد بھی پاکستان کی حمایت کرنے والوں کو بدترین ریاستی جبر کا سامنا ہے اب ہماری حکومت کو بھی بالغ نظری کا مظاہرہ کرنا چاہیے ہمیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور ہمیں اب کھل کر اپنے مقدمات دنیا کے سامنے رکھنے چاہیے ہر ایشو پر پاکستان کا موقف سامنے آنا چاہیے ہم نہ تو اب غلامی کی زندگی گذار رہے ہیں اور نہ ہی کسی محکوم قوم کی طرح ہیں اگر اس وقت ضرورت ہے تو صرف اس امر کی کہ ہم اب اپنی غلامانہ ذہنی سوچوں کو تبدیل کرکے آزاد، خود مختار اور ایک دلیر قوم کی حیثیت سے اپنی ایک الگ پہچان بنائیں۔۔

سانپوں کا تماشا

ملک میں لوٹ مار کا سلسلہ اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اب اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہا اور نہ ہی اب ان لٹیروں کو کسی کا ڈر باقی رہا ہے بسوں میں ہاضمہ کی پھکی بیچنے والوں، سانپوں کا تماشا دکھا کر مردانہ کمزوری کی ادویات بیچنے والوں سے لیکر ملک کے بڑے بڑے ٹھیکیداروں تک سب لوٹ مار اور دھوکہ فراڈ میں مصروف ہیں جس کا جہاں جگاڑ لگا ہوا ہے وہ وہی پر لوگوں کی کھال اتارنے میں مصروف ہے اور اجکل تو ویسے بھی رمضان المبارک کا مہینہ چل رہا ہے جس میں لوگ صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے عبادات میں میں بھی مشغول رہتے ہیں اس بابرکت مہینے میں بھی لوٹ مار کرنے والے باز نہیں آتے بلکہ لوگوں کو ملاوٹ والی اشیاء کھلا کر انہیں موت کے قریب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ بندوں کے حقوق چھوڑ کر صرف عبادات کی ادائیگی سے اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل نہیں کی جا سکتی ہمارے معاشرے میں اخلاقی انحطاط اس قدر بڑھ چکا ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی پر نہ صرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی بلکہ اس عمل کو گناہوں کے کسی شمار میں لیا ہی نہیں جاتا جو ہماری بہت بڑی بھول اور کوتاہی ہے علمائے کرام اور باشعور افراد معاشرہ کو چاہئیے کہ وہ لوگوں کی اخلاقی تربیت پر زیادہ زور دیں جو مسلم معاشرے کی اصل پہچان ہے ناجائز منافع خوری

اور ذاتی مفادات کی خاطر ماہ رمضان کے مقدس ایام میں ہمارے معاشرے میں اللہ تعالی کی مخلوق کا جو استحصال ہوتا ہے وہ بڑے گناہ ہیں لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ نماز روزے اور صدقہ خیرات وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں مگر حقوق العباد کو یکسر پس پشت ، ڈال دیا جاتا ہےاللہ تعالی نے اپنے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی یکساں زور دیا ہے بلکہ بعض معاملات میں بندوں کے حقوق کی ادائیگی عبادات سے بھی افضل قرار دی گئی ہے. اسلام کے نام پر بننے والے پاکستان میں اخلاقی پستی کی انتہاء ہے کہ لوگ اسی ماہ میں منافع کمانے کی خاطر اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں بے جا اضافہ کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے عام صارفین کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے ایک عام شہری بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ حکومت رمضان المبارک میں مہنگائی کو کنٹرول کرنے میں بُری طرح ناکام ہو گئی ہے یوٹیلٹی سٹورز اور سستے بازاروں میں ناقص اشیاء کی بھرمار ہے انتخابات میں عوام نے تبدیلی انقلاب اور نیا پاکستان کے نعروں سے متاثر ہو کر جن توقعات کا اظہار کیا تھا وہ اب ، تیزی سے مایوسیوں میں تبدیل ہو رہی ہیں نئی حکومت سے عوام نے بہت ساری توقعات وابستہ کی تھیں،اور وہ سمجھتے تھے کہ انہیں ریلیف ملے گی،اشیائے صرف کی قیمتوں میں کمی ہوگی، مہنگائی کا طوفان تھمے گا اور تنخواہوں میں اضافہ ہوگا،مگر نئی حکومت نے آتے ہی عوام کی ساری امیدوں اور توقعات پر پانی پھیر دیا مہنگائی کے باعث روزہ داروں کے لیے اشیاء ضروریہ

کی سکت خرید انتہائی مشکل ہو گئی ہے افطاری کے لوزامات عوام کی پہنچ سے دور ہو چکے ہیں حکومت کو اس حوالے سے سنجیدہ اقدمات کرنا ہوگے ۔اگر اسی طرح عوام دشمن اقدامات جاری رہے تو اس حکومت پر سے بھی عوام کا اعتماد اٹھ جائے گا جبکہ بجلی چوری میں ملوث افرد کی سزاء لوڈشیڈنگ اور مہنگی بجلی کی صورت میں غریب عوام کو دی جا رہی ہے جبکہ پاکستان میں اس وقت لوگوں کی قوت خرید نہ ہونے کے برابر ہے بلخصوص دیہات میں غریب لوگوں کا جینا مشکل ہو چکا ہے کئی کئی سالوں سے لوگوں نے اپنے کپڑے نہیں بنائے اور ایک ایک جوتی کے جوڑے میں عمر کا ایک حصہ گذارنے والوں کا پرسان حال کون ہے لوگوں میں روزگار کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے لوگوں نے لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا ہے عوام کی ضرورتوں کا خیال رکھنا حکومت کا کام ہے کہ لوگوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ انکے روزگار کا بھی بندوبست کرے اور سب سے بڑھ کر حکومت عوام کی اخلاقی تربیت کی مہم شروع کریں تاکہ معاشرے میں ظلم وزیادتی ، ناجائز منافع خوری اور دوسروں کی حق تلفی جیسی خرابیوں کو ختم کرنے میں مدد مل سکے اگر ایسا نہ ہوا تو پھر پاکستان کی حکومت سمیت ہر ادارہ اور فرد صرف سانپوں کا تماشا دکھا کر عوام کو لوٹنے میں مصروف ہے

پاکستان میں 15 ویں صدر کیلئے تین مضبوط امیدوار مدمقابل ہیں مسلم لیگ (ن) نے ممنون حسین، پیپلز پارٹی نے رضا ربانی جبکہ تحریک انصاف نے جسٹس (ر) وجیہہ الدین احمد کو صدارتی امیدوار نامزد کیا ہے لیکن ممنون حسین سب سے زیادہ مضبوط صدارتی امیدوار ہیں پاکستان میں اس سے پہلے 14 صدر گزر چکے ہیں سکندر مرزا پاکستان کی تاریخ کے پہلے صدر تھے جو 23مارچ 1956 سے 27اکتوبر 1958ء تک اس عہدہ پر فائز رہے، جنرل محمد ایوب خان 27 اکتوبر 1958ء سے 25مارچ 1969ء تک صدر رہے جبکہ جنرل محمد یحییٰ خان 25 مارچ 1969ء سے لے کر 20 دسمبر 1971ء تک اس عہدہ پر براجمان رہنے کے بعد رخصت ہوئے تو ذوالفقار علی بھٹو نے 20دسمبر 1971ء سے 14 اگست 1973ء تک صدارت کی نشست سنبھالی،ذوالفقار علی بھٹو کے وزیراعظم بننے کے بعد 14 اگست 1973 کو فضل الٰہی چوہدری نے عہدہ صدارت سنبھالا اور 16 ستمبر 1978ء تک وہ اس عہدے پر فائز رہے، 16 ستمبر 1978ء کو جنرل ضیاء الحق نے فضل الٰہی چوہدری کو فارغ کردیا اور خود صدر بن گئے ضیاء الحق 17اگست 1988ء کو جہاز حادثے میں جاں بحق ہوئے تو 17اگست 1988 کو غلام اسحاق خان نے عہدہ صدارت سنبھالا،غلام اسحاق خان 18 جولائی 1993ء تک مختلف حکومتوں کے ساتھ محاذ آرائی کرتے ہوئے صدر رہے، 18جولائی 1993ء سے 14 نومبر 1993ء

اور 2 دسمبر 1997 سے یکم جنوری 1998ء تک دو بار وسیم سجاد قائمقام صدر کے عہدے پر فرائض سرانجام دیتے رہے سردار فاروق احمد خان لغاری نے 14 نومبر 1993ء سے 2 دسمبر 1997ء تک صدارت کی سیٹ پر فرائض سرانجام دیئے۔ یکم جنوری 1998ء سے 20 جون 2001ء تک مسلم لیگ (ن) کے حمایت یافتہ جسٹس (ر) رفیق تارڑ نے عہدہ صدارت سنبھالا اسی دوران 12 اکتوبر 1999ء کو ملک میں جمہوری حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد 2001ء میں جنرل پرویز مشرف صدر بن گئے سابق صدر جنرل (ر) پرویز مشرف عہدہ صدارت پر 18 اگست 2008ء تک براجمان رہے 18 اگست 2008ء سے 9 ستمبر 2008ء تک محمد میاں سومرو کو قائمقام صدر کے فرائض سونپے گئے جس کے بعد صدارتی انتخابات میں 9 ستمبر 2008ء کو پیپلز پارٹی کے امیدوار آصف علی زرداری متفقہ طور پر پانچ سال کیلئے صدر مملکت منتخب کر لئے گئے صدر زرداری کی مدت عہدہ صدارت 8 ستمبر 2013ء کو ختم ہو رہی ہے اور 30 جولائی کو صدارتی انتخابات ہونا ہے -

مسلم لیگ (ن) کی طرف سے صدارت کے نامزد امیدوار ممنون حسین 95ء میں مسلم لیگ (ن) میں شامل ہوئے اور تیزی سے میاں محمد نواز شریف کا اعتماد حاصل کر لیا، انہیں 17 اگست 1999ء کو سابق صدر جنرل (ر) ضیاء الحق کی برسی کے موقع پر (ق) لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین کی رہائش گاہ پر گورنر سندھ بنانے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور سابق گورنر لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر کو ہٹا

کر انہیں گورنر سندھ بنایا تھا، ممنون حسین کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں اور گورنر بننے تک کراچی میں معروف جامع کلاتھ مارکیٹ میں اپنی دوکان چلاتے رہے ہیں یہ بزنس اب انکا بیٹا چلاتا ہے نامزد صدارتی امیدوار ممنون حسین (ن) لیگ سندھ کے صدر سید غوث علی شاہ، اعجاز شفیع مرحوم اور کیپٹن حلیم صدیقی کے زریعے مسلم لیگ ن میں شام ہوئے تھے اور پھر بعد میں انہیں مسلم لیگ (ن) سندھ کا فنانس سیکرٹری بنایا گیا تھا۔ 12 اکتوبر 1999 کو نواز شریف کو بند کیا گیا تو ممنون حسین نے اعجاز شفیع کے ہمراہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا اعجاز شفیع مرحوم کے لیٹرپیڈ پر جیل میں وزیراعظم میاں نواز شریف اور وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کیلئے کھانا بھجوایا جاتا تھا ممنون حسین نواز شریف کیلئے دہی بھلے اور گول گپے بھی بھجوایا کرتے تھے۔ جبکہ اس سے قبل وہ جب نواز شریف وزیراعظم تھے تو کراچی سے خاص طور پر ان کے لئے دہی بھلے اسلام آباد لایا کرتے تھے جبکہ ہمارے قریبی ذرائع کے مطابق ممنون حسین کو صدر کا امیدوار نامزد کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ ایم کیو ایم نے اردو بولنے والے ممنون حسین کو صدارتی امیدوار بنانے پر اپنی حمایت کا (ن) لیگ کی قیادت کو یقین دلایا تھا اور گزشتہ روز وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کی گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد سے ملاقات میں اس معاملے پر تفصیلی بات چیت ہوئی اور ایم کیو ایم کی قیادت نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ کراچی سے تعلق رکھنے والے ایک رہنما ممنون حسین کو (ن) لیگ نیا صدر

بنانا چاہتی ہے اور اب بہت جلد ایم کیو ایم سے باضابطہ ووٹ مانگنے کیلئے (ن) لیگ کا ایک رکن آئندہ چند روز میں 90 کراچی میں جا کر ڈاکٹر فاروق ستار اور دیگر رہنماؤں سے ملاقات بھی کرے گا۔

جس کی لاٹھی

ایک محاورہ بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ جس کی لاٹھی اسکی بھینس اب ان بھینسوں میں بھی کئی قسم کی بھینسیں ہیں ایک وہ جو بچے پیدا کرتی ہیں اور دودھ دیتی ہیں دوسری وہ جو کھیتوں میں ہل وغیرہ چلانے اور ریڑے وغیرہ کو کھینچنے کے کام آتی ہیں اور تیسری قسم کی وہ بھینسیں ہیں جو اوپر والے دونوں کام نہیں کرسکتی وہ پھر ہمارے قصائیوں کے کام آتی ہے جسے وہ ذبح کرکے اسکا گوشت حاصل کرنے کے بعد اسکی کھال جوتیاں بنانے والوں کو فروخت کردیتے ہیں ان بھینسوں میں سے پہلی اور آخری قسم کی فائدہ مند ہوتی ہیں جبکہ درمیان والی قسم کے لیے ہی لاٹھی والا محاورہ استعمال ہوا تھا کیونکہ جس کے ہاتھ میں ڈنڈہ ہوگا وہ اسکے ہانک کر جہاں مرضی لے جائے گا چاہے تو کسی کے ہرے بھرے کھیت.برباد کرڈالے چاہے تو سامان سمیت غائب ہوجائے بلکل ہماری پولیس کو بھی اجکل جرائم پیشہ افراد نے بھینس ہی بنایا ہوا ہے جس کے ہاتھ میں پیسے ،اختیارات یا اقتدار کا ڈنڈہ ہوتا ہے وہ اسے اپنی مرضی سے ہانک کرلے جاتا ہے جبکہ ہمارے سیاستدانبھی کسی سے کم نہیں وہ جب بھی عوام کو بیوقوف بنانا چاہتے ہےں تو صرف ایک ہی نعرہ لگاتے ہےں کہ ہم اقتدار میں آکر تھانہ کچہری کی سیاست ختم کردیں گے مگر.برسراقتدار آکر وہی تھانہ کے زریعے اپنی سیاسی دوکانداری

چمکاتے ہیں پھر انہی سیاستدانوں کی وجہ سے ہر محکمہ کرپٹ اور خراب ہوچکا ہے اچھے اور برے افراد ہر محکمہ میں موجود ہیں مگر عوامی شکایات پڑھ پڑھ کر اور ایک عام آدمی کے ساتھ پولیس کے انسانیت سوز رویے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اب اس محکمہ میں اچھے انسان کم رہ گئے ہیں اور خون خوار بھڑیے زیادہ ہیں جو اپنے ہی بھائیوں کا خون پیتے ہیں گذشتہ روز مختلف ٹیلی وژن پر چلنے والی ایک دل دہلا دینے والی سٹوری نے ہر محب وطن پاکستانی کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ ہمارے ٹیکسوں پر پلنے والے ان وحشی درندوں نے اپنی حوالات میں باپ بیٹے کو ایک دوسرے کے سامنے آخر کیوں ننگا کردیا خبر کے مطابق تھانہ صدر دیپالپور (اوکاڑہ) کی حوالات میں بند ایک شخص جمشید اور اسکے بیٹے زبیر کو مقدمہ کے مدعی و پولیس انسپکٹر مشتاق نے شناخت کرنے کے نام پر برہنہ کیا دونوں کو مرغا بنایا اور باپ بیٹے کو ایک دوسرے سے بدفعلی پر مجبور کیا۔

اگر دیکھا جائے تو ہماری پولیس ایسے ہی اتنی مشہور نہیں کہ یہ تو مردوں سے اقرار جرم کروالیتی ہے زندہ انسان تو انکے آگے کوئی چیز ہی نہیں ہے وہ تو جیسے ہی پولیس کے ہتھے چڑھتا ہے تو وہ پورے علاقہ میں ہونے والی وارداتوں کا اعتراف کرلیتا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ پولیس ملازمین کو صرف اپنے سے اوپر افسر کا ڈر ہوتا ہے اسکے علاوہ اسے کسی کی پرواہ نہیں ہوتی اور اکثر

اوپر والے ہی انہیں وحشیانہ تشدد کی اجازت دیتے ہیں جس کے بعد ملزم کے ساتھ وہ انسانیت سوز ظلم کیے جاتے ہیں کہ وہ ہر طرح کی وارداتیں تسلیم کرنے کو تیار ہو جاتا ہے اس وقت پنجاب پولیس میں بھرتی سے لیکر تعیناتی تک سب کچھ سفارش یا رشوت کے زور پر ہو رہا ہے ایک تھانہ میں ایس ایچ او تعینات ہونے کے لیے کسی بہت بڑی سفارش کی ضروت ہوتی ہے یا پھر تعینات ہونے والا ایس ایچ او مال کھلانا جانتا ہو اور کمانا بھی ایس ایچ او لگنا تو بہت بڑی بات ہے تھانوں میں محرر اور نائب محرر تعیناتی کی کروانا بھی کوئی معمولی کام نہیں اور جسکی جتنی بڑی سفارش ہوگی وہ اتنی ہی زیادہ لوٹ مار کرنے کا ماہر ہوگا یہی وجہ ہے کہ آجتک پاکستان میں جوا، چوری، ڈکیتی، منشیات فروشی، عصمت فروشی جیسے گھناؤنے کام ختم نہیں ہوسکے بلکہ ایسے مکروہ کاموں کے کرنے والوں اور انکی سرپرستی کرنے والوں کی تعداد میں آئے روز اضافہ ہی ہو رہا ہے کیونکہ پولیس کی اصل آمدن تو انہی سے ہو رہی ہے اگر بدقسمتی سے کوئی غریب اور مجبور شخص پولیس کے ہاتھ لگ گیا تو پھر اسکے ساتھ ایسے ایسے انسانیت سوز ظلم کیے جاتے ہیں کہ وہ بیچارہ آدھی درجن سے زائد وارداتیں اپنے کھاتہ میں ڈلوا کر باقی کی عمر جیل میں گذار لیتا ہے ہماری پولیس کے جوان پیسے کی خاطر ہر وہ کام کرجاتے ہیں جسے سوچ کر ہی ایک شریف شہری ندامت سے سر جھکا لیتا ہے ابھی پچھلے دنوں کراچی پولیس کا ایک اہلکار کسی گروہ کے ساتھ ملکر لڑکیوں کو اغوا کرکے آگے فروخت کرتا ہوا رنگے ہاتھوں پکڑا گیا اسی طرح کے سینکڑوں

واقعات سے پولیس کی تاریخ بھری پڑی ہے جبکہ افسران اپنے بنکر نما ٹھنڈے دفتروں سے باہر نہیں نکلتے ایک عام آدمی کی ان تک رسائی نہیں ہو پاتی شہری علاقوں کے پولیس اسٹیشن میڈیا کے ڈر سے کچھ نہ کچھ کام کر رہی رہے ہیں مگر ہمارے دیہاتی علاقوں کے تھانے کمائی کی مشینیں بنی ہوئی ہیں اور وہاں کے ملازم لوٹ مار میں مصروف ہیں ابھی حال ہی میں دیپالپور میں باپ بیٹے کے ساتھ رونما ہونے والا واقعہ بھی ایک دم نہیں ہوا بلکہ اس طرح کے مظالم کر کرکے ہماری پولیس کے جوانوں کے ڈر اترے ہوئے ہیں کیونکہ پولیس والوں کے پاس ایک جواز ہوتا ہے کہ ایسا کرلو ورنہ مقابلہ میں پار کردیں گے اور جان کسی پیاری نہیں ہوتی بس اسی کو بچانے کے لیے انسان حد سے گری ہوئی حرکتیں بھی کرگذرتا ہے ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پولیس ملازمین کے ضمیر مرچکے ہیں اور یہ اپنے مردہ جسموں کو لیے گھوم رہے ہیں کبھی کسی تھانہ میں تو کبھی کسی لائن میں اور جب کبھی انہیں کسی غریب کا کاندھا مل جائے تو پھر بڑی.بڑی توندوں والے اپنا پورا وزن اس پر ڈال دیتے۔

کولھو کے بیل

اقتدار کے لالچ میں پاکستانیوں کو ملک کے وسیع تر مفاد میں یونہی بیوقوف بنایا جاتا رہے گا جس طرح شروع سے لیکر اب تک بنا جارہا ہے کل کے بھائی آج کے مخالف بن چکے ہیں اور جو کل ایک دوسرے سے دست وگریبان تھے انہوں نے ملک کے وسیع تر مفاد میں ایک دوسرے کو گلے لگا کر ثابت کردیا ہے کہ پاکستانیوں کی قسمت کے فیصلے کہیں اور ہی ہوتے ہیں ابھی کل ہی کی بات ہے کہ آصف علی زرداری اور میاں نواز شریف ایک دوسرے کو بڑا بھائی بول رہے تھے اور یہ بھی ابھی اتنی پرانی بات نہیں ہوئی جب متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیوایم)اور مسلم لیگ (ن) کے لیڈر آپس میں دست وگریبان تھے ایک دوسرے کے گھروں تک کو تنقید کانشانہ بنایا جاتا رہا مگر جب بات مفادات کی ہو تو اس وقت سب گلے شکوے گلے لگا کر ختم کردیے جاتے ہیں اگر پاکستان میں اسی طرح کی سیاست بازی ہونی ہے تو پھر ملک کے حالات سدھرتے ہوئے نظر نہیں آتے کیونکہ جن حکمرانوں کے قول فعل میں تضاد ہو جو اپنی کہی ہوئی بات پر قائم نہ رہ سکیں اور تو اور ایک دوسروں پر ذاتی حملے کرنے والے وقت پڑنے پر ایک دوسرے کو بھائی بنالیں تو بیچاری غریب اور پسماندہ قوم کی اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ مستقبل کے سنہری خواب دکھانے والوں نے اپنا مستقبل سنہری بنا لیا اور جن سے ووٹ لیے تھے ان کو ایک بار پھر

انہی کے حال پر چھوڑ دیا گیا اس کے ساتھ ساتھ اب ملک کا کوئی بھی ادارہ ایسا نہیں جو متنازعہ نہ ہو ابھی تو اس حکومت کو بنے ہوئے صرف چند مہینے ہوئی ہوئے ہیں اور چاروں طرف سے ایک شور بلند ہے جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا اگر یہ صورتحال اسی طرح رہی تو شائد ہی یہ حکومت اپنی مدت پوری کرسکے اور یہ اس ملک کی بدقسمتی ہوگی کیونکہ ملک میں وقت سے پہلے اور بار بار کے ہونے والے الیکشن بھی انتہائی خطرناک ہوتے ہیں جس سے نہ صرف سیاستدان اور سیاسی جماعتیں بدنام ہوتی ہیں بلکہ ملک کا کثیر سرمایہ بھی خرچ ہوتا ہے اگر ہم نے پاکستان کو ترقی کی منزل پر پہنچانا ہے تو سب سے پہلے ہمیں اپنے سیاسی مفادات سے بالاتر ہو کر اس کی سمت کا تعین کرنا ہوگا کہ ملک کی ترقی کا یہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں میں اپنا شمار کرواسکیں جس وقت ہم اپنی سمت کا تعین کرلیں تو اسکے بعد اسکا سفر شروع ہوتا ہے مثال کے طور پر ایک مسافر نے ٹرین پر سفر کرنا ہے اور اسکی منزل اسلام آباد سے کراچی ہے اگر تو ٹرین اپنے ٹریک پر چلتی رہے بے شک راستے میں اسکا انجن بھی فیل ہوجائے ،آندھی آجائے ،طوفان آجائے ،سیلاب آجائے یا اسکے راستے میں کوئی بھی کتا بلا آجائے وہ اسے روندتی ہوئی بلاآخر مسافروں کو لیکر اپنی منزل مقصود تک پہنچ ہی جائے گی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے مقررہ وقت سے دو گھنٹے یا دو دن تاخیر سے پہنچے مگر پہنچ لازمی جائے گی اگر اس ٹرین کو ہم ٹریک سے ہی اتار دیں اور لوہے کی پٹری کی بجائے اسے ہم بہت ہی اعلی قسم

کی بنائے ہوئی سڑک پر لے جائیں اور پھر اپنی پوری توانائیاں اس ٹرین کو کراچی پہنچانے پر لگا دیں تو وہ کیسے اپنی منزل مقصود تک پہنچے گی بے شک پوار پاکستان ملکر اس ٹرین کو دھکا لگائے یہی حال ہمارے ساتھ ہمارے دشمنوں نے کر رکھا ہے انہوں نے آج تک ہماری سمت ہی طے نہیں ہونے دی کہ ہم نے جانا کہاں ہے اور یہ بھی ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے ہمیں منزل تک پہنچانا ہے ہم اپنے بھاری بھرکم لیڈروں کو اپنا ہیرو مان کر انکے پیچھے انکھیں بند کرکے چلتے رہتے ہیں اور جب عمر گذر جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ہم تو کولھو کے بیل کی طرح اپنی آنکھوں پر پٹی باندے اپنے ہی ارد گرد گھوم رہے تھے اور جنھوں نے ہمیں گھمایا وہ اپنی منزل تک پہنچ گئے انکے بچوں نے ملک سے باہر جائیدادیں بنا لی جبکہ پاکستان اور پاکستانی عوام اسی طرح آج بھی زندگی گذار رہے ہیں جیسے پاکستان کے ابتدائی دن تھے یاد رکھیں اگر ہم نے اب بھی اپنی منزل تک پہنچنا ہے توضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنی سمت کا تعین کرلیں پھر اسکے بعد بیشک ٹھیلے پر ہی بیٹھ جائیں اور اسکے دھکا لگاتے جائیں ایک دن آئے گا کہ ہم اپنی منزل پالیں گے ایسی منزل جہاں ہر طرف سکون ،راحت اور خوشحالی ہوگی جہاں ہمیں نہ حکمرانوں کے خالی نعروں سے کوئی غرض ہوگی اور نہ ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے گھنٹوں لمبی لائن میں انتظار کرنا پڑے گا ہمیں اب انتظار ہے تو صرف ایسے حکمرانوں کو جو ملک کے وسیع تر مفاد میں عوام کا گلا نہ کاٹیں بلکہ ٹرین کے نیچے چلنے والے پہیے کی وہ سپورٹ بنیں

جو اتنی بھاری بھرکم ٹرین کو پٹڑی سے اترنے نہیں دیتی۔

گورنر ہاؤس اور میہ کدہ

چوہدری سرور کو پنجاب کا نیا گورنر بنانے کے لیے وزیر اعظم میاں نواز شریف نے سمری صدر مملکت کو بھجوادی ہو سکتا ہے کہ جب یہ کالم آپ پڑھ رہے ہوں اس وقت تک وہ حلف اٹھا چکے ہوں یا اٹھانے کی تیاریوں میں مصروف ہوں چوہدری صاحب کے نام کے پاکستان میں پہلے ہی بہت چرچے ہیں اور انکی پاکستان اور پاکستانی عوام کے حوالہ سے جو خدمات ہیں وہ بھی ناقابل فراموش ہیں مگر جب سے انکا نام بطور گورنر پنجاب کے حوالہ سے زیر گرش تھا اسی دن سے انکے شوق اور انکے کاروبار کے بارے میں بھی بہت سی باتیں زیر گردش تھی اور ان سب باتوں کے بعد ہمیں پچھلے تمام وہ گورنر بھی یاد آگئے جنھوں نے اس گورنر ہاؤس کی حسین شاموں کو اور بھی دلفریب بنانے کے لیے یہاں خوبصورت محفلوں کا نعقاد بھی کیا اور یہاں پر ایسے ایسے زاہد لوگوں کو بھی ان محفلوں کا حصہ بنتے دیکھا کہ مجھے عزیز میاں کی وہ قوالی یاد آگئی جسے سن کر اکثر لوگوں پر.بڑی وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اب جبکہ چوہدری سرور پنجاب کے نئے گورنر بننے جارہے ہیں انکی زندہ دلی اور عوام سے محبت کے چرچے تو ہم بھی بہت سن چکے ہیں مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ بھی سابق گورنر صاحبان کی طرح جن میں سے دو کے قصے تو بہت مشہور ہوئے تھے ایک جناب غلام مصطفیٰ کھر صاحب اور دوسرے جناب سردار

ذوالفقار کھوسہ صاحب جن کی محفل سے کوئی بھی دوست خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا کیا اب پھر وہ شامیں وہی دن دوبارہ لوٹیں گے یا چوہدری صاحب کام کو کام سمجھ کر اسی جذبہ سے عوام کی خدمت کریں گے جس جذبہ سے وہ برطانیہ میں رہ کر کرتے رہے ہیں اور جہاں تک ہمارے تجربات ہمیں بتاتے ہیں کہ بطور پاکستانی شہری ہم آج تک ایک قوم نہیں بن سکے ہم اپنوں سے زیادہ غیروں کے وفادار ہیں پاکستان میں رہتے ہوئے ہم جس شاخ پہ بیٹھے ہوتے ہیں اسی کو کاٹنا شروع کردیتے ہیں اور جس برتن میں پیتے ہیں اسی میں چھید کرکے ہمیں خوشی محسوس ہوتی ہے ایک دوسرے کو دیکھنا برداشت نہیں کرتے تھانہ کچہریوں میں جھوٹے مقدمات کی بھرمار ہے ہماریں جیلیں جرائم کی یونیورسٹیاں بن چکی ہیں ہمارے سرکاری ادارے عوام کی عزت نفس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجروع کرتے ہیں اپنے اپنے گھروں کا کوڑا ہمسایوں کے دروازوں پر رکھ کر خوش ہو جاتے ہیں ہسپتالوں میں غریب، بے بس اور مجبوروں کو لمبی لمبی لائینوں میں لگا کر ہم اپنے دل کی تسکین کرتے ہیں دوران آپریشن مریضوں کے اعضاء چوری کرکے انہیں بھاری قیمت پر آگے فروخت کرنا ہمارا مشغلہ بن چکا ہے ہمیں سے ووٹ مانگ کر جب اقتدار کے ایوانوں تک پہنچتے ہیں تو پھر ہمیں سے خطرہ محسوس کرکے ہماری نظروں سے دور ہوجاتے ہیں باپ کے بعد بیٹا پاکستانیوں کی خدمت کے لیے مفت میں مل جاتا ہے اپنے ملک کو غیر اور غیر کے ملک کو اپنا سمجھنے والے بڑی بے دردی سے عوام کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے ہیں یہی لوگ جب تک پاکستان میں ہوتے ہیں جی

بھر کر گند ڈالتے ہیں جب باہر چلے جاتے ہیں ایسے مہذب شہری بن جاتے ہیں کہ جیسے انہوں نے آج تک گھر سے باہر قدم ہی نہیں نکالا اور قانون کے اتنے پابند کہ جس ملک میں ہوتے ہیں وہاں کے شہری ان سے سبق حاصل کرتے ہیں بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں پر جا پہنچی میں ذکر کر رہا تھا نئے گورنر پنجاب کا اور مجھے امید ہے کہ نئے گورنر پنجاب بھی اس عظیم اشان بلڈنگ کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے اپنے دوستوں کی تواضح جاری رکھیں گے پاکستان کے بڑے نامور قوال عزیز میاں تو اس وقت دنیاں میں نہیں مگر انکے بیٹے اور میرے عزیز دوست جناب جنید عزیز میاں کی اجازت سے عزیز میں کی قوالی اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لکھ رہا ہوں۔۔

بڑی حسین ہے زلفوں کی شام پی لیجیئے اور ہمارے ہاتھ سے دو چار جام پی لیجیئے،اور پلائے جب کوئی معشوق اپنے ہاتھوں سے شراب پھر نہیں رہتی حرام پی لیجیئے، شوق مجھ کو پینے کا زیادہ نہ تھا ترک توبہ کا کوئی ارادہ نہ تھا،ارے مجھ پہ تہمت نہ رکھ میں شرابی نہیں وہ نظر سے پلائے تو میں کیا کروں،ارے میں میں شرابی فصل گل ہے شراب پی لیجیئے شرم کیسی جناب پی لیجیئے اور جو پیئے چھپ کے وہ منافق ہے بے تکلف شراب پی لیجیئے،آگے چل کر حساب ہونا ہے اس لیے بے حساب پی لیجیئے، ارے جنت جو ملے لا کر مے خانے میں رکھ دینا اور کوثر کو میرے چھوٹے سے پیمانے میں رکھ دینا، ارے میت نہ میری جا

کر ویرانے میں رکھ دینا بلکہ پیمانوں میں دفنا کر مہہ خانوں میں رکھ دینا،ایک کام اور
کریں ساقی در مہہ خانہ ابھی بند نہ کرنا شائد مجھے جنت کی ہوا راس نہ آئے ،ارے
میں، میں شرابی تاج و تخت و حکومت نہیں مانگتا ارے دین و دنیا کی ثروت نہیں مانگتا
میرے ساقی میرا ایک کام کر مہہ خانہ میرے نام کر، کل رات مہہ کدے میں عجب
حادثہ ہوا زاہد شراب پی گیا میرے حساب میں ۔

قصہ چالیس چوروں کا

ملک میں نہ بجلی ہے نہ گیس ہے نہ روزگار ہے اور نہ ہی کاروبار ہے اب تو لوگ وقت گذاری کے لیے سیاست جیسے کاروبار سے منسلک ہو گئے ہیں کہ جس میں کوئی لمبی چوڑی انوسٹمنٹ بھی نہیں کرنا پڑتی اور نہ ہی کوئی خاص وقت دینا پڑتا ہے اور اگر خوش قسمتی سے کوئی خاتون سیاست کے میدان میں قدم رکھ دے تو سیاسی لوگ اسے خود ہی پرموٹ کرتے رہتے ہیں اور اگر کوئی خوبصورت سی خاتون سیاست کے خارزار میں آ پھنسے تو پھر بہت زیادہ کامیابیاں اسکے قدموں کے نیچے نچھاور ہونے لگ جاتی ہیں ہماری موجودہ اسمبلی میں بھی آپ کو بہت سے ایسی چہرے دیکھنے کو مل جائیں گے جو اپنی تھوڑی بہت قربانیوں کے عوض ڈھیروں مراعات حاصل کر رہی ہیں مگر اس وقت اصل مسئلہ یہ نہیں کہ ہم ان اسمبلیوں میں آنے والیوں کو ہدف تنقید بنائیں بلکہ ان لوگوں کے لیے سوچنا ہے جن کو اس ترقی یافتہ دور میں زندگی گذارنے کے لیے کوئی سہولت نہیں مل رہی جبکہ پچھلے سال عوام کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنے والے خادم اعلی بھی اب نظر نہیں آتے یہ وہی خادم اعلی ہیں جنھوں نے پچھلی حکمران جماعت کے اعلی عہدے داروں کو علی بابا اور چالیس چوروں کا خطاب دیا تھااور اپنے ایک جلسہ میں میاں شہباز شریف نے ان چوروں کو الٹا لٹکانے کی بات کی تھی اب وہ موقعہ آ چکا ہے اور عوام بھی اس بات کی منتظر ہے کہ کب

میاں شہباز شریف ان چوروں کو الٹا لٹکائیں گے اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو موجودہ حکومت کے کارنامے ان چالیس چوروں سے بھی آگے نکل گئے ہیں جبکہ ملک میں مہنگائی ، بے روزگاری ، غربت اور جہالت پہلے سے بھی بڑھ چکی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ جس طرح پچھلی گرمیوں میں پنجاب کے خادم اعلی نے بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے خلاف مینار پاکستان میں بطور احتجاج کیمپ لگایا تھا تو کیا اس بار بھی میاں شہباز شریف عوامی جذبات کا خیال رکھتے ہوئے اور عوام کو ان مشکلات سے نجات دلانے کے لیے مینار پاکستان میں کوئی کیمپ لگائیں گے جہاں پر غریب عوام آکر سکون محسوس کرے کہ ہم اکیلے نہیں ہیں بلکہ پنجاب کے وزیر اعلی میاں شہباز شریف بھی ہمارے ساتھ گرمی برداشت کر رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے پڑھنے والوں کو بتاتا چلوں کہ حکمران جماعتیں بلدیاتی انتخابات سے خوفزدہ ہیں سستے رمضان بازاروں کا ڈھونگ رچا کر غریب عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جا رہا ہے۔ حکمرانوں کی بدعنوانی، بدانتظامی اور بدنامی نے ملک تباہ کر دیا ہے عالمی برادری مصر میں جمہوریت کی بحالی کے لیے مصری فوج پر دباؤ ڈالے حکمران عوام کو دہشت گردی اور انتہاپسندی سے نجات دلائیں۔

دہشت گردی، شدت پسندی اور فرقہ واریت کا زہر معاشرے کی رگوں میں اتر چکا ہے گوادر اور ہنگو میں سکیورٹی اہلکاروں کو شہید کرنے والوں نے پاکستان کے دشمنوں کو خوش کیا ہے پہلے کرپشن چھپ چھپا کر کی جاتی تھی اب کھلے عام سودی بازی ہو رہی ہے

-

میں اپنے پڑھنے والوں کو بتاتا چلوں کہ مصر میں جمہوریت کی جنگ لڑنے والوں پر گولیاں چلانا تاریخ کی سب سے بڑی دہشتگردی ہے امت مسلمہ نے متحد ہو کر مصری عوام کا ساتھ نہ دیا تو یہ بھی ظلم ہوگا امریکہ مصر میں مظالم کرنے والی فوج کو حوصلہ دینے کی بجائے ان کا ہاتھ روک کر جمہوریت پسندی کا ثبوت دے حکومت پاکستان کو بھی صرف زبانی نہیں عملی طور پر مصری عوام کا ساتھ دینا ہوگا جبکہ اقوام متحدہ خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنے کی بجائے مصری عوام پر ہونیوالے مظالم کا نوٹس لے امت مسلمہ کی ہمیشہ سے یہ بدقسمتی رہی ہے کہ کوئی بھی ملک دوسرے ملک پر ہونیوالے ظلم زیادتی پر اُس کا ساتھ دینے کی بجائے خاموش ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ایک ایک کرکے مسلم ممالک پر آفتیں آ رہی ہیں مصری افواج جس طرح جمہوریت کی بات کرنے والوں پر گولیاں چلا کر انہیں شہید کر رہی ہے وہ تاریخ کی سب سے بڑی دہشتگردی ہے جس کے خلاف امت مسلمہ کو اٹھ کھڑا ہونا ہوگا ورنہ ایسے حالات کسی اور ملک کو بھی برداشت کرنا پڑ سکتے ہیں۔

عوام کا استحصال

ہمارے حکمران ہمیشہ اس وقت سوچتے ہیں جب مصیبت ان کے سر تک پہنچ جائے پھر یہ سب سیانے سر جوڑ کوئی نہ کوئی تدبیر نکال ہی لاتے ہیں مگر مصیبت آنے سے پہلے ہم کبوتر کی طرح بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کرلیتے ہیں ہر سال پاکستان میں بارشوں کے موسم میں سیلاب آتے ہیں مگر ہم نے آج تک اس صورتحال سے نکلنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کی اور جب سیلاب آجاتا ہے عوام ڈوبنا شروع ہو جاتی ہے تو پھر ہمارے حکمران کچھ کرنے کا سوچتے ہیں اور تب تک بہت تاخیر ہو چکی ہوتی ہے غریب انسان جو پہلے اپنی غربت، تنگدستی اور بیماریوں کے ہاتھوں ستایا ہوا ہے جب سیلاب جیسی نئی صورتحال سے نبرد آزما ہوتا ہے تو اسکے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو جاتے ہیں

پاکستان میں اس وقت لوگوں کی پریشانی حد سے بڑھ چکی ہے اگر ایک طرف روزگار کی پریشانی ہے تو دوسری طرف بیماریوں کے ہاتھوں ستائے ہوئے عوام بے بسی سے موت کے منہ میں جارہے ہیں گذشتہ روز ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے سیکریٹری اطلاعات ڈاکٹر سلمان کاظمی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ محکمہ صحت کی نااہلی، حکومت کی ہٹ دھرمی اور چاپلوس میڈیکل سپرنٹنڈنٹس کی وجہ سے ملک کا ہر 10 واں شہری ہیپاٹائٹس کا شکار ہو چکا ہے پرائیوٹ میڈیکل کالجز نے عوام کے ساتھ ساتھ مریضوں کا بھی خون چوسنا شروع کر رکھا ہے جبکہ حکمرانوں

کی ناانصافیوں کی بدولت سینئر ڈاکٹر ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں ملک میں صحت کی ابتر صورتحال اور محکمہ صحت کی عدم دلچسپی کے باعث 13 ہزار شہریوں کے لیے ایک ڈاکٹر کی سہولت موجود ہے ڈاکٹروں کی اتنی کم تعداد ہونے کے باوجود پنجاب کے سرکاری ہسپتالوں میں 50 فیصد ڈاکٹروں کی سیٹیں خالی پڑی ہوئی ہیں اور جو ڈاکٹرز ان ہسپتالوں میں کام کر رہے ہیں وہ بھی اپنے مستقبل سے مایوس ہیں کیونکہ انہیں کسی قسم کا تحفظ نہیں خاص کر خواتین ڈاکٹرز اور سٹاف نرسز کے ساتھ بعض اوقات انتہائی توہین آمیز رویہ دیکھنے کو ملتا ہے اس کے ساتھ ساتھ سرکاری ہسپتالوں میں کھانے پینے کی اشیاء کی شدید قلت ہے جہاں پر مریضوں کو ادویات نہیں دی جاتی وہیں پر ڈاکٹروں کو بھی کسی قسم کے کھانے کی سہولت میسر نہیں جبکہ ہسپتالوں میں چلنے والی کینٹین انتہائی مضر صحت کھانے کھلا کر مریضوں کی تعداد میں اضافے کر رہی ہیں جسے آجتک کسی نے چیک ہی نہیں کیا جبکہ محکمہ صحت کے حوالے سے سارا نظام ہی تبدیل ہونے والا ہے پرائیوٹ اور PMDC میڈیکل کالجز نے لوٹ مار کا ایک اپنا ہی الگ سے نظام قائم کر رکھا ہے ہیلتھ یونیورسٹی والے شائد سو رہے ہیں سرکاری ہسپتالوں میں صفائی کا نظام انتہائی خراب ہونے کے باعث اور غیر معیاری ادویات کی وجہ سے سرکاری ہسپتال دارالصحت کی بجائے دارالامراض بنے ہوئے ہیں جبکہ ان ہسپتالوں کے ایم ایس صاحبان صرف اپنے اعلی افسران کی چاپلوسی کرنے میں مصروف ہیں سیاستدانوں اور اپنے اعلی افسران کو انکے گھروں میں علاج معالجہ کی سہولتیں فراہم کی

جارہی ہے جبکہ غریب مریض ہسپتال پہنچ کر بھی ادویات کے لیے خوار ہو رہے ہیں ڈاکٹر سلمان کاظمی کا کہنا تھا کہ حکومت تمام سرکاری ہسپتالوں میں میرٹ پر ایماندار سینئر ڈاکٹرز کو ایم ایس تعینات کرے جبکہ سکولوں میں بھی ڈاکٹرز کی تعیناتی کی جائے جو بچوں کی بیماریوں اور انکے حفاظتی ٹیکوں کے بارے میں انکا ریکارڈ مرتب رکھیں تمام سرکاری ہسپتالوں کا نظام کمپیوٹر رائزڈ کرکے آن لائن کیا جائے 4 سو ڈاکٹر جو اس وقت بغیر تنخواہ کے کام کررہے ہیں انہیں مستقل کرکے انکی تنخواہیں دی جائیں جبکہ ایک میڈیکل آفیسر کی تنخواہ کم از کم 90ہزار تک بڑھانے کے ساتھ ساتھ پروفیسر ڈاکٹرز کی تنخواہیں بھی کم از کم چار لاکھ روپے تک کی جائیں ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کو سیکیورٹی فراہم کی جائے اور ڈاکٹرز میس بھی بنایا جائے اگر اس پر عمل نہ کیا گیا تو سنیئر ڈاکٹرز پہلے ہی ملک چھوڑ کر جارہے ہیں جونیئر ڈاکٹرز بھی بددل ہوجائیں گے ینگ ڈاکٹر ایسوسی ایشن کے تحفظات اپنی جگہ مگر یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ اس ملک میں جہاں غربت انسانوں کی ہڈیوں میں رچ بس چکی ہو دکھاوے کو سب اچھا نظر آرہا ہو سرکاری ادارے عوام کا استحصال کرنے میں مصروف ہوں جہاں حکومت مصیبت آنے کے بعد سوچنا شروع کرتی ہو وہاں پر مسائل ہی مسائل پیدا ہوتے رہیں گے جب تک کہ ہم اچھے لیڈروں کو انتخاب نہیں کریں گے ۔

توہینِ عوام

اخبارات کے صفحہ پر ایک چھوٹی سی خبر کہ اٹلی کی عدالت نے ٹیکس چوری کے جرم میں سابق اطالوی وزیراعظم سلویو.برلسکونی کی سزا.برقرار رکھنے کا حکم دے دیا انہیں ٹیکس چوری کے مقدمے میں 5 سال کی قید سنائی گئی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن معاشروں نے دنیا میں ترقی کی ہے اور اپنا ایک الگ مقام بنایا ہے انہوں نے جزا وسزا کے قانون پر ایمانداری سے عمل کیا جبکہ ہم کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جس کی وجہ سے کئی نہ کوئی فائدہ نہ اٹھایا جائے عیدالفطر قریب آتے ہی بازاروں میں مہنگائی کا طوفان،گارمنٹس ملبوسات سمیت عید کی خریداری میں شامل ہر شے کی قیمت آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ رمضان المبارک کے مقدس ماہ کے اختتام اور عیدالفطر کے آمد کے ساتھ ہی روزوں میں ہر شے کی گرانی کا شکار ہونے والے غریب لوگوں کی دسترس سے عید کی خوشیاں بھی دور ہونے لگیں، شہر کے مختلف مارکیٹوں میں گارمنٹس اور دیگر ملبوسات کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ جیولری، کاسمیٹکس اور دیگر ضروریات کی چیزوں کی قیمتیں غریب عوام کی دسترس سے باہر ہوگئی ہے کسی بھی ملک میں رہنے والے شہریوں کو ان کے تیواروں اور دیگر اہم دنوں کے موقع پر ریلیف مل جاتی ہے لیکن بدقسمتی سے یہاں ایسا رواج نہ ہونے سے عوام کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے اور عوام اس طرح کے اہم تیواروں کو منانے میں قاصر ہوئے ہیں عیدالفطر کے قریب آتے ہی مہنگائی کا جن بھی

بوتل سے باہر نکل آیا ہے اور عوام کے گلے دبا رہا ہے لیکن اس جن کو کنٹرول کرنے والے حکومتی افسران بے بس اور ناکام نظر آتے ہیں اگر ہم اس بات پر غور کریں تو صاف پتہ چل جاتا ہے کہ نئی حکومت کے پہلے دو مہینوں میں لوڈشیڈنگ، مہنگائی اور دہشت گردی کم ہونے کی بجائے بڑھ گئی ہے یہ تو وہ مسائل ہیں جن کا ہم ہر روز رونا روتے ہیں مگر اب سیلاب نے بھی تباہی پھیلا رکھی اور اس پر بھی ہماری نااہلی پر زرا غور کریں کہ سیلابی پانی جمع کرکے توانائی بحران کے خاتمے کے لیے استعمال ہو سکتا ہے ڈیم بنائے ہوتے تو نہ سیلاب آتے اور نہ توانائی کا بحران پیدا ہوتا ملک بھر میں بارشوں سے ہونے والی تباہی سے متاثر ہونے والے بے گناہ افراد کو ابھی تک حکومتی سطح پر کوئی امداد فراہم نہیں کی گئی اگر بارش سے قبل بارشوں کے پانی کی نکاسی کے انتظامات کر لئے جاتے تو نہ تباہی ہوتی اور نہ ہی جانوں کا ضیاع ہوتا مگر افسوس حکومت، بلدیاتی ادارے صرف زبانی جمع خرچ سے کام لے رہے ہیں ایسے لگتا ہے کہ حکمرانوں کو جھوٹے دعوؤں کی عادت پڑ گئی ہے اور یہی موجودہ حکمران جب اپوزیشن میں تھے تو مہنگائی، بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ پر احتجاج کر کرکے اپنے گلے خشک کر لیتے تھے اور مختلف ٹی کے پروگرامز میں ایسے ایسے جملے سننے کو ملتے تھے کہ جیسے ان کی حکومت آ گئی تو پھر ملک میں ہر طرف سکون ہی سکون ہوگا نہ بجلی بند ہو گی نہ سی این جی کے لیے لمبی قطاروں میں لگنا پڑے گا اور نہ ہی آئے روز اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو گا مگر جیسے ہی حالات نے پلٹا کھایا تو تو اب ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ اسی انتظار میں تھے کہ کب انہیں حکومت ملتی ہے اور کب یہ اپنا بدلہ عوام سے لیں اب ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبی

ہوئی عوام کی عید کیا خاک ہو گی پچھلی عید پر حالات اتنے خراب نہیں تھے مگر بھر بھی مختلف مقامات پر گربت کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے لوگوں نے اپنے بچوں کی معصوم خواہشوں کو پورا نہ کرنے کے سبب خود کشی کرلی تھی اور اب کے بار لوگوں کے غربت کے ہاتھوں جو حالات ہوچکے ہیں ان کو دیکھ کر بے ساختہ یہی دعا نکلتی ہے کہ اے اللہ اس بار آنے والی عید کو خیریت سے گذار دینا کسی پیار کرنے والے کو حالات کے دکھ سے اپنی زندگی کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچالینا حکمرانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ عوام کا استحصال نہ ہونے دیں ایماندار افسروں کو مناسب جگہوں پر تعینات کریں تاکہ ایک غریب انسان بھی مہنگائی کے ڈر سے عید کی خوشیوں سے محروم نہ رہ سکے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ توہینِ عدالت کا نوٹس لینے والے کبھی توہینِ عوام کا بھی نوٹس لیں عوام ذلت اور اذیت سے دوچار ہیں۔

پیاروں کے بغیر عید

عید آ چکی ہے ہم میں سے بہت سے خاندان ایسے بھی ہیں جن کے قریبی عزیز اسلام اور ملک کی سربلندی کے جام شہادت نوش فرما چکے ہیں اور ایسے بھی موجود ہیں جن کے خون کے رشتے کسی نہ کسی دہشت گردی کا شکار ہوئے جن کو بھلانا ناممکن ہے جب کے بغیر ہر خوشی ادھوری لگتی ہے اور اکثر گھروں میں غربت کے باعث عید کی خوشیاں خواتین سے بھی کوسوں دور ہیں جنہوں نے رمضان المبارک کے مہینہ میں خاص طور پر سحری اور افطاری کا انتظام کیا مگر سب سے پہلے خیبر پختونخواہ میں پیش آنے والے وقعہ پر تھوڑا سا عرض کردوں اسکے بعد اصل موضوع کی طرف آتا ہوں ڈیرہ اسماعیل خان جیل واقعے کے دوران دہشتگردوں کے خلاف فوری کاروائی کیوں نہیں کی گئی جیل کے عملے نے گولی کیوں نہیں چلائی اگر تربیت کی کمی ہے تو جیل عملے کو تربیت کی تمام سہولتیں صوبائی حکومت فراہم کرے فرنٹئیر کانسٹیبلری کو چوکیداری کی بجائے ان کا اصل کام انکے حوالے کیا جائے جو قبائلی علاقے اور صوبے کی سرحد پر سکیورٹی فراہم کرنے کے علاوہ پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ مل کر امن وامان قائم کرنا ہے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے درمیان باہمی رابطے اور مشترکہ حکمت عملی انتہائی ضروری ہے قانون نافذ کرنے والے تمام اداروں کو ایک ٹیم کی طرح کام

کرنا ہوگا امن کے بغیر ترقی محال ہے۔

اب اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ دین اور ملک وملت کی حفاظت و سربلندی کیلئے جام شہادت نوش کرنے والے شہداء پوری قوم کے عظیم محسن ہوتے ہیں جو نہ صرف دلوں میں امر ہو جاتے ہیں بلکہ انکے بال بچوں کی کفالت پورے معاشرے اور ریاست کی ذمہ داری بن جاتی ہے ملک میں گزشتہ کئی عشروں سے جاری بدامنی اور ہزاروں سیکورٹی جوانوں اور شہریوں کی شہادت غیر ملکی مداخلت اور سازشوں کا شاخسانہ ہے جس کا خمیازہ پوری قوم بھگت رہی ہے اسکی روک تھام کیلئے قومی سطح پر اتفاق رائے سے پالیسی کی تشکیل ضروری ہے ورنہ باہمی اختلافات اور سیاسی چپقلش کی وجہ سے نئی حکومتوں کے پانچ سال بھی خاک و خون کی نظر ہو جائیں گے اور عوام نت نئی مصیبتوں کا شکار ہوتے رہیں گے جو کسی صورت قبول نہیں آج قوم کو ایٹم بم سے زیادہ اتحاد کی ضرورت ہے منتشر و منقسم قوم کو ہزاروں ایٹم بم بھی نہیں بچا سکتی نظریاتی خلفشار کے سبب خود کو سپرپاور کہنے والی ریاست سوویٹ یونین کے کئی ٹکڑے ہو گئے اور اس کا دنیا کے نقشے میں وجود ہی مٹ گیا جو پوری دنیا کیلئے عبرت ناک ہے ہمیں سیاسی مفادات سے بالاتر ہو کر قومی مفاد کیلئے سوچنا اور متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا اسکے ساتھ ساتھ ہمیں خاص طور پر عورتوں کے ساتھ بھی انتہائی شفقت آمیز رویہ اختیار کرنا چاہیے اسلام فرد، خاندان اور معاشرے کو ہر سطح پر رہنمائی

دیتا ہے اس لیے اسے مذہب نہیں دین کہا گیا ہے اور یہ پوری انسانیت کو مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے۔دین اسلام کی خوبصورتی ہے کہ یہ سماجی ، سیاسی ، معاشی ، تجارتی ، خاندانی اور عائلی زندگی سمیت زندگی کے ہر گوشے سے جڑے مسائل کا مکمل حل پیش کرتا ہے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ رہتی دنیا تک کے لیے سینکڑوں ہزاروں شعبوں سے متعلق افراد ، جن کا تعلق مختلف تہذیبوں ، ثقافتوں اور مذاہب سے ہو گا کے لیے آئیڈیل رہے گی حضور ﷺ نے خواتین کے حقوق کو جس طرح تحفظ دیا وہ رہتی دنیا تک حوا کی بیٹیوں کو استحصال اور ظلم سے بچا کر دنیا کے مختلف معاشروں میں انہیں مردوں کے برابر حقوق دیتا رہے گا شادی میں عورت کی رضا مندی کو لازمی قرار دے کر اسلام نے اسے برابری کا حق اور عزت دی ہے امور خانہ داری شرعی طور پر عورت کے فرائض میں شامل نہیں ہیں یہ ہمارا کلچر بن گیا ہے اسلام نے ان امور کی انجام دہی کا اسے پابند نہیں بنایا وہ یہ سب کام کر کے اپنے شوہر پر احسان کرتی ہے اس لیے شوہروں کو اپنی بیویوں سے محبت اور احسان مندی سے پیش آنا چاہیے بیوں بچوں کو عام روٹین سے ہٹ کر اچھا کھانا کھلانا اللہ کی راہ میں کھلانے سے بدرجہا بہتر ہے بیوی سے حسن سلوک اور محبت سے پیش آنے کے حوالے سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں افسوس ہمارا معاشرہ عورت کے استحصال کی بدترین تصویر پیش کر رہا ہے نمک کم یا زیادہ ہو جانے پر برتن اٹھا کر پھینکے جاتے ہیں بیویوں کو مار پیٹ کرنا معمول ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عورت پر تشدد اور گالی گلوچ کرنے

والے کو کمینہ شخص قرار دیا ہے بیویوں کو نوکرانی اور پاؤں کی جوتی سمجھنے والے مرد حضرات خدا کا خوف کریں اور دین کی اصل روح کو سمجھ کر اپنی اصلاح کریں عید الفطر کے پر مسرت موقع پر یتیم بچوں اور بیواؤں کو بھی خوشیوں میں شامل کیا جائے فلاحی اداروں اور مخیر شہریوں کو بھی اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیے آخر میں ایک خبر کہ تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کی جانب سے اے پی سی میں عدم شرکت کے اعلان کے بعد قومی سیکیورٹی پالیسی کے حوالے سے آل پارٹیز کانفرنس کے انعقاد کا معاملہ کھٹائی میں چلا گیا تھا اور اب ایک بار پھر حکومت آل پارٹیز کانفرنس بلانے کیلئے عیدالفطر کے بعد ملکی سیاسی قیادت سے دوبارہ رابطوں کا آغاز کریگی۔

آج کا پاکستان

ہم نے عید بھی خوشی سے منالی اور 14 اگست کو یوم آزادی بھی دھوم دھام سے منا لیا مگر اپنے دلوں میں پروان چڑھنے والی نفرتوں کو ختم نہ کرکے اور تو اور ہمیں حب الوطنی کا درس دینے والے ہمارے سیاستدان آج تک خود حب الوطنی ظاہر نہ کرکے اور انکی آپس کی لڑائیوں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر بیرون ملک اثاثے بنانے کے مقابلوں نے ہمیں بھی اسی لائن پر لا کھڑا کیا جہاں سے ہماری تباہی کا آغاز ہوتا ہے اور اب ہم اپنی اصل منزل کے مخالف سمت حرص وہوس کی طرف پوری برق رفتاری سے دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ہمارے برسراقتدار حکمران خواہ وہ کسی بھی دور کے ہوں ہمیشہ پہلے نمبر پر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارا آج کا پاکستان قائداعظم کے خواب کی بگڑی ہوئی تصویر ہے پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کے لیے اللہ کا عطا کیا ہوا قیمتی تحفہ ہے لیکن ہم اس تحفے کی قدر نہیں کرکے قیام پاکستان کے مقاصد کا پورا نہ ہونا بدقسمتی ہے کیونکہ ملک کا ایک عام شہری بھی مہنگائی، غربت، لوڈشیڈنگ اور غربت کے ہاتھوں دن بدن غریب سے غریب تر ہوتا جارہا ہے اور ہماری حکومتیں ہیں کہ آئے روز مہنگائی کا ایک نیا طوفان کھڑا کرتی رہتی ہیں مگر کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں اب آپ بجلی کو ہی لے لیجیئے جو ہر گھر کی

ضرورت ہے جس کے بغیر علم کی روشنی ہماری دہلیز سے اندر نہیں آ سکتی وہ بھی اتنی مہنگی ہوچکی ہے کہ غریب انسان ایک بار پھر سے اندھیروں میں گم ہوجائے گا حکومت بجلی مہنگی کرنے کی بجائے اپنے 30 فیصد غیر ترقیاتی اخراجات کم کرکے 300 ارب کی بچت کرے عوام روٹی خریدیں یا بجلی کے بل ادا کریں پاکستان میں پانی سے 60 ہزار میگا واٹ بجلی پیدا کرنے کی گنجائش ہے جس کی پیداواری لاگت صرف 2 روپے یونٹ ہے آخر حکومت مہنگی بجلی پر انحصار کم کیوں نہیں کرتی پانی کے بعد کوئلے سے بھی بجلی 6 روپے یونٹ پڑے گی مگر حکومت کو عوام سے ووٹ لینے کے بعد اب ان سے کوئی سروکار نہیں رہا سابقہ حکومت نے 60 مہینوں میں عوام کی جتنی زندگی اجیرن کی تھی موجودہ حکومت نے 60 دنوں میں وہ کام کردکھایا ہے موجودہ حکمران اگر اس سوچ پر چل رہے ہیں کہ اپنے اقتدار کے آخری 6 ماہ میں عوام کو زیادہ سہولتیں دے کر دوبارہ منتخب ہوجائیں گے تو یہ حکومت کی خام خیالی ہے حکمرانوں کو سابقہ حکومت کی شکست سے عبرت پکڑنی چاہیے کیونکہ حکومت کے ابتدائی 2 ماہ میں مہنگائی 25 سے 30 فیصد بڑھ گئی ہے روزگار ختم ہو رہے ہیں اور ملک کا تجارتی خسارہ بھی آئے روز بڑھ رہا ہے بجلی کی قیمتوں میں حالیہ اضافے سے گندم، چاول، چینی، کپڑا، دالیں، دودھ گویا کہ خوراک، پہناوا اور زندگی 50 سے 60 فیصد مہنگی ہو گئی ہے غریب آدمی اس بے کسی میں موت کو منہ لگانا آسان سمجھیں گے بے روزگار نوجوان ڈاکے ڈالیں گے افرا تفری بڑھے گی اور ملک کی بنیادیں کھوکھلی ہونگی حکومت کو ہماری

تجویز ہے کہ وہ بجلی ، پانی ، گیس، خوراک اور کپڑے کی قیمتیں ہر گز نہ بڑھنے دیں اور اپنے غیر ترقیاتی اخراجات 30 فیصد کم کرکے 300 ارب روپے کی بچت کریں جس سے بجلی کی قیمتیں مستحکم کریں اور غریبوں کو خوراک پر 25 فیصد سبسڈی بھی دیں یہی وجہ ہے اگر ہم اپنے ملک میں بڑھنے والی غربت کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہوگئے تو سمجھ لیں کہ 66 سال گزرنے کے باوجود بھی ہم الگ ملک حاصل کرنے کے حقیقی مقاصد حاصل نہیں کرسکے آج بھی غریب کا پاکستان اور رہے اورامیر کا پاکستان اور ہے ایٹمی قوت ہونے کے باوجود کشکول اٹھائے پھرتے ہیں دہشت گردی نے ملک کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں پشاور سے کراچی تک خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے۔

آخر میں اپنے پڑھنے والوں کو ایک اہم خبر بھی بتاتا چلوں کہ حکومت نے سرکاری اداروں کی نجکاری کیلئے فہرست کی تیاری کا عمل شروع کردیا 30 ستمبر سے قبل 64 میں سے 34 اداروں کی نجکاری کرلی جائے گی ان میں بینکنگ، پاور سیکٹر اور پیٹرولیم کے شامل ہوں گے جبکہ پی آئی اے، پاکستان ریلوے، سٹیل ملز جیسے بڑے اداروں کی نجکاری سے قبل ان کی تنظیم نو کی جائے گی ۔

ڈھول کا پول

ابھی ہم جشن آزادی کی خوشیاں منانے میں مصروف تھے کہ 15 اگست جمعرات کی شام کو صرف 2 بندقوں نے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی سیکیورٹی کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی اور صرف ایک مسلح شخص نے ڈھول کا پول کھول دیا ہوا کچھ یوں کہ حافظ آباد کے رہائشی سکندر حیات نامی شخص نے اسلحہ کے زور پر اور شریعت کے نفاذ کا مطالبہ لے کر اسلام آباد کے تجارتی مرکز بلیو ایریا کے قریب ڈیرہ لگایا تو علاقے میں زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی شریعت کے نفاذ کے مطالبے میں سکندر حیات اکیلا نہیں تھا بلکہ اُس کی بیوی کنول بھی اُس کے ساتھ تھی پانچ سے زائد گھنٹے تک ملزم سکندر اُس کی بیوی اور پولیس حکام کے درمیان مذاکرات کے کئی دور ہوئے جس کے دوران متعدد بار ایسے مواقع بھی آئے جب ملزم اپنی بیوی بچوں سے کافی فاصلے پر پایا گیا لیکن پولیس نے اسے پکڑنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ سکندر اور اس کے بیوی بچے مسلسل کئی گھنٹوں تک کار میں بیٹھے رہنے کے بعد چہل قدمی کی غرض سے کافی دیر تک ادھر ادھر ٹہلتے

رہے۔اسی دوران پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما اور سابق رکن اسمبلی زمرد خان نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سکندر کے قریب جانے کی کوشش کی زمرد خان نے سکندر کو یقین دلایا تھا کہ وہ غیر مسلح ہیں اور اس کے بچوں سے ہاتھ ملا کر واپس چلے جائیں گے۔ لیکن، زمرد خان

نے بچوں سے ہاتھ ملانے کے فوری بعد آگے بڑھ کر سکندر کو دبوچنے کی کوشش کی۔ غیر متوقع حملے پر سکندر لڑکھڑا گیا پولیس نے موقع غنیمت جان کر اس کے پیروں پر فائرنگ کردی۔ سکندر کے دو گولیاں لگیں۔ بعد ازاں، پولیس نے اسے پوری طرح اپنے قابو میں کرلیا۔ سکندر کو 1990ء میں دبئی سے ڈی پورٹ کیا گیا تھا۔ لیکن، نو ماہ پہلے وہ دوسرے پاسپورٹ پر دوبارہ دبئی چلا گیا تھا۔ اس نے 45 سال کی ایک عرب خاتون سے شادی کی تھی۔ کنول اس کی دوسری بیوی ہے جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اس نے ایم فل کیا ہے۔ سکندر دبئی کے علاقے الخوانیج میں مقیم تھا، جبکہ گزشتہ سال اس نے دبئی ہی کے ایک اور علاقے قصیص میں بھی رہائش اختیار کی تھی۔ وہ دبئی میں مچھلی بھی بیچتا رہا ہے۔ سکندر نے واردات سے قبل اسلام آباد کے ایک ہوٹل سے شناختی کارڈ کی کاپی کے عوض گاڑی کرائے پر لی تھی۔ سکندر نے پانچ گھنٹوں تک اسلحہ کے زور پر علاقے کو یرغمال بنائے رکھا وہ ہتھیار پھینکنے پر آمادہ نہیں تھا۔ اس نے کئی مطالبات لکھ کر پولیس کو دیئے تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مسلح شخص وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں داخل ہو کر پوری انتظامی مشینری کو مفلوج کر سکتا ہے تو اگر کبھی کالعدم تنظیموں کے مسلح گروہوں نے اپنے مطالبات منوانے کے لیے اسلام آباد کا رخ کیا تو کیا پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے انہیں قابو کرنے کی

اہلیت رکھتے ہیں یا پھر انہیں کسی نہتے جانباز کا انتظار ہوگا اگست کے شروع میں پاکستان کے خفیہ اداروں نے خبردار کیا تھا کہ شدت پسندوں نے پاکستانی بحریہ، ائرفورس کے ہیڈ کوراٹرز اور پارلیمنٹ ہاؤس پر ممکنہ حملوں کی منصوبہ بندی کرلی ہے اور اس کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کرنے کی ہدایت کی گئی ہے فوجی خفیہ ادارے نے کالعدم تحریک طالبان پاکستان کے کمانڈر جس کا نام ولید بن طالب بتایا جاتا ہے کی ایک گفتگو ریکارڈ کی ہے جس میں وہ دوسرے کمانڈر سے کہہ رہے تھے کہ ڈیرہ اسماعیل جیل کے واقعہ کے بعد اُن کے مقاصد کچھ حد تک حاصل تو ہوئے ہیں لیکن بڑے مقاصد کے حصول کے لیے وہاں کارروائی ضروری ہے جہاں پر بڑے بیٹھتے ہیں اس ٹیلیفونک گفتگو میں اسلام آباد میں بڑے گھروں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہاں کے مکینوں کو سبق سکھانا ضروری ہے بتانے والے بتاتے ہیں کہ بڑے گھروں سے مراد پارلیمنٹ ہاؤس، پاکستان نیوی اور پاکستان ائرفورس کے ہیڈ کوارٹرز ہیں ان بڑے گھروں کے مکینوں کے خلاف بھی اسی طرح کارروائی کے بارے میں کہا گیا تھا جس طرح کی کارروائی چند روز قبل ڈیرہ اسماعیل خان کی سینٹرل جیل میں کی گئی تھی جس میں دو سو سے زائد قیدی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ڈیرہ اسماعیل خان کی جیل پر شدت پسندوں کے حملوں سے متعلق خفیہ اداروں نے جو رپورٹ بھیجی تھی شدت پسندوں نے ویسی ہی کارروائی کی۔ اُس رپورٹ میں اس بات کی نشاندہی کی گئی تھی کہ شدت پسندوں کے حملوں سے پہلے جیل کے اندر ہنگامہ کیا جائے گا۔ جس پر جیل اور

پولیس کے حکام اس معاملے کو نمٹانے میں لگے ہوں گے اور جیل کے باہر سکیورٹی تسلی بخش نہیں ہو گی جس کا شدت پسند فائدہ اٹھاتے ہوئے جیل پر حملہ کر دیں گے صرف ایک شخص نے ہمارے حکمرانوں کے طرز عمل پر سینکڑوں سوالیہ نشان چھوڑ دیے ہیں کہ کیا ہم ملک و قوم کے ساتھ مخلص ہیں ؟

اقتدار کی تبدیلی

مسلم لیگ ن کی حکومت خیبر پختونخواہ میں اقتدار کی تبدیلی کے لیے سیاسی منڈی لگانے جارہی ہے وہ کس طرح اس کی تفصیل اس رونے دھونے کے بعد کہ شدید بارشوں کے دوران بھارت نے جان بوجھ کر دریاؤں میں پانی چھوڑ کر پاکستان میں سیلاب کی صورتحال پیدا کردی جسکی وجہ سے اس کی آبی دہشت گردی سے لاکھوں ایکڑ پر کھڑی فصلیں تباہ ہوئی ہیں بھارت نے پچھلے بارہ.برسوں میں خطہ میں امریکہ کی موجودگی سے بہت فائدے اٹھائے ہیں پاکستانی دریاؤں پر غیر قانونی ڈیم تعمیر کرکے اس نے اپنی معیشت مضبوط اور پاکستان کی تباہی کے منصوبے بنائے اس کی آبی دہشت گردی سے جہاں بجلی و پانی کی کمی کے بحران پیدا ہوئے اور معیشت کو سخت نقصان پہنچا وہاں شدید بارشوں کے موسم میں انڈیا جب چاہتا ہے ڈیموں میں بھرا ہوا پانی چھوڑ کر سیلاب کی صورتحال پیدا کر دیتا ہے اور ہماری حکومتوں نے آج تک اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا اور جب سیلاب ہماری فصلوں اور املاک کو تباہ کرنا شروع کردیتا ہے توپھر ہمارے حکمران ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر فضائی معائنے شروع کردیتے ہیں اور جو کام کرنے والا ہے اس پر ہم توجہ نہیں دیتے سیلابوں کا راستہ روکنے کیلئے بھارتی آبی دہشت گردی کا خاتمہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اب آتے ہیں اس مسئلہ کی طرف جو کچھ دیر بعد خیبر پختونخواہ میں رونما ہونے والا ہے
اندر کی خبر یہ ہے کہ 11 مئی کو عام انتخابات کے نتیجے میں بننی والی تحریک انصاف
عوامی جمہوری اتحاد، قومی وطن پارٹی اور جماعت اسلامی پر مشتمل مخلوط صوبائی حکومت،
کے غیر یقینی مستقبل کو دیکھتے ہوئے اسے گرانے کی کوششیں شروع ہو گئی ہیں اور
تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کی مسلم لیگ (ن) اور مولانا فضل الرحمان
پر مسلسل تنقید اور تحریک انصاف کی صوبائی حکومت کا مرکز پر الزامات سے جان چھڑانے
کیلئے اعلیٰ سطح پر صوبائی حکومت کے خلاف عدم اعتماد پیش کرنے کا اصولی فیصلہ ہو گیا ہے
صوبہ میں تحریک انصاف کی صوبائی حکومت گرا کر پیپلز پارٹی، فارورڈ بلاک، جے یو آئی
ف)، مسلم لیگ (ن) اور قومی وطن پارٹی پر مشتمل نئی حکومت قائم کی جائے گی جس)
میں مسلم لیگ (ن) کو وزارت اعلی، جے یو آئی کو سپیکر، پیپلز پارٹی کو ڈپٹی سپیکر جبکہ
جے یو آئی اور قومی وطن پارٹی کو سینئر وزارت ملنے کا امکان آفتاب احمد خان شیر پاؤ کو
صوبہ کی گورنری مل سکتی ہے اس تبدیلی کا ٹاسک بھی خصوصی طور پر آفتاب شیرپاؤ کو
ہی دیا گیا ہے کیونکہ قومی وطن پارٹی کو مخلوط صوبائی حکومت میں تین غیر اہم وزارتیں
ملنے پر وہ خوش نہیں جس کی وجہ سے آفتاب شیر پاؤاور ان کے اراکین صوبائی اسمبلی
نے حالیہ صدارتی انتخابات میں تحریک انصاف کی بجائے مسلم لیگ ن کے امیدوار کو
ووٹ دیئے تھے جبکہ دوسری طرف جماعت اسلامی

بھی بلدیات کے وزارت میں ٹانگ اڑانے اور وزارت کو تقسیم کرنے پر شدید تحفظات رکھتی ہے اور جماعت اسلامی نصابی تبدیلیوں پر بھی تحریک انصاف سے نالاں نظر آرہی ہے مگر جمعیت علمائے اسلام سے ضد اور انا کی وجہ سے جماعت اسلامی کسی صورت تحریک عدم اعتماد کو کامیاب نہیں ہونے دیگی خیبر پختون خواہ اسمبلی میں سابق اتحادی پارٹیاں اے این پی اور پاکستان پیپلز پارٹی نے تحریک عدم اعتماد کے حوالے سے خاموشی اختیار کر رکھی ہے مگر نمبرز پورے ہونے پر پیپلز پارٹی نے تحریک عدم اعتماد کی یقین دہانی کرادی ہے۔ خیبر پختون خواہ اسمبلی میں ارکان اسمبلی کی مجموعی تعداد 124 ہے جن میں مسلم لیگ ن کے 17، جے یو آئی کے 16، قومی وطن پارٹی کے 10، پیپلز پارٹی کے 4 جبکہ اے پی ایم ایل کا ایک رکن ہے جن کی مجموعی تعداد 48 بنتی ہے۔ اپوزیشن پارٹیاں 22 اگست کو منعقد ہونے والے صوبائی اسمبلی کے چار نشستوں پر ضمنی انتخابات کے نتائج کے بعد فیصلہ کن راونڈ کی تیاریاں کر رہی ہے اور اس حوالے سے حالیہ عام انتخابات کے بعد تحریک انصاف میں شامل ہونے والے آزاد اراکان اسمبلی اور تحریک انصاف کے ناراض ارکان پر مشتمل فارورڈ بلاک کی تشکیل کیلئے جوڑ توڑ کے ماہر آفتاب احمد خان شیر پاؤ متحرک ہو چکے ہیں -

ڈوبے ہیں یا بچ گئے

اس وقت ملک میں جہاں سیلاب نے تباہی مچارکھی وہی پر ملک میں لوٹ مار کی سیاست کی وجہ سے قدرتی وسائل صرف پانچ فیصد لوگوں کے قبضہ میں جارہے ہیں اور پچانوے فیصد لوگ اچھی روٹی کھانے کو ترس رہے ہیں بڑھتی ہوئی غربت ، بے روزگاری اور جہالت کے باعث پاکستان کے عوام کی معاشی صورتحال دن بدن گھمبیر ہوتی جارہی ہے حکومت اٹھارہ کروڑ افراد سے ٹیکس لے رہی ہیں اور صرف دو کروڑ افراد کا معیارِ زندگی بہتر بنانے پر خرچ کررہی ہے بدقسمتی کی انتہا تو یہ ہے کہ چھوٹے شہروں اور دیہاتوں کو پاکستان کا حصہ ہی نہیں سمجھا جاتا غریبوں سے ٹیکس لے لیا جاتا ہے مگر ان کو جانوروں کے برابر بھی اہمیت نہیں دی جارہی اس وقت پاکستان کے اسی فیصد گھرانے ایسے ہیں جہاں دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں، لوگ ناقص غذا کھاکر بیماریوں کا شکار ہوکر مر رہے ہیں جبکہ حکمران طبقہ اپنی سات نسلوں کیلئے اربوں روپے لوٹ رہے ہیں جس گھر میں غربت اور جہالت دونوں ہوں ، وہ جہنم نما ہوتا ہے جس میں اسی فیصد لوگ جل رہے ہیں جبکہ حکمرانوں کی نظر میں سب اچھا ہے اب رہی سہی کسر سیلاب نے پوری کردی ہے ملک کے مختلف علاقوں میں بارشوں اور سیلاب ریلیوں نے تباہی مچادی ہے دریائے چناب میں سیلاب سے جھنگ کے 100 دیہات ڈوب گئے ،حافظ آباد میں 40 بستیاں زیرآب آگئیں ، تونسہ اور

راجن پور میں سیکڑوں افراد بے گھر ہوگئے سیلابی پانی کے باعث پچاسی بستیوں کا کئی دن گذرنے کے بعد بھی سیالکوٹ سے زمینی رابطہ بحال نہ ہو سکا اور کئی علاقوں کا ملک کے دیگر حصوں سے زمینی رابطہ بھی منقطع ہوگیا دریائے توی میں طغیانی سے بجوات اور سیالکوٹ کو ملانے والا واحد پل بہہ جانے کے بعد درجنوں بستیوں کا سیالکوٹ سے زمینی رابطہ اب تک بحال نہ ہو سکا۔دریائے راوی میں میلووال اور لدھے والہ ورکاں سمیت درجنوں دیہات پانی میں ڈوب گئے بھارت کی جانب سے دریائے راوی میں پانی چھوڑے جانے سے قبل ہی راوی سائفن کے قریب کٹاؤکے باعث پانی کئی دیہات میں داخل ہوگیا۔سیلاب کا یہ پانی ہمارے ساتھ آج سے نہیں ہے بلکہ اس کا اور ہمارا ساتھ برسوں پرانا ہے اور حکومتی بے حسی کے باعث محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ آئندہ بھی ہمارے ساتھ یوں ہی چلتا رہے گا اور اس ملک کے غریب باسیوں کو مزید غربت کی دلدل میں دھکیلتا رہے گا ایک غریب خاندان پورا سال محنت مزدوری کرتا ہے تب کہیں جا کر وہ اپنے گھر والوں کے لیے کچھ خوشیاں اکٹھی کرتا ہے جن میں ایک ٹیلی ویژن دودھ کے لیے ایک عدد بھینس یا بکری اور کچھ گھریلوں سامان مگر سیلاب کے آتے ہی، وہ غریب خاندان صرف اپنے پہنے ہوئے کپڑوں کے ہمراہ بمشکل اپنی مدد آپ کے تحت جان بچانے میں کامیاب ہوتا ہے اور اسکے پیچھے اسکا سارا سامان پانی کی نظر ہو جاتا ہے اور گذشتہ 65 سالوں سے ہمارے ساتھ یہ سب کچھ ہو رہا ہے مگر کیا مجال ہے کہ ہمارے ووٹوں سے ایوان اقتدار پہنچنے والے اس سیلاب کو روکنے کا کوئی

حل تلاش کر سکیں ان سیاستدانوں کی لوٹ مار ختم ہو تو تب ہی یہ عوام کے لیے کچھ سوچیں ہاں ایک صورت ہے کہ آئندہ آنے والے سیلابوں سے ہماری جان چھوٹ سکتی ہے کہ اگر ان پانیوں کا رخ ان بڑے بڑے ایوانوں کی طرف ہو جائے اچانک پانی کا کوئی ریلہ آئے جو ان کے اونچے محل نما مکانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے ان کی آسائشوں کا سامان اپنے ساتھ بہا کر لے جائے اسکے بعد شائد یہ حکمران اس بات پر توجہ دیں کہ اب ملک میں سیلاب آئیں تو انکا پانی کیسے کنٹرول کرنا ہے ورنہ تو یہ نظام ایسے ہی چلتا رہے گا غریب ہمیشہ سے مرتا آیا ہے اور آئندہ بھی یوں ہی مرتا رہے گا اور ان کے ووٹوں سے برسر اقتدار آنے والے صرف ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر انکی بربادی کا تماشہ دیکھ کر یوں ہی وقت گذارتے رہیں گے اگر ہمیں اپنی تباہی اور بربادی سے باہر نکلنا ہے تو پھر اس بار سوچ لیں کہ ایسے لوگوں کو اپنے ووٹ کی طاقت سے اقتدار کے ایوانوں میں پہنچائیں جو اس وقت بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوں جب آپ ڈوب رہیں ہوں نہ کہ وہ فضائی معائنہ کرکے یہ دیکھیں کہ ابھی ڈوبے ہیں یا بچ گئے ہیں ۔

میں نے اپنے پچھلے کالم میں محکمہ ریلوے کی کی تباہی کے حوالے سے لکھنے کا ذکر کیا تھا مگر یہ بھی بتاتا چلوں کہ محکمانہ کرپشن کی اتنی داستانیں ہیں کہ اس پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے کہ ریلوے کا بیڑہ غرق کرنے میں کس کس نے اپنا کتنا کردار ادا کیا مگر اس وقت اپنے پڑھنے والوں کے لیے صرف موٹی موٹی باتیں لکھ رہا ہوں تا کہ آپکو پتہ چل سکے کہ محکمہ ریل کی ترقی کا پہیہ الٹا کیوں گھوم رہا ہے اور دو ماہ سے زائد وقت گذرنے کے باوجود ریلوے وزیر ترقی کی منزل کا راستہ نہ ڈھونڈ سکے اور انکو ابھی تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ریلوے انجن کی موٹریں کون اتار کر فروخت کر رہا ہے ان انجنوں میں ڈالا جانے والا موبل آئل کہا فروخت ہوتا ہے اور اسکی جگہ تارکول (لک) کے ڈرم کیوں استعمال کیے جا رہے ہیں نئے بوگیوں کا سامان اتار کر پرائیویٹ ٹرین کے ڈبوں میں کیوں لگایا جا رہا ہے انجن اور جنریٹر میں استعمال ہونے والا ڈیزل کس کے پیٹ میں جا رہا ہے اسکے ساتھ ساتھ وزیر ریلوے کو یہ ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ خیبر میل، تیزگام، جعفر ایکسپرس، عوام ایکسپرس اور قراقرم ایکسپریس میں عوام کی سہولت کے لیے بنائے گئے ریسٹورنٹس بھی اعلی شخصیات کی جعلی فرضی ناموں سے بنائی کمپنیوں کے نام پر کیوں ٹھیکہ پر دے

رکھے ہیں اور تو اور وزیر موصوف کو یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ لاہور، اوکاڑہ، ساہیوال، ملتان، راولپنڈی، جہلم، گجرات، وزیر آباد، بہاولپور اور دیگر ریلوے اسٹیشنوں اور ٹرینوں میں ناقص اشیاء خوردونوش انتہائی مہنگے داموں کیوں فروخت کی جاتی ہیں اور شکایت کی صورت میں مسافروں کی داد رسی کرنے کی بجائے گراں فروشوں اور جعل سازوں کا ساتھ دیا جاتا ہے ٹرین میں موجود ڈائنگ کار / ریسٹورنٹس میں کھانا۔ 160 روپے ، ریگولر بوتل 25 روپے فی بوتل ، چائے 25 روپے فی کپ ، بریانی فی پلیٹ 160 جبکہ بچوں کی اشیاء خوردنی مارکیٹ / رٹیل پرائس سے 50%، اضافی چارج کئے جاتے ہیں اور واضح طور پر کوئی ریٹ لسٹ بھی آویزاں نہیں کی جاتی ٹرینوں کے اوقات کے مطابق آمدورفت کو کنٹرول کرنے کے لئے ریلوے انجنوں کی باقاعدہ دیکھ بھال اور مرمت کی بجائے نہ استعمال ہونے والے ریلوے اسٹیشنوں کی مرمت اور تعمیر پر زور دیا جارہا ہے کیوں کہ اس میں تعمیرات کی غرض سے ٹھیکوں میں کمیشن لیا جاتا ہے جس کی واضح مثال یہ ہے کہ پریم نگر ریلوے اسٹیشن پر کسی بھی ٹرین کا سٹاپ نہیں ہے جبکہ اس اسٹیشن کی تعمیر نو کے نام پر کروڑوں روپے خرچ کئے گئے اس کے برعکس کوٹ لکھپت بادامی باغ جیسے لاہور کے دروازے کی حیثیت رکھنے والے ریلوے اسٹیشنوں کی حالت انتہائی خستہ ہو چکی ہے جبکہ انتظامیہ اپنے بنگلوں کی آسائش پر کروڑوں روپے کی رقوم خرچ کر رہے ہیں۔

ریلوے افسران محکمہ کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں کوئی شعبہ ایسا نہیں جو کرپشن سے پاک ہو اور ہمارے وزیر جو انقلابی تبدیلیوں کا نعرہ لیکر ٹرین کے ڈبہ میں سوار ہوئے تھے لگتا ہے کہ انہیں بھی یہ جونکیں چمٹ گئی ہیں تبھی تو انہیں نظر نہیں آرہا کہ محکمہ لولوٹنے کے لیے کس طرح ٹرین اور انجنوں کے وہیل بیلنس کرنے کیلئے پلانٹ لگانے کا منصوبہ بنایا گیااور اس کے لئے لاہور لوکو شیڈ کے قریب ایک عمارت کی تعمیر کے لیے کروڑوں روپے کا ٹھیکہ بھی دیدیا گیا اور پھر ریلوے انجنوں اور ٹرینوں کے وہیل بیلنس کرنے کے لیے لاہور میں لگنے والا پلانٹ کروڑوں روپے خرچ ہونے کے بعد کھٹائی میں پڑ گیا3 کروڑ سے زیادہ رقم کی لاگت سے تیار ہونے والی عمارت کا صرف ڈھانچہ ہی بن سکا ٹھیکیداروں نے حصہ بقدر جثہ دیگر مکمل عمارت کی رقم وصول کر لی وہیل بیلنسنگ کے لئے بیرون ملک سے منگوایا گیا پلانٹ زنگ کی لپیٹ میں آگیا اور ریلوے کو اب تک اسی پلانٹ کی مد میں کروڑوں روپے کا نقصان ہوا اب ایک بار پھر پیٹ پوجا کرنے کے لیے پلانٹ کی تنصیب کے لئے نئے سرے سے ٹینڈر دینا پڑیں گے جس پر ایک بار پھر تنصیب اور اس کی الیکٹریکل انسٹالیشن پر الگ سے اخراجات ہونگے محکمہ ریلوے میں کرپشن کی داستانیں اب اتنی عام ہوچکی ہیں کہ اس محکمہ کی کرپشن اب کرپشن محسوس ہی نہیں ہوتی اور جو بھی اس محکمہ میں آتا ہے وہ اسی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے خواہ شیخ رشید ہوں غلام احمد بلور ہوں یا ہمارے لاہوری بھائی خواجہ سعد رفیق ہوں انکے تو ویسے بھی انعام بہت نکلتے

ہیں انہیں کسی سے کیا لینا دینا بس مہینہ میں ایک آدھ پریس کانفرنس کرلی کبھی اسٹیشن پر تو کبھی ہیڈ کوارٹر پر باقی محکمہ جانے اور اسکے افسران۔

فوج کو دعوت عام

غربت ، مہنگائی اور جہالت نے جہاں عوام کی مت مار رکھی ہے وہی پر اقتدار کے لالچ میں اندھے ہونے والے ہمارے سیاستدانوں نے بھی اپنی انکھوں پر جھوٹ ،ریاکاری اور مفادات کی پٹی باندھ رکھی ہے یہی حکمران کبھی فوج کے آنے پر عوام کو سڑکوں پر لاتے ہیں اور کبھی یہی حکمران امن قائم کرنے کے لیے فوج کو آنے کی دعوت عام دے ڈالتے ہیں جمہوریت کی آبیاری کرنے والی پاکستانی سیاست بھی عجیب شے ہے اور یہی ہمارے سیاستدان کبھی فوج کے حق میں تو کبھی فوج کے خلاف۔ فوجی دورِ اقتدار میں جمہوریت کے طلبگار عوام میں فوج کیخلاف غیض و غضب بھڑکاتے، فوج کیخلاف مورچہ لگاتے اور فوج کو ملکی سلامتی کیلئے خطرہ ٹھہراتے دکھائی دیتے ہیں اور جب فوج عوامی احتجاج سے مجبور ہو کر عوامی امنگوں وخواہشات کا احترام کرتے ہوئے اقتدار منتخب حکومت کے حوالے کرنے کا فیصلہ کرتی ہے تو فوج مخالف سیاستدان فوج کی نگرانی میں انتخابات کا مطالبہ کرتے دکھائی دیتے ہیں جبکہ حصول اقتدار کے بعد یہی سیاستدان اور حکمران اپنی نااہلی و ناقص پالیسیوں سے ہونے والے قومی نقصانات و مضمرات پر پردہ ڈالنے کیلئے سابقہ فوجی دورِ اقتدار کو تمام قومی بحرانوں کا ذمہ دار ٹھہرا کر ایکبار پھر فوج پر تہمت والزام لگاتے ہیں لیکن جب ناقص سیاسی پالیسیوں کے اثرات سے قوم سیلاب، حادثات

یا عذابات کا شکار ہوتی ہے تو پھر فوج کو ہی مدد کیلئے پکارتے ہیں اور مشکل ترین حالات میں جمہوری حکمران قوم کے نام پر سارے عالم سے بھیک مانگتے جبکہ فوج قوم کے کام آتی اور امداد و بحالی کا فریضہ ادا کرتی دکھائی دیتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جب منتقلی اقتدار کیلئے انتخابات کرائے جاتے ہیں تو فوج کی نگرانی میں انتخابات کا مطالبہ اور پولنگ اسٹیشن کے اندر و باہر فوجی اہلکاروں کی تعیناتی کیلئے تمام سیاسی و جمہوری جماعتوں کا اصرار اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ فوج ہی وہ واحد ادارہ ہے جس کی دیانتداری، فرض شناسی، تنظیم سازی، حالات سے نمٹنے کی صلاحیت اور بے مہار قوتوں کو مہار ڈال کر آئین و قانون کے دائرے میں لانے اور امن و امان قائم کرکے عوام کو احساس تحفظ فراہم کرنے کی صلاحیت ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالاتر ہے۔

اسی لئے آج جب پاکستان کا تقریباً ہر علاقہ بدامنی، لاقانونیت، دہشتگردی، کرپشن، جرائم اور طاقتور طبقات کے کمزوروں کے استحصال کا شکار ہے اور سابقہ حکومت عوام کو جانی، مالی، ثقافتی، سماجی اور معاشی تحفظ کی فراہمی میں ناکامی کے بعد رخصت ہوچکی ہے جبکہ بڑی'' چاہ و مان'' سے موجودہ حکومت کو منتخب کرنے والے عوام مسائل میں کمی کی بجائے اضافے سے دوچار ہو کر موجودہ حکومت سے بھی مایوسی کا شکار ہوتے جارہے ہیں تو پوری قوم کی نگاہیں ایک بار پھر فوج کی جانب اٹھنے لگی ہیں مگر سرحدی صورتحال اور

پاکستان کو لاحق بیرونی خطرات کے ساتھ اندرونی انتشار کے باعث فوج فی الوقت
عوامی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے ایکبار پھر اقتدار سنبھالنے کی بجائے
سیاستدانوں، حکمرانوں اور جمہوریت پسندوں کو اصلاح احوال اور صالح طرز حکمرانی کے
ذریعے جمہوریت کے ماتھے پر لگے داغ دھونے کا موقع فراہم کررہی ہے لیکن مفادات و
ہوس کے کرگس نے سیاست کے پنجر سے اجتماعیت، اشتراکیت، اخلاقیت، متانت، وحدت
اور ملک و قوم سے محبت کے ماس کو نوچ نوچ کر ہڑپ کرلیا ہے اور اب صرف
ہوس، حسد، جھوٹ، بہتان، کرپشن اور ذاتی مفادات کیلئے قومی مفادات کو ضرب پہنچانے
والے اجزاپر مشتمل سیاست کا پنجر باقی رہ گیا ہے یہی وجہ ہے کہ عوام
مسائل، مصائب، پریشانی، مہنگائی، بیروزگاری اور دہشت گردی کے ساتھ ساتھ
لاقانونیت اور عدم تحفظ کا بوجھ بھی اٹھانے پر مجبور ہے اور فوج پر آئین شکنی کا الزام
لگانے والوں نے ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک آئین و قوانین کا احترام
اور پاسداری کا وجود مٹاڈالا ہے۔ ہر طاقتور ''چیل'' بنا بیٹھا ہے اور عوام کو'' کبوتر'' سمجھا
جارہا ہے۔ مافیاز وجود میں آچکی ہے۔ریاست کے اندر چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کی
جارہی ہیں اور قانون بے بس و غنڈے آزاد جبکہ عوام یرغمال ہیں۔ کراچی میں حالات
پورے ملک کے مقابلے میں سَوا ہوچکے ہیں ہر روز درجن، دو درجن یا تین درجن سے
زائد لاشیں گررہی ہیں، ٹارگیٹ کلنگ ، اغوا و تشدد کے بعد قتل، اغوا برائے تاوان، بھتہ
خوری اور کریکر حملے اتنے عام ہوچکے ہیں اب کراچی بیروت و لبنان کا منظر پیش کررہا

ہے۔ مافیاز اس قدر طاقتور ہو چکی ہیں کہ میڈیا جرائم پیشہ عناصر کو ہیرو بنا رہا ہے اور معصوم بچے ان جیسے عناصر کی وضع قطع، چال ڈھال اور حلیہ اپنا کر ان کے جیسا بننے کی خواہش کا برملا اظہار اور پستول تھامے ان جیسی حرکات کے ذریعے ہمارے "تابناک" مستقبل کی تصویر پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ حکومت پر ناکامی، اداروں پر جرائم پیشہ عناصر کی مدد، سیاستدانوں پر مجرم پالنے، مسلح ونگ بنانے اور رینجرز و پولیس پر ناکامی کے الزامات لگائے جا رہے ہیں جو کسی بھی طور نہ تو پاکستان کے حق میں ہے، نہ جمہوریت کے، نہ حکومت کے اور نہ ہی رینجرز و پولیس سمیت سیکورٹی وانتظام کے اداروں کے حق میں ہے۔

لیکن سیاسی رسہ کشی کے باعث کل تک کراچی کو فوج کے حوالے کرنے کا مطالبہ کرنے والے آج عوامی مفاد کو فراموش کرکے سیاسی گیم میکنگ ومفادات کیلئے فوج کی کراچی آمد کی مخالفت کر رہے ہیں جبکہ کل تک فوج کو کراچی کے حوالے کرنے کی مخالفت کرنے والوں کا فوج بلانے کا مطالبہ و سیاسی یوٹرن عوام کیلئے حیرت کا باعث ضرور ہے مگر وقت کی ضرورت اور عوامی تحفظ و ملکی استحکام کیلئے ناگزیر بھی ہے!

جمہوریت کا مطلب عوام کے ووٹ سے عوام کی ایسی حکومت ہے جو عوام کے تحفظ و

خوشحالی کیلئے اپنا کردار دیانتداری، فرض شناسی اور ذمہ داری سے ادا کرے مگر جب دیانتداری کا فقدان ہو فرض شناسی سے منہ موڑ لیا جائے، ذمہ داری کی ادائیگی میں تساہل مانع آجائے، عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والی حکومت عوام کی خوشحالی کی بجائے سیاسی مفادات کے تابع ہوجائے اور عوام کے جان و مال کے تحفظ سے گریز اس مقام پر پہنچ جائے کہ جرائم عام ہوجائیں اور تحفظ کے ضامن ادارے اپنی فعالیت کھوکر عوامی اعتماد سے محروم ہوجائیں تو جمہوریت کی افادیت ختم ہوجاتی ہے کیونکہ جب لاشے گرتے ہیں، جنازے اٹھنے لگتے ہیں، سڑکوں پر انسانی لہو بہتا ہے، سروں سے چادریں چھننے لگتی ہیں اور انسان اپنے ہی شہر اور اپنے ہی گھر کی چار دیواری میں بھی خود کو غیر محفوظ تصور کرنے لگتا ہے تو پھر اسے جمہوریت و آمریت سے زیادہ اپنی اور بچے اہل خانہ کی جان کی فکر ستاتی ہے اور ان حالات میں اگر قوم فوج کی جانب دیکھتی ہے تو یہ فطری اَمر ہے کیونکہ جب بھی ملک میں حالات سیاسی حکمرانوں کے قابو سے باہر ہوجاتے ہیں یا عوام کا جان و مال حکمرانوں کی بداعمالیوں کی بھینٹ چڑھنے لگتا ہے تو قوم فوج کی جانب دیکھنے لگتے ہی اور یہ جمہوریت سے قوم کی نفرت یا جمہوریت کیخلاف سازش نہیں بلکہ فوج پر اعتماد کا اظہار اور جان و مال کے تحفظ کی فطری خواہش ہوتی ہے۔ قوم کی اس خواہش کو جمہوریت کیخلاف سازش یا غداری قرار دینے سے بہتر ہے ایسے حالات کا سدِ باب کیا جائے جن کی وجہ سے قوم فوج کی جانب دیکھنے اور اس سے مداخلت کی اپیل پر مجبور ہوجائے اور اگر

ایسا ممکن نہیں ہے تو پھر فوج بلانے کیلیے اس بات کا انتظار کہ '' ابھی صرف بیس لاشیں گر رہی ہیں جب دو سو لاشیں روز گریں گی تو فوج بلائیں گے ''۔ یقیناً ملک و قوم اور جمہوریت کے حق میں نہیں !

وہیل چیئر اور ڈاکو

عام انسانوں کے مسائل بڑھتے جارہے ہیں اور کوئی اس طرف توجہ نہیں دے رہا ہر سیاسی حکمران اپنی اپنی باری کے چکر میں ہے اور ایدھر عوام ہے جو ایک دوسرے سے دس و گریباں ہو رہی ہے ہر طرف لوٹ مار کا سلسلہ تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے سزا وجزا کا عمل ختم ہو چکا ہے نئی نسل بے راہ روی کے راستہ پر چل نکلی ہے چھوٹے چھوٹے مسائل نے ہماری زندگیوں کو الجھا رکھا ہے ایک طرف غربت اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہے تو دوسری طرف حکمرانوں کی لاپرواہی بھی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی اسی لیے تو لوگوں کی محرومیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے سرکاری ادارے افسران کے لیے عیاشی کے اڈے بن چکے ہیں سرکاری دفتر، سرکاری گھر، سرکاری ٹیلی فون ،سرکاری گاڑی ،سرکاری پیٹرول ،سرکاری ڈرائیور، سرکاری راشن ،سرکاری خانسامہ ،سرکاری مالی ،سرکاری بجلی ،گیس،پانی ،اور تو اور انکے کپڑے بھی سرکاری ہی ہوتے ہیں اگر سرکار کی کوئی چیز نہیں ہے تو وہ صرف ان افسران کا بدن نہیں ہے ان سرکاری افسران کے لیے تو جیل بھی عیاشی کا اڈہ ہی ہے جبکہ ایک غریب پاکستانی کے لیے آزادی بھی کسی جیل سے کم نہیں ہے انہی افسران کی عیاشیوں نے اس ملک کے ہر بچے کو ڈاکو بنا دیا ہے جو اپنے جیسوں ہی کی گردنیں کاٹ رہے ہیں اور جو

اس ملک میں اچھا کام کر رہے ہیں انکے بھی ہاتھ باندھنے کی کوشش کی جارہی ہے اگر خدانخواستہ یہ خدائی خدمتگار بھی ہم سے الگ ہو گئے تو پھر اس ملک میں قیامت سے پہلے ہی قیامت کا منظر دیکھنے کو مل جائے گا نہ کسی کی عزت محفوظ ہو گی اور نہ کسی کا مال جسکے ہاتھ میں جو آئے گا وہ اسے ہی اٹھا کر بھاگ جائے گا میں خود اپنے ساتھ پیش آنے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتا چلوں کہ اس ملک میں ایک عام آدمی کے ساتھ ایک عام آدمی کیا کر رہا ہے عید سے قبل غالبا بیسویں روزے کی بات ہے کہ میں ایک دن کسی کام کے سلسلہ میں وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کے شکایت سیل میں گیا وہاں پر موجود شکایت سننے والے خود مظلوم لگ رہے تھے اور ایسے افسران سے کیا امید رکھی جاسکتی تھی کہ اسی بھیڑ میں ایک معذور شخص نے اپنی معذور نابینا ماں کو اٹھا رکھا تھا جو وہاں سے اپنی معذور ماں کے لیے وہیل چیئر لینے کی امید لگائے بیٹھا تھا جب میں شکایت انچارج کے دفتر سے نکل کر انکے قریب سے گذرنے لگا تو انہوں نے مجھے روک کر اپنے حالات بتانا شروع کر دیے جس پر میں نے انہیں اپنا نمبر اور تسلی دی اور وہاں سے چلا گیا ابھی عید کو گذرے چند دن ہی ہوئے تھے اور اس دوران بارشیں بھی لاہور میں بڑی شدید ہو رہی تھی کہ اچانک ایک دن مجھے اسی معذور شخص کا فون آیا اور اس نے بتایا کہ کہ ہم وزیر اعلی کے دفتر کے چکر لگا کر تنگ آ گئے ہیں اور ہمیں صرف وعدوں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیا گیا اور اب ہم مایوس ہو چکے ہیں اپنی جمع پونجی بھی رکشوں کے کرایہ میں اڑا دی ہے جبکہ ان

شدید بارشوں میں ہمارے پاس رہنے کو بھی کوئی جگہ نہیں اور اس وقت ہم سنگھ پورہ سبزی منڈی کے ساتھ ٹیلی فون کی ایکسچینج کے باہر ماں بیٹا بارشوں میں بھیگ رہے ہیں آپ ہی ہمیں ایک وہیل چیئر کا کہیں نہ کہیں سے بندوبست کروادیں جس پر میں نے اپنی ایک جاننے والی سماجی کارکن اور اخوت کی روح رواں روبی دانیال سے اس وقعہ کا ذکر کیا تو اس نے اگلے ہی دن وہیل چیئر دینے کا وعدہ کرلیا دوسرے دن اتوار کی چھٹی بھی تھی مگر اس خاتون نے اپنی اپنی چھٹی کی قربانی دیتے ہوئے وہیل چیئر بازار سے خریدی اور پھر ہم دونوں معذور ماں بیٹے کو وہ وہیل چیئر دینے انکے پاس جا پہنچے اور جب وہ معذور ،نابینا بوڑھی ماں اس وہیل چیئر پر بیٹی تو اس وقت اسکی آنکھوں میں خوشی کے آنسو اور دعا کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھوں نے ہماری آنکھیں بھی نم کردی اور اسی دوران جب میں نے روبی دانیال سے کہا کہ آپ اماں جی کے ساتھ کھڑی ہو جائیں تاکہ ایک تصویر بن جائے مگر اس نے اپنے آنسوں کو جذب کرتے ہوئے انکار کردیا جبکہ ماں جی کا معذور بیٹا کہہ رہا تھا کہ اگر مجھے چائے بنانے کا سامان مل جائے تو میں یہاں پر ہی چائے بنا کر اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ پال سکتا ہوں اور شائد روبی اس سلسلہ میں اسکی مدد کرنا چاہ رہی تھی کہ اسی دوران ایک موٹر سائیکل پر بیٹھے لڑکوں نے ہماری کار کی اگلی سیٹ پر پڑے ہوئے روبی کے بیگ کو اٹھایا اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے فرار ہوگئے جس میں روبی کے ضروری کاغذات ،پیسے اور موبائل بھی موجود تھا اس وقت ایک طرف تو خدمت کا جذبہ تھا

اور دوسری طرف لوٹے جانے کا غم وہ بھی جی ٹی روڈ مین شاہرہ پر جہاں ہر وقت بے پناہ ٹریفک کا ہجوم رہتا ہے ایسے وقت محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم لٹیروں کے ملک میں رہ رہیں ہیں یہی چھوٹے چھوٹے سٹریٹ کرائم بعد میں بڑھتے بڑھتے بڑے جرائم بن جاتے ہیں اور ہمارے سیکیورٹی کے ادارے ہیں کہ ان پر کوئی توجہ نہیں دے رہے اگر پولیس چاہے تو اسی واردات کا کھوج بڑی آسانی سے لگا سکتی ہے مثال کے طور پر روبی کے پرس میں موبائل بھی تھا جسے وہی مبینہ ڈاکو کہیں نہ کہیں استعمال ضرور کریں گے یا کسی کو فروخت کردیں گے اسکا تمام ڈیٹا نکلوا کر مطلوبہ شخص تک بڑی آسانی سے پہنچا جاسکتا ہے مگر یہ سب کچھ کرنے سے ہوگا صرف تھانہ کلچر تبدیل کرنے سے نہیں ہوگا

پاک امریکہ نیا موڑ

اسامہ بن لادن کیخلاف امریکی آپریشن کے مرکزی کردار ڈاکٹر شکیل آفریدی کی سزا کی منسوخی سے پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں ایک نیا موڑ آ گیا ہے ڈاکٹر شکیل آفریدی کو ملک سے غداری جاسوسی اور سازش کے الزامات میں گذشتہ برس 33 سال قید کی سزا دی گئی تھی امریکہ جو آفریدی کو ہیرو سمجھتا ہے نے گذشتہ مہینوں میں فیصلہ کن انداز میں اسے رہا کرائے جانے کی کوشش کی ہے دوسری جانب پاکستان کے لیے سی آئی اے کے یہ مخبر جن کی اطلاع پر امریکی فوجیوں نے اسامہ بن لادن کو اسکے گھر میں گھس کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا امریکہ کے ساتھ سودے بازی کا ایک اہم عنصر ہیں لگتا ہے کہ پاکستان کی نئی حکومت نے اس عنصر سے کام لینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور آفریدی کو آزاد کرنے کے متعلق پاکستان امریکہ کو اشارہ دے گا کہ دونوں ملکوں کے تعلقات کو معمول پر لے آیا جائے جس کے بعد ایک طویل عرصے قید خانے کی سلاخوں کے پیچھے رہنے کی بجائے شکیل آفریدی کے لیے غیر متوقع طور پر طویل قید سے نجات پانے کا امکان پیدا ہوگیا ہے آفریدی، جس پر مقدمہ چلائے جانے کی خاطر ایک وقت تھا کہ پاکستان اور پاکستان سے باہر بہت ہلچل ہوئی تھی مگر اب اسکی سزا منسوخ کیے جانے پر پاکستان کو کس بات نے مجبور کیا ہے یہ تاحال واضح نہیں ہے جبکہ سرکاری طور پہ یہ کہا گیا ہے کہ

مقدمہ متعلقہ عدالت میں چلایا جائے گا۔ تاہم یہ باور کیا جانا دشوار ہے کہ آفریدی کے مقدمے میں یہ موڑ محض عدالتی چارہ جوئی کے ضمن میں آیا ہے یا یہ تبدیلی کسی ملکی قوت کی سعی کا نتیجہ ہو سکتی ہے، کیونکہ شکیل آفریدی امریکہ کی خصوصی ایجنسی کے لیے کام کرتا تھا اور اس نے اسامہ بن لادن کے خلاف کارروائی کرنے کی بنیاد فراہم کی تھی۔ یہ کارروائی حکومت پاکستان کو اندھیرے میں رکھ کر کی گئی تھی، یوں واشنگٹن نے پاکستان کو نیچا دکھایا تھا۔ تو اس صورت میں کسی کو کسی وجہ سے "ڈاکٹر کے خلاف" مقدمے پر ازسر نو غور کیے جانے کا خیال کیوں آ گیا آفریدی کے مقدمے پر پھر سے غور کیے جانے کا ارادہ ظاہر کر کے پاکستان کی نئی حکومت نے ایک تجربہ کیا ہے تاکہ عوامی رائے جانی جا سکے کہ آفریدی کی رہائی پر رد عمل کیسا ہوگا اور کیا نواز شریف کی حکومت ایک نئے سیاسی ہیجان سے بچ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا اقدام حکومت کے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ تاہم نواز شریف کی حکومت امریکہ کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کے لیے، یہ کھیل تو کھیل ہی سکتی ہے کیونکہ " آفریدی، جسے امریکہ میں ہیرو سمجھا جاتا ہے کو دی جانے والی سزا پہ اوبامہ کی انتظامیہ کا شدید رد عمل ہوا تھا امریکہ نہیں سمجھتا کہ ڈاکٹر آفریدی کو گرفتار کیے جانے کی کوئی بنیاد موجود تھی۔ ہم ان کے خلاف مقدمہ چلائے جانے اور سخت سزا دیے جانے پہ تاسف کا اظہار کرتے ہیں تب کی سیکریٹری آف سٹیٹ ہیلیری کلنٹن نے کہا تھا۔ سزا کو غیر منصفانہ اور نہ قابل قبول گردانتے

ہوئے انہوں نے اس عہد کا اظہار کیا تھا کہ امریکہ پاکستان کی حکومت پہ دباؤ ڈالے گا کہ مقدمے پر پھر سے غور کیا جائے۔ امریکہ کے اراکین پارلیمان نے اپنے رد عمل کا اظہار اس سال، جس برس آفریدی کو سزا دی گئی تھی، پاکستان کو دی جانے والی امریکی مالی امداد میں تین کروڑ تیس لاکھ ڈالر کی کمی کرکے کیا تھا تاہم حکومت پاکستان نے باور کرا دیا تھا کہ وہ امریکہ کے دباؤ میں نہیں آئے گی اور پاکستان کے عدالتی نظام کی تعظیم کرے گی۔ تب ہی واضح ہو گیا تھا کہ "آفریدی کے خلاف مقدمہ" پاکستان کے پاس ایسا کارڈ ہے جو امریکہ کے ساتھ بہت سے مسائل، پاکستان کی مالی اور عسکری امداد سے لے کر، پاکستان کی سرزمین پہ ڈراؤن طیاروں سے کیے جانے والے حملے روکے جانے اور افغانستان سے راہداری دیے جانے کی خاطر اتفاق بارے اشتراک باہمی تک اور امریکہ میں قید ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی پاکستان منتقلی پر بات کرتے ہوئے کھیلا جا سکے گا۔ آج یوں لگتا ہے کہ پاکستان کی نئی حکومت نے بہت عرصے سے رکھا ہوا یہ کارڈ کھیلنے کا فیصلہ کر لیا ہوا ہے۔ بس یہ جاننا باقی ہے کہ اگر اسامہ بن لادن کے مخبر کو اسلام آباد آزاد کر دے تو اسے واشنگٹن سے بدلے میں کیا ملے گا۔

آخر میں اپنے پڑھنے والوں کے لیے ایک اہم خبر بھی بتاتا چلوں کہ جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف مقدمے کے اندراج کے بعد اب شہداء فاؤنڈیشن آف پاکستان نے فیصلہ کیا ہے کہ اگلے مرحلے پر بلاتاخیر لال مسجد آپریشن کے

دیگر سویلینز افراد کے خلاف مقدمات درج کرائیں گے۔اس لئے کہ لال مسجد کمیشن نے اپنی رپورٹ میں جنرل (ر) پرویز مشرف کے علاوہ اس وقت کے دیگر ذمہ دار افسران کو بھی آپریشن کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ شہداء فاؤنڈیشن آف پاکستان نے دوسرے مرحلے پر جن افراد کے خلاف لال مسجد آپریشن کا مقدمہ درج کرانے کا فیصلہ کیا ہے ان میں سابق وزیراعظم پاکستان شوکت عزیز،چودھری شجاعت حسین،طارق عظیم،اعجازالحق، محمد علی درانی،آفتاب احمد خان شیرپاؤ،خورشید قصوری،چودھری پرویزالٰہی، فیصل صالح حیات، شیخ رشید احمد،کامران لاشاری،چودھری محمد علی، سید کمال شاہ،افتخار احمد چودھری، ظفر اقبال،خالد پرویزاورشاہد ندیم بلوچ شامل ہیں اور بہت جلدان تمام افراد کے خلاف ایف آئی آر کے اندراج کے لئے درخواست جمع کرادی جائے گی۔

رخصت

آج (اتوار) صدر مملکت آصف علی زرداری کی ایوان صدر سے رخصتی کا دن ہے اور کل سے وہ سابق صدر بن جائیں گے عوام کے ووٹوں سے.برسر اقتدار رہنے والی پیپلز پارٹی کی حکومت نے ملک میں غربت اور مہنگائی کو خطرناک حد تک بڑھا دیا تھا اور ایک غریب انسان اپنی گذر بسر کے لیے گداگر بن بیٹھا پیپلز پارٹی کی حکومت کے خاتمہ کے ستھ ہی لوگوں نے سکھ کا سانس لیا تھا کہ اب انکی قسمت بدل جائے گی اور ملک میں خوشحالی کی نہریں بہنا شروع ہو جائیں گی مگر چند دنوں میں ہی ہوشربا مہنگائی نے عوام کے رہے سہے ہوش بھی اڑا دیے اب تو یہ حال ہے کہ کھانے کو روٹی نہیں اور بیمار کو دوا نہیں رہنے کو گھر نہیں اور سونے کو بستر نہیں آخر اس ملک کے غریب کہاں جائیں اور وہ بھی ایسے سفید پوش جو نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتے ہیں اور نہ ہی کھل کر رو سکتے ہیں اور ابھی تو اس حکومت کو آئے ہوئے سو دن بھی مکمل نہیں ہوئے اور عوام سو سال پیچھے چلے گئے ہیں ملک میں لوڈ شیڈنگ کنٹرول سے باہر ہو چکی ہے غربت کے ہاتھوں عوام خودکشیوں پر مجبور ہو رہے ہیں اور حکومت ہے کہ باتوں کی گولی دیکر عوام کو بے وقوف بنا رہی ہے کہیں سے کوئی سکھ کی خبر نہیں ہے کس کام کی یہ جمہوریت جہاں حق دار اپنے حق سے محروم رہ جائے اور سفارشی اپنے ساتھ

ساتھ دوسروں کا بھی حق لے اڑے کیا اسی لیے عوام نے اپنے نمائندے چنے تھے کہ ان میں سے کوئی ایوان صدر جا کر چھپ جائے کوئی وزیر اعظم ہاؤس کے حصار میں پناہ لے لے اور باقی کے تمام اپنی اپنی لوٹ مار میں لگ جائیں ہمارا اسلام تو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اپنے ہمسائے کا خیال رکھو مگر ہم نے تو اپنے ہمسایوں کے گھروں میں ہی نقب لا گر انہیں لوٹنا شروع کرر کھا ہے اور اگر موجودہ حکومت نے مہنگائی ،بے روزگاری اور غربت کو قابو کرنے کے لیے کوئی ٹھوس حکمت عملی نہ اپنائی تو ہو سکتا ہے کہ ابھی جو سٹریٹ کرائم کی وارداتیں ہو رہی ہیں وہ ان حکمرانوں کے گھروں تک بھی پہنچ جائیں ۔ اس لیے پانی کو سر سے گذرنے سے پہلے ہی روک لیں

موجودہ حکومت نے اے پی سی کے انعقاد کا اعلان کیا ہے یہ شاندار اقدام ہے کراچی میں امن وامان بحال کرنے کی اچھی سوچ ہے اس کے ساتھ ساتھ حکومت اب طالبان سے بھی مذاکرات چاہتی ہے لیکن طالبان سے مذاکرات سے پہلے اے پی سی کے ایجنڈے میں یہ شامل کرلیں کہ انڈیا افغانستان میں قونصل خانے کھول کر کیا کھیل کھیل رہا ہے؟ سربجیت سنگھ نے درجنوں پاکستانیوں کو قتل کیا مگر جب اس کی لاش بھارت گئی تو اسے ترنگے میں لپیٹ کر اکیس توپوں کی سلامی دی گئی مگر افسوس کی یہاں سے آواز نہیں اٹھائی گئی۔

جبکہ آج متحدہ مجلس عمل کی طرف سے اسلام آباد میں علامہ سید عارف حسین الحسینی کی یاد میں ایک خصوصی سیمینار کا اہتمام کیا گیا ہے جنہیں اس دنیا سے رخصت ہوئے 25 برس ہو چکے ہیں مگر انکی شخصیت کا سحر ابھی تک موجود ہے یہاں پر میں اپنے ایک دوست کا بھی ذکر کرتا چلوں کہ موت کیسے کیسے خوبصورت جوانوں کو پلک جھپکتے ہی دبوچ لیتی ہے اور وہ بھی ایسے دوست جن کے ساتھ آپکی زندگی کے خوشگوار پل گذرے ہوں اور جنکی موجودگی آپ کو اس بات کی تسلی دیتی رہے کہ میں اکیلا نہیں ہوں میرے ساتھ میرے دوست موجود ہیں اور وہ بھی ایسے دوست جو آپ کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتے ہوئے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار رہتے ہوں ایسے ہی ایک دوست ملک ساجد جو راولپنڈی پولیس میں تھے اور جن سے تعلق کو ایک لمبا عرصہ گذر چکا ہوں جو میرے بڑے بھائی کا کلاس فیلو بھی تھا اور پھر بڑے بھائی کی وفات کے بعد وہ بڑے بھائیوں کی طرح ہی رہا اچانک دل کے دورہ سے موت کی وادی میں چلا گیا ایسے ہنس مکھ انسان کا چلے جانا کسی بہت بڑے صدمہ سے کم نہیں ابھی تو اسکے بچے بھی چھوٹے چھوٹے ہیں اور ابھی تو اسکی زندگی کا مقصد بھی پورا نہیں ہوا تھا اور تو اور منتوں مرادوں سے مانگا ہوا بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا وہ اور اسکے جانے کے بعد ہم جیسے لاپراہ قسم کے لوگوں کو جو صدمہ محسوس ہوا وہ اتنا شدید تھا اور ان بہنوں کا کیا حال ہوا ہوگا اپنے اکلوتے بھائی کے چلے جانے سے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ان بہنوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ملک ساجد کی بیوی اور بچوں کو ہمت

اور جرائت عطا فرمائے جبکہ محکمہ پولیس کو بھی ہدایت دے کہ جو اس محکمہ سے چلے
جاتے ہیں انکے واجبات بھی انہیں جلدی جلدی ادا کردیں ۔

کرپشن کی جڑ

اسلام آباد کی بارشوں نے جہاں درختوں کے پتوں کو دھو دیا ہے وہی پر ہمارے حکمرانوں کے منہ پر لگے ہوئے عوامی خدمت کے میک اپ کو بھی دھو دیا ہے ابھی تو حکومت کے 100 دن پورے ہوئے ہیں اور عوام کو دن میں بھی ستارے نظر آنا شروع ہو گئے ہیں ہر چیز ٹیکسوں کی نظر ہو رہی ہے جبکہ باہر سے آنے والی امداد بھی عوام کے نام پر کی جارہی ہے اب تو یہ دور آگیا ہے کہ ایک غریب انسان کے گھر کا چولہا جلنا مشکل ہے پہلے دور تھا کہ ایک مجبور انسان پورا دن محنت مزدوری کرکے شام کو اگلے پورے دن کا راشن گھر میں لے جاکر بے فکر ہو کر سو جاتا تھا کیونکہ اسے کم از کم یہ تو معلوم تھا کہ اگلے دن گھر کا چولہا جل جائیگا مگر اب حالات یہ ہو گئے ہیں کہ جو مزدور پورے دن کا راشن خریدتا تھا اب وہ صرف ایک وقت کی خریداری پر مجبور ہو چکا ہے بے روزگاری کا یہ عالم ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے نوجوان روزگار کے لیے دربدر پھر رہے ہیں اور جو بیچارے مزدور پیشہ افراد ہیں انکا تو حال بہت ہی برا ہو چکا ہے لاہور جیسے بڑے شہر میں جہاں درباروں اور مزاروں کی کمی نہیں ہے اور یہاں پر دور دراز سے آئے ہوئے مزدور پیشہ افراد کو کھانے کی فکر نہیں ہوتی تھی مگر اب یہاں پر بھی بے گھر اور بے روزگاروں کو روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں انڈسٹری بند ہونے سے مخیّر حضرات

نے بھی اب درباروں پر آنا چھوڑ دیا ہے جسکی وجہ سے لنگر تقسیم کرنے والے اور لنگر کھانے والے دونوں امید کی سولی پر لٹکے ہوئے ہیں جبکہ داتا دربار کے اسی چوک بھاٹی گیٹ میں شہباز شریف نے پٹواریوں اور کلرکوں کے ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ علی بابا اور چالیس چوروں نے ملک کا بیڑہ غرق کرکے رکھ دیا ہے اگر مجھے موقعہ ملا تو ان سب کو سڑک پر گھسیٹوں گا مگر انکی یہ بات بھی باقی سب باتوں کی طرح آئی گئی ہو گئی اور الٹا مرکز اور پنجاب میں کرپشن کی نئی داستانیں رقم کی جارہی ہیں غریب کی زندگی کو اسکے جیتے جی جہنم کا نمونہ بنا دیا گیا ہے اسی لیے تو ملک میں آئے روز خودکشیوں میں اضافہ ہو رہا ہے غربت کے ہاتھوں لوگ اپنے بچے مار رہے ہیں جبکہ ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو پیسے کے ہاتھوں مجبور ہو کر جرائم کر رہے ہیں اور ان میں شاہ زیب جیسے معصوم بچے بھی شامل ہیں جو ان درندوں کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں اور پھر وہی قاتل حکومتی سرپرستی میں وکٹری کا نشان بناتے ہوئے عدالت سے باہر نکلتے ہیں جیسے انہوں نے کشمیر کو آزادی دلادی ہو یہ سب پیسے کی غیر منصفانہ تقسیم کے سبب ہی ہو رہا ہے جس معاشرہ میں امیر کرپشن کے ذریعے امیر تر بنتا جائے اور غریب اپنی محنت مزدوری سے دو وقت کی روٹی بھی نہ کھاسکے اور حکمران ایک دوسرے کو گھسیٹنے کی باتیں کر رہے ہوں وہاں پر ایسے کام روز کا معمول بن جاتے ہیں سب سے پہلے تو کرپشن سے حکمران اپنے آپ کو پاک کریں اسکے بعد کسی اور کو گھسیٹنے کی بات کریں جہاں اپنے دامن میں سو چھید ہوں

وہاں کسی اور کو کیا نصیحت کی جاسکتی ہے اور نہ ہی ایسی نصیحت کا کوئی کسی پر اثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ملک کا کوئی ادارہ کوئی افسر ایسا نہیں جو کسی نہ کسی انداز میں کرپشن کی بہتی گنگا میں ہاتھ نہیں دھورہا اور تو اور ملک کے ترقیاتی کاموں میں آنے والے بجٹ میں سے حصہ اس دیدہ دلیری سے لے لیا جاتا ہے کہ جیسے یہ ان کے دادجی کا مال ہو اور پھر باقی کے رہے سہے پیسوں میں سے متعلقہ محکمہ کے افسران اور پھر ٹھیکیدار وغیرہ بھی اسی مال میں سے اپنا حصہ گدوں کی طرح نوچ نوچ کر کھاتے ہیں اور مجال ہے کہ کوئی ادارہ کوئی فرد انکی اس بندر بانٹ کو روک سکے یہی وجہ ہے کہ حکمرانوں کی اسی لوٹ مار کی پالیسیوں کی وجہ سے عوام میں جو ایمانداری تھی وہ بھی ختم ہوتی جارہی ہے اور اب ہم بطور قوم مجموعی اس ڈگر پر چل نکلے ہیں جو راستہ سیدھا ہماری تباہی کی طرف جاتا ہے ہم اپنے مخالفوں کو کچلنے کے لیے ہر طرح کا سہارا لے رہے ہیں اور اس کے لیے ہمیں بے شک کسی بھی حد تک جانا پڑے بے دریغ چلے جاتے ہیں اور تو اور ہم جیسے لکھنے والے اب اپنی مرضی سے لکھ بھی نہیں سکتے کیونکہ ہر ادارے کی کسی نہ کسی سے وابستگی ہوتی ہے جہاں سے اسے مفادات نظر آرہے ہوتے ہیں اور اکثر ہمارے لکھے ہوئے کو ناقابل اشاعت قرار دے دیا جاتا ہے کیونکہ ہم نے ہمیشہ کرپشن کو جڑ سے ختم کرنے کی بات کی ہے اور جڑ ہمیشہ کسی نہ کسی سیاستدان کے گھر میں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہم جیسے معاشی لحاظ سے بہت پیچھے کھڑے ہیں جبکہ قصیدے لکھنے والے ہر دور میں حکمرانوں کے

کار خاص بنے رہے اور آج کے پاکستان میں ان سے بڑا نہ کوئی دانشور ہے اور نہ ہی کوئی
طاقتور۔

صرف ایک گذارش

جناب محترم وزیر اعظم صاحب خطرے کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئی ہیں آپ ان کو اسمبلی کی گھنٹیاں نہ سمجھیں جہاں کسی کو اس کی پراہ نہیں ہوتی یہ حقیقت میں خطرے کی گھنٹیاں ہے اور اب سونے کی بات نہیں اور نہ ہی لوگوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ کیوں نہیں آتی آپ اور آپ کے رفقاء جس مقصد کے لیے اقتدار میں آئے ہیں وہ پورا کیجیے ورنہ اب کی بار آپ کو سعودی عرب جانے کا موقعہ بھی نہیں ملے گا عوام کو مفاہمت کی میٹھی گولیاں دینے کا وقت اب گذر چکا ہے کیونکہ ایک طرف غربت اور بے روزگاری سے تنگ آئے ہوئے والدین اپنے بچوں کو مار رہے ہیں یا پھر مرنے کے لیے لاوارث چھوڑ رہے ہیں اور دوسری طرف اپنے خاندان کو موت کے منہ میں جانے سے بچانے کے لیے نوجوان جرائم جیسے گھناؤنے کاموں میں ملوث ہورہے ہیں اب تو سرکار کے ملازم بھی سرکار کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں عوام اپنی مدد آپ کے تحت ہر جگہ حسب توفیق ذلیل وخوار ہورہے ہیں کوئی کسی کو پوچھنے والا نہیں ہے لوٹ مار کا ایسا سلسلہ چل پڑا ہے کہ جو رکنے کا نام نہیں لے رہا بچوں کی بھوک اور انکی چھوٹی چھوٹی فرمائشیں والدین کو دنیا داری سے اتنی دور لے جاتی ہیں کہ پھر وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ انسان تو پھر انسان

ہے جسے اللہ تعالی نے اشرف المخلوقات بنایا ہے ایک چڑیا بھی اپنے بچے کا دفاع کرنے کے لیے باز سے الجھ جاتی ہے اور مرغی خطرہ بھانپ کر بچوں کو اپنے پروں میں چھپالیتی ہے تو پھر ایک انسان کیسے اپنے بچوں کو دکھ تکلیف ،پریشانی اور بھوک میں دیکھ سکتا ہے آئے روز کے واقعات ہماری مردہ ضمیری کو جھنجوڑنے کے لیے بہت ہیں مگر ہم ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتے ہیں یہ وہ لاوا ہے جو آہستہ آہستہ پک رہا ہے اور جب پھٹے گا تو پھر اقتدار پر نام نہاد عوام خدمت گاروں کو بھاگنے کا کوئی موقعہ نہیں ملے گا ابھی کل ہی کہ بات ہے کہ شیخوپورہ میں ایک باپ دو بیٹیوں کو ریلوے لائن پر چھوڑ کر چلا گیا گیا جبکہ اسی روز کراچی میں نامعلوم شخص تین معصوم ننھی پریاں صائمہ ،عتیقہ اور آمنہ جو سوائے اپنا نام بتانے کے اور کچھ نہیں جانتیں کو کھارادر پولیس سٹیشن میں چھوڑ گیا جسے پولیس نے ایدھی کے حوالے کردیا۔والدین کا اپنے بچوں کو یوں بے یارو مددگار چھوڑ دینا یک دم نہیں ہو جاتا کہ انکے ذہن میں خیال آیا اور وہ بچوں کو اپنے آپ سے الگ کرنے پر رضامند ہو گئے نہیں ایسا بلکل نہیں ہے ایک انسان ایسا عمل کرنے سے قبل سو بار نہیں بلکہ ہزار بار سوچتا ہوگا اور جب اسکی ہمت ،حوصلہ اور جرءات اسکا ساتھ چھوڑ دیتے ہونگے تو تب جا کر کہیں وہ ایسا کام کرنے پر مجبور ہوتا ہوگا اور ان سب چیزوں کی بنیاد مہنگائی ،بے روزگاری اور لوڈشیڈنگ ہے جس نے غریب عوام کی زندگی اجیرن بنادی ہے،معاشی خوشحالی کا دعویٰ کرنے والے ابھی تک اپنی واضح سمت کا تعین نہ

کرسکے اور ریلیف عوام سے کوسوں دور ہے، ریلوے، پی آئی اے، اسٹیل مل ،ایف بی آر اور دیگر سرکاری اداروں میں ہونے والی کرپشن ملکی معیشت کو دن بدن کمزور کررہی ہے، تین ماہ میں ضروریات زندگی کی مختلف اشیاء کی قیمتوں میں 15 سے 35 فیصد تک اضافہ ہوچکا ہے اب 11 مئی کے انتخابات کے بعد یہ تاثر عام ہو رہا ہے کہ صرف چہرے بدلے ہیں نظام میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آئی بے روزگاری اور کرپشن کا ناسور معاشرے کی جڑوں کو مضبوطی سے جکڑے ہوئے ہے۔ایک طرف روزانہ 12 ارب روپے کی کرپشن ملکی معیشت کے لئے تباہی کا باعث بن رہی ہے تو دوسری طرف لوگوں کو اپنے جائز کام کروانے کے لئے بھی رشوت دینی پڑتی ہے عوام پہلے ہی بدحال ہیں رہی سہی کسر موجودہ حکومت کے اقدامات نے نکال دی ہے یہی وجہ ہے کہ خودکشیوں کے رجحان میں خطرناک حد تک اضافہ ہوگیاہے اور جب ایک عام انسان اپنے بچوں کو فروخت کرنے یا مار ڈالنے جیسی حرکت کرسکتا ہے تو پھر اس سے کسی بھی خطرے کی امید رکھی جاسکتی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ حکمران ایسی پالیسیاں مرتب کریں جس کا فائدہ عام لوگوں تک پہنچ سکے دکھاوے کے اقدامات سے گریز کیا جائے اور عملاً کام کرکے دکھایا جائے ورنہ وہ دن دور نظر نہیں آرہے جب حکمرانوں کو بھاگتے ہوئے سب دیکھیں گے مگر اس وقت بہت دیر ہوچکی ہوگی اور سب راستے بھی بند ہوچکے ہونگے صرف ایک ہی گذارش ہے کہ کہ آپ اپنے بچوں میں قوم کے بچے دیکھیں اور انکے لیے بھی وہی سوچیں جو آپ اپنے بچوں کے لیے سوچتے ہیں اب بھی وقت ہے کہ سوتیلا پن چھوڑ کر ملک کے غریب

انسانوں کو اپنائیت کے حصار میں لے لیں اور ایک نئے پاکستان کی بنیاد رکھ دیں کل سے
نہیں بلکہ آج سے تاکہ آپ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ زندہ رہیں

آخری چانس

ملک میں ہر طرف ایک افراتفری کا عالم ہے غریب افراد بھوک سے نڈھال ہیں تو دوسری طرف پاکستان میں کھربوں روپے کمانے والوں میں بھی اضافہ ہوچکا ہے اور یہ اس وقت ہوا ہے جب ملک کی انڈسٹری بجلی اور گیس کی عدم دستیابی کا شکار ہیں اور جن کے مالکان نے اخراجات زیادہ ہونے کے باعث کام کرنے والوں کی چھٹی کروا رکھی ہے اور ہر طرف سے بس یہی ایک صدا آرہی ہے کہ کاروبار ختم ہوگئے اور بھتہ مافیا راج کر رہا ہے مگر اسکے باوجود امریکی اخبار وال اسٹریٹ جرنل نے انکشاف کیا ہے کہ پاکستان میں امیر ترین افراد کی تعداد 415 ہو گئی، جن کے پاس دولت کا تخمینہ تقریباً 53 کھرب روپے (50ارب ڈالر) سے زیادہ ہے، رواں سال میں پاکستان میں امیر ترین افراد کی شرح میں 33.9 فیصد اضافہ ہوا جو ایشیا میں ریکارڈ اضافہ ہے، گزشتہ برس پاکستان میں 310امیر ترین افراد تھے جن کے اثاثوں اور دولت کا تخمینہ 40ارب ڈالر تھا، پاکستان کا وفاقی مالی بجٹ کا کل حجم تقریباً36 کھرب روپے ہے گزشتہ برس کی نسبت حالیہ سال میں پاکستان میں امیر ترین افراد کی شرح میں 33.9 فیصد اضافہ ہوا جو ایشیا میں ریکارڈ اضافہ ہے۔ گزشتہ برس پاکستان میں 310امیر ترین افراد تھے جن کے اثاثوں اور دولت کا تخمینہ 40ارب ڈالر تھا، جب کہ رواں برس پاکستان میں امیر ترین افراد کی شرح میں 33.9 فی صد

جب کہ دولت کی شرح میں اضافہ 25 فی صد دیکھنے میں آیا۔
اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا پاکستان کے حالات واقعی اتنے خراب ہیں کہ بڑے بڑے کاروباری حضرات اخراجات بڑھ جانے کے باعث اپنی ملیں بند کر رہے ہیں یا پہلے سے ہی کم اجرت لینے والوں کو بلیک میل کرکے انہیں مزید قربانی کا بکرا بنایا گیا تاکہ اس ملک میں غربت کی شرح کو بڑھایا جایا اور اپنے بنک بیلنس میں مزید اضافہ کیا جائے پاکستان میں بڑھتے ہوئے کھرپتی حضرات کیسے اتنی تیزی سے ترقی کر رہے ہیں اور ان میں سے سب وہی لوگ ہیں جنہیں کسی نہ کسی حکومت کی سرپرستی حاصل رہی اور انہوں نے خوب جی بھر کر ملک اور قوم کو لوٹا کیا ایسے لوگ ہمارے خیر خواہ ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں کیونکہ ان کے مفادات ملک وقوم کے ساتھ نہیں ہوتے ان کے مفادات ان ملکوں کے ساتھ ہوتے ہیں جہاں یہ اپنی دولت سنبھال کر رکھتے ہیں یہ ہمارے ملک کے ایسے ڈاکو ہیں جن کے سامنے ہر حکمران ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کو بنے ہوئے 66 سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے پاکستان بنانے والی ایک نسل ختم ہوچکی ہے دوسری بھی اپنے اختتام کی طرف رواں دواں ہے مگر انکی قسمت نہیں بدلی اور وہ اپنی زندگی کی گاڑی کو دھکا لگاتے لگاتے اب تھک چکے ہیں انہیں روشنی کی کوئی امید نظر نہیں آرہی جبکہ پاکستان بننے سے پہلے ہی انگریزوں کے نمک خوار آج بھی انہیں کے ہیں اور یہاں کی غریب عوام کو لوٹ کر پیسہ بیرونی

بنکوں میں جمع کروایا جارہا ہے باہر جائیدادیں خریدنے والے نہ ملک کے ساتھ مخلص ہیں اور نہ قوم کے ساتھ کیونکہ آج انہی کی بدولت ملک میں غربت کی شرح خطرناک حد تک جاچکی ہے اور آدھی سے زیادہ آبادی زندگی کی بنیادی سہولتوں سے ناآشنا ہے اور جن کو دو وقت کی روٹی کمانا مشکل ہوچکا ہے اور ایسے حالات میں پاکستان کے 415 افراد ایسے ہیں جن کی دولت پاکستان کی مجموعی بجٹ سے تقریباً ڈبل ہے اسکے علاوہ ملک میں ارب پتی اور کروڑ پتی خاندانوں کی بھی اجارہ داری کم نہیں جو لوٹ مار میں اپنا ثانی نہیں رکھتے خاص کر اس ملک کے پٹواریوں ،پولیس افسروں ،ڈرگ انسپکٹروں سمیت لاتعداد ایگزیکٹو سیٹوں پر براجمان اعلیٰ حکومتی عہدے داروں نے بھی ملک وقوم کی ایسی تیسی کر رکھی ہے اور حقیقت میں یہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے آج پاکستان ایک بھکاری ملک بنا ہوا ہے ہمارے حکمران اقتدار میں آنے سے پہلے کشکول توڑنے کے وعدے کرتے ہیں اور اقتدار میں آتے ہی وہ سب دعوے پاؤں کی جوتی تلے ایسے مسل ڈالتے ہیں جیسے ہمارے بھائی اکثر سگریٹ کو پاؤں سے مسلتے ہیں اور آج کے پاکستان میں وہی لوگ کامیاب ہیں جو دل کھول کر ڈاکے ڈالتے ہیں اور پھر آپس میں انکی بندر بانٹ کرکے ملک کی تقدیر سے کھیلنے کے لیے سیاست جیسی شطرنج سے لطف اندوز ہوتے ہیں یہی حکمران ہمارے جو ایک عام آدمی کے درد سے ناآشنا ہیں وہی ایک عام آدمی کی تقدیر بدلنے کی باتیں کرکے ہمیں باری باری بیوقوف بنانے آجاتے ہیں مگر نہ جانے ہمیں کب سمجھ آئے گی اور کب ہم اپنی تقدیر بدلنے کا فیصلہ

خود سے کریں گے اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو رایگان ہونے
سے بچالیں اگر امیدوں ، وعدوں ، دعوں کے سہارے ہم نے ایک اور نسل کو جانے دیا
تو پھر ہماری قسمت اور تقدیر نہیں بدل سکے گی کیونکہ ہم نے اپنی تبدیلی کا تیسرا اور آخری
چانس بھی ضائع کردیا۔

جنسی بے راہ روی

جو حکمران معاشرہ میں پھیلنے والی جنسی بے راہ روی اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو نہ روک سکیں انہیں حق حکمرانی کا بھی کوئی اختیار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہم مجموعی طور پر ایسے معاشرہ میں رہ رہے ہیں جہاں نہ کسی کی عزت محفوظ ہے اور نہ کسی کا مال یہ سب کچھ ہمارے حکمرانوں کی نااہلی اور چور بازاری کی وجہ سے ہی ممکن ہوا ہے ہم آج بھی اس معاشرے میں رہ رہے ہیں جہاں ایک تھانیدار کے ساتھ تعلق پورے گاؤں میں عزت واحترام کی وجہ بن جاتا ہے جبکہ کسی اعلی منصب دار کے ساتھ کھڑے ہو کر کھنچوائی جانے والی تصویر تو ہمیں زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیتی ہے جسے ہم ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا پسند کرتے ہیں اور پھر اکثر بہانے بہانے سے اپنے ملنے والوں کو دکھا کر اپنا جھوٹا وقار قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ ہم بطور قوم نفسیاتی مریض بن چکے ہیں ہم خود کوئی اچھا کام کر نہیں سکتے اور دوسرے کے اچھے کام کیے ہوئے ہم اپنی جھولی میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر بڑے آدمی کے ساتھ بنوائی گئی تصویر ہم دوسروں کو دکھا کر یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ بندہ آج میری وجہ سے یہاں تک پہنچا ہے خاص کر دیہات ، قصبہ جات اور چھوٹے شہروں میں یہ بیماری اتنی عام ہو چکی ہے کہ اب اسکا علاج نہ ممکن ہو چکا ہے ہمارے اندر پیدا ہونے

والی خامیاں آج اتنی مضبوط نہ ہوپاتی اگر ہمارے حکمران اچھے ہوتے کمیشن کے چکر میں ملک کا بیڑہ غرق نہ کرتے مفاہمت کی سیاست کی آڑ میں ملک کو کنگال نہ کرتے اور دہشت گردی کی آڑ میں ملک کو گروی نہ رکھتے تو آج ہم بھی اخلاقی اور مالی طور پر ایک مضبوط قوم بن چکے ہوتے مگر اس ملک پر جاگیر داروں اور سیاسی وڈیروں کے قبضہ سے قوم سیاسی اور ذہنی پسماندگی کی گہرائیوں میں گرتی چلی گئی انہی حکمرانوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہماری بیوروکریسی نے بھی عوام کو یرغمال بنا رکھا ہے آج اگر کوئی غریب خاندان کا بچہ کسی اعلی عہدے پر پہنچتا ہے تو وہ بھی انہی کا حصہ بن کر نہ جانے اپنی کن محرومیوں کا بدلہ لینا شروع کر دیتا ہے اور پیسہ کمانے کی جو دوڑ لگی ہوئی ہے اس کا وہ بھی حصہ بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ملک میں آئے روز کوئی نہ کوئی واقعہ رونما ہوا ہوتا ہے آجکل ملک میں جنسی بے راہ روی کے حوالے سے بہت سی خبریں سننے کو مل رہی ہیں اور شائد ہی کوئی دن ایسا گذرتا ہوگا جب یہ واقعہ رونما نہ ہوا ہو سرکاری عداد شمار کے مطابق پچھلے سال ملک بھر میں تقریبا ساڑھے 12 ہزار سے زائد بچے اور بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی ہوئی جن میں سے تقریبا ایک ہزار معصوم جانیں اس بھیانہ اور مکروہ کام کے دوران ضائع ہو گئی اور یہ بیماری ہمارے معاشرہ میں اس قدر تیزی سے پروان چڑھ رہی ہے جتنی تیزی سے ملک میں غربت بڑھ رہی ہے اور اس برائی کے پھیلنے کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ آج انکے ہی اہلکاروں کی بدولت فحاشی بڑے بڑے علاقوں سے نکل

کر گلی محلوں میں پہنچ چکی ہے اور تو اور سکول کالج کے بچوں کی جیبوں میں موجود ہے اور یہ سب کچھ چھپ چھپا کر نہیں بلکہ سرے عام ہو رہا ہے اب تو گلی محلوں، بازاروں میں موجود موبائل کی دوکانوں میں فحش سی ڈی اور موبائل کلپس عام دستیاب ہیں اور یہ اتنے سستے ہیں کہ ایک بہت ہی غریب بچہ بھی اسے اپنے موبائل میں رکھ سکتا ہے جبکہ کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ کی آمد کے ساتھ ہی فحش سی ڈی کے کاروبار میں بھی بے تحاشہ اضافہ ہو چکا ہے ایک محدود اندازے کے مطابق اس وقت ملک بھر میں ہر روز لاکھوں فحش سی ڈیز فروخت ہو رہی ہیں اور ان سب کی فروخت کے بعد جو رزلٹ آئے گا وہ اب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے اور انہی فحش موبائل ٹوٹے اور سی ڈی کو دیکھ کر ایک اچھے بھلے انسان وحشی درندے بن کر اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے معصوم بچوں سے زیادتی کرنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر حکومت ان ملزمان کو پکڑنے کے لیے کاروائیاں شروع کر دیتی ہے جبکہ اصل ملزمان ویسے کے ویسے ہی رہتے ہیں اگر حکومت نے ایسے کاموں کی روک تھام کرنی ہے سب سے پہلے کرپٹ پولیس اہلکاروں کے خلاف مقدمات درج کروائیں جائیں جن کی موجودگی سے ایسے کام ہو رہے ہیں اب تو سر عام فحش سی ڈی 15 روپے سے لیکر 50 روپے تک فروخت ہو رہی ہیں اور بیچنے والے بغیر کسی خوف وخطرہ کے یہ کام کر رہے ہیں اگر کسی کو کوئی شک ہو تو وہ کسی بھی سی ڈی کی دوکان سے جا کر طلب کر سکتا ہے جب تک یہ کام نہیں رکے گا اس وقت تک جنسی زیادتی کے یہ کام بھی نہیں رکیں گے اور پھر ہم بعد میں ان واقعات پر لکیر کے فقیر بن کر

کاروائیاں ڈالتے رہتے ہیں حکومت کو چاہیے کہ جس علاقہ میں فحش سی ڈی یا کوئی جنسی
زیادتی کا واقعہ رونما ہو وہاں کے ایس ایچ او پر مقدمہ درج کرے اور اگر اس سے بھی
بڑھکر کوئی جرات و بہادری کا کام کرنا ہو تو پھر حکومت خود اپنے خلاف کاروائی کا سوچے
کیونکہ انہی کی نااہلی کی وجہ سے آج معاشرہ میں بے راہ روی عام ہو چکی ہے۔

حکومت کے سو دن 100 ناکامیاں

موجودہ حکومت نے دو ماہ میں 636 ارب روپے کے نوٹ چھاپ کر ماضی کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں جس سے مہنگائی کی شرح 5 فیصد سے بڑھ کر 12 فیصد ہو گئی ہے جبکہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے گزشتہ مالی سال کے دوران 501 ارب روپے کے نوٹ چھاپے تھے جس پر اسے کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا مگر اس کے برعکس موجودہ حکومت نے رواں مالی سال 2013-14 کے پہلے 60 روز کے اندر 636 ارب روپے کے نوٹ چھاپ کر سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں اور سٹیٹ بنک کی ایک رپورٹ کے مطابق مہنگائی 5 فیصد سے بڑھ کر 12 فیصد پر پہنچ گئی ہے۔اسکے ساتھ ساتھ پنجاب حکومت کی 100 دنوں کی کارکردگی غیر تسلی بخش ہے رہی عوام کو تحفظ فراہم کرنا تو دور کی بات فوج کے جنرل بھی دہشتگردی کا نشانہ بن گئے اسی حوالہ سے پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر میاں محمودالرشید نے حکومت کے سو دنوں پر "100 ناکامیوں کے نام سے حقائق نامہ جاری کیا ہے جسکے مطابق شہباز شریف صوبے کے امور میں" دلچسپی لینے کی بجائے وزیراعظم بننے کی ''ریہرسل ''میں مصروف ہیں پنجاب جرائم میں تمام صوبوں میں ''پہلی پوزیشن ''پر آ چکا ہے 'جرائم پیشہ لوگ پنجاب کو اپنے لیے محفوظ ترین پناہ گاہ سمجھتے ہیں 'بچوں اور خواتین کے ساتھ زیادتی کے واقعات میں خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے اور ہر روز 5 سے 10 زیادتی کے واقعات ہو رہے ہیں پنجاب حکومت مہنگائی'

کنٹرول کرنے میں مکمل ناکام ہو چکی ہے اور 100 دنوں میں عوام کے جیب پر 20 ارب روپے کا اضافہ بوجھ ڈالا گیا ہے' مہنگائی اور بے روزگاری کی وجہ سے روزانہ 10 سے 15 لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں' وی آئی پی کلچر ختم کرنیکا دعوی کرنیوالے شہباز شریف کا بیٹا حمزہ شہباز شریف سرکاری ہیلی کاپٹر استعمال کر رہا ہے جو غریب عوام پر ظلم ہے' پنجاب حکومت کا (ن) لیگی اراکین پنجاب اسمبلی فی کس 80 لاکھ کے فنڈز بلدیاتی انتخابات کیلئے دھاندلی ہیں۔

حکومت کے 100 دنوں میں جتنی ناکامیاں ہوئیں ہیں اس سے صوبے میں جرائم سمیت دیگر مسائل میں خطرناک حدتک اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ آٹے کی قیمتوں میں 100 دنوں میں 26 فیصد چاول قیمت میں 23 فیصد' آلو 50 فیصد' پیاز 52 فیصد' ٹماٹر 100 فیصد' دال ماش 28 فیصد' مرچ 43 فیصد' انڈے 39 فیصد مہنگے ہوئے ہیں اور پنجاب حکومت مہنگائی کو کنٹرول کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو رہی ہے اور اس کیلئے کسی قسم کی کوئی اقدامات نہیں کیے گئے پنجاب میں حکومت کے حالیہ 100 دنوں میں جرائم میں 62 فیصد اضافہ ہو چکا ہے اور پلڈاٹ کی حالیہ رپورٹ میں بھی اس بات کی تصدیق کی گئ ہے کہ 62 فیصد عوام مہنگائی' بیروزگاری' لاقانونیت کے حوالے سے حکومت کی کارکردگی پر اعتماد نہیں رکھتے پولیس پر سالانہ اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں مگر 5 سال سنبل کے ساتھ ہونیوالی زیادتی میں پولیس ملزموں کو تاحال پکڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکی جسکی وجہ سے پولیس کی ناکامی بھی سب کے

سامنے آچکی ہے جنوبی پنجاب میں چھوٹو گینگ نے حکومت کی رٹ کو ختم کردیا مگر ابھی تک ان کے خلاف بھی پولیس اور حکومت کسی قسم کی کاروائی میں کامیاب نہیں ہوسکی اور کسی کو معلوم نہیں کہ پولیس پر اربوں روپے کن مقاصد کیلئے خرچ کئے گئے ؟۔ پنجاب میں اڑھائی سالوں کے دوران ریپ 460 ریپ کے واقعات ہوئے ہیں اور پنجاب ریپ کے حوالے سے کیسز میں سرفہرست ہے پنجاب میں بلدیاتی انتخابات کے حوالے سے بھی حکومت نے وعدہ پورا نہیں کیا بلکہ بلدیاتی انتخابات کے حوالے سے تاخیری حربے استعمال کیے جارہے ہیں اور بجلی کے خاتمے کے حوالے سے ہر روز متعدد ایم اویوز سائن کرنے کے دعوے ہوتے ہیں مگر پنجاب میں بجلی کے بحران کے خاتمے کے حوالے سے پنجاب حکومت کی کارکردگی ''کھودا پہاڑ نکلا چوہا'' کے مترادف ہے۔ پنجاب میں اب بھی روزانہ کئی کئی گھنٹوں کے لوڈشیڈنگ ہوتی ہے مگر اسکے باوجود شہباز شریف اب مینار پاکستان پر احتجاجی کیمپ نہیں لگاتے ؟ پنجاب حکومت صوبے کے حقوق کے تحفظ میں مکمل طور ناکام ہوچکی ہے کسانوں کو پنجاب کے حصہ کا پانی دلانے میں بھی حکمران ناکام رہے اسکے ساتھ ساتھ حکومت پنجاب نے صوبہ میں وی آئی پی کلچر کو ختم کرنے کی بجائے اس میں اضافہ کردیا جس سے ایک عام آدمی کی زندگی اجیرن ہوگئی۔

کامیابی کا راز

ہمیشہ وہی افراد تاریخ کے جھروکوں میں زندہ رہتے ہیں جو اپنا آج کل کے لیے محفوظ بنا لیتے ہیں کیونکہ وقت گذرتے وقت نہیں لگتا اور اکثر ہم پرانی یادوں کو جب یاد کرتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ہم سکول جاتے تھے اور پھر وہ سکول کا زمانہ ہماری آنکھوں میں ایک فلم طرح گذر جاتا ہے کالج کے زمانہ کو یاد کرتے ہیں تو پھر کچھ اور ہی طرح کی یادیں دل ودماغ کو روشن کرکے گذر جاتی ہے اور جب
یونیورسٹی کا سنہرا زمانہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو پورے جسم میں ایک عجیب سے سرشاری اور خمار سا چھا جاتا ہے جس کے سحر سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے مگر یادوں کی یہ حسین گھڑی بھی آخرکار گذر ہی جاتی ہے اور ہم پھر سے اپنی موجودہ دنیا میں لوٹ آتے ہیں اس دنیا میں بے شمار لوگ آئے اپنی زندگی گذاری اور پھر مٹی میں مل گئے مگر جنھوں نے انسانیت کی خدمت کی اپنی زندگی کو ایک مقصد کے تحت گذارا وہ تاریخ کے اوراق میں آج بھی زندہ ہیں ہم میں سے اکثر لوگ حالات کا گلہ شکوہ کرتے ہی نظر آتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود سے بھی بے زار ہی رہتے ہیں انسان کو اللہ تعالی نے اشرف المخلوقات بنایا ہے وہ اگر کرنا چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے نیک نیتی اور جدوجہد سے معاشرہ میں

ایک اچھا مقام حاصل کر سکتا ہے مگر اس کے لیے سب سے پہلی شرط ایمانداری ہے اور یہی راستہ کامیابی کا ہے جو ہمیں اپنی منزل تک پہنچا سکا ہے اللہ تعالی نے ہر انسان کو بااختیار پیدا کیا ہے بے شمار نعمتیں ہمارے لیے ہیں اور اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ہم معاشرہ میں اپنا مقام نہ بنا سکیں تو پھر ہمیں تنہائی میں بیٹھ کر اپنا احتساب کرکے یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ ہم میں کیا کمی ہے کیوں زندگی کی دوڑ میں ہم پیچھے کو بھاگ رہے ہیں اور جو ہم سے آگے نکل گئے ان میں کیا خوبیاں ہیں ایک بات جو ہم سب کو ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ حالات بھی انسان کا ساتھ اس قت دیتے ہیں جب خود ہمارے اندر آگے بڑھنے کی سچی لگن ہوگی اور ایمانداری ہمارے اندر ہو ہم کسی کی ٹانگ کھینچ کر اوپر چھڑنے کی کوشش نہ کریں ایک دوسرے کے ساتھ مخلص رہیں صرف دکھاوے کے لیے بلکہ اپنے اندر کی پاکیزگی کو قائم رکھنے کے لیے ہم اپنے اندر برداشت کو جنم دیں انتقام انسان کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کردیتا ہے اسکی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین کر اسے ناکارہ کردیتا ہے اور جو انسان اپنے اندر دوسروں کو پروان چڑھانے کا جذبہ رکھتا ہواور زندگی کی دوڑ میں کامیابی کی جستجو رکھتا ہو تو پھر حالات خود بخود اسکے حق میں ہونا شروع ہوجاتے ہیں پھر اسکے راستے کا تعین قدرت خود کرتی ہے اور جس معاشرہ میں ایسے افراد موجود ہوں پھر وہ شہر مثالی بن جاتا ہے اور وہ ملک قابل مثال بن جاتا ہے اور ایسے لوگ دنیا میں جہاں بھی چلے جائیں وہاں وہ سر کے تاج سمجھے جاتے ہیں اور

وہی لوگ کتابوں میں ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتے ہیں مگر اس کے لیے پہلی شرط ایمانداری ہے مگر ہم نے اسی چیز سے پیچھا چھڑوا لیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم حالات کا رونا رو کر اپنی بربادی خود پیدا کر رہے ہیں اور آجتک چور بازاری اور لوٹ مار سے کوئی انسان خوش نہیں رہا اگر وہ کسی کے ساتھ فراڈ کر رہا ہے تو وہ اپنے ساتھ ہی فراڈ کر رہا ہے اس لیے انسان کو اپنے آپ سے مخلص رہتے ہوئے دوسروں کے ساتھ بھی وہی رویہ رکھنا چاہیے تب کامیابیاں اسکی راہ میں ہاتھ باندھے کھڑی ہوتی ہیں انسان کی زندگی بہت مختصر ہے اور پھر کسی کو اپنی موت کا بھی معلوم نہیں کہ کب اور کہاں اسکا مقدر بن جائے گی اور اسکے باوجود ہم نے منصوبہ بندی ایسے کی ہوتی ہے جیسے ہم نے اس دنیا سے جانا ہی نہیں ہے اور اسی لیے جب موت آتی ہے تو بہت سے کام ادھورے ہی رہ جاتے ہیں جو پھر کبھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ پاتے اس لیے ہم اپنے ہر دن کو غنیمت اور آخری جانیں اپنی سابقہ زندگی پر ایک نظر دوڑائیں اپنی خامیاں اور کوتاہیاں اپنے سامنے لائیں اور انکو اپنی بری حرکتوں سمیت ایک گڑھا کھود کر اس میں دبا دیں اپنے ارد گرد لوگوں پر نظر دوڑائیں کامیاب اور مثالی زندگی گذارنے والوں کی خوبیاں نوٹ کریں اور پھر انہیں اپنے اندر سمیٹ لیں اپنے راستے کا تعین کریں اور پھر ایک بار پوری ایمانداری کے ساتھ اس پر چل پڑیں آپ کو ایسے محسوس ہوگا کہ جیسے مشکلات کا ایک پہاڑ آپ کے سامنے کھڑا ہے مگر ہمت اور حوصلے سے آپ اس پہاڑ کو عبور کرنا شروع کردیں اسکے بعد پھر کامیابیاں

آپ کے ساتھ ساتھ چلنا شروع ہو جائیں گی آپ ثابت قدم رہے تو پر آپ کے ساتھ چلنے والی وہی کامیابیاں آپ کے قدم چوم لیں گی اسکے بعد آپ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے مرنے کے بعد بھی آپ کی تاریخ کے جھروکوں سے باہر جھانکتے رہیں گے اور لوگ آپ کی کامیابی کے قصے سنایا کریں گے مگر شرط صرف ایمانداری ہے کیونکہ یہی کامیابی کا راز ہے۔

کراچی آپریشن اور پشاور دھماکے

مسلم لیگ کی نئی حکومت کے جہاں 3 ماہ مکمل ہوئے وہیں پر ہی وزیر اعظم نواز شریف کی طرف سے کراچی کے تشدد کنٹرول کرنے میں پولیس ناکامی کے اعتراف کے بعد ٹارگٹڈ آپریشن کیلئے سندھ رینجرز کو بااختیار بنایادیا گیا اور اس جاری آپریشن کا مقصد کراچی میں امن بحالی ہے لیکن کچھ گرفتاریوں کے بعد ہی وسیع پیمانے پر کاروبار کی بندش اور تشدد کی شدت میں اضافہ ہوگیا ہے جبکہ کراچی میں جاری آپریشن شہر کو مفلوج کرنے والے پر تشدد واقعات اور جرائم پیشہ تمام گروہوں سے نمٹنے کے لئے انتہائی محدود ہے اگر موجودہ حکومت بھی کراچی میں مستقل سیکورٹی حل تخلیق نہیں کر سکتی تو کوئی امید نہیں کہ وہ ملکی سطح پر بالکل وہی مسائل حل کرنے کے قابل ہوں گے سابقہ حکمران جماعت پیپلز پارٹی نے 2011 کے کراچی آپریشن میں فوج کے استعمال کی مخالفت اس خوف سے کی تھی کہ انہیں خدشہ تھا کہ اس طرح ان کی حکومت عدم استحکام کا شکار ہوجائے گی مگر اب رینجرز کے آپریشن سے نواز شریف کے اطمینان کے باوجود کسی کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ موجودہ آپریشن کی ایک سیریز شہر کی پر تشدد فضا کو ختم کر سکتی ہے۔ کراچی میں عسکریت پسندوں کے کئی دھڑوں کی موجودگی میں زیادہ امکان نہیں کہ موجودہ آپریشن کراچی میں طویل مدتی حقیقی تبدیلیاں

لائے گا۔ موجودہ نظام میں ذاتی مفادات رکھنے والے اکثر جرائم پیشہ گروہ جن میں سیاسی جماعتیں، اور دہشت گرد تنظیمیں بھی شامل ہیں ان کا ایک دفعہ کے آپریشن سے صفایا ممکن نہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ کراچی میں تشدد کو خاموش کرنے کے لئے کچھ مجرموں کو ٹارگٹ کرنے کی سابقہ کوششیں ناکام ہو گئیں لیکن موجودہ آپریشن میں سیاسی جماعتوں کے ارکان کی گرفتاری بھی شامل ہے، شہر میں رینجرز کا بھیجنا اس تشدد کی روک تھام کے لئے ایک بہتر اقدام تصور ضرور کیا جاتا ہے لیکن مستقل سیکورٹی اور ادارہ جاتی حل کے بغیر امن وامان کا قیام ممکن نہیں۔ یہ خدشات اپنی جگہ موجود ہیں کہ ایسے آپریشن کی تکمیل کے فوری بعد تشدد اور بھتہ خوری کراچی میں دوبارہ شروع ہو جائے گی۔ کراچی سمیت ملک بھر میں طویل مدتی اور پائیدار سیکورٹی اور سیاسی کوششوں کی ضرورت ہے جو تمام مجرم گروہوں جن میں بدعنوان اور مجرم سیاسی جماعتیں بھی شامل ہوں انہیں ٹارگٹ کیا جائے۔ بدقسمتی سے، اس وقت موجودہ حکومت کے پاس نہ ہی وسائل اور نہ ہی اس طرح کی کوئی منصوبہ بندی ہے۔ کراچی میں موجودہ سیکورٹی کی صورت حال کئی طریقوں سے پاکستان کے مجموعی طور پر مسائل میں سے ایک ہے، تیزی سے بڑھتی آبادی، گتھم گتھا نسلی گروپ، فرقہ وارانہ تشدد، دہشت گرد گروہوں کی یقینی موجودگی، سیاسی جماعتوں سے وابستہ عسکریت پسند، انفرااسٹرکچر کی شدید کمی اور منظم بدعنوانی جیسے مسائل سمیت کراچی بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ کراچی کئی سالوں سے مسائل اور تنازعات کا شکار ہے 2011 میں بھی رینجرز کو گینگ کے

خاتمے کے لئے مخصوص ہدف کا آپریشن دیا گیا۔ظاہر ہے دو سال بعد وہ آپریشن ناکام ثابت ہوا کیونکہ تشدد جاری رہا۔ بھتہ خوری اور اغوا برائے تاوان بھی کراچی میں معمول کے واقعات ہیں لیکن ان جرائم میں نسلی بنیاد پر مافیاز یا دہشت گرد گروپوں کا ہی صرف ہاتھ نہیں بلکہ کراچی میں تحریک طالبان پاکستان بھی اپنی کارروائیاں کر رہی ہیں تاہم ان واقعات میں ملوث عناصر سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہیں جبکہ پاکستانی سیاست میں بندوق کلچر نے بھی تشدد کی سیاست کو ہوا دے رکھی ہے۔

پشاور کے گرجا گھر میں ہونے والے خود کش دھماکوں کی جتنی بھی شدید الفاظ میں مذمت کی جائے وہ کم ہے کیونکہ اقلیتیں پاکستان کی پہچان ہیں اور انھوں نے ہمیشہ ملکی ترقی ، فلاح و بقا کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے ، عبادتگاہوں پر حملے کسی بھی مذہب میں جائز نہیں ہیں نہ ہی ان کا کوئی اخلاقی جواز ہے ایسے واقعات سے پوری دنیا میں پاکستان کا منفی تاثر پیدا ہو رہا ہے اور یہ واقعات ملکی سالمیت کے خلاف گہری سازش ہیں۔

لاشوں پر سیاست

ملک میں ہر طرف ایک افرا تفری کا عالم ہے بلوچستان میں زلزلہ نے تباہی مچادی، پشاور میں دہشت گردوں نے خون کی ندیاں بہادی، کراچی میں ایک عرصہ سے جاری دہشت گردی کا جن قابو سے باہر ہے، پنجاب میں خودکشیاں عام چکی ہیں پورا ملک تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے عوام غربت، مہنگائی اور بے روزگاری کی دلدل میں دھنستی جارہی ہے جن پشاور میں مسیحی برادری خون میں لت پت تھی تو وزیر اعظم سرکاری جہاز میں جنرل اسمبلی میں خطاب کرنے جارہے تھے انہیں اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اپنا سفر کچھ گھنٹے روک لیت اور پشاور جاکر انکے غم میں شریک ہوتے وہاں پر موجود عمران خان نے بھی لاشوں پر سیاسی دکانداری سجا لی انہیں تو چاہیے تھا کہ وہ کہتے کہ صوبے کی ذمہ داری وزیر اعلی کے پاس ہے وہ انتظامات کو بہتر سمجھتے ہیں اور میں تو صرف آپ لوگوں کے غم میں شریک ہونے آیا ہوں وہ انکے ساتھ بیٹھتے تاکہ انہیں حوصلہ ہوتا دوسری طرف بلوچستان میں زلزلے نے تباہی مچادی اور وزیر اعظم ملک میں موجود نہیں انکی جگہ پنجاب کے وزیر اعلی میاں شہباز شریف کو جانا چاہیے تھا بلوچی بھائیوں کے غم میں شریک ہو کر انہیں احساس دلاتے کہ آپ اکیلے نہیں ہو مگر نام خادم اعلی رکھنے سے عادتیں تو نہیں بدل سکتی یہ آج یا اس حکومت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ ہماری پوری تاریخ ایسے ہی واقعات سے

بھری پڑی ہے ہمارے جتنے بھی سیاستدان خواہ وہ موجدہ ہوں یا سابقہ تمام حکمرانوں نے پاکستان میں لوٹ مار، کرپشن اور لاشوں پر سیاست کے علاوہ کچھ نہیں کیاملک کے کسی بھی حصے میں دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہو جائے تو فوری طور پر ہمارے ان سیاسی لٹیروں کے بیانات آنا شروع ہوجاتے ہیں کہ ان ملک دشمن دہشت گردوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائیگا، مصیبت کی اس گھڑی میں قوم کو تنہا نہیں چھوڑیں گے مگر ہوتا اسکے الٹ ہے حکومت جس کی بھی ہو وہ ہمیشہ غریب عوام سے ہی آہنی ہاتھوں سے نمٹتی ہے اور مصیبت کی ہر گھڑی میں عوام ہمیشہ تنہا ہی رہتی ہے جبکہ ہمارے حکمران بیرون ملک بیٹھے ہماری بے بسی کا تماشا دیکھ رہے ہوتے ہیں بدقسمتی سے قیام پاکستان سے لیکر اب تک قائداعظم کے بعد پاکستان میں مخلص قیادت کا فقدان ہی رہااور آج تک کوئی محب وطن سیاستدان سامنے نہیں آیا جس نے ملک قوم کی خاطر کچھ کیا ہو یہاں تک کہ ہم پر نااہل اور کرپٹ حکمران بار بار مسلط ہوتے رہے آپ جنرل ایوب خان کو ہی دیکھ لیں جسے پاکستان بننے سے قبل میجر سے اگلے رینک میں ترقی نہ دینے کی سفارش کی گئی تھی مگر بدقسمتی سے وہی پاکستان کا حکمران بن بیٹھاایوب خان سے پہلے اور بعد میں آنے والوں نے پاکستان کو مال غنیمت سمجھ کر دل کھول کر لوٹا اوران مفادپرست اورنا اہل سیاستدانوں نے اس قوم کو بدامنی، کرپشن، لوٹ مار، مہنگائی، بے روزگاری، دہشت گردی اورتذلیل کے سوا کچھ نہیں دیا اور آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ پاکستان میں فاقہ کشی عام ہوچکی ہے بیمار

ہسپتالوں میں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں اور ہر سرکاری ملازم خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ پورے پاکستان کا ٹھیکیدار بنا ہوا ہے ٹھیکیدار بھی وہ جو اپنی کمینگی کی تمام حدیں پار کرکے بغیرتی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا چکا ہو پاکستان میں اگر اعلی عدلیہ بہتر کام نہ کر رہی ہوتی تو ان سب نے ملکر پاکستان کو نانا جی کی حلوائی کی دکان سمجھ کر کب کی بندر بانٹ کر لینی تھی مگر کچھ جگہیں اسی بھی ہیں جہاں آکر عدلیہ بھی خاموش ہو جاتی ہے ۔

میں اپنے پڑھنے والوں کو بار بار استعفی دینے والے گورنر سندھ کے متعلق بتاتا چلوں کہ ڈاکٹر عشرت العباد کو 2002 میں آئی ایس آئی کے اس وقت کے سربراہ جنرل احسان الحق کی سفارش پر سندھ کا گورنر بنایا گیا تھا، عشرت العباد کا گورنر بننے کے لیے لندن سے اسلام آباد پہنچنے پر آئی ایس آئی کے افسران نے ہی استقبال کرکے حلف اٹھانے کے لیے پہلے سے تیار شدہ شیروانی پیش کی تھی ڈاکٹر عشرت العباد جو کہ سندھ میں 1990 میں بننے والی صوبائی حکومت میں وزیر بلدیات تھے۔1992 کا آپریشن شروع ہونے پر قطر فرار ہو گئے تھے ان کے خلاف قتل سمیت دیگر سنگین الزامات کے متعدد مقدمات اس وقت بھی چل رہے تھے جب انہوں نے گورنر سندھ کی حیثیت سے حلف اٹھایا تھا

پاکستانی روپیہ

نواز شریف حکومت کے خاتمہ سے لیکر نواز شریف کے دوبارہ برسر اقتدار آنے تک جہاں ایک طرف ڈالر کی قیمتیں بڑھنے سے ملک میں مہنگائی کا طوفان آیا ہے اور ہر چیز کی قیمتیں اتنی زیادہ ہوگئی ہیں کہ ایک عام سفید پوش انسان کی پہنچ سے دور ہوچکی ہیں وہیں پر دوسری طرف پاکستان اس وقت قدرتی و انسانی سانحات کی شدید لپیٹ میں ہے ، حکومتی مشینری ان حالات میں اپنا کردار ادا کرنے میں فیل ہوچکی ہے زلزلے سے سینکڑوں قیمتی انسانی جانوں کے ضیاع پر ہر محب وطن پاکستانی کو نہایت افسوس ہے پچھلے دو دہایوں سے مسلسل قدرتی و انسانی سانحات کا شکار رہنے کے نتیجے میں عام آدمی کا معیار زندگی بری طرح متاثر ہوا ہے بالخصوص دیہی علاقوں میں رہنے والے غریب و پسماندہ عوام مشکلات کی دلدل میں دھنستے چلے جارہے ہیں دوسری جانب حکومتی کارکردگی صفر نہیں بلکہ منفی ہے جو خود کسی سانحہ سے کم نہیں اور سرکاری ادارے ہیں جو مسلسل خسارے میں چل رہے ہیں اسکے ساتھ ساتھ حکمرانوں کی اپنے کاروبار دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں جبکہ ملکی ادارے دیوالیہ ہو رہے ہیں ملک میں پانچ سال سے بلدیاتی انتخابات نہیں ہوئے جس سے عوامی مسائل خوفناک حد تک بڑھ چکے ہیں ۔ بلوچستان حکومت ابھی تک بغیر کابینہ کے چل رہی ہے۔ مقامی حکومت اور کابینہ نہ ہونے کی وجہ سے زلزلہ سے

متاثرہ علاقوں میں عوام کا کوئی پرسان حال نہیں جہاں نظر دوڑائیں مسائل ہی مسائل نظر آتے ہیں غریب عوام کے سکھ کے لیے کچھ نہیں ہو رہا ۔

اپنے پڑھنے والوں کی یاداشت میں اضافہ کی خاطر اورامریکی ڈالر کے گزشتہ سالوں میں عروج وزوال کی کہانی کچھ اسطرح ہے کہ 12اکتوبر1999 کو جب جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی جمہوری حکومت کا خاتمہ کیا توامریکی ڈالر 51روپے کا تھا جبکہ 28 مئی 1998 کو ایٹمی دھماکوں کے بعد لگنے والی پابندیوں اور حکومت کی طرف سے غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹس پرپابندیاں لگانے کی وجہ سے ایک سال کے اندر ڈالر کی قیمت میں تقریبا 10روپے کا اضافہ بھی ہو چکا تھا، مشرف کے 12 اکتوبر 1999 کو اقتدار سنبھالنے کے بعد18 اگست 2008 کو پیپلز پارٹی کے اقتدار سنبھالنے کے بعد صدارت چھوڑنے کے وقت 9سال میں امریکی ڈالر 16روپے بڑھ کر67 روپے کی سطح کو چھو چکا تھا جبکہ اس دوران 21 نومبر 2002 کو مسلم لیگ (ق) کی حکومت بننے اور میر ظفراللہ خان جمالی کے وزارت عظمی سنبھالنے کے وقت تک ڈالر عالمی پابندیوں کی وجہ سے 51 سے بڑھ کر 60روپے کو چھو چکا تھا تاہم اس دوران 2003 میں کم ہو کر58اور 2004 میں جب شوکت عزیز نے وزارت عظمی سنبھالی تو ڈالر کی قیمت 57روپے تھی جو 2005 میں بڑھ کر 59روپے،2006 میں 60روپے اور 2007 میں بھی 60 سے 61 روپے تک رہی، مسلم لیگ (ق) کی حکومت کے 5 سالوں میں ڈالر 60روپے کی سطح تک ہی رہا اور جونہی

ملک میں ''آمریت'' کے بعد ''جمہوریت بہترین انتقام ہے'' کے نعرے لگنے لگے تو ڈالر کو بھی آزادی نصیب ہوئی اور اس نے ملکی فضاؤں میں اڑان بھرنا شروع کر دی، (ق) لیگ حکومت کے خاتمہ کے بعد محمد میاں سومرو کی نگران حکومت سے پیپلز پارٹی کی منتخب حکومت کو اقتدار کی منتقلی کے تقریباً چھ ماہ کے دوران ڈالر 61 سے 67 تک پہنچ گیا۔ 25 مارچ 2008 کو جب پیپلز پارٹی کے یوسف رضا گیلانی نے وزارت عظمت کا حلف اٹھایا تو ملک میں ڈالر کی قیمت 67 روپے تھی اس کے بعد 2009 میں 80 روپے اور میں بڑھ کر 85 سے 86 روپے اور 2012 می ڈالر نے پہلی مرتبہ 2010-1190 روپے کی حد عبور کی 2012 سے مارچ 2013 تک پی پی پی حکومت کی 5 سالہ آئینی مدت پوری ہونے تک ڈالر 97 روپے تک پہنچ گیا تھا اسکے بعد جب مسلم لیگ (ن) کے صدر میاں نواز شریف نے 5 جون 2013 کو جب تیسری بار وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھایا تو اس روز مارکیٹ میں ڈالر کی قیمت 97 روپے سے 98 روپے تھی لیکن اس کے بعد تو جیسے ڈالر کی پرواز ''آخری گیئر'' میں پہنچ گئی اور ڈالر دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا ہوا صرف 110 روز میں 12 روپے اضافہ کے ساتھ 110 روپے تک پہنچا دیا، مشرف کے 9 سالوں میں 31 روپے اور (ن) لیگ کے 110 دنوں میں 12 روپے کا اضافہ ہوگیا یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں منگائی کا ایک طوفان آچکا ہے کیونکہ ہماری معیشت اب ڈالر کے گرد گھوم رہی ہے اور عالمی منڈی میں خرید وفروخت کے لیے پاکستانی روپیہ تو محض ایک کاغذ کا ٹکڑا بنا ہوا ہے۔

جھوٹے حکمران

ہمارے حکمرانوں اور سیاستدانوں کی اکثریت جھوٹ بولنے والوں پر مشتمل ہے جو یہ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں اور جو انہوں نے کرنا ہوتا ہے وہ یہ کہتے نہیں اس کی سینکڑوں مثالیں آپ کے سامنے ہونگی مگر ہم سب کو بھی جو ایک بڑی بیماری دیمک کی طرح اندر ہی اندر سے کھا رہی ہے وہ ہے بھولنے کی بیماری ہم میں سے زیادہ تر تو ایسے ہیں جو پانچ منٹ بعد ہی بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی گاڑی یا موٹر سائیکل کی چابی کہاں رکھی تھی یا بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کال سننے کے تھوڑی دیر بعد ہی ہم اپنا موبائل ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں اور ساتھ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ابھی تو میں نے کال سنی تھی کہاں چلا گیا اور جب ایسے حالات ہوں تو پھر سیاستدانوں کی پرانی باتوں کو کون یاد رکھتا ہے اسی لیے تو وہ بھی عوام کی نفسیات سے کھیلتے ہوئے آئے روز کوئی نہ کوئی نیا وعدہ کرتے رہتے ہیں ملک کے کسی بھی حصے میں دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہو جائے تو فوری طور پر بیان داغ دیا جاتا ہے کہ دہشت گردوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے گا نہ آہنی ہاتھ ہونگے نہ ان سے نمٹا جائیگا الیکشن سے قبل موجودہ حکمران کہتے تھے کہ ملک لوٹنے والے علی بابا اور چالیس چوروں کو سڑک پر گھسیٹیں گے اور ملک کو آئی ایم ایف کے نرغے میں دینے والا کشکول توڑدینگے کوئی قرضہ نہیں لیں گے مگر ہوا اس کے

برعکس کیونکہ ہمارے سیاستدانوں اور حکمرانوں کے وعدے صرف محاورے ہیں جن کو وہ بار بار دھرا کر عوام کو انکا سبق یاد کروارہے ہوتے ہیں اور یہ بیماری صرف ہمارے نامی گرامی سیاستدانوں میں ہی نہیں بلکہ یہ وعدہ خلافی شہر کے ایک کونسلر سے لیکر گاؤں کے ایک معمولی چوہدری تک سب میں درجہ بدرجہ ہر جگہ موجود ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن اور بلخصوص لڑکپن کے دور میں اپنے گاؤں میں جب کبھی جانا تو وہاں پر میں کرکٹ ٹیم کا حصہ ضرور بن جاتا تھا اور پھر اکثر قریبی قریبی دیہات میں جاکر ٹورنامنٹ بھی کھیل لیا کرتے تھے ہر میچ کا کوئی نہ کوئی مہمان خصوصی ضرور ہوتا تھا جو میچ کے آخر میں ایک اچھی خاصی رقم کا اعلان کرتا تھا مگر میں نے آجتک وہ رقم کسی کو ملتے ہوئے نہیں دیکھی اسی طرح کے کچھ اعلانات ہمارے سابقہ اور موجودہ حکمران بھی کرتے آرہے ہیں جو صرف انکی طرف سے ایک اعلان ہوتا ہے اسکے سوا کچھ نہیں اور انہی جھوٹے اعلانات کی بدولت ملک اور قوم کا برا حال ہوچکا ہے اغیار کی غلامی سے نجات دلانے والوں نے ہمیں انکے پاس گروی رکھ دیا بیرونی قرضوں سے انکار کرنے والوں نے سب سے پہلے اپنے پیٹ بھرنے کے لیے قرضے ہی لیے یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے حکمرانوں نے بیرون ممالک جائیدادیں بنالی اپنے کاروبار باہر شفٹ کرلیے جبکہ عوام کو دہشت گردوں اور اپنے بیرونی آقاؤں کے رحم کرم پر چھوڑ دیا ملک کے ہر شہری کو قرضوں کی زنجیر میں جکڑ دیا تاکہ وہ کہیں بھاگ نہ سکے ہمارے حکمران آئی ایم ایف کی جن شرائط پر قرضے لے رہے ہیں ان سے ہمارا

اقتصادی استحکام اور سماجی مساوات ختم ہو رہا ہے اور اس کا نتیجہ ملک کے طول و عرض میں بڑے پیمانے پر بے چینی وبدامنی کے سوا کچھ اور نہیں نکل رہا جبکہ آج تک آئی ایم ایف پر انحصار کرنے والے کسی ملک کی معیشت بہتر نہیں ہوئی کیونکہ بین الاقوامی قرض دہندہ کا ایجنڈا بھوک و افلاس مسلط کرکے آزادی و خودمختاری سلب کرنا ہوتا ہے اسی لیے توآئی ایم ایف اصلاحات کا اقتصادی فائدہ کم مگر اسکے اثرات عوام، معاشرے، معیشت اور کرنسی پر تباہ کن ہیں آئی ایم ایف عالمی اجارہ داری یقینی بنانے کا آلہ ہے جسکے حربوں سے درجنوں ممالک میں ارتکاز زر، ارب پتیوں کی تعداد، غربت، بے روزگاری اورامیر اور غریب کے مابین خلیج بڑھ رہی ہے جبکہ ترقی پذیر ممالک میں اسکی رفتار تیز ہے۔آئی ایم ایف کو مسیحا سمجھنے والی کسی ملک کی معیشت اور عوام کی حالت بہتر نہیں ہو سکی ہے جبکہ آئی ایم ایف سے بار بار کے قرضوں نے ہمیں سماجی عدم تحفظ، بدامنی اور دیگر مسائل سے دوچار کر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہر حکمران نے اکنامک منیجر اور سینٹرل بینکر آئی ایم ایف کے نظریات کی بلاتعمل پیروی کی اور انکے ہر فیصلے کو اقتصادی دلیل و ثبوت کے بغیر قبول بھی کرلیا اب ہمیں بھی مان لینا چاہیے کہ ہمیں آئی ایم ایف کے جال میں پھنسانے والوں کی اقتصادی بصیرت وہ نہیں جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں ورنہ معیشت، عوام اور کرنسی کا یہ حال نہ ہوتا اسکے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ آئی ایم ایف کے ریسکیو پیکج غریب کی زندگی مشکل بناتے ہیں جبکہ امراء کی

عیاشیوں کے نئے راستے کھولتے ہیں جس سے معاشرہ توازن کھو دیتا ہے آئی ایم ایف کی پالیسیاں زمینی حقائق کے مطابق نہیں ہوتیں اور قرض مانگنے والے ممالک سے مشاورت صرف دکھاوے کے لئے ہوتی ہے۔

KPK اور عمران خان

سیاست میں آنا اور پھر سیاست کرنا بہت مشکل کام ہے مگر یہ کام پاکستان میں بہت ہی آسان ہے بس زرا سا ڈرامہ کیا تین چار الٹے ہاتھ مار کر جذباتی تقریریں کرنا شروع کردی تو سمجھ لیں کہ آپ بھی سیاسی لیڈر بن گئے ہیں اور یہ وہ سیاسی دوکاندار ہوتے ہیں جن کو سوائے لوٹ مار کے اور کوئی کام نہیں آتا یہ سیاستدان الیکشن سے پہلے عوام کو ایسے ایسے حسین خواب دکھاتے ہیں کہ جیسے ان سے بڑھ کر کوئی خدمت کوئی محب وطن ہی نہیں ہے اور ووٹ لینے کے لیے عوام کے تلوے چاٹنے تک جاتے ہیں مگر جیسے ہی انہیں اقتدار ملتا ہے تو وہ سمجھنے لگتے ہیں یہ جو اقتدار ملا ہے یہ تو انکا خاندانی حق بنتا تھا اور پھر وہ اسی نام نہاد اور جھوٹی شان وشوکت کے ہمراہ عوام کے سروں پر جوتیاں برساتے ہیں مسلم لیگ حکومت کی خامیوں کو تو ہم آئے روز منظر عام پر لالا کر انہیں آئینہ دکھا رہے ہیں مگر خیبر پختونخواہ میں کیا ہوگیا جسے سب ایک مثالی حکومت بنانے کے دعوے کرتے تھے اور انکے وعدے سن سن کر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ عمران خان کے پی کے میں مثالی کام کرکے ثابت کریں گے کہ ان میں قابلیت ابھی باقی ہے مگر وہاں سے آنے والے حقائق نے سارا نقشہ ہی تبدیل کردیا کہ عوام نے نئے پاکستان کا نعرہ سن کر عمران خان کو ووٹ دیا تاکہ وہ

حکومت میں آکر انکے دکھوں کا مداوا کر سکیں انکی پریشانیاں بانٹ کر انہیں خوشیوں کی مالا پہنائے اور انکی برسوں کی محرومیوں ،ناکامیوں اور مایوسیوں کو ختم کر کے انہیں بھی باعزت زندگی گذارنے کے زرائع کے مواقع فراہم کیے جائیں مگر وہ تو سابق تمام حکمرانوں سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے عمران خان نے گزشتہ چار ماہ کے دوران اپنی جماعت کے دو ایم پی ایز سمیت دہشت گردی کے واقعات میں جاں بحق ہونے والوں میں کسی کے لواحقین کے پاس جا کر تعزیت نہیں کی ، گزشتہ چار ماہ کے دوران خیبر پختونخوا میں دہشت گردی کے ایک درجن سے زائد واقعات میں تحریک انصاف کے ممبران صوبائی اسمبلی فرید خان ، عمران خان مہمند ، سینئر پولیس و فوجی افسران سمیت سینکڑوں افراد جاں بحق ہوئے مگر نہ تو پی ٹی آئی کے چیئر مین عمران خان ، وزیر اعلیٰ پرویز خٹک جبکہ نہ ہی کسی صوبائی وزیر نے دہشت گردی میں جاں بحق ہونے والوں کے گھر جا کر لواحقین سے تعزیت کرنا گوارا کیا۔ صوبہ خیبر پختونخوا میں تحریک انصاف کی حکومت کے چار ماہ گذشتہ روز پورے ہو گئے ہیں جبکہ اس عرصے کے دوران صوبے میں دہشت گردی کے درجن سے زائد بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے جن میں پی ٹی آئی کے دو ایم پی ایز ، سینئر پولیس و فوجی افسران سمیت سینکڑوں بے گناہ افراد لقمہ اجل بنے ۔ گزشتہ چار ماہ کے دوران ضلع ہنگو میں تحریک انصاف کے ایم پی اے فرید خان کو 3 جون کو جبکہ عمران خان مہمند کو 27 اگست کو خود کش حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے علاوہ متعدد سینئر پولیس افسران اس عرصے میں دہشت گرد

حملوں کا نشانہ بنے جبکہ 15 ستمبر کو پاک فوج کے میجر جنرل ثناء اللہ ، لیفٹیننٹ کرنل توصیف کو اپر دیر میں شہید کیا گیا جبکہ حالیہ دنوں پشاور میں چرچ پر حملے میں سو کے لگ بھگ مسیحی مارے گئے ، اس کے علاوہ پشاور میں سرکاری ملازمین کی بس پر دہشت گردوں کے حملے میں درجنوں ملازمین شہید ہوئے مگر یہ امر افسوسناک ہے کہ تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے اپنی جماعت کے دو ایم پی ایز سمیت دہشت گرد حملوں میں شہید ہونیوالے کسی فرد کے گھر جا کر تعزیت کرنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ دہشت گردی کا نشانہ بننے والوں کے لواحقین سے تعزیت کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا یا کوئی وزیر بھی نہیں گیا۔ اس کے برعکس عمران خان جب انتخابی مہم کے دوران لاہور میں لفٹر سے گر کر شدید زخمی ہوئے تو شوکت خانم میموریل ہسپتال میں عیادت کے لئے پہنچنے والوں کا تانتا بندھ گیا تھا اس طرح سابقہ دور میں بھی حکمران دہشت گردی کے واقعات کی نذر ہونے والوں کے لواحقین سے کسی نہ کسی شکل میں تعزیت کرتے رہے جبکہ بعض واقعات کے متاثرین کے پاس وفاقی وزراء ، وزرائے اعلیٰ اور صوبائی وزراء تعزیت کے لئے ان کے گھر بھی پہنچے تھے۔ برعکس اس کے تحریک ، انصاف کے رہنما کہتے ہیں کہ کیا عمران خان کے جا کر تعزیت کرنے سے دہشت گردی کے واقعات میں مرنے والے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے ۔

اقوام متحدہ اور ہمارے حکمران

سامراجی قوتوں کی معاون بن کر اقوام متحدہ اپنی ساکھ کھو چکی ہے وہ کیسے اس سوال کا جواب آپ کو کالم کے آخر میں مل جائے گا مگر سب سے پہلے قرضوں میں جکڑے ہوئے غریب عوام کے حکمرانوں کی بیرون ملک عیاشیوں کی تفصیل زرا ملاحظہ فرمالیں کہ راہبروں کے بھیس میں کیسے کیسے راہزن پاکستانیوں کا خون چوسنے کے لیے آئے اور پھر چلے بھی گئے مگر نہ انکے بعد والوں نے ان سے کوئی سبق سیکھا اور نہ ہی موجودہ حکمرانوں نے مگر آپ زرا غریب عوام پر پیپلز پارٹی کے 5 سالہ دور اقتدار میں حکمرانوں کی سرکاری خرچ پر آنیاں اور جانیاں زرا ملاحظہ فرمائیں کہ سابق صدر آصف علی زرداری سمیت دو سابق وزراء اعظم یوسف رضا گیلانی اور راجہ پرویز اشرف نے 133 غیر ملکی دوروں پر 2 ارب 40 کروڑ سے زائد رقم قومی خزانے سے اڑا دی ، سابق صدر زرداری نے اس دوران سرکاری خرچ پر دبئی کے 16 نجی دورے بھی کر ڈالے، گیلانی بھی پیچھے نہ رہے بطور وزیر اعظم برطانیہ کے 2 نجی دورے کیے، راجہ پرویز اشرف بھی اپنے 9 ماہ کے اقتدار میں حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے 8 بیرونی دورے کر کے قومی خزانے سے 40 کروڑوں روپے سے زائد خرچ کر ڈالے، صدر کے 2008 کے دورہ سعودی عرب میں 31 رکنی وفد نے ان کے ہمراہ سفر کیا جن میں وفاقی

وزرائے اور بیوروکریٹس کی 9 بیویاں بھی ہمراہ تھیں جبکہ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے 2008 کے دورہ سعودی عرب میں 39 رکنی وفد میں ان کے 2 بھائی ان کی بیویاں، ایک بیٹی، ایک پوتے اور دیگر قریبی عزیزوں نے بھی سرکاری خرچ پر سفر کیا سابق صدر آصف علی زرداری نے اپنے پانچ سالہ دور اقتدار میں 82 غیر ملکی دورے کیے جن میں ان کے دوبئی کے 16 نجی دورے تھے جبکہ دیگر تمام دورے سرکاری نوعیت کے تھے۔ میں ان کے دورہ سعودی عرب میں 31 رکنی وفد ان کے ہمراہ تھا جس میں 2008 وفاقی وزراء ،ارکان اسمبلی اور بیوروکریٹس سمیت ارکان وفد کی بیگمات بھی شریک تھیں۔ وفد میں ڈپٹی سپیکر کی اہلیہ، وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کی اہلیہ، رحمان ملک کی اہلیہ، مشیر خزانہ کی اہلیہ، چیئرمین نیب کی اہلیہ، ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن کی اہلیہ، سیکرٹری خارجہ، سیکرٹری پٹرولیم اور ایڈیشنل سیکرٹری خارجہ کی اہلیہ شامل تھیں۔ صدر کے اکثر غیر ملکی دوروں میں سابق وزیر دفاع چوہدری احمد مختار نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ شرکت کی۔ ان کے برطانیہ کے ایک نجی دورے میں ان کے پریس سیکرٹری فرحت اللہ بابر بھی اپنی اہلیہ کے ہمراہ شریک ہوئے۔ صدر نے 2008 میں 7،2009 میں 20،2010 میں 14، 2011 میں 22، 2012 میں 23 اور 2013 میں 6 غیر ملکی دورے کیے جن پر مجموعی طور پر ایک ارب 31 کروڑ سے زائد کے اخراجات آئے۔ اس طرح پیپلز پارٹی کے دور اقتدار میں 2 وزراء اعظم سید یوسف رضا گیلانی اور راجہ پرویز اشرف نے تقریباً ایک ارب روپے کے 51 غیر ملکی دورے کیے۔ وزیر اعظم نے 2008

میں 39 رکنی وفد کے ہمراہ سعودی عرب کا دورہ کیا جس میں وفاقی وزراء، ارکان اسمبلی اور بیورو کریٹس سمیت ارکان وفد کی بیگمات نے بھی شرکت کی۔ مسلم لیگ (ن) کی خواتین ارکان نزہت صادق اور طاہرہ اورنگزیب بھی وفد کے ہمراہ تھیں جبکہ ایم کیو ایم کی خوش بخت شجاعت اور اے این پی کی خورشید بیگم نے اپنے خاوندوں کے ہمراہ دورے میں شرکت کی۔ دورے میں وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کی اہلیہ عزت بانو، وزیر اعظم کی صاحبزادی خصیٰ بتول، وزیر اعظم کے فرزند موسیٰ گیلانی، وزیر اعظم کے پوتے اسفند یار، وزیر اعظم کے عزیز مطب علی شاہ کی اہلیہ عقیدت زہرہ، احمد مختار کی اہلیہ، پرویز اشرف کی اہلیہ ، جہانگیر بدر کی اہلیہ نے بھی سرکاری خرچ پر سفر کیا۔ وزیر اعظم گیلانی نے 2008 میں چین کا دورہ کیا جس میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر، ان کی اہلیہ رضا تاثیر اور بیٹی شہر بانو تاثیر بھی وزیر اعظم کے ہمراہ تھیں۔2009 میں ان کے مصر کے دورے کے دوران (ن) لیگ کی رکن اسمبلی انوشہ رحمان بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ وزیر اعظم گیلانی نے 2008 میں 7، 2009 میں 5، 2010 میں 9، 2011 میں 16 اور 2012 میں 6 دورے کیے جبکہ وزیر اعظم راجہ پرویز اشرف نے جون 2012 سے مارچ 2013 کے 9 ماہ کے دور اقتدار میں 8 غیر ملکی دورے کیے۔

اب آتے ہیں اقوام متحدہ کی طرف جو سامراجی قوتوں کی معاون بن کر اقوام متحدہ اپنی ساکھ کھو چکی ہے اقوام متحدہ کا 66 سالہ کردار اپنے منشور کی نفی کرتا

ہے قوموں کے حقوق کی برابری، انسانوں کی بہتری کیلئے بین الاقوامی
دوستی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی تعاون کے فروغ کا حامل ادارہ آج سامراجی قوتوں کے جارحانہ عزائم اور مظلوم و محکوم عوام پر جارحیت سمیت ان تمام غیر قانونی قبضوں کو تحفظ فراہم کئے ہوئے ہے جن کی وجہ سے عالمی امن مسلسل خطرے سے دو چار چلا آرہا ہے: یو این او کی بجائے ایک غیر جانبدار ادارے کا قیام دنیا کی اہم ضرورت ہے چوبیس اکتوبر 1945 کو اقوام متحدہ معرض وجود میں آئی اس سلسلے میں دنیا کے پچاس ممالک کے نمائندوں نے انتہائی سوچ و بچار کے بعد جو منشور و مقاصد تیار کئے ان کا لب لباب یہ تھا کہ اقوام متحدہ آنے والی نسلوں کو جنگ کی لعنت سے بچائے گی اور دنیا بھر میں امن وسلامتی کے قیام کو ممکن بنائے گی۔انسانوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ چھوٹی وبڑی قوموں کے حقوق کی برابری، انسانوں کی بہتری کیلئے بین الاقوامی دوستی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی تعاون کا فروغ اس کا اولین فرض ہوگا۔ لیکن اقوام متحدہ کا 65 سالہ کردار اپنے منشور اور مقاصد کی نفی کرتا ہے یو این او نے سامراجی قوتوں کے جارحانہ عزائم اور مظلوم و محکوم عوام پر جارحیت سمیت ان تمام غیر قانونی قبضوں کو تحفظ فراہم کرنا شروع کردیا جن کی وجہ سے عالمی امن مسلسل خطرے سے دو چار چلا آرہا ہے ایو این او کی بجائے ایک بااختیار اور غیر جانبدار ادارے کا قیام دنیا کی اہم ضرورت ہے۔ جو کسی کے زیر اثر نہ ہو اور نہ ہی کوئی قوت ویٹو پاور رکھتی ہو آپس میں کسی قسم کا
مذہبی، علاقائی، رنگ و

نسل، قومیت کا تعصب نہ ہو تمام ممالک کے لوگ سر اٹھا کر عزت اور امن سے ترقی
کریں

مہنگائی کے زلزلے اور نیا چیف

حکمرانوں نے عیدالاضحیٰ سے قبل ہی عوام کو قربان کرنا شروع کردیا بجلی اور پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کرکے حکمرانوں نے عام انتخابات سے قبل جو وعدے کئے تھے اور جو سنہرے خواب دکھائے تھے وہ وعدے جھوٹے اور سنہرے خواب چکنا چور ہوگئے حکومت نے پیٹرولیم مصنوعات اور بجلی کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ کردیا ہے اور اب اس اضافے کے باعث مہنگائی کا ایک نیا طوفان سامنے آئے گا جس کا سارا بوجھ عوام کو برداشت کرنا پڑے گا اب شہباز شریف عوام کو بتائیں کہ بجلی کی کمی اور قیمت میں اضافے پر ٹینٹ ڈرامہ کیوں نہیں کیا بھارت سمیت دنیا بھر میں پیٹرول سستا ہورہا ہے لیکن پاکستان میں پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت عوام کو ریلیف دینے پر تیار نہیں ہے کیونکہ یہ سب آئی ایم ایف کے کہنے پر کیا جارہا ہے اپنے کشکول کو پھیلاتے ہوئے حکمرانوں نے انکی تمام شرائط کو پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا حکومت آئی ایم ایف سے وفا اور عوام سے جفا کی پالیسی پر عمل پیرا ہے پٹرول اور بجلی کی قیمتیں بڑھا کر عوام کا معاشی قتل کیا جارہا ہے حکومت نے کمرتوڑ مہنگائی کے ذریعے عوام پر خودکش حملہ کرکے انہیں ایک بار پھر فاقہ کشیوں پر مجبور کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت کی ناکام معاشی پالیسیوں نے عوام کو زندہ

در گور کر دیا ہے حکومت کے جبر اور عوام کے صبر کی انتہا ہو گئی ہے پورا ملک مہنگائی کے زلزلے کی زد میں ہے حکمران عوام کے صبر کو مزید نہ آزمائیں اور پٹرول و بجلی کی قیمتوں میں اضافے کا ظالمانہ فیصلہ واپس لیں حکومت عوام دشمن فیصلوں سے خونی انقلاب کی راہ ہموار کر رہی ہے اور مہنگائی بڑھا کر عوام کو سول نافرمانی پر مجبور کیا جا رہا ہے الیکشن سے قبل کیے گئے تمام وعدوں کو فراموش کرکے اقتدار میں آ کر عوام سے آنکھیں پھیر لی ہیں عوام پر براہ راست اور بالواسطہ نئے ٹیکس مسلط کر دیئے گئے ہیں حکومت نے بجلی اور گیس کے نرخوں میں ماہانہ بنیاد پر من مرضی کے اضافے کو وطیرہ بنا لیا ہے اس وقت عالمی منڈی میں پٹرولیم مصنوعات کے نرخ نیچے آ رہے ہیں لیکن ہماری حکومت پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کر رہی ہے پٹرول اور بجلی کی قیمتیں بڑھتے ہی مہنگائی کا جن بے قابو ہو گیا ہے۔ پیپلز پارٹی نے جو کچھ پانچ سال میں کیا وہ ن لیگ کی حکومت نے چار ماہ میں کر دکھایا ہے شہریوں کو بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنا ریاست کی آئینی ذمہ داری ہے پہلے بجلی مہنگی کرکے عوام پر بجلی بم گرایا گیا اور پھر پٹرول مہنگا کرکے پٹرول بم گرا دیا گیا حکومت اس بات کا بھی جواب دے کہ عوام کا معاشی قتل عام کب تک ہوتا رہے گا ۔

آخر میں اپنے پڑھنے والوں کی دلچسپی کے لیے بتاتا چلوں کہ حکومت نے آرمی

چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی کو انکی مدت ملازمت میں توسیع نہ دینے کا فیصلہ کرلیا ہے اور اس سلسلہ میں وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی اور آرمی چیف کا ایک ساتھ تقرر کرنے کا فیصلہ کرکیا ہے دونوں تقرریوں میں ان کی اپنی اعلان کردہ سنیارٹی پالیسی کو ترجیح دی جائے گی لیفٹیننٹ جنرل ہارون اسلم کو چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی اور لیفٹیننٹ جنرل راشد محمود کو جنرل اشفاق پرویز کیانی کی جگہ نیا آرمی چیف مقرر کئے جانے کے واضح امکانات ہیں یہ تقرریاں آئندہ چند روز میں کردی جائینگی کیونکہ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی جنرل خالد شمیم وائیں 7 اکتوبر کو ریٹائر ہوجائیں گے اور نئے چیئرمین 8 اکتبر سے اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھال لیں گے جبکہ آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے نومبر میں ریٹائر ہونا ہے آئین کے مطابق مسلح افواج کے سربراہان کا تقرر وزیراعظم کا صوابدیدی اختیار ہے۔ سیکرٹری دفاع لیفٹیننٹ جنرل (ر) یاسین ملک دونوں اہم عہدوں پر تقرریوں کی سمریاں ڈاک کے ذریعے بھجوانے کی بجائے بذات خود لے کر وزیراعظم کے پاس جائیں گے ان سمریوں پر وزیراعظم دستخط کریں گے اور پھر وزیراعظم کے طور پر ان تقرریوں کی حتمی منظوری دیں گے اور وزیراعظم کی ایڈوائس صدر مملکت ممنون حسین کو بھجوائی جائے گی جو آئینی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے وزیراعظم کی طرف سے بھجوائی گئی ایڈوائس کی رسمی منظوری دیں گے جس کے بعد ان دونوں اہم عہدوں پر تقرریوں کا نوٹیفکیشن وزارت دفاع سے جاری

کردیا جائے گا جبکہ چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری کی مدت ملازمت میں
توسیع کا معاملہ ابھی زیر غور ہے

پلڈاٹ رپورٹ

احمد بلال کا شمار ایسے محب وطن لوگوں میں کیا جاسکتا ہے جو پاکستان اور پاکستانی قوم کا درد اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں میری ان کے ساتھ جتنی بھی ملاقاتیں ہوئی وہ انہی کے کسی نہ کسی پروگرام میں ہی ہوئی اور جہاں تک میں نے دیکھا وہ کسی بھی قسم کے دباؤ کو خاطر میں لائے بغیر اپنا کام جاری رکھتے ہیں حکومت کے برے کاموں پر تنقید بھی کھل کر کرتے ہیں اور جہاں اچھے کام نظر آئیں وہاں تعریف بھی کرتے ہیں انہوں نے سیاستدانوں کی اصلاح کے لیے بھی بہت سے پروگرام کیے ابھی چند روز قبل انہوں نے اپنی تنظیم ''پلڈاٹ'' کے زریعے حکومت کے سو دنوں کے عنوان سے ایک رپورٹ جاری کی ہے اور اس رپورٹ میں انہوں نے وفاقی و صوبائی حکومتوں کی پہلے 100 دنوں کی کارکردگی کو مایوس کن قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ (ن) لیگی حکومت کے پہلے 100 دنوں میں مہنگائی تاریخی عروج پر پہنچی ہے وفاقی حکومت نہ تو اپنی کابینہ مکمل کرپائی نہ ہی چیئرمین نیب سمیت کئی اہم عہدوں پر تقرریاں عمل میں لائی جاسکیں اے پی سی کے بعد طالبان سے مذاکرات کی پالیسی بھی مبہم ہے۔ وزراء کے چناؤ میں غلطیوں کے باعث استعفوں اور برطرفیوں کے معاملے دیکھنے میں آئے دوسری جانب حکومتی اہم ترین عہدے وزارت امور خارجہ، وزارت قانون، وزارت

مواصلات، وزارت تجارت، وزارت دفاع سمیت امریکہ میں پاکستانی سفیر کی تعیناتی اور دیگر ابھی تک خالی پڑے ہیں اور جن عہدوں پر تعیناتیاں ہوئیں جیسے صدر اور گورنر پنجاب ان میں بھی مشاورت اور ادارہ جاتی نظام اور بغیر کسی طریقہ کار کے کام کیا گیا وزیراعظم میاں نواز شریف کی سینٹ اور قومی اسمبلی جبکہ وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی صوبائی اسمبلی کے اجلاسوں میں عدم موجودگی کو غیر جمہوری طرز عمل قرار دیتے ہوئے رپورٹ میں کہا گیا کہ دہشت گردی کے مسئلے پر بلائی گئی اے پی سی کے بعد طالبان سے مذاکرات سے متعلق پالیسی بھی مبہم ہے جس کا کوئی مکمل میکنزم نظر نہیں آتا وفاقی و صوبائی حکومتوں کی ٹیکس اصلاحات نہ کرنے، اسٹینڈنگ کمیٹیز کے قیام، اسمبلی قوانین کی خلاف ورزیوں اور مقامی حکومتوں کے قیام سے متعلق عدم دلچسپی پہلے سو دنوں کا خاصہ رہی جیسا کہ خیبر پختونخوا اسمبلی میں دوسرے صوبوں کی نسبت سب سے کم اجلاس ہوئے اور حکومت لوکل گورنمنٹ بل دیر سے پیش کرنے اور بھاری سائز کابینہ جس میں وزیراعلیٰ کے پی کے کے 13 وزراء 5 مشیر، 7 معاون خصوصی اور 32 پارلیمانی سیکرٹریز ہیں جبکہ سو دن سے زائد گزرنے کے باوجود ابھی تک وزیراعلیٰ بلوچستان ڈاکٹر عبدالمالک اپنی کابینہ ہی تشکیل نہ دے سکے۔

میاں نواز شریف نے 6 جون 2013ء کو حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی اور اب تک کے گذرے ہوئے انکی حکومت کے 100 دن ملک کے کروڑوں غریب عوام پر بھاری گزرے

حکومت نے عوام کو ریلیف دینے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا اور عوام سے کیا گیا کوئی بھی وعدہ پورا نہیں ہو سکا بلکہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ایجنڈے پر عمل درآمد کرتے ہوئے بجلی اور پٹرولیم قیمتوں میں ظالمانہ اضافے کے نتیجے میں ملک بھر میں مہنگائی کا ایک بدترین طوفان آگیا ہے۔ ملک کا ہر شہری بالخصوص غریب اور متوسط طبقے کے لوگ انتہائی پریشان ہیں اور انہیں سمجھ نہیں آتی کہ وہ گزر اوقات کس طرح کریں

پیٹرول کی قیمت 100دن پہلے 100.50 روپے فی لٹر تھی جواب 113.50روپے فی لٹر تک پہنچ گئی ہے۔ سی این جی 100دن پہلے 73روپے فی کلو گرام تھی جواب بڑھ کر84روپے فی کلو گرام ہو گئی ہے۔ بجلی کی فی یونٹ قیمت 100دن پہلے 5روپے تھی جواب بڑھ کر16روپے فی یونٹ ہو گئی ہے۔ آٹا جو 100دن پہلے 36روپے فی کلو گرام تھا اب بڑھ کر 46روپے فی کلو گرام ہوگیا ہے۔ گیس سلینڈر 100دن پہلے 103روپے فی کلو گرام پر بھرا جاتا تھا وہ 100دن بعد150روپے فی کلو گرام پر بھرا جاتا ہے۔ چاول سو دن پہلے 110روپے فی کلو گرام تھا جواب بڑھ کر 145روپے فی کلو گرام ملتا ہے۔ پیاز 100دن پہلے 33روپے فی کلو گرام تھا اب 60روپے فی کلو گرام مل رہا ہے۔ دال ماش 100دن پہلے 115روپے فی کلو گرام دستیاب تھی جو اب 100دن بعد 120روپے فی کلو گرام مل رہی ہے۔ لوبیا پہلے 120روپے فی کلو مل رہی تھی جواب بڑھ کر0 14روپے ہو گئی ہے۔ سرخ مرچ سو دن پہلے 140 روپے فی کلو گرام تھی جواب 200روپے فی کلو گرام مل رہی ہے جبکہ سالن مصالحہ روپے بڑھ کر220

روپے ہوگیا ہے۔ موبائل فون پر سو دن پہلے سو روپے لوڈ کرنے پر 17 روپے 240 ٹیکس کٹتا تھا جواب بڑھ کر 25 روپے ہوگیا ہے بات صرف یہیں تک نہیں ہے بلکہ امریکی ڈالر کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی قیمت میں مسلسل کمی کی وجہ سے کارخانوں کے لئے مصنوعات کی تیاری کے لئے درکار درآمدی پرزے یا اشیاء اور درآمدی خام مال بھی انتہائی مہنگا ہوگیا ہے پٹرول، بجلی، گیس کی قیمتوں میں اضافے سے جہاں عام آدمی کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو چکا ہے وہاں اس کے نتیجے میں ملک کی صنعت، تجارت اور زراعت تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔

مچھر کالونی کے مچھر

پاکستان کو اس وقت قانون نافذ کرنے والے اداروں اور دہشت گردوں نے یر غمال بنا رکھا ہے محب وطن اور محنتی پاکستانی شہری ان کے ظلم کے سامنے بے بس ہو چکا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حکومت ملک میں جاری دہشت گردی کو روکنے میں بھی مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے متعدد بار حکومت اور دہشت گردوں کے درمیان مذاکرات کا کھیل کھیلا گیا مگر اس میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور آئے روز دہشت گردی کی ان کاروائیوں میں عوام ان کے ظلم وستم کا نشانہ بن رہی ہے ایک طرف دہشت گرد ہیں جو عوام کی جان سے کھیل رہے ہیں تو دوسری طرف حکومتی ادارے ہیں جو عوام کے ساتھ جارحانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں خاص کر پولیس کے شیر جوان جو اپنوں کو ہی دن رات لوٹنے میں مصروف ہیں کراچی مچھر کالونی کے رہائیشیوں کے ساتھ اس وقت جو سلوک کیا جارہا ہے وہ بھی دہشت گردی ہی کے زمرے میں آتا ہے جس کا ذکر میں آخر میں کرونگا مگر سب سے پہلے حکومت اور طالبان کے مذاکرات کا پس منظر بتاتا چلوں کہ نائن الیون کے بعد سے حکومت اور طالبان کے درمیان درجن بار معاہدوں کیلئے مذاکرات ہوئے ایک آدھ بار معاہدے طے پائے تاہم نہ تو کبھی کوئی بات چیت اور نہ ہی معاہدہ سرے چڑھ سکا حکومت اور طالبان کے درمیان جونہی امن کیلئے بات چیت حتمی

مراحل میں داخل ہوئی یا کوئی معاملہ طے پائے یا تو کسی طالبان رہنما کو یا پھر کسی اعلیٰ حکومتی یا عسکری شخصیت کو نشانہ بنا کر ان کوششوں کو سبوتاژ کر دیا جاتا حکومت اور طالبان کے درمیان امن کیلئے ہونے والی بات چیت کو ہمیشہ ایک غیر ملکی طاقت نے ڈرون حملوں کے ذریعے ناکام بنایا اسی غیر ملکی طاقت کی مدد سے تحریک طالبان سوات نے اپر دیر میں دہشت گردی کی کارروائی کرکے پاک فوج کے میجر جنرل اور دیگر کو سیٹلائٹ کی مدد سے نشانہ بنایا کر شہید کیا نائن الیون کے بعد افغانستان پر امریکی حملے کی وجہ سے خطے میں شدید اشتعال پھیل گیا جس کے بعد افغانستان سے ملحقہ پاکستانی قبائلی علاقوں میں نفرت انگیز تحریک پیدا ہوئی۔ حکومت پاکستان نے امریکی دباؤ پر اس اشتعال کو روکنے کی کوشش کی تو دو طرفہ معاملات آپس میں ٹکراؤ کا سبب بنے جس پر کبھی طاقت کے ذریعے تو کبھی مذاکرات و معاہدات کے ذریعے امن قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ حکومت پاکستان نے پہلا معاہدہ بیت اللہ محسود کے ساتھ 2 فروری 2005 کو سروارغہ معاہدہ کے نام سے کیا۔ 2007 میں نفاذ شریعت کے صوفی محمد اور مولوی فضل کے ساتھ معاہدہ طے پایا لیکن مولوی فضل کی جانب سے پاک فوج کے خلاف منفی سرگرمیوں کے باعث معاہدہ ٹوٹ گیا۔ 21 جون 2008 کو منگل باغ اور متعلقہ آفریدی قبائل کے ساتھ امن کی کوششیں کی گئی ہیں۔ 5 ستمبر 2008 میں شمالی وزیرستان کے عسکریت پسندوں سے امن مذاکرات کیے گئے۔ 2009 میں پھر معاہدے کیے گئے جنہیں 6 ماہ بعد ہی طالبان نے فورسز کے انخلاء نہ ہونے پر

توڑ دیا۔ مئی 2011 حافظ گل محمد گروپ سے امن معاہدات سے متعلق بات چیت ہوئی تاہم کیے گئے معاہدے جلد ہی ٹوٹ گئے۔ اسی طرح سوات اور قبائلی علاقوں میں دیگر کیے گئے معاہدے بھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے گزشتہ دنوں اے پی سی میں طالبان سے مذاکرات کے لیے مکمل حمایت کی گئی تو امن مذاکرات شروع ہونے سے قبل ہی پشاور میں ایک ہفتے میں 3 دھماکوں میں 140 سے زائد افراد کو شہید کرکے سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاہم حکومت اور طالبان دونوں فریقوں کو اب دوست اور دشمن کی پہچان کرکے امن کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔

میں اوپر کراچی میں مچھر کالونی کے باسیوں کا ذکر کیا تھا جہاں پر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے لوٹ مار کی انتہا کر رکھی ہے ویسے تو پورا ملک ہی انہوں نے یرغمال بنایا ہوا ہے گلی محلوں سے لیکر بڑے شہروں تک آپ کو ٹریفک پولیس والا اگر کسی کا چلانکرتا ہوا نظر آئے گا تو وہ بیچارہ موٹر سائیکل سوار ہی ہوگا کیونکہ اسکا تعلق بھی ان 75 فیصد پاکستانیوں کے ساتھ ہیں جو اس ملک کو ٹیکس دیتے ہیں لوٹ مار نہیں کرتے اور سب سے بڑھ کر نہ وہ سیاستدان ہیں اور نہ ہی وہ اعلی افسر اسی لیے ہر چوک پر ٹریفک پولیس والے انہیں روک کر اپنی تنخواہوں کے پیسے ان سے وصول کر رہے ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی میں آپ کو مچھر کالونی کراچی کا بھی ایک واقعہ سناتا ہوں جو پورے پاکستان کے غریب علاقوں کی مثال ہے مچھر کالونی کا ذکر اس لیے کر رہا ہوں کہ وہاں پر ہمارے

بنگالی بھائی موجود ہیں اور اس کالونی میں تقریبا 5 لاکھ افراد پینے کے صاف پانی سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کی ہر بنیادی سہولت سے بھی محروم ہیں جبکہ اپنی محنت مزدوری سے کمائی ہوئی بچوں کی روزی وہاں کے بھکاری پولیس کے شیر جوانوں کو دینے پر مجبور ہوجاتے ہیں جب بھی کسی پولیس والے کو پیسے کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ قصائی کی طرف مچھر کالونی کے ڈربے میں ہاتھ ڈالتا ہے جو مرغی سامنے آئی اس پر ہی چھری چلادی اور جو بیچارہ سارا دن محنت مزدوری کرنے کے بعد اپنے بچوں کا رزق لے کر گھر جارہا ہوتا ہے راستے میں ہی مچھر کی طرح مسل دیا جاتا ہے قانون نافذ کرنے والے اداروں نے پورے ملک کو اپنی جاگیر سمجھ رکھا ہے جہاں نہ کسی کی عزت محفوظ ہے اور نہ مال خاص کر ہمارے دیہاتی تھانوں میں میں پولیس کے جوان فرعون بن کر حکمرانی کرتے ہیں ان سے بڑھ کر بھی ایک مخلوق ہے جو اپنے آپ کو زمینی خدا سمجھتے ہیں وہ ہیں جیلوں کے انچارج جو اپنے سے بڑے کے تو تلوے چاٹتے ہیں مگر باقی سب سے انکا بدلہ لیتے ہیں اور ایسے ہی ہمارے تمام سرکاری ملازمین نے پاکستان کو مچھر کالونی بنا کر شہریوں کو مچھر سمجھ رکھا ہے انکے بارے میں تفصیل پھر کبھی سہی۔

نسلوں کا پاکستان

آئے روز نئے ٹیکسوں کے نفاذ سے آج ہر طرف عوام کی چیخ و پکار ہے اور کوئی سننے والا نہیں نہ اپوزیشن بولتی ہے نہ کوئی اور سیاسی جماعت احتجاج کر رہی ہے اور اور سب سے .بڑھ کر عوام بھی خاموشی سے سب کچھ .برداشت کر رہی ہے جس کے پاس اپنا پورا ایک دن اچھے طریقے سے گذارنے کے پیسے بھی نہیں ہیں وہ بھی خاموشی سے ایک کونے میں لگا بیٹھا ہے ہر طرف ایک خوف کی سی کیفیت طاری ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملک پر جادوگروں کی حکومت ہے جنھوں نے پوری قوم پر جادو کرکے ان کی سوچ اور سمجھ پر قبضہ کرلیا ہو شہر میں جتنی مرضی ڈکیتیاں ہو جائیں ،ٹریفک صبح سے شام تک چیونٹی کی رفتار سے رینگتی رہے عوام قانون نافذ کرنے والے اداروں اور دہشت گردوں کے ہاتھوں بچوں کو کھلونا بن جائے جب مرضی اور جہاں جس کا دل چاہے گردن مروڑ کر پھینک دے ،ایک غریب اپنی اوقات سے .بڑھ کر اپنے بل جمع کروا رہا ہو ،ہسپتالوں میں غریب کو سرخ جھنڈی جبکہ اختیار والے کو وی آئی پی پروٹوکول حیرت ہے کہ جنھوں نے پاکستان بنایا اپنے خاندانوں کی قربانیاں دی وہی لوگ آج خاموش بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہیں اور ابھی تک قربانیاں دے رہے ہیں اگر فکر معاش ،بے روزگاری اور سیاست دانوں کی بے رحمی نے آپ لوگوں کی یادداشت کمزور کردی

ہے تو میں کچھ بتائے دیتا ہوں کہ الیکشن سے پہلے موجودہ حکمرانوں نے ہم سے کیا کیا وعدے کیے تھے یکم مئی چونکہ مزدوروں کا عالمی دن ہوتا ہے اور اسی ایک دن کے حوالہ سے کچھ عرض کرتا ہوں کہ یکم مئی 2013ء کو اخبارات میں ایک اشتہار چھپا تھا جس میں ایک طرف میاں نواز شریف کی بڑی سی ایک تصویر لگی تھی جبکہ دوسری طرف لکھا ہوا تھا کیا آپ چاہتے ہیں لوڈ شیڈنگ ، کرپشن ، قتل وغارت گری ، معیشت کی بربادی بے روزگاری ، مہنگائی ،اقربا پروری ، گیس کی لمبی قطاروں اور لوٹ مار کا سیاہ دور پھر سے لوٹ آئے اسکے بعد ایک بڑا سا سوالیہ نشان بنایا گیا تھا آخر میں پھر لکھا ہوا تھا کہ اگر نہیں اور یقینا نہیں تو 11 مئی کو شیر کے نشان پر مہر لگایئے ،شیر کا نشان روشن پاکستان کا نشان جبکہ اس اشتہار کے ایک طرف کونے میں ایک چوکور ڈبہ بنا کر اس میں یہ عبارت درج کی گئی تھی یاد رکھیئے شیر کے علاوہ کسی کو بھی ڈالا جانے والا ووٹ اس سیاہ دور کے حق میں گنا جائیگا جس سے آپ نجات چاہتے ہیں جبکہ اسی دن عمران خان کا میانوالی (قمر مشانی) میں ایک جلسہ کے حوالہ سے بیان چھپا تھا کہ 11 مئی کو شیر کے تکے بنا کر کھا جائیں گے دونوں نے عوام کو خوب بیوقوف بنایا سنہرے اور خوبصورت مستقبل کے خواب دکھا دکھا کر دونوں ہی حکومت میں آگئے اور اور دونوں نے نے عوام کی بوٹی بوٹی کردی اور رہی سہی کسر دہشت گردوں نے پوری کردی جنہوں نے شیر بلے اور تیر سے زبح کی ہوئی عوام کو دھماکوں میں تکے بنا دیا اور اب سب ملکر ٹیکسوں کا مرچ مصالحہ لگا

کر مزے مزے سے کھا رہے ہیں عوام تو قیام پاکستان سے ہی ان سیاسی ٹھگوں کے ہاتھوں لٹتی آ رہی ہے اور ہر بار یہ سیاسی لٹیرے عوام کو نئی بین سنا کر نئے وعدے کر کے اپنا الو سیدھا کر لیتے ہیں باپ کے بعد بیٹا اور بیٹے کے بعد اگلی نسل کی تربیت شروع کر دی جاتی ہے کہ کیسے عوام کی گردن پر چھری چلانی ہے کل کے یہ بھکاری سیاستدان آج کے ارب پتی بن گئے جبکہ اس ملک کے حقیقی وارث جنہوں نے قیام پاکستان سے لیکر آج تک قربانیاں دی وہ آج بھکاری بن چکے ہیں کسی کو انصاف نہیں مل رہا تو کسی کے سامنے انصاف لونڈی بنا ہوا ہے کوئی روٹی کو ترس رہا ہے تو کوئی روٹی کو ٹھوکریں مار رہا ہے کوئی پینے کے صاف پانی کو ترس رہا ہے تو کوئی غیر ملکی شراب پانی کی طرح بہا رہا ہے آئے روز نئے نئے ٹیکس لگا کر عوام کی قوت برداشت ختم کی جا رہی ہے اور اس ملک میں حکومت اور اپوزیشن ڈگڈگی بجا کر عوام کو بندر بنا کر نچا رہے ہیں سرکاری اداروں میں صرف دیہاڑی لگانے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہو رہا افسران عوام کی پہنچ سے دور نکل چکے ہیں ایسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ زمین پر نہیں بلکہ چاند پر نوکری کرتے ہیں اور جیسے ہمارے حکمرانوں کا طریقہ حکمرانی ہے اس سے بڑھ کر ہمارے سرکاری اداروں کے افسران حکمرانی کرتے ہیں اور انکے رہن سہن کے انداز سے ہی پتا چل جاتا ہے کہ ان کی اوپر کی کمائی میں دن رات اضافہ ہی ہو رہا ہے جبکہ نچلے درجے کے ملازمین کم تنخواہوں پر اپنی اپنی زندگی کی گاڑیاں دھکیل رہے ہیں اگر دیانت داری سے دیکھا جائے تو اس گناہ میں ہم

سب شریک ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے سے اوپر والا کس کام کے عوض کتنے پیسے کما رہا ہے اور ہم خاموش بیٹھے صرف تماشا ہی دیکھ رہے ہوتے ہیں اور آج نوبت یہاں تک آچکی ہے کہ تماشا دیکھتے دیکھتے ہم خود تماشا بن چکے ہیں ابھی بھی وقت ہاتھ میں ہے اپنی شرم جھجک اور غیرت کو مزید قربان ہونے سے بچالیں اور.برائی کے خلاف لڑنے اور اپنا حق حاصل کرنے کیلیے میدان میں آجائیں تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ایک مضبوط پاکستان میں خوشحال زندگی گذار سکیں کیونکہ اب ہم تو کچھ دیر کے مہمان ہیں اور ہماری نسلوں کا پاکستان ہے۔

صوبائی محتسب کا سچ اور نیب

مٹھی میں ریت دبا کر ہاتھ سمندر کے اندر کر لیا جائے تو پھر ایڑی چوٹی کا بھی زور لگا کر بھی آپ پکڑی ہوئی ریت کو قابو میں نہیں رکھ سکیں گے اسی ریت کو آپ سیمنٹ کے ساتھ ملا کر دریاؤں پر پل بنا کر آنے جانے کا راستہ ہموار کر سکتے ہیں پاکستان بن گیا تو دنیا کے عظیم لیڈر قائد اعظم محمد علی جناح نے قوم کی قربانیوں کی ریت ایک مٹھی میں پکڑی اور فرض شناس ،محب وطن افسران کا سیمنٹ دوسرے ہاتھ میں لیکر پاکستان مخالف اور دشمن قوتوں کے پانی پر ایک مضبوط پل بنانا چاہتے تھے تاکہ قوم کی ترقی میں درپیش اس دلدل کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جائے اور انکے بعد آنے والے حکمران قومی ترقی کی اس گاڑی کو شاہراہ جمہوریت سے گذار کر منزل مقصود تک پہنچا سکیں مگر بد قسمتی سے ایسا نہ ہو سکا اور انکے بعد آنے والے حکمرانوں نے قوم کی قربانیوں کو ریت کی طرح پانی میں بہا دیا اور ابھی تک بہائے جا رہے ہیں اور قائد اعظم کے بعد اس ملک پر چوروں اور ڈاکوؤں نے اپنے اپنے بھیس بدلے عوام کو بیوقوف بنایا سبز باغ دکھائے اور پھر ملک پر قابض ہو گئے ایک کے بعد ایک آیا مگر نہ ملک بنا اور نہ ہی ہم ایک قوم بن سکے ٹکڑوں میں بانٹ دیا گیا اور آج تک ہمیں اپنے ٹکڑے ہی مل رہے ہیں کبھی مساجد میں کبھی چرچ میں اور

کبھی مندر میں اپنے ٹکڑے اپنے ہی ہاتھوں سے سمیٹ سمیٹ کر اب تو ہمت ، حوصلہ اور آس نے بھی جواب دیدیاہر آنے والے حکمران نے جانے والے کو موردالزام ٹھہرایا اور پھر اسی کے نقش قدم پر چل پڑا بہت پیچھے جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ پہ در پہ صدمات نے جہاں ہم سے اور بہت کچھ چھین لیا وہیں پر ہم اپنی یاداشت بھی کھو چکے ہیں ابھی آپ موجودہ حکومت کو ہی دیکھ لیں کہ الیکشن سے قبل یہ ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح دست و گریبان تھے اور کھلے عام ایک دوسرے کی عزتیں سر بازار نیلام کررہے تھے مگراب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت پیپلز پارٹی کی سابق حکومت کے نقش قدم پر چل رہی ہے یہ وہی نقش قدم ہے جو قائد اعظم کے بعد ملک دشمن قوتوں نے اپنے بعد آنے والوں کے لیے چھوڑے تھے یہی وجہ ہے سب حکمرانوں نے پاکستان سے لوٹی ہوئی دولت بیرون ملک منتقل کردی اور ملک میں کشکول کلچر کو پروان چڑھاتے ہوئے پاکستان کو آئی ایم ایف کے شکنجے میں دیدیا جس سے حکمرانوں کے حالات بہتر جبکہ عوام کے ابتر سے مزید ابتر ہوتے جارہے ہیں ،بڑھتی ہوئی مہنگائی نے عوام کا جینا مشکل کردیا ہے جبکہ مرنا اس بھی مشکل ترین بن چکا ہے ہر حکمران کی طرح موجودہ حکمران بھی عوام سے کیے گئے وعدے بھول گئے ہیں انھوں نے پاکستان پر حکومت کرنے والے سابق ڈاکوؤں سے لوٹی ہوئی ملکی دولت تو واپس کیا لانا تھی یہ خود بھی انکے ساتھ جاکھڑے ہوئے ہیں وزیراعظم میاں نواز شریف کے بیٹے پاکستان آنا گوارا نہیں کرتے سابق صدر آصف علی زرداری کی اولاد پاکستان میں رہنا پسند نہیں

کرتی ہاں ان سب کو پاکستان اقتدار کے لیے بہت پیارا ہے یہ حکمرانی کرنے ،لوٹ مار کرنے اور اپنی اولاد کو عوام کا کون نچوڑنے کے لیے پاکستان کا رخ ضرور کرتے ہیں انہی سیاستدانوں کے سیاہ ترین کارنامے اپنے صوبائی محتسب جناب جاوید محمود کی زبانی بھی زرا سن لیجیئے وہ فرماتے ہیں کہ اگر سیاستدانون کے پاس عوامی مسائل کے حل کے لئے وقت نہیں تو محکموں کو آزاد چھوڑ دیں اور اداروں کو کام کرنے دیں،جب بھی کسی کرپٹ ای ڈی او ریا کسی افسر کو پکڑا جاتا ہے تو اسے بچانے کے لئے بڑے بڑے لوگ آجاتے ہیں جھوٹے مقدمات کے اندراج اور مجرموں کے چھڑانے کیلئے مرضی کے ایس ایچ اوز لگائے جاتے ہیں ضلع اور تھانے ٹھیکے پر لینے کا رواج اب ختم ہونا چاہیے کرپشن اور بدانتظامی کے اعتبار سے محکمہ پولیس پہلے اور محکمہ ریونیو دوسرے نمبر پر ہے۔ گزشتہ ماہ کے دوران 6 ہزار اخباری خبروں پر مختلف محکموں کے خلاف کاروائی کی گئی مگر 6 بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے سیاستدان تعلیم اور پسماندہ علاقوں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی کی بجائے تھانوں میں من پسند ایس ایچ اوز کی تعیناتی اور مقدمات درج کروانے پر توجہ دیتے ہیں اور آج کے اس جدید دور میں بھی سکولوں میں بچے زمین پر بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں، سیکرٹری تعلیم صوبے میں کوئی ایک سکول بتائیں جہاں تمام سہولیات دستیاب ہوں آج ہمارے پاس وسائل بھی بہت ہیں مگر ان کا صحیح استعمال نہیں کیا جا رہا -

اب آخر میں نیب کے نئے چیئرمین جناب قمرالزمان چوہدری جو انتہائی ایماندار اور اچھی شہرت کے حامل افسر ہیں جن کی مدت ملازمت 12 دسمبر کو ختم ہوجائے گی وہ سابق دور حکومت میں بھی سیکرٹری داخلہ جیسے اہم عہدے پر فائز رہے ہیں پیپلز پارٹی دور حکومت میں اس وقت کے وزیر دفاع چوہدری احمد مختار کا نام ای سی ایل میں شامل ہونے پر ایف آئی اے امیگریشن نے انہیں چین جانے سے روک دیا تھا جس کی شکایت انہوں نے اس وقت کے وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی سے کی تھی اور موقف اختیار کیا تھا کہ سیکرٹری داخلہ قمرالزمان چوہدری کے کہنے پر ایف آئی اے نے انہیں چین کے سرکاری دورے پر جانے سے روک دیا ہے جس پر سید یوسف رضا گیلانی نے چوہدری قمرالزمان کو معطل کردیا تھا تاہم انکوائری کے بعد ثابت ہوا کہ وزیر دفاع کو روکنے کا فیصلہ ایف آئی اے کا ذاتی تھا چوہدری قمرالزمان کا تعلق گجرات سے ہے اور وہ چوہدری شجاعت حسین اور چوہدری پرویز الٰہی سے بھی اچھے مراسم رکھتے ہیں مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے آتے ہی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کے مطالبے پر چوہدری قمرالزمان کو سیکرٹری داخلہ مقرر کیا گیا ان سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ چوروں اور ڈاکوؤں سے کوئی ڈیل نہیں کریں گے اور نہ ہی انہیں کوئی ڈھیل دی جائے کیونکہ اب ملک واقعی نازک دور سے گذر رہا ہے اور ایسے وقت میں بھی کوئی مرد مجاہد سامنے نہ آیا تو پھر معافی کا لفظ اپنے لغت میں سے کھرچ کر عید قربان پر 20 کروڑ پاکستانیوں کو ہی قربان کردیں۔

مرغی کی قربانی

عید کے روز عوام کے ساتھ ساتھ انکے جذبات کی بھی قربانی ہو گئی پاکستان کی موجودہ سیاسی صورتحال کو دیکھ کر لیاقت علی خان کے کچھ الفاظ کی بازگشت آج ایسے ساعتوں سے ٹکرا رہی ہے جیسے کسی غار میں کھڑا انسان چلائے تو اسکی آواز بار بار واپس آ کر اسے سنائی دیتی ہے چونکہ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کی آج بدھ 16 اکتوبر کو 62 ویں برسی ہے نواب زادہ لیاقت علی خان کا تعلق مشرقی پنجاب کے زمیندار گھرانے سے تھا مگر انہوں نے روایتی نواب زادوں کے برعکس سادہ اور جہد مسلسل سے بھرپور زندگی گزاری لیاقت علی خان کو آج ہی کے روز 16 اکتوبر کو قتل کر دیا گیا تھا مشرقی سوچ و فکر کے سانچے میں ڈھلے لیاقت علی خان نے آکسفورڈ سے قانون کی تعلیم حاصل کی۔ انگلستان سے واپسی کے بعد انہوں نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور کانگریسی رہنماؤں سے معذرت کرتے ہوئے ان پر یہ بھی واضح کر دیا کہ مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ ان کی اولین ترجیح ہے۔ لیاقت علی خان نے قائد اعظم کے دیرینہ ساتھی ہونے کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ ان کی سیاسی اور پارلیمانی زندگی میں کئی اتار چڑھاآ ئے۔ 1926 سے 1940 تک لیاقت علی خان یو پی کی مجلس قانون ساز اور بعد ازاں مرکزی مجلس قانون ساز اسمبلی کے رکن رہے۔ مسلم لیگ میں وہ سیکریٹری جنرل سے لیکر

پارلیمانی ڈپٹی لیڈر تک کئی عہدوں پر فائز رہے لیاقت علی خان کو قیام پاکستان کے بعد ملک کا پہلا وزیر اعظم نامزد کیا گیا۔ ابتدائی سازشوں کے نتیجے میں لیاقت علی خان کو 16 اکتوبر 1951 کو راول پنڈی میں ایک جلسے کے دوران خطاب کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا۔ 17 نومبر 1948 مسلم لیگ کے ایک جلسے کے دوران انھوں نے کہا تھا کہ "اگر پاکستان کو سرمایہ داروں کے استحصال کیلئے کھلا چھوڑ دیا گیا تو اس ملک کا مستقبل تاریک ہو جائے گا پاکستان نہ تو سرمایہ داروں کا ملک ہوگا اور نہ اشتراکیوں کا یہاں صرف اسلامی اصولوں پر عمل ہوگا۔

آج ملک پر سرمایہ دار قابض ہیں اور انہی کے خاندان عوام کے حقوق پر شب خون مارتے چلے آ رہے ہیں انتخابات کے ذریعے حکومتیں تو بدلتی ہیں مگر ظالمانہ، استحصالی اور خونخوار نظام جو 66 سال سے قوم کو غلامی میں جکڑے ہوئے ہے نہیں بدلتا کسی حکومت نے بھی عوام کے مفاد میں پالیسیاں نہیں بنائیں اس لئے کہ نظام انتخاب، وڈیروں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے حق میں ہے جو عوام کے بدترین دشمن ہے فکر، معاش نے قوم کا حافظہ کمزور کر دیا ہے، 3 سے 5 سال لوٹنے والوں کو گالیاں دیتی ہے مگر الیکشن کے نزدیک اخبارات، ٹی وی چینلز کی کمپین اور مذہبی و سیاسی جماعتوں کے نعروں سے دھوکا کھا کر پھر انہی طبقات سے امید لو لگا بیٹھتی ہے جو دھائیوں سے انکا خون چوس رہے ہیں

یہی وجہ ہے کہ آجپیٹرولیم مصنوعات اور بجلی کی قیمتوں میں ہوشربا اضافے کے بعد ہونے والی بے پناہ مہنگائی کے بعد لوگ قربان پر جانور قربان کرنے کی بجائے اپنی قربانی پر مجبور ہو گئے انسان خود تو اپنے اوپر آنے والی ہر مشکل اور مصیبت کو جھیل اور برداشت کرسکتا ہے مگرجب اسکا خاندان بھی ہو اور معصوم بچوں کی معصوم خواہشیں بھی ہوں تو پھر اسکے اندر جو حالات اسے اندر ہی اندر جھنجوڑ رہے ہوتے ہیں اسکا اندازہ لگانا کسی سرمایہ دار کے بس کی بات نہیں ہوتی آئے روز کی بڑھتی ہوئی غربت نے پاکستان کی 75 فیصد آبادی کو گھاس کھانے پر مجبور کردیا ہے آج مجھے الیکشن سے قبل محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے کہے ہوئے وہ الفاظ بڑی شدت سے یاد آرہے ہیں کہ اب بھی وقت ہے اچھی قیادت کو منتخب کرلو اور اپنے پانی کو ذخیرہ کرنے کا سامان بنالو ورنہ آنے والے دور میں آپ لوگوں کو کھانے کو گھاس بھی نہیں ملے گی ابھی تو نئی نویلی حکومت کو 4 ماہ ہی ہوئے ہیں اور عوام کی چیخیں آسمان تک پہنچ رہی ہیں لوگ بے روزگاری اور غربت کے ہاتھوں آئے روز قربان ہورہے ہیں اور اب عیدکے موقعہ پر پاکستان کی 75 فیصد عوام اپنے جذبات کی اجتماعی قربانی بھی پیش کریں گے کیونکہ ان میں نہ خریدنے کی سکت ہے اور نہ ہی خرچ کرنے کے لیے کچھ میسر ہے اگر کسی نے ترس کھا کر دو چار بوٹیاں گوشت بھیج بھی دیا تو اسے پکانے کے لیے ٹماٹر اور پیاز دستیاب نہیں ہوگا حکومت نے تو عوام کی دھجیاں ایسے اڑائی ہیں جیسے قصائی عوام کی اڑا رہے ہیں سب سے بڑھ کر ایک اور مرض

جو ہماری نسو میں سما چکا ہے وہ یہ کہ جب ہم کوئی چیز بیچنے لگتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ آئے ہوئے خریدار کے کپڑے بھی اتار لیں اور اسے بلکل ننگا کر کے واپس بھیجیں ایک روپے کی چیز کو ایک ہزار میں فروخت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ناجائز منافع خوری پر بھی حکومت نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں ناجائز منافع خوری اور سرمایہ دارانہ نظام نے عام آدمی کیلئے قربانی کرنا ناممکن بنا دیا ہے لگتا ہے کہ عام آدمی علماء سے فتویٰ لے کر مرغی کی قربانی کریں -

بھینس کے آگے بین

پاکستان میں غربت اور بے انصافی اپنی انتہائی حدوں کو چھو رہی ہے جس سے ہر وہ معاشرتی برائی جنم لے چکی ہے جو صرف فلموں میں دیکھی جا سکتی تھی جسکی وجہ ملک میں کرپشن کا نظام بچے جن رہا ہے اور عدل صاحب اولاد نہیں ہو رہا قیام پاکستان سے لیکر اب تک محنتی اور ایماندار شخص کمزور اور غریب تر ہوتا چلا گیا اور آج یہ وقت آچکا ہے کہ اس سے اپنی سفید پوشی کا بھرم قائم نہیں رکھا جا رہا اور غربت کی دلدل میں ایک نسل کے ڈوبنے کے بعد دوسری بھی آدھی سے زیادہ دھنس چکی ہے جبکہ انکے مقابلے میں کمیشن مافیا اور قومی لٹیروں نے اپنے لیے محل تعمیر کر لیے اور جگہ ان چوروں کی کرپشن کے قصے زبان زد عام ہیں مگر انکو کوئی پکڑنے والا نہیں کیونکہ جنھوں نے پکڑنا ہے وہ خود حکومت میں اپنی اپنی لوٹ مار میں مصروف ہے اور غریب انسان ڈسپرین کے لیے تڑپ رہا ہے ہسپتال ہیں کہ قربان گائیں بنی ہوئی ہیں جہاں آئے روز غریب عوام کی قربانی ہو رہی ہے اور سرکاری ادویات ہیں کہ امراء کے گھروں میں پہنچائی جا رہی ہیں حکومت کو اسکے سیاہ کرتوت شیشے کی طرح دکھانے پر بھی کوئی اثر نہیں ہو رہا ایسے لگتا ہے کہ ہم بھینس کے آگے بین بجا رہے ہیں کوئی سننے والا نہیں ہر کوئی اپنی مستی میں مگن ہے مہنگائی ہے کہ بڑھتی جا رہی ہے

اور ایک عام آدمی کی قوت خرید کے ساتھ ساتھ اسکی قوت برداشت بھی جواب دیتی جارہی ہے اور پاکستان میں کوئی ایسا لیڈر کوئی ایسی جماعت نظر نہیں آرہی جو غریبوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو آگے بڑھ کر سہارا دے سکے ایک پٹواری سے وزیر اعظم تک سبھی نے اپنی آنے والی نسلوں کا بھی مستقبل محفوظ بنالیا کسی نے پاکستان میں اربوں روپے کی سرمایہ کاری کررکھی ہے تو کسی نے بیرون ملک لوٹی ہوئی دولت کے انبار لگا رکھے ہیں جبکہ غریب تو اس بار عید کے دن بھی گوشت سے محروم ہی رہا غُربت کو اُمل لخبائث کہا گیا ہے ۔انگریزی کا ایک محاورہ ہے کہ Poverty is the mother of all evils کہ غُربت تمام بیماریوں کی جڑ ہے ۔ حضرت فاطمتہ الزہراء فرماتی ہے جب کوئی بھوکا دیکھو تو یہ مت سمجھنا کہ خدا کے رزق میں کمی ہے بلکہ سمجھ لینا کہ کسی ظالم نے اُس کا رزق چھین لیا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عَنہُ فرماتے ہیں سب سے بدبخت حکمران وہ ہیں جسکے ہاتھوں اسکی رعایا تباہ وبرباد ہو جائے، سلطان صلاح الدین ایوبی فرماتے ہیں جہاں روٹی مزدور کی تنخواہ سے مہنگی ہوجائے ، وہاں دو چیزیں سستی ہوجاتی ہیں عورت کی عزت اور مرد کی غیرت، ارسطو کہتا ہے کہ سب سے بڑی غیر مساویانہ اور غیر انصافی کی بات یہ ہے کہ غیر مساویانہ چیزوں کو مساوی اور برابر کرنے کی کو شش کی جائے، لینن کہتا ہے جب غُربت انقلاب برپا نہیں کرتی تو جرائم پیدا کرتی ہے، مشہور سائنس دان آئن سٹائن کہتا ہے کہ دنیا اُن لوگوں سے تباہ وبرباد نہیں ہوگی جو بُرائی کرتے ہیں بلکہ دنیا اُن

لوگوں سے تباہ و برباد ہو گی جو اُنکے دیکھنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کرتے اگر ہم مندرجہ بالا اقوال کا تجزیہ کریں تو اس سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستانی قوم مہنگائی، لاقانونیت، بے روزگاری سے نالاں ہے اور اُسنے نے اس کرپٹ اور فضول نظام سے جان چُھڑانے کے لئے موجودہ حکمرانوں کو اس آس پر ووٹ دیا اور انکو کامیابی دلائی کہ وہ حسب وعدہ انکی زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی لائیں گے مگر بد قسمتی سے ماضی کی طرح موجودہ حکمرانوں نے بھی اس سادہ لوح عوام کو دھوکا دیا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ یہ بد قسمت اور مفلوک الحال 22 کروڑ عوام مہنگائی، بے روزگاری، لاقانونیت کی چکی میں مزید پس رہے ہیں۔ پاکستان کی اشرافیہ، سرمایہ دار، جاگیر دار اور صنعت کار کی پوری پوری کوشش ہے کہ ان پسے ہوئے طبقات کو مزید پسا جائے اور عوام جو موجودہ کرپٹ اور بد عنوان نظام سے بغاوت یا انقلاب لانے کی کوشش کرتے ہیں اسکو کسی طریقے ناکام بنا دیا جائے۔ مگر بقول لینن کے غُربت سے انقلاب تو برپا نہیں ہوا مگر اس جبری نظام کی وجہ سے جرائم کی تعداد میں اضافہ ضرور ہوا۔ اگر مہنگائی، لاقانونیت، امیر اور غریب کے درمیان تفاوت اور بے روزگاری پر قابو نہیں پایا گیا تو ہمیں اپنے دشمنوں سے نہیں بلکہ وطن عزیز کے اُن 18 کروڑ غریب اور مفلوک الحال عوام سے ضرور ڈرنا چاہئے جو اکیسویں صدی میں غُربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اپنے جگر گوشوں کو قتل کرنا، بچوں کو ریل کے نیچے پھینکنا، غریب بہنوں اور بچیوں

کا جہیز نہ ہونے کی وجہ سے شادی نہ ہونا اور دریائی موجوں کی نذر اپنی زندگی کرنا،
قتل، اغوا برائے تاوان، بڑھتے ہوئے اسٹریٹ کرائمز، بھتہ خوری، بے روزگاری
اب یہاں کا ایک معمول بن گیا ہے۔ وطن عزیز میں کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ دوست
کون اور دشمن کون۔ مملکت خداد پاکستان کو اشرافیہ دونوں ہاتھ سے لوٹ رہے ہیں
اور غریب کی زندگی بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ بچوں پر خون پسینے کی کمائی کے لاکھوں
روپے خرچ کرنے کے باوجود بھی قوم کا یہی سرمایہ افتخار با عزت روزگار کا متلاشی۔
مگر پھر بھی سماجی انصاف کی کوئی ایسی کرن نظر نہیں آرہی ہے جس سے انکو ڈھارس ہو
کہ کہیں انکے اچھے دن بھی آئیں گے۔

کھمبے کے بعد ٹھپے

پیپلز پارٹی نے اپنے پانچ سال زرداری کے نعرے پاکستان کھپے کے سائے میں پورے کرلیے اور پوری قوم کو لوڈ شیڈنگ ، مہنگائی ، بے روزگاری اور خود کش دھماکوں میں کھپا دیا لوٹ مار کا بازار گرم رہا ایک وزیر اعظم کو عدالت نے چلتا کیا تو بدنام ترین راجہ رینٹل کو وزیر اعظم بنا کر ثابت کردیا کہ ملک و قوم کو چوروں اور لٹیروں کی قیادت ہی میسر ہوگی اور اس وقت جو جہاں برسر اقتدار تھا وہ وہیں کھل کھلا کر ڈاکے مار رہا تھا اور حکمران ایک دوسرے کے خلاف عوام کو دن رات بھڑکانے اور بیوقوف بنانے میں مصروف تھے ایک دوسرے کو سڑکوں پر گھسیٹنے اور مختلف القابات سے نوازا جارہا تھا اس وقت کوئی علی بابا چالیس چور تھا تو کوئی خادم اعلی بن کر حاکم اعلی بنا ہوا تھا ایک طرف سیاسی ٹھگ تھے جو اپنی اپنی دوکانداریاں سجا کر بیٹھے ہوئے تھے اور دوسری طرف عوام تھی جو دن رات غربت کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہوتی جارہی تھی آئے روز خود کشیوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بجلی کے اندھیرے دیہاتوں سے نکل کر شہروں میں بھی پھیل چکے تھے انڈسٹری بند ہونے پر مزدوروں نے سڑکوں پر لوٹ مار شروع کردی پہلے تو رات کو لوٹ مار ہوتی تھے مگر مسٹر کھپے کی حکومت نے دن میں بھی لوٹ مار کے

راستے ہموار کردیے انٹر نیشنل سطح پر پاکستان کی عزت خاک میں ملنا شروع ہو گئی بیرون ملک دوروں کے دوران اس دور کے وزیروں کی توہین آمیز انداز میں تلاشی لی جاتی رہی اور پاکستان کی عوام غلاموں جیسی زندگی گذارنے پر مجبور ہو گئے کوئی دن ایسا نہ گذرتا جب کراچی سمیت ملک کے کسی نہ کسی حصہ میں ٹارگٹ کلنگ نہ ہوتی یا خود کش دھماکہ نہ ہوایک طرف عوام دہشت گردی کے ہاتھوں مر رہی تھی تو دوسری طرف لوگوں کے مالی حالات انہیں خود کشیوں پر مجبور کر رہے تھے.بڑی مشکل اور عوام کی بہت سی قربانیوں کے بعد جمہوریت کے پانچ سال مکمل ہوئے اور الیکشن کے بعد مرکز اور پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت بن گئی خیبر پختونخواہ میں سونامی خان.بر سر اقتدار ہوگیا، سندھ میں ایک بار پھر مسٹر کھپے کی حکومت بن گئی اور بلوچستان میں مخلوط حکومت بن گئی عوام نے بھی کلمہ شکر ادا کیا پیپلز پارٹی کی کرپٹ حکومت سے جان چھوٹ گئی اب ملک میں دودھ کی نہریں بہیں گی بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے خاتمہ سے ہر طرف انڈسٹری کا پہیہ چلے گا اور بے روزگاری ختم ہو گی اور سب سے.بڑھ کر علی بابا چالیس چوروں کا احتساب ہوگا اور انہیں بیچ چوراہوں میں پھانسی چڑھتے ہم اپنی انکھوں سے دیکھیں گے مگر یہ کیا ہوا ابھی تو حکومت کو آئے ہوئے جمعہ جمعہ 8 دن ہی ہوئے تھے کہ ہر طرف سے شور بلند ہونا شروع گیا کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی ہارنے والوں کو زبردستی جتوایا گیا نہ صرف جتوایا گیا بلکہ انہیں وزارت کی کرسی پر بھی بٹھا دیا گیا الیکشن کمیشن نے کچھ حلقوں کے ووٹ

انگوٹھوں کی مدد سے چیک کیے تو پتہ چلا کہ وہاں پر جعلی ٹھپے لگائے گئے ایک طرف عمران خان شور کر رہا تھا تو دوسری طرف آصف علی زرداری نے بھی کہہ دیا کہ جو ہوا اسکا علم تھا مگر ملکی سلامتی کے لیے برداشت کیا دونوں بڑی سیاسی پارٹیوں کی طرف سے اور پھر الیکشن کمیشن کی طرف سے جعلی ٹھپوں کی تصدیق ہونے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی جعلی ٹھپوں کی بدولت اسمبلی میں پہنچنے والوں کی بھی اکثریت ہو گئی ہے ٹھپے کے بعد ٹھپے کی حکومت نے بھی عوام کا پہلے سے بری طرح استحصال شروع کر دیا بجلی اور پیٹرول کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ کے بعد عوام کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے پیپلز پارٹی کے پچھلے پانچ سالہ دور میں جینا مشکل تھا تو مرنا آسان تھا اب جینا مشکل سے مشکل ہو چکا ہے اور مرنا اس سے بھی مشکل ہو گیا ہے کیونکہ مرنے کے بعد کے جو اخراجات ہوتے تھے وہ کوئی اور ترس کھا کر پورے کر دیتا تھا اب تو ترس کھانے والا بھی قابل رحم ہو چکا ہے کفن دفن اور قبر کے اخراجات ادا کرنے کے لیے بھی لوگوں کے پاس پیسے نہیں ہیں اس لیے مرنا بھی مہنگا ہو چکا ہے موجودہ حکومت اور اسکے چہیتے افسران کی عوام دشمن پالیسیوں کو دیکھ کر آجکل ایک لطیفہ بڑا ہی عام ہو چکا ہے کہ کسی شہر میں ایک ڈاکو رہتا تھا وہ آئے روز کسی نہ کسی راہ گذر پر ناکہ لگا کر لوگوں کو لوٹتا تھا عوام اسکی لوٹ مار سے بہت تنگ تھے ایک دن اس ڈاکو کا انتقال ہو گیا لوگوں نے ڈاکو کے مرنے پر شکر ادا کیا مگر چند دنوں بعد اس ڈاکو کے بیٹے نے اپنے والد کے کام کو

سنبھال لیالوٹ مار کے دوران ڈاکو کے بیٹے کو شک ہوا کہ لوگ کچھ نہ کچھ چھپا کر اپنے ساتھ لازمی لے جاتے ہیں اس نے ناکہ بندی کے دوران لوگوں کو لوٹنے کے ساتھ ساتھ انکے کپڑے بھی اتارنے شروع کردیے ڈاکو کے بیٹے کی اس حرکت کے بعد لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ اس ڈاکو سے تو اسکا باپ بہتر تھا جو صرف لوٹتا تھا مگر کپڑے نہیں اتارتا تھا، یہ تو ایک لطیفہ تھا کیونکہ حکومتوں کا کام ڈاکے مارنا اور عوام کے کپڑے اتارنا نہیں ہوتا بلکہ انکی زندگیوں میں آسانیاں فراہم کرنا ہوتا ہے اور جن کے ووٹوں سے یہ حکمرانی کے تخت پر پہنچے اسی عوام کو تعلیم اور صحت کی بنیادی ضروریات فراہم کرنا انکی ذمہ داری ہے مگر اقتدار کے ایوانوں میں لوٹ مار کی جو دوڑ لگی ہوئی ہے لگتا ہے کہ ہر حکمران اپنے سے پہلے کا ریکارڈ توڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔

کرکٹ بورڈ اور میڈیا مینجر

سفارش اور رشوت نے ہمارے تمام محکموں کی کارکردگی کو ختم کردیا ہے اب پاکستان میں کوئی محکمہ یا ادارہ ایسا نہیں جو جہاں سفارشی افراد کی بھرمار نہ ہو اور ایسے ملازمین عوام کے کام کم جبکہ اپنے ذاتی کام کرنے میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اگر کسی شہری کو ان سے کام پڑ گیا تو پھر چکروں کو ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے اور انہی ملازمین نے ایسا ماحول پیدا کردیا ہے کہ اب عوام کی بھی اس وقت تک تسلی نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے جائز کام کے لیے بھی کسی کو کچھ نہ کچھ چائے پانی کی مد میں نہ دیدیں جس طرح پاکستان کے سرکاری اداروں نے ملک کے اندر اپنی قدر کھوئی ہوئی ہے اسی طرح ہمارے کرکٹ بورڈ میں نااہل افراد کی بدولت ہماری کرکٹ ٹیم نے بھی انٹرنیشنل سطح پر اپنی عزت خاک میں ملائی ہوئی ہے ہمارے کھلاڑی کہیں جوئے میں ملوث ہیں تو کہیں نشہ کے الزام میں پکڑے جاتے ہیں ابھی کل ہی کا تازہ تازہ واقعہ ہے کہ جنوبی افریقہ کے درمیان 2 ٹیسٹ میچوں کی سیریز میں پہلا ٹیسٹ جیتنے والی پاکستانی ٹیم نے دوسرے ٹیسٹ میں اپنی ''اصلیت'' ظاہر کردی جنوبی افریقی باؤلر عمران طاہر اور ڈیل اسٹین نے پاکستانی بیٹنگ لائن کو تہس نہس کرکے رکھ دیا پاکستانی ٹیم 16 ویں مرتبہ ٹیسٹ میں 100 رنز پر آؤٹ پوری ٹیم 99 پر ڈھیر ہو گئی جبکہ

جنوبی افریقہ کی طرف سے 4 سال بعد کسی سپنر کے ٹیسٹ اننگز میں 5 وکٹیں حاصل کرنے میں کامیاب رہا دبئی میں کھیلے جانے والے میچ میں پاکستانی کپتان مصباح الحق نے ٹاس جیت کر بیٹنگ کا فیصلہ کیا تاہم پاکستانی ٹیم آغاز میں ہی اس وقت لڑکھڑا گئی جب میچ کی دوسری گیند پر ڈیل اسٹین نے پہلے ٹیسٹ کے سنچری میکر اوپنر خرم منظور کو صفر پر آوٹ کردیا۔ شان مسعود اور اظہر علی نے اننگز کو آگے بڑھایا لیکن 38 کے مجموعی اسکور پر اظہر علی بھی ٹیم کا ساتھ چھوڑ گئے انہوں نے 19 رنز بنائے۔ پاکستان کی تیسری وکٹ رنز پر گری جب شان مسعود 21 رنز بنا کر عمران طاہر کا شکار بنے۔ 8 رنز کے اضافے 52 کے بعد اسٹین نے سینئر بیٹسمین یونس خان کو بھی میدان بدر کردیا۔ یونس صرف 10 رنز ہی بناسکے۔ 60 رنز کے مجموعے پر ہی عمران طاہر نے پاکستانی کپتان مصباح الحق اور عدنان اکمل کو پویلین کی راہ دکھادی۔ مصباح الحق 2 اور عدنان اکمل بغیر کوئی رن بنائے آوٹ ہوئے۔ اسد شفیق 10، جنید خان 4 رنز بناسکے جبکہ ذوالفقار بابر 25 رنز بنا کر ناٹ آوٹ رہے اور پاکستان کی جانب سے ٹاپ اسکورر بھی رہے۔ پاکستان کے 4 کھلاڑی بغیر کوئی رن بنائے پویلین لوٹے۔ جن میں خرم منظور، عدنان اکمل، سعید اجمل اور محمد عرفان شامل ہیں۔ جنوبی افریقہ کی جانب سے عمران طاہر نے پانچ اور ڈیل اسٹین نے تین کھلاڑیوں کو آوٹ کیا۔ پہلے دن کے اختتام پر جنوبی افریقہ نے 3 وکٹوں پر 128 رنز بنالئے۔ جنوبی افریقہ کے کپتان گریم سمتھ 67 رنز کے ساتھ میدان پر موجود ہیں پاکستان کی

طرف سے سعید اجمل نے 2 اور ذوالفقار بابر نے ایک وکٹ حاصل کی۔ دبئی ٹیسٹ میں پاکستانی ٹیم ٹیسٹ کرکٹ میں 16 ویں مرتبہ سو سے کم رنز پر آؤٹ ہوئی۔ انگلینڈ سب سے زیادہ 6 مرتبہ قومی ٹیم کو 100 رنز سے قبل میدان بدر کیا۔ دبئی میں پاکستان کرکٹ ٹیم نے اپنے شاندار ریکارڈ کے باوجود جنوبی افریقہ کیخلاف منفی ریکارڈ قائم کر دیا قومی ٹیم رواں سال جنوبی افریقہ کیخلاف ٹیسٹ میں دوسری مرتبہ تہرے ہندسے میں داخل ہونے سے پہلے آؤٹ ہوئی۔ پاکستان کو ٹرپل فیگرز میں داخل ہونے سے قبل پویلین لوٹانے میں سرفہرست ٹیم انگلینڈ ہے جو 6 مرتبہ یہ کارنامہ انجام دے چکی ہے جبکہ آسٹریلیا کو پانچ مرتبہ پاکستان کو 100 سے کم رنز پر آؤٹ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ جنوبی افریقہ 3 اور سری لنکا اور ویسٹ انڈیز ایک ایک مرتبہ قومی ٹیم کو سو سے کم رنز پر آؤٹ کرچکی ہیں۔

اب آخر میں پاکستان کرکٹ بورڈ کے جنرل منیجر میڈیا ندیم سرور کی کہانی بھی پڑھ لیں کہ اس نے ایک بار پھر اپنی نوکری بچانے کیلئے بااثر حکومتی شخصیت کا سہارا تلاش کر لیا ہے ندیم سرور سیاسی اثرورسوخ کی بناء پر پرویز مشرف کے بعد آصف علی زرداری کے دور میں بھی پرکشش معاوضے اور مراعات پر پاکستان کرکٹ بورڈ پر مسلط ہیں، خلاف ضابطہ بھرتی کے باوجود ندیم سرور نے فارغ ہونے والے ملازمین کی فہرست سے اپنا نام نکلوالیا ندیم سرور سیاسی اثرورسوخ کی بناء پر پرویز مشرف کے بعد آصف علی زرداری کے دور میں بھی پرکشش معاوضے اور

مراعات پر پاکستان کرکٹ بورڈ پر مسلط ہیں ان کی تقرری بھی بورڈ میں بھرتی کے قواعد کیخلاف ہوئی تھی ندیم سرور نے ایوان صدر سے اپنا تبادلہ پی سی بی میں کروایا، پی سی بی کے چار چیئرمینز تبدیل ہوئے لیکن وہ اپنے اثرورسوخ کی بناء پر پرکشش عہدے پر براجمان رہے۔پرویز مشرف کے ساتھیوں میں شمار ہونے والے ندیم سرور سیاسی اثرروسوخ استعمال کرتے ہوئے پیپلزپارٹی کے 5 سالہ دور میں بھی اس عہدے پر براجمان رہے اور مسلم لیگ (ن) کی حکومت آنے کے بعد وہ جی ایم میڈیا کے عہدے پر براجمان رہنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں رنگین محفلوں، بدعنوانی اور اقرباء پروری کے باعث ندیم سرور پاکستانی ٹیم کے دورہ بھارت کے دوران ہوٹل میں شراب نوشی کے باعث غل غپاڑہ کرنے پر بھارتی میڈیا کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ندیم سرور پر پریس کانفرنسز اور دیگر ایونٹس کے جعلی ریفریشمنٹ بلز میں لاکھوں روپے کرپشن کا الزام عائد ہوا جس پر انکوائری کمیٹی قائم کی گئی تاہم سابق چیئرمین پی سی بی اعجاز بٹ نے کمیٹی کی رپورٹ کو دبادیا۔ندیم سرور اپنے من پسند اور دوست صحافیوں کو بورڈ کے خرچے پر غیر ملکی دوروں پر لے جانے اور انہیں شاپنگ کروانے کیلئے بھی شہرت رکھتے ہیں۔

واپڈا کرپشن اور افسران کی شاباش

واپڈا میں بددیانتی ،چور بازاری ،اقربا پروری ،لوٹ مار اور اسکی تباہی و بربادی پر میرا یہ دوسرا کالم ہے مگر اب واپڈا ہی نہیں پاکستان میں کرپشن کا معیار اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ ہر سرکاری ادارہ اور وہاں کے ملازمین اس کیچڑ میں لت پت ہیں کہیں سے کوئی خوشی کی خبر نہیں آرہی اور ان ملک دشمن چوروں اور لٹیروں کے خلاف لکھتے لکھتے اب خود کو بھی شرمندگی سی محسوس ہورہی ہوتی ہے کہ جتنا مرضی لکھتے چلے رہوا س پر ایکشن تو کوئی ہونا نہیں جبکہ بعض اوقات یہ بھی محسوس ہونے لگتا ہے شائد سب ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کی لوٹ مار کو تحفظ فراہم کررہے ہیں پتا نہیں وہ مخلص اور محب وطن لوگ کہاں چلے گئے جن کی وجہ سے پاکستان کا وجود قائم ہے میں واپڈا کے غازی بروتھا پاور کمپلیکس اٹک کے پاور ہاؤس کی کہانی اس امید پر کہ خدارا اس ملک کو ڈوبنے سے بچالیں ایک بار پھر تفصیل سے جناب چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان ،چیئرمین نیب ،وفاقی محتسب اور اپنے پڑھنے والوں کے گوش گذار کرکرنا چاہتا ہوں کہ شائد ترے دل میں اتر جائے میری بات ۔

کہانی شروع کرنے سے پہلے میں آپ کو باور کروادوں کہ پاور ہاؤس کے یونٹس پانی کے کس لیول تک کام کر سکتے ہیں انہیں کون چلاتا اور بند کرتا ہے اس پاور ہاؤس کے یونٹس عام طور پر 2 جگھوں سے چلائے اور بند کیئے جاتے ہیں پہلے نمبر پر مین کنٹرول سے سے اگر یونٹ کا سلیکٹر ULCP(Unit Local Control Penal) اور دوسرے نمبر پر D.C.S Local سے چلیں گے اور اگر یہ سلیکٹر سوئچ M.C.R سوئچ ریموٹ پر ہو تو یہ چلاتے ہیں اور JEs سے یونٹ سپروائزری یا MCR سے چلیں گے ULCP پر ہو تو یہ ٹیکنالوجی Latest سے ٹربائن آپریٹر چلاتا ہے چونکہ اس پاور ہاؤس میں ULCP پرنٹر میں یونٹ کے Events استعمال ہوئی ہے اس لیے ماسوائے آواز کے باقی ہر چیز کے متعلق پرنٹ ہو رہی ہوتی ہے یہ واقع 24 فروری 2013ء Behavior ہر قسم کے کو رات 11 بجکر 26 منٹ اور 43 سیکنڈ کا ہے اس وقت یونٹ نمبر 1,3,4 اپنی فل لوڈ پر چل رہے تھا اس طرح تینوں یونٹس کا ٹوٹل لوڈ MW کیپیسٹی یعنی ہر یونٹ 290 میگا واٹ تھا اور ہر یونٹ کا سلیکٹر سوئچ ریموٹ پر تھا اس وقت Fore Bey 850 لیول تک 290 میگا Fore Bey کا لیول 330.8 میٹر تھا اور یہ یونٹس 329.5 میٹر واٹ لوڈ پر چل سکتے ہیں اس وقت سپروائزری اسفند یار اور جونیئر انجینئر امیر محمد سے یونٹوں کو کنٹرول کر رہے تھے کہ امیر محمد نے کمپیوٹر سے مشترکہ صفحہ نکالا M.C.R اور تینوں یونٹوں کو بند کرنے کی کمانڈ دیدی یہ کام اسنے تقریبا چند سیکنڈز میں ہی مکمل کرلیا اس وقت ٹربائن آپریٹر جو کہ یونٹ نمبر 3 کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے نے یونٹ کو بند ہوتے دیکھا

تو اس نے فوری طور پر اسفندیار کو ٹیلی فون کرکے پوچھا کہ کیا سسٹم فیل ہو چکا ہے کیونکہ یونٹس بند ہونے سے چند سیکنڈ کے لیے اندھیرا ہوا تھا اسکے بعد 2 ڈیزل جنریٹر خود بخود چل پڑے تھے اس حوالہ سے بھی بتاتا چلوں کہ پاور ہاؤس میں 2.5 میگا واٹ کے 2 ڈیزل جنریٹر لگے ہوئے ہیں جو سسٹم فیل ہونے کی صورت میں خود بخود آن ہو جاتے ہیں جس پر اسفندیار نے جواب دیا کہ غلطی سے ہم سے تینوں یونٹس بند ہو گئے ہیں آپ جلدی سے یونٹ نمبر 2 کو Still Stand کر دیں جو رات 11 بجکر 12 منٹ کے کہنے پر بند کیا گیا تھا تاکہ اسے ہم اسٹار دیں سکیں عام طور پر یہ یونٹس NCC20 پر ہوتے ہیں آپریٹر نے انکے کہنے پر عمل کیا اور Still Stand سے 25 منٹ میں آٹو پر کر دیا جسکے بعد اسفندیار نے مین کنٹرول روم سے یونٹ کو Still Stand یونٹ کو چلا دیا آپریٹر نے اسفندیار کو ٹیلی فون پر بتایا کہ سسٹم میں وولٹیج اور فریکوئنسی نہیں آ رہی تو آپ یونٹ کو سسٹم سے کس طرح Synchronize کریں گے تو وہ خاموش رہا اور پورا ملک اندھیرے میں ڈوب گیا S.N.L ہو گیا اور یونٹ کافی دیر تک پر چلتا ماسوائے تربیلا کی 3 یا 4 مشینوں کے علاوہ سارا سسٹم فیل ہو گیا۔ سٹیم پاور اسٹیشن کو چلانے کے لیے 24 سے 48 گھنٹے کا وقت درکار ہوتا ہے اور ہر سٹیم پاور اسٹیشن کو چلانے کے لیے کروڑوں روپے کی لاگت آتی ہے اور اس وقت تو سارے ہی سٹیم پاور اسٹیشن بشمول ہائیڈل اور گیس ٹربائن پاور سٹیشن ٹرپ ہو چکے تھے تو اس طرح واپڈا کو اربوں روپے کا نقصان اٹھانا پڑا جبکہ چھوٹے شہروں اور دیہاتوں

میں 7 دن تک بجلی بند رہی جسکے نقصان کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا جونیئر انجینئر امیر محمد کی اس معمولی سی غلطی کی بدولت حکومت کو اربوں روپے کا نقصان اٹھانا پڑا اسکے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جسکی غلطی تھی انہیں سزا دی جاتی مگر یہاں پر ہر اعلی واپڈا افسران نے اس غلطی کو چھپانے کے لیے حکومت کو بیوقوف بنا کر غلط رپورٹ بھیج دی۔

اب زرا غازی.بروتھا میں انکوائری کے نام پر شروع ہونے والے ڈرامہ کی تفصیل بھی واضح کرتا چلوں کی اس.بریک ڈاؤن کے بعد سب سے پہلے تو غازی.بروتھا کے چیف کے ریذیڈنٹ انجینئر مظفر خان کو لوکل C&I ,P&I ،انجینئر فیروز دین نے الیکٹریکل نے ٹربائین آپریٹر، سپروائزری ،اور 3 جونیئر انجینئرز سے RE انکوائری کا حکم دیا جس پر دن کے اندر اندر رپورٹ طلب کرلی جبکہ آخری دن تمام افسران کو جنرل مینجر نے 3 انکوائری کے سلسلہ میں اسلام آباد بلایا ہوا تھا اور وہاں پر ان افسران نے وہی رٹا رٹایا سبق دھرادیا کہ پانی کا لیول کم ہوگیا تھا جسکی وجہ یونٹس سے آوازیں آنا شروع سے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر انکا نمبر مصروف NCC ہوگئی تھی اور ہم نے سے شاباش GM جارہا تھا اور پھر ہم نے اپنا سسٹم بچانے کے لیے یونٹس بند کردیے اور لیکر واپس آگئے یہاں پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ چیئرمین واپڈا، ممبر پاور اور جنرل مینجر چند دنوں کے مہمان تھے اور ریٹائرمنٹ کے قریب تھے حتی کہ حکومت بھی جانے والی تھی اس لیے اتنے.بڑے سکینڈل پر مٹی پاؤ والا فارمولا فٹ کرتے ہوئے اس معاملہ کو نمٹا دیا گیا

اور کوئی ٹیم بھی انکوائری کے لیے غازی.بروتھا پاور ہاؤس نہیں گئی اور اس طرح قوم
کے اربوں روپے کا نقصان ہوگیا اور ذمہ داروں کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہو سکی الٹا
انہیں شاباش دیکر چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ آئندہ مزید اچھے طریقے سے واپڈا کی تباہی کر سکیں
جبکہ یہاں پر مزے کی بات یہ ہے کہ اس جھوٹ کو چھپانے کیلیئے چیف انجینئر نے ان 4
سے منظور کروائی اور عملے نے NCC یونٹس کی باری باری 20,20 دن کی اوور ہالنگ
دن رات خوب گپیں اور قوم کو بیوقوف بنا کر اوور ٹائم بنایا چونکہ عملے کو علم تھا کہ
آوازیں وغیرہ تو آئی نہیں اس لیے انھوں نے فالتو میں یونٹس کو باری باری کھول
کے 4 نمبر یونٹ کا ٹرانسفارمر MVA دیا جسکے نتیجہ میں 10 اگست 2013ء کو 107.5
ہوگیا جس سے Brust تیل میں پانی کی موجودگی کی وجہ سے (Blue Phase)
کروڑوں روپے کا نقصان ہوا۔ 24 فروری کو جس وقت پورے ملک میں بجلی کا بریک
ڈاؤن ہوا تو اس وقت مین کنٹرول روم میں ڈیوٹی پر اسفندیار سپروائزری۔ امیر محمد
پر ٹربائن آپریٹر محمد رفیق، سب ULCP عبدالروف اور لیاقت علی جونیئر انجینئرز تھے۔
فلک ASAs انجینئرز انور علی، شوکت جلال، شہزادہ تیمور، ریاض علی، حافظ فاروق اور
شیر، اشفاق علی۔ سوئچ یارڈ میں خادم حسین، اعجاز حیدر۔ ٹیل ریگولیٹر پر مقصود اعوان
غلام مجتبی اور ان ٹیک پر سب انجینئر اشفاق احمد تھے۔ ASA، سب انجینئر

اتنی لمبی چوڑی تفصیلات فراہم کرنے کے بعد بھی اگر کسی طرف سے اتنے بڑے اسکینڈل کی کوئی غیر جانبدار انکوائری نہیں ہوتی تو پھر ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارا مقدر تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہم جس شاخ (میری مراد پاکستان ہے) پر بیٹھے ہوئے ہیں اسی کو کاٹ رہے ہیں اسکے بعد تو نہ کسی سے کوئی گلہ بنتا ہے اور نہ ہی کوئی شکوہ جو جتنا بڑا ڈاکو ، رسہ گیر ، بدمعاش ، قمار باز ، تماش بین اور فراڈیا ہوگا وہ اتنی ہی ترقی کریگا ایماندار ، فرض شناس ، مخلص اور محنتی افراد اس ملک سے کہیں اور جابسیں اگر انہوں نے اپنی عزت ، اپنی جان اور اپنی اولاد کو محفوظ مستقبل دینا ہے۔

یہاں سب بکتا ہے

وقت، مشاہدہ اور تجربہ انسان کے خیالات ،احساسات اور نظریات کو تبدیل کر دیتا ہے اسکے ساتھ ساتھ انسان کے اندر پیدا ہونے والی محرومیاں ،مایوسیاں اور نفرتیں بھی بہت اہم ہوتی ہیں اور جب تک انسان زندہ رہتا ہے وہ انہیں دوستوں میں یا تنہائی میں یاد ضرور کرتا ہے وہی محرومیاں ،مایوسیاں آگے چل کر انسان کی زندگی کا تعین کرتی ہیں مثال کے طور پر مجھے بچپن میں ڈاکٹر بننے کا شوق تھا جب سکول جانا شروع کیا تو راستے میں کھڑے ہوئے سفید شرٹ اور نیلی پینٹ میں ملبوس ٹریفک کنٹرول کرنے والے پولیس اہلکار کو دیکھتا جو ہاتھ کے مختلف اشاروں سے ٹریفک کو کنٹرول کر رہا ہوتا تھا مجھے سفید شرٹ اور نیلی پینٹ والے پولیس ملازمین بہت اچھے لگنے لگے اور انکے اس عوامی خدمت کے رویہ کو دیکھ مجھے بھی ٹریفک پولیس میں بھرتی ہونے کا شوق پیدا ہو گیا سکول کے بعد جب کالج کا دور شروع ہوا ٹریفک پولیس کے اصل کرتوت سامنے آنا شروع ہو گئے وہی ٹریفک والے جو کسی دور میں مجھے بہت اچھے لگتے تھے اور انکی خدمات کو دیکھ کر میں نے بھی ٹریفک پولیس کی نوکری کرنے کا فیصلہ کیا تھا جب یہ دیکھا کہ کسی نہ کسی نکر پر ٹریفک پولیس کا اہلکار لوگوں سے پیسے بٹورنے میں مصروف ہے خاص کر لاری اڈے کے آس پاس یا پھر جی ٹی روڈ پر اکثر ٹریفک والے کا کسی نہ کسی ٹرک والے کو روک کر

اسکے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھ جانا اور پھر جو طے پاتا وہ لیکر سب کے سامنے ہی نیچے اتر جانا اسکے ساتھ ساتھ چھوٹی ویگنوں اور بڑی بسوں کی سکرین پر لگے ہوئے گول گول سٹیکر جن پر 1 سے 12 تک کے ہندسے لکھے ہوتے تھے جو چیخ چیخ کر ٹریفک پولیس کے سیاہ کرتوت بیان کر رہے ہوتے تھے یہ سٹیکر ہر ماہ ایسی گاڑیوں کو لگایا جاتا تھا جو اپنی منتھلی وقت پر ادا کرکے پھر پوار مہینہ چالان سے بچے رہتے تھے ٹریفک پولیس کا اصلی چہرہ سامنے آنے پر ٹریفک پولیس کے متعلق میرے خیالات تبدیل ہوگئے پھر کالج کی سطح پر مختلف سیاسی جماعتوں کی یونین کے ساتھ منسلک ہونے کے بارے میں سوچا اور پھر جب طلبہ لیڈر کی لوٹ مار سیاستدانوں اور مقامی پولیس کے ہاتھوں انکو کھلونا بنتے دیکھا تو اس سے بھی دل اچاٹ ہوگیا پھر اسکے بعد شعبہ صحافت میں قدم رکھا تو یہاں پر آکر جو راز آنکھ سے پوشیدہ تھے وہ بھی آشکار ہو گئے سیاستدانوں کی عوامی خدمت ، ملا کی چیخ وپکار ڈاکٹر کی مسیحائی، پولیس کی فرض شناسی اور فقیر کی صدا سب فراڈ نکلی وقت کے دھارے، پر چلتے چلتے ہر روز ایک نئی سوچ نے جنم لیا جو پہلے نظریات تھے وہ اب یکسر تبدیل ہوگئے اور اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں پر ہر شخص ایک دوسرے کو دھوکہ دے رہا ہے ہر سرکاری ملازم دل کھول کر لوٹ رہا ہے اور ہر سیاستدان ایک دوسرے کی لوٹ مار کو تحفظ دینے کے لیے شکلیں بدل بدل کر باریاں لے رہا ہے جب کوئی لوٹ مار کرکے اپنا پیٹ بھر لیتا ہے تو پھر وہ حاجی ثناء اللہ بن کر لوگوں کو درس وتدریس اور وعظ

دینا شروع کر دیتا ہے پہلے اسکے لیے رشوت ، جھوٹ ،فراڈ، کرپشن سب کچھ جائز تھا مگر جب اسکا پیٹ لوٹ مار سے بھر گیا تو پھر اس نے رشوت حرام قرار دیدی مساجد بنا کر حاجی بن گیا اور بھوکوں کے لیے لنگر کا انتظام کرکے اس میں بھی ٹیکس چوری کا پہلو ڈھونڈ لیا اب ہر کوئی اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہے کوئی کسی بھیس میں تو کوئی کسی رنگ میں مقصد سب کا مال بنانا ہی ہے ، انصاف سرعام بک رہا ہے ، قانون پیسے والے کے گھر کی لونڈی بن چکا ہے ،سفارش اور رشوت نے محنتی اور ایماندار کو چور بنا دیا آپ اپنے گھروں میں آنے والے ایک گوالے سے لیکر کام کرنے والوں تک کو دیکھ لیں کوئی بھی ایمانداری سے اپنا فرض پورا نہیں کر رہا دودھ دینے والا اس میں نا جانے کیا کیا چیزیں ملا کر دودھ مہیا کرتا ہے ایک تجربہ کار دود والا ایک دن باتوں ہی باتوں میں بتا گیا کہ جب کبھی ہمارے دودھ سے بھرے ہوئے کنٹینر خراب ہوجاتے ہیں تو ہم اس میں بال صاف کرنے والا پاوڈر ایک دو کیمیکل کے ساتھ ملا کر خوب ملتے ہیں تو وہی دودھ ایسا خالص بن جاتا ہے کہ پینے والا یہی سمجھتا ہے کہ یہ خالص اور تازہ ہے آپ کسی دوکان سے پکوڑے، سموسے یا کوئی تلی ہوئی چیز بھی لیکر نہیں کھا سکتے کیونکہ وہ جس تیل میں پکائی جاتی ہیں وہ جانوروں کی ہڈیوں کو پگلا کر بنایا ہوا تیل ہوتا ہے جس میں ذبح کی ہوئی مرغیوں کی آنتیں اور پر وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں آپ کسی ہوٹل سے قیمہ نہیں کھا سکتے کیونکہ یہ قیمہ جانوروں کی آنتوں اور اوجڑی سے تیار کیا جاتا ہے

اور تو اور جو چیز ہر روز گھروں میں عام استعمال ہوتی ہے مثال کے طور پر پسی ہوئی سرخ مرچ اور ہلدی وغیرہ آپ کو بازار سے وہ بھی خالص نہیں ملے گی یہ سب ملاوٹ والی اشیاء ہماری زندگی کا حصہ بن چکی ہے کیونکہ جہاں پر اب اپنوں کے رویے خالص نہ رہے ہوں وہاں پر بازاری لوگوں اور بازاری اشیاء میں خالص پن کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی یہاں سب بکتا ہے۔

سپورٹس بورڈ کرپشن کا گڑھ

کرپشن ،چور بازاری اور لوٹ مار کی داستانیں سن سن کر اور پھر لکھ لکھ کر اب تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ ہم بھینس کے آگے بین نہیں بجا رہے بلکہ کسی گدھے کے آگے ناچ رہے ہیں بھینس تو پھر بھی دن میں دو بار دودھ دے ہی دیتی ہے بیشک ٹیکہ لگوا کر ہی دے اور گدھے نے اپنی منحوس آواز سنا کر آپ کو مزید پریشان کر دینا ہوتا ہے سمجھ نہیں آتی کہ کس کو لوٹ مار کی کہانیاں سنائیں کیا پورے پاکستان میں ایک بھی ایسا مخلص ،ہمدرد اور محب وطن موجود نہیں جو ملکی دولت لوٹنے والے چوروں کو انکے منہ پر چور ہی کہہ دے اور تو اور جن کا حق کھایا جا رہا ہے وہ بھی گونگے اور بہرے بنے بیٹھے ہیں ان میں بھی اتنی جرءات اور سکت نہیں ہے کہ وہ اپنا حق چھین لیں مگر نا جانے پوری قوم خاموشی سے ان لٹیروں کا تماشا کیوں دیکھ رہی ہے میں نے اپنے پچھلے کالم میں واپڈا میں اربوں روپے کی کرپشن سے پردہ اٹھایا تھا مگر سوائے مایوسی کے کچھ پلے نہیں پڑا مختلف اداروں بلخصوص واپڈا کے وزیر اور چیئرمین کی طرف سے بھی خاموشی کئی سوالات کو جنم دے رہی ہے جس طرح واپڈا سمیت باقی تمام محکموں میں کرپشن کے ریکارڈ قائم ہو رہے ہیں وہیں پر سپورٹس بورڈ پنجاب بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے اور ایسے لگتا ہے کہ جس طرح انہوں نے پچھلے سال

جو گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ ترتیب دیا تھا اور جو ابھی تک مکمل نہیں ہو رہا (اگر اسکی تفصیلات منظر عام پر آ گئی تو ملک کی بدنامی ہو گی) اسی طرح یہاں کے افسران کرپشن میں بھی ورلڈ ریکارڈ بنانے میں مصروف ہیں جبکہ اربوں روپے کی کرپشن کرنے والوں نے آڈٹ بھی اپنی مرضی سے کروالیا اگر ان سب حقیقتوں سے کوئی ادارہ یا شخص پردہ اٹھانا چاہے تو صرف سپورٹس بورڈ پنجاب کا سپیشل آڈٹ پاکستان آرمی سے کروالیا جائے تو سب کچھ کھلی کتاب کی صورت میں سامنے آ جائیگا میں اپنے پڑھنے والوں پر یہاں ایک بات واضح کرتا چلوں سپورٹس بورڈ پنجاب میں کوئی بھی مستقل ملازم نہیں رکھا جا سکتا مگر بوقت ضرورت 89 دنوں کے لیے عارضی ملازم رکھے جا سکتے ہیں مگر یہاں پر ڈائریکٹوریٹ جنرل کے متبادل سپورٹس بورڈ میں بھی تعیناتیاں کر دی گئی حالانکہ جب بنتا ہے اسکے بعد بل اسمبلی SNE کسی محکمہ میں نئی بھرتیاں کی جاتی ہیں تو سب سے پہلے میں پیش ہوتا ہے جہاں سے پاس ہونے کے بعد پھر فنانس ڈویژن کو چلا جاتا ہے اور وہاں سے بجٹ پاس ہونے کے بعد اخبار میں متعلقہ پوسٹوں کی تشہیر کی جاتی اسکے بعد پھر ٹیسٹ اور انٹرویو کا مرحلہ آتا ہے پھر کہیں جا کر بھرتی کا عمل مکمل ہوتا ہے سپورٹس بورڈ پنجاب کا باوا آدم ہی نرالا ہے یہاں پر جس کو جب جی چاہا رکھ لیا اور تو اور یہاں کے نائب قاصد، ڈرائیور اور ہوسٹل انچارج کی اتنی تنخواہیں ہیں کہ ایک بڑا سرکاری افسر بھی شائد اتنی تنخواہ نہ لیتا ہو جبکہ سپورٹس بورڈ میں کسی بھی عارضی ملازم کی ترقی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

مگر یہاں پر نہ صرف کنفرم ملازم کام کر رہے ہیں بلکہ انہیں ہر سرکاری ملازم کی طرح سہولیات بھی میسر ہیں سب سے اہم اور خاص بات یہ ہے کہ سپورٹس بورڈ کو ملنے والا فنڈ کسی بھی صورت میں ملازمین پر خرچ نہیں ہو سکتا خواہ وہ تنخواہ کی مد میں ہو یا مراعات کی صورت میں سپورٹس بورڈ کا پیسہ صرف اور صرف کھلاڑیوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کے لیے ہوتا ہے مگر یہاں پر اس معاملہ میں بھی الٹی گنگا بہہ رہی ہے کھلاڑی بیچارے پیسے کو ترس رہے ہیں اور کھلاڑیوں کے نام پر اناڑی لوٹ مار میں مصروف ہیں یہاں ایک مزے کی بات یہ ہے جسے سن کر میں بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ چیف سیکریٹری آفس ،اور کمشنر آفس کے درجہ چہارم کے پانچ ملازموں نے بھی سپورٹس بورڈ پنجاب کو نانا جی کی حلوائی کی دوکان سمجھ رکھا ہے ان میں سے ایک موصوف ایسا بھی ہیں جس نے نئے ماڈل کی چار گاڑیاں بھی خرید رکھی ہیں اور پھر ان پر سرکاری نمبر پلیٹ لگا کر سرکاری پیٹرول کھلے عام استعمال کر رہا ہے جبکہ اسی لوٹ مار سے اس درجہ چہارم کے ملازم نے اپنا گھر کسی بہت بڑے نواب کی طرح محل نما بنایا ہوا ہے سونے کا انڈہ دینے والے اس محکمہ کے وزیر جناب رانا مشہود جب پچھلی حکومت میں ڈپٹی سپیکر پنجاب اسمبلی تھے تو اس وقت کھانے کے جعلی بلوں کی مد میں لاکھوں روپے خرد برد کر لیے گئے تھے اور اب تو سپورٹس بورڈ میں اربوں روپے کے فنڈز ہیں اور یہاں پر تعینات ہر فرد اپنا حصہ بقدر جثہ لے رہا ہے حیرت اس بات پر نہیں کہ یہاں پر ہر سرکاری ملازم کھل کر لوٹ مار کر رہا ہے

اور اپنی ہی قوم کا مال مال غنیمت سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے اکٹھا کرنے میں مصروف ہے حیرت اس بات پر ہے کہ جن کے حق پر ڈاکہ پڑ رہا ہے وہ خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں اور اپنے ہی پیسوں کی بھیک ان ڈاکوؤں سے مانگ کر اپنی آنے والی نسلوں کو بھی ان کے ہاں گروی رکھ رہے ہیں کیا انگریزوں کی غلامی سے نجات پانے کے بعد ان کالے انگریزوں کی غلامی سے بھی ہم نجات پا سکیں گے،،،؟؟؟

طالبان اور حکومت

سیاستدانوں اور بااثر طبقہ میں ایک دوسرے کو نوازنے کا رواج اتنا بڑھ چکا ہے کہ ایک عام اور مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھنے والے بچے کا قاعدے قانون کے مطابق ترقی کرنا ناممکن ہو چکا ہے اور سب سے بڑی بدقسمتی ہماری یہ ہے کہ ہم ایوان اقتدار میں بیٹھے ہوئے ہر اس غلام کی بات کو مان کر اسکی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں آجکل ڈرون حملوں اور طالبان مذاکرات کے پیچھے پوری قوم کو بیوقوف بنایا جارہا ہے ایک طرف عوام مہنگائی ،بے روزگاری اور لاقانونیت جیسے مسائل سے دوچار ہے تو دوسری طرف حکمرانوں نے اپنی طرف سے دھیان ہٹانے کے لیے ڈرون اور طالبان کو سرگرم کر رکھا ہے ایک طرف امریکی حکام کہتے ہیں کہ ہمیں ڈرون کے سلسلہ میں پاکستانی حکومت کی بھرپور حمایت اور مدد حاصل ہے تو دوسری طرف حکومت ڈرون حملوں میں دہشت گردوں کی ہلاکت پر سراپا احتجاج بن جاتی ہے صرف اپنی دوغلی پالیسیوں کی بدولت عوام کو بیوقوف بنایا جارہا ہے اس میں ہماری ایسی سیاسی اور مذہبی جماعتیں بھی شامل ہیں جو ایک طرف تو دہشت گردوں کے خلاف بول بول کر اپنا حلق خشک کیے ہوئے ہیں تو دوسری طرف انہی دہشت گردوں کے مارے جانے پر سیخ پا ہورہی ہیں اگر طالبان اتنے ہی محب وطن اور اسلام کے شیدائی ہیں تو ملک میں بیٹھے

ہوئے ہر راشی اور کرپٹ افسر کے خلاف کیوں کاروائی نہیں کرتے انہیں مسجدوں، گرجا گھروں میں عبادت کرنے والے معصوم ، بے گناہ اور غریب شہری ہی نظر کیوں آتے ہیں جن پر وہ خود کش حملوں کی آڑ میں قیامت ڈھاتے ہیں کیا یہ سب کاروائیاں اسی لیے تو نہیں کی جاتی کہ عوام کی توجہ حکمرانوں کی عیاشیوں سے ہٹ کر اپنی زندگیاں بچانے پر رہے اور حکمران کھل کر لوٹ مار کا کھیل کھیلتے رہیں غریب عوام کے خون سے رنگی ہوئی دولت سے بیرون ملک جائیدادیں خرید کر اپنے بچوں کو باہر شفٹ کردیں اگر طالبان میں ضمیر نام کی کوئی چیز ہے تو وہ پاکستان کے غریب عوام پر بسوں ، ویگنوں ، مسجدوں مندروں ، بازاروں ، درباروں اور چرچ وغیرہ میں حملے کرنے کی بجائے پاکستان کی جڑیں کمزور کرنے والے سیاستدانوں ، کرپٹ حکمرانوں اور انکا ساتھ دینے والے افسران کے خلاف اعلان جہاد کریں مگر ایسا نہیں ہوگا کیونکہ سب چور ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں ایک شکار کرتا ہے تو باقی گدھوں کی طرح اپنا اپنا حصہ وصول کرنے پہنچ جاتے ہیں اور پھر یہ سب ملکر ایک دوسرے کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں یہی وجہ ہے پاکستان کو بنے ہوئے 66 سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے اور یہاں پر آج تک جتنے بھی حکمران آئے نہ صرف انہوں نے اس ملک کو لوٹا بلکہ انکے حواریوں نے بھی کھلے عام پاکستانیوں کے حقوق پر ڈاکے مارے اور آج تک کسی کے خلاف کوئی احتساب نہ ہوسکااور نہ ہی کسی قومی ڈاکو سے لوٹی ہوئی دولت واپس لی جاسکی کیونکہ ایک ڈاکو کے بعد دوسرا ڈاکو برسراقتدار ہوتا رہا اور پاکستان

کی جڑیں کمزور ہوتی رہی اب وقت یہ آگیا ہے کہ لوٹ مار کرنے والے اتنے طاقتور ہو چکے ہیں کہ عوام بے چاری کچھ نہیں کر سکتی جب بھی الیکشن کا ڈرامہ رونما ہوتا ہے پیسے والے کھلے عام ووٹ خریدتے ہیں عوام کو طرح طرح کے لالچ دیے جاتے ہیں اور بلاآخر اکثریت میں وہی کامیاب ہوتے ہیں جنکے پیچھے سرمایہ ہوتا ہے باریاں لینے اور بار بار اقتدار میں آنے والے غربت ،مایوسی ،بے روزگاری اور مہنگائی میں گردن تک ڈوبی ہوئی عوام کو پھر دبوچ لیتے ہیں انہی کی سازش ہے کہ پستی میں ڈوبی ہوئی عوام کو کہیں ہوش آنہ جائے اسی لیے تو مختلف حیلوں بہانوں سے عوام کو کبھی دہشت گردوں کے آگے ڈال دیتے ہیں تو کبھی ڈرون کے پیچھے لگا دیتے ہیں سوچنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں سرعام گھومنے پھرنے والا ایک دہشت گرد ہمارے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو تو نظر نہیں آتا مگر امریکہ میں بیٹھے ہوئے امریکی اہلکار پاکستان میں دہشت گردوں کو ڈھونڈ کر مار رہے ہیں اور انکے مرنے پر پاکستانی حکمران سراپہ احتجاج بن کر عوام کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں بات پھر وہیں پر آکر ختم ہوتی ہے کہ اگر طالبان دہشت گرد نہیں ہیں تو وہ پاکستان اور پاکستانی قوم پر رحم کھاتے ہوئے ایک کام کریں کہ قیام پاکستان سے لیکر آج تک جس جس نے بھی کرپشن ،فراڈ ،دھوکہ بازی،رشوت اور لوٹ مار کی ہے یا کروانے میں مدد کی ہے انکے خلاف اعلان جہاد کریں اور پھر دیکھیں کہ پاکستان کی 90 فیصد عوام آپکے ساتھ کھڑی ہوگی کونکہ غربت ،بے روزگاری ،تنگ دستی،فاقہ کشی ،ملاوٹ، مہنگی

ادویات اور بے بسی کی زندگی سے اب ہر پاکستانی تنگ آ چکا ہے اگر ایسا کچھ نہیں ہے تو پھر بے چاری غریب عوام کا پیچھا چھوڑ دیں جناب یہ تو پہلے ہی اپنوں کے ہاتھوں مری ہوئی ہے اور رہی سہی کسر اب آپ اسلام کے نام پر پوری کر رہے ہیں اگر ایک دوسرے کے مفادات اتنے ہی عزیز ہیں تو پھر اسلام کو تو بدنام نہ کریں یہ زندگی تو عارضی ہے نہ جانے کب اور کہاں ختم ہو جائے۔

کفن چوروں کی حکومت

پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنماء اور قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف سید خورشید شاہ کے اس اعتراف کے بعد اب کسی کو کوئی شک باقی نہیں رہنا چاہیے کہ نام نہاد جمہوری حکومتوں کی اسمبلیاں کفن چوروں کا مرکز رہی ہیں اور موجودہ حکومت نے تو کفن چوری کے ساتھ ساتھ مردوں کو ڈنڈے بھی دینا شروع کر دیے ہیں انہی جمہوری آمروں نے حب الوطنی کی آڑ میں عوام کا وہ حشر کر دیا ہے جو شائد دشمن نہ کرسکتا تھا قائد حزب اختلاف سید خورشید شاہ کے الفاظ قومی اسمبلی کی در و دیوار پر کچھ اسطرح نقش ہوگئے ہیں وہ رہتی دنیاتک چیخ چیخ کر کہتے رہیں گے کہ جنہیں تم لوگوں نے اپنی تقدیریں بدلنے کے لیے یہاں بھیجا تھا آج انکی اصلیت بھی دیکھ لو جو حقیقت خورشید شاہ کے منہ سے نکلی وہ کچھ اسطرح تھی کہ ہم پر مہنگائی کرکے مردوں کے کفن چوری کا الزام تھا (ن) لیگ تو ہم سے دو ہاتھ آگے نکل گئی انہوں نے تو کفن چوری کے بعد ڈنڈے سے مردوں کی توہین بھی شروع کر دی خورشید شاہ کی اس مثال پر ایوان میں خوب قہقے لگے۔

حیرت ،افسوس اور شرمندگی کی انتہا یہ ہے کہ کفن چور جیسا لقب ملنے پر پورا ایوان قہقے لگاتا رہااور افسوس کرنے والا کوئی ایک بھی نہیں تھاان جمہوری

حکومتوں کے ماتھے پر کوئی ایسا کارنامہ نہیں ہے کہ جس پر یہ فخر کر سکیں میں واضح کرتا چلو کہ آمریت اور فوجی حکومت کے میں قطعن حق میں نہیں ہوں مگر آج تک ملک میں جتنی ترقی ہوئی وہ فوجی دور حکومت میں ہوئی ہر فوجی آمر جب حکومت میں آیا تو وہ عوامی لیڈر بن گیا اور جب بھی جمہوری نظام کی وجہ سے کوئی بھی عوامی شخصیت اقتدار میں آئی تو وہ عوام سے دور ہوتی چلی گئی پچھلی حکومتوں نے تو جو گند پھیلانا تھا وہ پھیلا دیا اور عوام کو جس غربت کے گڑھے میں پھیکنا تھا وہ پھینک دیا اب ہم نے تو موجودہ حکومت کو دیکھنا ہے کہ جس نے سہانے خواب دکھا کر عوام کی راتوں کی نیندیں حرام کر دی ہیں ملک میں اس وقت ٹماٹر 2 سو روپے کلو فروخت ہو رہا ہے مہنگائی ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہی آٹا بھی غریب آدمی کی پہنچ سے دور ہوتا جا رہا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ (ن) لیگ کی حکومت میں فی کلو آٹا 50 روپے ہو جائیگا، بجلی، پٹرول، ڈیزل کی قیمتوں میں مزید اضافہ کر دیا جائے گیاملک میں سرمایہ کاری کم ہو رہی ہے سرمایہ کار یہاں سے دوسرے ممالک میں جا رہے ہیں اور اس وقت ملک میں چالیس لاکھ نوجوان بیروزگار ہیں، سٹیل ملز، پی آئی اے، نیشنل بینک سمیت دیگر اداروں کی نجکاری کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں پی ٹی سی ایل ایک منافع بخش ادارہ تھا اس کی نجکاری کر دی گئی یہاں حکمرانوں کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے سب اپنی اپنی عیاشیوں میں مصروف ہیں کرپشن اور چور بازاری نے ہمیں اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے ہم اپنے خلاف ہونے والے ظلم پر بھی اب احتجاج

نہیں کرتے کیونکہ جنھوں نے یہ سب لوٹ مار کا کھیل رچایا ہوا ہے انکے ساتھ ہمارے مفادات وابستہ ہیں ایک طرف عوام کو اس بحث میں الجھادیا گیا ہے کہ شہید کون ہے اور دہشت گرد کون ہے تو دوسری طرف عوام کو بلدیاتی الیکشن کا جھانسہ دے رکھا ہے اگر بلدیاتی الیکشن سپریم کورٹ کی ہدایت کے مطابق کروادیے جائیں تو کوئی قیامت نہیں آئے گی پاکستانی ہی الیکشن لڑیں گے اور وہی ممبر بنیں گے مگر ناجانے حکومت سمیت باقی تمام جماعتوں کو کیا تکلیف ہے کہ اس معاملہ کو بھی باقی کے معاملات کی طرح ایک مسئلہ بنا دیا ہے شائد حکومت کی بہتری بھی اسی میں ہے کہ عوام کو جتنا زیادہ مقامی مسائل میں الجھایا جائے اتنا ہی اس کے لیے بہتر ہوگا اور رہی بات اپوزیشن جماعتوں کی تو وہ بات سید خورشید شاہ نے سب پر واضح کردی کہ سب کفن چور ہیں جو مرنے کے بعد بھی مردے سے اسکی آخری چیز کفن بھی اتار لیتے ہیں تو پھر ایسے حکمرانوں سے دوران زندگی خیر کی امید کیا رکھی جاسکتی ہے اب تو مرنے کے بعد کی فکر کرنا چاہیے کہ قبر کا وقت خیر خیریت سے گذر جائے غریب انسان زندگی میں تو روٹی کے لیے تگ و دو کرتا ہی ہے ساتھ ساتھ اپنے پیاروں کو زندہ رکھنے کے لیے بھی بھاگ دوڑ کرتا ہے اب اسکی ذمہ داریاں اور بڑھ گئی ہیں جہاں دن کے وقت وہ اپنے زندہ رہے والوں کے لیے بھاگ دوڑ کریگا وہیں پر اب رات کو قبرستانوں میں اپنے پیاروں کے کفن کی بھی رکھوالی کریگا کہ کہیں کوئی حکومتی نمائندہ قبر میں سے کفن ہی نہ چرالے یہ سب چور ہمیں جمہوری حکومت

نے تحفے میں دیے ہیں جن سے جان چھڑوانا ہماری سب کی ذمہ داری ہے صرف وہی ان چوروں کو اچھا کہیں گے جن کا رزق ان چوروں کے ساتھ منسلک ہے۔

سرکاری محکمے اور طوائف

پاکستان کے سیاسی نظام کا بیڑہ غرق اسی دن ہو گیا تھا جب جاگیر داروں اور سرمایہ داروں نے سیاسی جماعتوں پر قبضہ کرکے ملک کی تقدیر اپنے ہاتھوں میں لے لی تھی یہی وجہ ہے کہ آج ایک طرف تو اسمبلیوں میں کفن چور بیٹھے ہوئے ہیں تو دوسری طرف بقول صوبائی محتسب اور سابق چیف سیکریٹری پنجاب جناب جاوید محمود کہ پنجاب بھر میں انتظامی ڈھانچہ غیر فعال ہو چکا ہے اور محکمے سر عام بکتی طوائف کی مانند ہیں کیا خوبصورت اور جامع انداز میں بھرپور نقشہ کھینچا گیا ہے ایک طرف تو قانون بنانے والے ہیں تو دوسری طرف قانون پر عملدرآمد کروانے والے ہیں اور دونوں میں شرم ،غیرت اور حیاء نام کی کوئی چیز نہیں ہے دونوں کا مستقبل ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہے اور دونوں اپنی بقا کے لیے ایک دوسرے کے ہر ناجائز کام کو جائز قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کسی بھی محکمے میں چلے جائیں وہاں پر ایماندار اور محب وطن ملازم کا ملنا مشکل ہو چکا ہے جو جہاں پر براجمان ہے وہی پر اس نے لوٹ مار کی سیل لگا رکھی ہے جس کے ہاتھ میں جو آتا ہے وہ اسے ہی مال غنیمت سمجھ کر ہضم کر رہا ہے دنیا میں ایسا کونسا کام ہے کہ جو ایک انسان شروع کرے اور دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں وہ ملوں کا مالک بن جائے مگر پاکستان میں ایسا ممکن

ہے یہاں پر کرپٹ ، ٹیکس چور اور مزدور کا خون پینے والے چند سالوں میں ایک معمولی سے کام سے بڑی بڑی ملوں کے مالک بن سکتے ہیں شروع شروع میں انکی سرپرستی کرنے والے وہی ملک کے ٹھیکدار ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی جاگیروں کی بدولت ملک پر قبضہ کیا ہوتا ہے اور پھر وہی جاگیر دار ان سرمایہ داروں کی کٹھ پتلیاں بن کر ناچتے ہیں انہیں میں سے تربیت یافتہ لوگ اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں اور باقی کے رہے سہے ہمارے سرکاری اداروں میں حکمرانی کا شوق پورا کرنے کے لیے آ جاتے ہیں ہوتے تو یہ ملازم ہیں مگر اپنی ساری نوکری میں عوام کو ہی اپنا نوکر اور ملازم بنائے رکھتے ہیں جبکہ انہی کے آقا جو ایوان اقتدار میں بیٹھے ہوتے ہیں وہ بھی ان سرکاری ملازمین کے زریعے اپنے ناجائز کام کرواتے ہیں اگر کسی کو اب بھی کوئی شک ہو تو وہ اپنے علاقہ کے ایم پی اے ،ایم این اے یا کسی سرکاری افسر سے اپنا جائز کام بغیر کسی سفارش کے کروا کر دیکھ لے یہاں پر تو چند ہزار کی مالی امداد لینے کے لیے ایک غریب اور بیوہ کو مہینوں چکر کاٹنے پڑتے ہیں جبکہ کچھ مالشیے اور درباری قسم کے صحافی اپنے بچوں کے علاج کے نام پر لاکھوں روپے خود کھا جاتے ہیں انہی مفاد پرست کالی بھیڑوں نے صحافت کا بھی بیڑہ غرق کر رکھا ہے خود تو لوٹ مار کرکے اپنا سب کچھ بنا لیا جبکہ اپنے ورکروں کو وقت پر تنخواہیں دیتے ہوئے بھی انہیں موت پڑتی ہے جاوید محمود نے تو صرف سرکاری اداروں کو طوائف سے تشبیہہ دی تھی مگر میں تو ساتھ پرائیوٹ اداروں کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں جو ان

سرکاری اداروں سے کسی صورت کم نہیں ہیں یہاں پر بھی اندھیر نگری ہے پسند، ناپسند اور لابی سسٹم نے یہاں بھی اپنی جڑیں مضبوط کر رکھی ہیں ان سب طوائفوں اور کفن چوروں سے نجات کے لیے ایک بہت بڑے آپریشن کی ضرورت ہے اگر یہ نہ ہوا تو پھر کرپشن کا ناسور ناقابل علاج بن جائیگا آخر میں جناب عابد نور بھٹی کے فیس بک سے لی ہوئی ایک نظم اپنے پڑھنے والوں کی نذر۔

جس دیس کی کوٹ کچہری میں انصاف ٹکوں پہ بکتا ہو
جس دیس کا منشی قاضی بھی مجرم سے پوچھ کے لکھتا ہو
جس دیس کے چپے چپے پر پولیس کے ناکے ہوتے ہوں
جس دیس کی مسجد مندر میں ہر روز دھماکے ہوتے ہوں
جس دیس کی گلی کوچوں میں ہر سمت فحاشی پھیلی ہو
جس دیس میں بنت حوا کی چادر داغ سے میلی ہو
جس دیس میں آٹے چینی کا بحران فلک تک جا پہنچے
جس دیس میں پانی بجلی کا فقدان حلق تک جا پہنچے
جس دیس کے ہر چوراہے پر دو چار بھکاری پھرتے ہوں
جس دیس میں روز جہازوں سے امدادی تھیلے گرتے ہوں
جس دیس میں غربت ماؤں سے بچے نیلام کرواتی ہو
جس دیس میں دولت شرفاء سے ناجائز کام کرواتی ہو
اس دیس میں رہنے والوں پر ہتھیار اٹھانا واجب ہے

اس دیس کے ہر ایک لیڈر کو سولی پہ چڑھانا واجب ہے۔

خوشحالی کا راز

اک لاوا جو برسوں سے تیار ہو رہا تھا آج پک کر تیار ہو چکا ہے مذہبی انتہا پسندی تو بڑی منصوبہ بندی سے کی جاتی ہے جبکہ آجکل بسوں، ویگنوں اور عام مارکیٹوں میں ایک ایک روپے پر انسانوں کو جانور بنتے ہوئے ایک منٹ بھی نہیں لگتا معمولی جھگڑوں پر بیٹوں نے اپنے والدین کو بے دردی سے مارنا، بھائی کا بھائی سے جائیداد پر تنازعہ اور پھر قتل وغارت ایک معمولی واقعہ بن چکا ہے اب ہم میں سے کسی کے اندر بھی برداشت کا مادہ نہیں ہے معمولی سی بات پر انتقام لینا اب معمول بن چکا ہے ملک میں کوئی بھی دہشت گردی کا واقعہ ہو اس میں ہم فوری طور پر بیرونی ہاتھ ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ اسی طرح راولپنڈی میں ہونے والے شیعہ سنی فسادات کے بعد حکومتی بیانات سامنے آنا شروع ہوئے اور علماء کے بھی ہر طبقہ نے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس واقعہ میں بیرونی ہاتھ ہے اگر اس واقعہ میں بیرونی ہاتھ ہے تو پھر ہمارے اندرونی ہاتھ اتنے مشتعل کیوں ہیں حالانکہ ہر مکتبہ فکر کے علماء کرام اور ہر سیاسی جماعت کے سرکردہ رہنماؤں نے اپنے اپنے ماننے والوں سے امن کی اپیل کی ہے مگر اسکے باوجود ہر طرف ایک خوف اور بدلے کی فضاء ہے خاص کر انتقام کا جوش جو انسان کے اندر ہی اندر لاوے کی طرح پکتا رہتا ہے اور پھر موقعہ ملتے ہی کسی آتش فشاں کی طرح

پھٹ کر اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیتا ہے بلکہ اسی طرح یہ مذہبی انتہا پسندی کا لاوا اب پک کر ہر مکتبہ فکر کے لوگوں میں آتش فشاں بن چکا ہے وہ بے شک طالبان کی شکل میں ہو، شعیہ سنی فرقہ کی شکل میں ہو یا ملک میں سیاسی انتقام کی شکل میں ہو اب ان واقعات میں اضافہ ہوتا جائیگا کیونکہ جب ملک میں انصاف بکتا ہوں، نوکریاں بکتی ہوں، پرکشش سیٹیں بکتی ہوں، جیلیں بکتی ہوں، تھانے بکتے ہوں، الیکشن بکتے ہوں، وزیر اعظم بکتے ہوں، ملک کا سارا نظام بکتا ہو اور حکمران قومی دولت لوٹ لوٹ کر بیرون ملک اپنے اثاثے بنانے میں مصروف ہوں جہاں پر انکی اولادیں اس دولت کو اجاڑنے میں مصروف ہوں اور ہر آنے والا حکمران جانے والوں کے سیاہ کرتوتوں پر پردہ ڈالے تو پھر وہاں پر ایسے واقعات معمول بن جاتے ہیں ملک میں ایک حادثے کے بعد دوسرا حادثہ منہ اٹھائے کھڑا ہوتا ہے ہر قومی ادارہ تباہی کی طرف گامزن ہے ہر شہر مقتل گاہ بن چکا ہے اور تو اور اب دیہاتوں کی گلیاں اور شہروں کے محلے ڈاکوؤں اور چوروں کی پہنچ سے دور نہیں ہیں ہر محکمہ میں دیہاڑی لگانے والے بیٹھے ہیں شریف آدمی آج بھی تھانے جانے سے اتنا ہی ڈرتا ہے جتنا آج سے پہلے ڈرتا تھا مگر ہمارے حکمران کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں انہیں صرف اپنی سیکیورٹی اور پروٹوکول عزیز ہے جن کے ووٹوں کی بدولت وہ آج ایوان اقتدار میں ہیں آج انہی کو ان سے ملنا مشکل ہو چکا ہے اور اب رہ سہی کسر موجودہ حکومت نے پرویز مشرف کے خلاف آئین سے غداری کے متعلق کیس عدالت کو

بھیج پوری کردی ہے اگر تو پچھلے تمام کیسوں کی طرح عوام کی توجہ کسی اور طرف سے ہٹانے کے لیے یہ بھی ایک چال ہے تو پھر عوام کو ایک اور ٹرک کی بتی کے پیچھے نہ لگائیں اور اس بار قوم کو معافی دیدیں ہاں اگر آپ واقعی کسی دباؤ میں آئے بغیر پرویز مشرف کے خلاف کوئی کاروائی کرنا چاہتے ہیں اور آئین سے غداری کی سزا دلوانا چاہتے ہیں تو پھر پوری قوم آپ کے ساتھ ہیں آئیں ابتدا کریں قیام پاکستان سے لیکر آج تک جس جس نے آئین توڑا اور غداری کا مرتکب ہوا انکے خلاف مقدمات چلائیں سالوں میں نہیں مہینوں میں بھی نہیں بلکہ دنوں میں فیصلے کریں اس کے لیے بے شک قانون سازی کرکے ایک الگ سے عدالت بنا دیں جہاں پر صرف آئین توڑنے والوں اور ملکی دولت لوٹنے والوں پر ہی مقدمات چلیں جن پر جب جرم ثابت ہو جائے تو پھر انہیں سرعام لٹکاتے جائیں اسکے بعد دیکھیں ملک میں امن کیسے قائم نہیں ہوتا ہے کیونکہ لوٹی ہوئی قومی دولت واپس آنے اور لٹیروں کے انجام کو دیکھ کر کسی اور کو لوٹنے کی جرات نہیں ہوگی جبکہ آئین کو اپنی لونڈی بنانے کا خیال بھی کسی کے دل میں نہیں آئے گا اسکے بعد پھر دیکھنا کہ خوشحالی ملک کے ہر گھر کے دروازے پر ہاتھ باندھے کھڑی ہوگی اور اسکے بعد نہ کہیں دہشت گردی کا نام ونشان ہوگا نہ کہیں بات بات پر انسان جانور بنے گا بلکہ برداشت اور حوصلہ پیدا ہوگا مگر اسکے لیے ضروری ہے کہ قیادت نڈر، بے خوف اور محب وطن ہو ایک چور کبھی بھی دوسرے چور کا احتساب نہیں کرتا بلکہ وہ اسے تحفظ فراہم کرتا ہے تاکہ جب

کبھی وہ زیر عتاب آئے تو اسکی بھی جان بچ جسکے۔

لیڈر یا گیڈر

پاکستان بننے کے بعد پہلی کابینہ کا اجلاس تھا جس میں قائداعظم بھی موجود تھے اس وقت قائداعظم کے اے ڈی سی گل حسن نے قائداعظم سے پوچھا سر، اجلاس میں چائے پیش کی جائے یا کافی ؟

قائداعظم نے چونک کر سر اٹھایا اور فرمایا یہ لوگ گھروں سے چائے ،کافی پی کر نہیں آئے ؟

اے ڈی سی گل حسن گھبرا گیا۔۔

جس کے بعد قائد نے فرمایا جس وزیر نے چائے ،کافی پینی ہے وہ گھر سے پی کر آئے یا پھر واپس گھر جا کر پیئے قوم کا پیسہ قوم کے لیے ہے وزیروں کے لیے نہیں ۔

مگر قائداعظم کی وفات کے بعد سارا نظام ہی الٹ پلٹ ہوگیا اور ہمارے آنے والے ہر حکمران نے قائد کے اصولوں کیخلاف کام کرتے ہوئے قوم کے پیسے سے خوب عیاشی کی قائداعظم نے تو قومی دولت سے اس وقت کے وزیروں کو چائے کا کپ پلانے سے بھی انکار کردیا تھا جبکہ آج ملک کا بچہ بچہ قرضے میں جکڑا ہوا ہے

ملک میں تعلیم ، شعور ، روزگار، بجلی، گیس اور قانون کی حکمرانی کہیں بھی نظر نہیں آ رہی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پاکستان کی تقریبا 70 فیصد سے زائدآ بادی سطح غربت سے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہوں وہاں کے حکمران رہی سہی ملکی دولت بھی لوٹنے میں مصروف ہوں تو پھرایک عام پاکستانی کے حالات کب اور کیسے سدھریں گے اور ملک کو ترقی کی شاہراہ پر تیز رفتاری سے دوڑانے کے لیے کب کوئی آئے گا ملک میں ہر طرح کی حکومتوں کے تجربے کرکے دیکھ لیے جمہوری حکومت کے منتخب عوامی نمائندوں پر کرپشن کے سنگین الزامات لگا کرمارشل لا بھی لگے اور پھر ان فوجی ڈکیٹٹروں کی بھی کتے جیسی کرکے رخصت کیا گیا مگر نہ ملک ترقی کرسکا اور نہ ملک کی عوام غربت کی چکی سے نکل سکی اور رہی سہی کسر ہماری افسر شاہی نے پوری کردی جنھوں نے اپنی سیٹوں کے لالچ میں ہر حکمران کی ہاں میں ہاں ملائی اور ملک میں طرز حکمرانی بدل دیا اب جو بھی سیاستدان عوام کی منت سماجت اور انہیں سبز باغ دکھا کر یا کسی اور قوت کے اشارے پر الیکشن میں کامیابی حاصل کرکے ایوان اقتدار تک پہنچتا ہے تو وہ الیکشن سے پہلے جتنا عوام کے قریب ہوتا تھا جیت کے بعد وہ اتنا ہی عوام سے دور ہو جاتا ہے اب آپ ہمارے وزیر اعظم جناب میاں نواز شریف کو ہی دیکھ لیں جب سے وزیر اعظم بنے ہیں تب سے ہی غیر ملکی دوروں پر ہیں اور اپنے ملک میں جب چند دن رہنے کے آتے ہیں تو اس وقت بھی ان سے ملنا کسی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔۔

پاکستان اور اسکی عوام کی یہی سب سے بڑی بد قسمتی رہی ہے کہ جس کو بھی انہوں نے لیڈر بنایا وہ پھر گیڈر کی طرح عوام سے دور ہی بھاگا اپنے مرضی اور پسند کے افراد کو وزارتیں دی اور خود اپنے ہی ملک میں سینکڑوں محافظوں کے حصار میں غائب ہوگیا پورے ملک میں اس وقت عوام کی جو درگت بنی ہوئی ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے مگر نہ جانے کیوں کسی طرف سے کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں ہورہی میں اپنے پڑھنے والوں کو بڑے شہروں جن میں اسلام آباد ،لاہور، کراچی ،پشاور اور کوئٹہ کی حالت زار بتا دیتا ہوں اسکے بعد باقی شہروں کا اندازہ آپ خود لگالیں کہ یہ ایسے شہر ہیں جہاں صدر ،وزیر اعظم ،وزیر اعلی ،وزراء ،چیف سیکریٹری ،سیکریٹری ،ہر محکمے کا ڈائریکٹر جنرل ،آزاد میڈیااور ہزاروں کی تعداد میں سیاسی سماجی ورکر ہر وقت متحرک رہتے ہیں مگر ان سب کے ہوتے ہوئے ان بڑے شہروں میں کرپشن ،چور بازاری ،لوٹ مار بلیک میلنگ ،بھتہ خوری اور فراڈ اتنا عام ہے کہ آپ کو کوئی ادارہ کوئی شخص ان، چیزوں سے دور نظر نہیں آئے گا ایک ٹاؤن کے کلرک ،بلڈنگ انسپکٹراور پولیس اسٹیشن سے لیکر ہر محکمے کے اعلی افسر تک بھتہ دینے اور بھتہ لینے میں مصروف ہیں جن میں صحافی ،پولیس ملازم ،سیاسی کارکن تک سبھی شامل ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کو ہر بازار میں ناجائز تجاوزات کی بھر مار نظر آئے گی ہسپتالوں میں ادویات کی قلت نظر آئے گی تھانہ کچہریوں میں ٹاؤٹوں کا راج نظر آئے گا اور میرٹ کی سر عام دھجیاں،

بکھری نظر آئیں گی یہ ہیں ہمارے بڑے شہر چھوٹے شہروں کا اندازہ اب آپ خود لگالیں کیا علامہ اقبال نے اسی پاکستان کا خواب دیکھا تھا اور قائد اعظم نے اسی پاکستان کے لیے اتنی محنت کی تھی ایک بار قومی جوش اور غیرت سے سوچیۓ گا ضرور۔

ایران کا جوہری تنازعہ

ایران اور چھ عالمی طاقتوں کے درمیان مذاکرات کے بعد ایران کے جوہری پروگرام پر معاہدہ طے پا گیا ہے یہ معاہدہ سوئس شہر جنیوا میں پانچ روزہ بات چیت کے نتیجے میں طے پایا ہے یورپی یونین اور بہت سے سربراہان مملکت جن میں مریکی صدر براک اوباما، ایران کے صدر حسن روحانی ،اقوامِ متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون اور کیتھرین ایشن سمیت بہت سے عہدے داروں نے اس معاہدے پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور اکثریت کا اب خیال کہ اس سے دنیا مزید محفوظ ہو جائے گی یہ ایک دہائی میں عالمی طاقتوں اور ایران کے درمیان طے پانے والا سب سے اہم سمجھوتہ ہو سکتا ہے معاہدے کی بدولت کئی دہائیوں میں پہلی مرتبہ ایران کا جوہری پروگرام روک دیا گیا ہے ۔معاہدہ یہ تھا کہ ایران یورینیم کی پانچ فیصد سے زائد افزودگی روک دے گا اور درمیانے درجے تک افزودہ یورینیم کے ذخیرے کو ناکارہ بنائے گا۔آراک کے مقام پر بھاری پانی کے جوہری منصوبے پر مزید کام نہیں کیا جائے گا۔جوہری ہتھیاروں کے عالمی ادارے کو نتنانز اور فردو میں واقع جوہری تنصیبات تک روزانہ کی بنیاد پر رسائی دی جائے گی۔ان اقدامات کے بدلے میں چھ ماہ تک جوہری سرگرمیوں کی وجہ سے ایران پر کوئی نئی پابندی نہیں لگائی جائے گی۔قیمتی دھاتوں اور

فضائی کمپنیوں کے سلسلے میں پہلے سے عائد کچھ پابندیاں معطل کر دی جائیں گی۔ایران کو تیل کی فروخت کی موجودہ حد برقرار رہے گی جس کی بدولت ایران کو چار ارب بیس کروڑ ڈالر کا زرِ مبادلہ حاصل ہوسکے گا اس معاہدے کا مطلب یہ ہے کہ ایران اپنے جوہری پروگرام کو مزید ترقی نہیں دے سکے گا اور کچھ پہلوؤں سے اس پروگرام کو سکیڑا جائے گا۔ ایران نے اپنے افزودہ یورینیم کے ذخیرے میں کمی کرنے اور عالمی معائنہ کاروں کو اپنی تنصیبات تک رسائی دینے پر اتفاق کیا ہے اور اس کے بدلے میں اس پر عائد پابندیوں میں بتدریج کمی کی جائے گی ایران اس بات پر مصر ہے کہ یورینیئم کی افزودگی ان کے ملک کا حق ہے اور وہ یہ عمل جاری رکھے گا دوسری طرف واشنگٹن چاہتا ہے کہ معاہدے کے تحت ایران نے جن رعایتوں کا وعدہ کیا ہے اس سے ایران کے جوہری پروگرام کی شفافیت بڑھے گی اور اس کی زیادہ قریب سے نگرانی ہوسکے گی۔ان کے بقول معاہدے کا جو مرکزی نکتہ ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ایران کو جوہری بم بنانے سے روکا جائے گا۔ اس معاہدے کے بعد ایران پر کسی حد تک پابندیاں نرم کی جائیں گی مگر ایران کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ معاہدے کی پاسداری کر رہا ہے ورنہ پابندیاں پھر سے لاگو کر دی جائیں گی۔ایران کو اپنے جوہری پروگرام کی وجہ سے امریکہ اور اقوام متحدہ کی جانب سے سخت پابندیوں کا سامنا ہے اور ایران پابندیوں میں نرمی کی وجہ سے تیل اور پیٹروکیمیکلز کی فروخت اور قیمتی دھاتوں کی تجارت سے اربوں ڈالر حاصل کر سکے گا اسکے ساتھ ساتھ معاہدے کے

نتیجے میں ایران کو سونے اور دیگر قیمتی دھاتوں کی تجارت سے ڈیڑھ ارب ڈالر حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ تیل اور پیٹروکیمیکلز کی فروخت سے حاصل ہونے والے چار ارب بیس کروڑ ڈالر ایران کو صرف اسی صورت میں اقساط میں دیے جائیں گے اگر وہ معاہدے کی پاسداری کرتا ہے اس معاہدہ سے قبل امریکی صدر براک اوباما نے امریکی قانون سازوں سے اپیل کی تھی کہ وہ ایران کے خلاف مزید پابندیوں کی تجویز نہ دیں اور امریکہ عالمی قوتوں کو موقع فراہم کرے کہ وہ ایران کے جوہری پروگرام کے سلسلے میں معاہدہ مکمل کر سکیں اس کے علاوہ امریکہ کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر تہران کے ساتھ کوئی معاہدہ طے نہیں ہوا تو ایران یورینیم کی افزودگی جاری رکھے گا۔ایران کے جوہری پروگرام کے سلسلے میں چھ عالمی طاقتوں نے ایک ممالک کے گروپ کے سفارتکار جنیوا میں ایران کے ساتھ مذاکرات دوبارہ شروع کئے۔ایران کے وزیر خارجہ کے خیال میں اس دفعہ مذاکرات میں اختلافِ رائے ختم ہو سکتا ہے جاوید ظریف کا بھی یہی کہنا ہے کہ ہم ایرانیوں کے لیے جوہری توانائی کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم کسی کلب کا حصہ بن جائیں یا دوسروں کو دھمکائیں ہمارے لیے جوہری توانائی مستقبل کے بارے میں ہمارے اپنے فیصلے کی اہلیت ہے نہ کہ کوئی دوسرا ہماری جانب سے ہمارے مستقبل کا فیصلہ کرے ۔امریکی قانون سازوں کو اس بات پر بھی تشویش تھی کہ وائٹ ہاؤس ایران کے جوہری پروگرام پر بہت تیزی سے معاہدہ طے کرنا چاہتا ہے حالانکہ اسے تہران کے ساتھ سخت موقف اختیار کرنا چاہیے اور انکا خیال

تھا کہ اگر ابتدائی معاہدہ نہیں ہوتا ہے تو ایران اپنے یورینیئم کے ذخائر میں اضافہ کرے گا اور نئے سنٹری فیوج کی تنصیب کے ساتھ ارک شہر میں پلیوٹونیئم ری ایکٹر کو فروغ دے گا مگر اب صدر اوباما کی طرف سے پابندیوں میں نرمی کے نتیجے میں ایران کو 40 ارب ڈالر کی رقم ملے گی۔ واضح رہے کہ 2006 سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایران کے خلاف مختلف قسم کی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں جو ایران کے جوہری پروگرام سے منسلک ہیں۔ اقوام متحدہ کے علاوہ امریکہ اور یورپی یونین کی علیحدہ پابندیوں کی وجہ سے ایران میں توانائی اور بینکنگ کا شعبہ متاثر ہے اور تیل پر مبنی اس کی معیشت دباؤ کا شکار ہے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل اراکین کے علاوہ جرمنی اور تہران کے اعلٰی سفارتکاروں کے درمیان ایران کے متنازع جوہری پروگرام پر سوئٹزرلینڈ میں مذاکرات کا نتیجہ خیزی پر ختم ہونا ایک خوش آئند اقدام ہے۔ لیکن عالمی طاقتوں کے دہرے معیار نے ایک اسلامی ملک کے گرد گھیرا تنگ کر لیا ہوا تھا کہ وہ ایٹمی ہتھیار نہ بنا سکے لیکن اسرائیل سب کے سامنے ہے جس کے ایٹمی ہتھیاروں کی بھرمار بارے سب نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں ایران کے ساتھ اس لئے معاہدہ درست ہے کہ کافی عرصہ سے اس کی معیشت پر دباؤ تھا اور بغیر کسی خون خرابے کے معاملات طے پا گئے ہیں کیونکہ یہی طاقتیں ایران کے ایٹمی پروگرام پر حملہ کرنے کیلئے بھی تیار بیٹھی تھی۔ تقریباً 10 برسوں سے جاری تنازع اب اپنے آخری عمل میں داخل ہو چکا ہے

مذاکرات میں پیش رفت کو دیکھتے ہوئے اس امید کے ساتھ کہ ایران جوہری پروگرام پر ایک معاہدے پر اتفاق ہوا ہے۔ اگرچہ مذاکراتی عمل میں پیش رفت نہ ہوئی تو قابلِ ذکر اختلافات بدستور موجود رہیں گے۔ اس ضمن میں ایران کے جائز تحفظات کا بھی عالمی طاقتوں کو خیال رکھنا ہوگا کیونکہ ان اختلافات میں ایک اہم جز یہ بھی ہے کہ تہران کو کس حد تک یورینیم کی افزدگی کی اجازت ہوگی اور یہ کہ تعزیرات میں کتنی نرمی کی جائے گی۔ اس ضمن میں ایران یورینیم کی افزدگی کا حق رکھتا ہے کیونکہ وہ اس بات کی تردید کرتا آیا ہے کہ وہ جوہری ہتھیار تیار کرنے کا خواہشمند ہے۔ اس نے جوہری پروگرام میں شامل بعض سرگرمیوں کو معطل کرنے کی پیشکش کی ہے اور مغربی تعزیرات میں نرمی کے بدلے اس پروگرام کے زیادہ مربوط انداز میں معائنے کی اجازت پر اتفاق کیا ہے۔

ایران کا جوہری تنازعہ

میری بات/روہیل اکبر

ایران اور چھ عالمی طاقتوں کے درمیان مذاکرات کے بعد ایران کے جوہری پروگرام پر معاہدہ طے پاگیا ہے یہ معاہدہ سوئس شہر جنیوا میں پانچ روزہ بات چیت کے نتیجے میں طے پایا ہے یورپی یونین اور بہت سے سربراہان مملکت جن میں مریکی صدر براک اوباما، ایران کے صدر حسن روحانی، اقوامِ متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون اور کیتھرین ایشن سمیت بہت سے عہدے داروں نے اس معاہدے پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور اکثریت کا اب خیال کہ اس سے دنیامزید

محفوظ ہو جائے گی یہ ایک دہائی میں عالمی طاقتوں اور ایران کے درمیان طے پانے والا سب سے اہم سمجھوتہ ہو سکتا ہے معاہدے کی بدولت کئی دہائیوں میں پہلی مرتبہ ایران کا جوہری پروگرام روک دیا گیا ہے۔ معاہدہ یہ تھا کہ ایران یورینیم کی پانچ فیصد سے زائد افزودگی روک دے گا اور درمیانے درجے تک افزودہ یورینیم کے ذخیرے کو ناکارہ بنائے گا۔ آراک کے مقام پر بھاری پانی کے جوہری منصوبے پر مزید کام نہیں کیا جائے گا۔ جوہری ہتھیاروں کے عالمی ادارے کو نتنانز اور فردو میں واقع جوہری تنصیبات تک روزانہ کی بنیاد پر رسائی دی جائے گی۔ ان اقدامات کے بدلے میں چھ ماہ تک جوہری سرگرمیوں کی وجہ سے ایران پر کوئی نئی پابندی نہیں لگائی جائے گی۔ قیمتی دھاتوں اور فضائی کمپنیوں کے سلسلے میں پہلے سے عائد کچھ پابندیاں معطل کر دی جائیں گی۔ ایران کو تیل کی فروخت کی موجودہ حد برقرار رہے گی جس کی بدولت ایران کو چار ارب بیس کروڑ ڈالر کا زرِ مبادلہ حاصل ہو سکے گا اس معاہدے کا مطلب یہ ہے کہ ایران اپنے جوہری پروگرام کو مزید ترقی نہیں دے سکے گا اور کچھ پہلوؤں سے اس پروگرام کو سکیڑا جائے گا۔ ایران نے اپنے افزودہ یورینیم کے ذخیرے میں کمی کرنے اور عالمی معائنہ کاروں کو اپنی تنصیبات تک رسائی دینے پر اتفاق کیا ہے اور اس کے بدلے میں اس پر عائد پابندیوں میں بتدریج کمی کی جائے گی ایران اس بات پر مصر ہے کہ یورینیم کی افزودگی ان کے ملک کا حق ہے اور وہ یہ عمل جاری رکھے گا دوسری طرف واشنگٹن چاہتا ہے کہ معاہدے کے تحت ایران نے جن رعایتوں

کا وعدہ کیا ہے اس سے ایران کے جوہری پروگرام کی شفافیت بڑھے گی اور اس کی زیادہ قریب سے نگرانی ہو سکے گی۔ان کے بقول معاہدے کا جو مرکزی نکتہ ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ایران کو جوہری بم بنانے سے روکا جائے گا۔ اس معاہدے کے بعد ایران پر کسی حد تک پابندیاں نرم کی جائیں گی مگر ایران کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ معاہدے کی پاسداری کر رہا ہے ورنہ پابندیاں پھر سے لاگو کر دی جائیں گی۔ایران کو اپنے جوہری پروگرام کی وجہ سے امریکہ اور اقوام متحدہ کی جانب سے سخت پابندیوں کا سامنا ہے اور ایران پابندیوں میں نرمی کی وجہ سے تیل اور پیٹروکیمیکلز کی فروخت اور قیمتی دھاتوں کی تجارت سے اربوں ڈالر حاصل کر سکے گا اسکے ساتھ ساتھ معاہدے کے نتیجے میں ایران کو سونے اور دیگر قیمتی دھاتوں کی تجارت سے ڈیڑھ ارب ڈالر حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ تیل اور پیٹروکیمیکلز کی فروخت سے حاصل ہونے والے چار ارب بیس کروڑ ڈالر ایران کو صرف اسی صورت میں اقساط میں دیے جائیں گے اگر وہ معاہدے کی پاسداری کرتا ہے اس معاہدہ سے قبل امریکی صدر براک اوباما نے امریکی قانون سازوں سے اپیل کی تھی کہ وہ ایران کے خلاف مزید پابندیوں کی تجویز نہ دیں اور امریکہ عالمی قوتوں کو موقع فراہم کرے کہ وہ ایران کے جوہری پروگرام کے سلسلے میں معاہدہ مکمل کر سکیں اس کے علاوہ امریکہ کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر تہران کے ساتھ کوئی معاہدہ طے نہیں ہوا تو ایران یورینیم کی افزودگی جاری رکھے گا۔ایران کے جوہری پروگرام کے سلسلے میں چھ عالمی طاقتوں نے ایک ممالک کے گروپ کے

سفارتکار جنیوا میں ایران کے ساتھ مذاکرات دوبارہ شروع کئے۔ایران کے وزیر خارجہ کے خیال میں اس دفعہ مذاکرات میں اختلافِ رائے ختم ہو سکتا ہے جاوید ظریف کا بھی یہی کہنا ہے کہ ہم ایرانیوں کے لیے جوہری توانائی کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم کسی کلب کا حصہ بن جائیں یا دوسروں کو دھمکائیں ہمارے لیے جوہری توانائی مستقبل کے بارے میں ہمارے اپنے فیصلے کی اہلیت ہے نہ کہ کوئی دوسرا ہماری جانب سے ہمارے مستقبل کا فیصلہ کرے۔امریکی قانون سازوں کو اس بات پر بھی تشویش تھی کہ وائٹ ہاؤس ایران کے جوہری پروگرام پر بہت تیزی سے معاہدہ طے کرنا چاہتا ہے حالانکہ اسے تہران کے ساتھ سخت موقف اختیار کرنا چاہیے اور انکا خیال تھا کہ اگر ابتدائی معاہدہ نہیں ہوتا ہے تو ایران اپنے یورینیئم کے ذخائر میں اضافہ کرے گا اور نئے سنٹری فیوج کی تنصیب کے ساتھ ارک شہر میں پلیوٹونیئم ری ایکٹر کو فروغ دے گا مگر اب صدر اوباما کی طرف سے پابندیوں میں نرمی کے نتیجے میں ایران کو 40 ارب ڈالر کی رقم ملے گی۔واضح رہے کہ 2006 سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایران کے خلاف مختلف قسم کی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں جو ایران کے جوہری پروگرام سے منسلک ہیں۔اقوام متحدہ کے علاوہ امریکہ اور یورپی یونین کی علیحدہ پابندیوں کی وجہ سے ایران میں توانائی اور بینکنگ کا شعبہ متاثر ہے اور تیل پر مبنی اس کی معیشت دباؤ کا شکار ہے ۔اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل اراکین کے علاوہ جرمنی اور تہران کے اعلیٰ سفارتکاروں کے درمیان ایران کے متنازع جوہری

پروگرام پر سوئٹزرلینڈ میں مذاکرات کا نتیجہ خیزی پر ختم ہونا ایک خوش آئند اقدام ہے ۔لیکن عالمی طاقتوں کے دہرے معیار نے ایک اسلامی ملک کے گرد گھیرا تنگ کر لیا ہوا تھا کہ وہ ایٹمی ہتھیار نہ بنا سکے لیکن اسرائیل سب کے سامنے ہے جس کے ایٹمی ہتھیاروں کی بھرمار بارے سب نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں ایران کے ساتھ اس لئے معاہدہ درست ہے کہ کافی عرصہ سے اس کی معشیت پر دباؤ تھا اور بغیر کسی خون خرابے کے معاملات طے پا گئے ہیں کیونکہ یہی طاقتیں ایران کے ایٹمی پروگرام پر حملہ کرنے کیلئے بھی تیار بیٹھی تھی۔ تقریباً 10 برسوں سے جاری تنازع اب اپنے آخری عمل میں داخل ہوچکا ہے مذاکرات میں پیش رفت کو دیکھتے ہوئے اس امید کے ساتھ کہ ایران جوہری پروگرام پر ایک معاہدے پر اتفاق ہوا ہے ۔ اگرچہ مذاکراتی عمل میں پیش رفت نہ ہوئی تو قابلِ ذکر اختلافات بدستور موجود رہیں گے ۔اس ضمن میں ایران کے جائز تحفظات کا بھی عالمی طاقتوں کو خیال رکھنا ہوگا کیونکہ ان اختلافات میں ایک اہم جز یہ بھی ہے کہ تہران کو کس حدتک یورینیم کی افزدگی کی اجازت ہوگی اور یہ کہ تعزیرات میں کتنی نرمی کی جائے گی۔اس ضمن میں ایران یورینیم کی افزدگی کا حق رکھتا ہے کیونکہ وہ اس بات کی تردید کرتا آیا ہے کہ وہ جوہری ہتھیار تیار کرنے کا خواہشمند ہے ۔اس نے جوہری پروگرام میں شامل بعض سرگرمیوں کو معطل کرنے کی پیشکش کی ہے اور مغربی تعزیرات میں نرمی کے بدلے اس پروگرام کے زیادہ مربوط انداز میں معائنے کی اجازت پر اتفاق کیا ہے ۔

پاک فوج کو سلام

پاکستان میں فوج کا ہمیشہ سے ہی بڑا اہم رول رہا ہے اور خاص کر چیف آف آرمی سٹاف کا رعب اور دبدبہ ہماری سیاسی قیادت پر اس لیے بھی زیادہ ہوتا تھا کہ کہیں فوج کے جوان رات کی تاریکی میں حکمرانوں کو قید کر کے اقتدار پر قبضہ نہ کرلیں پاکستان میں آج تک جتنے بھی آرمی چیف رہے ان میں سے اکثریت کا سیاست میں بھی بڑا عمل دخل رہا موجودہ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی پاکستان کی بری افواج کے 14 ویں سربراہ کی حیثیت سے آج 28 نومبر بروز جمعرات کو اپنی 40 سالہ پیشہ وارانہ خدمات کے بعد سبکدوش ہو جائیں گے پاکستان کے پہلے آرمی چیف برطانیہ کے سر فرینک والٹر مسروی اگست 1947 سے فروری 1948 تک اس عہدے پر فائز رہے، جنرل ڈگلس ڈیوی گریسی فروری 1948 سے اپریل 1951 تک تعینات رہے، یہ پاکستان آرمی کے گورے جرنیل تھے، جو کم مدت کیلئے آئے اور چلے گئے، اس کے بعد جس نے اقتداد کا مزہ چکھا وہ طویل عرصے تک نہ صرف بری افواج کا سربراہ بنا بلکہ اقتدار پر بھی قابض رہے، تیسرے آرمی چیف فیلڈ مارشل محمد ایوب خان 17 جنوری 1951 سے 26 اکتوبر 1958 تک اس عہدے پر تعینات رہے۔چوتھے آرمی چیف جنرل محمد موسیٰ بھی 27 اکتوبر 1958 سے 17 ستمبر 1966 تک اس عہدے پر فائز رہے۔ جنرل آغا محمد یحییٰ خان 18

ستمبر 1966 سے 20 دسمبر 1971 تک پانچویں آرمی چیف رہے، جنرل گل حسن 22 جنوری 1972 سے لیکر 2 مارچ 1972 تک کم ترین مدت تک پاکستان کے چھٹے آرمی چیف رہے، ساتویں آرمی چیف جنرل ٹکا خان 3 مارچ 1972 سے یکم مارچ 1976 تک اس عہدے پر رہے، اس کے بعد جنرل ضیاء الحق یکم مارچ 1976 سے 17 اگست 1988 تک ساڑھے 12 سال کے طویل عرصے تک آٹھویں آرمی چیف کے طور پر اس منصب پر قابض رہے، جنرل ضیاء الحق نے ذوالفقار علی بھٹو کی جمہوری حکومت کا تختہ الٹا تھا، جنرل مرزا اسلم بیگ 17 اگست 1988 سے لیکر 16 اگست 1991 تک پاکستان کے نویں آرمی چیف رہے، آصف نواز جنجوعہ پاکستان کے دسویں آرمی چیف تھے جو 16 گست 1991 سے 8 جنوری 1993 تک آرمی چیف رہے، گیارہویں آرمی چیف جنرل عبدالوحید کاکڑ 12 جنوری 1993 سے 12 جنوری 1996 تک اس عہدے پر فائز رہے، جنرل کاکڑ نے غلام اسحاق خان اور وزیراعظم نواز شریف کو استعفیٰ دینے پر مجبور کیا تھا، جنرل جہانگیر کرامت 12 جنوری 1996 سے 7 اکتوبر 1998 تک پاکستان کے بارہویں آرمی چیف رہے، جنرل جہانگیر چند ایک فوجی افسروں میں سے ایک ہیں جنھوں نے سول حکومت سے اختلافات پر استعفیٰ دیا تھا۔ جنرل پرویز مشرف 7 اکتوبر 1998 سے 28 نومبر 2007 تک 13ویں آرمی چیف کے طور پر اس عہدے پر فائز رہے، پرویز مشرف نے نواز حکومت کا تختہ الٹا تھا جبکہ موجودہ آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی نومبر 2007 سے اب تک اس عہدے پر فائز تھے انہیں بھی کئی بار موقعہ ملا کہ وہ اقتدار پر قبضہ کرکے پاکستان کی حکمران بن سکتے تھے چپلز

پارٹی کے دور حکومت میں بہت سے ایسے مواقع پیدا بھی کیے گئے اور مختلف سیاستدانوں کی طرف سے فوج کے دبے لفظوں میں دعوت بھی دی گئی جبکہ شیخ رشید نے تو اشتعال دلانے کے لیے یہاں تک بھی کہہ دیا تھا کہ فوج نے ستو پی رکھے ہیں مگر ان سب ملی جلی دعوتوں کے باوجود اشفاق پرویز کیانی نے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا کہ جس سے پاکستان کی پوری دنیا میں بدنامی ہوتی اور ملک مزید سو سال پیچھے چلا جاتا اشفاق پرویز کیانی کے دور میں عوام پر آفتوں کے پہاڑ بھی ٹوٹے دہشت گرد جہاں چاہتے اور جس وقت چاہتے دھماکہ کر دیتے اس میں نہ صرف عام شہری لقمہ اجل بنے بلکہ ہمارے فوجی جوان بھی شہید ہوئے ملک میں کہیں بھی کوئی آفت آتی تو لوگ فوج کی طرف دیکھنا شروع کر دیتے تھے خواہ سیلاب ہو، زلزلہ ہو یا دہشت گردی کی کوئی کاروائی ہو۔ فوج کے ہر جوان کی عزت آج بھی اسی طرح عوام کے دلوں میں موجود ہے جس طرح آج سے چند سال پہلے موجود تھی اب فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے سڑک پر گذرنے والے ہر ویں ٹرک اور بس پر لکھا ہوتا تھا پاک فوج کو سلام اب وہاں سے تو ختم ہو چکا ہے مگر 5 فوج کی ملک کے لیے بے پناہ قربانیوں اور اقتدار کی چھینا چھپٹی سے دور رہنے کے بعد اب ہر پاکستانی کے سینے پر لکھا ہوا ہے پاک فوج کو سلام۔

آرمی چیف کی تبدیلی اور ووٹ کی طاقت

ایک طرف وزیر اعظم میاں نواز شریف ملک کے سب سے بڑے منعظم ادارے اور ملک کی سرحدوں کی پاسبان پاکستانی فوج کے سربراہ کی تقرری کر رہے تھے تو دوسری طرف میاں نواز شریف کو یہ طاقت اور رتبہ دینے والا ایک ووٹر آج زندگی کے ہر میدان میں ذلیل ورسوا ہو رہا ہے ہر سرکاری ادارے کو چنڈو خانہ بنا دیا گیا ہے اور ہر سرکاری ملازم اپنے آپ کو اس ملک کا جاگیردار سمجھنا شروع ہو چکا ہے اور تو اور جس کے ووٹ سے آج ایوان اقتدار میں رونقیں ہیں وہی آج سرکاری ہسپتال میں اپنا علاج کروانے کے لیے ایک روپے کی پرچی حاصل کرنے کے لیے گھنٹوں ذلیل ورسواء ہو رہا ہے۔بڑی تنگ و دو کے بعد جب وہ یہ مرحلہ عبور کرکے ڈاکٹر کے پاس پہنچتا ہے تو وہ بھی میاں نواز شریف کو وزیر اعظم بنانے والے اس ووٹر کی پرچی پر چند ٹیسٹ اور کچھ ادویات لکھ کر اس سے جان چھڑوا لیتا ہے بعد میں جب وہی ووٹر ٹیسٹ کے لیے اپنے جیسے ہی کسی ووٹر اور ہسپتال کے ملازم کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اسے ٹیسٹ کے لیے ایک لمبی تاریخ دے دیتا ہے خواہ اس وقت تک مریض اپنی بنائی ہوئی اس حکومت کے مزید کارنامے دیکھنے کے قابل بھی نہ رہے ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمیں اپنے ووٹ کی اہمیت اور اسکی طاقت کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا اور اسی لیے اس کا استعمال

بھی ہم ذاتی پسند وناپسند کی بنیاد پر کرتے ہیں ہم میں سے اکثریت ایسے افراد کی ہے جو ووٹ توبڑے شوق سے ڈالتے ہیں مگر انہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جس شخص یا پارٹی کو ووٹ دے رہے ہیں انکا منشور کیا ہے اس امیدوار کا بیک گراؤنڈ کیا ہے اور اسکی ملک کے لیے خدمات کیا ہیں ان سب باتوں سے لاپرواہ ہو کر ہم صرف اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے افراد کو ووٹ دے آتے ہیں جو ہماری آنے والی نسلوں کو بھی گروی رکھ دیتا ہے رہی ملک کی بات وہ تو ایسے افراد کے لیے نہ تھا اور نہ ہی ہے کیونکہ ان سیاستدانوں کے بچے بیرون ملک، ان سیاسی خاندانوں کی جائیدادیں بیرون ملک اور ایک عام آدمی کے ووٹ سے حکمرانی کے مزے لوٹنے والوں کے کاروبار بھی بیرون ملک ہوتے ہیں جب یہی افراد باہر جاتے ہیں تو بغیر پروٹوکول کے گھومتے ہیں اور ہاں پر انہیں کوئی منہ نہیں لگاتا مگر جب پاکستان میں ہوں تو سینکڑوں سیکیورٹی والوں کے حصار میں چلے جاتے ہیں ملک کی تقدیر بدلنے کے بڑے بڑے دعوے کرنے والے موقعہ ملتے ہی ملک کی تقدیر سے کھیلنا شروع کردیتے ہیں اور پھر انہی لوگوں کو پرموٹ کیا جاتاہے جو لوٹ مار میں اپنا ثانی نہ رکھتے ہوں آج پاکستان کی آدھی سے زیادہ آبادی اچھی خوراک ،اچھی دوائی اور معمولی سی رہائش کو ترس رہی ہے کہیں سے کوئی امید کی کرن نظر آئے تو ایک دوسرے کو ہی دھکے مار مار کر ادھ موا کردیتے ہیں ابھی نیشنل بنک نے نوجوانوں کے لیے قرضے شروع نہیں کیے تھے کہ لمبی لائینیں پہلے ہی لگنا شروع ہو گئی تھی

کرپشن اور چور بازاری اتنی بڑھ چکی ہے کہ اب ایک جائز کام والا بھی سمجھتا ہے کہ جب تک وہ کسی کو رشوت نہ دیدے اس وقت تک اسے بیٹھنے کو بھی نہیں کہا جائیگا پہلے کوئی دور تھا کہ اگر پورے محکمے میں کوئی راشی اور کام چور قسم کا افسر ہوتا تو ہر کوئی اسے برا سمجھتا مگر اب اس کے الٹ ہو چکا ہے اب پورے محکمے میں اگر کوئی ایماندار اور سچا افسر کام کر رہا ہے تو ہر طرف سے اسے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسکو بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے طرح طرح کی باتیں اسکے متعلق پھیلائی جاتی ہیں ان سب خرابیوں کو پروان چڑھانے والے اور عوام کو فقیروں کی صف میں شامل کرنے والے صرف اور صرف ہمارے حکمران ہیں جنھوں نے اقتدار حاصل کرنے کے لیے ہر جائز اور ناجائز طریقہ استعمال کیا اور اسکے لیے عوام کو صرف ایک سیڑھی کے طور پر استعمال کیا بعد میں ٹشو کی طرح پھینک دیا آج اگر ملک میں غربت اور جرائم کی شرح بڑھ گئی ہے تو اس گناہ میں اگر ایک عام ووٹر کا حصہ بنتا ہے تو سب سے بڑا حصہ ہمارے سیاستدانوں کی جھولی میں بھی جاتا ہے جنھوں نے عوام کو دلفریب نعروں کے جال میں الجھا دیا تھا۔

قیام پاکستان کے وقت امن ،خوشحالی اور انصاف کے لیے جدوجہد کرنے والی ایک نسل ختم ہو چکی ہے ،امید کی کرن لیے دوسری نسل ختم ہونے کو ہے اور اب رہ گئی وہ نسل جس نے نہ قربانی دی اور نہ قربانیاں دینے والوں کو دیکھا صرف

کتابیوں میں لکھی ہوئی باتیں ہیں جو اس وقت تک یاد رہتی ہیں جب تک اسکے امتحانات نہیں ہوجاتے اسکے بعد پھر کتابی باتوں کتابوں تک ہی رہ جاتی ہیں اور عملی زندگی کا آغاز اس جگہ سے ہوتا ہے جہاں سے لوٹ مار کا سلسلہ ختم ہوا تھا۔

اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنے آپ کو ذاتی پسند وناپسند سے الگ کرکے بلدیاتی الیکشن میں ایسے نمائندوں کو ووٹ دیں جو آپ کے دکھ سکھ میں شریک ہوں نہ کہ کونسلر بن کر وہ بھی اپنے آپ کو وزیراعظم سمجھنا شروع کردیں۔

تھیمبو قبیلے کا منڈیلا

جنوبی افریقہ کے سابق صدر نیلسن منڈیلا جن کو احتراماً مادیبا کہا جاتا تھا 95 برس کی عمر میں انتقال کر گئے وہ پھیپڑوں میں انفیکشن کی وجہ سے طویل عرصے سے زیر علاج تھے گذشتہ دو برسوں میں منڈیلا پانچ بار ہسپتال گئے اپریل میں انھیں نمونیا کی وجہ سے دس دن ہسپتال میں رہنا پڑا۔ نیلسن منڈیلا نسلی امتیاز کے خلاف طویل جدوجہد کے بعد جنوبی افریقہ کے پہلے سیاہ فام صدر منتخب ہوئے تھے۔

تھیمبو قبیلے کے سربراہ کے بیٹے رولھلاہلا منڈیلا 18 جولائی 1918 کو جنوبی افریقہ کی مشرقی راس میں موبزو نامی گاؤں میں پیدا ہوئے وہ اپنے خاندان میں سکول جانے والے پہلے شخص تھے ان کے ایک استاد نے ان کے نام کا تلفظ صحیح ادا نہ کر پانے پر انہیں نیلسن کہنا شروع کیا وہ 1941 میں شادی سے بچنے کے لیے جوہانسبرگ چلے گئے اور وہاں والٹر سیسولو کی قانونی فرم میں کام کرنے لگے وہیں انہوں نے ابتدائی سیاست کا آغاز کیا اور افریقی نیشنل کانگریس میں شامل ہو گئے اور پارٹی کے نوجوانوں کے شعبے یوتھ لیگ کے قیام میں اہم کردار ادا کیا 1952 میں منڈیلا نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور اولیور ٹامبو کے ساتھ مل کر ملک کی پہلی سیاہ فام قانونی فرم قائم کی جس کا مقصد ان افراد

کو قانونی مدد فراہم کرنا تھا جن کی دادرسی کوئی نہیں کرتا تھا۔ نسلی حکومت کی جانب سے پابندی لگنے کے خطرے کو دیکھتے ہوئے اے این سی نے منڈیلا کو چھپ کر کام کرنے کے راستے تلاش کرنے کو کہا انہیں 1956 میں 155 دیگر لوگوں کے ساتھ غداری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا چار سال جاری رہنے والی عدالتی کارروائی کے بعد ان کے خلاف الزامات واپس لے لیے گئے 1958 میں منڈیلا نے ونی مادی کنزیلا سے شادی کی۔ دنیا نے جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کے خلاف ان پابندیوں میں سختی لانا شروع کی جو 1967 میں عائد کی گئی تھیں اس دباؤ نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا، حتیٰ کہ میں صدر ڈی کلارک نے اے این سی پر عائد پابندی ہٹا لی۔ گیارہ فروری 1990 کو 27 سال جیل میں رہنے کے بعد منڈیلا کو رہا کر دیا گیا وہ اپنے حامیوں کے 1990 نعروں کے درمیان اپنی اہلیہ کے ساتھ باہر نکلے اگلے سال اے این سی کے پہلے قومی اجلاس میں منڈیلا کو پارٹی کا صدر منتخب کیا گیا ملک میں کثیر النسلی جمہوریت کے قیام کی سمت میں مذاکرات شروع ہو گئے 1993 میں منڈیلا اور جنوبی افریقی صدر ایف ڈبلیو ڈی کلارک کو مشترکہ طور پر امن کا نوبیل انعام دیا گیا یہ انعام انھیں جنوبی افریقہ میں استحکام لانے کی کوششوں کے لیے دیا گیا تھا ایوارڈ قبول کرتے ہوئے منڈیلا نے کہا کہ اپنی دنیا میں نئے آغاز کے لیے جو کچھ کرنا پڑا ہم کریں گے 1994ء میں جنوبی افریقہ کی تاریخ میں پہلی بار تمام نسلوں نے جمہوری انتخابات میں ووٹ دیا منڈیلا بھاری اکثریت سے صدر منتخب ہوئے منتخب

ہونے کے بعد دس مئی 1994 کو منڈیلا نے کہا: 'آزادی کا دور قائم رہے۔ خدا افریقہ کا خیال رکھے۔' منڈیلا کے لیے سب سے بڑا مسئلہ غریبوں کے لیے مکانوں کی کمی تھا۔ تھابو ایمبیکی حکومت کا روزمرہ کا کام دیکھتے رہے جس سے منڈیلا کو دنیا بھر میں جنوبی افریقہ کی تشہیر کا موقع ملا۔ اپنی رہائی کی پانچویں سالگرہ پر نیلسن منڈیلا فروری 1995 میں جزیرہ رابن گئے جہاں وہ 18 برس قید رہے تھے اس جیل میں قید رہنے والے دیگر افراد بھی اس دورے میں ان کے ہمراہ تھے۔ نیلسن منڈیلا کے پھیپھڑوں کو اسی جیل میں مشقت کے دوران نقصان پہنچا تھا تھابو ایمبیکی نے منڈیلا سے اے این سی کی صدارت حاصل کی اور 1999 کے صدارتی انتخابات میں کامیابی بھی پائی۔ منڈیلا نے اپنی 80 ویں سالگرہ پر موزمبیق کے سابق صدر کی بیوہ گراسا مشیل سے شادی کر لی۔ اسی دوران منڈیلا کینسر سے متاثر ہوئے اور ان کا علاج شروع ہوا۔ 2004 میں انہوں نے عوامی زندگی سے ریٹائرمنٹ لے لی اور اکثر مواقع پر صحافیوں سے مذاق کرتے ہوئے منڈیلا نے کہا، 'میری اپیل ہے کہ آپ مجھے فون نہ کریں، میں آپ کو فون کروں گا۔ 2008 میں منڈیلا کی 90ویں سالگرہ منانے کے لیے لندن کے ہائیڈ پارک میں موسیقار، فلمی ستارے اور سیاستدان جمع ہوئے تو اس موقع پر مجمع سے خطاب میں انہوں نے کہا کہ 'وقت آ گیا ہے کہ توانا بازو بوجھ اٹھائیں یہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے کہ اپنے ملک کو وقار کے ساتھ دنیا میں آگے لیکر جائیں۔

کیا ایسے حکمران پاکستان میں بھی پیدا ہو سکیں گے جو اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے سوچیں نہ کہ عوام کے ووٹوں سے جیت کر عوام کے ہی دشمن بن جائیں آج چیف جسٹس جناب افتخار محمد چوہدری اپنی ملازمت کا آخری دن گذار رہے ہیں کل سے وہ بھی آزاد ہونگے مگر پاکستان اور پاکستانیوں کے لیے انکی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

چارہ گروں کی محفل

غریب ملک کے غریب لوگوں کے ووٹوں اور غریب لوگوں کے خون پسینے کی کمائی سے سرکاری خزانہ میں جمع ہونی والی رقم سے اپنے آپکو اور اپنے خاندان کو نوازنے والے حکمرانوں نے عوام سے انکا شعور بھی چھین لیا آج تک جتنے بھی حکمران عوامی خدمت کے نام پر پاکستان پر مسلط ہوئے سب نے غریب عوام کی مجبوریوں اور انکی غربت کا جی بھر کر مذاق اڑایا ابھی وزیر اعظم میاں نواز شریف کی طرف سے بے روزگار خواتین اور مردوں کے لیے قرضہ سکیم شروع کی گئی ہے اور حکومتی طبلچی اس زور شور سے گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہیں کہ اس سے اچھی سکیم ہو ہی نہیں سکتی، ایک ہی دن میں لاکھوں فارم داؤن لوڈ کر لیے گئے .نوجوانوں کا مستقبل سنور گیا یہاں ایسے افراد اکثریت میں ہیں جو ہر حکومت کے میراثی ہوتے ہیں جن کا کام ہی .بر سر اقتدار لوگوں کی گڈی چڑھا کر رکھنا ہوتا ہے خواہ اس میں انکے کسی اپنے عزیز ،رشتہ دار ، بہن یا بھائی کی ہی کیوں نہ کٹ جائے کیونکہ ایسے افراد اندر سے ایک عام آدمی کی نسبت زیادہ غریب اور بھوکے ہوتے ہیں اسی لیے تو کہتے ہیں کہ غربت جہاں تہذیب کے آداب بھلا دیتی ہے وہی پر چھینا چھپٹی کا عمل بھی زور پکڑ لیتا ہے اور انسانی خون کی قیمت پانی کے ایک گلاس سے بھی کم ہو جاتی ہے لوگوں میں .برداشت

کا عمل ختم ہو کر انتقام اور مفاد کا عمل جڑ پکڑ لیتا ہے جہاں غربت زیادہ ہو گی وہی پر انسانی عقل اور شعور بھی ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا غربت کی دلدل میں دھنسے افراد کو ہر وقت اپنے ہی خاندان کی دو وقت روٹی پوری کرنے کی فکر ہی ستائے رکھتی ہے نہ اسکی سوچ روٹی سے آگے بڑھتی ہے اور نہ ہی وہ شخص ذہنی طور پر ترقی کرتا ہے اور جس ملک کی کل آبادی کا 70 فیصد حصہ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہو جہاں پر لوگوں کے لیے علاج معالجہ اور صحت اتنی اہم نہ ہو بلکہ اسکی نظر صرف روٹی تک ہی محدود ہو تو پھر اس قوم اور اس ملک میں کہاں کا سلیقہ اور کہاں کی تہذیب ہو گی جسکا تماشہ آئے روز سیاسی جلسوں اور مختلف شادیوں کی تقریبات میں نہ صرف ہم خود دیکھتے رہتے ہیں بلکہ ہمارے ٹی وی چینلز کی وجہ سے پوری دنیا بھی دیکھ لیتی ہے حیرت اور افسوس کی انتہاء ہے کہ یہ سب تماشا دکھانے والے خود بھی اسی کا حصہ ہیں ہم اپنا تماشہ لگا کر بھی بڑے شوق سے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں اس میں قصور ہمارا نہیں بلکہ ان سیاسی ٹھگوں کا جنھوں نے ملک اور قوم کے ساتھ سنگین مذاق کیا قیام پاکستان سے لیکر آج تک جتنے بھی حکمران آئے سب لوٹ مار کرکے چلتے بنے اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ملک اور قوم کے ساتھ مخلص ہوتا تو آج پاکستان کی عوام نواز شریف کی قرضہ سکیم سے فارم ڈاؤن لوڈ کرکے ضمانتی نہ ڈھونڈ رہی ہوتی بلکہ اپنی کمائی سے دوسرے ممالک کے غریب شہریوں کی مدد کر رہی ہوتی لائینوں میں لگ کر ہسپتالوں سے

پیراسیٹامول اور پمپوں سے

سی این جی نہ لے رہی ہوتی اگر کالا باغ ڈیم بن جاتا تو آج ہاتھوں میں بل پکڑ کر لوگوں کو ہارٹ اٹیک نہ ہوتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نام نہاد قرض کی امید لیے پورا ملک یوں نہ دوڑ رہا ہوتا اور مریم نواز اس پروگرام کی چیئرپرسن بھی نہ ہوتی اب زرا اس قرض سکیم کے بارے میں بھی آپ کو بتا دوں کہ اگر آپ بھی وزیراعظم کی قرض اسکیم کے لیے درخواست دینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پہلے اس کے اہم نکات اور شرائط جان لیں، وہ کیا ہیں۔ پرائم منسٹر یوتھ بزنس لون اسکیم شروع ہو چکی ہے مقررہ بینکوں میں درخواست فارم، ناقابل واپسی سو روپے کے ساتھ جمع کروائے جا سکیں گے، درخواست فارم میں تحریر اہم نکات و شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بینک مقررہ اوقات میں یا جب مناسب سمجھے، درخواست گزار کے مقررہ اکاونٹ یا اس کے کسی دوسرے اکاونٹ سے درخواست گزار کو نوٹس دیئے بغیر واجب الادا رقم نکال سکتا ہے ویسے تو وزیراعظم نے اعلان کیا ہے کہ یہ قرض نوجوانوں کو آٹھ فیصد شرح سود پر دیا جائے گا، لیکن درخواست فارم میں درج شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر حکومت پاکستان مارک اپ میں دی گئی رعایت کو قرض کی مدت کے دوران کسی بھی وجہ سے واپس لیتی ہے تو قرض لینے والا نئی شرح کے مطابق قرض کی ادائیگی کا پابند ہوگا۔ قرض کے لیے درخواست دینے والے کو دو ریفرنس کے علاوہ ایک ضمانتی بھی مہیا کرنا ہوگا، اور آپ کی ضمانت وہی شخص دے سکے گا جو گریڈ پندرہ یا اس سے اوپر کا سرکاری ملازم ہو یا پھر آپ کے مانگے گئے قرض کا

ڈیڑھ گنا اس کے پاس ہونا چاہیے ، جس کے لیے بینک اسٹیٹمنٹ درخواست کے ساتھ فراہم کرنا ہوگی آخر میں غریب ملک کے غریب عوام کے نام پر شروع ہونے والی تمام نام نہاد اور ذاتی لالچ میں بنائی گئ سکیموں پر یہ شعر،

عجب رسم چلی ہے چارہ گروں کی محفل میں
لگا کر زخم نمک سے مساج کرتے ہیں
غریب شہر ترستا ہے ایک نوالے کو
امیر شہر کے کتے بھی راج کرتے ہیں ۔

قوم کا افتخار

ہمارے بابا آدم نے ایک غلطی کی اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر صرف ایک کوتاہی کر بیٹھے اور پھر اس کی سزا جنت سے نکل کر سالوں.برداشت کی۔آج کا انسان بھی اسی غلطی اور بہکاوے کا شکار ہو رہا ہے مگر اللہ تعالی صدقہ نبی پاک ﷺ کے ہمیں نہ تو اتنی لمبی سزا دے رہا ہے اور نہ ہی ہمیں دنیا میں رسواء کر رہا ہے جس طرح غلطی اور کوتاہی انسان کے خمیر میں شامل کر دی گئی ہے اسی طرح زندگی میں کام کرنے آگے بڑھنے اور اپنا نام سنہری حروف میں لکھانے کے مواقع ہر انسان کو ملتے ہیں کسی کو کم تو کسی کو زیادہ کوئی ان کم مواقع سے بہت فائدہ اٹھا کر آگے نکل جاتا ہے تو کوئی.بڑے بڑے مواقع خواب غفلت میں ضائع کر بیٹھتا ہے اور پھر بعد میں جب وقت ختم ہو جاتا ہے تو پھر انسان کے پاس سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہیں بچتا خاص کر ہمارے سرکاری اداروں میں بیٹھے ہوئے افسران اگر نیک نیتی سے اپنا کام کرنا شروع کر دیں تو نہ صرف انکا اپنا قد اور نام.بڑھے گا بلکہ انکی وجہ سے ادارے اور ملک کے وقار میں بھی اضافہ ہوگا اور ایسے افراد ہر محکمے میں موجود ہوتے ہیں مگر ان میں سب سے.بڑی خامی یہ پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے ان کارناموں کو عوام کے سامنے نہیں لانا چاہتے اس کے پیچھے پتہ نہیں کیا سائنس ہے اگر تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انکے اچھے کام خود انکی شہرت کا سبب بنیں گے

اور انکے بعد آنے والے انکا چرچا کریں گے تو وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں یہاں تو آپ کا جونیئر جو سارا دن جو آپکے منہ پر آپکی چاپلوسی کرتا رہتا ہے اور موقعہ ملتے ہی آپکی سیٹ پر قبضہ کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرجاتا ہے اس سے آپ نے کیا امیدیں باندھ لی جبکہ سب سے بڑھ کر یہ کہ جو کام آپ اپنے لیے نہیں کرسکے وہ دوسرا آپ کے لیے کیوں کریگا۔

آج افتخار محمد چوہدری کے چلے جانے سے ایسا ہی ایک باب بند ہوگیا ان پر بڑے بڑے الزامات لگائے گئے کہ وہ میڈیا کے ہاتھوں میں کھیلتے تھے، خبروں پر بھی سوموٹو ایکشن لے لیا کرتے تھے ،وی وی آئی پی پروٹوکول میں رہتے تھے اور ہر وقت خبروں میں رہنا پسند کرتے تھے جبکہ کچھ نے ارسلان افتخار کے معاملہ پر بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالی اور تنقید کرنے والے بھی وہ ہیں جنھوں نے آج تک کوئی ایسا کام نہیں کیا جن پر وہ خود بھی فخر کرسکیں اگر افتخار چوہدری ٹی وی اور اخبارات کی خبروں پر ایکشن لیتے تھے تو اس میں برائی والی کون سی بات تھی مظلوم کے ساتھ کھڑا ہونے والا کوئی تو تھا اگر افتخار چوہدری اپنے فیصلوں کی بدولت اخباروں اور ٹی وی کی خبروں کی زینت بنتے تھے تو اس میں کونسی برائی تھی انکے کام تھے جو انہیں دن بدن عوام میں ہیرو بنا رہے تھے اور انکی ایک ہی ناں نے تو ملکی سیاست کا نقشہ ہی تبدیل کردیا اور لامحدود اختیارات کے مالک پرویز مشرف کو جانا پڑا پھر جسکے بعد پانچ سال تک پیپلز

پارٹی نے پاکستان کے ساتھ کھیل کھیلا اور اب میاں نواز شریف اس ملک کی تقدیر کے ساتھ کھیل رہے ہیں اگر افتخار چوہدری بھی بینظیر بھٹو کی طرح خاموشی سے جلاوطن ہو جاتا یا میاں نواز شریف کی طرح منت ساجت کرکے سعودی عرب پناہ گزین ہو جاتا تو آج بھی پاکستان میں پرویز مشرف کی حکومت ہوتی اور یہ دونوں بڑی پاکستان کی ٹھیکیدار جماعتیں اور انکے لیڈروں کو آج کوئی پوچھنے والا نہ ہوتا افتخار چوہدری کے پرٹوکول پر اعتراض کرنے والوں کو علاقے کے ایس ایچ او کے پروٹوکول پر تو اعتراض نہیں جو دوران گشت اپنے ساتھ پولیس کے گن مینوں کو بھی ہمراہ ہی رکھتا ہے اس سے اوپر کی تو آپ بات ہی نہ کریں یہاں پر تو ایک روپے کے لین دین پر گردنیں گاجر مولی کی طرح کاٹ دی جاتی ہیں اور افتخار چوہدری نے اربوں روپے لوٹنے والے وقت کے فرعونوں کے گلے دبا رکھے تھے اگر انکو افتخار چوہدری کے خلاف کسی قسم کی کوئی کاروائی کا موقعہ ملتا تو کیا وہ ضائع کرتے یہ صرف اور صرف سخت سیکیورٹی کی وجہ سے ہی ممکن ہوا یہی وجہ ہے کہ جب افتخار چوہدری رخصت ہو رہے تھے تو محب وطن پاکستانیوں کی آنکھ میں آنسو تھے اور مفاد پرستوں کے منہ میں مٹھایاں تھی افتخار چوہدری پوری قوم کا افتخار تھے جنھوں نے اپنے اختیارات کے باعث ثابت کردیا کہ کوئی انسان اگر مخلص ہو کر کام کرنا چاہے تو وہ کرسکتا ہے اور اپنے اچھے کاموں کو عوام تک پہنچانا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے تاکہ پاکستانیوں کو معلوم ہوسکے کہ انکے ٹیکسوں سے جو انسان پیسے لے رہاہے کیا وہ اپنا فرض

بھی پورا کر رہا ہے یا کہ ہمارے سیاستدانوں کی طرح لوٹ مار کرنے میں ہی مصروف ہے
۔

پاکستان میں اچھے اور مخلص انسان ہر جگہ اور ہر محکمہ میں ہر وقت پائے جاتے ہیں صرف انکی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ اپنے اچھے کارناموں کو نمایاں نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ دران ملازمت بھی اکثر زیر عتاب ہی رہتے ہیں اور بعد میں گوشہ گمنامی میں چلے جاتے ہیں میرا آج بھی ان کو مشورہ ہے کہ جو موجود ہیں وہ اپنے آپ کو نمایاں کریں تاکہ لوگوں کو پتہ چلے اور نئے آنے والے آپ کو رول ماڈل بنائیں جبکہ جو فارغ ہو چکے ہیں وہ اپنے پوشیدہ کاموں کو اب اور نہ پوشیدہ رکھیں فراغت تو ہے ہی کوئی کتاب ہی لکھ ڈالیں کیا معلوم کل ہو نہ ہو خاص کر سابق ایڈیشنل آئی جی میاں عبدالقیوم ، طاہر انور پاشا، اسرار احمد شیخ، اسلم ترین اور فلائنگ ہارس سہیل ثقلین جن کے اندر معلومات کا خزانہ بھرا پڑا ہے جو درد دل بھی رکھتے ہیں اور جن کے پاس درد دل کی دواء بھی ہے ابھی موقعہ ہے آپ کے پاس کہ جو اندر چھپائے بیٹھے ہیں انہیں باہر لایئے تاکہ آنے والی نسلیں آپکے تجربات سے فائدہ اٹھائیں اور اگر کوئی ایک بھی آپ لوگوں کے نقش قدم پر چل پڑا تو ہو سکتا ہے کہ اس ملک پر چھائے ہوئے اندھیروں میں کچھ روشنی لوٹ آئے کیونکہ آپ بھی قوم کا افتخار ہیں ۔

فلسفہ محبت

گذشتہ روز ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کی لکھی ہوئی کتاب ''فلسفہ محبت'' کی تقریب پذیرائی میں جانے کا موقعہ ملا تو وہاں پر انکے عقیدت مندوں کی باتیں بھی سننے کا موقعہ ملا اور یہ جان کر حیرت بھی ہوئی کہ الطاف حسین نے باقی کاموں کے ساتھ ساتھ 13 کتابیں بھی لکھ ڈالی حالانکہ ہمارے آج کے سیاستدانوں نے اپنی پوری سیاسی زندگی میں 13 کتابیں نہیں پڑھی ہونگی تقریب میں منو بھائی، مجیب الرحمٰن شامی اور حسن نثار جیسے سینئر صحافیوں نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا مگر یہاں پر جو سب سے اہم بات تھی وہ یہ کہ الطاف حسین جب بھی کسی جگہ اپنا خطاب کرتے ہیں تو وہ باقی کے سیاستدانوں سے زراہٹ کے اپنی تقریر کرتے ہیں اور بغیر کسی لگی لپٹی کے ہر بات کہہ دیتے ہیں جبکہ باقی کسی اور سیاستدان میں اتنی جرأت نہیں ہے اسکے ساتھ ساتھ ان میں تنقید سننے اور برداشت کرنے کا بھی جذبہ موجود ہے میں نے ایک بار اپنے کالم میں مولانا فضل الرحمٰن کے حوالہ سے کچھ تحریر کیا تو انکے بہت سے حامیوں نے مجھے فون کرکے دھمکی آمیز لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی کہ مولانا صاحب جو مرضی کرتے رہیں بس آپ احتیاط کریں اور اگر اتنے ہی بہادر ہو تو پھر ایم کیو ایم اور الطاف حسین کے خلاف بھی لکھو وہ سبق

سکھائیں گے میں اپنے ہر کالم میں کھل کر تنقید کرتا ہوں اور ملکی تقدیر سے کھیلنے والی سیاسی جماعتوں ،انکے لیڈروں اور انکے حواریوں پر بغیر کسی لگی لپٹی کے لکھتا رہتا ہوں مگر آج تک ایم کیو ایم سمیت کسی اور جماعت کی طرف سے مجھے نہ کوئی فون آیا اور نہ ہی کوئی خط۔

جس طرح میری تنقید بھی براہ راست ہوتی ہے اسی طرح الطاف حسین کی باتیں بھی کھلی کتاب کی طرح تھی ان پر الزام لگتا ہے کہ یہ اسٹیبلشمنٹ کی پیداوار ہیں اور جسطرح مچھلی پانی کے بغیر نہیں رہ سکتی اسی طرح ایم کیو ایم بھی حکومت کے بغیر نہیں رہ سکتی خواہ ملک میں کسی فوجی کی حکومت ہو یا خاندانی جمہوریت چل رہی ہو مگر ایک حقیقت جو سب پر واضح ہے کہ ایم کیو ایم میں خاندانی سیاست کا کوئی عمل دخل نہیں یہاں پر تو فلسفہ محبت کی سیاست ہے جو محنت کریگا وہ اوپر آئے گا اس جماعت میں کوئی تفریق نہیں جہاں سے ایک لیڈر نے کھانا کھانا ہے وہی پر ایک عام ورکر بھی کھانا کھائے گا اگر ورکر اپنی پلیٹ خود دھوتا ہے تو لیڈر بھی اپنی پلٹ خود ہی صاف کرتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ الطاف حسین نے کبھی بھی اپنے لیے وزارت اعظمی یا کوئی اور سرکاری عہدہ قبول نہیں کیا پاکستان میں تھے تو سرکاری ایجنسیاں انکے پیچھے تھیں اب وہ برطانیہ میں ہیں تو برطانوی پولیس نے انکا جینا حرام کر رکھا ہے اس موقعہ پر ایک اور بات الطاف حسین نے کھل کر کہی کہ باقی سب سیاستدانوں نے

فوج سے پیسے لیے اور میں نے آئے ہوئے پیسے دھتکار دیے اور اس دور میں پیسے بانٹنے والے جنرل مرزا اسلم بیگ، حمید گل اور امتیاز شاہ آج بھی زندہ ہیں وہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ میں نے آئی ایس آئی سے پیسے لئے یا نہیں؟ الطاف حسین نے دبے لفظوں میں نہیں بلکہ کھل کر کہا کہ میں فوج کی پیداوار ہوں اور نہ ہی فوج کے اشاروں پر سیاست کرتا ہوں حمید گل اور بریگیڈیر امتیاز شاہ جانتے ہیں کہ میں نے آئی ایس آئی کے بھجوائے گئے پیسے واپس کئے یہی میرا جرم ہے اس موقعہ پر انہوں نے موجودہ حکمرانوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے کہا کہ مرد کے بچے ہو تو ڈرون گراؤ ورنہ قوم کو الو نہیں بناؤ الطاف حسین کا یہ بھی کہنا تھا کہ کچھ عرصہ سے برطانیہ میں وہاں کی پولیس نے میرا جینا حرام کر رکھا ہے اور اس بات کا خدشہ ہے کہ برطانوی حکومت میرا پاسپورٹ منسوخ اور میری جان بھی لے سکتی ہے لیکن میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کسی سے خوفزدہ ہونیوالا ہوں میں جب پاکستان میں تھا تو اس وقت بھی مجھ پر مظالم کئے گئے جھوٹے مقدمات بنائے گئے میں جیل میں رہا لیکن میں نے اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا سب لوگ کہتے ہیں کہ میں نے قائداعظم کے مزار کے سامنے قومی پرچم کی توہین کی مجھے تو کھمبے پر چڑھنا ہی نہیں آتا توہین کیسے کر سکتا ہوں۔

آخر میں بات پھر وہی پر آ کر ختم ہوتی ہے کہ جس نے فلسفہ محبت کو سمجھ لیا

وہ اس فانی زندگی میں بھی کامیاب ہوا اور آخرت میں بھی کامیاب ہوگا الطاف حسین کی لکھی ہوئی کتاب ''فلسفہ محبت'' پر اگر یقین کرلیا جائے تو پھر ٹارگٹ کلنگ ،اغواء اور بھتہ خوری جیسے گھناؤنے جرائم ختم ہو جانے چاہیے اور انکے پیچھے جن لوگوں یا سیاسی جماعتوں کی پشت پناہی ہے انکو بھی بے نقاب کیا جائے امید ہے جس سچ اور حقیقت کا پرچم لیے الطاف حسین چل رہے ہیں اس سے بھی وہ پردہ اٹھا کر عوام پر احسان عظیم کریں گے ۔

پاکستان سے وفاداری کی سزا

جماعت اسلامی کے لیڈر عبدالقادر ملا کو بنگلہ دیش پر بھارتی فوجی قبضہ تسلیم نہ کرنے کے جرم میں پھانسی دی گئی پاکستانی وزارت خارجہ کی طرف سے عبدالقادر ملا کی پھانسی کو بنگلہ دیش کا اندرونی معاملہ قرار دینا سخت تکلیف دہ ہے مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں سب سے بڑا کردار بھارت کا تھا آج بھی پاکستان سے محبت رکھنے والوں کو بھارتی اشاروں پر پھانسیوں کی سزائیں سنائی جارہی ہیں اندراگاندھی نے نظریہ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبونے کا اعلان کیا افسوس کہ ہمارے سیاستدان اپنی تاریخ بھول چکے اور لاکھوں مسلمانوں کے قاتل بھارت سے دوستی کیلئے بے چین نظر آتے ہیں 1971ء کی طرح آج ایک بار پھر بنگلہ دیش میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی تاریں بھارت سے ہلائی جارہی ہیں۔ عبدالقادر ملا کو پھانسی اور مولانا غلام اعظم سمیت پاکستان سے محبت رکھنے والے دوسرے بنگلہ دیشی لیڈر جنہیں پھانسی کی سزائیں سنائی جاچکی ہیں اور وہ کال کوٹھڑیوں میں بند ہیں نے قومیت اور وطنیت کیلئے قربانیاں پیش نہیں کی تھیں بلکہ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ لاالہ الااللہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے بھارتی فوج کے سامنے ڈٹ گئے اور واضح طور پر کہا تھا کہ ہمیں بھارتی فوج کا پاکستانی سرزمین پر وجود برداشت نہیں

ہے افسوس اس امر کا ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے پاکستان کے ان محسنوں کی قدر نہیں کی بیرونی قوتوں کی خوشنودی کیلئے بنگلہ دیش میں موجود محب وطن پاکستانیوں پر ہونے والے مظالم پر خاموشی کسی صورت درست نہیں ہے پاکستان کلمہ طیبہ کی بنیاد پر لاکھوں جانوں کا نذرانہ پیش کرکے حاصل کیا گیا تھا۔ بین الاقوامی سازش کے تحت ظلم اور جارحیت کا ارتکاب کرتے ہوئے مشرقی پاکستان کو الگ کیا گیا جس طرح لاالہ الااللہ کے کسی حصہ کو الگ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اس کلمہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والے ملک کو بھی الگ الگ حصوں میں قبول نہیں کیا جاسکتا تقسیم ہند کے موقع پر حیدرآباد دکن، جوناگڑھ اور دیگر مسلم اکثریتی ریاستوں نے بھی لاالہ الااللہ کی خاطر پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا تھا مگر انگریز اور ہندو کے گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں یہ علاقے پاکستان کے ساتھ شامل نہ ہوسکے آج کشمیری مسلمان بھی اسی کلمہ کیلئے پاکستان سے ملنا چاہتے ہیں لیکن بھارت سرکار کی جانب سے ان پر بے پناہ مظالم ڈھائے جارہے ہیں 1971ء میں بھارت نے بین الاقوامی بارڈر کراس کرکے پاکستان پر فوج کشی کی، مکتی باہنی کو کھڑا کیا اور وطن عزیز پاکستان کے ایک حصہ کو الگ کردیا گیا۔ امریکہ و یورپ اور ملکوں کے فیصلے کرنے والی سلامتی کونسل سارا منظر دیکھتے رہے لیکن بھارتی دہشت گردی کو روکنے کی کوشش نہیں کی گئی اس طرح سقوط ڈھاکہ کا دلخراش سانحہ دیکھنے میں آیا پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الااللہ کا نعرہ سب سے پہلے بنگالی مسلمانوں

نے لگایا تھا اس کے بعد پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور کلمہ طیبہ کی بنیاد پر سب کچھ قربان کرنے کا عہد کیا گیا 1940ء سے شروع ہونے والی اسی مقدس تحریک کے نتیجہ میں اللہ نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک الگ خطہ عطا کیا۔ یہ پاکستان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور پاکستان کے دولخت ہونے میں اس وقت کے سیاستدانوں اور حکمرانوں کی بڑی غلطیاں ہیں جنھوں نے قرآن کو اس ملک کا آئین اور اسلام کو ملک کا دین نہیں بنایا اور پھر غاصب بھارت کی سازشیں کامیاب ہوئیں۔آج بھی جو سیاستدان امریکہ کی خوشنودی کیلئے انڈیا سے دوستی کیلئے بھرپور کوششیں کر رہے ہیں وہ اپنی تاریخ سے ہی واقف نہیں ہیں اور یہ باتیں ان کے ذہنوں سے نکل چکی ہیں کہ پاکستان کس مقصد کیلئے اور کس قدر قربانیاں پیش کرنے کے بعد حاصل کیا گیا تھا اگر ہمارے سیاستدان ذہن پر تھوڑا سا زور ڈالیں تو شائد انہیں یاد آجائے کہ اس وقت کی بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے سقوط ڈھاکہ کے اگلے دن اپنی لوک سبھا میں کھڑے ہو کر کہا تھا کہ ہم نے صرف بنگال ہی فتح نہیں کیا بلکہ نظریہ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے۔ انتہائی افسوسناک امر ہے کہ آج ہمارے سیاستدان سب کچھ بھول کر محض امریکہ کی خوشنودی کیلئے لاکھوں مسلمانوں کے قاتل ہندو بنئے سے دوستیاں پروان چڑھانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

سال گزرنے کے بعد عبدالقادر ملا کو پھانسی دینا افسوسناک اور المناک ہے، عبدالقادر 42 ملا کو پاکستان سے وفاداری کی وجہ سے پھانسی دی گئی، عبدالقادر ملا کی پھانسی پر ہر پاکستانی کو دکھ اور افسوس ہوا، ماضی کے پرانے زخموں کو پھر سے ہرا کرنے کی کوشش کی گئی۔

اور پاکستان 2013

آج کا یہ دن بدھ سال 2013ء کا آخری دن ہے جہاں اس سال نے پوری قوم کو غربت، مہنگائی اور بے روزگاری کے تحفے دیے وہیں پر اس سال نے غریب آدمی سے اسکی سفید پوشی کا بھرم بھی چھین لیا جسے وہ ایک عرصہ سے اپنے ساتھ لیے پھرتا تھا اور ہمارے حکمرانوں نے اس ملک وقوم کے ساتھ جو کھیل کھیلا اور پھر اسکے نتیجہ میں قرضوں کا جو طوق ہمارے گلے میں پڑا اسکی تفصیل میں آخر میں دونگا مگر سب سے پہلے انکا تذکرہ جو دہشت گردوں کے ہاتھوں بے موت مارے گئے اگر دیکھا جائے تو پچھلے سالوں کی نسبت اس سال غربت کے ہاتھوں اور معصوم بچوں کی معصوم خواہشات کی عدم تکمیل کے باعث اپنی جان سے گذرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس سال جہاں علماء کرام کو شہید کیا گیا وہی پر عام انسان بھی بہت.بڑی تعداد میں بم دھماکوں کا نشانہ بنے سال 2013ء علماء کرام پر بھی بھاری رہا رواں سال اہل تشیع و اہلسنت و الجماعت سمیت مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے 23 علماء کرام کو قتل کر دیا گیا علمائے کرام کسی بھی معاشرے کا معتبر ترین طبقہ ہوتے ہیں اور اس طبقے کی مسلسل ٹارگٹ کلنگ نہ معاشرے کے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہی ہے بلکہ علم کی شمعیں بھی بجھتی جا رہی ہیں، اس سال 23 علمائے کرام کی زندگی کا چراغ گل کر دیا گیا۔ 23 جنوری 2013ء کو چکوال میں مولانا خالد سعید کو

دہشت گردوں نے نشانہ بنایا۔ 21 جنوری کو کراچی میں مفتی محمد عبدالمجید دین پوری، مفتی محمد صالح اور احسان علی شاہ کو نامعلوم دہشت گردوں نے قتل کر دیا۔ 11 فروری کو کراچی میں قاری محمد عاصم نامعلوم افراد کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ 21 فروری کو کراچی میں مولانا دلفراز معاویہ کو قتل کیا گیا۔ 23 فروری کو کراچی کی بھٹائی کالونی میں قاری محمد امین نامعلوم افراد کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ 2 اپریل کو کراچی ملیر میں سید اشرف حسین زیدی کو ٹارگٹ کیا گیا۔ 14 اپریل کو ناظم آباد کراچی میں علامہ غضنفر علی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھے۔ 20 اگست کو کراچی کے علاقے مارٹن کوارٹرز میں فیصل قادری کو قتل کیا گیا۔ 25 اگست کو گلشن اقبال کراچی میں مولانا اکبر سعید فاروقی قاتلانہ حملے میں جاں بحق ہوئے۔ 29 اگست کو جمشید ٹاؤن کراچی میں مولانا احمد ندیم فاروقی کو قتل کیا گیا۔ 31 اگست کو کراچی اورنگی ٹاؤن میں ٹرسٹی آف سلمان فارسی امام بارگاہ بوستان علی کو نشانہ بنایا گیا۔ 10 ستمبر کو ناظم آباد کراچی میں سید رضا رضوی کو قتل کیا گیا۔ 9 نومبر کو گوجرانوالہ میں مولانا محمد یوسف دہشت گردی کا شکار ہوئے۔ 3 دسمبر کو کراچی کے علاقے گلبرگ میں مفتی احمد اور ڈاکٹر عثمان کو نشانہ بنایا گیا۔ 6 دسمبر کو لاہور میں مولانا شمس الرحمان معاویہ کو دہشت گردی کا شکار ہوئے۔ 15 دسمبر کو لاہور میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے علامہ ناصر عباس ملتانی کو ٹارگٹ کر کے قتل کیا گیا۔

اب کچھ تفصیل ان سیاستدانوں کی بھی ملاحظہ فرمالیں کہ جنھوں نے اپنی خود مختاری ورلڈ بنک اور آئی یم ایف کے پاس گروی رکھ کر ملک کو قرضوں کی زنجر میں جکڑ دیا اورانہی کی وجہ سے آج پاکستان میں آٹا مہنگااور انسانی جان سستی ہے ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت 1977ء تک پاکستان پر قرضہ 327ارب روپے تھا پھر ضیاء الحق کے دور 1988ء میں ملک کا قرضہ 290 ارب روپے تھااسکے بعد بینظیر بھٹوکے پہلے دور حکومت 1989ء میں 448 ارب روپے ،نواز شریف کے پہلے دور حکومت 1990 میں 608 ارب روپے پاکستان پر قرضہ تھااسکے بعد بینظیر بھٹو کو دوبارہ حکومت ملی تو دو سال کے اندر اندر 1992 ء کے آخر تک ملک کا قرضہ 908 ارب روپے ہوچکا تھااسکے بعد میاں نواز شرف کو بھی دوسری باری حکومت کا موقعہ ملا تو انہوں نے سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ملک پر قرضوں کا بوجھ بڑھاتے ہوئے 1999ء تک 1398.3 ارب روپے تک کردیا تو آرمی چیف پرویز مشرف نے ملک پر قبضہ کرتے ہوئے اپنے طویل ترین دور حکومت میں 2007ء تک پاکستان کے کاندھوں پر 2610 ارب روپے قرضے کا بوجھ چھوڑاپرویز مشرف کے این آر اوکے طفیل اپنے پچھلے گناہ بخشوانے والے آصف علی زرداری پاکستان کھپے اور جمہوریت بہترین انتقام کا نعرہ بلند کرتے ہوئے ایوان اقتدار میں داخل ہوئے اور مفاہمت کی سیاست کو پروان چڑھاتے چڑھاتے انہوں نے ملک کو قربان گاہ بنا دیااور انکے دور اختتام تک یعنی اسی سال

2013 تو نواز ابھی اور پہنچا جا تک روپے ارب 14000 بوجھ کا قرضوں پر ملک ،
شریف کو آئے ہوئے بمشکل ایک سو دن پورے ہوئے ہیں اور سال 2013ء اختتام
پذیر ہو رہا ہے اور ملک پر قرضوں کا بوجھ 18795 ارب روپے تک جا پہنچا ہے اور
میاں صاحب نے ابھی تقریبا ساڑے چار سال مزید حکومت کرنی ہے اور اب دیکھتے ہیں
کہ پاکستان سے غربت ختم ہوتی ہے یا غریب ہی ختم ہو جائیں گے اللہ پاکستان اور
پاکستان کی عوام پر رحم فرمائے (آمین)۔

چھوٹی پنچائت اور بڑی فوج

پاکستان مخالف قوتوں نے اب اپنی سازشوں کو تیز کردیا ہے ویسے تو قیام پاکستان سے قبل بھی پاکستان مخالف قوتوں کی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھی مگر اس وقت نہ تعلیم اتنی عام تھی اور نہ ہی میڈیا اتنا تیز تھا مگر اس دور کے مطابق پاکستان مخالف قوتیں اتنی ہی سرگرم تھیں جتنی آج ہیں چونکہ اس وقت قائداعظم اور محترمہ فاطمہ جناح سمیت مسلم لیگ کی لیڈرشپ ان سازشوں کو سمجھتی تھی اور انہوں نے ڈٹ کر اسکا مقابلہ بھی کیا اور ساتھ ساتھ قیام پاکستان کے حوالہ سے اپنی کوششوں کو بھی پروان چڑھایا یہی وجہ ہے کہ آج ہم ایک آزاد ملک میں رہ رہے ہیں مگر ان سازشیوں نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا جب بھی انہیں موقعہ ملا انہوں نے خاموش حملہ کردیا آجکل سیاسی جماعتیں اور انکے لیڈر جو کھیل ملک کے ساتھ کھیل رہے ہیں وہ انتہائی خطرناک بھی ہوسکتا ہے ایک طرف مشرف کا ایشو چل رہا ہے تو دوسری طرف الطاف حسین نے ایک نیا تماشا لگا دیا ہے ،ایک طرف بلاول بھٹو نے اپنی سیاسی دوکان سجا کر سوشل میڈیا کے زریعے تیروں کی بارش شروع کر رکھی ہے تو دوسری طرف میاں نواز شریف کی اپنوں کو نوازنے کی پھر سے لوٹ سیل لگی ہوئی ہے ایک طرف گوادر کی بندرگاہ ہے تو دوسری طرف پاک ایران گیس پائپ لائن ہے ایک طرف انٹرنیشنل سازشیں ہیں تو دوسری طرف ملک کے اندر پرورش پانے والی

نفرتیں ہیں حب الوطنی کا درس دینے والے آپس میں ایک دوسرے کی جڑین کاٹ رہے ہیں ایک طرف پیپلز پارٹی ہے تو دوسری طرف مسلم لیگ ن ہے پیپلز پارٹی کا تھنک ٹینک اپنی ساری توانائیوں کے ساتھ حکومت کو باقی اداروں سے لڑانے میں مصروف ہے تو دوسری طرف مسلم لیگ ن کا تھنک ٹینک بھی پیپلز پارٹی کو پریشان کرکے سندھ میں الجھانے جارہا ہے اب سب سے پہلے تو ہمیں یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ پرویز مشرف کو سزا نہیں ہو سکتی اسکی ایک وجہ ہے کہ آج کے پاکستان میں کسی کے پاس اتنی اخلاقی جرائت ہی نہیں ہے کہ وہ چور کو چور کہہ سکے آپ صرف ہمارے تھانہ کچہری کا نظام ہی دیکھ لیں اور پھر اسکے بعد ہمارے دیہاتوں کا نظام انصاف بھی دیکھ لیں کہ جب بات کو اپنے حق میں لیکر جانا ہو تو پھر اس وقعہ کو پنچایت میں پہنچا دیا جاتا ہے تو پھر جسکا پلڑا کرنسی اور بول بچن کے وزن سے بھاری ہوتا ہے اسی کے حق میں ہی فیصلہ ہوجائیگا جبکہ ہمارے تھانہ کلچر میں بھی جس چور کے پیچھے سیاستدان یا کوئی اعلی عہدے دار ہوگا اسے پولیس بھی عزت وحترام دیگی اور جس چور کے پیچھے کسی کا ہاتھ نہیں ہوگا وہ اگر ایک بار پکڑا گیا تو پھر مرتے دم تک پولیس کا ہی دم بھرے گا یہ تو تھا ایک عام چور اور جس نے ملک کی حکمرانی چوری کی ہو ،ملک کا آئین چوری کرلیا ہو اور این آر او کے بدلے بڑے چوروں کی سزائیں چوری کرلی ہوں اور پھر اس سے بھی بڑے چور جنہیں قومی اسمبلی میں کفن چور پکارا جائے اور پھر ایسے حکمران جو بڑے چوروں کو تحفظ دینے والے ہوں اور اسکے بدلے میں

اپنا تحفظ مانگنے والے ہوں ان سے کسی کو سزا دلانے کی امید رکھنا بہت بڑی حماقت ہی ہو سکتی اس سے زیادہ تو اور کچھ نہیں ہاں شائد ڈرامہ میں تھوڑی سے تبدیلی کہیں ہو چکی ہے مگر اسکا انجام بھی شائد سوچا سمجھا ہو کیا ایک ایسے فرد کو ہمارے ملک میں سزا ہو سکتی ہے جو دو مرتبہ ایس ایس جی کا کمانڈر رہا ہو جو آرمی کا چیف رہا ہو اور پھر جو صدر مملکت بھی رہا ہوں ناممکن ہے یہاں پر تو ایک گاؤں کے چند پنچائتی چھوٹے سے چور کو ایک چھوٹی سی سزا نہیں ہونے دیتے اور جسکے پیچھے پوری فوج کھڑی ہو اور جسکی حفاطت کا انتظام ایس ایس جی کے کمانڈوز نے سنبھال رکھا ہو اسے کون سزا دے سکتا اور آجکل گلی محلے اور تھڑے کی سیاست کرنے والے سمجھ جاتے کہ کون سی سیاسی جماعت نے کون، سی چال چل دی ہے اور اسکے پیچھے کس کا ہاتھ ہے تو یہ کتنے دکھ اور شرم کی بات ہے کہ ہماری سیاسی جماعتوں کے تھنک ٹینک کیوں اپنی انتقامی سوچ سے باہر نہیں نکلتے سبھی جانتے ہیں کہ پیپلز پارٹی مسلم لیگ ن کو پھنسانا چاہتی ہے اور مسلم لیگ ن والے پیپلز پارٹی کو سندھ میں مصروف رکھنے کے لیے مزید صوبوں میں الجھا رہی ہے اب دیکھنے کی بات یہ ہے کیا یہ سب سیاستدان جان بوجھ کر ایسا کر رہے ہیں یا ان سے ایسا سب کچھ بے خبری میں ہو رہا ہے اگر کوئی ان سے ایسی حرکتیں کروا رہا ہے تو وہ کون ہو سکتا ہے جو پاکستان میں استحکام اور ترقی نہیں دیکھنا چاہتا۔

اب اس بات کو کون سمجھے گا اگر حکمران اور سیاستدان نہیں سمجھنا چاہتے تو خدارا اب پاکستان کی وہ عوام ہی سمجھ جائے جو جہالت کے اندھیروں میں قرض کی غلامی میں اور غربت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اور کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم یہ سوچ لیں اور ڈھونڈ لیں کہ ہم کسی ایسے فرد یا جماعت کا ساتھ دیں جو سچا اور حب الوطن پاکستانی ہو جسکی دولت ملک میں جسکے لیڈر ملک میں اور جسکے بچے ملک میں اور جسکا جینا مرنا پاکستان میں ہو اسکے ساتھ چلیں اسکے ہاتھ مضبوط کریں کہ وہ ایسے تمام ملک دشمن افراد کو پکڑ کر انکا احتساب کرکے ایک نیا سویرا دے تاکہ پاکستان اور پاکستانی قوم بھی خوشی سے ہر روز آزادی کا چڑھتا سورج دیکھ سکیں۔

چاروں طرف اندھیرا

پاکستان ترقی کیوں نہیں کرتا اور پاکستانیوں کا ترقی یافتہ اقوام میں شمار کیوں نہیں ہوتا اس سازش کے پیچھے کون لوگ ہیں جو یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ہمیں پستیوں کی طرف دھکیل رہے ہیں اور حکمرانوں کی بے بسی اور بے حسی کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ وہ سرعام یہ کہتے اور تسلیم بھی کرتے ہیں کہ کرپشن بہت بڑھ گئی ہے گذشتہ روز جیو ٹی وی کے ایک پروگرام میں ہمارے وفاقی وزیر اطلاعات اور سینٹر پرویز رشید صاحب جو حکومتی ترجمان بھی ہیں فرمارہے تھے کہ اچھے خاصے صحت مند ملک لوٹنے والے چور ڈاکو جیلوں کے ہسپتالوں میں آرام فرمارہے ہیں یہ وہ معلومات ہیں جو ہر کسی کے پاس نہیں کیونکہ ایک شریف انسان جیل جاتا ہی نہیں اگر بدقسمتی سے چلا جائے تو اسے اتنا ہوش ہی نہیں رہتا کہ وہ کسی کے ساتھ پیسے کا کوئی معاملہ طے کرکے کیونکہ جیل کے احاطہ میں داخل ہوتے ہی ٹھیکیدار نما ملازمین اسکی تلاشی کے بہانے سب کچھ نکال لیتے ہیں اور جیل کے اندر جو کماؤ پوت بیٹھے ہوئے ہیں وہ لاکھوں روپے خود بھی کمارہے ہیں اور اپنے سے اوپر بھی کما کردے رہے ہیں منشیات فروش، قاتل اور ڈاکو جیل میں جاتے ہیں ہسپتال میں داخل ہوجاتے ہیں اسکے کے تعلقات اور پیسے کا اندازہ لگانا ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی اسکی طاقت کا کسی کو اندازہ

ہوتا ہے ہاں اگر کوئی جیل ہسپتال کے بیڈ پر بیماری کے بہانے آرام فرما رہا ہے تو اسکی طاقت کا اندازہ ہمارے حکمرانوں کو بخوبی ہے اسی لیے تو جناب پرویز رشید صاحب نے بڑے دھڑلے سے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا ہے اور جو جانتے بوجھتے اس سسٹم کو تبدیل نہیں کرتے یا کرنا نہیں چاہتے اس کا مطلب ہے کہ یا تو وہ بہت کمزور ہیں یا پھر اس سسٹم کو پروان چڑھانے میں انکی مدد شامل ہے اگر ان باتوں کا وزیر اطلاعات کو علم نہ ہوتا تو یہ اور بات تھی مگر انہوں نے ٹی وی پروگرام میں یہ بتا کر ثابت کر دیا ہے کہ انکی حکومت کسی بھی ایسے مسئلہ کو ختم نہیں کرنا چاہتی جس کی وجہ سے ملک میں بہتری کے آثار پیدا ہونا شروع ہو جائیں محکمہ جیل خانہ جات کے بارے میں ایسے ایسے انکشافات ہیں کہ پڑھنے والے یا تو حیران ہو جائیں گے یا ہنسیں گے کیونکہ جن کو نہیں معلوم وہ حیران ہونگے اور جنہوں نے یہ سارا نظام دیکھا ہوا ہے وہ ہنسیں گے کہ اس میں کونسی نئی بات ہے مگر پھر بھی اپنے پڑھنے والوں کی خدمت میں عرض کردوں کہ جیل کے اندر مجرم کو وہ سہولت میسر ہوتی ہے جو اسے باہر رہتے ہوئے بھی میسر نہ ہو سب سے پہلی اور بڑی سہولت یہ ہے کہ جیل کے اندر اسے دشمن کا ڈر خوف نہیں ہوتا بلکہ وہ جیل کے اندر رہتے ہوئے باہر اپنے پورے گروہ سے رابطے میں رہتا ہے اور اسکے حکم پر ایسے عمل ہوتا ہے جیسے ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے حکم پر ہماری حکومت فوری عمل کرتی ہے جیل کے اندر ایسی ایسی منشیات باآسانی دستیاب ہیں جو باہر

میسر نہیں ہوتی اور اندر کی کمائی سے باہر والے موج مستی بھی کر رہے ہوتے ہیں اور یہ سب باتیں حکومت کے ایک وزیر اطلاعات بخوبی جانتے ہیں کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ جو حکومت چند ایکڑ میں پھیلی ہوئی جیل کے اندر کا نظام درست نہیں کر سکتی جہاں مختلف جرائم میں ملوث چند ہزار افراد قید ہیں اور پورا ملک تو بہت بڑا ہے جسکی آبادی تقریبا 22 کروڑ کے قریب قریب ہوگی اور جس میں ادارے بھی بہت بڑے بڑے ہیں جہاں ملزم اور مجرم آزاد گھوم رہے ہیں جہاں لوٹ مار بھی کھلے عام ہو رہی ہے تھانے بھی کرپشن کا گڑھ بنے ہوئے ہیں ایک پٹواری سے لیکر ہر اعلی عہدے دار کے دامن پر کرپشن کے چھینٹے ہیں جہاں غربت گھروں سے نکل کر کھلے میدانوں تک پہنچ چکی ہے بے روزگاری اور جہالت ہماری جڑوں میں بیٹھ چکی ہے وہاں پر ایسے حکمران ملک کو سنوارنے میں کیسے کامیاب ہونگے جن سے ایک جیل کا نظام درست نہیں ہو سکتا کیا ہم نے اپنی تباہی اپنے ہاتھوں ووٹ دیکر نہیں خرید لی کیا پاکستان میں ایسا کوئی شخص کوئی لیڈر یا کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جو آگے بڑھے اور ملک میں پھیلی ہوئی کرپشن اور لاقانونیت کا صفایا کردے عوام نے پیپلز پارٹی کو بھی آزما لیا ،چوہدری برادران کو بھی دیکھ لیا، عمران خان کو بھی دیکھ رہے ہیں اور نواز شریف کو بھی بار بار آزما لیا ہے مگر سب نے مایوس کیا متعدد بار فوج آئی مگر اس نے بھی کچھ نہیں کیا ہر حکومت کے جانے کے بعد ملک پہلے سے بھی پسماندہ ہوتا گیا قرضوں کا بوجھ ہماری کمر توڑ رہا ہے ، خود کش دھماکوں نے ہمیں مفلوج

کر دیا ہے غربت ، مہنگائی اور لوڈ شیڈنگ نے ہماری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفلوج کر دیا ہے سمجھ نہیں آتی کہ اب کس کو آزمائیں کیا کسی ایسے شخص پر اعتبار کرلیا جائے جو خود تو پاکستان سے میلوں دور بیٹھا سونے کے چمچ سے نوالے لے رہا ہے اور تماشہ پاکستان میں لگا رکھا ہے یا ایک بار پھر انہی پر اعتبار کرلیا جائے جنھوں نے پہلے ہی ہمیں ڈبو رکھا ہے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔

زندگی میں بطور انسان ہمیں بہت کم مواقع ملتے ہیں کہ ہم اپنے اندر کی صلاحیتیں کسی ایسے اچھے کام میں صرف کردے کہ آنے والے کل میں ہمیں کاش جیسا لفظ استعمال کرنے کی کوفت سے نہ گذرنا پڑے جو وقت آج ہمارے پاس ہے آنے والے دنوں میں ہمارے پاس نہیں ہوگا ہوسکتا ہے کہ نہ اقتدار ہو نہ یہ اختیار ہو اور نہ ہی یہ طاقت موجود ہو اور زندگی ویسے بھی مواقع نہیں دیتی کیونکہ ہمارے اپنے پیدا کیے ہوئے مسئلے مسائل اتنے زیادہ ہو چکے ہیں کہ خود ہمیں اپنے آپ سے ہی فرصت نہیں ملتی اور زندگی کے اسی گورکھ دھندے میں ہم نہ کچھ اپنا سنوار پاتے ہیں اور نہ ہی کسی اور کا بھلا کرتے ہیں انسانی زندگی اب اتنی تیز ہوچکی ہے کہ ایک لمحے کی تاخیر.برداشت سے باہر ہوجاتی ہے اسی لیے تو کسی اشارے کی لال بتی پر کچھ سیکنڈ کے لیے رکنا بھی ہمارے لیے باعث تکلیف بن جاتا ہے ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کو روندتے ہوئے ہم اس برق رفتاری سے زندگی کی دوڑ میں شامل ہیں کہ اپنے پرائے کی پہچان کہیں دور کھو چکے ہیں مگر جب اچانک سانسوں کا زندگی اور جسم سے رابطہ ٹوٹتا ہے تو پھر ہماری ساری کی ساری تیزی اور مصروفیات دھری کی دھری رہ جاتی ہیں ہم میں سے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اپنے آج کے بارے میں سوچتے ہونگے اکثر لوگ ماضی کو لیکر بیٹھے رہتے ہیں یا مستقبل کے

سنہری خواب دیکھتے رہتے ہیں ہماری تربیت میں شائد کہیں نہ کہیں کوئی کمی ہوتی ہے کہ ہم بچپن میں جلدی جلدی بڑے ہونے کی سوچتے ہیں جب بڑے ہو جاتے ہیں اور کچھ کرنے کی ہمت ہوتی ہے تو پھر کہتے ہیں کہ بچپن بڑا اچھا تھا کاش ہم بچے ہی رہتے جب جوانی کی سرحد پر قدم رکھ کرکے ہم بڑھاپے کی دہلیز پار کرجاتے ہیں تو اس وقت ہمیں جوانی بڑی شدت سے یاد آتی ہے اگر ہم نے اپنی زندگی کے ہر حصہ میں اپنی استطاعت کے مطابق کام کیا ہو اور خلق خدا کی نیک نیتی سے خدمت کی ہو تو پھر آنے والا ہر پل ہمیں ایک نئی خوشی سے سرشار کریگااور ایسے لوگ اب ہمارے معاشرہ میں بہت ہی کم رہ گئے ہیں جن کے کیے ہوئے کام مدتوں یاد رکھے جائیں گے بعض لوگوں کے لیے قدرت ایسے مواقع پیدا کرتی ہے کہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی وہاں کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو انکے مزاج کے خلاف ہو مگر انکے کے اندر جو انسان بیٹھا ہوا ہے وہ انہیں مجبور کرتا رہتا ہے کہ وہ ابو بن ادم کے خواب کی طرح ایسے کام کرتے رہیں جن سے اللہ تعالی خوش ہوتا ہے آج کے اس نفسا نفسی اور مفاد پرستی کے دور میں بھی اگر کسی کو ایسے افراد سے ملنے اور انہیں دیکھنے کا شوق ہو تو دو افراد کا میں آپ کو بتائے دیتا ہوں ان میں سے ایک جاوید محمود ہے جو آپ کو کبھی صوبائی محتسب کے دفتر میں اور کبھی پنجاب کے دور دراز دیہاتی علاقوں میں بوڑھے اور بے سہارا پاکستانیوں کی خدمت کرتا ہوا نظر آئے گا اس عمر میں انکی پھرتیاں دیکھ کر ایسا لگتا ہے شائد وہ اپنا کوئی پچھلا حساب کتاب برابر

کرنے میں مصروف ہیں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے دور میں اتنا کام نہ کیا جتنا یہ آجکل کر رہے ہیں دوسرے شخص ڈاکٹر سہیل ثقلین ہیں جو آپ کو لیڈی ایچی سن ہسپتال میں کبھی مالی کے روپ میں نظر آئے گا تو کبھی وارڈ بوائے کے رنگ میں رنگا ہوا ملے گا یہ منفرد انداز کا شخص اتنے اہم اہم عہدوں پر رہنے کے باوجود بھی اپنے مشن سے نہیں بھٹکا جہاں گیا وہیں داستانیں چھوڑ آیا زندگی ہمیشہ انسان کا ساتھ نہیں دیتی ان جیسے افراد سے ہم نے بہت سے کام لینے ہیں اگر آپ آج اس سیٹ پر ہیں تو ہو سکتا ہے کہ قدرت نے آپ سے اسی جگہ کوئی کام لینا ہو اور ہمیں ایسے افراد کو چن چن کر ایک لڑی میں پرونا ہے یہی ہماری امید ہیں یہی ہمارا پاکستان ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو زندگی کے مختلف حصوں میں اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں اور اپنے طور پر اچھے کام بھی کر رہے ہونگے اگر انہوں نے ایک سو افراد کی خدمت بغیر کسی لالچ کے کی اور ایک فرد سے کسی قسم کے لالچ کی امید رکھ لی تو سمجھیں کہ انکی پچھلی نیکیاں انکے نامہ عمال میں درج تو ضرور ہونگی مگر انکی عزت میں اضافے کا باعث نہیں بنے گی اس لیے بغیر کسی لالچ اور مفاد کے کام کرنے والے شخص سے اللہ تعالی ایسے ایسے کام کروالیتا ہے جو مرنے کے بعد بھی صدقہ جاریہ بن کر اسے زندگی بخشتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی ایسے افرد کا ذکر ہوتا ہے جسکی انسانیت کے لیے لازوال قربانیاں ہوں یا جس نے نیک نیتی کے جذبہ سے عوامی خدمت کے کام کیے ہو تو وہ شخص اپنے اصل حلیے

میں ہماری تصوراتی آنکھ کے سامنے مسکراتا ہوا موجود ہوتا ہے آخر میں ان دونوں زندہ ہستیوں کے نام ایک اپنا ہی شعر۔

چلے آؤ کہ در کھلے ہیں ابھی آنکھوں کے روحیل
نکالو ڈول خواہشوں کے ہم ہیں کنویں محبت کے

گھٹیا اور بوسیدہ نظام

ملک کے تمام اداروں کا خانہ خراب ہو چکا ہے گندہ، گھٹیا اور بوسیدہ نظام جس میں گلے سڑے اور غلیظ لوگ بیٹھے ہوئے آپ کا منہ چڑا رہے ہیں اور اس بات کا تجربہ تقریبا ہر اس پاکستانی کو بخوبی ہو چکا ہوگا جسے کسی کام کے سلسلہ میں سرکاری دفتروں میں جانے کا اتفاق ہوا ہو میری بات کا بخوبی اندازہ بھی انہی کو ہوگا کہ ایک جائز کام کے سلسلہ میں انہیں کتنا ذلیل کر دیا جاتا ہے جبکہ ایک ناجائز کام کروانے والا دھونس، دھاندلی یا پھر پیسے کے زور پر اپنا ہر کام چائے کے کپ کے آنے سے لیکر پینے کے وقت کے تک نکلوا لیتا ہے اور گڈ گورننس کے دعوے داروں نے اس نظام کو اتنا خراب کر دیا ہے کہ ایک شہر میں بیٹھا ہوا ڈی سی او بھی اسی کھیل کا حصہ بن چکا ہے اور بعض اوقات تو ان کھجل خرابیوں کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شائد ہم اسی غلامی کے دور میں زندگی گذار رہے ہیں جہاں پر انگریز نے ہم جیسوں کو تنگ کرنے کے لیے ایسے ایسے قانون بنا رکھے تھے کہ ہم انکے دفتروں کے چکر لگاتے لگاتے یا تو کام کو بھول جائیں یا پھر اپنے آپ کو بھول جائیں۔

پاکستان کے کسی بھی کونے میں رہنے والا فردان سرکاری اداروں اور ان میں

بیٹھے ہوئے لالچی ملازمین کے رویہ سے تنگ آچکا ہے اگر کبھی آپ کو کسی سرکاری ادارے کے افسر سے کام پڑ گیا اور خاص کر کلرک بادشاہ سے اور آپ نے اسکی اوقات کے مطابق اسکی خدمت نہ کی تو پھر سمجھ لیں کہ آپ جتنے مرضی حق پر ہوں اور آپ اپنا حق نہیں لے سکیں گے آپ تھانہ میں کسی کے خلاف کوئی مقدمہ درج کروانے گئے ہیں اور وہاں پر بیٹھے ہوئے منشی یا تھانیدار کی خدمت نہیں کی تو آپ ایڑیاں بھی رگڑ لیں تب بھی مقدمہ درج نہیں کروا سکتے اور اسی دوران اگر آپکا مخالف فریق پولیس سے مک مکا کرلیتا ہے تو پھر آپ عدالت کے حکم پر بھی اسکے خلاف مقدمہ درج نہیں کروا سکیں گے ہم میں سے ہر فرد کو اپنی زندگی میں ڈومیسائل کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ یہ کام بغیر کسی سفارش اور پیسے کے کرلے گا تو یہ اسکی بہت بڑی نادانی اور بھول ہوگی جن لوگوں نے اس کام کو آسان سمجھ کر خود کیا ہوگا وہ بخوبی جانتے ہیں کہ انہیں کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑے ہونگے کبھی تحصیلدار نہیں تو کبھی قانونگو نہیں اور کبھی پٹواری کے پاس وقت نہیں ہوتا بعض اوقات انسان اتنا زچ ہو جاتا ہے کہ وہ اس کام سے ویسے ہی توبہ کرلیتا ہے اور جو ان سب چکروں سے گذرے ہوتے ہیں اور اس نظام کو سمجھتے ہیں وہ کچہری میں جاکر کسی نہ کسی ٹاؤٹ کو پیسے اور تصویر دیتے ہیں اور چند دنوں میں ڈومیسائل ان کو مل جاتا ہے اسی طرح آپ کوئی بھی جائز اور ناجائز کام بغیر قائداعظم کی تصویر والے کاغذ کے نہیں کروا سکتے ہمارے دیہاتوں میں رہنے والے دوست اس بات کو

بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ پٹواری سے فرد بغیر پیسوں کے نہیں لے سکتے اور اگر کوئی اس خوش فہمی میں ہو کہ میں کسی اعلی عہدے دار کا سفارشی ہوں اور سرکاری فیس کے علاوہ ایک روپیہ نہیں دونگا تو اس کی یہ ساری اکڑ فوں تین چار چکر لگانے کے بعد نکل جاتی ہے۔

مجھے خود اخباری شعبہ سے منسلک ہوئے تقریبا 22 سال ہو چکے ہیں اور ان گذرے سالوں میں بہت کم ایسا ہوا کہ اپنے ذاتی کام کے سلسلہ میں کسی کے پاس جانا پڑا ہو یا کسی کے جائز کام کے لیے کسی کو سفارش کرنا پڑی یہی وجہ ہے کہ میرے اپنے کام اسی وجہ سے بے سبب تاخیر کا شکار ہوئے کیونکہ میں خود پیسے دینے پر یقین نہیں رکھتا اور نہ کسی کو دیے ہاں ایک دو بار سفارش ضرور کروائی بھی اور کی بھی مگر نتیجہ دونوں کا خواری کے سوا کچھ نہیں نکلا ایک بار اپنے کسی بہت ہی عزیز دوست پیر عقیل کے بے حد اصرار پر اپنے ایک بہت ہی پرانے جاننے والے موجودہ سیکریٹری پاپولیشن الطاف لنزد خان کو ایک ملازم کے تبادلہ کی سفارش کی اور انہیں بتایا کہ اس ملازم کے ساتھ آپکے کچھ افسران زیادتی کر رہے ہیں براہ مہربانی اس غریب ملازم کو تنگ نہ کیا جائے اور اس سفارش کا اثر یہ ہوا کہ اس بے چارے ایماندار ملازم کو لاہور سے اٹھا کر راولپنڈی ٹرانسفر کر دیا گیا اس سے میں نے سبق نہ سیکھا اور پھر اپنے ایک ذاتی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے میں نے اپنے بھائی جیسے دوست جو میرے

بڑے بھائی سہیل اکبر (مرحوم) کے ہم نام ہے اور میں انہیں پہلے بھائی کی نظر سے دیکھتا ہوں بعد میں دوستی کی نظر سے اور اسی لیے میں انکا بے حد احترام بھی کرتا ہوں کو ساہیوال میں تعینات ڈی سی او ساجد چوہان کو سفارش کے لیے کہا جب میں نے اپنے اسی دوست کے حوالہ سے چٹ اندر بھجوائی تو ایک تکلیف دہ لمبے انتظار کے بعد موصوف نے بلایا تو میں نے کہا کہ جناب میری ایک فائل عرصہ تقریبا تین چار سال سے آپ کے کلرکوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے اور میں نے انکی ڈیمانڈ کے مطابق وہ کاغذ بھی لگا دیے ہیں جن کا اسکے ساتھ کوئی تعلق نہیں بنتا اس لیے اب میری ان کلرکوں سے جان چھڑوادیں موصوف ڈی سی او نے ایک منٹ میری بات سنی اور دوسرے ہی منٹ میری چٹ مجھے پکڑواتے ہوئے کہا کہ ڈی او سی سے ملیں میں اس کام کو ویسے ہی چھوڑ کر واپس لاہور کی طرف روانہ ہوگیا اور یہی سوچتے سوچتے پتا ہی نہی چلا میں کب تین گھنٹے کا سفر کرکے گھر پہنچ گیا کہ پاکستان میں ایک کلرک سے چیف سیکریٹری تک سب عوام کا استحصال کرکے اپنی اپنی نوکری پکی کرنے میں لگے اگر کسی محکمہ میں بھرتیاں کی جاتی ہیں تو وہ بھی اپنی نوکری پکی کرنے والے ایک چٹ پر بھرتی کرلیتے ہیں اور جو نوجوان بھاگ بھاگ کر شائد یہ سوچتے ہونگے کہ وہ دوڑ میں سب سے آگے تھے اسلیے وہ بھرتی ہو جائیں گے مگر پاکستان میں ایسا نہیں ہوتا یہاں پر اگر کام کروانا ہو تو ان دم ہلاتے افسران کے آگے پیسہ ڈالو یا پھر ایوان اقتدار میں بیٹھے فرعون نما حکمرانوں کی ڈنڈے نما سفارش۔

جرائم کی نرسریاں

پاکستان میں اگر سرکاری محکموں کا حال کسی نے جاننا ہے تو صرف محکمہ پولیس کی کارکردگی کو دیکھ لیا جائے اور پورے محکمہ کو بھی چھوڑیں صرف پولیس کے ایک جوان کی کارگذاریاں ہی دیکھ لی جائیں تو آپ کو پورے محکمہ کا اندازہ ہو جائے گا اور اس سے پھر آپ باقی کے اداروں کا بھی زائچہ بنا کر انکی کاروائیاں ملاحظہ کر سکتے ہیں اور ویسے بھی تو ہم اکثر مثالوں میں سنتے ہیں کہ پوری دیگ میں سے چند چاول کھا کر پوری دیگ کے ذائقے کا پتہ چل جاتا ہے جس نظام میں بطور پاکستانی ہم رہ رہے ہیں اور جو انسان ایک بار گھر سے کسی کام کے سلسلہ میں نکل چکا ہو وہ ان سب قباحتوں سے لازمی بات ہے کہ واقف ہی ہوگا گاؤں کے ایک کمی سے لیکر اعلی سے اعلی عہدے پر کام کرنے والا بھی اب بخوبی یہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ جو نظام پاکستان میں اس وقت رائج ہے اس سے کیسے کام لیا جاسکتا ہے ہمارے دیہاتی بھائی اس بات کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب وہ گھر سے تھانہ، کچہری یا پھر کسی بھی سرکاری دفتر کے لیے نکلتے ہیں تو وہ اپنے خرچ کے علاوہ ان سرکاری ملازمین کے لیے الگ سے پیسے لے کر چلتے ہیں جسکے زریعے انھوں نے اپنا کام کروانا ہوتا ہے خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز کیونکہ ہماے زیادہ کام محکمہ پولیس سے

متعلق ہوتے ہیں اور میں اپنے پڑھنے والوں کو اسی دیگ کے چند چاول بطور ذائقہ چیک کروادیتا ہوں باقی مکھے کا اندازہ پڑھنے والے خود لگالیں کہانی وفاقی دارالحکومت اسلام آباد سے شروع کرتے ہیں وہاں کی پولیس کے نکے تھانیدار ملک ریاض نے پیسوں کے لالچ میں اپنے ہی داماد پر جھوٹے مقدمے بنوادیے اپنے بیٹی بند بھائیوں کے ساتھ ملکر مارگلہ کی پہاڑیوں میں خوب مار پیٹ کرنے کے بعد اپنے داماد پر تھانہ گولڑہ میں آوارہ گردی کی آیف آئی آر درج کروادی پھر 16 فروری 2011 کو اسی تھانیدار نے صادق آباد کے علاقہ میں اپنی فرضی رہائش گاہ ثابت کرکے اپنی بیٹی کے فرضی اغواء کا ڈرامہ رچا کر اپنے ایک رشتہ دار کو پھانسنے کا پروگرام بنا لیا تاکہ اسے بلیک میل کرکے پیسے کھائیں جاسکیں جب بات نہ بنی تو پھر اپنے اسی رشتہ دار پر جو پاکستان آرمی کا سابق میجر بھی تھا پر بیٹری چوری کا مقدمہ درج کروادیا اور اسی تھانیدار کی وجہ سے رسم سویرا میں دی گئی خواتین اب بھی قید میں بند زندگی کو ترس رہی ہیں اور موصوف جس تھانہ میں بھی رہے وہاں سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کرنا انکے بائیں ہاتھ کا کھیل رہا اسکے بعد اب صوبائی دارالحکومت لاہور پولیس کی دیگ کے چاول بھی چیک کرلیں یہاں پر آئے روز بڑھتی ہوئی وارداتیں اور پھر مدعی افراد کا تھانہ میں جانا ایک مذاق بن چکا ہے اور ایسے لگتا ہے کہ پولیس جیسے چوروں کی سرپرست بن چکی ہے یا پھر ہمارے حکمرانوں کے گھر کی لونڈی ہے دہشت گردوں اور ڈاکوؤں کی حوصلہ افزائی جبکہ مدعی کی بے عزتی سے ایسا محسوس

ہوتا ہے کہ پولیس کے جوان یہ سب کچھ جان بوجھ کر رہے ہیں شالامار لنک روڈ سے ایک میڈیکل سٹور والے کی کار چوری ہو جاتی ہے چند دنوں بعد کار چوروں کا گاڑی کے مالک کو فون آتا ہے کہ ڈیڑھ لاکھ روپے دیکر اپنی گاڑی واپس لے لو مدعی بھاگا بھاگا پولیس کے پاس جاتا ہے اور ساری کہانی جا کر ایس ایچ او تھانہ مغل پورہ کو سناتا ہے تو وہ بڑے مزے سے سن کر جواب دیتا ہے کہ پھر جلدی کرو ڈیڑھ لاکھ روپے دو اور گاڑی واپس لے لو ہم اس معاملہ میں کچھ نہیں کر سکتے اور یہ صوبائی دارالحکومت ہے جہاں پر اب دن کے وقت بھی چوروں اور ڈاکوؤں کا راج رہتا ہے کوئی شریف انسان محفوظ نہیں ہے راہ چلتے ہوئے کسی بھی وقت آپ کی گردن کے ساتھ کوئی سخت چیز لگ جائے گی اور آپ اپنی جان بچانے کے لیے اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہو جائیں گے اسی طرح ساہیوال کے ایک تحصیلدار کی گاڑی بھی چور لے گئے پھر انہوں نے اسی تحصیلدار کو ٹیلی فون کر کے پیسوں کی ڈیمانڈ کر دی مدعی نے پولیس کو بتایا مگر نتیجہ صفر یہ وہ ہیڈ کوارٹر مقامات ہیں جہاں وزیر اعظم، وزیر اعلی سمیت ہر اعلی سرکاری افسر موجود ہے کمشنر، ڈی آئی جی اور پولیس کے حفاظتی دستہ میں ڈی سی او اور ڈی پی او بھی ہیں اور عوام میں بھی ابھی کچھ نہ کچھ شعور ہے اور دیہاتی علاقوں کا اندازہ پڑھنے والے خود لگالیں کہ صرف محکمہ پولیس کا یہ حال ہے تو باقی محکموں کا کتنا برا حال ہے ایک اور بات جو یہاں بتانا بہت ضروری ہے اور امید ہے کہ سب کو معلوم بھی ہو گی کہ ہمارے ضلع، تحصیل اور دیہاتی علاقوں کے جو پولیس کے

تھانے ہیں وہ جرائم کی چھوٹی چھوٹی نرسریاں ہیں اور جیل پوری کی پوری یونیورسٹی ہے اور وہاں پر موجود پولیس کا عملہ اپنے آپ کو زمینی خدا سمجھتا ہے اگر انکو کسی کا ڈر ہے تو وہ صرف انکے افسران کا اور بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے افسران خود ان سے ڈرے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔

حکومت نے طالبان کے ساتھ مذاکرات اور پرویز مشرف کیس میں عوام کو اتنا الجھا دیا ہے کہ باقی کے سب معاملات کھڈے لائن لگ چکے ہیں لوگ شناختی کارڈ بنوانے کے لیے صبح سے شام تک لائنوں میں لگے ہوئے ذلیل وخوار ہو رہے ہیں یا سپورٹ بنوانے جائیں تو وہاں پر نادرا کے دفاتر سے بھی برا حال ہے پنجاب میں پہلے تو ہفتہ میں چند دن سی این جی مل جاتی تھی اب تو بلکل ہی چھٹی ہو چکی ہے بجلی کا بحران ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا پہلے تو بجلی کے جانے اور آنے کا وقت مقرر تھا مگر اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بجلی کی کمپنیوں نے لوڈ شیڈنگ کو وقت کی قید سے رہائی دلا دی ہے جب انکا جی چاہے یا جب انہیں یاد آ جائے اس وقت وہ بجلی بھیج دیتے ہیں گھریلو گیس کا پریشر نہ ہونے کے برابر ہے عوام کا روزگار ختم ہو رہا ہے اور بے روزگاری جرائم کو جنم دے رہی ہے پولیس والے اپنی نوکری پکی کرنے کے چکر میں خاموش تماشائی بن کر صرف اپنے سے اوپر والوں کی خوش آمد میں مصروف ہے عوام کو تنگ وتاریک گلی میں دھکیل کر انگریزوں کے عطا کردہ ''سر'' اور ''نواب'' اور ''تمندار'' آج پھر ملک کے والی وارث بنے بیٹھے ہیں امریکہ، بھارت اسرائیل متحد ہو کر پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی سازشیں کر رہے ہیں اور جب مسلمان اللہ

کی نافرمانیوں اور بغاوتوں میں حد سے بڑھ جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کی معیشت کو تنگ کر دیتا ہے پاکستان بھی آج اسی صورتحال سے دوچار ہے ملک پانی، بجلی، مہنگائی اور خوراک کی کمی جیسے مسائل سے دوچار ہے انڈیا پاکستانی دریاؤں پر ڈیم بنا کر پانیوں کو قبضہ میں لے چکا ہے حکمران امریکہ سے امداد کی بھیک مانگتے ہیں تو وہ امداد کے عوض اپنی شرطیں منواتا ہے انسانی ضمیروں کا سودا مال مویشیوں کی طرح کیا جا رہا ہے ہمارے حکمران ان کی غلامی کا شکار ہیں۔

پاکستانیوں کو عزت مند قوم بنانے کے لئے انگریز کا دور غلامی کا قائم شدہ تنظیمی ڈھانچہ تبدیل کرنا ضروری ہے۔ برطانوی سامراج نے نوآبادیاتی نظام کو برقرار رکھنے کے لئے سول اور فوجی نوکر شاہی کا جو نظام قائم کیا پاکستان بننے کے بعد امریکی سامراج نے اس تسلسل کو برقرار رکھا ہوا ہے جس کے نتائج سب کے سامنے ہیں۔ موجودہ سیاسی پارٹیاں اس نظام کو تبدیل کرنے کی بجائے برطانوی دور غلامی کے تسلسل کو جاری رکھے ہوئے ہے اور پاکستان کے مسائل حل ہونے کی بجائے بڑھتے جاتے ہیں۔ اسی نظام کی وجہ سے قوم نسل در نسل قرض کے جال میں جکڑی ہوئی ہے ہم لوگ ذہنی غلامی کا شکار ہیں جس وجہ سے امریکی سامراج سے بغاوت کے بجائے مکمل وفاداری کا پہلو ہمارے حکمرانوں کی رگ رگ میں بس گیا ہے عوامی جمہوریہ چین اور اسلامی جمہوریہ ایران کے انقلاب کی

مثال ہمارے سامنے ہے۔ دونوں ممالک نے امریکی سامراج سے انقلاب کے ذریعے جان چھڑائی اور پاکستان کا حل بھی عوامی انقلاب ہے۔

طالبان نے مذاکراتی ٹیم کو تحریک طالبان کی قیادت نے مذاکرات کے لئے اپنے 15 مطالبات پیش کر دیئے جس کے مطابق طالبان اور حکومتی کمیٹی کے مذاکرات اسلامی طریقے سے ہونے چاہیئے، ڈرون حملے ختم کئے جائیں، فوج کو واپس بلایا جائے، جنوبی وزیرستان سے فوج کی واپسی، آپریشن اور ڈرون حملوں کے نقصانات کا ازالہ، عدالت میں شرعی نظام کا نفاذ، سودا نتظام کا خاتمہ، اسلامی جمہوریت کی بجائے اسلامی نظام کا قیام ممکن بنایا جائے، امریکہ سے تعلقات ختم، طالبان کے خلاف تمام الزامات واپس، طالبان قیدیوں کی رہائی ممکن، امیروں اور غریب کو یکساں حقوق کی فراہمی، قبائلی علاقوں کا کنٹرول خاصہ داروں کو دیا جائے، تعلیمی درسگاہوں میں قرآنی تعلیمات، امریکہ سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون کا خاتمہ شامل ہیں اور اسکے ساتھ ہی ایک یہ بھی اہم خبر ہے کہ تحریک طالبان پاکستان اور حکومت کے درمیان جاری مذاکرات کے درمیان احرار الہند کے نام سے نیا فدائی گروپ منظر عام پر آ گیا جس نے حکومت اور طالبان کے درمیان جاری مذاکرات سے اظہار لاتعلقی کرتے ہوئے کسی قسم کے سیز فائر کو ماننے سے انکار، شہری علاقوں میں براہ راست دہشت گردی کی کارروائیاں کرنے کا اعلان کر دیا۔

کھیل میں سیاست

پاکستانی فنکار قسم کے سیاستدانوں نے کمال کر دیا ہر فرد کو کسی نہ کسی جگہ الجھا رکھا ہے اور ان سیاستدانوں کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انھوں نے سیاست کو کھیل اور کھیل کو سیاست کا مرتبہ دیدیا ہے اب جتنے میچ ہونے ہوتے ہیں وہ سب اسمبلیوں کے اندر ہی ہوتے ہیں اور سیاسی گرما گرمی کھیل کے میدانوں میں دکھائی دیتی ہے پیپلز پارٹی کے پچھلے پانچ سالوں میں جمہوریت بہترین انتقام اور مفاہمت کے نام پر جو لوٹ مار کی گئی وہ اب کسی کو بھی یاد نہیں کیونکہ اس دور میں عدلیہ اور میڈیا پر ایک سنگین قسم کا معاملہ شروع ہوتا تھا تو عوام کی دلچسپیاں اس میں لگ جاتی تھی سارا سارا دن لوگ ٹیلی ویژن سکرین کے سامنے دھرنا دیے بیٹھے رہتے تھے کہ شائد اب کچھ ہو جائے مگر پیپلز پارٹی کی اعلی قیادت نے پانچ سال بھرپور اور مزے سے گذارے اور عوام کی جب آنکھیں کھلی تو پتہ چلا کہ روٹی کپڑا اور مکان کا جھانسہ دیکر وہ تو انکے کپڑے ، جوتیاں اور کھانے کا سب سامان بھی ساتھ لے گئے ہیں الیکشن ہوئے نئی حکومتیں بنی تو عوام نے صبر اور شکر کیا کہ شائد اب کی بار کچھ حالات تبدیل ہو جائیں مگر حکومت کا ابھی ہنی مون پیریڈ ہی چل رہا تھا کہ الیکشن میں دھاندلی کا شور شروع ہو گیا بات بڑھتے بڑھتے الیکشن کمیشن ، عدلیہ اور پھر نادرا تک جا

پہنچی جہاں کچھ سیٹوں کا فیصلہ ہوا تو معلوم ہوا کہ اب الیکشن بھی کرکٹ میچوں کی طرح بک ہو چکے ہیں اور اس معاملہ کو ختم کرنے کے لیے حکومت نے چیئرمین نادار کو ہی ہٹادیا اور پھر ایک نیا تماشا شروع ہوگیا دوسری طرف طالبان کے ساتھ کھیل شروع کر کے دہشت گردی سے متاثر اور اس سے ڈرے ہوئے لوگوں کو اس کھیل میں الجھا دیا گیا اس کے ساتھ ساتھ پرویز مشرف کیس میں عوام کے لیے ہر روز ایک نیا موڑ آنے لگا اور رہی سہی کسر پاکستان کرکٹ بورڈ میں سیاسی کھیل شروع کرکے پوری کردی گئی کھیلوں سے دلچسپی رکھنے والے یہاں الجھ کر رہ گئے اتنے سارے کھیل تماشوں کے بعد اب نہ تو کسی نے پنجاب میں سی این جی کی بندش کے خلاف کوئی احتجاج کیا نہ گیس کی لوڈ شیڈنگ پر واویلا ہوا نہ بجلی کی لوڈ شیڈنگ پر سڑکوں پر ٹائر جلائے گئے نہ ہی ملک میں بڑھنے والی مہنگائی ، بے روزگاری اور غربت پر کسی نے دھیان دیا اور نہ ہی اب فیصل آباد کی انڈسٹری کو گیس کی بندش کے خلاف کوئی احتجاج ہوگا جس سے ہزاروں لوگ بے روزگار ہو جائیں گے کیونکہ ملک میں ہر کسی کے پسند کا کھیل چل رہا ہے اور سب اپنے اپنے پسندیدہ کھیلوں میں الجھے ہوئے ہیں ابھی ان ڈراموں کا اختتام نہیں ہوا کہ ٹیوب کو پنکچر لگانے کی کہانیاں منظر عام پر آنا شروع ہو گئی ہیں ویسے ایک بات ہے کہ جس ٹیوب کو چار پانچ پنکچر لگ جائیں وہ اتنی پائیدار نہیں رہتی کبھی بھی اپنے سوار کو راستہ میں دھوکہ دے جاتی ہے ابھی موسم سرد ہے جیسے ہی گرمیاں شروع ہونگی تو گرم سڑک پر 35 پنکچر والی ٹیوب کا

ٹھہرنا مشکل ہو جائے گا پیپلز پارٹی نے تو بڑی ہوشیاری کے ساتھ ایک کے بعد ایک فلم چلائی تھی اسی لیے وہ پانچ سال پورے کر گئے مگر مسلم لیگ ن کی موجودہ حکومت نے اتنے سارے ڈرامے ایک ہی وقت میں شروع کر دیے ہیں جن کے زیادہ وزن سے زیادہ پنکچر والی ٹیوب شائد گرمیوں کا انتظار نہ ہی کر سکے اور پٹاخہ بول جائے۔

پاکستان کو صحافیوں کے لیے خطرناک ترین ملک قرار دیدیا گیا ہے ویسے تو آجکل پاکستان اور پاکستانی اپنے مشکل ترین دور سے گذر رہے ہیں پاکستان کا موجودہ نظام ہی کرپشن پر چل رہا ہے اور جو لوگ ملک کے ان چوروں اور لٹیروں کی نشاندہی کرتے ہیں وہ بھی محفوظ نہیں ہیں اسی لیے صحافیوں کے تحفظ کے لیے کام کرنے والی بین الاقوامی تنظیم ورلڈ پریس کلب نے پاکستان کو صحافیوں کے لیے خطرناک ترین ممالک میں شامل کر لیا۔ صحافیوں کی عالمی تنظیم ورلڈ پریس کلب نے دنیا بھر میں صحافیوں پر ہونے والے تشدد اور آزادی صحافت پر عائد پابندیوں کے بارے میں سالانہ رپورٹ جاری کی جس کے مطابق پاکستان میں دو ہزار تیرہ کے دوران سات صحافیوں کو قتل کیا گیا۔ قتل کیے جانے والے چار صحافیوں کو بلوچستان میں ہلاک کیا گیا رپورٹ میں بلوچستان کو پاکستان کا مہلک ترین صوبہ قرار دیا گیا جبکہ پاکستان میں حکومت صحافیوں کے قتل میں انصاف کی فراہمی میں دلچسپی نہیں رکھتی صحافیوں کی عالمی تنظیم ورلڈ پریس

کلب نے دنیا بھر میں صحافیوں پر ہونے والے تشدد اور آزادی صحافت پر عائد پابندیوں
کے بارے میں جاری سالانہ رپورٹ میں پاکستان پر کڑی تنقید کی ہے۔ رپورٹ میں
پاکستان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ پچھلے سال 2013 کے دوران پاکستان میں اپنے
پیشے کی وجہ سے کم سے کم سات صحافیوں کو قتل کیا گیا۔ قتل کیے جانے والے چار
صحافیوں کا تعلق بلوچستان سے تھا، جن میں دو صحافی سیف الرحمان، عمران شیخ، جب کہ
دیگر میں محمد اقبال اور محمود احمد آفریدی شامل ہیں۔

خواتین کا احتجاج اور ہماری بے حسی

کتنے دکھ ،افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ ہمارے سیاستدان جن کے ووٹوں سے ایم پی اے اور ایم این اے منتخب ہوتے ہیں بعد میں انہیں ہی ذلیل ورسوا کرتے ہیں ایوان اقتدار میں پہنچنے والے حکمرانی کے نشہ میں غرق یہ سیاسی لٹیرے اپنے ہی محسنوں سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لینا چاہتے ہیں پنجاب بھر کی لیڈی ہیلتھ ورکرز 17 فروری کی دوپہر سے پنجاب اسمبلی کے سامنے دھرنا دیے بیٹھی ہیں پورے 24 گھنٹے گذرنے کے باوجود حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگی ذرا یاد کیجیے یہ وہی ووٹر ہیں جنھوں نے آپ کے جھوٹے وعدوں میں آکر آپ کو اپنے خاندان سمیت سپورٹ کیا اور اپنے ووٹ کی طاقت سے آپ کو آج اس قابل کیا ہے کہ آپ سرکاری دفاتر، سرکاری پیٹرول ،سرکاری مراعات ،سرکاری پروٹوکول، سرکاری کھابے اور عیش وآرام کر سکیں بطور پاکستانی ہمارے لیے یہ انتہائی شرم کی بات ہے کہ ہماری یہ مائیں بہنیں جو گھر گھر جا کر ہمارے بچوں کو مستقبل میں پیش آنے والی بیماریوں سے بچاؤ کا اہتمام کرتی ہیں اور وہ گذشتہ دو روز سے سڑکوں پر ہیں بطور قوم ہماری بھی بے حسی ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ کسی بھی شہری نے انہیں آکر ایک گلاس پانی تک نہیں پوچھا کہ آپ پنجاب کے دور دراز علاقوں سے اپنے حق کے لیے ہمارے شہر میں آئی ہو تو ایک وقت کا کھانا ہی ہماری طرف سے کھا لیں

یہ وہ خواتین ہیں جو جانوروں کی طرح کام کرتی ہیں اپنے اپنے دفاتر میں بھی انکو اپنی عزت بچانا مشکل ہوتا ہے وہاں پر بیٹھے ہوئے بھیڑیے نما جنسی درندے انہیں ہوس بھری نظروں سے دیکھتے رہتے ہیں جو ان کے آگے اپنی عزت نیلام کردے انہیں سب مراعات گھر بیٹھے بھی مل جاتی ہیں جو انکار کردے انہیں سڑکوں پر رلایادیا جاتا ہے اگر کسی کو کوئی شک ہو تو وہ صوبائی محتسب پنجاب (خاتون) کے دفتر میں پڑی ہوئی لیڈی ہیلتھ ورکروں کی درخواستیں پڑھ لے پنجاب تو بہت بڑا ہے اور اسکے دور دراز کے اضلاع جہاں قانون کے رکھوالے ہی ڈاکو بنے ہوئے ہیں ان کو تو چھوڑیں صرف لاہور کی ایک مثال ملاحظہ فرمالیں کہ جہاں پاکستان کے وزیراعظم رہتے ہیں جہاں انکے چھوٹے بھائی جو اپنے آپ کو خادم اعلیٰ کہلاتے ہیں وزیراعلیٰ ہیں اور خادم اعلیٰ صاحب کے بیٹے حمزہ شہباز شریف حکمرانی کررہے ہیں جہاں صوبائی وزرا کی فوج ہے، چیف سیکریٹری، سیکریٹری، ڈی جی، ای ڈی او سمیت اور بہت سے افسران ہیں اسی شہر میں علامہ اقبال ٹاؤن کے ڈی ڈی او ڈاکٹر سرور صادق اور ڈاکٹر اسد مشتاق کے ہاتھوں لیڈی ہیلتھ ورکروں کو جنسی زیادتیوں کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور انکے خلاف متعدد شکایات کے باوجود کوئی بھی ٹس سے مس نہیں ہورہا بلکہ جن خواتین نے اپنے خلاف ہونے والے ان مظالم کی درخواستیں اعلیٰ حکام کو دے رکھی ہیں وہ انہی خواتین کو اپنی درخواستیں واپس لینے کے لیے مجبور کررہے ہیں جن میں ای ڈی او لاہور اور انکا عملہ سرفہرست ہے یہ تو صوبائی دارالحکومت لاہور کے اندر

کا ایک واقعہ ہے اور باقی پنجاب کے علاقوں کا اندازہ آپ لوگ خود لگا سکتے ہیں جہاں غربت کے ہاتھوں لوگ اپنے بچے فروخت کر رہے ہوں ،مائیں اپنے بچوں سمیت نہر میں کود رہی ہوں اور عصمتیں سر عام نیلام ہو رہی ہوں وہاں پر 8 ہزار پر کام کرنے والی لیڈی ہیلتھ ورکروں کا پرسان حال کون ہوگا۔کیا ہم ان سیاسی وڈیروں سے امید وفا رکھیں جو الیکشن سے قبل تو غریب عوام کو سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں وعدوں کا جال بچھا کر اپنی جیت ہموار کرتے ہیں اور بعد میں انہی کے ساتھ احسان فراموشی کرتے ہوئے انہیں ہی سڑکوں کی خاک چاٹنے پر مجبور کر دیتے ہیں پولیو مہم کے سلسلہ میں آنے والا اربوں روپیہ کس کی جیب میں چلا جاتا ہے اور جن کے لیے یہ امداد ہوتی ہے انہیں کیوں اس میں سے حصہ نہیں دیا جاتا کیوں ہماری ان ماؤں اور بہنوں کا تقدس پامال کیا جاتا ہے جو ان سے وعدے کیے جاتے ہیں ان پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا محکمہ صحت میں یہ جنسی درندے کیوں ان خواتین پر مسلط کیے جاتے ہیں اور ان مظلوم ورکروں کو انکا جائز حق کیوں نہیں دیا جاتااور جنسی بھیڑیوں کے ہاتھوں ان مظلوم خواتین کو کیوں نہیں بچایا جاتا، کہاں گئے ہمارے مولوی ،ملا اور علماء کرام، کہاں گئی ہماری این جی اوز اور ہیومن رائٹس کی تنظیمیں اور کہاں گئے عوام کے حقوق کی جنگ لڑنے والے ٹی وی شو میں شور مچانے والے شعبدہ باز ،اور کہاں گئے وہ نوجوان جو اپنی ماں اور بہنوں کے ایک آنسو پر زندگی قربان کرنے سے نہیں ہچکچاتے اور کہاں گیا شہر لاہور کے باسیوں کا وہ جذبہ جو 1965ء اور

1971ء میں جنگ لڑنے والوں کے شانہ بشانہ موجود تھے اور اپنے گھروں سے کوئی پانی لے کر جارہا تھا، کوئی لسی لیکر کوئی دودھ لیکر اور کوئی 2 روٹیاں لیکر بھاگ بارڈر کی طرف رواں دواں تھا آج ہماری یہ مائیں بہنیں جو پنجاب کے دور دراز کے علاقوں سے اپنے حقوق کی جنگ لڑنے لاہور کے محاذ پر آئی بیٹھی ہیں تو کوئی بھی انکا ساتھ دینے اپنے گھر سے نہیں نکلا حیرت ہے ان خواتین پر بھی جو اپنے گھروں میں بیٹھی اپنے ٹیلی ویژن پر یہ سب کچھ دیکھتی رہی اور ایک وقت کا کھانا ان تک نہ پہنچا سکی، کیا ہم لوگ اپنی خواتین کو اسی طرح بے یارومددگار اور بے آسرا چھوڑتے رہیں گے تو پھر امید کس سے رکھیں آخر میں حکمران طبقہ پر لکھی ہوئی پنجابی کی میری ایک نظم ان سب لیڈی ہیلتھ ورکروں کے نام۔

خبر اے تو سانوں کی کرچلا ایں
لاہ کے کپڑے تو سانوں ننگا کرچلا ایں
پہلے تے درباروں روٹی لبھ جاندی سی
ہن تو کھا کے سارا لنگر سانوں بھکا کرمار چلا ایں
روٹی گئی، مکان نہ ملیا تے کپڑے وی ہتھ آندے نہیں
تھکے ہارے فٹ پاتھ تے ستے ساں اوتھوں وی لے چلا ایں
چور اچکے تے ڈاکو سارے ساتھی تیرے
اٹھ چلیے روحیل کسے ہور نوں سنایئے ایتھے توں کلا ایں۔

جھنگ اور سیاسی دنگل

پنجاب کے شہر جھنگ میں مسلم لیگ ن اور تحریک انصاف کے درمیان 3 جنوری کو شاندار سیاسی میچ کھیلا جائیگااور دونوں طرف سے گھوڑے دوڑنا شروع ہوگئے ہیں پی پی 81 جھنگ کے یہ الیکشن اس نوعیت سے بھی اہم ہیں کہ جو جماعت یہ سیٹ جیتے گی عوام کی سوچیں بھی اسی کے ساتھ ہی تبدیل ہونا شروع ہوجائیں گی اب بات چل نکلی ہے جھنگ کی تو میں اپنے پڑھنے والوں جھنگ کی تاریخ کے حوالہ سے بتاتا چلوں کہ اگراس شہرکے سیاستدان جتنے اپنے آپ کے ساتھ مخلص ہیں اتنے ہی اگراس شہر اور اس شہرکے باسیوں کے ساتھ مخلص ہوتے تو جھنگ آج جس طرح بے یارو مددگار ہے کبھی نہ ہوتا جھنگ کی تاریخی ، ثقافتی ، علاقائی ، زرعی، سیاسی،مذہبی ، ریونیو کی حیثیت سے کسی کو انکار نہیں ہے جھنگ کو 1849ء میں ضلع کادرجہ دیاگیا جس کی حدیں اس وقت ضلع حافظ آباد ، سرگودھا، خوشاب ، بھکر ، لیہ ، مظفرگڑھ ، خانیوال ،ٹوبہ ٹیک سنگھ اور فیصل آباد سے ملتی تھیں 1851ء میں جھنگ کاکچھ حصہ الگ کرکے ملتان میں شامل کردیاگیا۔ بعد ازاں 1854ء میں کوٹ عیسیٰ شاہ کے جنوبی علاقہ فروکہ کو اس وقت کے ضلع شاہ پور سرگودھا میں ضم کردیاگیا ساہیوال کو جھنگ سے الگ کرکے منٹگمری کے نام سے الگ ضلع بنادیاگیا 1890ء میں لیہ کو جھنگ سے الگ کرکے مظفر گڑھ میں شامل کردیاگیا۔ اسی طرح 1895 ء

میں حیدر آباد تھل کو ضلع میانوالی اور پنڈی بھٹیاں کو ضلع گوجرانوالہ سے منسلک کر دیا گیا جھنگ کے ٹکڑے کرنے کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ 1900ء میں ٹوبہ اور سمندری سمیت دیگر 34 دیہاتوں کو تحصیل لائلپور میں شامل کرکے اسے الگ ضلع کا درجہ دے کر جھنگ کے ٹکڑوں میں ایک اور ٹکڑے کا اضافہ کر دیا گیا اسکے بعد فیصل آباد جو کسی وقت جھنگ کی تحصیل تھا کو ڈویژن بنا کر جھنگ کو اس کے ساتھ منسلک کر دیا گیا یہاں تک کہ 2009ء میں جھنگ کی سب سے زیادہ ریونیو دینے والی تحصیل چنیوٹ کو بھی الگ کرکے ضلع بنا دیا گیا 1881ء کی انٹرنیشنل ٹریڈرز ایسوسی ایشن کی رپورٹ کے مطابق اس وقت کے ضلع جھنگ میں 8144 کاٹن فیکٹریز، 10 وولن ملز، پیپر ملز، 1730 لکڑی کے کارخانوں، 463 لوہے کے کارخانوں، 22 پیتل و تانبا 5 فیکٹریوں، 235 ڈائنگ ملز، 1952 چمڑے کے کارخانوں سمیت یہاں فیکٹریز کی کل تعداد 16178 تھی جو ترقی کرکے زیادہ ہونے کی بجائے جھنگ کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے باعث اب صرف 151 رہ گئی ہے جن میں 21 ٹیکسٹائل یونٹ، 19 جننگ فیکٹریاں، 19 فلور ملز، 5 شوگر ملز، 4 گھی ملز، 59 رائس ملز، 24 آئل ملز شامل ہیں اس وقت 400 سے زائد سپوت جھنگ کی مٹی سے جنم لے کر ملک کے مختلف اہم ترین انتظامی و کلیدی عہدوں پر فائز ہیں جھنگ کے سیاستدان بھی ہر دور میں اہم مناسب پر براجمان رہے لیکن انہوں نے جھنگ کی ترقی کیلئے کوئی کردار ادا نہیں کیا یہ تو تھا جھنگ کا قصہ اور اس شہر کے ساتھ اتنا ظلم کیوں ہوا اس بارے میں وہاں کی عوام بہتر جانتی ہیں کہ انکے

ساتھ وفاداری کس نے نبھائی اور انکی معاشی ترقی کا جنازہ کس نے نکالا۔
ابتدائی تھی جھنگ میں ہونے والے سیاسی دنگل کی اب ذرا اس حوالہ سے بھی اپنے پڑھنے والوں کو بتاتا چلوں کہ 11 مئی 2013ء کو اس حلقہ میں منعقد ہونے والے عام انتخابات میں مسلم لیگ (ن) کے امیدوار افتخار بلوچ نے 182774 میں سے ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی تھی جبکہ آزاد امیدوار سید محمد عباس شاہ 41440 ووٹ لے کر دوسرے اور آزاد امیدوار غلام احمد گاڈی 28511 ووٹ لے کر 34613 تیسرے نمبر پر رہے تھے۔ اسی طرح 2008ء کے عام انتخابات میں اس حلقہ سے آزاد امیدوار افتخار احمد خان بلوچ 29615 ووٹ لے کر کامیابی سے ہمکنار ہوئے تھے اور انہوں نے 28976 ووٹ حاصل کرنے والے پاکستان مسلم لیگ کے امیدوار چراغ اکبر، 25264 ووٹ لینے والے آزاد امیدوار غلام احمد گاڈی اور 3325 ووٹ لینے والے پی پی پی کے امیدوار اسلم سلیانہ کو شکست سے دوچار کیا تھا۔ 11 مئی کے عام انتخابات میں کامیابی کے بعد افتخار بلوچ کو جعلی ڈگری کی بنیاد پر نااہل قرار دے دیا گیا جن کی جگہ پر مسلم لیگ (ن) نے اب 3 مارچ کے ضمنی انتخاب کیلئے ان کے چچا حاجی محمد خان بلوچ کو مسلم لیگ (ن) کا ٹکٹ جاری کیا ہے جن کا مقابلہ پاکستان تحریک انصاف کے رائے تیمور حیات بھٹی سے ہو رہا ہے اب اس حلقہ میں دلچسپ صورتحال یہ بنی ہوئی ہے کہ پی پی پی کی مرکزی رہنما ہونے کے باوجود الیکشن سے دستبرداری کا اعلان کرنے والی سابق پارلیمنٹیرین سیدہ

عابدہ حسین نے سابقہ انتخابات میں اپنے بدترین مخالف افتخار احمد بلوچ کے چچا محمد خان بلوچ کی حمایت کا اعلان کیا ہے مگر فیصل صالح حیات تحریک انصاف کے امیدوار رائے تیمور حیات بھٹی جو جواں سال ، ملنسار ، خوش اخلاق اور اہم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں کی انتخابی مہم کیلئے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔

میگا کشکول

پیپلز پارٹی حکومت کے گذرے پچھلے پانچ سال بد تھے تو مسلم لیگ ن کی موجودہ حکومت کے گذرے ہوئے چند ماہ بد تر ہیں ان کی ناکام اقتصادی پالیسیوں کی وجہ سے ملک میں غربت، مہنگائی اور بے روزگاری میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جس سے ترقی و خوشحالی کی منزل قریب آنے کی بجائے کوسوں میل دور چلی گئی ہے۔ مئی 2013ء کے انتخابات میں مسلم لیگ ن نے عوام کو زرعی، صنعتی اور معاشی انقلاب کے جو سہانے سپنے دکھائے تھے جو اب ڈراؤنے خواب بن گئے ہیں، حکومت نے اپنے منشور میں بجٹ خسارا چار فیصد تک لانے، ٹیکس جی ڈی پی کے تناسب کو 9 فیصد سے بڑھا کر 2018ء تک 15 فیصد کرنے، افراط زر کی شرح 8 یا 9 فیصد تک لانے، سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کے درمیان تناسب کو 20 فیصد تک لانے، صنعتی پیداوار میں 7 تا 8 فیصد بڑھوتری کرنے، تمام برآمدات کو سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ کرنے جیسے بے شمار وعدے کئے تھے مگر حکومت آٹھ ماہ میں کوئی ایک وعدہ بھی پورا نہیں کر سکی، ہمیشہ کیلئے کشکول توڑنے دینے اور آئی ایم ایف کی غلامی کی زنجیریں کاٹ دینے کے دعوے کرنے والوں نے میگا سائز کا کشکول پکڑ لیا ہے اور اب وزیر اعظم کی طرف سے غربت اور مہنگائی کو بھگا دینے کی باتیں مضحکہ خیز محسوس ہوتی ہیں۔

عوام کی یادداشت کے لیے مسلم لیگ (ن) کی حکومت کی پہلے تقریباً چھ ماہ (دسمبر ء کے آخر تک) کی کارکردگی کا جائزہ پیش کرتا ہوں کہ اقتدار میں آنے کے بعد 2013 مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے پٹرولیم مصنوعات میں بار بار اضافہ کیا۔ جون 2013 ء میں 2 روپے فی لیٹر، جولائی میں 5 روپے فی لیٹر، اگست میں 3 روپے فی لیٹر، ستمبر میں روپے فی لیٹر، اکتوبر میں 4 روپے فی لیٹر اور نومبر 2013ء میں 3 روپے فی لیٹر 10 اضافہ کیا گیا۔ دسمبر 2013ء تک تقریباً 30 روپے فی لیٹر اضافہ کیا گیا۔ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں بار بار اضافہ کی وجہ سے مہنگائی کا ایک طوفان کھڑا اور اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں 35 فیصد اضافہ ہوا۔ جس میں دال مونگ کی قیمتوں میں 35 فیصد، گرم مصالحوں میں 38 فیصد، آٹا کی قیمت میں 13 فیصد، خوردنی تیل، صابن اور دودھ وغیرہ کی قیمتوں میں 17 فیصد سے زیادہ اضافہ ہوا۔ مجموعی طور پر 2013ء میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت آنے کے بعد گذشتہ دس سالوں کے مقابلہ میں دودھ چائے مٹی کا تیل، بجلی، گیس، پٹرول، ڈیزل، کھادوں، سیمنٹ، فرنس آئل اور دوسری اشیاء، کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ 40 فیصد سے زیادہ آبادی خطِ غربت سے نیچے چلی گئی جس سے عام آدمی کی زندگی اجیرن ہو گئی۔ اس مہنگائی کے طوفان میں مزید اضافہ ڈالر کے مقابلہ میں پاکستانی روپے کی قدر میں مسلسل کمی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ایک امریکی ڈالر کے مقابلہ میں پاکستانی 91 روپے لانے کا دعویٰ کیا

گیا لیکن یہ گرتے گرتے پاکستانی 107 روپے تک جا پہنچا۔ جس سے قرضوں کی رقوم میں بھی اضافہ ہوا۔ وزیر خزانہ اسحاق ڈار صاحب کے قومی اسمبلی میں اپنے بیان کے مطابق اُن کی حکومت آنے کے بعد جون سے اکتوبر 2013ء تک کے پانچ ماہ کے دوران بیرونی قرضوں میں ڈالر کے مقابلہ میں پاکستانی روپیہ کی قدر کم ہونے کی وجہ سے 403 بلین روپے کا اضافہ ہوا۔ نومبر اور دسمبر کے اعداد و شمار کو لیا جائے تو یہ اضافہ 500 بلین روپے سے زیادہ ہوگا۔ کشکول توڑنے اور ایڈ (مدد) نہیں ٹریڈ تجارت) کا نعرہ لگا کر اقتدار میں آنے والی مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے 6.7 ارب) ڈالر کا قرضہ آئی ایم ایف سے نہایت کڑی شرائط پر لیا۔ یہ رقم قرض کی ادائیگی میں صرف ہونی ہے کیونکہ اس مالی سال میں پاکستان نے آئی ایم ایف کو 8 کھرب روپے ادا کرنے ہیں جو کہ ملکی جی ڈی پی (کل 26 کھرب روپے) کا 30 فیصد ہے۔ پاکستان پوری دنیا میں اُن 27 قرض دہندہ ملکوں میں سے سرفہرست ہے جسے رواں سال میں جی ڈی پی کا 30 فیصد قرض کی ادائیگی میں صرف کرنا ہے۔ وزیر خزانہ 2013-14 اسحاق ڈار صاحب کے قومی اسمبلی میں اپنے بیان کے مطابق 32.85 ملین ڈالر کا قرض اسلامی ترقیاتی بینک سے 2.7 فیصد سود پر اور 100 ملین ڈالر کا قرض 2 فیصد شرح سود پر سعودی عرب سے منظور کروایا ہے جبکہ اس کے علاوہ 1.70 ارب ڈالر کا قرضہ عالمی بینک سے منظور کروایا ہے جس میں سے 70 کروڑ ڈالر وصول ہو چکے ہیں۔ 40 کروڑ ڈالر ایشیائی ترقیاتی بینک سے حاصل ہو رہے ہیں۔ بنکوں کا کنسورشیم 50 کروڑ، 50 لاکھ ڈالر دے رہا ہے وزیر خزانہ کے مطابق یورو بانڈ کے

ذریعہ ایک ارب ڈالر ملیں گے اور اس طرح سے وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں کہ زر مبادلہ کے ذخائر اگلے سال تک 15 ارب ڈالر تک پہنچ جائیں گے۔ بیرونی قرضہ 76 بلین ڈالر ہوگیا ہے۔ باہر سے قرض پہ قرض لیے جارہے ہیں اور اندرون ملک 6 کھرب ارب روپے کے نوٹ چھاپے گئے ہیں۔ اسحاق ڈار صاحب کے مطابق ان میں سے 724 کھرب 66 ارب روپے کے نوٹ تبادلہ میں چھاپے گئے اور 2 کھرب 6 ارب روپے کے خالص نئے نوٹ چھاپے گئے ہیں حکومت نے اس قلیل عرصہ میں 750 ارب روپے سٹیٹ بینک سے قرض لیا ہے۔

اگر وزیر اعظم میاں نواز شریف اور انکی ٹیم چاہتی ہے کہ تاریخ میں انکے نام سنہری حروف سے لکھے جائیں تو وہ فوری طور پر محدود آمدن رکھنے والے کروڑوں شہریوں کی معاشی زبوں حالی کا ازالہ کرنے اور ملکی معیشت کو ترقی دینے کیلئے فوری طور پر پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں کو عالمی منڈی کی سطح پر لائیں، آئی ایم ایف سے نجات حاصل کرکے بجلی و گیس کی چوری اور لائن لاسز پر سختی سے کنٹرول کیا جائے۔ معیشت کو دستاویزی شکل میں لانے کیلئے بالواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکس میں کمی کی جائے اور آمدن و اخراجات کے فرق کو ختم کرکے دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جائے اور سابقہ ادوار میں کی گئی نجکاری کا آزادانہ (Independent) اداروں سے تجزیہ کروایا جائے کہ وہ اپنے اعلان شدہ مقاصد کے حصول میں کس حد تک کامیاب رہی، ان میں کتنی شفافیت تھی ملک،

و قوم کو کیا نقصان پہنچا اور ادارے خریدنے والوں نے معمولی دام دے کر تھوڑے
سے عرصے میں کتنی بڑی بزنس ایمپائرز بنالیں۔ ان نتائج کو پوری قوم کے سامنے رکھا
جائے اور اس سے پہلے جن 34 اداروں کی نجکاری کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اس پر عمل
درآمد روکا جائے۔ جلد بازی میں اٹھائے گئے اس قدم سے نہ کہ صرف قیمتی، قومی اثاثے
چند مخصوص ہاتھوں میں چلے جائیں گے بلکہ لاکھوں بے روزگار بھی ہوں گے اور چند،
درجن لوگ مزید کھرب پتی بن جائیں گے۔

عوام کی چیخیں

لاہور کے علاقہ جوہر ٹاؤن میں غربت اور حالات سے تنگ آئی ایک ماں بسمہ نے اپنے 2 معصوم بچوں 2 سالہ مناحل کو پانی میں ڈبو کر اور 8 ماہ کے بچے محمد یوسف کو گلا دبا کر جان سے مار دیا پاکستان میں عام آدمی کا زندہ رہنے کے لیے مقابلہ بہت سخت ہو چکا ہے ایک طرف غربت کی دلدل ہے تو دوسری طرف دہشت گردوں کے خود کش دھماکے ہیں دونوں طرف سے غریب عوام ہی نشانہ پر ہے جبکہ اس ملک کو لوٹنے والے ڈاکو اور عوام کو سیڑھی بنا کر اقتدار کے ایوانوں میں داخل ہونے والے درجنوں سیکیورٹی اہلکاروں کے حصار میں اپنے آپ کو عوام کا مسیحا سمجھتے ہیں جنہوں نے آج تک کسی غریب کی جھونپڑی میں جا کر یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے جو مہنگائی کا طوفان لا کھڑا کیا ہے کہیں اس طوفان سے ان غریب افراد کے ٹمٹماتے دیے تو بجھ نہیں گئے کیا ان افراد کو 24 گھنٹوں میں ایک وقت کا کھانا بھی نصیب ہوتا ہے کہ نہیں جس سے یہ اپنا پیٹ بھر سیں کیا ان بے روزگاروں کے لیے کہیں کوئی سہولت بھی ہے یا کہ ٹھوکریں ہی انکا مقدر ہیں اسی غربت اور اندھیروں کو دیکھتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو نے روٹی کپڑا اور مکان کا جھانسہ دیکر پوری قوم کو بیوقوف بنا ڈالا اور آجتک قوم اسکے سحر سے نہیں نکل سکی اور اسی آس و امید پر پھر

سے نعرے لگانا شروع کردیتی ہے کہ شائد بھٹو کا لگایا ہوا نعرہ انکی قسمت بدل دے مگر ان بے خبر لوگوں کو کیا معلوم کہ سیاستدان صرف نعرے لگا کر جھوٹے وعدے ہی بیچتے ہیں اور جو جتنا بڑا جھوٹا ہوگا اتنا ہی بڑا سیاستدان ہوگا بلکہ ان جھوٹوں میں جو جتنا بڑا ڈاکو ہوگا اتنا ہی بڑا عہدہ اسکے نام کے ساتھ جڑا ہوگا عوام کی بات کرنے والے سبھی سیاستدانوں نے اپنے اثاثے نہ صرف ملک کے کونے کونے تک بڑھا دیے ہیں بلکہ اکثریت نے تو نہ صرف ملک کی سرحدیں عبور کرلی ہیں بلکہ لوٹ مار کی بھی تمام حدیں عبور کرلی ہیں پورے ملک میں کوئی ایسا فرد نظر نہیں آرہا جو اپنی ذات کے خول سے باہر نکل کر ایک عام انسان کے ساتھ کھڑا ہوجائے ہر کوئی دوسرے پر نظریں جمائے ہوئے بیٹھا ہے اور حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ٹیلی وژن سکرین پر لمبی لمبی چھوڑنے والے جیسے ہی سکرین سے باہر نکلتے ہیں ویسے ہی انکے خیالات اور نظریات بھی تبدیل ہوجاتے ہیں موجودہ حکومت کو ابھی آئے ہوئے ایک سال مکمل نہیں ہوا مگر الیکشن سے پہلے جو انہوں نے عوام سے وعدے کیے تھے ان میں سے کوئی بھی پورا ہوتا نظر نہیں آرہا غربت ، بے روزگاری ، کرپشن اور لوٹ مار پہلے سے کئی گنا بڑھ چکی ہے اور ملک میں غربت کے ہاتھوں تنگ آکر مائیں اپنے ہاتھوں سے بچوں کے گلے دبا کر قتل کررہی ہیں اور حکمران یوتھ فیسٹول کی عیاشی پر کروڑوں روپے ضائع کررہے ہیں۔ بجلی گیس اور تیل جیسی بنیادی ضروریات زندگی کی قیمتوں میں آئے روز اضافے سے عوام سخت تنگ ہیں۔ فروری کے

بجلی کے بلوں میں فیول ایڈجسٹمنٹ کے نام سے عوام کی جیبوں پر کروڑوں روپے کا ڈاکہ مارا گیا ہے اور حکومت معاشی انقلاب کی فرضی رپورٹیں بنا کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے جبکہ ورلڈ بنک کی رپورٹ میں ملک کی اقتصادی صورت حال کو الارمنگ قرار دیا گیا ہے۔اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق پاکستان غربت میں ایشیاء میں پہلے نمبر پر آگیا ہے ، غربت، مہنگائی اور بے روزگاری نے لوگوں کی زندگی اجیرن کردی ہے اور ملک میں ہر طرف مایوسی اور نا امیدی نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں حکمران روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنے کی بجائے قومی اداروں کی بندر بانٹ کرکے، محنت کشوں اور مزدوروں سے روزگار چھیننے پر تلے ہوئے ہیں ،سابقہ ادوار میں قومی اداروں کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدن کہاں گئی کسی کو کچھ پتہ نہیں 2011ء تک 167 قومی ادارے فروخت کئے گئے جن میں سے اکثر بند ہو چکے ہیں اور ان کی زمین اور اثاثوں پر قبضہ کرکے مزدوروں کو فارغ کردیا گیا ہے ،حکومت آئی ایم ایف سے مزید قرضہ لینے کیلئے اس کے حکم پر قومی اداروں کو بیچنا چاہتی ہے تاکہ نجکاری کی آڑ میں کرپشن کا نیا دروازہ کھول کر اپنے رشتہ داروں کو نوازا جاسکے جبکہ حکومت اپنے منشور میں کئے گئے وعدوں کو پورا نہیں کر سکی بنیادی اشیائے صرف کی قیمتوں میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے ، عوام کو ریلیف دینے کی بجائے حکمران ان کی کھال اتارنے پر کمر بستہ ہیں آئی ایم ایف سے ذلت آمیز شرائط پر قرضہ حاصل کیا جارہا ہے ،جس سے اندرونی اور بیرونی ادائیگیوں کا توازن بگڑ گیا

ہے اور حکومت آئے روز نئے نوٹ چھاپ کر افراط زر میں اضافہ کر رہی ہے، پاکستان کو ایشیاء کا معاشی ٹائیگر بنانے کے دعوے کرنے والوں نے عوام کی چیخیں نکال دی ہیں جب تک کرپشن کا خاتمہ نہیں ہوتا ملک ترقی نہیں کر سکتا۔

حکمرانوں کی ریاضت

تھر اور چولستان میں قحط کی پیدا ہونے والی صورتحال اچانک نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ہمارے حکمرانوں کی برسوں کی ریاضت ہے نئے جنم لینے والے بحرانوں سمیت پرانے بحرانوں کو حل نہ کیاگیا تو آنے والے برسوں میں پورا ملک تھر اور چولستان کا منظر پیش کرے گاملک کے معاشی حالات بد سے بدتر ہو رہے ہیں ضروریات زندگی کو پورا کرنے میں جہاں مرد حضرات پریشان ہیں وہیں پر اشیاء کی آسمان کو چھوتی ہوئی قیمتوں نے گھریلو خواتین کو بھی ذہنی مریض بنا دیا ہے حکمران سادگی کے دعوے کرتے ہیں مگر پنجاب میں وزیراعلیٰ ہاؤس کے بجٹ کیلئے 26 کروڑ روپے مختص ہوئے اور 42 کروڑ روپے خرچ کردیے گئے پورے ملک میں مرنے سے پہلے حکومت کسی کو انصاف نہیں دیتی اور جب وہ مر جائے تو 5 لاکھ روپے کاچیک لے کر وزیراعظم یا وزیر اعلی موقع پر پہنچ جاتے ہیں کیا اپنا حق لینے کیلئے مرنا ضروری ہے ؟غریب عوام بھوک سے مر رہی ہے تعلیم غریب انسان کے بچوں سے بہت دور چلی گئی ہے حکمران چند دانش سکولوں کے پیچھے پڑے ہیں جبکہ صرف پنجاب میں 80 فیصد سرکاری سکولوں میں بجلی سمیت بنیادی سہولتیں میسر ہی نہیں اور آج بھی 80 لاکھ بچے سکول نہیں جارہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے حکمرانوں کی توجہ لاہور پر مرکوز ہے اور باقی اضلاع میں وسائل کے منصفانہ تقسیم کے بجائے من مرضی

کی جارہی ہے حکمران ڈاکوؤں کو پکڑنے کے بجائے ان سے مذاکرات کرتے ہیں اور مذاکرات کرکے اپنے لوگ بازیاب کرواتے ہیں پورے ملک میں امن وامان کی صورتحال دن بدن خراب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم، صحت اور دیگر شعبوں میں حکومت کی کارکردگی نظر نہیں آتی دنیا کے جن 10 شہروں کو آلودہ ترین قرار دیا گیا ہے لاہور بھی ان 10 آلودہ شہروں میں شامل ہے صوبے میں پولیس، چوری، ڈکیتی کو روکنے اور لوگوں کی عزت کی تحفظ کرنے کے بجائے وی آئی پی شخصیات کا تحفظ کرنے کیلئے مامور ہے پنجاب کے پاس اس وقت 9 بلٹ پروف گاڑیاں موجود ہیں لیکن حکمرانوں نے 4 مزید بلٹ پروف گاڑیاں منگوانے کی منظوری دیدی ہے اور صرف ایک گاڑی کے شیشے بدلنے پر 15 لاکھ روپے خرچ کردیے گئے جو غریب عوام اور معاشی مشکلات کے شکار صوبہ پنجاب کے ساتھ ظلم کی انتہا ہے میٹرو کا منصوبہ 70 سے 72 ارب روپے کا ہے کیونکہ میٹرو منصوبے کیلئے انڈر پاسز اور فلائی اوورز سمیت دیگر ملحقہ سڑکیں بنائی گئی ہیں ان پر بھی تقریبا 30 ارب روپے خرچ ہوئے ہیں فیروز پور روڈ سنگل فری زون کیلئے 6 ارب روپے، بادامی باغ، راوی روڈ کیلئے 8 ارب روپے کے فنڈز جاری کئے گئے ہیں میٹرو منصوبے سمیت جتنے بھی بڑے منصوبے بنائے گئے ہیں ان کیلئے بجٹ میں فنڈز مختص کرنے کے بجائے غیر ترقیاتی منصوبوں کیلئے رکھے جانے والے فنڈز کو استعمال کیا جاتا ہے ایک طرف حکمران لاہور پر اربوں روپے لگا رہے ہیں تو دوسری طرف پنجاب کے دیگر اضلاع کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے اور بڑے بڑے اضلاع میں سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار

ہیں اور حکمران وہاں توجہ دینے کیلئے تیار نہیں لاہور سمیت صوبے کے دیگر شہروں میں پرائیویٹ تعلیمی ادارے نہ صرف تعلیمی نظام کو تباہ کر رہے ہیں بلکہ عام آدمی کا ان تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنا ممکن نہیں اس لئے ملک میں یکساں نظام تعلیم لایا جائے اور جرائم کے بعد ایف آئی آر کے اندراج کیلئے آن لائن سسٹم شروع کیا جائے پنجاب سمیت ملک بھر میں امن وامان کی صورتحال انتہائی خراب ہو چکی ہے اور پانچ سے چھ سالوں میں جرائم میں تقریبا 500 فیصد اضافہ ہوا ہے لیکن حکمران تھانہ کلچر کی تبدیلی کی بات کر رہے ہیں ملک میں پراسیکیوشن کا نظام درست نہ ہونے کی وجہ سے ملزم باآسانی عدالتوں سے چھوٹ جاتے ہیں پورے ملک میں غریب عوام کیلیئے صحت کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہے اور ہسپتالوں میں بیڈز نہ ہونے کی وجہ سے مریض برآمدوں اور سڑکوں پر رہنے کیلیئے مجبور ہیں اور جب سرکاری ہسپتالوں میں صحت کی سہولتیں نہ ملتیں تو پرائیویٹ ہسپتالوں میں انہیں ڈاکٹر کی شکل میں موجود قصائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے پاکستان میں پانچ لاکھ خواتین دوران زچگی مر جاتی ہیں ورلڈ بینک کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق خواتین کی صحت کے مطابق دنیا بھر میں پاکستان صومالیہ سے بھی نیچے آخری درجوں میں ہے۔ماضی میں بھی مغل حکمرانوں نے عوام الناس کی تعلیم ،صحت اور روزگار پر توجہ دینے کی بجائے بڑی بڑی مساجد ،محلات اور مقبروں پر ملکی دولت لگائی جبکہ یورپ نے یونیورسٹیوں ،کارخانوں اور ہسپتالوں کا جال بچھا کر اسلامی دنیاء کو پچھاڑ

دیا آج بھی ہمارے حکمرانوں کے شاہانہ اندازِ زندگی عوامی محرومیوں کی ایک بڑی وجہ ہے اور پورا ملک جرائم کی آماجگاہ بن چکا ہے اور جرائم کی شرح میں مسلسل اضافہ کو کنٹرول کرنے کیلئے کوئی بھی اقدامات نہیں کئے اور آج امن وامان کی صورتحال اس حد تک خراب ہو چکی ہے کہ لوگ رات 10 بجے کے بعد گھروں سے نکلنے سے بھی خوفزدہ ہوتے ہیں صرف پنجاب پولیس کو رواں مالی سال کے دوران 77 ارب روپے کے فنڈز دیئے گئے لیکن ان کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو وہ زیرو ہے اور پنجاب واحد صوبہ ہے جہاں پر پولیس نے چھوٹو گینگ کے خلاف کارروائی کرکے انہیں ختم کرنے کے بجائے اپنے لوگوں کو بازیاب کروانے کیلئے ان سے مذاکرات کئے ہیں ان سے بڑی پولیس کی نااہلی کیا ہو سکتی ہے۔

اللہ میاں تھلے آ

حکومت ، بیوروکریسی ،چوروں اور لٹیروں کے خلاف لکھ لکھ کر اب خود مجھے بھی کوفت ہونے لگی ہے کہ جن لوگوں کو خود اپنا آپ بدلنا نہیں آتا وہ کسی کا کیا بگاڑ لیں گے ایک نسل کے بعد دوسری نسل اپنی غربت ،جہالت اور بے بسی کی چکی میں پستی رہے گی اور انکو استعمال کرنے والے انہیں یونہی سنہرے خواب دکھا کر انکے سروں پر جوتے برساتے رہیں گے کیونکہ یہ عوام ہے جتنا ان پر ظلم کیا جائے اتنے ہی یہ تابعدار اور وفادار بن جاتے ہیں اگر کسی کو کوئی شک ہے تو وہ اپنے کھلے کانوں سے زندہ ہے بھٹو زندہ ہے بی بی کے نعرے آج بھی گلی کوچوں میں سن لے اور انہی نعرے لگانے والے جیالوں نے تین مرتبہ اقتدار روٹی کپڑا اور مکان ملنے کی آس میں بھٹو کا نام بیچنے والوں کی جھولی میں بغیر کسی حیل وحجت کے ڈال دیا اور مزید تسلی کے لیے کھلی انکھوں سے اب پھر دیکھ لیں کہ کس طرح متوالوں نے جنگل کے شکاری شیر کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر اقتدار کے ایوانوں تک پہنچایا تاکہ وہ ذرا کھل کر تیر سے زخمی ہونے والی عوام کا شکار کرسکے اور نئے پاکستان کا نعرہ لگا کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والے سے اپنے صوبے خیبر پختونخواہ کے حالات قابو میں نہیں آرہے اور تو اور اس صوبے کی چھوٹی سی کابینہ آپس میں دست و گریبان ہے باقی

پارٹیوں کا تو حال ان سب سے گیا گذرا ہے جو ایک وزارت کے لالچ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے چکر میں مصروف ہیں یہ سب باتیں ہر پاکستانی کو معلوم ہیں ان میں ایسی کوئی نئی بات نہیں ہے مگر سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے یہ اپنے لیے خود ہی مشکلات کا پہاڑ کھڑا کر رہے ہیں جن کو یہ عوام ووٹ دیکر اس قابل کرتے ہیں کہ وہ اپنے فیصلوں کے ذریعے ملک کو اندھیروں سے نکالیں وہی حکمران بن کر عوام اور ملک کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتے ہیں اسی لیے تو کہیں انصاف لینے کے لیے خود کو آگ کے بے رحم شعلوں کے حوالے کرنا پڑتا ہے تو کبھی کتوں سے اپنا جسم نچوانا پڑتا ہے پاکستان کا نظام دیکھ کر ایسا لگتا ہے قاعدہ قانون نہیں بلکہ پیسہ اور سفارش ہی میرٹ ہے تماشہ دیکھنے والے تماش بین تو بہت ہیں مگر لوگوں کے اندر چھپی ہوئی محرومیاں اور خواہشیں دیکھنے والا کوئی نہیں ہے کاش کوئی یہ ہی دیکھ لے کہ کیسے ایک انسان اپنے اندر کے انسان کو مار کر قطار میں لگ کر لنگر میں تقسیم ہونے والی روٹی کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے اپنی ٹوٹی جوتی اور پھٹے کپڑوں کے ساتھ کیسے اپنا ننگا بدن ڈھانپتا ہے اور کیسے فٹ پاتھ پر بے یارو مددگار سو جاتا ہے ایک بے روزگار انسان سارا دن پھرنے کے بعد جب خالی ہاتھ گھر لوٹتا ہے تو وہ کیسے مجبور ہو کر خود کشی کی طرف مائل ہو جاتا ہے آخر میں سائیں اختر لاہوری کی پنجابی زبان میں گلے اور شکوے سے بھرپور ایک طویل ترین نظم کے چند اشعار اپنے پڑھنے والوں کی نظر۔

اللہ میاں تھلے آ
تیرے گھر نہ دانے ہندے
پاٹے لیف پرانے ہندے
کملے لوگ سیانے ہندے
پا دیندے تینوں گھبرا
اللہ میاں تھلے آ
تیرا کوٹھا چوندا رہندا
بھجدا رہندا اٹھدا بہندا
وسدا نہ تینوں چڑھدا لہندا
اگٹ پیندا ہر پاسے کھا
اللہ میاں تھلے آ
تیری ماں تے پیو نہ ہندا
گھر وچ آٹا گھیو نہ ہندا
جو تو چاہندوں سو نہ ہندا
ویہندا وکدی کس کس بھا
اللہ میاں تھلے آ
ویکھ شیعے تے وہابی لڑ پئے
سنی ڈانگاں لے کے چڑھ گئے

اک دوجے نوں قتل کریندے
اکھن ساڈا اک خدا
اللہ میاں تھلے آ
تیرے گھر لئی چندا منگدے
ڈردے لوک نہ کولوں لنگھدے
سب نوں گھرتے دے نہیں سکیا
اپنا گھر آپ بنا
اللہ میاں تھلے آ
ملاں قاضی ڈھڈوں کھوٹے
وڈھی کھا کھا ہو گئے موٹے
سچ آکھاں تے مارن سوٹے
مگروں دیندے فتوی لا
اللہ میاں تھلے آ
ماڑے دی دھی کڈ نچاندے
خلق نوں اسدا ننگ وکھاندے
گھر وچ دھی اے خوف نہ کھاندے
مول نہ کردے شرم حیا
اللہ میاں تھلے آ

آکھن ظلم دی رسی لمی
وچ بہشتیں جان گے کمی
دے کے تگڑے سوچ نکمی
لٹ لیندے ماڑے دے چاء
اللہ میاں تھلے آ
گینگ ریپ نیں تھاں تھاں ہوندے
لاہ لیندے موئیاں دے بندے
گھیودی تھاں ورتن کندے
مرچیں دیندے پھک ملا
اللہ میاں تھلے آ
ہتھیں چھریاں جدھر جاندے
نکوں کنوں زیور لاہندے
ننگیاں لاشاں نہیں دفاندے
حرمت دیندے ہور ودھا
اللہ میاں تھلے آ
دیکھ وڈیرے غدر مچاندے
دھیاں نال قران نکاحندے
پتراں لئی دت دات بچاندے

دھی دا حصہ لین لگا
اللہ میاں تھلے آ
لٹدے کئی دستور بنا کے
بندیاں نو مجبور بنا کے
کپڑے روں دی حور بنا کے
اٹھا لیندے آہرے لا
اللہ میاں تھلے آ
کیہ پڑھدا میں سبز کتاباں
فرقہ بندی وچ نصاباں
اقلیتاں نیں وچ عذاباں
ملاں فادر دین ہوا
اللہ میاں تھلے آ
ہے تو ہر تھاں حاضر ناضر
فیر تگڑے فاسق فاجر
کئی کئی عمرے کرکے تاجر
کیوں لیندے ٹیکس لگا
اللہ میاں تھلے آ
کیوں کیتے نیں ماڑے پیدا

کیہ سی تینوں ایہدا فیدا
نہ کوئی کلیہ نہ کوئی قیدا
تگڑے لیندے لٹ لٹا
اللہ میاں تھلے آ
توں وسیں شہ رگ تو نیڑے
کیوں نیں رنگ نسل دے جھیڑے
مذہباں کیوں نے انسان نکھیڑے
خوش کیوں ہوندے لہو وگا
اللہ میاں تھلے آ
نال تیرے میں لائی یاری
مگروں لاہ دے بھکھ بیماری
لعنت ہے سرمایہ داری
آکے میرے نال مکا
اللہ میاں تھلے آ۔

صرف 4 لوگ

پورے ملک میں اداروں کی تباہی کے ساتھ ساتھ عوام کی سوچ کو بھی منفی بنانے کے ایجنڈے پر کام شروع ہو چکا ہے این جی او کے کردار سے لیکر حکومتی فلاحی اداروں تک لوٹ مار کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور ہر فرد اس دوڑ میں آگے بڑھنے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہے وزرا کی فرعونیت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ وہ اپنی پارٹی کے چند خیر خواہوں کو نوازنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر رہے اور انکے نیچے کام کرنے والے افسران کی رعونیت بھی کسی سے کم نہیں ہے اور تو اور ہمارے بعض افسران اپنے وزیر کو بھی کسی کھیت کی مولی نہیں سمجھتے آپ بہت دور نہ جائیں پنجاب کے محکمہ ایکسائز کو ہی دیکھ لیں جہاں نہ صرف وزیر اور انکے ڈی جی کی بول چال تک بند ہو چکی ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اسی طرح پاکستان بھر میں متعدد محکموں کے افسران اپنے وزیروں کو گھاس تک نہیں ڈالتے جس طرح وزیر الیکشن جیتنے کے بعد اپنے حلقہ کے عوام کو بوجھ سمجھتے ہیں بلکل اسی طرح کا رویہ انکے ساتھ حکومت میں رکھا جارہا ہے اور کوئی کھل کر ان کے خلاف نہیں بولتا بلکہ سب تماشہ دیکھنے میں مصروف ہیں ان حکومتی وزیروں اور اراکین اسمبلی نے عوام کا جو حشر کر رکھا ہے اس پر بھی سب خاموش ہیں مہنگائی نے

غریب انسان کا جینا مشکل کر دیا ہے جبکہ مرنا اس سے بھی مشکل ہو چکا ہے اور زندگی کی سانس کو بحال رکھنے کی اسی کش مکش میں ہر فرد کی توجہ لوٹ مار کی طرف ہو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ ملاوٹ زدہ اشیاء کی تعداد میں اضافہ ہو چکا ہے کمیشن مافیا کا ہر طرف راج ہے اور تو اور ایک جائز کام کروانے کے لیے بھی سالوں انتظار کرنا پڑتا ہے اور آخر کار جائز کام اور اپنا حق مانگنے والے کو اپنا کام بھی ناجائز ہی محسوس ہونے لگتا ہے اور جب کبھی موقعہ ملنے پر وہ کسی ملزم کی طرح ڈرتا ہوا مذکورہ وزیر سے مل ہی لیتا ہے تو اس وقت اسے ایسا رویہ .برداشت کرنا پڑتا ہے کہ یا تو وہ اپنا حق مانگنا ہی چھوڑ دیتا ہے یا پھر کسی اور راستے کا انتخاب کرلیتا ہے ہمارے اپوزیشن لیڈروں کو ان سب باتوں کا علم ہونے کے باوجود کچھ نہیں کرتے اور کان لپیٹ کر دوسری طرف نکل جاتے ہیں پاکستان میں اس وقت اگر کوئی شور مچا رہا ہے تو وہ شیخ رشید ہے جو ہر جگہ اور ہر وقت عوامی مسائل کی بات کرتا ہے ابھی کل ہی کی بات ہے کہ شیخ رشید کا کہنا تھا کہ اگر اپوزیشن متحد نہ ہوئی تو حکومت سب کو ''کھا'' جائے گی ،مجھے حکومت کے خلاف احتجاج کیلئے 4 کروڑ نمازی نہیں حکومت کا سیاسی جنازہ اٹھانے کیلئے 4 لوگ ہی چاہئیں ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد کر گئی تو پھر اللہ ہی حافظ ہوگا' اپریل سے دسمبر تک نواز شریف کے مستقبل کا فیصلہ ہونا ہے وہ یا تو رہ جائے گا یا گھر چلا جائے گا' میں اکیلا ہی ون مین آرمی ہوں اور سب کو ایل بی ڈبلیو کروں گا نواز شریف دور میں

- ہر پاکستانی 5550 کا مقروض ہو گیا

شیخ رشید نے اپنی سیاست کا آغاز جس غربت کی دلدل سے کیا تھا وہ چاہتے ہیں کہ اس دلدل سے عوام کو نکالیں اگر اسی طرح ہمارے باقی کے سیاستدان بھی بن جائیں تو ملک میں راتوں رات تبدیلی کا عمل شروع ہو جائیگا اور اس کے لیے ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کا بھی بہت.بڑا رول ہے کہ جس طرح کی سیاست کا آغاز انہوں نے کیا خود کوئی عہدہ لینے کی بجائے ورکروں کو نوازا اور پھر ان ورکروں سے عام ورکروں کے رابطے بحال ہوگئے اور ایم کیو ایم بھی مضبوط ہو گئی اگر الطاف حسین واپس پاکستان آتے ہیں تو حکومت میں شامل ہونے کی بجائے شیخ رشید اور فیصل رضاء عابدی کے ساتھ ملکر ملک کو اندھیروں سے نکالنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ تینوں جب میدان میں نکلیں گے تو پھر باقی کے بھی جو عوامی خدمت کے دعویدار ہیں وہ خود بہ خود ان کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے اور پھر پاکستانی قوم پیچھے کیسے رہ سکتی ہے اور رہی ایک کروڑ نمازیوں کی تلاش وہ نہ جانے کب اکٹھے ہوں اور کب مولانا طاہر القادری صاحب ان کی امامت کروائیں کیا ہی بہتر ہو کہ مولانا طاہرالقادری صاحب صرف چار لوگوں کی جماعت کا اعلان کرکے میدان میں اللہ اکبر کی صدا بلند کریں کیونکہ جنازہ اٹھانے کے لیے چار ہی افراد کی ضرورت پڑتی ہے باقی تو ثواب کی نیت سے ساتھ شامل ہوتے ہی رہتے ہیں -

قوم کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ ابھی بھی چند انگلیوں پر گنے جانے والے لوگ انکے حقوق کی بات کرتے ہیں جب یہ بھی نہ رہیں گے تو پھر عوام کی کھال کے جوتے پہنے جائیں گے وہ بھی مردہ نہیں زندہ لوگوں کی کھینچ کر اس لیے جو عوام کی بات کرتے ہیں وہ عوام کی خاطر پہلے خود اکٹھے ہو جائیں اسکے بعد قوم ان کے پیچھے سیسہ پلائی دیوار بن جائیگی ورنہ قوم کی باتیں کرکے قوم کو بیوقوف بنانے والوں کی نہ پہلے کمی تھی نہ اب ہے کیونکہ امید وحسرت کی کرنیں جب ڈوبنے لگتی ہے اور مایوسیوں کا سمندر ٹھاٹیں مارنے لگتا ہے تو اس وقت اندھیرے کا وقت کاٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے مگر جب روشن صبح کا آغاز ہوتا ہے تو پھر اندھیرے کے زخم تکلیف تو بہت دیتے ہیں مگر بھول جاتے ہیں اس لیے کیا ہی بہتر ہو کہ ہمارے حقوق کی بات کرنے والے یہ چند سیاستدان ہمیں ہمیشہ یاد رہیں نہ کہ وہ بھی کسی اندھیری راہوں میں گم ہو جائیں۔

4 جی ٹیکنالوجی اور ہمارا کلچر

لاہور میں ایک صحافی کی طرف سے وزیر اعلی پنجاب پر جوتا پھینک دیا گیا جو انتہائی قابل مذمت اور قابل شرم فعل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملکی اداروں کی حالت پہلے سے بھی خراب ہوتی جارہی ہے اور عوام بھی جہالت کی دلدل میں دھنستی جارہی ہے ایسا کیوں ہوا اس پر آخر لکھوں گا سب سے پہلے یہ بتادوں کہ 18 کروڑ سے زائد آبادی والا ملک پاکستان جہاں موبائل صارفین کی تعداد ایک کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے بلاآخر تھری جی اور فور جی موبائل سروسز کا آغاز ہونے جارہا ہے یقینا یہ موجودہ حکومت کی بہت بڑی کامیابی ہے کہ انہوں نے بہت تاخیر سے ہی سہی مگر اس منصوبے کو شروع کر ہی دیا 3 جی اور 4 جی میں پاکستان کا نمبر 102 ہے اور کوئی بھی جدید ٹیکنالوجی ہم تک پہنچتے پہنچتے سو سال بوڑھی ہوجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم ابھی تک ترقی پذیر ممالک کی صف میں بھی شامل نہیں ہوسکے جبکہ ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہونے کے لیے ہم صرف سوچ ہی سکتے ہیں پاکستان میں موبائل سروس کا آغاز اس وقت ہوا جب دنیا سیکنڈ جنریشن ٹیکنالوجی سے پیچھا چھڑوا کر 3 اور 4 جی ٹیکنالوجی کو بھی بہت پیچھے چھوڑ چکے تھے اور ہم ابھی اس ٹیکنالوجی میں قدم رکھنے جارہے ہیں یہ ٹیکنالوجی ہمارے لیے بہت نئی ہے اور ہم اس کے نام سے بھی واقف نہیں

ہیں یہ وہ ٹیکنالوجی ہے جس سے ہر موبائل فون پر تیز انٹرنیٹ سروس فراہم ہوسکے گی اس وقت جو ٹیکنالوجی فراہم کی جارہی ہے وہ ''ایج'' یعنی ایکسچینج ڈیٹا ریٹس فار جی ایس ایم ایولوشن یا 2جی یعنی سیکنڈ جنریشن ٹیکنالوجی کہلاتی ہے لیکن تھری جی اور فور جی عنقریب اس کی جگہ لے لے گی جس سے موبائل ڈیٹا خواہ وہ تحریری شکل میں ہو یا تصویری و فلم کی شکل میں اس کی ڈاؤن لوڈنگ اسپیڈ کئی گنا بڑھ جائے گی اور موبائل کے ذریعے بہت تیزی سے ڈیٹا ٹرانسفر یا شیئر ہوسکے گی جس طرح کمپیوٹر پر انٹرنیٹ کے ذریعے ہوتا ہے۔ٹو جی کے مقابلہ میں نئی ٹیکنالوجی کی اسپیڈ میں کتنا فرق ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر آپ کسی ویب سائٹ سے کوئی آڈیو فائل (گانا وغیرہ) موجودہ ٹیکنالوجی کی مدد سے ڈاؤن لوڈ کرتے ہیں اور اس میں کم از کم کچھ منٹ کا وقت ضرور لگے گا مگر فور جی اسپیکٹرم ٹیکنالوجی اسی گانے کو صرف چند سیکنڈ میں ہی ڈاؤن لوڈ کردے گی یہی نہیں بلکہ ویڈیو ڈاؤن لوڈنگ بھی چند سیکنڈ میں ہی مکمل ہوجائیگی اور رہی بات کسی بھی ویب سائٹس کو اوپن کرنے ،ایس ایم ایس ،پکچر میسجنگ ،،ایم ایم ایس،ای میل اور براؤزنگ کی تو یہ سب کچھ اس نئی ٹیکنالوجی کی بدولت ہوا کی طرح ہلکا اور آسان ہوجائیگا تھری جی اور فور اسپیکٹرم ٹیکنالوجی سے ڈاؤن لوڈ اسپیڈ میں اضافہ تو ہوگا ہی اسکے ساتھ ساتھ ملک میں روزگار کے نئے راستے بھی کھلیں گے ایک اندازے کے مطابق ایک بار یہ ٹیکنالوجی متعارف ہوگئی تو تو اس شعبے میں 9 لاکھ سے زائد نئی آسامیاں پیدا

ہونگی یہ نہایت کامیاب ٹیکنالوجی ہے اب تک دنیاکے 101 ممالک یہ ٹیکنالوجی اپنا چکے ہیں پاکستان کا نمبر 102 واں ہے اور پاکستان میں ہمیشہ جدید ٹیکنالوجی اس وقت آتی ہے جب وہ ترقی یافتہ ممالک میں ناکارہ ہوجاتی ہے ہم ابھی تک دور جاہلیت میں ہی اپنی زندگی گذار رہے ہیں ہمارے دیہات میں ابھی بھی لوگ نہراور کھال کا پانی پینے پر مجبور ہیں جبکہ چولستان میں بارشوں سے ذخیرہ ہونے والا پانی جانور اور انسان دونوں استعمال کرتے ہیں اور گلی محلوں میں بیٹھے ہوئے عطائی ڈاکٹر ایک ہی سرنج سے سب مریضوں کو انجیکشن لگا رہے ہیں اور حکمت کے نام پر جنسی ادویات کی بھرپور تشہیر کرکے سادہ لوح عوام کو لوٹا جارہا ہے یہ تمام لٹیرے چھپ کر یہ کام نہیں کرتے بلکہ سر عام ٹیلی ویژن اور اخبارات میں اشتہار دیکر لوگوں کو لوٹنے میں مصروف ہیں محکمہ صحت کا عملہ خاموشی سے اپنی کمائی میں مصروف ہے پاکستان میں کوئی ایسا میڈیکل سٹور نہیں ہوگا جہاں جنسی ادویات کی کھلے عام فروخت نہ ہورہی ہو اسی طرح ہم ہر آنے والی نئی ٹیکنالوجی کا بھی استعمال بھی غلط شروع کردیتے ہیں موبائل سموں کی وجہ سے سینکڑوں بے گناہ افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں دہشت گرد موبائل سم کے زریعے دھماکے کررہے ہیں اگر ہمارے حکمران عوام کو شعور دے دیں تو پھر پاکستان میں غربت بھی ختم ہوجائیگی اور جہالت کا بھی خاتمہ ہوجائیگا مگر اس کے لیے پوری قوم کو متحد ہوکر ایک بار اپنے لیے بھی سوچنا پڑے گا ورنہ تو جوتے ایسے ہی چلتے رہیں گے کبھی عوام جوتوں کی نوک پر ہونگے تو

کبھی حکمرانوں کو جوتا دیکھنا پڑے گا اگر ایسا نہ ہوا تو پھر یہ نئی ٹیکنالوجی کا استعمال ہم صرف گانے اور ویڈیو کی ڈاؤن لوڈنگ تک ہی رکھیں گے جبکہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں اس ٹیکنالوجی کی مدد سے بڑے کام لیے جا رہے ہیں اور پوری دنیا سمٹ کر انکی 4 انچ کی سکرین میں سمٹ آئی ہے جبکہ ہم نے ہر اچھی چیز کا غلط استعمال کرنے میں مہارت حاصل کر کے اپنی بڑی بڑی ٹی وی سکرینوں کو بھی کسی اور مقصد کے لیے ہی رکھا ہوا ہے ابھی بھی وقت ہے کہ ہم اپنی قربانی دیکر آنے والی نسل کو اس گہرائی میں گرنے سے بچالیں ورنہ حالات تو ہر روز بد سے بدتر ہوتے ہی جا رہے ہیں اور دن ہمارے بھی گنتی کے ہی باقی ہیں۔

ابھی چند روز قبل عوام کو شعور دینے والے طبقہ سے تعلق رکھنے والے ایک بے شعور صحافی نے پنجاب کے وزیر اعلی پر اپنا جوتا پھینک دیا جس سے نہ صرف سنجیدہ صحافیوں نے شرمندگی محسوس کی بلکہ اس طرح شعبہ صحافت بھی مشکوک ہوگیا ایک صحافی کو یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ اس طرح کا گھٹیا کام کرے صحافت ایک مقدس پیشہ ہے اس کے غلط استعمال کو روکنا ہم سب کی ذمہ داری ہے اور ایسے افراد کو بھی تلاش کر کے اپنی صفوں سے نکالنا ہم سب کی ذمہ داری ہے کیونکہ جوتوں کا براہ راست تعلق عوام اور حکمران سے ہے عوام کام نہ کرنے والوں کو اپنے ووٹ کی طاقت سے اپنے جوتے کی نوک پر رکھ سکتے ہیں اس لیے یہ

جس کا کام ہے وہی کرے ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محنت کشوں کا دن

پیتل کی بالیوں میں بیٹی بیاہ دی
اور باپ مزدور تھا سونے کی کان میں

کل مزدوروں کا عالمی دن تھا اور مزدور کے نام پر سیاست کرنے ولوں نے اس دن کو بھی خوب منایا اور جسکا دن تھا وہ اس دن بھی مزدوری کے لیے دربدر ہی رہا ایک مزدور کا سفر بھی بہت عجیب اور امیدوں سے بھرا ہوتا ہے ہر گذرے دن کی مصیبتیں وہ آنے والے دن تک بھول جاتا ہے گاؤں میں زمیندار کے ظلم کا نشانہ بنتے بنتے اور اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے خواب دیکھتے دیکھتے جب ایک محنت کش گاؤں، قصبے یا چھوٹے شہر سے بڑے شہر کا رخ کرتا ہے تو اچھے مستقبل کے نہ ٹوٹنے والے خواب اسکے ہمسفر ہوتے ہیں مگر جیسے ہی وہ کراچی ،لاہور ،فیصل آباد ،پشاور یا کسی اور بڑے شہر میں قدم رکھتا ہے تو وہاں پر موجود بے روزگاروں کی تعداد اور فٹ پاتھوں پر
موجود بکھرے بالوں سے براجمان بوڑھے مرد اور خواتین اسکے حوصلے پست کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر نیے آنے والے کے خواب اور بچوں کا مستقبل اسے مایوس نہیں ہونے دیتا اور وہ اپنی مزدوری کی تلاش میں لگ جاتا ہے کبھی کام مل گیا کبھی نہ ملا کبھی سونے کی جگہ مل گئی کبھی نہ ملی اور اپنی بھوک اور خواہشات دبا دبا کر جب کچھ پیسے جمع کر لیے تو پھر

گھر والوں سے ملنے کی خوشی میں واپسی کا سفر شروع ہو جاتا ہے گھر اور گاؤں والے یہ سمجھتے ہیں کہ شہر میں بہت کام ہے۔بڑے پیسے مل جاتے ہیں یہ تو ایک مزور ہی جانتا ہے کہ کس طرح محنت مزدوری کے بعد اس نے اپنے کھانے کے پیسے بھی کسی نہ کسی لنگر خانہ کی لائن میں لگ کر بچا لیے رات کسی دربار کے باہر یا کسی پارک میں لیٹ کر یا بیٹھ کر گذار لی وہ یہ سب تکلیفیں اپنے خاندان کی کفالت کے لیے برداشت کرتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ جب کبھی کوئی مشکل پڑے گی تو کسی نے اسکا ساتھ نہیں دینا حکومت کے تو بلکل ہی ہاتھ کھڑے ہوتے ہیں ایک باپ کے لیے اسکے بچے بچپن میں ہی جوان ہو جاتے ہیں خاص کر بیٹیاں جو والدین کا سہارا اور جیون دھارا ہوتی ہیں انکی خواہشات کو پورا کرنا ہر والدین اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اسی فرض کو نبھاتے نبھاتے وہ کولہو کے بیل بن کر کام میں لگے رہتے ہیں اور انکے خون پسینے سے ٹیکس چور دن بدن امیر سے امیر بن جاتے ہیں پاکستان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹنے والے ایسے وڈیرے اور سیاستدان جنہوں نے غریب کے نام پر اپنی سیاسی دوکانداری چمکائی اور پھر غریبوں کے ہی دشمن بن گئے آج پاکستان اور اس میں بسنے والے مزدوروں کا یہ حال ہے کہ جہاں سے سفر کا آغاز کیا تھا اس سے بھی دو قدم پیچھے چلے گئے ہیں جبکہ ہمارے سیاستدانوں نے نہ صرف پاکستان میں جائیدادیں بنا لی بلکہ پاکستان کی سرحدوں سے باہر بھی ملکی دولت جمع کرلی پاکستان اور اسکی عوام کو اس حال میں پہنچانے والے کوئی اور نہیں بلکہ ہم سب اس میں شامل ہیں

ایک کلرک سے لیکر وزیر اعظم اور صدر تک سب ہی قصور وار ہیں جو اپنے ذاتی کام تو اس تیزی سے کرتے ہیں کہ ایک دن کے بعد دوسرا دن نہیں چڑھنے دیتے جبکہ غریب بیوہ کو صرف چند ہزار مالی امداد حاصل کرنے کے لیے درجنوں بار وزیر اعلی کے دفتر کے چکر کاٹنے پڑتے ہیں اور وہاں پر بیٹھے ہوئے انتہائی لاپرواہ اور بد تمیز قسم کے کلرک ان اپنے جیسوں کا ہی استحصال کرنے میں مصروف ہوتے ہیں میں نے متعدد بار ایسی بوڑھی خواتین اور معذور افراد کو وزیر اعلی کے دفتر کے اندر اور باہر روتے ہوئے اور فرعون صفت کلرک بادشاہوں کے آگے ہاتھ جوڑتے دیکھا مگر کیا مجال ہے کہ وہ ان پسے ہوئے بد نصیبوں کو تسلی دلاسہ دیکر ہی واپس بھجواتے مگر یہاں پر فرعونیت اپنے ہی رنگ میں براجمان ہے پاکستان میں جس سے بھی کسی کو کام پڑ گیا وہی ذلیل وخوار کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے میں خود قلم کا مزدور ہوں اور اسی حوالے سے ملک کے دوسرے مزدوروں سے بھی رابطہ رہتا ہے آج جس طریقہ سے مزدور ہی مزدور کو کمزور کر رہا ہے اسکی مثال نہیں ملتی غریبوں کو آپس میں لڑانا اور اپنے مفادات حاصل کرنا یہ ہمارے حکمرانوں کی پالیسی رہی ہے جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی رہے یہی وجہ ہے کہ جو بھی پاکستان میں حکمران آیا اس نے آنے سے پہلے غریبوں کے نام پر ہی اپنی سیاسی دوکانداری چمکائی اور پھر اقتدار کے ایوانوں میں پہنچ کر عوام کو ایسے بھولے جیسے وہ غریبوں کو کچلنے کا مینڈیٹ لیکر آئے ہوں اسی لیے تو دن بدن ملک میں غربت کی شرح خطرناک حد تک

بڑھ چکی ہے اور جو اچھے مستقبل کی امید لیکر شہروں میں مزدوری کرنے آرہے ہیں وہ پیسہ تو نہیں کما سکے الٹا بیماریاں لیکر واپس اپنے گھروں کو ضرور جارہے ہیں جہاں غربت اور جہالت پہلے سے ہی انکی منتظر ہوتی ہے۔

گندم امیر شہر کی ہوتی رہی خراب
بیٹی کسی مزدور کی فاقوں سے مر گئی۔

قلم کا مزدور

گزشتہ روز یکم مئی کو محنت کشوں اور مزدوروں کا عالمی دن تھااور آج 3 مئی کو قلم کے مزدوروں کا عالمی دن ہے ویسے توصحافت ریاست کا چوتھا ستون ہے مگر قلم قرطاس کا مزدور آج بھی رضاکارانہ کام کرنے پر مجبور ہے نسل در نسل اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے باوجود علاقائی صحافی مزدور جیسے بنیادی حقوق سے بھی محروم ہیں ریاست کے چوتھے ستون کی بنیادی اکائی کے حقوق سلب کرنا ظلم وزیادتی کے مترادف ہے میڈیا اداروں میں کارکن صحافیوں کو عارضی کنٹریکٹ پر رکھا جاتا ہے جبکہ علاقائی صحافیوں کے لیے کنٹریکٹ تودور کی بات انہیں اعزازی طورپر بھرتی کرکے حالات کے رحم کرم پر چھوڑدیا جاتاہے علاقائی صحافی کی کم ازکم تنخواہ ایک مزدور کے.برابرطے ہونے سے نہ صرف زرد صحافت کا خاتمہ ہوگا بلکہ ریاست کا چوتھا ستون بطور صنعت ابھر کراہم مقام حاصل کرلے گاپاکستان میں صرف صحافت کا ہی.براحال نہیں ہے بلکہ جس محکمہ یا ادارے کی کارکردگی بھی دیکھی جائے تو وہ صفرہے پاکستان کوآزاد ہوئے 67سال ہونے والے ہیں اور ہم نے ابھی تک اپنی ترقی کاراستہ تلاش نہیں کیا اگر ہم نے کسی چیز میں مہارت حاصل کی ہے تو وہ دوسروں کی جیب صاف کرنے، لوٹ مار اور دو نمبری میں کی ہے رشوت دینے اور لینے میں کی ہے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں کی ہے ملک کی جڑیں کمزور کرکے

عوام کے حقوق پر ڈاکے ڈال کر دولت کو بیرون ملک لے جانے میں کی ہے اور ان سب لٹیروں کے سیاہ کارناموں کو عوامی خدمت کا درجہ دیکر تحفظ دینے والے ہمارے میڈیامالکان اورانکے حواریوں نے بھی اپنے کام میں مہارت حاصل کی ہے یہی وجہ ہے کہ کل کا ناجائز فروش آج کا صحافی بن کر نہ صرف اپنے آپ کو محفوظ کرچکا ہے بلکہ اپنے جیسوں کا محافظ بھی بن گیا جبکہ رہی سہی کسر اخباری مالکان نے پوری کردی جنھوں نے سیکیورٹی اور فیس کے نام پر علاقائی نمائندوں سے لاکھوں روپے بٹور کر ایسے افراد کو بطور صحافی متعارف کروادیا جن میں سے اکثریت کے پاس پیسہ غیر قانونی تھا اور جب ایسے ایسے بے ضمیرے افراد اپنے آپ کو صحافی کہلانا شروع کردینگے تو پھر باقی اداروں کی طرح شعبہ صحافت بھی کسی گہرے کنویں میں جا گرا ہے اب تو ہر اخبار اور ٹی وی چینلز میں بھی گروپ قبضہ کیے ہوئے ہیں میٹرک پاس ایڈیٹر ہے تو ایم اے پاس نوکری کے لیے سفارشیں ڈھونڈ رہا ہے اب بھی لاہور، کراچی، فیصل آباد، پشاور، کوئٹہ اور اسلام آباد جیسے بڑے شہروں میں بغیر تنخواہ کے کام کرنے والوں کی بھرمار اور ایسے افراد کو چن چن کر صحافی بھرتی کیا جاتا ہے جو خود کمانا جانتا ہو اور حصہ اوپر بھی پہنچاسکے ایسے افراد کو ہر ادارے اور ہر کلب میں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے کیونکہ وہ کماؤ جو ہوتا ہے اسکے برعکس کام کرنے والے صحافی ہر دور میں اور ہر کسی کی آنکھ میں کانٹے کی طرح چبھتے ہیں نہ یہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور نہ ہی اپنے پیٹ سے کپڑا

اٹھاتے ہیں اور حکومت بھی ایسے ہی خوش آمدیوں کو نوازتی ہے جو ہر وقت انکی تعریفوں میں لگے رہیں کیونکہ آج صحافیوں کا عالمی دن ہے اس لیے یہ بات ریکارڈ پر لانا ضروری ہے کہ آج کی صحافت ایک بزنس ہے اور جن کے ہاتھوں میں صحافیوں کی ڈور ہے وہ بزنس مین ہیں پاکستانی بزنس مین کبھی بھی گھاٹے کا کام نہیں کرتا اسے نہ تعلیم سے غرض ہوگی نہ کام سے اسے وہ بندہ چاہیے جو اسے کما کردے اسکے ناجائز کاموں کو تحفظ فراہم کرواسکے اور اعلی عہدوں پر بیٹھی ہوئی شخصیات سے انکا تعارف کرواسکے بڑے شہروں میں غربت صحافیوں کی ہڈیوں تک جا پہنچی ہے اور جو چھوٹے شہروں میں لاکھوں روپے دیکر کسی اخبار یا ٹیلی ویژن چینل کی نمائندگی حاصل کرتا ہے اسکا اندازہ پڑھنے والے خود لگالیں کہ وہ کس قسم کی صحافت کریں گے اور کس کس کو بلیک میل کرکے صحافت کا نام روشن کریں گے جس طرح باقی اداروں کا حکومتی سرپرستی میں خانہ خراب ہوچکا ہے اسی طرح شعبہ صحافت اور صحافی حضرات بھی حکومتی بے حسی کا شکار ہیں ایک کام کرنے والے صحافی نے اگر کسی شہر سے اخبار شروع کرنے کی اجازت لینی ہو تو اسے متعلقہ ڈی سی او اجازت دینے میں مہینوں لگا دیتا ہے لیکن یہی کام کسی سرمایہ دار نے کرنا ہو تو اخبار کی اجازت اسکے گھر میں پہنچ جاتی ہے اگر کسی کام کرنے والے صحافی کو حکومتی مدد کی ضرورت پڑ جائے تو حکومت اسے چند ہزار روپے دینے میں مہینے لگا دیتی ہے لیکن یہی کام حکومت اپنے چاہنے والے صحافیوں کو لاکھوں روپے انکے گھر جاکر پہنچا آتی ہے اسی

اخبار کو اشتہار دیے جاتے ہیں جو حکومت کی چاپلوسی کرنے میں مگن رہے اور جو عوام کی بات کرے اسکا گلا گھوٹنے کی ہر ممکن کوشش کرکے اسے دبا دیا جاتا ہے حکومت کا کام سب کی مدد کرنا ہے نہ کہ صرف چند افراد کو نوازدیا جائے یہی وجہ ہے کہ آج کام کرنے والا صحافی ایک مزدور سے بھی بدتر زندگی گذارنے پر مجبور ہے اور جو لوٹ مار میں مصروف ہیں انہیں نہ حکومت کی پرواہ ہے قانون کی اور نہ ہی کسی کی مدد کی وہ گروپ ہر جگہ اور ہر اخبار میں مضبوط ہوتا ہے انہیں کوئی نہیں ہلا سکتا۔

میاں شہناز شریف

ایک نقطے نے محرم سے مجرم بنا دیا کیا خوب حقیقت ہے کہ آج پنجاب کے خادم اعلی جناب میاں شہباز شریف بھی اسی ایک نقطے کی زد میں آ چکے ہیں آجکل چونکہ سوشل میڈیا بڑا مضبوط ہوگیا ہے ہر کوئی اپنی رائے بڑی غیر جانبداری اور مضبوطی سے دیتا ہے خاص کر فیس بک اور ٹوئٹر کے صفحات پر آپ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی اب سوشل میڈیا پر میاں شہباز شریف کے وعدوں کی سب تقریریں موجود ہیں جس میں میاں صاحب نے بجلی کے بحران کو ختم کرنے، پیپلز پارٹی کے کرپٹ لیڈروں کو سڑکوں پر گھسیٹنے سمیت متعدد دعوے کیے تھے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو میرا نام شہباز شریف نہیں انہی وعدوں اور دعووں کی برخلافی پر آجکل سوشل میڈیا پر میاں شہباز شریف کا جو نام زیر گردش میں ہے اس میں بھی صرف ایک نقطہ نیچے سے اوپر کردیا گیا اور اسی ایک نقطے کی تبدیلی سے سوشل میڈیا پر جو نام لکھا اور پڑھا جارہا ہے وہ میاں شہناز شریف ہے موجودہ حکومت کو برسر اقتدار آئے ہوئے ایک سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے اور الیکشن سے قبل مسلم لیگ ن کی قیادت نے عوام سے جو وعدے کیے تھے انکو پورا کرنا تو ایک طرف انکی طرف توجہ دینا بھی ان حکمرانوں نے گوارا نہیں کیا عوام کی بنیادی ضرورت پانی ہے مگر بجلی

کا بحران اتنا شدت اختیار کرگیا ہے کہ پانی بھی غریب آدمی کی پہنچ سے دور نکل گیا ہے نہ بجلی آتی ہے اور نہ ہی سرکاری ٹیوب ویل چلتے ہیں اور نہ ہی پانی لوگوں کے گھروں تک پہنچتا ہے گرمیوں کی شدت میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے.بڑے شہروں کے چھوٹے گھروں میں رہنے والے شہری دن کو تو معاشی صورتحال سے پریشان رہتے ہی تھے مگر اب تو بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے راتیں بھی جاگ کر پریشانی کے عالم میں گذار رہے ہیں انسان خود تو اپنی ہر پریشانی اور دکھ.برداشت کرسکتا ہے مگر گرمی سے بچوں کا رونا .برداشت نہیں ہوتا اور اندر ہی اندر حکومت کے خلاف جو لاوا پک رہا ہے وہ اسے بہا کرلے جائیگا ابھی ایک سال قبل ہی کی تو بات ہے کہ میاں شہباز شریف پنجاب کے وزیر اعلی تھے اور مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی بجلی کی لوڈ شیڈنگ اس وقت بھی اپنے عروج پر تھی اور میاں شہباز شریف نے مرکزی حکومت کے خلاف مینار پاکستان میں احتجاجی کیمپ لگادیا تھا اور خود مظاہروں میں جاکر پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف نعرے لگوایا کرتے تھے اور پھر اپنی الیکشن مہم کے دوران عوام سے جو.بڑے.بڑے وعدے اور دعوے کیے تھے اقتدار میں آتے ہی انہیں پس پشت ڈال دیا گیا یہ میاں.برادران کی بہت خوش قسمتی ہے کہ انہیں اپوزیشن نہ ہونے کے.برابر ملی مگر بد قسمتی سے مسلم لیگ ن اپنی حکومت کے خلاف خود ہی اپوزیشن کا کردار ادا کر رہی ہے کیونکہ ملک میں جب روزگار، بجلی اور گیس کا بحران ہو، لاقانونیت ہو، افسر شاہی ہو، رشوت اور سفارش کا کلچر ہو، انصاف بکتا ہو، عزتیں سر عام

لٹتی ہو ،انصاف کے حصول کے لیے جان کی قربانی ہو، بادشاہ سلامت اپنے وزیروں کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہوں اور سپیکر قومی اسمبلی کو خادم اعلی سے ملاقات کے لیے بھی وقت لیناپڑتا ہوتو پھر وہاں اپوزیشن کی ضرورت نہیں رہتی حکومتی اراکین ہی اپنے لیڈروں کے خلاف خفیہ اپوزیشن بن جاتے ہیں اسی لیے تو شیخ رشید کا دعوی ہے کہ حکومتی اراکین اسمبلی اسے کہتے ہیں کہ شیخ صاحب ان کو تن کے رکھیں ہم تمھارے ساتھ ابھی تو یہ باتیں اندر کھاتے کی ہیں مگر اب باہر نکلنا شروع ہو گئی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ مسلم لیگ ن کی حکومت الیکشن سے قبل عوام سے کیے ہوئے وعدوں پر عمل کریں معافی مانگنے اور شرمندہ ہونے کا وقت ہے اور نہ یہ چیزیں اب ملیں گی کیونکہ ایک قاتل بھی جرم کرنے کے بعد معافی ضرور مانگتا میاں صاحب ابھی بھی عوام آپ کے ساتھ ہیں اور وقت آپ کے ہاتھ میں ہے ملک میں بڑھنے والی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں کراچی میں جو بے گناہوں کا دن رات خون بہہ رہا ہے اسے روکیں کیونکہ ایک گھر کا جب چراغ گل ہوتا ہے تو جس پر بیتتی ہے وہ جانتا ہے کہ آج وہ جس کی لاش اٹھا رہا ہے اسے جوان کیسے کیا تھا اور بچے نہ دنوں میں پیدا ہوتے ہیں اور نہ ہی منٹوں میں جوان ہوتے ہیں انکی پرورش میں والدین کو جن مشکلات سے گذرنا پڑتا ہے یہ وہی جانتے ہیں کہ کیسے انہوں نے اپنی خواہشات کا گلا دبا کر اپنے بچوں کو پروان چڑھایا اور پھر ایک ہی پل میں کیسے انکے سپنے چکنا چور ہو جاتے ہیں کراچی سمیت ملک بھر میں مارے جانے والے تمام بے گناہوں کا خون حکمرانوں کے

سر پر ہے جسکا انہیں حساب دینا پڑے گا ان وحشی درندوں سے بے گناہ معصوم انسانوں کو بچائیں ان بے موت مارے جانے والے بچوں کی جگہ زرا اپنے بلاول اور حمزہ کو بھی رکھ کر دیکھیں شائد کچھ احساس ہو جائے میاں صاحب اب بھی وقت ہے کہ آپ عوام سے کیے ہوئے تمام وعدوں پر عمل کرلیں ورنہ ابھی تو صرف ایک نقطہ نیچے سے اٹھا کر اوپر لگنے سے صرف نام تبدیل ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری بساط ہی لپیٹ دی جائے اور پھر آپ کے پاس سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہ رہے۔

تحریر۔روہیل اکبر 03466444144

ذمہ دار کون؟

آج پورے ملک میں بھوک ننگی ڈانس کر رہی ہے کم اجرت اور بڑھتی مہنگائی نے عوام کو ناکوں چنے چبوا دیے ہیں اور لوگ اپنے جوان لاشے اپنے کندھوں پر اٹھائے کسی مسیحا کے انتظار میں ہیں پاکستان آج جن حالات سے گذر رہا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے ؟ کیا سیاستدان ہیں جنھوں نے عوام کے نام پر لوٹ مار کی یا ہماری بیورو کریسی جنھوں نے اپنی اچھی جگہ پر تعیناتیوں کے لیے ان حکمرانوں کے ہر ناجائز کام کیے اور عوام کو پنکچر والی ٹیوب کی طرح خوب رگڑا ، یا پھر ان سب کو لوٹ گھسوٹ اور عوامی حقوق پر ڈاکے ڈالنے کے الزام میں اقتدار پر قابض ہونے والے فوجی ڈکٹیٹر ان حالات کے ذمہ دار ہیں پاکستان کو پاک سرزمین بنانے کے لیے جن لوگوں نے اپنے خاندانوں کی قربانیاں دیں اپنے معصوم بچوں کو نیزوں کی انیوں میں اچھلتے دیکھا اور اپنے گھروں کو نئے ملک میں جانے کی خوشی میں چھوڑ دیا کیا آج کا پاکستان انکی امیدوں پر پورا اترا اگر نہیں تو پھر اسکا ذمہ دار کون ہے کیا ہمارے حکمران ،اخباری مالکان اور باقی کے بچے ہوئے ٹھیکیداروں نے پاکستان کو سنوارنے اور بنانے کی کوشش کی یا اسے مزید بگاڑنے میں اپنا کردار ادا کیا ہمارے حکمران جس طرح الیکشن میں کامیابی کے بعد عوام سے دور ہو جاتے ہیں اسی طرح ہر ضلع میں بٹھا ہوا اعلیٰ سرکاری افسر بھی عوام کو اپنی

رعایا سمجھ کر خود بادشاہی کے مزے لوٹنے لگتا ہے مگر اپنے سے اوپر والے کے سامنے چوں تک نہیں کرتا کیا پاکستانی قوم یہ پوچھنے میں حق بجانب نہیں ہے کہ جو عوام کے نمائندے بن کر اقتدار کے ایوانوں میں پہنچتے ہیں وہ عوام دشمنی پر کیوں اتر آتے ہیں اور جو کہلاتے تو پبلک سرونٹ ہیں مگر پبلک کو جوتی کی نوک پر رکھتے ہیں حکمرانوں سے لیکر ان سرکاری ملازمین تک سب ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے میں مصروف ہیں غریب اور محنت کش سرکاری ہسپتال میں علاج اور دوائی کے لیے ترستا ہے ،روٹی کے لیے تڑپتا ہے اور بچوں کی معصوم خواہشوں کے لیے اپنی جان قربان کردیتا ہے جبکہ سفارشی اور خوش آمدی قسم کے نااہل ہر جگہ نمایاں اور حق داروں کا حق غصب کرنے میں لگے ہوئے ہیں میرٹ سے ہٹ کر تعینات ہونے والے نہ اپنی بات کسی سے منوا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو اسکا حق دلا سکتے ہیں اور اسی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے حکمران ایسے افسران کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اعلی عہدوں پر تعینات کرتے ہیں جو انکے سامنے بھیگی بلی بنا رہے ایسے ملازم نہ صرف حکمرانوں کو بدنام کرواتے ہیں بلکہ انکو عوام کی نظروں میں بھی بری طرح گرادیتے ہیں اگر کسی کو کوئی شک ہو تو وہ پنجاب کے مختلف شہروں میں تعینات ڈی سی اوزاور ڈی پی اوز کو دیکھ لیں ایک دو کاموں کے سلسلہ میں مجھے خود ساہیوال اور خانیوال کے ڈی سی او سے ملنے کا اتفاق ہوا جس کے بعد مجھے اندازہ ہوگیا کہ ان بادشاہی صفت افسران کا عوام کے ساتھ رویہ کیسا ہوگا یہ عوام کے دکھ درد کم کرنے کی بجائے انہیں

مزید بڑھا رہے ہیں اسی طرح پنجاب کے سب سے اہم محکمہ تعلقات عامہ کا بھی خانہ خراب ہو چکا ہے یہاں پر میرٹ سے ہٹ کر ایسے ایسے افراد کو چن چن کر لگایا گیا ہے جو صرف اپنے دفتر میں ٹی وی دیکھنے، سرکاری سہولیات سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور صوفہ کو بیڈ سمجھ کر لیٹنے کے لیے ہی آتے ہیں یہاں پر تعینات ڈائریکٹر جنرل چونکہ خادم اعلی کے پی آر او تھے اس لیے انہیں غیر قانونی ترقی دیکر سینئرز پر ترجیح دیکر ڈی جی پی آر تعینات کر دیا گیا اور وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف پر جوتا پھینکنے کا کام بھی اسی ڈی جی پی آر کے ہوتے ہوئے پیش آیا جسکی وجہ سے پاکستان کی پوری دنیا میں بدنامی ہوئی اسی محکمہ میں ڈائریکٹر نیوز اور ڈائریکٹر کوآرڈینیشن کی دو اہم سیٹیں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں جہاں پر ایک ایسے افراد کو تعینات کیا گیا ہے جو سارا دن اپنے دفتر میں لیٹنے کے علاوہ کوئی کام نہیں کرتا ڈائریکٹر کوآرڈینیشن چونکہ اشتہارات کے معاملات کو دیکھتا ہے مگر یہاں پر ایک ایسے فرد کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے جس پر کرپشن کے کیس اینٹی کرپشن میں چل رہے ہیں اور وہ ضمانت پر یہ معاملات چلا رہا ہے یہاں بھی دلچسپ ڈی جی پی SPL جیسے اشتہارات ڈپٹی ڈائریکٹر کے اختیار میں ہیں اور IPL بات یہ ہے کہ آر کے اختیار میں ہیں شعبہ اشتہارت کی سیٹیں ایسی ہیں کہ یہاں پر بیٹھے افسران کو ایڈوانس مل جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں پر تعینات شاہد مجید نے کروڑوں کی کرپشن کرکے کیسز بننے پر نوکری چھوڑ دی یہاں ایک اور بھی بڑی دلچسپ بات یہ

ہوئی ہے کہ ایک خاتون تقریباعرصہ 15 سال سے ایسی پوسٹ کے عوض تنخواہ لیتی رہی جو محکمہ میں تھی ہی نہیں کیونکہ وہ کبھی دفتر ہی نہیں آئی اور سب مراعات اسے گھر بیٹھے ملتی رہی جو ابھی تک مل رہی ہیں اور اس محکمہ میں کوئی بھی افسر اپنی صحیح سیٹ پر کام کرتا ہوا نظر نہیں آئے گا اگر کوئی بطور پی آر او گورنر کام کر رہا ہے تو وہ اپنی تنخواہ کسی اور سیٹ کے عوض لے رہا ہے یہاں تک کہ سیکرٹری اطلاعات کے پاس بھی وقت نہیں ہے کہ وہ اپنے محکمہ کی حالت زار پر توجہ دے سکے خیر ڈی جی پی آر تو انکے دفتر سے بہت دور ہے انکے پاس تو اتنا بھی وقت نہیں ہے کہ وہ کئی ماہ سے پڑی ہوئی ڈی جی پی آر کی فائلوں پر دستخط ہی کر دیں یہ صرف ایک محکمے کی کارکردگی ہے باقی کے محکموں کا اندازہ پڑھنے والے خود لگالیں اور عوام جاننا چاہتے ہیں کہ نہ صرف ان سرکاری اداروں بلکہ پورے ملک کی ایسی تیسی پھیر کر عوام کو بھکاری بنانے میں کس کا ہاتھ اور کون ذمہ دار ہے ؟

سکردو کا سفر

اسلام آباد سے سکردو کا سفر تقریبا 24 گھنٹے پر مشتمل تھا جس طرح سیاستدانوں نے ہماری زندگیوں کو مہنگائی ،بے روزگاری ،غربت اور لاقانونیت جیسی بے ہنگم اور نہ ختم ہونے والی سرنگ میں داخل کر رکھا ہے بلکل اسی طرح سکردو کا پر پیچ راستوں کا سفر بھی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا مگر ایک بات کی تسلی تھی کہ اس راستہ میں کوئی ڈاکو نہیں ہیں اور نہ ہی پولیس کے روپ میں بھیڑیے ملیں گے جو بھی ملا اور جہاں بھی ملا بڑے خلوص سے ملا سڑک کے ایک طرف دریائے سندھ کا پانی تیزی سے ہماری مخالف سمت بھاگ رہا تھا تو دوسری طرف اونچے اونچے پہاڑوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا اور ہم گاڑی میں کل 6 افراد تھے جن میں سے ہم تین صحافی تھے عدنان نوائے وقت سے طیب جنگ سے اور ایک ہمارا میزبان مظاہر شکری تھا جو اسی علاقے کا رہائشی ہے مگر آجکل وہ لاہور میں ہی قیام پذیر ہے اور ایک مذہبی جماعت کے میڈیا سیل کو بڑی کامیابی سے چلا رہا ہے سکردو اور شمالی علاقہ جات کے حوالہ سے یہاں کے لوگوں کی محرومیاں اور مسائل پر تفصیلی بعد میں لکھوں گا کہ سیاحوں کی جنت اور اس جنت کے باسیوں کا اتنا برا حال کیوں ہو رہا ہے ابھی تو فیالحال اس خوبصورتی کو اپنی انکھوں کے زریعے اپنے اندر اتارنے کی کوشش کر رہا ہوں جہاں

پر صبح سے لیکر رات تک خوبصورتی کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا مانسہرہ سے بشام تک کا سفر اتنا خطرناک نہیں مگر بشام سے سکردو تک کا سفر ایک چھوٹی سے سڑک کے زریعے شروع ہوتا ہے اگر نیچھے نظر کریں تو دریائے سندھ کا سر پٹختا ہوا پانی ہے اگر اوپر نظر دوڑائیں تو آسمان کی بلندیوں کو چھوتے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیاں ہیں جیسے جیسے سفر آگے بڑھتا رہا راستہ مزید تنگ ہوتا رہا اور سڑک کبھی پہاڑ کی چوٹیوں کی طرف رواں دواں ہوجاتی تھی تو کبھی دریائے سندھ کے کنارے تک پہنچ جاتی تھی جب سڑک پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف ہوتی تو وہاں سے نیچے دریا کی طرف دیکھنے والوں کی ڈر سے آنکھیں بند ہوجاتی تھی اور جب ہماری ویگن دریا کے کنارے اور پہاڑوں کے دامن پر رواں دواں ہوتی تھی تو وہاں سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر نظر ٹہرانا مشکل ہوجاتا تھا راستے میں مختلف چیک پوسٹوں سے بھی گذر ہوا وہاں پر تعینات پولیس اور آرمی کے جوان انتہائی خوش اخلاقی سے پیش آئے ضلع کوہستان میں داخل ہوئے تو بہت سے خیالات ذہن میں آنا شروع ہوگئے بچیوں کے ڈانس پر کیسے انہیں بے دردری سے قتل کردیا گیا اور دہشت گردوں کے ہاتھوں ظلم اور بربریت کی مثال قائم کرکے کیسے ہمارے جوانوں کی گردنیں تن سے جدا کرکے انہیں بے دردری سے شہید کردیا اتنے بڑے صدمات کو برداشت کرنا ان والدین کی ہی ہمت ہے جنھوں نے کمال بہادری سے اتنے بڑے صدمہ کو ملک و قوم کے لیے برداشت کیا ابھی انہی خیالات کے ساتھ ہی جڑا ہوا تھا کہ اچانک ڈرائیور نے ویگن روک دی اور کہا کہ

فاتحہ پڑھ لیں پوچھا کیا ہوا تو اس نے بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر دہشت گردوں نے فوجی جوانوں کو بے دردری سے شہید کرکے انکی لاشیں اسی جگہ رکھ دی تھی پورے جسم نے ایک جھرجھری لی اور ان شیہد ہونے والوں کے لیے دعا کی انکے والدین، بہن بھائیوں اور عزیزوں اقارب کے حوصلے کو سلام پیش کیا۔

صبح 10 سے ہمارا شروع ہونے والا سفر اگلے دن تقریبا ساڑھے دس بجے سکردوں میں اختتام پذیر ہوا یہاں پر سفید چادر اوڑھے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں نے ہمارا استقبال کیا تو ساری تھکن دور ہو گئی سیدھے ہوٹل میں چلے گئے جہاں پر نہا کر فریش ہوئے اسکے بعد سکردوں کی سڑکوں پر نکل گئے شنگریلا کی شام اور وہاں پر ٹھنڈی ہوا نے بہت مزہ دیا اور ساتھ گرم گرم چپس اور چائے نے تو اس شام کو یادگار بنا دیا واپس رات کا کھانا کھایا اسکے بعد یادگار چوک کی طرف نکل گئے جہاں پر اگلے روز مجلس وحدت مسلمین کے ہونے والے جلسہ کے لیے سٹیج تیار کیا جارہا تھا اس موقعہ پر سکردوں کے باسیوں نے بتایا کہ یہاں پر جرائم کی شرح صفر ہے لوگ اپنے گھروں کو تالا نہیں لگاتے چوری اور ڈاکے کا تصور بھی نہیں ہے فرقہ واریت کے نام پر کوئی قتل وغارت نہیں ہوتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہاں جتنے بڑے بڑے اور اونچے اونچے پہاڑ ہیں یہاں کے لوگوں کے اندر پیار و محبت اس سے بھی زیادہ بلندیوں پر مضبوط جڑوں کے ساتھ موجود ہے یہاں پر آج دوسرا دن ہے یہاں کی خوبصورتی اور اپنائیت دیکھ دل چاہتا ہے کہ یہاں

پر ہی رہائش پذیر ہو جاؤں مگر کیا کروں اپنا لاہور بھی تو پاکستان کا دل اور یہ بات تو
یہاں کے بسی بھی کہتے ہیں کہ لاہور لاہور ہے۔

خطرے کی گھنٹیاں

سکردو میں آئے ہوئے آج تین دن ہو چکے ہیں اور یہاں پر جس ہوٹل (مشہ برام) میں ٹھہرے ہوئے ہیں وہ قدرتی نظاروں کو دلفریب بنانے میں اپنی مثال آپ ہے ہر صبح ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھ کر پہاڑوں کی چوٹیوں سے بادلوں کو اٹھکھیلیاں کرتے ہوئے دیکھنا ایک ناقابل فراموش نظارہ ہوتا ہے۔برف سے ڈھکی ہوئی اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں یہاں کے لوگوں کے بلند حوصلوں کی امین ہیں جو حکومتی بے حسی اور سخت مشکلات میں اپنی زندگی گذار رہے ہیں 28ہزار مربع میل سے زیادہ رقبہ پر پھیلے ہوئے گلگت بلتستان کے تقریبا 18لاکھ عوام اپنے بنیادی حقوق سے بھی محروم ہیں جنت نظیر یہ خطہ سیاحوں کی جنت ہے مگر یہاں تک پہنچنے کے لیے صرف جہاز ہی واحد زریعہ ہے اور ہر کوئی اس سواری سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا جبکہ بل کھاتی ہوئی سڑک پر سفر کرنا کمزور دل افراد کے بس کی بات نہیں ہے ناشتہ کی ٹیبل پر علاقہ کی معروف شخصیت آغا مبارک علی موسوی اور آغا سید علی رضوی سے گپ شپ روٹین کا حصہ بن چکی تھی یہ ایسی شخصیات ہیں جن کے اندر اپنے علاقے کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ابھی کچھ عرصہ قبل حکومت نے گلگت بلتستان کی عوام کو گندم پر دی گئی سبسڈی ختم کی تو انھوں نے بھرپور دھرنا دیا جسکے بعد حکومت نے مجبور ہو کر اس علاقہ کے

لیے گندم کی سبسڈی بحال کر دی یہاں کی عوام احسان فراموش نہیں بلکہ انکی نسلیں بھی اپنے محسنوں کا احسان اتارنے میں مصروف ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے یہاں پر ذوالفقار علی بھٹو کے بعد اسکے لٹیرے جانشینوں کو بھی اس خطہ کی عوام نے جان سے لگائے رکھا اور یہاں پر آج بھی پیپلز پارٹی کی حکومت ہے مگر اس نام نہاد حکومت نے یہاں کی عوام کو اسی محرومیوں سے دوچار رکھا جوانکی حکمت عملی تھی اگر آپ سکردو آئیں تو آپ کو یہاں پر وزیر اعلی کا حلقہ بھی کسی کھنڈر کا منظر پیش کرتا ہوا ہی نظر آئے گا اور اب عوام کئی دہائیوں کے بعد پیپلز پارٹی کی حکومت سے سخت نالاں لگ رہے ہیں اتوار کے روز یہاں پر یادگار چوک میں وحدت مسلمین کا جلسہ تھا اور اکثریت کا خیال تھا کہ گلگت بلتستان کی تاریخ میں اتنا بڑا اور منظم جلسہ پہلے کبھی نہیں دیکھا اس جلسہ میں ملک بھر سے آئے ہوئے مختلف دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے اظہار یکجہتی کیا اتنے بڑے جلسہ کو دیکھ کر ایک بات تو واضح ہو گئی ہے کہ اب گلگت بلتستان کی عوام اپنے حقوق کی جنگ خود لڑنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں یہاں کی عوام چاہتی ہے کہ اس علاقہ کو اب ایک صوبے کا درجہ دیا جائے یہاں کی عوام کو بااختیار کیا جائے ووٹ کا حق دیکر گلگت بلتستان کو قومی اسمبلی اور سینٹ میں نمائندگی دی جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ گلگت بلتستان کو سیاحت کی نظر سے دیکھا جائے سڑکوں اور ریل کا نظام لایا جائے تاکہ پاکستان اور پاکستان کے باہر سے سیاح یہاں پر آسانی سے پہنچ سکیں اور قدرتی حسن سے مالامال اس

علاقہ کو دیکھ سکیں یہاں پر ایک بات سب سے حیرت انگیز ہے کہ جرائم کی شرع نہ ہونے کے برابر ہے لوگ اپنے گھروں کو تالا نہیں لگاتے اپنے گاڑیوں کو لاک نہیں کرتے اور اپنی دکانوں میں چوروں پر نظر رکھنے کے لیے سی سی ٹی وی کیمرے بھی نہیں لگاتے گلگت بلتستان کو چار ممالک کی سرحدیں لگتی ہیں جن میں سے چین اور بھارت اہم ہیں اگر یہاں پر اچھی سڑک تعمیر کردی جائے تو بھارت اور چین کے درمیان جو تجارت ایک لمبے سفر کے بعد اختتام پذیر ہوتی ہے وہ چند گھنٹوں کے سفر کے بعد ہی منزل مقصود تک پہنچ جائیگی ان تجارتی سرگرمیوں سے نہ صرف گلگت بلتستان کے عوام کی محرومیوں دور ہونگی بلکہ پاکستان کو اس تجارتی سرگرمیوں کی بدولت جو زرمبادلہ حاصل ہوگا وہ بھی پاکستان کو معاشی طور پر مستحکم کریگا مگر یہ تب ہی ہوگا جب یہاں کی عوام بااختیار ہوگی اور یہاں کی عوام بااختیار کب ہوگی اس بات کا اندازہ اتوار کے روز ایم ڈبلیو ایم کے جلسہ کو دیکھ کر لگانا اب مشکل نہیں رہا یہ جلسہ یہاں کے وزیر اعلی مہدی شاہ کے لیے خطرے کی گھنٹیاں تھا اب گلگت بلتستان کی عوام اپنے حقوق کے لیے متحد ہو چکے ہیں سکردو کے جلسہ میں سنی اتحاد کونسل ، منہاج القران ،اہلحدیث اور اہلسنت کے قائدین نے بھرپور شرکت کی اور سب نے متحد ہو کر ایک پلیٹ فارم سے ملک دشمنوں کے خلاف ووٹ کی طاقت سے عوام کو نجات دینے کا فیصلہ کیا ان تمام دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کا کریڈٹ اگر کسی کو جاتا ہے تو وہ ایم ڈبلیو ایم کے شعبہ سیاسیات کے سیکریٹری ناصر عباس شیرازی

ہیں جن کی اپنے شعبہ میں پوری گرفت ہے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو دلائل سے کرتے ہیں جو سیدھی سننے والے کے دل پر اثر کرتی ہے جبکہ علامہ راجہ ناصر عباس دوسری سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کی طرح چھپ کر نہیں بیٹھتے بلکہ عوام کے اندر رہنے کے عادی ہیں سکردو میں جلسہ کے اختتام پر جب وہ سٹیج سے اتر کر اپنی گاڑی میں بیٹھے تو عوام کے جوش اور جذبہ کو دیکھ کر عوام میں شامل ہو گئے جنہوں نے انہیں اپنے کندھوں پر اٹھا کر تقریبا ایک کلومیٹر کا فاصلہ پیدل طے کیا گھنٹہ گھر چوک سکردو میں ہونے والا یہ تاریخی جلسہ گلگت بلتستان کے وزیر اعلی اور انکی جماعت کے لیے خطرے کی گھنٹیاں ہیں کیونکہ جب عوام تبدیلی کے لیے اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں تو پھر کوئی بھی انکے راستے کی دیوار نہیں بن سکتا۔

خوبصورت لوگ

پاکستان کے شمالی علاقہ جات جتنے خوبصورت ہیں اس سے بھی زیادہ خوبصورت یہاں کے لوگ ہیں میں سکردو میں آٹھ دن رہا ہوں وہاں کی نا قابل بیان خوبصورتی کو اپنے الفاظ میں ڈھالنا مشکل ہے بس یہی کہہ سکتا ہوں کے اللہ تعالی نے اس حصہ کو جنت نظیر بنا دیا ہے اور یہاں کے رہائشیوں کو ظاہری حسن سمیت اندرونی طور بھی حسین بنا رکھا ہے سکردو میں بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں مگر سب سے اہم اور قابل ذکر ملاقات سکردو پریس کلب کے صدر جناب نثار عباس سے ہوئی جو سکرود میں جیو ٹیلی ویژن کے بیورو چیف بھی ہیں ان کی اپنے علاقہ کے لیے خدمات وہاں کے حکومتی عہدے داروں سے بہت زیادہ ہیں بطور ایک صحافی کے انہوں نے نہ صرف پریس کلب میں تمام صحافیوں کو ٹیلی فون ،انٹرنیٹ اور فیکس کی مفت سہولت دے رکھی ہے بلکہ سکردو پریس کلب میں ہونے والی ہر پریس کانفرنس کی فیس جو 5 ہزار روپے لی جاتی ہے اسے برابر حصوں میں وہاں پر موجود تمام صحافیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جبکہ نثار عباس نے اپنے آبائی گاؤں سدپارہ کو جہاں کی خوبصورت جھیل دنیا کی چند خوبصورت جھیلوں میں سے ایک ہے کے رہائشیوں کے لیے ایک عدد پن بجلی گھر تعمیر کر لیا ہے جسکی بجلی پورے گاؤں کو روشن رکھے گی نہ صرف اس مفت کی بجلی سے لوگوں کے گھر روشن ہونگے بلکہ سردیوں کے سخت ترین سرد دنوں میں انہیں اس

بجلی سے ہیٹر کی سہولت بھی میسر ہو گی جس سے وہ اپنے گھروں کو گرم رکھ سکیں گے اور اسی بجلی پر وہ لوگ اپنا کھانا بھی تیار کریں گے اس پن بجلی گھر سے نہ صرف لوگوں کی ہزاروں روپے کے بجلی کے بلوں سے جان چھوٹے گی بلکہ لکڑیوں کی مد میں آنے والے ہر ماہ ہزاروں روپے کی بھی بچت ہو گی اس علاقے کے لوگ نہ صرف سخت محنتی ہیں بلکہ ایمانداری اور فرض شناسی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں اسی گاؤں کے رہائشی جناب حسن سدپارہ بھی ہیں جن سے سکردو میں ملاقات ہوئی جنہوں نے نہ صرف دنیا کی بلند ترین چوٹیاں کے ٹو اور ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کیا بلکہ انہوں نے سب سے کم وقت میں ان بلندیوں پر پاکستان کا پرچم لہرا کر ایک نیا عالمی ریکارڈ بھی قائم کر دیا مگر بد قسمتی سے حکومت کی پیشہ وارانہ بے حسی کے باعث حسن سدپارہ کا نام ورلڈ ریکارڈ آف گینز بک کی زینت نہ بن سکا اور نہ ہی انہیں حکومت کی طرف سے کوئی مالی امداد دی گئی بلکہ انکی خدمات کے اعتراف میں حکومت نے جو اعلان کیے تھے ان پر بھی عمل نہیں کیا جا سکا یہاں پر قابل ذکر بات جو ہے وہ یہ ہے کہ حسن سدپارہ نے جب دنیا کی ان بلند ترین چوٹیوں کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھا تو دنیا کے مختلف ممالک نے انہیں نہ صرف شہریت دینے کا اعلان کیا بلکہ انہیں مالی طور پر بھی کروڑوں روپے کی آفر کی گئی مگر انہوں نے پاکستان کی عزت کی خاطر ان تمام آفرز کو ٹھکرا دیا اور اب وہ خود مالی مشکلات کا شکار ہیں اگر حکومت نے اس علاقہ اور اس علاقے کے باسیوں کی محرومیوں کو دور نہ کیا تو یہ پاکستان کے لیے بہتر نہیں ہو گا

کیونکہ اب یہاں کے لوگ اکتاہٹ کا شکار ہو چکے ہیں یہاں کے لوگ اپنے علاقہ ،اپنی سماجی روایات اور پاکستان کے ساتھ مخلص ہیں ہمیں اب مزید انکا امتحان نہیں لینا چاہیے جس طرح فوج اس علاقے کی رہائیشیوں کے لیے دن رات خدمت میں مصروف ہے اگر حکومت بھی اس علاقے کی طرف توجہ دے تو نہ صرف گلگت بلتستان کے لوگوں کی قسمت بدل سکتی ہے بلکہ پاکستان کو سیاحت کے شعبہ سے اربوں روپے بھی حاصل ہو سکتے ہیں اگر ایک نثار عباس اپنے گاؤں کی تقدیر بدلنے کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے ہے تو حکومت اس علاقے کے باسیوں کو سپورٹ کرے تو یہاں کا ہر فرد نثار عباس بن کر اپنے اپنے گاؤں کی ترقی کے لیے نکل کھڑا ہو جائے گااور جنت نظیر قدرتی معدنیات سے بھرپور یہ علاقہ پاکستان کی خوشحالی کا ضامن بھی بن سکتا ہے ان علاقوں میں نہ چور ہیں نہ چوری کا خطرہ ہوتا ہے سکردو جیل میں کل چار قیدی تھے ان علاقوں میں آپ ساری رات اپنے ہاتھوں میں لاکھوں روپے پکڑ کر گھومتے رہیں کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی آپ کی طرف نہیں دیکھنا یہاں کے لوگ نہ صرف اخلاقی طور پر مضبوط ہیں بلکہ جسمانی طور پر بھی مضبوط ہیں یہی وجہ ہے کہ 1948 میں ڈوگرا راج کے خلاف اپنے زور بازو سے آزادی حاصل کرکے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا تھااس لیے حکومت پاکستان کو چاہیے کہ ان کے جائز مطالبات پر فوری عملدرآمد کیا جائے اور گلگت بلتستان کے ساتھ متصل خیبر پختون خواہ کے جن علاقوں میں دہشت گرد پناہ لیے ہوئے ہیں انہیں وہاں سے پکڑ کر قانون کے حوالے کرکے امن قائم کیا جائے شاہراہ ریشم اور

شاہراہ قرام کو مزید بہتر کرکے وہاں پر ٹورازم ڈیپارٹمنٹ کو فعال کیا جائے راولپنڈی سے سکردو کا بذریعہ سڑک کا سفر تقریبا 25 گھنٹوں پر محیط ہے اگر حکومت سکردو اور گلگت کے لیے نیشنل اور انٹرنیشنل فلائٹس کو آنے کی اجازت دیدے تو اس علاقے کی قسمت جاگ جائیگی کیونکہ ان خوبصورت علاقوں کو دیکھنے کے لیے جانا پڑے تو صرف پی آئی ہے کا ایک جہاز اسلام آباد سے اڑتا ہے جو موسم کی خرابی کے باعث یا کبھی فنی خرابی کے باعث جا نہیں پاتا اور مسافروں کو کافی کھجل خواری اٹھانا پڑتی ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ اسی وجہ سے اس علاقے کے قدرتی حسن کو دیکھنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

لڑائی لڑائی معاف کرو

کہتے ہیں کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ چل جاتا ہے جو طاقت ور یا جس سے مفاد وابستہ ہوتا ہے سب اسکے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر دور میں طاقت کا توازن کبھی ایک پلڑے میں رہا تو کبھی دوسرے پلڑے میں پاکستان بھی ایک ایسا ہی ملک ہے جہاں کاغذوں اور لفظوں میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہے مگر عوام کے نام پر بیوقوف بنا کر طاقت ور کوئی اور بن جاتا ہے اور پھر جو اپنے آپ کو طاقتور بنا لیتا ہے وہ پاکستان اور پاکستانیوں کا بلا شرکت غیرے نتھو خیرے مالک بن جاتا ہے جہاں پر احتساب کا نظام نہ ہو چور اور ڈاکو ملک کے حکمران بن جائیں سرکاری اداروں میں ایک نہ رکنے والا لوٹ مار کا سلسلہ ہو اور اپنوں کو نوازنے کے لیے ہر پالیسی اور میرٹ کو پاؤں تلے روند دیا جائے ایک غریب اور محنت کش کے بچے کو کانسٹیبل بھی بھرتی نہ کیا جائے جہاں ملک کی جیلیں جرائم کی یونیورسٹیاں بن جائیں اور سیاستدان پاکستان کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑنے کے درپر ہو جہاں حصول انصاف کے لیے پورا خاندان قربانی دینے کے لیے تیار ہو اور غریب سارا دن محنت مزدوری کر کے ایک دن کا راشن بھی پورا نہ کر سکے تو پھر وہاں پر لڑائیاں قانون اور انصاف کے لیے نہیں لڑی جاتی بلکہ اپنی طاقت بڑھانے اور اپنا آپ دکھانے کے لیے لڑی

جاتی ہیں جہاں ریمنڈ ڈیوس جیسے ملک دشمن کو جیل میں وی آئی پی پروٹوکول دیا جائے جیل کے اندر ہی عدالت لگا کر اسے پھر رات کی تاریکی میں بھگا دیا جائے وہاں طاقت عوام کی نہیں ہوتی بلکہ عوام کے نام پر کھیل کھیلنے والوں کی ہوتی ہے اور یہ ایسی طاقتیں ہیں جن کے پیسوں سے دوسروں کے بنک بھرے پڑے ہیں اور رہی بات پاکستان کی غریب عوام کی اس کو تو کبھی سستی روٹی کے چکر میں الجھا دیا جاتا ہے تو کبھی سخت گرمیوں کی لوڈ شیڈنگ میں اپنے پسینے میں نہانے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے ابھی ملک میں جنگ اور جیو کا معاملہ بڑی شدت سے چل رہا ہے یہاں پر بھی طاقت کی جنگ جاری ہے کبھی ان کا پلڑا بھاری تھا تو اب کسی اور کا پلڑا بھاری ہے مگر مخالف کو دبایا وہی پر جاتا ہے جہاں پر قانون کی حکمرانی ہو ایسی جنگ میں نہ کسی کی ہار ہوتی ہے نہ جیت مگر دونوں طرف والوں کو اپنی اپنی طاقت کا اندازہ ہو جاتا ہے اور پھر مستقبل کے لیے نئے سرے سے تانے بانے بنائے جاتے ہیں اگر پاکستان کے ساتھ کوئی طاقت مخلص ہے تو وہ ان سب شعبدہ بازیوں سے باہر نکل کر عوام کو مضبوط کرے انہیں انکی گلیوں کی نالیوں کی سیاست سے باہر نکالے جب سے پاکستان بنا ہے اسی وقت سے ہمارے حکمران خواہ کسی بھی شکل میں ہوں ہماری گلی محلوں کی نالیوں اور سڑکوں کے نام پر اربوں روپے کھا چکے ہیں مگر ابھی تک نہ وہ گلیاں بن سکی اور نہ ہی کسی جگہ کوئی سیوریج کا پائیدار نظام موجود ہے اور سب سے بڑھ کر حیرت انگیز اور فکر مندی کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ان حکمرانوں نے

خود بڑی بڑی چوریاں کی اور سزا جزا سے بچ گئے وہی پر ہماری بدقسمتی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ہماری مساجد میں سے جوتیاں غائب ہوجاتی ہیں لوگ پنکھے اتار کر لیے جاتے ہیں اور سڑک کنارے رکھے ہوئے ٹھنڈے کولر سے پانی پینے کے لیے رکھا ہوا گلاس چوری کے ڈر سے زنجیر سے بندھا پڑا ہوتا ہے جہاں کرپشن اور لوٹ مار اس حد تک اور اتنی نچلی سطح تک پہنچ چکی ہو تو وہاں پر آپس کی لڑائیاں قانون اور انصاف کے حصول کے لیے نہیں ہوتی بلکہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے ہوتی ہیں ہماری عدالتوں کے باہر کچہریوں میں ہر طرح کے کام کے لیے ٹاؤٹ موجود ہیں جو پیسے لیکر ضمانتوں سے لیکر مچلکوں تک سب کام کرتے ہیں اور کیا یہ بات ہر کسی کو معلوم نہیں ہے کہ جب ایک شخص صبح گھر سے عدالت میں پیشی بھگتنے کے لیے نکلتا ہے تو وہ اپنے خرچہ کے ساتھ ساتھ وہاں پر منہ کھولے بھیڑیوں کے لیے الگ سے پیسے اپنی جیب میں رکھتا ہے یہاں پر یونین کونسل میں بیٹھا ہوا سیکریٹری ،علاقے کا پٹواری اور تھانے کی ماں سے لیکر اپنے آپ کو قوم کا نجات دہندہ اور فخر پاکستان تک کے القابات سے نوازنے والے تک سبھی اس ملک و قوم کے دشمن بنے بیٹھے ہوئے ہیں اگر آج تک کوئی حکمران پاکستان اور پاکستانیوں سے محبت کرنے والا ہوتا تو وہ کبھی بھی ٹھنڈے کمروں اور ٹھنڈی گاڑیوں میں بیٹھ کر سرے پائے اور نہاری نہ کھاتا بلکہ اس وقت تک اسکی بھوک ہی ختم ہوجاتی جب تک پاکستانی قوم بھوک سے نہ نکل آتی یہاں پر تو سیاستدان اپنے جلسوں کو عوامی رنگ دینے کے لیے کھانے کا

اعلان کر دیتے ہیں اور فارغ قوم کھانے کی آس میں جلسوں میں گھنٹوں بیٹھی رہتی ہیں اور بعض اوقات تو ابھی جلسہ شروع ہی ہوتا ہے کہ لوگ کھانے کی میزیں تک الٹا دیتے ہیں جس ملک میں عوام کو کھانے کی فکر رہتی ہو وہاں پر بڑی طاقت بھی چھوٹی طاقت کو ہضم کرنے کے چکر میں ہوتی ہے اب ہمیں اگر ایک قوم اور ایک ملک بن کر دنیا کے سامنے طاقت ور کے روپ میں ابھرنا ہے تو سب اپنے اپنے دائرہ اختیار میں رہ کر کام کریں یہ زندگی اور یہ نوکری بہت مختصر ہے کہیں آنے والے وقتوں میں ہماری وجہ سے ملک اور قوم خطرے کی لکیر کو کراس نہ کر جائے بچے جنہیں من کے سچے بھی کہا جاتا ہے اکثر لڑنے کے بعد یہ کہتے ہوئے ''لڑائی لڑائی معاف کرو اللہ کا گھر صاف کرو'' آپس میں صلح کر لیتے ہیں اس لیے پاکستان میں وہ تمام قوتیں جو اپنا آپ منوانے کیلیے ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں بچوں کی طرح اپنے من صاف کرکے صلح کریں اور ملک کو اندھیروں سے نکالیں تاکہ آنے والے وقت میں کوئی شخص مسجد سے جوتی نہ چرائے اور نہ ہی پانی کے گلاس کو زنجیر ڈالنا پڑے۔

تھپڑ

پنجاب اسمبلی میں گذشتہ روز ایک ن لیگی خاتون رکن اسمبلی سلمہ بٹ نے اپنے مخالف گروپ کے رکن اسمبلی کے منہ پر تھپڑ جڑ دیا جبکہ چند روز قبل سمندری سے ایک اور لیگی رکن اسمبلی راؤ کاشف نے ہسپتال میں ڈیوٹی پر بیٹھے ہوئے ایک ڈاکٹر کو تھپڑ دے مارا، اسی دوران حصول انصاف کے لیے جڑانوالہ سے آنے والی 30 سالہ فرزانہ کو انصاف کی دہلیز پر ہی اسکے بھائیوں اور والد نے اینٹیں مار مار کر مار دیا اور ہمارے شیر بہادر پولیس کے جوان اس سارے واقعہ کو کسی فلم کی طرح دیکھتے رہے۔

ہم اور ہمارا معاشرہ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جب اور جہاں موقعہ ملتا ہے ہم ایک دوسرے کے کپڑے اتارنے کی کوشش کرتے ہیں بچوں کے لیے مثالی انکے والدین اور اساتذہ ہوتے ہیں جبکہ قوم کے لیے مثالی انکے لیڈر ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر آنے والی نسلیں اپنی راہ کا تعین کرتی ہیں مگر ہمارے معاشرہ میں عدم برداشت اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ معمولی سے معمولی بات پر بھی کسی کی جان لینا چند منٹوں کا کھیل ہے اور پھر ایسے گھناؤنے کام پر ہم فخر بھی محسوس کرتے ہیں ملک میں جاری دہشت گردی کے کھیل کو ہی دیکھ لیں کہ ایک طرف بے دردی سے معصوم انسانوں کی گردنیں کاٹی جارہی ہیں تو دوسری

طرف وہی درندے دندناتے ہوئے بڑے فخر سے اپنے اس گھٹیا کام کی ذمہ داری قبول کر رہے ہوتے ہیں جہاں قتل کرنے جیسا کام کھیل بن چکا ہو وہاں مار کٹائی کی کیا حیثیت ہو گی اور جن سے ہماری قوم نے رہنمائی لینی ہے اور جن کے نقش قدم پر چل کر ہماری آنے والی نسلوں نے اپنے مستقبل کا تعین کرنا ہے انکے مکروہ کارناموں کی وجہ سے نہ صرف ہمارا معاشرہ ڈوب رہا ہے بلکہ ہمارا ملک ترقی کی بجائے تنزلی کی طرف گامزن ہے ملک کا کوئی ادارہ ان خرابیوں کو درست نہیں کر سکتا کیونکہ ہر ادارے میں بیٹھے ہوئے سفارشی اور کرپٹ افسران نے ملک وقوم کا بیڑہ غرق کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اور یہ ٹھیکے دار بھی ہمارے دوسرے ٹھیکداروں کی طرح پرچی اور کمیشن پر یقین رکھتے ہیں جو کسی بھی تعمیرات کا ٹھیکہ حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے رکن اسمبلی کو اسکا حصہ دیتے ہیں اسکے بعد اسکی چٹ لیکر متعلقہ ایکسیئن کے پاس جاتے ہیں اسے اسکا حصہ دیکر کسی بھی شہر میں آنے والے ترقیاتی کاموں کی بندر بانٹ کرلی جاتی ہے اور پھر پورا محکمہ اس کام میں حصہ دار بن جاتا ہے جیسے یہ ملک قائداعظم اور غریب عوام نے نہیں بلکہ انکے باپ دادے نے بنایا ہو پاکستان کی خوشحالی کو گدھوں کی طرح نوچ نوچ کر کھانے والے یہ سرکاری افسران لوٹ لوٹ کر ملک کی جڑیں تو کھوکھلی کر ہی چکے ہیں اب دیمک کی طرح یہ لٹیرے ملک کی جڑوں کو بھی کھا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ پوری قوم اخلاقی پستی کا شکار ہو چکی ہے لوٹ مار اور عدم برداشت کا کلچر پروان چڑھ رہا ہے جس کے پاس ٹیکس چوری اور فراڈ کا پیسہ ہو

گا اسے معاشرہ میں باعزت مقام دیدیا جاتا ہے بعض لوگ ہوتے ہیں کہ جو لوٹ مار کر کے صبر شکر کرلیتے ہیں پہلے ڈاکو تھے اور جب اچھی خاصی رقم اکٹھی کرلی تو پھر اچھے کام بھی شروع کردیتے ہیں جبکہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو لوٹ مار کو اپنا مشن بنالیتے ہیں پہلے اپنے آپ کو خوشحال کرتے ہیں پھر اپنے بچوں کا مستقبل محفوظ بناتے ہیں اسکے بعد اپنی آنے والی نسلوں کو بھی ناقابل تسخیر بنانے میں لگ جاتے ہیں ایسے لوگ نہ صرف ہمارے لیے خطرناک ہیں بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کے بھی دشمن ہیں مگر جو پہلے والی قسم ہے جو ڈاکہ زنی سے اس قابل ہوگئے ہیں کہ انہیں روزگار کی فکر نہیں رہی اور ان کے اندر کچھ نہ کچھ انسانیت باقی رہی اور انہوں نے ملک وقوم کے لیے اچھا سوچا ہم انہیں پھر بھی اپنا محسن سمجھتے ہیں انہی محسنوں میں ایک جناب خواجہ سعد رفیق بھی ہیں جنہوں نے دن رات کوشش کرکے محکمہ ریلوے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کردیا ان سے پہلے ہمارے ڈاکو نما حکمرانوں نے پی آئی اے اور کراچی اسٹیل مل کی طرح ریلوے کا بھی خانہ خراب کررکھا تھا کبھی ٹرین ساہیوال جاکر بند ہوجاتی تھی تو کبھی اقبال نگر ریلوے اسٹیشن سے جانے سے انکار کردیتی تھی مگر اب اس محکمہ میں کچھ بہتری آچکی ہے وقت پر ٹرین چلتی ہے اور وقت پر ہی پہنچ جاتی ہے یہ صرف اکیلے خواجہ سعد رفیق کا کام نہیں بلکہ ایسے افراد کا کام ہے جو اس محکمہ کو تباہی سے بچانا چاہتے تھے مگر بات پھر وہی ہے کہ لیڈرشپ اچھی ہو تو سب اسکی تقلید کرتے ہیں اگر اسمبلی کے اندر اور باہر ایک دوسرے

پر تھپڑ برسائے جارہے ہوں اور عدالتوں کے باہر والدین اپنے بچوں کے سرا ینٹوں سے کچل رہے ہوں تو پھر ہماری آنے والی نسل بھی اپنے لیڈروں اور بڑوں کے نقش قدم پر ہی چلے گی خدارا لوٹ مار کو اب غنیمت جانیں اور ملک کی تقدیر سے کھیلنا بند کرکے ہمیں جینے دیں عزت اور سکون سے ہمیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے جو آپ نے لوٹ لیا آپ کو مبارک جتنا ہم نے لٹا دیا وہ ہمیں برداشت مگر اب مزید برداشت نہیں کیونکہ اب ہم اپنوں کے ہی سر کچلنا شروع ہو گئے ہیں۔

کیا ہم مخلص ہیں

پیرس میں بجلی سے اڑنے والے جہاز کا کامیاب تجربہ کرلیا گیا یہ جہاز (Merignac) جو ساڑے نو میٹر لمبا ہے تقریبا آدھا گھنٹہ فضا میں پرواز کرتا رہا جبکہ یورپ کے ان علاقوں میں بجلی سے چلنے والی کاریں پہلے ہی عام ہیں ان ممالک میں نہ تو کسی کو پینے کے لیے گندا پانی ملتا ہے اور نہ ہی وہاں کے سیاستدان کرپٹ اور چور ہیں اس جدید ترین ٹیکنالوجی کے دور میں دنیا اب ترقی کی منازل تیزی سے طے کر رہی ہے جبکہ ہم اور ہمارے حکمرانوں نے پاکستان کو تنزلی کے طرف دھکا لگا رکھا ہے یہاں پر ہمارے سیاستدان جو خود تو اپنے بچوں کو سرکاری سکولوں کے سامنے سے گذرنے بھی نہیں دیتے اور ان کے لیے ایک منٹ کی لوڈ شیڈنگ .برداشت نہیں کر سکتے وہ انہی اپنے ووٹروں کو گرمیوں میں ٹرپتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں جن کے ووٹوں سے جیت کر وہ خادم اعلی کہلاتے ہیں سرکاری سکولوں کو کلرک اور بے روزگاروں کی آماجگاہ بنا دیا ہے پاکستان بھر میں بے روزگاری اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے بجلی نام کی چیزیں ختم ہو چکی ہے پینے کو اب صاف پانی تو ایک طرف گندہ پانی بھی میسر نہیں رہا اور ہمارے جنوبی پنجاب کے اکثر علاقوں میں انسان بھی وہی پانی پیتے ہیں جو انکے جانور پیتے ہیں کسی دور کی بات ہے کہ انصاف اتنا عام اور مفت تھا کہ کوئی کسی کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا یہی وجہ

تھی کہ شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے اور اب ہمارے حکمرانوں نے بے انصافی ،چور بازاری ،اقربا پروری اور کرپشن کو اتنا عام کردیا ہے کہ اس ترقی اور تہذیب یافتہ دور میں انسان اور جانور ایک ہی جگہ سے پانی پیتے ہیں اور یہ بات ہمارے اراکین اسمبلی ایسے بتاتے ہیں جیسے اس بات پر انہیں بڑا ہی فخر ہو میانوالی سے تحریک انصاف کے رکن اسمبلی احمد خان بھچر اور رحیم یار خان سے پیپلز پارٹی کے رکن اسمبلی مخدوم علی اکبر محمود کو میں نے ایک ٹیلی ویژن کے پروگرام میں بطور مہمان بلایا ہوا تھا اور انھوں نے اپنے علاقوں کے بارے میں ایسے ایسے انکشافات کیے کہ جسے سن کر میں حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا یہ اور ان جیسے معزز اراکین اسمبلی کی تعداد اکثریت میں ہے جو سیاست تو اپنے علاقے میں کرتے ہیں مگر رہتے یہ خود لاہور میں ہیں انکے بچے اعلیٰ ترین انگلش میڈیم سکولوں میں پڑھتے ہیں انکے گھروں میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ ایک منٹ کے لیے بھی قابل برداشت نہیں ہوتی گندا پانی تو دور کی بات ہے یہ لوگ منرل واٹر کو بھی صاف کرکے پیتے ہیں جب ایسے لوگوں کو ہم اپنا نمائندہ منتخب کرکے اپنے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے اسمبلیوں میں پہنچائیں گے تو پھر ہم بجلی ،گیس اور پیٹرول سے دن بدن محروم ہوتے جائیں گے کیونکہ یہ لوگ ہمارے نمائندے نہیں ہو سکتے یہ کسی اور کے ایجنڈے پر ہمارا اور ہماری آنے والی نسلوں کا مستقبل داؤ پر لگائے بیٹھے ہیں پاکستان کو آزاد اور خود مختار ہوئے نصف صدی سے زائد کا وقت گذر چکا ہے دنیا نے ہماری

سوچ سے بھی زیادہ ترقی کر لی ہے اور ہمیں آج تک صاف پانی پینے کو نہیں مل سکا جو انسان کی زندگی کے لیے بنیادی چیز ہے گندا پانی پی پی کر ہمارے ملک کی آدھے سے زیادہ آبادی مریض بن چکی ہے اور اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنھیں ہیپاٹائٹس جیسا موذی اور خطرناک مرض لگ چکا ہے ہمارے حکمرانوں کے سر میں بھی درد ہو تو علاج کروانے کے لیے باہر بھاگ جاتے ہیں جبکہ یہاں پر سرکاری ہسپتالوں میں ایک ڈسپرین کے لیے گھنٹوں لائن میں لگنا پڑتا ہے اور خطرناک بیماریوں کا کوئی علاج نہیں ایسے مریضوں کو لوٹنے کے ہمارے ملک میں عامل اور نیم حکیم بہت ہیں جو مریض کا قبر تک پیچھا کرتے ہیں اور اس سے کفن دفن کے پیسے تک چھین لیتے ہیں حکومت کے پاس ان لٹیروں کو پکڑنے کا وقت ہے اور نہ ہی عام انسانوں کو انکی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لیے کوئی پلاننگ ہے ہم آج بھی صدیوں پرانی زندگی گذار رہے ہیں مگر اس میں تھوڑی سے تبدیلی ہوئی ہے کہ پہلے انسان غاروں اور جھونپڑیوں میں رہتے تھے اب ہم مکانوں میں رہنے لگے ہیں بے شک کچے ہیں پہلے خاندان کا ایک فرد شکار کرکے لاتا تھا اور باقی سب کھاتے تھے اب ہمارے حکمرانوں کی کمال مہربانی سے ہر فرد شکاری بن چکا ہے اور خاص کر سرکاری اداروں میں ہر افسر جال لگائے بیٹھا ہے اور اپنے اپنے شکار سے محظوظ ہو رہا ہے جبکہ ہمارے سیاستدانوں نے بڑے جال لگا رکھے ہیں جہاں بڑی مچھلیاں خود آکر پھنس جاتی ہیں اور انہی شکاریوں کی چالوں نے ہمارے ملک کو تباہی کی طرف گامزن کر رکھا ہے اس وقت ملک میں روزگار ہے اور

نہ ہی روزگار کے ذرائع ہیں اگر خدا خدا کرکے سینکڑوں میں سے کوئی ایک شخص کسی عہدے پر تعینات ہو جاتا ہے تو ہمارے سیاستدان اسے بھی اپنے رنگ میں رنگ کر ایک جال اسے بھی تھما دیتے ہیں جو رہی سہی کسر غریب عوام پر نکالتا ہے۔بڑے شہروں میں ترقی کا معیار صفر ہے اور جو ہمارے پسماندہ علاقے جن میں چولستان اور تھر وغیرہ شامل ہیں وہاں پر گرمیوں میں ہمارے یہ سیاسی بہروپیے ایک ہفتہ نہیں نکال سکتے ان کی حالت تو وہاں کی گرمی اور وہاں کے لوگوں کی محرومیوں کو دیکھ کر فوراً ہی خراب ہو جائیگی جہاز پر سفر کرنے والے اور گرمیوں میں ٹھنڈے موسم کا مزا لینے والے کبھی اپنے ووٹروں کے ہمراہ بھی ایک دن گذاریں جن کی وجہ سے وہ عیش وآرام کی تمام سرحدیں عبور کر رہے ہیں اور بطور پاکستانی اب ہمیں بھی تو سوچنا چاہیے کہ کیا ہم اپنے ملک سے مخلص ہیں۔

لیسکو اور لاشوں کا شہر

پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں دن دیہاڑے بجٹ والے دن سیکیورٹی اہلکاروں کو فائرنگ کرکے زخمی کردیا گیا کراچی لاشوں کا شہر بنتا جارہا ہے اس پر آخر میں لکھوں گا مگر سب سے پہلے زرا یہ پڑھ لیں کہ لاہور کے پوش علاقہ میں صرف 7 گھنٹے بجلی بند رہنے پر جس طرح لیسکو چیف کے خلاف فوری مقدمہ درج کرکے انہیں گرفتار کرلیا گیا اگر اسی طرح باقی ملک میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ پر گرفتاریاں عمل میں لائی جائیں تو امید ہے کہ جنرل مینجر، ممبران، چیئرمین واپڈا سمیت وزیر پانی بجلی بھی کہیں نہ کہیں ملاقاتیوں کے انتظار میں بیٹھے نظر آئیں گے اس طریقہ علاج سے ملک میں بجلی بحال ہو جائے گی یا پھر سب افسران اندر ہو جائیں گے لیکن اس کے لیے شرط ہے ایمانداری کی مگر لاہور کے ایسے پوش علاقے کی سات گھنٹے بجلی بند رہنے پر لیسکو چیف کو گرفتار کرنا کہیں ان لوگوں کو خوش کرنا تو نہیں جو یہاں بڑے بڑے سیاستدان ،بیوروکریٹ اور بزنس مین رہتے ہیں لیسکو چیف پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ انہوں نے بجلی غیر قانونی طور پر بند کرکے کہیں اور دے دی تھی جو بجلی چوری کے زمرے میں آتا ہے مگر یہ کام کون سی ایسی جگہ ہے جہاں پر نہیں ہو رہا آپ پاکستان کے کسی دور دراز دیہات میں چلے جائیں وہاں پر بجلی کا صرف نام ونشان ہی ملے گا

گھنٹے میں صرف چند گھنٹے لوگوں کو بتانے کے لیے بجلی چھوڑی جاتی ہے کہ کہیں یہ نہ 24 سمجھیں کہ وہ لالٹین کے دور میں رہ رہے ہیں جبکہ پاکستان کے بڑے شہروں میں بھی کئی کئی گھنٹے بجلی کی غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ کی جاتی ہے کیا یہ پاکستان کے علاقے نہیں ہیں اگر لاہور کے پوش علاقہ ڈیفنس میں 7 گھنٹے بجلی نہ آنے سے لاہور الیکٹرک سپلائی کمپنی کا چیف گرفتار ہو سکتا ہے تو پاکستان کے باقی علاقوں میں صبح سے شام تک بجلی بند رکھنے والوں کے خلاف کاروائی کیوں نہیں کی جاتی اگر لیسکو چیف کو بجلی چوری پر گرفتار کیا گیا ہے تو پھر نصف صدی سے بھی زائد عرصہ سے اس ملک کو لوٹنے والے چوروں کے خلاف کاروائی کیوں نہیں کی جاتی اور جمہوریت کے نام پر آمریت مسلط کرنے والوں کے خلاف کیوں یہاں زبان کھولنے پر پابندی ہے ایسے حکمرانوں کے خلاف بھی مقدمہ ہونا چاہیے جو ووٹ تو عوام کے نام پر لیتے ہیں مگر اقتدار میں آکر عوام کو بھول جاتے ہیں اور اپنی بادشاہت قائم کرلی جاتی ہے کیا پاکستان میں قانون کی گرفت میں وہی آتے ہیں جن کا کوئی رشتہ دار سیاست میں نہیں ہوتا غریب آدمی تو پاکستان بنانے کے چکر میں اس وقت بھی قربانیاں دیتا رہا اور ابھی تک غربت کی چکی میں پس پس کر قربانیاں دے رہا ہے پاکستان بننے کے بعد بھی ایک مزدور سہانے مستقبل کے خواب اپنی آنکھوں میں سجائے فٹ پاتھ پر سکون کی نیند سو جاتا تھا اب اسکے بچے مستقبل سے بے خبر انہی فٹ پاتھوں پر نیم پاگلوں کی سی زندگی گذار رہے ہیں ایک نسل نے خوبصورت مستقبل کے خواب دیکھے

تو ان کی نسل حکمرانوں کی بے رحمی کے ہاتھوں پائی پائی سے تنگ ہو گئی اور آج ملک میں آدھی آبادی سے بھی زیادہ لوگ سطح غربت سے نیچے زندگی گذار رہے ہیں کیا یہی قائد کا پاکستان تھا جس کے لیے محنت کشوں نے قربانیاں دی اور آج تک قربانیاں دیتے آئے ہیں پاکستان میں جب بھی کوئی حکمران بنا انہوں نے عوام سے ہی قربانیاں مانگی اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے انہوں نے قربانی کو شجر ممنوعہ قرار دے رکھا ہے پاکستان کی دولت بیرونی ملکوں میں جمع کرکے اپنے بچوں کو اقتدار کے گر سکھانے شروع کر دیے جبکہ غریب کا بچہ آج بھی ڈگریوں کا پلندہ ہاتھوں میں اٹھائے چپڑاسی کی نوکری کو ترستا ہے انہی حالات کو محسوس کرتے حبیب جالب جیسا حساس انسان انقلابی شاعر بن جاتا ہے اور عوام کے دکھ درد کو زبان پر لانے کی وجہ سے پابند سلاسل بھی کر دیا جاتا ہے کیونکہ حکمرانوں کو عوام کی بات کہنے والا ہمیشہ انکی آنکھ میں کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔

منگل 3 جون کو اسلام آباد کی نیشنل اسمبلی میں وفاقی بجٹ پیش کیا جانے والا ہے اور اس سے قبل لال مسجد کے قریب سیکیورٹی اہلکاروں کو فائرنگ کرکے زخمی کر دیا گیا ہمارے حکمرانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ خود تو سینکڑوں سیکیورٹی والوں کے حصار میں رہتے ہیں اور عوام کو کوئی تحفظ فراہم نہیں کیا جا رہا کراچی کبھی روشنیوں کا شہر ہوا کرتا تھا جو ہمارے حکمرانوں نے اور

سیاستدانوں نے لاشوں کا شہر بنا دیا ہے کیونکہ جب بھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے تو اسکے
ردعمل میں دوسری جماعت کے کارکن اپنا بھرپور انتقام لیتے ہیں اور اکثر بے گناہ ان
ٹارگٹ کلرز کا نشانہ بن جاتے ہیں جس ملک کا دارالحکومت دہشت گردوں سے محفوظ نہ
ہو دہشت گرد دن کی روشنی میں کچہری کے احاطہ میں داخل ہو کر پوری تسلی سے وکلاء
اور جج پر فائرنگ کرکے انہیں ابدی نیند سلادیں سیکیورٹی اہلکاروں پر فائرنگ کرکے انہیں
زخمی کردیا جائے تو اسکے باقی شہر کیسے محفوظ ہو سکتے ہیں اس ملک میں اگر کوئی محفوظ ہے
تو وہ صرف حکمران ہیں اور شائد اسی لیے لوگ کروڑوں روپے لگا کر سیاست کی شطرنج
کھیلتے ہیں تاکہ وہ بھی اقتدار کے ایوانوں میں جا کر محفوظ زندگی گذار سکیں۔

بچہ جمورہ

لاہور کے علاقہ اچھرہ میں جس طرح آگ میں جھلس کر تین پھول جیسی بچیاں زندگی کی سرحد پار کر گئی اگر اسی آگ کی تپش حکمرانوں کی اولاد کو بھی زرا سی محسوس ہو تو شائد ان کے اندر بچی ہوئی کوئی انسانیت جوش مارے اور انہیں بھی خیال آئے کہ آگ نے تین انسانی جانوں کو جلایا ہے لکڑی کے بنے ہوئے بتوں کو نہیں پاکستان واحد ایسا ملک ہے جہاں حکمران جن سے ووٹ لیتے ہیں انہی پر عذاب بن کر نازل ہوتے ہیں الیکشن سے قبل بلند وبانگ دعوے کرنے والوں نے اپنے وعدوں کے ساتھ ساتھ پاکستان کی غریب عوام کو بھی کچلنا شروع کررکھا ہے پاکستان کا کوئی بھی شہر ،دیہات اور قصبہ ایسا نہیں ہو گا جہاں چوری ،ڈاکہ زنی اور ان کو پروان چڑھانے والے موجود نہ ہوں یہاں پر کسی بھی شریف انسان کو لوٹنا اسکی جائیداد پر قبضہ کرنا اور اسے بھرے بازار میں تماشا بنانا کوئی مشکل اور بڑا کام نہیں عدالتوں میں حصول انصاف کے لیے مدتوں ذلیل وخوار ہونا پڑتا ہے اسکے بعد بھی انصاف کی کوئی امید اور توقع نہیں محنتی اور پڑھے لکھے شخص کے لیے روزگار کا حصول ناممکن بن چکا ہے جبکہ چور اچکے اور ڈاکوؤں کو ہر طرف سے نوازا جاتا ہے ہمارے ملک کے عوامی نمائندوں کو ہی ایک نظر دیکھ لیں جو ہر ترقیاتی کام میں اپنا کمیشن رکھے ہوئے ہیں اور اپنے علاقے میں ایسے افسران کو چن چن

کر لگائیں گے جن کے پاس سے ایمانداری اور شرافت کے الفاظ بھی جانے سے ڈرتے ہوں پاکستان میں آئے روز لاشوں کا کاروبار ہو رہا ہے ایک طرف دہشت گرد ہمارے فوجی جوانوں کو شہید کر رہے ہیں اور پھر اسی ملک میں رہتے ہوئے بڑی دیدہ دلیری سے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ یہ کاروائی ہم نے کی ہے دوسری طرف کراچی میں اپنی سیاسی دوکانداری چمکانے کے لیے لاشوں سے کھیلا جارہا ہے اور اس گندی سیاست کے زریعے لٹیروں کے روپ میں ہر رہنماء اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل میں مصروف ہے اور انکو پکڑنے والا کوئی نہیں ہے آج تک پاکستان کو ترقی کی شاہرہ پر گامزن کرنے والا کوئی حکمران ہمیں نہیں ملا سب نے اپنی اپنی باریاں لگائی غریب ملک کو لوٹا اور غریب عوام کو مزید غربت کی دلدل میں دھکیلا اور خاموشی سے بیرون ملک اثاثے جمع کرتے رہے یہاں پر جتنا بڑا ڈاکو ہوگا اتنا ہی عزت دار بھی ہوگا پاکستان میں آج تک قانون پر عملدرآمد نہیں ہو سکا جبکہ جن کو ہم پاکستان میں بیٹھ کر برا بھلا کہتے رہتے ہیں اور اپنی اپنی سیاسی دوکانداریاں چلانے کے لیے کبھی امریکہ کو تو کبھی برطانیہ کو مختلف الفاظ سے نوازتے ہیں وہاں پر تو قانون کی حکمرانی ہے کسی کا بھی قتل ہو جائے تو پوری فورس حرکت میں آجاتی ہے برطانیہ میں پاکستانی ڈاکٹر عمران فاروق کا قتل ہوا وہاں کی پولیس نے پوری محنت کی اور بلاآخر قاتل کے گریبان تک جا پہنچے یہاں مقتول کا خون انصاف کے لیے برسوں ٹرپتا ہے مگر انصاف پھر بھی نہیں مل پاتا اس جمہوری ملک میں سب مداری کے کھیل کی طرح بچہ

جمورہ بنے ہوئے ہیں جو مداری کہتا ہے وہی بچہ جمورہ کرتا ہے شروع سے لیکر آج تک مداریوں نے ایسا کھیل کھیلا ہے کہ ہم خوشحالی کا سفر بھول کر خونی کھیل میں شامل ہوگئے ہیں یہاں پر لوگ اپنے حقوق کے لیے اتنے دھرنے نہیں دیتے جتنے اپنے لیڈروں کے غیر قانونی کاموں کو تحفظ دینے کے لیے دھرنے دے رہے ہیں اگر یہی عوام اپنے حقوق کے لیے اٹھ کھڑی ہو تو پھر ہمیں کسی لیڈر اور حکمران کی ضرورت نہیں سب راہ راست پر آجائیں گے مگر اس کے لیے عوام کو اپنے آپ سے مخلص ہونا پڑے گا ورنہ ملک میں محفوظ تو کوئی بھی نہیں ہے نہ ملک کے محافظ ،نہ غریب عوام اور نہ ایماندار شریف افسران آج اگر غریب اور محنت کش کی تین بچیاں.بروقت امداد نہ ملنے سے آگ میں جل گئی تو کل کو ہماری اپنی لگائی ہوئی آگ میں ہم خود بھی جل سکتے ہیں اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو کسی گہرے گڑھے میں پھینک کر ملک اور قوم کے لیے متحد ہو جائیں تاکہ ہمارا آنے والا کل محفوظ ہوسکے ہم اپنی تو گذار چکے اب بچوں کو جینے کا حق دیں آخر میں یہ بھی لکھتا چلوں مجھے حیرت اور حیرانگی اس بات پر بھی ہے کہ جس ادارے ریسکیو 1122 کو میں سب سے بہتر اور اچھا سمجھتا تھا کیا وہ بھی ہمارے دوسرے سرکاری اداروں کی راہ پر چل نکلا ہے جو اپنے قریب ترین اچھرہ میں لگی ہوئی آگ بجھانے وقت پر نہ پہنچ سکا کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ اس ادارے کے ملازمین نے جو عزت برسوں محنت سے کمائی تھی وہ اس ایک واقعہ کے بعد ان معصوم بچیوں کے جسموں کے ساتھ ہی خاک میں مل گئی۔

کراچی ائرپورٹ حملہ

کراچی ائرپورٹ حملے کے بعد مالدیپ کے صدر نے پاکستان کا اپنا دورہ منسوخ کردیا جبکہ متعدد فضائی کمپنیوں نے پاکستان کا سفر بھی ختم کردیا اور سب سے بڑھ کر اس حملے کے بعد بیرونی دنیا میں ہماری جو بدنامی ہوئی اسکا کوئی شمار نہیں کیا جاسکتا ہماری بدبختی ہے کہ ہمیں آج تک کوئی بھی حکمران اور سیاستدان ایسا نہیں مل سکا جو ملک و قوم سے مخلص ہوتا جو بھی آیا اپنے پروٹوکول میں اضافے اور اپنے خاندان کو سیاست میں پرموٹ کرنے کے لیے ہی آیا جو ایک بار الیکشن جیت گیا اسکے لیے پھر اسکے سپورٹر اور انوسٹر ہی سب کچھ بن جاتے ہیں حلقہ اور حلقہ کی عوام جائے بھاڑ میں اس سے کسی کو کوئی لینا دینا نہیں خاص کر ہمارے دیہاتی علاقوں میں تو وہاں کی منتخب شخصیات تھانہ کچہری کی سیاست سے باہر ہی نہیں نکلتی مخالفوں پر زمین تنگ کردی جاتی ہے اور اپنوں کو نوازنے کا سلسلہ شروع کردیا جاتا ہے ان سیاستدانوں کی لوٹ مار کے نتیجہ میں یہی رحجان اب عوام میں بھی پایا جاتا ہے جہاں جس کا داؤ لگتا ہے وہی پر وہ اپنا کام دکھا جاتا ہے صبح سویرے گھروں میں دودھ دینے والے گوالے سے لیکر رات کی روٹی کھانے تک کوئی بھی چیز کا خالص ملنا ناممکن ہوچکا ہے ہماری سڑکوں پر اور تنگ بازاروں میں وہاں کے تاجروں نے قبضہ جما رکھا ہے یہاں تک کہ انہی

تاجروں سے خریداری کے لیے آنے والوں کے لیے بنایا ہوا فٹ پاتھ بھی قبضہ گروپوں کے پاس ہے جہاں سے وہ ہر ماہ لاکھوں روپے ناجائز کما رہے ہیں اور ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ملک کے کسی بھی کونے میں چلے جائیں آپ کو کھٹارہ قسم کی گاڑیوں کی بھرمار نظر آئے گی ایک ویگن میں چار سے پانچ تک گیس کے سلنڈر لگائے ہوتے ہیں اور محکمہ پھر بھی انہیں فٹنس سرٹیفیکیٹ جاری کر دیتا ہے مسافروں کو جھوٹ بول کر بٹھا کر پھر بھرپور انداز میں ذلیل ورسوا کر دیا جاتا ہے گنجائش سے زیادہ سواریاں بٹھا کر ٹریفک پولیس کا سرعام منہ چڑاتے پھرتے ہیں مگر ٹریفک والوں کو سوائے موٹر سائیکل سواروں کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا ہر گلی محلے میں قانون کی دھجیاں یو آڑائی جارہی ہے جیسے ہمارے ہاں آئے روز کسی نہ کسی مقام پر کسی غریب خاندان کی لڑکی کے ساتھ گینگ ریپ کرکے اس خاندان کی دھجیاں آڑائی جاتی ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا گلی محلے سے لیکر پورے ملک میں چوروں اور ڈاکوؤں کا راج ہے ہماری جیلیں بھری پڑی ہیں ضرورت سے زائد ان میں قید ہیں ہر بڑھتے ہوئے دن کے ساتھ جرائم کی شرع میں بھی خطرناک حد تک اضافہ ہوتا جارہا ہے اور سب سے بڑھ کر جو ہمارے لیے خطرے کا باعث بنے ہوئے ہیں وہ طالبان نامی دہشت گرد ہیں جن کا جب اور جہاں دل کرتا ہے گھس جاتے ہیں اور تباہی پھیلا کر پاکستان کو بدنام کردیتے ہیں اور ہمارے حکمران ابھی تک ان سے مذاکرات کا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں اب فوری طور پر ان دہشت گردوں کے خلاف کاروائی کی جائے تاکہ مزید بے گناہوں کو

ان کی درندگی سے بچایا جاسکے اور ان دہشت گردوں کی کاروائیوں سے ملک کی جو بدنامی ہو رہی ہے اس کو بھی ختم کیا جائے ملک میں قانون کی حکمرانی کے لیے ایسے اقدامات کیے جائیں کہ کسی کو غلط کام کرنے کی جرئات نہ ہوسکے مگر اس سے پہلے ہمارے لوگوں کو روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں ملک میں بجلی سمیت جو جو بحران ہیں انکا فوری خاتمہ کیا جائے کیونکہ جب تک لوگوں کو اپنی روزی روٹی کی فکر رہے گی اور روزگار بھی نہ ہوگا تو فاقہ کشیوں سے مجبور لوگ غیر قانونی کام تو کریں گے ہی کیا ہی بہتر ہوتا کہ پاکستان کے حکمران اپنے آپ سے باہر نکلتے اور پاکستانیوں کے بارے میں سوچتے انکے بہتر مستقبل کے لیے کام کرتے اور انہیں ایک اچھی قوم بنانے کے لیے اپنی توانائیاں صرف کردیتے مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہوسکا اب 23 جون کو ڈاکٹر طاہر القادری پاکستان آرہے ہیں وہ اکیلے نہیں آرہے بلکہ انکے کاندھے پر بیٹھ کر ہر وہ سیاستدان ائر پورٹ سے باہر آئے گا جو مسلم لیگ ن کی حکومت کے خلاف ہے اور اس وقت ایسا لگتا ہے کہ خود مسلم لیگی بھی اپنی حکومت کے خلاف ہیں صرف وقت کے انتظار میں ہیں کہ کب انہیں اپنا غبار نکالنے کا موقعہ ملتا ہے جون کے گرم مہینے میں سیاست کا جو گرم کھیل شروع ہونے جارہا ہے اب یہ گرما گرمی کے بغیر ختم نہیں گا کیونکہ عوام تو گھروں میں بھی تنگ بیٹھے ہیں اب گھروں سے باہر نکل کر تماشہ اہل کرم دیکھیں گے اور جو روزی روٹی کے ہاتھوں تنگ دردبدر ہیں انکا بھی ایک سلسلہ روزگار چل پڑے گا گرمیوں کی گرم دھوپ میں سردیوں کے مزے

لینے والوں اور انکے حواریوں کا اب امتحان شروع ہونے والا ہے کہتے ہیں کہ جنگ اور
محبت میں سب جائز ہے پاکستان میں محبت کرنے والوں نے تو اسکا متعدد بار مظاہرہ بھی
کیا ہے اب حکومت اور حکومتی ٹیم کے ساتھ جو جنگ شروع ہونے جارہی ہے اسکا انجام
کیا نکلے گا امید ہے اس کے لیے سردیوں کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔

معاشی دہشت گرد

حکومت اور فوج کا دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کا فیصلہ اچھا اقدام ہے یہ آپریشن اسی وقت شروع کر دینا چاہیے تھا جب ان ظالموں نے ہمارے فوجی جوانوں کی گردنیں کاٹ کر شہید کر دیا تھا بلکہ جس دن انہوں پاکستان کے اندر ایک اور پاکستان قائم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پہلا خود کش دھماکہ کیا تھا اسی وقت حکومت پوری قوت سے ان کے خلاف آپریشن کرتی تو آج ملک کو جو بدنامی اٹھانی پڑی اس سے بھی بچت ہو جاتی اور بہت سے بے گناہ افراد موت کے منہ میں جانے سے بچ جاتے مگر ان دہشت گردوں کے حامیوں نے وقت گذارنے کے لیے مذاکرات کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا جسکے بعد اسلام آباد محفوظ رہا اور نہ ہی کراچی ان کی بزدلانہ کاروائیوں سے بچ سکا ویسے تو ہمارے ہر ادارے میں دہشت گرد موجود ہیں سیاست کے کھیل سے لیکر ایک عام سے ادارے تک میں ایسے ایسے افراد موجود ہیں جن کی دہشت سے شریف انسان کانپ جاتے ہیں جن کی موجودگی سے عوام کو انصاف مل سکتا ہے اور نہ ہی انہیں تکلیف سے نجات مل سکتی ہے جنہوں نے لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے جنہوں نے سرکاری دفاتر کو گھر اور گھروں کو دفتر بنا رکھا ایماندار شخص جو پاکستان بننے سے پہلے بھی غریب تھا اور آج بھی غربت کی دلدل میں دھنسا ہوا ہے جبکہ اسکے مقابلہ

میں ایک سرکاری ملازم عیش و عشرت میں زندگی بسر کر رہا ہے عوام کے نام پر ووٹ مانگ کر اسمبلیوں میں جانے والے عوام کے پیسہ کو ہی لوٹ لوٹ کر بیرون ملک اثاثے بناتے رہتے ہیں ایک محنتی اور ایماندار غریب انسان پاکستان میں رہتے ہوئے تمام عمر ایک مکان نہیں بنا سکتا جبکہ ہمارے سیاستدانوں اور سرکاری ملازموں نے بیرون ملک محل اور ہوٹل خرید لیے کیا ان سے بھی کوئی بڑا دہشت گرد ہو گا کہ لوٹ مار نظر آنے کے باوجود کوئی قانون انکے خلاف حرکت میں نہیں آتا اور نہ ہی کسی میں اتنی جرات ہے کہ وہ ان سے پوچھ سکے کہ اتنی دولت کہاں سے آئی کیونکہ پوچھنے والے خود ڈرپوک ہو چکے ہیں اور یہ ڈر ہماری رگوں میں اس لیے دوڑ رہا ہے کہ ہم خود ان دہشت گردوں کو پناہ دیے ہوئے ہیں ہمارے اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات ان سے وابستہ ہیں جو کبھی بھی پورے نہیں ہوتے صرف ایک لالچ کے چکر میں ہم سب ان کے بے دام غلام بنے ہوئے ہیں آپ کسی بھی بڑے سیاسی رہنماء کو دیکھ لیں کہ جن کے پاس اختیارات ہیں سب غلاموں کی طرح ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ لالچی جو ہیں کسی نے اگر وزیر بننا ہے یا کوئی اعلی عہدہ لینا ہو تو پھر سر تو جھکانا ہی پڑے گا اور ان شہزادوں سے ملاقات کرنے کے لیے گھنٹوں انتظار بھی کرنا پڑے گا ہمارے ہاں ایسے ایسے کرداروں کو پروان چڑھایا جاتا ہے جن کے اندر کا گند چاپلوسی اور خوش آمد سے ڈھکا ہوتا ہے اور پھر وہی اندر کے گندے لوگ پاکستان اور پاکستانی عوام کو منہ کے بل لٹائے رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جون کے ان گرم

دنوں میں عوام کا بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے .برا حال ہے شہروں میں 12 گھنٹوں سے زائد لوڈ شیڈنگ ہے تو دیہاتوں میں بجلی صرف نام کو رہ گئی ہے ہمارے سب سیاستدان اور سرکاری ملازم دفتروں میں بھی عوام کے ٹیکسوں پر ٹھنڈک کے مزے لے رہے ہیں اور گھروں میں بھی رات کو کمبل لے کر سوتے ہیں اور اپنی گاڑیوں میں جو سرکاری پٹرول استعمال کرتے ہیں وہ پیٹرول نہیں بلکہ اس غریب قوم کا خون ہے جو وہ ٹیکسوں کی شکل میں ان تک پہنچاتے ہیں اپنا خون اور پسینہ ایک کرنے کے بعد بھی عوام جب ان کے دفتروں میں جاتی ہے تو وہاں پر کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا بلکہ ان ٹیکس خوروں کی دہشت اتنی ہوتی ہے کہ کوئی انکی مرضی کے بغیر کرسی پر بھی نہیں بیٹھ سکتا آپ یہاں پولیس کا نظام دیکھ لیں کسی دور دراز کے دیہاتی تھانے میں چلے جائیں وہاں کا ماحول ہی آپ کو حیران اور دہشت زدہ کردیگا فرعون صفت پولیس ملازمین کی دہشت کا یہ حال ہوگا کہ ایک شریف انسان تھانے جاتے ہوئے ڈرتا ہے جبکہ رسہ گیر اور منشیات فروش اپنے علاقے کے تھانے کو اپنا دوسرا گھر سمجھتے ہیں جن کی وجہ سے تھانے میں جشن کا سماں ہوتا ہے کیونکہ انکی لوٹ مار سب مل بانٹ کر کھاتے ہیں اور ہمارے سیاستدانوں کے یہ چہیتے ہوتے ہیں کیونکہ انکی مرضی کے بغیر پاکستان میں کوئی عہدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا اور جو عوام سے ووٹ لیکر عوام کو انکے حق سے محروم کردے تو انکے چہیتوں سے خیر کی امید بھی نہیں رکھی جاسکتی ایسے لوگ پاکستان کی ترقی کی راہ میں سب سے .بڑی رکاوٹ ہیں کرپشن اور کرپٹ لوگوں کا

ساتھ دینے والا بھی دہشت گرد ہی ہے کیونکہ وہ ان کی دہشت کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے جسکی وجہ سے آج پاکستان میں دہشت گردوں کا راج ہے پاکستانی فوج نے ایک دہشت گردوں کے خلاف تو اعلان جنگ کرکے آپریشن شروع کردیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ جو سیاسی جماعتوں اور اداروں میں معاشی دہشت گرد موجود ہیں جنھوں نے لوٹ مار کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع کررکھا ہے ان کے خلاف کون آپریشن کرتا ہے تاکہ ہم معاشی طور پر بھی مستحکم ہو کر غربت کے اندھیروں کو کہیں دور دفن کرسکیں۔

پولیس دہشت گردی اور لٹیرے

ادارہ منہاج القران میں ہونے والی پولیس کی غنڈہ گردی اور ایم کیو ایم کی رکن قومی اسمبلی طاہرہ آصف پر قاتلانہ حملہ موجودہ حکومت کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے ویسے تو آج تک کوئی بھی حکومت پاکستان اور پاکستانیوں کے ساتھ مخلص نہیں رہی ہر دور میں لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا اور ان لٹیروں کو کسی نے نہیں پوچھا یہی وجہ ہے کہ آج ہم اس نہج پر آچکے ہیں کہ ہماری حفاظت پر مامور پولیس ہمیں ہی مارنے پر تلی ہوئی ہے ادارہ منہاج القران میں پولیس نے اپنے روایتی تشدد کے ریکارڈ توڑ دیے اپنے والدین کی عمر کے .بزرگوں پر اس بے دردری سے لاٹھیاں چلائیں کی ایک عام دیکھنے والے کی بھی آنکھ بھر آئی کیا ہمارے حکمران اتنے ہی فرعون بن چکے ہیں کہ انہیں اپنے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا عوام خدمت کے یہ نام نہاد حکمران اپنے خاندان اور خود اپنے لیے تو سینکڑوں پولیس اہلکاروں کو ہمراہ لیے گھومتے ہیں اور جب انکا دل چاہتا ہے کسی بھی غریب شہری کو سرعام تماشہ بنا ڈالتے ہیں کیا یہ ہمارے ہی ملک کی پولیس ہے جو اپنے .بزرگوں کو بے دردی سے پیٹ رہے ہیں ایسے تو مقبوضہ کشمیر میں ہوتا جہاں پر ہندو فوجی مسلمان مردو اور عورتوں پر تشدد کرتے ہیں کیا ہمارے حکمرانوں کی طرح ہماری پولیس بھی بے حس ہو چکی

ہے جو اپنے ہی شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنا کر موت کی دہلیز پار کروا رہی ہے پولیس کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ کے کارکن بھی انتقامی کاروائیوں میں کسی سے پیچھے نہیں جہاں پولیس نے اپنی بربریت کا کھیل کھیلا وہی پر پولیس کی سرپرستی میں لیگی کارکن بھی ڈنڈے مار مار کر گاڑیوں کے شیشے توڑتا رہا اور بعد میں بڑے فخریہ انداز میں پولیس والوں نے اسے رخصت کیا جیسے اس نے کوئی بڑی جنگ جیت لی ہو اس واقعہ کے اگلے دن میں منہاج القران کے دفتر میں موجود تھا کہ اطلاع ملی حکومت نے اپنی جان چھڑوانے کے لیے ایک کمیشن بنا دیا میرے ساتھ بیٹھے ہوئے پاکستان عوام تحریک کے سیکریٹری جنرل اور ناظم اعلی خرم نواز گنڈا پور نے کہا روحیل بھائی ہم اس کمیشن کو نہیں مانتے کیونکہ سب کچھ تو ریکارڈ پر ہے کہ پولیس نے کیسے دہشت گردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیدھی گولیاں چلائیں اور ہمارے 7 کارکن شہید ہو گئے جبکہ درجنوں زخمی ہو گئے جب سب کچھ واضح ہے تو پھر کمیشن بنانے کی کیا ضرورت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اپنے آپ کو لالچ دیکر بچا لے گی مگر ہم کسی قسم کے کمیشن کو نہیں مانتے ہمارا مطالبہ بس یہ ہے کہ وزیر اعلی اور وزیر قانون کے خلاف ہماری ایف آئی آر درج کی جائے اور یہ دونوں افراد فوری طور پر اپنے عہدوں سے الگ ہو جائیں ورنہ ہمارے کارکنوں میں جو غم وغصہ پایا جا رہا ہے وہ کہیں ان حکمرانوں وقت سے پہلے ہی تباہ برباد نہ کردے اس لیے اب بھی ان کے پاس وقت ہے کہ ہمارے شہیدوں کا لہو خشک ہونے سے پہلے پہلے یہ راہ راست پر آ جائیں

اور جو بادشاہت کے یہ خواب دیکھ رہے ہیں ان سے باہر نکل آئیں میں وہاں سے واپس اپنے دفتر آگیا اور اگلے دن پھر ایک بری خبر میری منتظر تھی کہ ایم کیو ایم کی رکن قومی اسمبلی طاہرہ آصف کو گولیاں مار دی گئی اور انکو تشویشناک حالت میں ہسپتال داخل کروا دیا گیا کیا ہماری پولیس صرف مخالفین کو کچلنے کے لیے ہی رہ گئی یا پھر ہمارے حکمرانوں کی حفاظت کے لیے مفت کی تنخواہیں وصول کرتی پھر رہی ہے کیا پاکستان بھی کبھی ترقی کریگا یا یونہی لٹیروں کے ہاتھوں میں لٹتا رہے گا اگر ہمارا کوئی بھی ادارہ ملک سے مخلص ہے تو پھر ان لٹیروں کے خلاف بھی آپریشن کیا جائے جن کے خلاف متحدہ یوتھ کونسل پاکستان کے صدر عظیم طارق اور جنرل سیکرٹیری میاں امجد ایڈووکیٹ کے خلاف ہائیکورٹ میں رٹ دائر کر رکھی ہے پٹیشن میں موقف اختیار کیا گیا ہے کہ سوئس پارلیمینٹ نے یکم اکتوبر 2010 میں ناجائز اثاثوں کی واپسی کا ایکٹ پاس کیا ہے جس کے بعد سے اب تک کئی ممالک اپنا لوٹا سرمایہ واپس لے جا چکے ہیں جبکہ سوئس قانون کے مطابق قرضے کی ریکوری منی لانڈرنگ کریمنل تنظیم سے تعلق چوری اور کرپشن جیسے الزامات کی صورت میں کھاتے دار کی تفصیلات فراہم کرنا بینک کی زمہ داری ہے لیکن سوئس حکومت کی ناجائز دولت واپس کرنے کی اس پیش کش اور سہولیات پاکستان کی حکومت اور اداروں نے کوئی فائدہ اٹھانے کی بجائے اس اہم قومی مسئلے سے لاتعلقی کا مجرمانہ رویہ اختیار کر رکھا ہے پٹیشن میں بطور ثبوت عالمی اداروں کی رپورٹ بھی پیش کی گئی ہیں

جس میں اس بھیانک حقیقت کی نشان دہی کی گئی ہے اس مالیاتی دہشت گردی کی وجہ سے ایک عام پاکستانی کس قدر مسائل اور مشکلات کا شکار ہو گیا ہے جبکہ اگر حکومت لوٹا سرمایہ واپس لے آئے تو پاکستان تمام بحرانوں سے نکل سکتا ہے پاکستان کی موجودہ سماجی و سیاسی افراتفری کے پیچھے دیگر عوامل کے علاوہ ایک بڑی وجہ معاشی بدحالی ہے درخوست میں عدالت سے استدعا کی گئی کہ لوٹی دولت واپس لانے کے لیے قانون بھی موجود ہیں اور ادارے بھی لیکن سیاسی مصلحتوں اور مفاد پرستی کی وجہ سے اس قومی مسئلے پر کوئی پیشرفت نہیں ہو رہی لہذا معزز عدالت سے درخوست ہے کہ پاکستان کی سیاسی و معاشی خود مختاری اور وطن عزیز کے غریب اور مفلوک الحال عوام کی مشکلات سے جڑے اس مسئلے پر اپنا کردار ادا کرے درخواست میں وفاقِ وزارت داخلہ وزارت خارجہ وزارت قانون نیب فنانشل مانیٹرنگ یونٹ اور نیشنل ایگزیکٹو کمیٹی کو بھی فریق بنا یا گیا ہے جبکہ آصف زرداری نواز شریف شہباز شریف عمران خان چوہدری شجاعت اسفندیار ولی الطاف حسین طاہرالقادری اعظم سواتی جہانگیر ترین سمیت ملک کے بڑے سرمایہ داروں اور بیوروکریٹس کو بھی پارٹی بنایا گیا ہے۔

شاہی قلعہ کی حالت

ملک کا درجہ حرارت سیاسی طور پر اور موسم کے لحاظ سے گرم ہوتا جارہا ہے پچھلے دنوں ڈاکٹر طاہر القادری کی آمد آمد تھی تو پولیس نے مسلح غنڈہ گردی کرتے ہوئے جن رکاوٹوں کو ختم کرتے ہوئے 19 لاشیں گرائی وہ ڈاکٹر طاہر القادری کی آمد کے بعد دوبارہ رکھ دی گئی ہیں مگر جو لوگ اس دنیا سے چلے گئے ہیں انکا کون کس کے ہاتھوں پر تلاش کیا جایئگا جس طرح حکومت نے قادری صاحب کی آمد پر سب کچھ کنٹرول کرلیا تھا کیا رکاوٹیں اٹھانے پر پولیس کو بندے مارنے کا اختیار دینے کی بجائے بات چیت کے زریعے اس مسئلہ کو بھی ختم کیا جاسکتا تھا مگر پتہ نہیں بٹوں کی اس حکومت میں کون کون گلو بٹ شامل ہیں جو ڈنڈے لیکر عوام کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں بات ہو رہی تھی موسم کی تو گذشتہ روز لاہو بارش کی وجہ سے لاہور کا موسم بڑا پیارا تھا میں بھی شاہی قلعہ چلا گیا مگر جاتے ہوئے جو مشکلات اٹھانی پڑی وہ بڑی ہی تکلیف دہ تھی کوئی راستہ سیدھا اس طرف کو نہیں جاتا اور پھر وہاں جاکر جن جن حکومتی کارناموں کا نکشاف ہوا وہ زرا آپ لوگ بھی ملاحظہ فرمالیں مگر سب سے پہلے یہ بھی لکھتا چلوں کہ مسلم لیگ ن کی موجودہ حکومت نے جہاں بہت سے اور اداروں اور شخصیات کو بے توقیر کرنے کا سلسلہ شروع کررکھا ہے وہی پر پاکستان کے اثاثہ جات کو بھی بری طرح تباہ و برباد کرنے کا کام

شروع کر دیا ہے میرٹ سے ہٹ کر اور اپنوں کو نوازنے کی پالیسی نے ملک کو پستی کی طرف دھکیل رکھا ہے جو سرکاری ملازم جس کام سے جتنا زیادہ لاعلم اور عوام دشمن ہوگا اسے ہی ڈھونڈ کر اس محکمہ کا سربراہ لگا دیا جاتا ہے آپ مختلف اداروں کے سربراہوں اور پنجاب کے شہروں کے ڈی سی اوز کو دیکھ لیں جن کو صرف میرٹ سے ہٹ کر اس لیے لگایا گیا ہے کہ وہ وہاں کے اراکین اسمبلی کو قابو میں رکھیں اور اپنے ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ کر عوام کی بے عزتی کرتے رہیں اب آپ حکومت کا نیا کارنامہ بھی ملاحظہ فرمالیں کہ انہوں نے قومی ورثہ کو بھی شدید نقصان پہنچانے کا کام شروع کر دیا ہے شاہی قلعہ لاہور کو چار سرکاری محکموں کے درمیان سینڈوچ بنادیا گیا ڈی جی آثار قدیمہ ڈاکٹر عصمت طاہرہ کی لاپرواہی اور وال سٹی منصوبہ کے کامران لاشاری کی ناتجربہ کاری نے مغلیہ دور کے قدیم قلعہ کو تباہی سے دوچار کر دیا 30 جون سے قبل بجٹ ختم کرنے کے شوقین افسران نے شاہی حمام کو بھی عام مزدوروں سے تباہ کروادیا شالامار باغ مقبرہ جہانگیر اور شاہی قلعہ کے بجلی کے بلوں کی عدم ادائیگی کے باعث ان اہم مقامات، کی بجلی منقطع ہو چکی ہے لاکھوں روپے سے لگائے گئے واٹر کولر اور سی سی ٹی وی کیمرے خراب ہو چکے ہیں مگر کسی افسر کے کان تک جوں تک نہیں رینگی اور ایک طویل عرصہ سے افسران کی ملی بھگت سے کنٹین حاصل کرنے والے ٹھیکیدار نے بھی شاہی قلعہ کی سیر کو آنے والوں کو لوٹنے کا ٹھیکہ بھی حاصل کر رکھا ہے جبکہ نئی سڑکیں بننے سے مناسب راستہ اور گاڑیوں کی پارکنگ ختم

ہونے کی وجہ سے شہری اس قومی ورثہ کو دیکھنے سے محروم ہو گئے ہیں حکومت نے قومی ورثہ کی حامل ان عمارتوں کو پی ایچ اے، آرکیالوجی، اوقاف اور متروکہ اوقاف کے درمیان بانٹ رکھا ہے اور افسران کے درمیان جاری اختیارات کی رسہ کشی نے اس قومی ورثہ کو اسکے اصل حسن سے محروم کرنا شروع کردیا ہے قلعہ کے ساتھ سڑک بنانے پر محکمہ کو اعتماد میں نہیں لیا گیا ایک لمبا عرصہ دریائے راوی قلعہ کی دیوار کے ساتھ بہتا رہا تھا اور اسکی کھدائی کے دوران محکمہ آثار قدیمہ کے ماہرین کو یکسر نظرانداز کرکے قومی ورثہ کو شدید نقصان پہنچایا اگر دریائے راوی کی اس جگہ کی کھدائی کے دوران ماہرین ہوتے تو اربوں روپے کے نوادرات مل سکتے تھے مگر افسر شاہی اور ڈی جی آثار قدیمہ کی عدم دلچسپی کے باعث یہ باب اب ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا قلعہ سے ملحقہ تاریخی بیگم شاہی مسجد جو اکبر بادشاہ کی بیگم مریم زمانی نے تعمیر کروائی تھی کے اردگرد قبضہ مافیا نے حکومتی آشیر باد سے قبضہ جما رکھا ہے اور اسکی تاریخیں اینٹیں غائب ہو چکی ہیں جبکہ قلعہ کی دیوار کے ساتھ مختلف پریس اور ڈائی کٹر والوں نے بھی افسران کی سرپرستی میں قبضے جما رکھے ہیں جن کی دھمک سے قلعہ کی دیوار کی اینٹیں گرنا شروع ہوچکی ہیں قلعہ میں فوٹو گرافی کا ٹھیکہ افسران اور ٹھیکدار کی مرضی سے جان بوجھ کر لیٹ کیا جارہا ہے تاکہ عید سے کچھ دن قبل اسے جاری کیا جائے اور وہ تین عیدیں یہاں پر آنے والے سیاحوں کو لوٹ سکیں جبکہ ابھی محکمہ آثار قدیمہ کے افسران نے اپنے غنڈوں کو کیمرے

دیگر عوام کو لوٹنے کیلیئے قلعہ کے اندر بھیج رکھا جن کی بدمعاشیوں کی وجہ سے لڑائی جھگڑے روز کا معمول بن چکے ہیں محکمہ کے ملازمین اور یہاں پر سیر کے لیے آنے والے لوگوں کی ڈھیروں شکایتیں ہیں جسے انہوں نے بھی متعدد بار حکام بالا تک پہنچایا مگر یہاں پر جو زنیر عدل تھی وہ تو کب کی غائب ہو چکی ہے اس لیے اب کسی کی بھی شنوائی نہیں ہو سکتی اور ہمارے موجودہ حکمران تو ویسے بھی اپنے وزیروں کی بھی نہیں سنتے عوام کی کیا سنیں گے ۔

لکیر کے فقیر

ہمارے سیاسی ورکر اپنے اپنے مفادات کی خاطر اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ وہ اپنے لیڈر کے خلاف کوئی بھی بات سننا گوارا نہیں کرتے اور بات گالی گلوچ تک پہنچ جاتی ہے اور اوپر سے ہمارے مختلف ٹیلی ویژن چینلز پر دکھائے جانے والے ٹاک شوز ان جلتی ہوئی باتوں پر تیل کا کام کرتے ہیں اور رہی سہی کسر ہماری سیاسی جماعتوں میں بیٹھے ہوئے سوشل میڈیا نیٹ ورک چلانے والوں نے پوری کر دی ہے اور اب تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے پورا ملک ہی کرپٹ اور چور بن چکا ہے کسی طرف سے کوئی امید اور آس کی کرن نظر نہیں آ رہی آجکل سابق چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری اور انکے بیٹے ارسلان افتخار کو مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں نے آڑے ہاتھوں لیا ہوا ہے جبکہ لشکر ایسے بھی ہیں جو ارسلان افتخار کے ساتھ مخالف پارٹی بن کر الجھ رہے ہوتے ہیں جیسے یہ سب دودھ کے نہائے ہوئے ہیں اور سب سے بڑی خامی والی بات یہ ہے کہ ہم لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں ایک بات کسی نے سوشل میڈیا پر شرارتن پھیلا دی تو پھر سب آنکھیں بند کر کے اسی فضول بات پر بحث شروع کر دیتے ہیں ابھی پچھلے دنوں کسی نے سوشل میڈیا پر ایک بے پر کی اڑا دی کہ ایک پروگرام میں پی ٹی آئی کے رکن نے ارسلان افتخار کو تھپڑ دے مارے ہو سکتا ہے کہ یہ تحریک انصاف والوں نے اپنے

لیڈروں کو پرموٹ کرنے کے لیے ایسی بات چھوڑی ہو جسکا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ہم آج بھی اسے دلیر انسان سمجھتے ہیں جو بات دلیل سے کرنے کی بجائے ہاتھ سے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے ارسلان افتخار کو بلوچستان حکومت نے عہدہ کیا دیا پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں اسکے خلاف اکٹھی ہو گئی یہ وہ لوگ ہیں جو افتخار چوہدری سے خار کھائے بیٹھے ہیں جن کو انکی امیدوں کے مطابق فیصلے نہیں ملے پاکستان میں ہر کسی پر الزام لگانا بہت آسان کام ہے مگر اس الزام کو ثابت کرنا بہت مشکل ہے ارسلان افتخار کو اگر کام کرنے کا موقعہ دیا جاتا تو ہو سکتا تھا کہ بلوچستان میں اربوں روپے کے جو زخائر ہیں انکو نکال کر بلوچستان اور پاکستان کی ترقی کی راہ پر لگایا جاتا مگر ہمیں یہ منظور نہیں ہے ہم چاہتے ہیں کہ بلوچستان کی عوام پسماندگی کی زندگی ہی گذارے انکا معیار تعلیم اور طرز زندگی نہ بدلے اور ایسا کرنے والے کیا ملک و قوم کے دوست ہو سکتے ہیں ایک طرف سے چور کا شور بلند ہوتے ہیں دوسری طرف سے لوگ ڈنڈے سوٹے ہاتھ میں لیے باہر نکل آتے ہیں اور کوئی کسی سے تصدیق کرنے کی کوشش نہیں کرتا کہ بھائی کیا چوری ہوا ہے کس نے کیا ہے اور کیوں کیا ہے جب ڈنڈے اور سوٹے کھانے والا دم توڑ چکا ہوتا ہے تب قانون حرکت میں آتا ہے اور پھر بعد میں تحقیقات شروع ہو جاتی ہیں اسی طرح کا ایک واقعہ سیالکوٹ میں بھی ہو چکا ہے ہم پوری قوم لکیر کی فقیر بن چکی ہیں ارسلان افتخار کو پروگرام میں تھپڑ نہیں مارا گیا مگر انکے مخالف گروپ نے اس بات

کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ ہر پروگرام میں اس پر بحث شروع ہو گئی کہ ارسلان کو تھپڑ مارا گیا کسی نے اس بات کی تحقیق کرنے کی کوشش نہیں کی کہ کیا ایسا واقعہ پیش بھی آیا ہے کہ نہیں ایک خبر کسی کے خلاف اخبار میں شائع ہو جائے تو سب چینلز والے اس پر ایسے بحث کر رہے ہوتے ہیں جیسے پاکستان کی بقا کا مسئلہ اس وقت یہی بنا ہوا ہے اس خبر کی حقیقت پر کوئی نہیں جاتا کہ آیا یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی ہم لوگ اپنی زاتی تسکین اور اپنے چینلز کے مالکان سے وفاداری نبھانے کی خاطر ہر اس بات کو ایشو بنانے کی کوشش کرتے ہیں جس سے ہماری بدنامی ہو ابھی پچھلے دنوں ایک ٹیلی ویژن کے ٹاک شو میں مسلم لیگ ن کے ایم پی اے میاں مرغوب اور ابراہیم مغل نے آپس میں لڑتے لڑتے ایک دوسرے کو ننگی گالیوں سے بھی نواز دیا ایسے پروگرام دیکھ کر کون کہے گا کہ ہم مہذب قوم کے مہذب شہری ہیں ہمیں تو اپنی بات کو دلیل سے سمجھانا بھی نہیں آتا ہم جھوٹ بول رہے ہو تو پھر اپنے اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے لڑائی مار کٹائی تک اتر آتے ہیں اصل میں ہماری تربیت ہی ایسے ہوئی ہوتی ہے جسکا اظہار کسی نہ کسی موقعہ پر ہو ہی جاتا ہے اب تو میڈیا بھی آزاد ہے بلکہ بہت زیادہ آزاد ہے اگر ہم وعدوں پہ وعدے کرنے والے حکمرانوں کو بار بار آزما سکتے ہیں منی لانڈرنگ اور فائلوں کو پہیے لگوا کر اپنا کام نکلوانے والوں کو ہم اپنے سروں پر بٹھا سکتے ہیں تو ارسلان افتخار کو بھی کام کرنے کا موقعہ ملنا چاہیے ہو سکتا ہے کہ بہتری ہو جاتی ورنہ لٹھ لے کر تو

ہم ویسے بھی پیچھے پڑے ہی ہوئے ہیں پھر ہم نے کہا معافی دینی تھی اور رہی افتخار چوہدری کی بات تو انھوں نے اپنی ملازمت میں بطور چیف جسٹس عدلیہ کا وقار بحال کیا اور بڑے بڑے فیصلے کرکے حکمرانوں کو انکی چوریوں سے روکا اگر حکومت کو عدلیہ کا ڈر بھی نہ ہوتا تو پھر پورا ملک گروی رکھ دیا جاتا قوم تو پہلے ہی آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ہاتھوں بک چکی ہے۔

سفارشی افسران

پنجاب حکومت کے ملازمین بلخصوص محکمہ اطلاعات کے افسران کو اب اپنا آپ بچانا مشکل ہوچکا ہے کیونکہ ڈاکٹر طاہر القادری نے جس جنگ کا آغاز کردیا ہے اب اس سے نمٹنا اور وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کو مطمئن رکھنا بھی ان افسران کی ڈیوٹی میں شامل ہوچکا ہے جس دن ڈاکٹر طاہر القادری کی پریس کانفرنس ہوتی ہے اسی دن محکمہ اطلاعات کے مردہ گھوڑے میں جان پڑ جاتی ہے اور پھر انکی کوشش ہوتی ہے کہ مولانا صاحب کی خبر تھوڑی سی جگہ پر چھوٹی سی لگ جائے مگر اخبارات والوں نے ڈاکٹر طاہر القادری کی ہر پریس کانفرنس کو نمایاں کوریج دی جسکا حل محکمہ اطلاعات نے اب یہ نکالا ہے کہ جیسے ہی ڈاکٹر طاہر القادری کی پریس کانفرنس ختم ہوتی ہے تو ڈی جی پی آر کی طرف سے مختلف اخبارات کو ٹیلی فون جانا شروع ہوجاتے ہیں کہ ہم آپ کو لاکھوں روپے کا اشتہار دے رہے ہیں اس لیے آپ ڈاکٹر طاہر القادری کی خبر اندر کے صفحات پر چھوٹی سی لگادیں اور وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کو پہلے صفحہ پر نمایاں کرکے بڑی سی خبر لگائیں میں پہلے بھی متعدد بار محکمہ اطلاعات پنجاب کی من مانیوں کے حوالہ سے لکھ چکا ہوں کہ کس طرح یہ محکمہ بربادی کا شکار ہوا ہے اگر اس محکمہ میں میرٹ پراور اپنے اپنے شعبہ میں ماہر افسران کو تعینات کیا جاتا تو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے

بعد وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف خفا ہو کر ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشنز پنجاب کو یہ کہنے پر مجبور نہ ہوتے کہ چھ سالوں میں صرف ایک ہی بار تمہاری ضرورت پڑی تھی اور تم نے اس موقعہ پر اپنی نالائقی کی انتہا کردی اب اسی نالائقیوں کو ختم کرنے کے لیے حکومت نے ڈاکٹر طاہر القادری کی چھوٹی سی خبر رکوانے کے لیے لاکھوں روپے کے اشتہارات اخبارات کو جاری کردیے چلوں اچھا ہوا کہ ڈاکٹر طاہر القادری کے خوف سے یا خادم اعلی کے سامنے سرخرو ہونے کے لیے اخبارات کو اچھے خاصے اشتہارات ملنا شروع ہوگئے ہیں اور ان میں ایسے اخبارات بھی ہیں جن کو ایک لمبے عرصہ سے کوئی اشتہار ہی نہیں ملا تھا ان سب کاروائیوں کی نگرانی ڈی جی پی آر براہ راست خود ہی کررہا ہے یہاں تک کہ انکے ڈائریکٹر نیوز پرنٹ میڈیا جو صرف دفتر میں خانہ پوری اور آرام فرمانے کے لیے آتے ہیں اورڈائریکٹر نیوز الیکٹرونک میڈیا جوخود مختار افسر کی بجائے کٹھ پتلی نما ہیں سمیت کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتے اور ان دونوں افسران کی ذمہ داریاں بھی ڈی جی پی آر خود ہی نبھانے میں مصروف ہے اسی محکمہ کے شعبہ اشتہارات میں ایک ایسے فرد کو لگایا گیا ہے جس پر محکمہ انٹی کرپشن میں کیسز چل رہے ہیں اور ضمانت پر اپنے دن گذار رہا ہے اسی محکمہ کا سیکریٹری اپنے محکمہ کے افسران کی فائلیں دبائے بیٹھا ہے اور اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے میرٹ میرٹ کی رٹ لگانے والوں نے ہی پنجاب میں میرٹ کی دھجیاں آڑا کر رکھی ہوئی ہیں پنجاب حکومت کی طرف سے چلائی جانے والی

اربوں روپے کی اشتہاری کمپین میں اسی محکمہ کے ایک ڈائریکٹر کوآرڈینیشن مجید شاہد نے مبینہ طور پر کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپے کمائے اور صبر شکر کرنے کے بعد دبئی میں اپنا کاروبار سیٹ کرلیا ہے اندورنی ذرائع کے مطابق محکمہ اطلاعات کے اشتہاری شعبہ میں کروڑوں روپے کی کرپشن تو بہت ہی معمولی ہے کیونکہ اگر حکومت کی طرف سے پورے سال میں 3 ارب کی کوئی بھی میڈیا کمپین چلائی جاتی ہے تو اس میں سے بعض اخبارات ایسے بھی ہیں جو 50 فیصد اشتہار دینے والے کو ادا کر دیتے ہیں جبکہ ہر اشتہار پر 15 فیصد کمیشن کسی بھی من پسند ایجنسی کے ذریعے لازمی مل جاتا ہے ہمارے بعض اخباری بھائی اس بات پر بھی خوشی سے پھولے نہیں سماتے کہ انہیں 50 فیصد کمیشن پر اشتہارات مل جاتے ہیں جہاں کمیشن مافیا سرگرم ہو، میرٹ سے ہٹ کر تعیناتیاں کی گئی ہوں اور اختیارات فرد واحد کے پاس ہوں تو پھر حکمرانوں کی آنکھوں میں انہی کے افسران ایسے ہی دھول جھونکتے ہیں مجھے یاد ہے کہ اسی محکمہ کے افسران سابق صدر پرویز مشرف کے دور میں میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف کی کوئی بھی خبر کسی اخبار میں دیکھ کر غصے میں آپے سے باہر ہوجایا کرتے تھے اور ان اخباروں کو اشتہارات زیادہ دیتے تھے جن میں مشرف کی لیڈیں چھپتی تھی اور آج وہی افسران اپنی نوکری پکی کرنے کے لیے موجودہ حکومت کے ساتھ وفاداری نبھانے میں مصروف ہیں اگر اسی محکمہ میں میرٹ پر ایماندار افسران کو تعینات کیا گیا ہوتا تو آج نوبت یہاں تک نہ پہنچتی کہ اشتہار کا لالچ دیکر خبروں

کو رکوایا جائے یا چھوٹی لگانے کی التجا کی جائے اگر موجودہ حکومت کے پچھلے پانچ سال اور حالیہ ایک سال محنتی افسران کو محکمہ اطلاعات میں اہم ذمہ داریاں دی جاتی جو حکومت کے اچھے کاموں کو اخبارات میں نمایاں چھپواتی اور ٹیلی ویژن میں بھی میاں شہباز شریف کے ترقیاتی کاموں کو نمایاں کرکے ناظرین تک پہنچاتی تو آج حالات اس نہج پر نہ پہنچ پاتے کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کی خبر کو اندرونی صفحات پر چھپوانے کے لیے خزانے کا منہ کھولنا پڑتا اور اس بات میں بھی کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ جتنا کام میاں شہباز شریف نے اپنے دور اقتدار میں کروایا اتنا آج تک کسی حکمران نے نہیں کیا مگر اسکے باوجود اب ایک طرف آزادی مارچ تو دوسری طرف انقلاب ہے جو حکمرانوں کو کسی صورت.برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

ٹھنڈا جہاد

آج مسلمان فلسطین میں اسرائیل کی بربریت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں گذشتہ روز فلسطین فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام لاہور کے ایک مقامی ہوٹل میں ایک سیمنار ہو رہا تھا جس میں مختلف مقررین جن میں سیاسی اور مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے علماء کرام جناب علامہ ابتسام الہی ظہیر، مولانا عبدالخبیر آزاد، مولانا امجد خان، پیر محفوظ مشہدی، مولانا محمد خان قادری نوجوان سکالر ڈاکٹر تنویر قاسم،امجد گولڈن اور جناب خرم نواز گنڈہ پور نے اسرائیلی مظالم کی بھرپور مذمت کی جبکہ علماء کرام نے کہا کہ فلسطین کے نہتے مسلمانوں پر مظالم کرنے والے ظالموں کے خلاف جہاد فرض ہو چکا ہے مقررین اپنی اپنی باری پر اپنا غم وغصہ نکال رہے تھے اور میں انکے بارے میں سوچ رہا تھا کہ جو پاکستان میں اسلام کا لبادہ اوڑے خود کش بمبار تیار کرتے ہیں اور انہیں کبھی مساجد میں کبھی امام بارگاہوں میں تو کبھی درگاہوں میں بے گناہ اور معصوم مسلمانوں کے خلاف جہاد کرنے بھیج دیتے ہیں کیا یہ بھی تو کہیں یہودیوں کے ایجنٹ تو نہیں ہیں جو اسلام کو دنیا میں اس طرح بدنام کر رہے ہیں کہ مسلمان اور بلخصوص سنت رسول رکھے ہوئے داڑھی والا شخص دنیا بھر میں مشکوک سمجھا جانے لگا ہے اور اب تو پاکستان میں بھی داڑھی والے شخص کو ہمارے مسلمان بھائی شک کی نظروں سے دیکھنا شروع ہو گئے

ہیں کیونکہ ان دہشت گردوں نے اپنے حلیے ہی اس طرح بنا لیے تھے کہ جس طرح ایک سچے اور پکے مسلمان کا حلیہ ہوتا ہے اب فلسطین میں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں ننھے معصوم بچوں کے پیٹ چاک کرکے بے دردی سے شہید کیا جارہا ہے خواتین سے بدتمیزی اور بزرگوں کو داڑھی سے پکڑ کر گھسیٹا جارہا ہے غزہ کے معصوم مسلمان مدد کے لیے پکار رہے ہیں تو ہمارے یہ نام نہاد اسلام کے ٹھیکیدار اب اسرائیل کے خلاف جہاد کیوں نہیں کرتے اپنے خود کش بمباروں کو پاکستانی فوج کے جوانوں کی طرف بھیجنے کی بجائے اسرائیلی غنڈوں کی طرف کیوں نہیں بھیجتے جو سرعام مسلمانوں کا قتل عام کررہے ہیں اور اس وقت جس بھی ملک ،مذہب اور قوم کے لوگ یا حکومت ا سرائیل مظالم کے خلاف اپنی زبان بند کرکے گونگے اور بہرے بنے بیٹھے ہیں وہ بھی انہی یہودیوں کے ایجنٹ ہیں کیونکہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور اگر ایک بھائی تکلیف میں ہوتو دوسرے بھائی کو کیسے صبر اور سکون آسکتا ہے اور جو اس وقت مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہا ہو انہیں شہید کررہا ہو خواہ وہ پاکستان کے نام نہاد مذہبی رہنماء ہو جو طالبان جیسے دہشت گردوں کے ساتھی ہیں اور انکی پشت پناہی کررہے ہیں یا اقوام متحدہ جیسا منافق ادارہ ہو جسے مسلمانوں پر مظالم نظر نہیں آرہے اور وہ خاموشی سے مسلمانوں کو شہید ہوتے دیکھ رہا ہے وہ سب یہودی لابی کا حصہ ہیں اسلام دشمن قوتوں نے ایک طرف پاکستان میں اسلام کو جہاد کے نام پر بدنام کررکھا ہے تو دوسری طرف معصوم مسلمانوں کو جہادیوں سے دور رکھا جارہا

ہے اور ان تمام مظالم کو دیکھتے ہوئے ہمارے مسلم ممالک کے حکمران بھی خاموش اور تماشائی بنے ہوئے ہیں بعض اوقات تو یہ ہمارے حکمران ایسے محسوس ہوتے ہیں کہ جیسے یہ چابی والے کھلونے ہوں کیونکہ جیسے ہی انہیں کسی طرف سے چابی دی جاتی ہے تو یہ فرفر بولنا شروع کردیتے ہیں مگر یہ اس وقت بولتے ہیں جب انہیں بولنے کے لیے کہا جاتا ہے میں واپس پھر اسی سیمینار کی طرف آتا ہوں جہاں پر فلسطین فاؤنڈیشن پاکستان کے ترجمان صابر کربلائی نے کہا تھا کہ ہمیں بطور مسلمان ہوتے ہوئے اپنے ان مظلوم مسلمان بھائیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے یہ تو کرنا چاہیے کہ ہم یہودیوں کی بنی ہوئی اشیاء کا بائیکاٹ کردیں کیونکہ وہ انہی اشیاء کے منافع سے حاصل ہونے والی رقم ہمارے فلسطینی بھائیوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں انکی یہ بات بلکل درست ہے مگر ہمارے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ جس نے ملاوٹ کی وہ ہم سے نہیں ہے اس لیے پاکستان میں رہتے ہوئے جو نام نہاد مسلمان ہمیں غیر معیاری اور ملاوٹ والی اشیاء فروخت کررہے ہیں وہ بھی ہمارے دشمن ہیں کیونکہ انکی غیر معیاری اشیاء سے ہمارے مسلمان بھائی مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر موت کی نیند سو چکے ہیں ایک طرف سے یہودی ہمارے مسلمان بھائیوں کو شہید کررہے ہیں تو دوسری طرف ہم میں ہی موجود ہمارے دشمن ملاوٹ کے زریعے غیر معیاری اشیاء بنا کر ہمیں موت کی نیند سلا رہے ہیں ہمارے دونوں دشمن ہیں اور ان دشمنوں کا ہم نے اگر آج ڈٹ کر مقابلہ نہ کیا تو پھر کل کو آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں

گی کیونکہ ہم نے اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اور اہم بات وہ یہ ہے کہ امریکہ میں غزہ کیخلاف سب سے بڑا جلوس یہودی نکال رہے ہیں ہم یہاں نقل مکانی کرنے والے بھائیوں کو بھولے بیٹھے ہیں اور شدید گرمی کے موسم میں اپنے ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ کر متاثرین غزہ کی تصاویر اپ لوڈ کرکے خوب جہاد کر رہے ہیں واہ کیا بات ہے ہمارے ٹھنڈے جہاد کی۔

میاں کی ٹیم

جس طرح حکومت نے عوام کو نظر انداز کر رکھا ہے بلکل اسی طرح حکومت کے ملازمین نے حکومت کو نظرانداز کر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں غربت، مہنگائی، بے روزگاری سمیت بڑھتی ہوئی لوڈ شیڈنگ سمیت عوام کا کوئی بھی مسئلہ حل نہ ہو سکا اگر حکومت کے اپنے تعینات کیے ہوئے افسران حکومتی احکامات کو جوتے کی نوک پر نہ رکھتے تو آج پاکستان کی تقدیر بدل چکی ہوتی کیونکہ وزیر اعلی پنجاب جس طرح محنت کر رہے ہیں اور خاص کر وزیر اعظم میاں نواز شریف کی تقریروں سے جس طرح عوام کا دکھ جھلکتا ہے اگر انکی ٹیم حکومت کا ساتھ دیتی تو آج لوڈ شیڈنگ سمیت ہر بحران کو کنٹرول کیا جا سکتا تھا مگر بد قسمتی سے میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف نے جن افسران کو اپنا مخلص اور ہمدرد سمجھ کر اعلی عہدوں پر تعینات کیا وہی افسران حکومت کی ناکامی کا بعث بن رہے ہیں اگر مسلم لیگ ن کی حکومت ان سرکاری بابوؤں کو میرٹ پر عہدے دیتی اور پارٹی سے مخلص پڑھے لکھے ورکروں کو مناسب ذمہ داریاں سے نوازتی تو آج ملک کی جو صورتحال ہے وہ نہ ہوتی ہو سکتا تھا کہ آج جن بحرانوں میں حکومت گھری ہوئی ہے اور جو مسائل آئندہ چند روز میں پیش آنے والے ہیں یہ سرے سے پیدا ہی نہ ہوتے مگر مسلم لیگ ن کی حکومت کی شروع دن سے ہی بدنصیبی رہی ہے کہ میاں برادران نے جن

سرکاری ملازمین کو نوازا وہی انکی بدنامی کا باعث بنے پرویز مشرف کو میرٹ سے ہٹ کر ترقی دی اور آخر کار پرویز مشرف نے ہی انکی حکومت کا تختہ الٹ دیا اسی طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ جب اور جہاں مسلم لیگ ن نے میرٹ سے ہٹ کر کسی کو نواز آخر کار اسی نے ہی انہیں نقصان پہنچایا اب ہمیں پچھلے دور حکومت کو کریدنے کی ضرورت نہیں کہ میاں نواز شریف کے پچھلے دونوں ادوار میں انہیں کس طرح اپنوں نے ہی دھوکہ دیا ابھی آپ یہ گذرنے والے منگل کے روز ہونے والی افطار پارٹی کو ہی دیکھ لیں کہ کس طرح صوبائی وزیر قانون رانا مشہود، صوبائی سیکریٹری اطلاعات مومن علی آغا، ڈائریکٹر جنرل سپورٹس اور ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشنز اطہر علی خان نے کیسے اپنے محسنوں کے احکامات کو جوتے کی نوک پر رکھ کر انکا مذاق اڑایا مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ انکے پاس اپنی صفائی کے لیے بہت کچھ ہوگا مگر صفائی وہاں کیا کریگی جہاں غلط بیانی ہو امیرا مقصد افطار پارٹی کروانے پر تنقید کرنا نہیں بلکہ مقصد یہاں پر یہ بتانا ہے کہ صوبے کے وزیر اعلی میاں شہباز شریف نے سرکاری خرچ پر پنجاب بھر میں افطار پارٹیاں کروانے پر سختی سے پابندی لگا رکھی ہے مسلم لیگ ن جسکے قائد وزیر اعظم میاں نواز شریف ہیں انہوں نے بھی ملک بھر میں سرکاری خرچ پر افطار پارٹیوں پر پابندی لگا رکھی ہے مگر پنجاب میں وزیر اعلی میاں شہباز شریف کے چہتے وزیر اور افسران نے سرکاری خرچ پر ایک اچھے اور مہنگے کلب میں صحافیوں کو افطار ڈنر کروادیا ہاں اگر وزیر موصوف اور

دیگر سرکاری عہدے دار اپنی جیب سے اپنے صحافی دوستوں کو ایک افطاری کروادیتے تو کیا حرج تھا اور اس سے انکی کارکردگی کا بھی خادم اعلی کو اندازہ ہوجاتا کہ واقعی میرے افسران بہت کام کررہے ہیں کیونکہ آئندہ چند روز میں عمران خان اور نواز شریف کی ٹیموں کے درمیان میچ جو ہونے والا ہے یہ تو تھا پنجاب میں وزیر اعلی کی ٹیم کا حال جو اپنے محسن اور لیڈر کے احکامات کی کوئی پراہ نہیں کرتے اب زرا میاں نواز شریف کے دست راست اور وفاقی وزیر پانی بجلی کا حال بھی دیکھ لیں کہ کس طرح اب وہ منت ساجت پر آچکے ہیں اور عوام سے کہہ رہے ہیں کہ بجلی پوری نہیں ہوسکتی اس لیے پوری قوم دعا کرے کہ بارش ہوجائے اور گرمی کے روزے سکون سے گذر جائیں خود تو ٹھنڈے کمروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور عوام روزے میں پسینے سے شرابور ہورہی ہے جب مسلم لیگ ن کی حکومت میں ایسے وزیر اور سرکاری ملازمین ہو تو پھر کسی اپوزیشن اور مخالف جماعتوں کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ بظاہر یہ لوگ حکومت کے خیر خواہ ہی نظر آتے ہیں مگر اندر سے یا انجانے میں ان سے ایسی کاروائی سرزد ہوتی رہتی ہیں جن سے حکومت کی کارکردگی ہمیشہ صفر رہتی ہے اور اگر اپوزیشن بھی تگڑی قسم کی ہو تو پھر حکمران اپنا وقت مشکل سے ہی گذارتے ہیں جب ایسے بندوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اعلی عہدوں پر لگایا جائے گا تو پھر یہی حشر ہوگا جو اب ہورہا ہے کہ پنجاب کے وزیر اور سرکاری ملازم خود حکومتی احکامات کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اور پانی بجلی کے وزیر لوڈ شیڈنگ سے نجات کا

حل دعاؤں کی صورت میں ہونی والی بارشوں میں ڈھونڈ رہے ہیں کیا عوام نے ان
حکمرانوں کو دعاؤں کے زریعے مسائل حل کروانے کے لیے ووٹ دیکر حق حکمرانی بخشا
تھا اگر ایسی بات تھی تو اس کے لیے ہماری مذہبی جماعتوں میں بڑے بڑے علماء کرام
موجود ہیں جو دعا کے ساتھ ساتھ دوا بھی کرتے ہیں۔

مارچ میں کس کا مارچ ؟

رمضان المبارک کے بعد میدان سجنے والا ہے بہت کچھ تبدیل ہونے جارہا ہے یا کچھ بھی نہیں ہوگا اسکا فیصلہ اب بہت جلدی ہونے والا ہے ایک طرف حکومتی جماعت ہے جو ہر طرف یہ ہی کہتی سنائی دے رہی ہے کہ کچھ بھی نہیں ہوگا صرف چند لوگوں کی شرارت ہے جو وقت آنے پر خود بہ خود ختم ہوجائے گی دوسری طرف عمران خان ہے جن کے حامی کہہ رہے ہیں کہ مارچ میں حکمرانوں کی دوڑیں لگ جائینگی تو تیسری طرف ڈاکٹر طاہرالقادری ہیں جو انقلاب کا پرچم اٹھائے اعلان کر رہے ہے کہ حکمرانوں کو لگ پتہ جایئگا اور کسی کو ملک سے فرار ہونے نہیں دیا جایئگا اب وقت بہت کم رہ گیا ہے آزادی مارچ اور انقلاب کیا رنگ لاتا ہے دیکھنا یہ ہے کہ سبز انقلاب ہوگا یا سرخ انقلاب جسکا فیصلہ اب وقت ہی کرے گا جو بہت قریب آتا جارہا ہے مگر حکومت کی خاموشی اور عوام کا حکومت پر سے اٹھتا ہوا اعتماد بھی کسی خطرناک صورتحال کی طرف اشارہ کررہا ہے کیونکہ انتخابات سے قبل حکومت نے عوام سے جو وعدے کیے تھے ان میں سے کوئی بھی پورا نہیں ہوا رمضان المبارک کے دوران شدید گرمی اور اوپر سے لوڈشیڈنگ نے عوام کا برا حال کررکھا ہے خاص کر ایسے علاقے جہاں دو یا تین مرلے کے گھروں میں کئی کئی فیملیاں رہ رہی ہوں وہاں پر حبس اور گرمی نے جہاں بڑوں کو سخت امتحان میں ڈالا ہوا ہے وہیں پر چھوٹے

چھوٹے معصوم بچے رو رو کر دن رات گذار رہے ہیں بجلی کی بڑھتی ہوئی لوڈ شیڈنگ کے باعث اب تو بعض محب وطن مسلم لیگی بھی اپنی حکومت سے ناراض ہو چکے ہیں مسلم لیگ ن کے رہنماؤں کو یہ بھی یقین تھا کہ آصف علی زرداری انکی حمایت کرینگے اور اپنے استادی گروں سے میاں نواز شریف کے پانچ سال نکلوادیں مگر آصف علی زرداری کے ایک بیان کے بعد اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ بھی اب میاں نواز شریف کی حکومت کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اگر دونوں رہنماؤں کے درمیان گلے شکووں کے بعد صلہ ہو بھی جاتی ہے تو وہ میاں نواز شریف کو میڈ ٹرم الیکشن پر راضی کرنے کی کوشش کریں گے جسکے لیے زرداری صاحب کے پاس بہت سی وجوہات ہونگی اور امید ہے کہ وہ حکومت کو ڈرا دھمکا کر درمیانی مدت میں انتخابات کا اعلان کروادیں گے جس کے بعد پھر یہ دونوں پارٹیاں اپوزیشن کا مل کر مقابلہ کرینگی مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عوام کو نا سمجھی کی گولیاں کھلا کھلا کر بیوقوف بنانے والے یہ بات بھول گئے ہیں کہ غربت ، مہنگائی ، بے روزگاری ، لاقانونیت اور اقربا پروی کے بوجھ تلے دبی ہوئی قوم کو اب شعور آنا شرع ہو گیا ہے خواہ نکا تعلق کسی بھی پارٹی سے ہو اب عوام کو سمجھ آچکی ہے کہ انکے ووٹوں کی وجہ سے اقتدار کی منزل پر پہنچنے والے والے اپنے آپ کو خاندانی حکمران سمجھ بیٹھے ہیں جن کے ووٹوں کے صدقے ایوان اقتدار میں داخل ہوئے انہیں گرمیوں کی تپتی ہوئی دھوپ میں بے یارومددگار چھوڑ دیا اور خود ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ کر عوام کا مذاق اڑانا شروع کردیا اور جمہوریت کے

تحفظ کا نعرہ لگا کر اپنے اپنے مفادات کا تحفظ کرنے والے سبھی سیاست دانوں نے لوٹ لوٹ کر ملک اور قوم کو اندھیروں میں دھکیل دیا ہے جو سب سے زیادہ جمہوریت کا شور مچا رہے ہیں انکی اپنی جماعتوں کے اندر جمہوریت نام کی کوئی چیز نہیں کسی جماعت میں خاندانی شخصیات مسلط ہیں تو کہیں فرد واحد ہی ہر چیز پر قابض ہے پاکستان کی سیاسی جماعتوں کے اندر کوئی بھی عہدے دار پارٹی قائد سے اختلاف نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو تمام عہدوں سے فارغ کر دیا جائیگا اس لیے سیانے سیاستدان پارٹی قائد سے وفاداری نبھاتے ہوئے ملک وقوم کا مفاد ایک شخص کی خوشنودی کے لیے قربان کر دیتے ہیں یہی وجہ ہے ہر گذرتے دن کے ساتھ ساتھ پاکستان ترقی کرنے کی بجائے تنزلی کی طرف جا رہا ہے اور ہمارے سیاستدان ہیں کہ ابھی تک انکی زہنیت تبدیل نہیں ہوئی اب تو ان سیاسی چوروں کی طرف دیکھتے ہوئے انکے خاص ورکروں نے بھی مال ودولت اکٹھا کرنا شروع کر دیا ہے ہماری بدقسمتی بھی یہی ہے کہ ہم نے لوٹ مار کرنے والے چوروں اور ٹھگوں کو اپنا لیڈر بنا لیا اور جو انکے سب سے بڑے حامی ہوتے ہیں وہ بھی اپنی اپنی دیہاڑیاں لگانے میں مصروف ہیں اور آگے ان سب دیہاڑی بازوں کے ایجنٹ شکاری کتوں کی طرح شکار ڈھونڈنے میں مصروف ہیں اور ان ایجنٹوں کی کوشش ہوتی ہے کہ انکا یہ پیغام ہر جگہ پہنچ جائے تاکہ غریب ، مجبور اور غرض مند افراد انکے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر اپنا آپ لٹادیں یہ کام پاکستان میں اتنی تیزی کے ساتھ پھیلا ہے کہ اب زیادہ تر وہی طرح کے طبقات پائے جاتے ہیں

ایک وہ جو مختلف لالچ دیکر لوٹ رہے ہیں اور دوسرا طبقہ وہ ہے ان فراڈیوں کے لالچ میں آکر اپنا آپ لٹا بیٹھتے ہیں اور کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو صحافت کا لبادہ اوڑھ کر مختلف شہروں میں جا کر لوٹ مار کرتے ہیں مگر کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اس لیے ہمارے ملک میں فراڈ کی انڈسٹری بڑی تیزی کے ساتھ پروان چڑھ رہی ہے اب دیکھنا یہ ہے عید کے بعد مارچ میں کس کا مارچ ہوتا ہے ؟

مٹی کا مٹی پر وزن

ہم لوگوں میں ایک طرف ایمانداری ، شرافت اور خدمت خلق کا جذبہ ختم ہو چکا ہے تو
دوسری طرف .برداشت ،درگذر اور صبر کا مادہ بھی ختم ہوچکا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر
طیش میں آکر ہم اپنوں کے ہی گلے کاٹنا شروع کردیتے ہیں گجرات میں انسان نما وحشی
درندے نے پانچویں جماعت کے طالبعلم 10 سالہ تبسم کے دونو بازوں کاٹ دیے اور
جب اس واقعہ کی اطلاع خادم اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کو ٹیلی ویژن چینلوں کے
زریعے ہوئی تو وہ اپنے روائتی انداز میں گجرات پہنچ گئے اور پھر وہی ہوا جو وہ اب تک
کرتے رہے ہیں یعنی مظلوم خاندان کی مالی مدد، کچھ وعدے اور پھر آخر میں وہاں
افسران کو معطل کرنا مگر خوش قسمتی سے گجرات کے ڈی پی او رائے اعجاز احمد کو معطل
کرنے کے فوری بعد بحال بھی کردیا شائد خادم اعلی کو کوئی بات یاد آگئی ہو یا اس
بات کا احساس ہوگیا ہو کہ ملزم تو گرفتار ہو چکا ہے اب کس جرم میں ڈی پی او کو معطل
کیا جائے جبکہ کچھ یار دوست یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ رائے اعجاز کو انکے والد رائے ضمیر
الحق جو اس وقت ڈی پی او مظفر گڑھ تعینات ہیں کی خدمات کے باعث معافی ملی
بہر حال نوجوان رائے اعجاز ایک اچھے باپ اور اچھے پولیس آفیسر کی اولاد ہے اور وہ
باتوں سے قائل کرنے کے علاوہ عملی طور پر کام کرنے پر بھی یقین رکھتے کیونکہ انکے
والد نے مظفر گڑھ میں

مظلوم افراد کی داد رسی کے لیے پولیس کا نظام بہت حد تک درست کر رکھا ہے اور اب تو مظفر گڑھ میں مدعی کی درخواست پر درج ہونے والی ایف آئی آر خود پولیس والا موٹر سائیکل پر جا کر اسکے گھر پہنچاتا ہے جو پاکستان میں ایک نا قابل یقین معلوم ہوتا ہے وہ اس لیے کہ آپ کراچی، پشاور، لاہور اسلام آباد سمیت کسی بھی بڑے شہر کے تھانے میں چلے جائیں وہاں پر بغیر کچھ لیے دیے آپ کو ایک دن میں ایف آئی آر نہیں مل سکتی مگر مظفر گڑھ میں یہ سہولت وہاں کے شہریوں کو میسر ہے اسی لیے رائے اعجاز بھی اپنے والد کی طرح محنتی ہے اور خادم اعلی کی انگلی کے اشارے سے معطل ہوتا ہوتا رہ گیا۔ یہ تو وہ ظلم تھا جو سب کو نظر آگیا اور پھر کیمرے کی آنکھ نے اسے سر عام کر دیا جسکے بعد شہباز شریف صاحب موقعہ پر پہنچ گئے مگر اس کے علاوہ وہ مظالم جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے اسکا حساب کون لے گا اور اسکا گناہ کس کے سر جا رہا ہے اگر ایک چوہدری نے معمولی بات پر بچے کے دونوں بازو کاٹ دیے تو جو خاتون بیچاری کسی کے کھیت سے گھاس کاٹ لے تو پھر اسکا کیا حشر کیا جاتا ہوگا اور جو غربت اس وقت ہمارے دیہات کا مقدر بنی ہوئی ہے اس غربت کے ہاتھوں نہ جانے ایک چوہدری سے لیکر چوہدری کے کمی تک کیا کیا کھیل کھیل رہے ہونگے اور نہ جانے کب تک ہماری غربت ہم سے قربانی کا تقاضہ کرتی رہے گی اور ہمارے حکمران ہمیں نام نہاد ترقی کی تسلیوں سے نوازتے رہیں گے جب تک قوم میں تعلیم کے ساتھ ساتھ شعور نہ پیدا کیا جائے اس وقت تک یہ سب کچھ مصنوعی سا لگتا ہے کیونکہ آپ

کسی بھی جگہ کوئی اچھا کام کرلیں وہاں پر اسے خراب کرنے والے موجود ہونگے آپ کسی پبلک مقام پر ایک لیٹرین بنا کر دیکھ لیں اسے استعمال کرنے والے تو سینکڑوں ہونگے مگر اپنی ہی ڈالی ہوئی گندگی کو صاف کرنے والا کوئی نہیں ہوگا آپ کسی جگہ عوام کو ٹھنڈے پانی کی سہولت کے لیے کولر لگا دیں وہاں سے گلاس غائب ہو جائیگا اور بعض اوقات تو اس کولر کی کوئی نہ کوئی چیز غائب ہو جائیگی آپ مینار پاکستان چلے جائیں وہاں جگہ جگہ لوگ اپنی جہالت کی نشانیاں اپنے نام کے ساتھ چھوڑ جاتے ہیں جس کے ہاتھ میں جو آیا اس نے اسی کے زریعے اپنا اور اپنے محبوب کا نام لکھے بغیر جانا نہیں اور تو اور اوپر جاکر ہمارے آج کے نوجون دوسروں پر تھوکنے سے بھی باز نہیں آتے ہمارے ریلوے اسٹیشن ،ہماری سیر گاہیں ،ہماری ٹرینیں اور بسیں ان لوگوں سے محفوظ نہیں ہیں جو اپنا ہنر ان چیزوں پر نہ آزمائیں بازاروں میں اور عام سڑکوں پر بے ہنگم ٹریفک اور واہیات قسم کی موٹر سائیکل اور گاڑی چلانے والوں نے ہماری کھوکھلی نمود و نمائش کی دھجیاں آڑا کر رکھی ہوئی ہیں ہماری پڑھی لکھی پارلیمنٹ کے اندر اور باہر ہر طرف ایک جیسا ماحول ہے بس فرق صرف اتنا ہے کہ کسی جگہ انسانیت ننگا ڈانس کر رہی ہے تو کسی جگہ خوبصورت لبادہ اوڑھے محو رقص ہے۔

کیا ہم یونہی تماشائی بنے یہ کھیل دیکھتے رہیں گے یا کسی دن ہم بھی اس کھیل

کا حصہ بن کر اپنے ضمیر کا سودا کرکے اسے نیلام کر دیں گے کیونکہ معاشی حالات سے تنگ آئے ہوئے انسان جب اپنی عزت نیلام کر دیتے ہیں تو پھر دوسروں کی عزتیں بے معنی اور بے توقیر ہو جاتی ہیں یہی وجہ ہے پاکستان میں جو عزتوں کے رکھوالے ہوتے ہیں وہی عزتوں کو نیلام کرنے والے بن کر معاشرے کی دھجیاں آڑا دیتے ہیں اب بھی وقت ہے کہ ہم سنبھل جائیں تعلیم کو اپنا مقدر بناتے ہوئے شعور کی دولت سے اپنے آپ کو مالا مال کرلیں ایک دوسرے کو برداشت کرنا سیکھیں راستہ روکنے کی بجائے دوسروں کو آگے نکلنے کا راستہ دیں اسی میں ہماری کامیابی اور بقاء ہے ورنہ ضمیر تو ہمارے مردہ ہو ہی چکے ہیں اور اب صرف مٹی کا مٹی پر وزن ہی ہے اور تو کچھ نہیں۔

عالم اسلام کی تقسیم

دنیا میں جو بھی آیا، آزمایا گیا کسی کی آزمایش اقتدار واختیار، تاج و تخت اور مال و دولت کے انباروں سے ہوئی اور کسی کی بھوک، افلاس، ظلم و ستم اور پھانسی کے پھندوں سے ۔ کامیاب وہی ٹھیرا جس نے ہر دو صورتوں میں اپنے رب کی سچی اطاعت و بندگی اختیار کی۔ اپنا اصل ہدف، ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کو رکھا۔آج کے قومی یا عالمی حالات پر نظر دوڑائی جائے ، تو خون مسلم ہر جگہ پانی سے بھی ارزاں ہے ۔ پہلے صرف کشمیر، فلسطین اور افغانستان کے مظلوم اہل ایمان کے لیے دُعائے نصرت ہوتی تھی، اب مصر، شام،بنگلہ دیش، اراکان، عراق، یمن، لیبیا، سری لنکا، وسطی افریقا، صومالیہ اور اب پاکستان یعنی فہرست طویل سے طویل ہوتی چلی جارہی ہے ۔ پہلے صرف اغیار کے قبضے اور استعمار کے مظالم کے خلاف دُعائیں ہوتی تھی، اب خود مسلمان حکمران اور ان کے مسلح لشکر، کفار کے مظالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔گذشتہ صدی کے آغاز میں بھی عالم اسلام کی بندر بانٹ کی گئی تھی۔ 1915 اور 1919کے درمیان فرانسیسی وزیر خارجہ فرانسوا جارج پیکو اور برطانوی وزیر خارجہ مارک سائکس نے مشرق وسطی کو ذاتی جاگیر کی طرح بانٹ لیا۔ شام اور لبنان پر فرانسیسی، عراق اور خلیج پر برطانوی قبضہ ہوگیا۔ مشرقی اُردن اور فلسطین بھی برطانوی نگہداری میں دیے گئے ،

لیکن چونکہ فلسطین کو اسرائیل میں بدلنا تھا، اس لیے ساتھ ہی وضاحت کی گئی کہ اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ 2 (Balfour Declaration) ضمن میں اعلان بالفور نومبر 1917 کو جاری ہونے والے اس منحوس ڈکلریشن میں پوری ڈھٹائی سے لکھا تھا

:His Majesty\'s Government views with favour the

establishment in Palestine home for the Jewish people.

خلافت عثمانیہ کے خاتمے اور تقسیم و تسلط کے بعد ان استعماری طاقتوں کو خود بھی جانا ہی تھا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی چلے گئے، لیکن جاتے جاتے اکثر مسلم ممالک میں فوجی آمر اور اپنے غلام حکمران بٹھا گئے۔ ایسے حکمران کہ جنھیں ریموٹ کنٹرول کے ذریعے، جہاں اور جیسے چاہا استعمال کیا جاسکے۔ گذشتہ پوری صدی اُمت مسلمہ نے استعماری طاقتوں کے کاشت کردہ ان زہریلے بیجوں کی تلخ فصلیں کاٹی ہیں۔ وسائل کے انبار ہونے کے باوجود عوام بھوک اور ننگ کا شکار رہے ہیں.برس ہا برس مسند اقتدار پر.براجمان رہنے کے بعد جب بعض حکمرانوں سے نجات حاصل کی گئی تو معلوم ہوا کہ، قوم کے اَربوں ڈالر خود ہڑپ کیے بیٹھے تھے یا پھر ان قیمتی وسائل کا تمام تر فائدہ استعمار اور اس کی پالتو ریاست اسرائیل کو پہنچا رہے تھے۔ یہ سانحات و جرائم حکمرانوں کا تعارف تو کروا ہی رہے ہیں، عالمی طاقتیں بھی بے نقاب ہو رہی ہیں۔

، مصر اور شام میں صدارتی انتخابی ڈراما ہو یا بنگلہ دیش کے ڈھکوسلا انتخابات

جمہوری اقدار کی دعوے دار قوتوں نے ان کی حقیقت سے باخبر ہونے کے باوجود آنکھیں موند لی ہیں اور زبانیں گنگ کر رکھی ہیں۔ یہی عالم اور پالیسی حقوق انسانی کی توہین کے بارے میں ہے۔ میدانِ تحریر میں خواتین کی بے حرمتی ہو، شامی مہاجر کیمپوں میں دم توڑتی بچیاں ہوں یا بنگلہ دیش میں 20 سے 25 سال کی عمر کی درجنوں طالبات کی اس الزام میں گرفتاریاں ہوں، کہ ان سے حکومت مخالف سٹکر برآمد ہوئے ہیں، دنیا کی کسی 'ملالہ فین' این جی او یا حکومت کو توفیق نہیں ہوئی کہ ان کے خلاف آواز اٹھائے۔ نام نہاد مصری عدالتوں نے چند منٹ کی کارروائی کے بعد مارچ میں 529 افراد کو سزائے موت سنادی، 'مہذب' دنیا نے خاموش رہ کر اس جرم میں شرکت کا ارتکاب کیا۔ عالمی رویے نے قاتل نظام کی حوصلہ افزائی کی، عدالتوں نے 28 اپریل کو دوبارہ غضب الٰہی کو دعوت دیتے ہوئے اخوان کے مرشد عام سمیت 700 مزید افراد کو پھانسی کی سزا سنادی 21 جون کو مرشد عام سمیت 150 افراد کو پھر تیسری بار سزائے موت سنادی۔ لیکن دنیا یوں اندھی، بہری، گونگی بنی ہوئی ہے کہ جیسے انسانوں کو پھانسیاں نہیں دی جارہیں، کیڑے مکوڑوں سے نجات حاصل کی جارہی ہے۔ ٹھیک 100 برس قبل اور آج رونما ہونے والے واقعات پر غور کریں تو حیرت انگیز مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ دشمن کی چالیں اور ہتھکنڈے بھی وہی ہیں اور اپنوں کی حماقتیں اور جرائم بھی وہی۔ تب بھی مغربی استعمار کا ہدف عالم اسلام کو تقسیم و تباہ کرنا تھا۔ تب بھی اس کے اصل آلہ کار، حرص اقتدار کے شکار حکمران تھے، اب بھی اس کا ہدف اور آلہ

کار یکساں ہے۔ رابطے کے تیز رفتار وسائل، ذرائع ابلاغ کے مہیب جال اور ہتھیاروں کے مزید مہلک پن نے اسے اور اس کے غلاموں کو مزید غرور و سفاکیت میں مبتلا کر دیا ہے۔ گویا تاریکی اور شدائد عروج کو جا پہنچے ہیں۔ آج بھی رحمت خداوندی کے علاوہ سب در بند دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے میں اُمید کی کرن تعصّبات سے پاک، بے لوث و مخلص اہل دین اور انہی اسلامی تحریکات کو بننا ہے، جنھوں نے گذشتہ صدی میں تجدید و احیاے دین کا فریضہ انجام دیا۔ گذشتہ صدی کے آغاز میں ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاتی تھی، آج وہ لاکھوں میں ہیں۔ حلقہ یاراں ہو، یعنی اپنے ہم وطن مسلمانوں میں کام کرنا ہو تو یہ تحریکات ہزاروں شہدا اور اسیر پیش کرکے بھی پُرامن رہتی ہیں۔ دعوت و تربیت اور پُرامن سرگرمیوں پر اکتفا و انحصار کرتی ہیں۔ لیکن کشمیر، فلسطین، افغانستان اور عراق کی طرح استعمار قابض ہو جائے، تو جہاد اور فداکاری کی ناقابلِ یقین تاریخ رقم کر دیتی ہیں۔ حقائق اور خود اغیار کی اپنی دستاویزات ثابت کر رہی ہیں کہ آیندہ 10 سے 15 برس انتہائی اہم ہیں۔ عالمِ اسلام کو تقسیم کرنے کا ایک اہم ہدف اسرائیلی ناجائز ریاست کا دفاع قرار دیا جاتا ہے۔ اب خود اسرائیلی دانش ور سوال اُٹھا رہے ہیں کہ کیا ہم آیندہ عشرے کے اختتام تک اپنا وجود باقی رکھ سکیں گے؟

میاں برادران کی خامی

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نواز شریف پاکستان کے بھاری مینڈیٹ والے وزیر اعظم تھے اور ابھی انکو جنرل پرویز مشرف نے ایوان اقتدار سے بھی نہیں نکالا تھا اور اس وقت میاں نواز شریف کے قریبی ساتھی اور سابق گورنر پنجاب میاں اظہر نے انہیں خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ پانچ آدمیوں سے جان چھڑوالیں ورنہ یہ کسی بھی وقت آپکی جان کو خطرے میں ڈال دینگے مگر نواز شیرف نے میاں اظہر کی کسی بات پر کان نہیں دھرا اور حسب عادت ان سے دوری اختیار کر لی کیونکہ میاں برادران کو سمجھانے والے اور ڈکٹیشن دینے والے دونوں افراد سے نفرت ہے ہاں جو انکی خوش آمد میں زمین آسمان ایک کردے اور میٹھی زبان سے میاں برادارن کو مکھن لگاتا رہے وہ انکی ناک کا بال بن جاتا ہے میاں صاحب کے ساتھ بھی انکے پچھلے دور حکومت کے دوران یہی کچھ ہوا تھا جو اب ہونے جارہا ہے کیونکہ میاں نواز شریف کو ہمیشہ انکے حواریوں نے ہی مروایا ہے کیونکہ کسی بھی پارٹی لیڈر کے اندر اتنی جرائت نہیں ہے کہ وہ میاں برادران کو کوئی عقل کی بات سمجھا سکیں جو سمجھانے والے تھے وہ اب پارٹی میں ہی نہیں رہے اور جو پارٹی چھوڑ گئے انکا میاں برادارن کے

ساتھ تعلق بھی ختم ہوگیا ہاں تو میں بات کر رہا تھا میاں اظہر کی کہ انہوں نے میاں نواز شریف کو 5 افراد سے ہوشیار رہنے کا کہا تھا یہ ایک مشورہ تھا اور مشورہ دینے والا فرد میاں برادران کو پسند نہیں ہوتا اسی لیے میاں اظہر میاں بھی نواز شریف کی نظروں میں ناپسندیدہ ہوگئے میاں اظہر نے جن پانچ افراد کا میاں نواز شریف سے ذکر کیا تھا کہ ان سے بچنا ان میں ایک موجودہ وزیر اطلاعات سینٹر پرویز رشید صاحب ہیں جو پچھلے پانچ سال بھی پنجاب حکومت کے بلا شرکت غیرے نمبردار رہے اور اب مرکزی حکومت میں وہ سابقہ پوزیشن پر قائم ہیں ، دوسرے فرد بھی اس وقت وزیر ریلوے خواجہ سعد رفیق صاحب ہیں جن پر الزام ہے کہ وہ دھاندلی سے الیکشن جیتے ہیں اور انہی کو تحفظ دیتے میاں برادران ایک بار پھر خطرے کی لکیر کراس کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں اور آج حکومت کے خلاف انقلاب مارچ اور آزادی مارچ اسلام آباد میں دھرنا دیے ہوئے بیٹھے ہیں باقی کے تین کا مجھے یاد نہیں وہ کوئی بھی شخص میاں اظہر سے رابطہ کر کے پوچھ سکتا ہے اور میاں اظہر کی یادداشت میں یہ سب کچھ محفوظ بھی ہوگا ۔میاں اظہر کی ان باتوں کے بعد میاں نواز شریف کو جب اقتدار کے ایوانوں سے باہر نکال دیا گیا تو اس وقت انکے سبھی قریبی ساتھی غائب ہوگئے تو بیگم کلثوم نواز نے گھر سے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا اور وہ پرویز مشرف کے خلاف سڑکوں پر آ گئی اس وقت میاں اظہر کو انکے ایک دوست نے کہا کہ میاں

نواز شریف کے ساتھ آپکے فیملی تعلقات تھے اور اس وقت ان پر مشکل وقت ہے آپ بھی باہر نکلیں اور انکا ساتھ دیں پہلے تو میاں اظہر نے انکار کر دیا مگر پھر خود ہی ایک راستہ بھی بتا دیا کہ اگر بیگم کلثوم نواز انہیں منانے آ جاتی ہے تو پھر انکے پاس انکار کا کوئی جواز نہیں رہتا سمجھدار دوست بات کو سمجھ گیا اور بیگم کلثوم نواز کے پاس پہنچ گیا اور انہیں قائل کیا کہ وہ جا کر میاں اظہر کو منائیں اور اپنے ساتھ تحریک میں شامل کریں اس وقت یہ ساری باتیں وہاں پر بیٹھے ہوئے خواجہ سعد رفیق نے بھی سن لی اور خواجہ صاحب وہاں سے فوراً نکلے اور میاں اظہر کے گھر انکے پاس پہنچ گئے خواجہ سعد رفیق کو دیکھ کر میاں اظہر نے سمجھا کہ بیگم کلثوم نواز نے خود آنے کی بجائے خواجہ سعد رفیق کو بھیج کر انکے ساتھ زیادتی کی ہے کیونکہ میاں اظہر انہی افراد کو تو میاں.برداران کے زوال کا سبب سمجھتے تھے جسکے بعد میاں نواز شریف اور میاں اظہر کے درمیان فاصلے بہت زیادہ.ٹرھ گئے یہاں ایک بات میں اپنے پڑھنے والوں کو بتاتا چلوں کہ میاں اظہر کے والد کے شریف خاندان پر بہت احسانات ہیں اگر میاں اظہر کے والد کے احسانات کو نکال دیا جائے تو شریف خاندان آج آپ کو یہاں نظر نہ آتا جہاں آج ہے مگر بد قسمتی سے میاں.برادران نے ہمیشہ ایسے افراد کو اپنے سے دور رکھا جو اندر سے مخلص تھے اور آج ایک بار پھر میاں.برادران کے لیے ڈاکٹر طاہر القادری اور عمران خان نے مشکل صورتحال پیدا کر رکھی

ہے اور اسلام آباد اس وقت ایک سیاسی کھوبہ بن چکا ہے اور تینوں سیاستدانوں میاں نواز شریف ، عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری کے پاس اب وقت بہت کم ہے جو بھی پیچھے ہٹا اسکی سیاسی موت ہو جانی ہے اس لیے دیکھنا یہ ہے کہ اب میاں.برادران اس سیاسی بحران سے کیسے نکلتے ہیں اگر حالات خراب ہوتے ہیں تو میاں.برادران کے ساتھ کھڑا ہونے والا بھی کوئی نہیں ہوگا اور سب چوری کھانے والے مجنوں کسی اور کی کشتی میں سوار ہو چکے ہونگے اور رہی بات ورکروں کی تو انہیں تو کبھی ن لیگی لیڈروں نے اپنے پاس بھی پھڑکنے نہیں دیا یہاں پر تو وزیروں ، مشیروں اور اپنے آپ کو پارٹی رہنماء کہلانے والوں کو خادم اعلی سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوتا تھا ورکروں بیچاروں کی کیا اوقات کہ وہ وزیر اعلی ہاؤس کا دروزاہ بھی کراس کر جاتے ۔

اگست میں مارچ

اسلام آباد کے ریڈ زون میں پارلیمنٹ کے سامنے بیٹھے ہوئے آزادی مارچ اور انقلاب مارچ کے لاکھوں افراد جس صبر اور استقامت سے بیٹھے ہوئے ہیں وہ واقعی قابل ستائش ہے یہ وہ افراد ہے جو اپنے ذاتی مفاد کے لیے اپنے گھروں سے نہیں نکلے بلکہ پوری قوم کی بہتری اور موجودہ ظالمانہ نظام سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے کھلے آسمان تلے بیٹھے ہوئے ہیں ہم سب پاکستانیوں کو پاکستانیوں کے حقوق کی جنگ لڑنے والے ان جرائت مند افراد کی حوصلہ افزائی، خدمت کے ساتھ ساتھ دعا گو بھی ہونا چاہیے کہ یہ افراد جس گھٹیا، بوسیدہ اور گلے سڑے نظام کی تبدیلی کا مشن لیکر یہاں آئے ہیں اللہ تعالی انہیں اس نیک مقصد میں کامیابی عطا فرمائے (آمین)۔
میں ان سیاستدانوں کے خلاف نہیں ہوں مگر اس نظام کے خلاف ضرور ہوں کہ جہاں خدمت کے نام پر لوٹ مار کی جارہی ہو غریب دن بدن غربت کی دلدل میں دھنستا جائے اور امیر آئے روز امیر تر ہوتا جائے اس کے بعد اپنے بچوں سمیت ساری دولت لیکر پاکستان سے باہر منتقل ہوجائے، جہاں خادم اعلی کہلانے والے جن کے ووٹوں سے اقتدار کے ایوانوں میں پہنچتے ہیں انہیں ہی نوکر بنا کر قیدیوں جیسا سلوک کریں اور جہاں سرکاری ملازم عوام کی خدمت کرنے کی بجائے حکمرانوں

کے ذاتی غلام بن جائیں اور حکمران اپنے آپ کو بادشاہ سلامت سمجھنے لگ جائیں وہاں پر نظام کو تبدیل کرنا بہت ضروری ہے اور یہ تبدیلی گھر بیٹھے مقدر نہیں بن جاتی کیونکہ جن کے مفادات ہوتے ہیں وہ طاقتور بھی ہوتے ہیں اور وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ ان کی طاقت کو ان سے چھین لیا جائے کروڑوں روپے الیکشن میں لگا کر یہ لوگ خدمت خلق کرنے کے لیے اسمبلیوں میں نہیں آتے بلکہ وہ اس ظالم نظام کا حصہ بننے کیلیے ان اسمبلیوں تک پہنچتے ہیں جہاں بیٹھ کر وہ بھی لوٹ مار کا حصہ بن کر ملک کی جڑیں کھوکھلی کر سکیں پاکستان کو دہشت گردی اور پاکستانیوں کو روٹی ،کپڑا، مکان، روزگار اور تھانہ کچہری کی سیاست میں الجھا کر خود مزے سے بادشاہ بن جاتے ہیں اسی نظام کی بدولت جو جتنا بڑا لٹیرا اور ڈاکو ہوگا اتنا ہی بڑا عہدہ اور ملک کی تقدیر سنوارنے کا لائسنس اس کے پاس ہوگا جنھوں نے کبھی گرمیوں کی تیز دھوپ میں ایک کلومیٹر کا فاصلہ پیدل چل کر نہیں کیا ہوتا وہی ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ کر کافی کے کپ پر غریب عوام کے مسائل حل کر رہے ہوتے ہیں جن کو یہ نہیں معلوم کہ غریب پاکستانیوں کے مسائل کیا ہیں اور آئے روز ملک میں غربت کے ساتھ ساتھ جرائم میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے جیلوں میں گنجائش سے زیادہ افراد کیوں ہیں اور جو ایک بار جیل چلا جائے وہ جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ کیوں بن جاتا ہے ہمارے اصلاحی ادارے منافع بخش اور کرپشن کا گڑھ کیسے بن چکے ہیں کیا یہ ہمارے نظام کی خرابی نہیں ہے کہ جہاں چوروں کو تحفظ دیا جائے لٹیروں اور کمیشن،

مافیا کو کھلی آزادی ہو جہاں انٹی کرپشن کے نام پر کرپشن کو پرموٹ کیا جارہا ہو اور دولت اکھٹی کرنے کے لیے ہر جائز اور ناجائز طریقہ استعمال کیا جارہا ہوں اور ہمارا موجودہ نظام ان سب کو نہ صرف تحفظ دے رہا ہو بلکہ انہیں اسی لوٹ مار اور کرپشن کی بدولت اقتدار کے ایوانوں تک بھی پہنچا رہا ہو تو پھر ایسے حالات میں جو نظام کی تبدیلی کی بات کریگا اسے سڑکوں پر گھسیٹا بھی جائیگا ان بزرگوں پر لاٹھیاں بھی سرعام برسائی جائینگی ان جوانوں کے سینوں پر گولیاں بھی چلائی جائینگی کیونکہ اس کرپٹ نظام کے محافظ ٹھیکیداروں نے غلامی کے اس نظام کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرنی ہے اس لیے کہ ان چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں نے اپنی زندگی تو گذار لی ہے اب انہیں اپنی نسلوں کی فکر ہے تاکہ وہ بھی عوام کی گردنوں پر اپنے پاؤں رکھ کر اپنی بادشاہت قائم کرسکیں میں پوری قوم کو کہتا ہوں کہ وہ بلا کسی تفریق کے اس کرپٹ نظام اور ربڑ سٹیمپ اسمبلیوں سے پیچھا چھڑوانے کے لیے متحد ہو جائیں ہمیں ایسا نظام چاہیے جہاں غریب انسان علاج کے لیے ہسپتالوں میں دھکے نہ کھاتا پڑے اور پھر اسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور سسک سسک کر موت کے منہ میں جانے سے بچایا جاسکے ہمیں ایسا نظام مل جائے کہ بے روزگاروں کو روزگار کی فکر نہ رہے بے گھر کو اپنے مکان کی فکر نہ رہے انصاف کے لیے اپنی جائیداد کو فروخت نہ کرنا پڑے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو عدالتوں میں ذلیل وخوار نہ ہونا پڑے، کسی بھی کام کے لیے سفارش کی ضرورت نہ پڑے ہمیں ایسا

نظام چاہیے جس میں ملاوٹ شدہ اشیاء کے زریعے ہمیں زہر نہ دیا جائے منافع خوروں اور انکو تحفظ فراہم کرنے والوں کا فوری احتساب ہو سزا اور جزا کا عمل ایسا ہو کہ کوئی بھی فرد جرم کرنے سے پہلے ایک ہزار بار سوچے اور ہمیں ایسا نظام چاہیے کہ جس میں ہمارا وزیر اعظم ہمارے درمیان رہے نہ کہ ہزاروں پولیس والے اسکی حفاظت کرنے میں مصروف رہیں ایسا نظام چاہیے جس میں غریب کو روزگار، انصاف اور ترقی کی یکساں مواقع مل سکیں اور وہی اسمبلیوں میں جائے جو خدمت کا جذبہ رکھتا جو جس کام میں مہارت رکھتا ہوں اسے ہی متعلقہ عہدے پر تعینات کیا جائے انہی ناانصافیوں کو ختم اور نظام کو تبدیل کرنے کے لیے لاکھوں افراد اگست میں مارچ کیے ہوئے بیٹھے ہیں جن کے ساتھ پورے پاکستان کی ہمدردیاں اور دعائیں ہیں اللہ تعالی انہیں انکے مقاصد میں کامیاب کرے (آمین) ۔

آزادی کا آخری موقعہ

اسلام آباد سمیت پورے ملک میں تحریک انصاف کے دھرنوں سے ہمارے دانشوروں کی ایک بات تو غلط ثابت ہو گئی ہے کہ تحریک انصاف میں ممی ڈیڈی شامل ہیں وہ کیا مارچ کرینگے عمران خان ناکام ہو جائینگے مگر لاہور سے لیکر آب پارہ اسلام آباد تک کی سڑکیں گواہ ہیں بلکہ آب پارہ سے ڈی چوک تک درختوں کے پتوں سے لیکر آسمان پر اڑنے والے پرندوں تک سبھی گواہ ہیں کہ یہ ممی ڈیڈی نہیں ہیں بلکہ یہ تو پاکستان کے ان تمام نکمے ، کام چور اور مضبوط جسم والوں سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں جو ابھی تک ڈر کے مارے اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے ہیں جن کو صرف ایک ہی بات کا جنون ہے کہ کسی نہ کسی طرح وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں 67 سالہ پرانے پاکستان کی تعمیر نو کر سکیں ان معصوم شکل وصورت کے خوبصورت جوانوں کے حوصلے، جوش اور جذبے کو دیکھ انہیں بار بار سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کیونکہ یہ وہ کلاس ہے جن کو اللہ تعالی نے دنیا کی ہر نعمت سے نواز رکھا ہے اگر یہ لوگ گھروں میں بھی بیٹھے رہیں تو بھی انکو کوئی فرق پڑے گا اور نہ انکے کسی چاہنے والوں کو کوئی فرق پڑیگا اگر فرق پڑے گا تو اس ملک کے غریب ،مزدور اور کسان کو پڑے گا جو نسل در نسل غلامی کی زندگی گذار رہے ہیں یہ ان کو فرق پڑے گا جو تمام عمر محنت مزدوری کرتے کرتے اپنی کمر دھری کروا بیٹھتے ہیں

اور اپنے بچے کو موٹر سائیکل خرید کر دینے کی خواہش تک پوری کرنے میں ناکام رہتے ہیں ہاں یہ فرق پڑے گا تو ان 70 فیصد پاکستانیوں کو پڑے گا جو غربت کی لکیر سے نیچے کیڑے مکوڑوں کی طرح زندگی گذارنے پر مجبور ہیں جن کو دو وقت کی روٹی اور نہ ہی تکلیف میں درد کی دواء کھانے کو ملتی ہے یہ فرق پڑے گا تو انکو پڑے گا جو ساری عمر کی کمائی ٹھگوں کے ہاتھوں لٹا بیٹھتے ہیں اور پھر اپنی لوٹی گئی دولت کو ٹھگوں سے واپس لینے کے لیے اپنی رہی سہی پونجی بھی تھانہ کچہری کی نظر کردیتے ہیں اور پھر آخر میں بے یارو مددگار قبرستان کو سدھار جاتے ہیں اب تو غریب انسان کا قبرستان میں دفن ہونا بھی کسی معجزے سے کم نہیں اگر کوئی انہی ممی ڈیڈی میں سے کوئی مدد کردے تو کفن دفن کا انتظام ہوجاتا ہے ورنہ لاش کو آخری ٹھکانے کے لیے بھی چندے کی ضرورت پڑ جاتی ہے اگر آج عوام پرانے ،فرسودہ اور گھٹیا نظام سے پاکستانیوں کی جان چھڑوانے کے لیے ڈاکٹر طاہرالقادری اور عمران خان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہے تو یہ واقعی غریب پاکستانیوں کی خوش قسمتی ہے کہ انکی تقدیر بدلنے کے لیے لاکھوں افراد پارلیمنٹ کے سامنے موجود ہیں جو نہ گرمی کی پرواہ کررہے ہیں اور نہ ہی بارشوں میں بھیگے بدن کو ڈھانپنے کے لیے گھروں کو بھاگ رہے ہیں انکا کھانا پینا ،اٹھنا بیٹھنا اور سونا انہی سڑکوں پر ہے جہاں انسان دن کے وقت حبس والی گرمی میں 10 منٹ نہیں ٹھہر سکتااور ہمارے یہ نازک مزاج پاکستانی کسی کی بھی پراہ کیے بغیروزیراعظم میاں نواز شریف اور

وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کے استعفے کے منتظر ہیں جنھیں انکی کابینہ اور ماشیے قسم کے کچھ نام نہاد رہنماء مسلسل روکے ہوئے ہیں کہ کسی بھی صورت استعفی نہ دیا جائے بلکہ سڑکوں پر بیٹھے افراد کو سختی سے کچل دیا جائے مگر جیسے ہی منظر تبدیل ہوگا تو یہی افراد سب سے پہلے میاں.برادران کو چھوڑنے میں پہل کریں گے مجھے سابق فیلڈ مارشل لاء جنرل ایوب خان اس لحاظ سے پسند ہے کہ انھوں نے جیسے ہی سنا کہ عوام انکے خلاف سڑکوں پر نعرے بازی کررہی ہے تو انھوں نے اقتدار کی کرسی کو لات ماری اور حکومت چھوڑ دی مگر یہاں پر تو اپنے آپ کو عوام کے نمائندے کہلانے والے عوام کے سمندر کے سامنے اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں عوام سڑکوں پر ہے اور حکمران ٹھنڈے محلوں میں بیٹھے ہوئے ان احتجاج کرنے والوں پر گولیاں برسانے کا پروگرام بنا رہی ہے کیا اپنے حق کے لیے لڑنا جرم ہے اور یہ احتجاج کرنے والے تو پورے پاکستانیوں کے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں اگر یہ ناکام ہوگئے تو پھر اس ملک میں جمہوریت کے بھیس میں جو آمریت مسلط کی جائیگی اس سے پیچھا چھڑوانے کے لیے پھر شائد ایک دو سال نہیں بلکہ کئی صدیوں انتظار کرنا پڑیگا ہماری ایک نسل تو غلامی کی زندگی گذار کر چلی گئی دوسری نسل اب غلام بنی ہوئی ہے اگر یہ موقعہ بھی ہاتھ سے گذر گیا تو پھر سمجھیں یہ غلام بھی گذر جائیں گے اور آئندہ بھی غلام ہی پیدا ہونگے جو اعلی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی کلرک بھرتی ہونے کے لیے کسی ایم این اے یا ایم پی اے کے در کا غلام بن جائے جس طرح قیام پاکستان کے وقت

اس وقت کے غلاموں نے آزادی حاصل کرنے کے لیے اپنا حق ادا کر دیا تھا آج ایک بار پھر آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور لٹیرے حکمرانوں کی غلامی سے نکلنے کے لیے اسی جوش اور ولولہ کی ضرورت ہے اب آزادی مارچ اور انقلاب مارچ دونوں ایک ہی جگہ اکٹھے ہو چکے ہیں انکے جذبوں اور ولولوں کے سامنے موجودہ حکمرانوں کا ٹھہرنا ناممکن ہو چکا ہے اس سے قبل کہ تاخیر ہو جائے ایک بار سب کو مل کر باہر نکلنا چاہیے تاکہ نئے پاکستان کی بنیاد رکھی جا سکے۔

چھوٹے کو بچانے بڑا آگیا

پاکستان تحریک انصاف اور پاکستان عوامی تحریک کے ریڈ زون میں دیے گئے دھرنے کا ایک کمال یہ بھی کہ کل تک جو دست و گریبان تھے اور ایک دوسرے کو الٹا لٹکانے کا دعوی کرتے نہیں تھکتے تھے آج بغل گیر ہو چکے ہیں میاں برادران کو الیکشن سے قبل اپنی سیاسی دوکانداری چمکانے کے لیے زرداری کے نام کی ضرورت تھی اور آج پھر میاں برداران کو اپنی سیاست اور حکومت دونوں بچانے کے لیے زرداری کے ساتھ کی ضرورت پڑ گئی ہے اسی لیے تو کہتے ہیں کہ سیاست منافقت کا دوسرا نام ہے اور سیاست میں کوئی بھی بات حرف آخر نہیں ہوتی یہی وجہ ہے آج وزیراعظم اپنے آپ کو بچانے کے لیے آصف علی زرداری کو کھانے پر بلا کر اپنے لیے مدد طلب کر رہے ہیں جب ایسی سیاست کا موقعہ آجائے تو پھر مخالفین کو کچلنے کیلیے سرکاری خزانے کا منہ بھی کھول دیا جاتا ہے غریب عوام کے ٹیکسوں سے اکٹھی ہونے والی قومی دولت غریبوں پر خرچ نہیں ہوتی بلکہ پہلے سے ہی لوٹ مار کرنے والے اس کی بندر بانٹ کر لیتے ہیں صرف گذرنے والے چند دنوں میں حکومت نے سرکاری خزانہ سے صحافیوں سمیت مختلف جماعتوں کو لاکھوں روپے بانٹ دیے اقتدار پر اپنا قبضہ قائم رکھنے والے شائد یہ نہیں جانتے کہ جن کے ووٹوں سے یہ اقتدار میں آئے ہیں وہ معصوم اور غریب پاکستانی بہت بڑی تعداد میں رات کو روٹی کھائے بغیر کھلے آسمان

تلے سوجاتے ہیں مگر وزیر خزانہ جناب اسحاق ڈار صاحب یہ ضرور جانتے ہونگے کیونکہ وہ ایک لمبے عرصہ سے دربار داتا صاحب کے ساتھ منسلک ہیں اور انکا باقاعدگی سے یہاں آنا جانالگا رہتا ہے جب سے وہ وفاقی وزیر بنے ہیں اس وقت سے توانکا دربار حاضری دینا ایک معمول بن چکا ہے جب وہ دربار آتے ہیں تو راستہ میں لنگر کی مختلف دوکانوں پر اپنی بھوک مٹانے والوں کی لمبی لائن بھی ضرور دیکھتے ہونگے اور انہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ غربت اور بے بسی کے درمیان کیسے لوگ اپنی زندگی گذار رہے ہیں جن کے پاس کھانے کو کچھ ہے نہ پہننے کو اور نہ ہی رہنے کا کوئی ٹھکانہ ہے جو صورتحال صوبائی دارالحکومت لاہور کے رہنے والوں کی ہے اس سے بھی بری صورتحال ملک کے دوسرے شہروں میں رہنے والوں کی ہے اور ڈار صاحب اب خیر سے وزیر خزانہ بھی ہیں انہیں بھی خیال نہیں آیا کہ وہ اقتدار میں آنے کے بعد ملک کے غریبوں کی حالت بہتر بنانے کے لیے اپنے وزیراعظم کو کوئی مشورہ ہی دے دیتے مگر مشورہ دینے والے تو خود بیچارے کنارہ کش ہوجاتے ہیں جس طرح میاں اظہر ہوچکے تھے شائد اسی لیے ڈار صاحب نے ملک کے غریبوں کے لیے کوئی کام نہیں کیا اگر کیا ہوتا تو آج داتا صاحب کے دربار کے باہر لائنوں میں لگ کر اور دھکے کھا کر کوئی انسان روٹی نہ مانگ رہا ہوتا جو انسان اقتدار ملنے کے بعد اپنے شہر اپنے محلہ اور اپنے گھر سے غربت ختم نہیں کرسکتا وہ پورے ملک میں سے غربت کا کیا خاتمہ کریگا الٹا اس حکومت کے کارناموں سے غریبوں نے تو خودکشیاں شروع کردی

ہیں مائیں اپنے بچوں کے ہمراہ نہروں میں چھلانگیں لگا رہی ہیں بے روزگار نوجوان ڈکیتیاں مار رہے ہیں اور پولیس سمیت تمام ادارے کرپشن کا گڑھ بن چکے ہیں کیا یہی ہے نیا پاکستان اور انقلاب جسکا میاں نواز شریف اپنی تقریروں میں ذکر کیا کرتے تھے کہ ہم حکومت میں آ کر نئے پاکستان کی بنیاد رکھیں گے کیا یہی نیا پاکستان ہے جو چھوٹے بھائی میاں نواز شریف اور بڑے بھائی آصف علی زرداری نے ملکر بنایا ہے اقتدار کی باریاں لینے والے ایک دوسرے کو جمہوریت بچانے کے نام پر تحفظ بھی دے رہے ہیں جب آصف علی زرداری اور میاں نواز شریف کو ایک دوسرے کے سہارے کی ضرورت پڑتی ہے تو دونوں بھائی بھائی بن جاتے ہیں اور جب عوام کو بیوقوف بنانا ہو تو پھر ایک دوسرے کے دشمن نظر آتے ہیں جبکہ چھوٹے میاں صاحب بھاٹی چوک میں جلسہ کرتے ہوئے تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ زرداری کے پیٹ سے لوٹی ہوئی دولت نکالوں گا اور پھر انہیں اسی چوک میں الٹا لٹکاؤنگا ابھی تو ان باتوں کو بمشکل ڈیڑھ سال کا ہی عرصہ گذرا ہوگا کہ جناب خادم اعلی صاحب زرداری صاحب کو الٹا لٹکانے کی بجائے اپنے گھر کھانے پر مدعو کر رہے ہیں اور ان سے وہ گر سیکھیں گے جس طریقہ سے آصف علی زرداری نے اپنے پانچ سال مکمل کیے دیکھتے ہیں کہ جس لٹیرے کے پیٹ سے لوٹی ہوئی دولت نکالنے کے بڑے بڑے دعوے اور وعدے عوام سے کیے گئے تھے اب اسی کی مدد سے اپنی حکومت بچانے کے لیے کونسا طریقہ سیکھتے ہیں اب دیکھنا یہ ہے ایک طرف لوٹ مار کی سیاست کے خلاف احتجاج کرنے والے اسلام آباد میں

دھرنا دیے بیٹھے ہیں تو دوسری طرف ایک دوسرے پر ملک و قوم کو لوٹنے کے الزام لگانے والے کھانے کی ایک ہی میز کے گرد اکھٹے ہیں دونوں بھائیوں کا مقصد جمہوریت کو بچانا ہے دونوں بھائیوں کا مقصد جمہوریت کے نام پر عوام کو بیوقوف بنا کر اقتدار کے ایوانوں میں بار باریاں لگانا ہے اور دونوں بھائیوں کا مقصد جمہور اور جمہوریت کے نام پر کھانا پینا اور ایک دوسرے کو تحفظ فراہم کرنا ہے کیا اب بھی عوام نہیں سمجھے گی؟؟؟؟

زنجیر عدل

وزیراعظم میاں نواز شریف کی ضد،انا اور ہٹ دھرمی نے اسلام آباد کے ریڈ زون کو بھی ماڈل ٹاؤن بنا دیا پنجاب پولیس میں بھرتی کیے ہوئے کالعدم تنظیموں کے غنڈے گلو بٹوں نے نہتے مظاہرین پر فائرنگ کرکے لاشوں کے ڈھیر لگا دیے جبکہ سینکڑوں زخمی ہوگئے تقریبا دو ماہ سے جاری حکومتی بے حسی نے آخر کار ہفتہ کی رات صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا حکومت کی ہٹ دھرمی اس وقت شروع ہوئی جب پاکستان عوامی تحریک کے قائد ڈاکٹر طاہرالقادری کے طیارے کو اسلام آباد میں اترنے کی بجائے لاہور کی طرف موڑ دیا اور اس وقت سے لیکر آج تک مسلم لیگ ن کی حکومت نے نہتے اور معصوم شہریوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے ماڈل ٹاؤن میں پرامن احتجاج کرنے والی خواتین اور بزرگوں پر پنجاب پولیس نے اندھادھند فائرنگ کرکے 14 بے گناہ افراد کو شہید کردیا جبکہ گلو بٹ نے بھی پولیس کی سرپرستی میں وہاں پر موجود درجنوں گاڑیوں کو توڑ دیا اسی طرح جب پرامن مظاہرین رات گئے جب ڈی چوک اسلام آباد سے وزیراعظم ہاؤس کے باہر پرامن دھرنے کے جانے لگے تو پنجاب پولیس نے اچانک نہتے مظاہرین پر شیلنگ اور فائرنگ شروع کی تو اس وقت وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار بھی ریڈ زون پولیس کو شاباش دینے پہنچ گئے اور اس وقت انکے پالتوں غنڈوں جنھوں نے پولیس کی وردیاں پہن رکھی تھی آگے بڑھ چڑھ

کر چوہدری نثار سے ہاتھ ملایا اور اپنی حاضری لگوائی مسلم لیگ ن کی حکومت کی طرف سے بربریت اور وحشت کی نئی رقم ہونے والی تاریخ کبھی بھی انہیں معاف نہیں کریگی کہ جنہوں نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے معصوم بچوں، عورتوں اور بزرگوں پر گولیاں چلائیں کیونکہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے احتجاج کرنا ہر پاکستانی کا حق ہے اور جو پاکستانی اس حق سے محروم ہیں وہ آزاد شہری نہیں بلکہ غلام ہیں اور غلام کبھی بھی اپنے حقوق کے لیے آواز نہیں اٹھا سکتا حکمرانوں نے ہمارے تمام اداروں کو غلام بنا رکھا ہے اور غلام کا کام صرف حکم ماننا ہے جس طرح محکمہ پولیس میں بیٹھے ہوئے غلام ملازمین جو اپنے حکمرانوں اور افسران کا ہر وہ حق ماننے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے بیشک انہیں اپنے گھر والوں پر ہی تشدد کا حکم کیوں نہ دے دیا جائے جسکی واضح مثال ماڈل ٹاؤن لاہور اور اسلام آباد میں پولیس کی طرف سے کی جانے والی وحشیانہ فائرنگ ہے کیا جن پر فائرنگ کرکے انہیں موت کے گھاٹ اتارا گیا وہ ہمارے اپنے اور پاکستان کے شہری نہیں تھے کیا وہ کوئی ناجائز مطالبہ کر رہے تھے یہ لاکھوں کی تعداد میں اکٹھا ہونے والا مجمع 20 کروڑ پاکستانیوں کو انکے حقوق دلانا چاہتا تھا اس ملک کو ان بادشاہوں سے آزاد کروانا چاہتا تھا جن سے انکے وزیر بھی نہیں مل سکتے تھے اور جس عوام کے ووٹوں سے ایوان اقتدار میں پہنچے تھے ان کے ساتھ ہی بھیڑ بکریوں کی طرح سلوک کرنا شروع کر رکھا ہے اور ایسے حالات میں اگر کوئی غلاموں کی آزادی اور انکے حقوق کی

بات کرتا ہے یا غلام قوم کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو حقوق دلانا نے کی بات کرتا ہے تو ہم اسے غدار جیسے القابات دینا شروع کردیتے ہیں اور جنہوں نے 67 سالوں سے مسلسل غداریاں کر کرے ملک و قوم کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں عوام کو غربت ، مہنگائی لاقانونیت ، بے روزگاری اور دہشت گردی کے سپرد کرکے اپنے بچوں کو بیرون ملک ، لوٹی ہوئی دولت کے ہمراہ منتقل کردیا ہو اور خود پاکستانیوں کو انکے بہتر مستقبل کے خواب دکھا دکھا انہیں بار بار بیوقوف بنا کر حکمرانی کے مزے لوٹ رہے ہوں اور عوام اپنے حقوق کے لیے دربدر دھکے کھانے پر مجبور ہوں یہی وجہ ہے کہ گذشتہ روز ڈیرہ غازی خان میں ایک لڑکی نے انصاف نہ ملنے پر خود کو آگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا کیا ہمارے حکمرانوں کے بچے نہیں ہیں یا انکے ضمیر مردہ ہوچکے ہیں کہ انہیں ظلم ہوتا نظر نہیں آرہا پورے پاکستان میں ظلم ننگا ناچ رہا ہے اور حکمران اس ڈانس سے محظوظ ہورہے ہیں خیبر سے کراچی تک عوام غربت کی دلدل میں گردن تک دھنس چکی ہے انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ عدالتوں سے بھی انصاف کا جنازہ نکلتا نظر آرہا ہے تاریخ پر تاریخ نے نسلوں کی زندگیاں داؤ پر لگا دی ہیں چوروں اور ڈاکوؤں کو تحفظ فراہم کیا جارہا ہے اور غریب ، بے کس اور مظلوم انسان کو اپنے حق کے لیے اپنے اوپر تیل چھڑک کر آگ لگانا پڑتی ہے اور پھر مرنے کے بعد بھی انصاف نہیں ملتا حکومت نے نہتے مظاہرین کے خلاف جو آگ اور خون کا کھیل شروع کردیا ہے اس کا انجام خود حکمرانوں کے لیے بھی خطرناک

ثابت ہوگا رہی انصاف اور قانون کی بات وہ اب ختم ہوچکا ہے کیونکہ میں نے خود غازی بروتھا واپڈا میں ہونے والی کروڑوں کی کرپشن کے ثبوت پاکستان کے ہر انصاف فراہم کرنے والے ادارے کو فراہم کیے مگر کیا مجال ہے کہ کسی بھی ادارے نے کوئی نوٹس لیا ہو لاہور کے ایک ایماندار افسر نے ہماری نوجوان نسل کو فحاشی اور بے حیائی پر لگانے والے ایک نیٹ کیفے کو بمعہ ثبوت پکڑ لیا مگر اگلے ہی دن عدالت نے نہ صرف اس اس قومی مجرم کو اسکا تمام سامان واپس کر دیا الٹا اس ایماندار افسر کے خلاف کاروائی کی سفارش بھی کر دی یہ نظام ہمارے کرپٹ اور بے غیرت حکمرانوں کا ہی دیا ہوا ہے جہاں غریب انسان مرنے کے بعد بھی حصول انصاف سے محروم رہتا اور ہمارے جاگیر دار ،وڈیرے اور سیاستدان اپنے ہاتھوں پر بے گناہوں کا خون سجا کر بھی پر ٹوکول کے ساتھ گھوم رہے ہیں آخر کب تک ظلم کا بازار یونہی گرم رہے گا کبھی تو زنجیر عدل ہلے گی اور کوئی محمد بن قاسم ہم بے کسوں اور مجبوروں کی مدد کو آ ہی جائیگا۔

وقت کی قربانی

ملک سے جھوٹ ، منافقت اور قومی اداروں کو بدنام کرنے کی سیاست اب ختم ہوجانی چاہیے بہت ہوچکا ہم نے پاکستان ، پاکستان کے آئین اور پاکستان کے قومی اداروں کو ایک مذاق بنا رکھا ہے جسکا جب دل کرتا ہے منہ اٹھا کر قومی اداروں کے خلاف گند بکنا شروع کردیتا ہے پاکستان کے تمام ادارے محترم ہیں مگر ہمارے انہی سیاستدانوں کی بدولت بہت سے ادارے اب اپنے دائرہ اختیار سے باہر نکل چکے اگر پاکستان کی بقا ہے تو وہ صرف فوج کی وجہ سے ہے اور ہم نے اب اپنا وطیرہ بنا لیا ہے کہ آئے روز کسی نہ کسی بہانے فوج کو ہدف تنقید بناتے رہیں اور جو لوگ ایسا کررہے ہیں وہ قطعی طور پر پاکستان کے دوست نہیں ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی بیرونی ایجنڈے پر کام کررہے ہوں ایسے افراد کا محاسبہ ہونا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی بڑا سیاستدان کیوں نہ ہو گذشتہ روز جاوید ہاشمی کی طرف سے پاک فوج اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس پر من گھڑت الزامات لگائے گئے کیا جاوید ہاشمی اپنے سابق باس اور پسندیدہ لیڈر میاں نواز شریف کے کہنے پر تو کسی ایجنڈے پر کام نہیں کررہے تاکہ پاک فوج کو بدنام کیا جاسکے اس سے قبل میاں نواز شریف نے قومی اسمبلی میں اپنے خطاب کے دوران بھی پاک فوج کو بدنام کرنے کی کوشش کی تھی وہ تو

آئی ایس پی آر کی بروقت وضاحت سے وزیر اعظم کے جھوٹ کا پول کھل گیا اس سے قبل بھی حکمرانوں کی طرف سے بار بار جھوٹ بولا گیا مگر کیا مجال ہے کہ کبھی حکمرانوں کی طرف سے جھوٹ پر شرمندگی کا اظہار کیا گیا ہو ہمارے حکمرانوں نے آج تک قوم سے سچ نہیں بولا یہی وجہ ہے کہ پاکستان ہر گذرنے والے دن کے ساتھ پسماندگی کا شکار ہوتا جارہا ہے ہر سیاستدان نے لوٹ مار کے لیے پاکستان میں سیاست کو بطور ڈھال بنا رکھا ہے اور پھر اسی سیاسی لوٹ مار سے دولت اکٹھی کرتے ہیں بیرون ملک سرمایہ کاری کرتے ہیں اور پھر اپنی نسلوں کو باہر بھیج دیتے ہیں جو وقتاً فوقتاً پاکستان حکمرانی کے لیے آتے رہتے ہیں ہمارے آج تک کے جتنے حکمران گذرے ہیں سبھی نے جب اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا تھا اس وقت انکی حالت قابل رحم ہوتی تھی مگر جب وہ حکومتوں کے مزے لوٹ چکے ہوتے ہیں تو ملکی خزانہ بھی لوٹ کر اپنی تجوریاں بھر چکے ہوتے ہیں اور پاکستان کی عوام غریب سے غریب تر ہوتی جارہی ہے آج باغی کے نام سے پہچانے جانے والے جاوید ہاشمی نے بطور وزیر صحت کتنے مالی فائدے اٹھائے اور پھر اپنے خاندان کو نواز حکومت سے کتنا نوازا یہ سب ہی جانتے ہیں اور خاص کر مسلم لیگ ن کے ورکر بہت اچھی طرح جانتے ہیں گذشتہ روز جاوید ہاشمی کی طرف سے پاکستان کی فوج اور سپریم کورٹ پر الزامات کی بوچھاڑ کردی گئی یار لوگ بتاتے ہیں کہ جاوید ہاشمی اب مسلم لیگ ن میں جانے کے لیے پر طول رہے ہیں اور اسی لیے وہ میاں نواز شریف کے ایجنڈے پر کام کررہے ہیں کیا اسی جمہوریت کے لیے عوام

نے قربانیاں دی تھی کہ ملک پر صنعتکار اور جاگیر دار قابض ہو جائیں اسلام آباد میدان جنگ بنا ہوا ہے پاکستان ٹیلی ویژن پر قبضہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جمہوریت کی علامت پارلیمنٹ کے باہر موجودہ نظام کے خلاف احتجاج کرنے والے دھرنہ دیے بیٹھے ہیں حکومت ہر مرحلے میں پسپائی اختیار کیے ہوئے ہے منہاج القران کے 14 کارکنان کو بے گناہ شہید کیے جانے کے خلاف ایف آئی آر درج نہ کی گئی تو احتجاج کو سلسلہ شروع ہوا حکومت نے ہٹ دھرمی دکھائی مقدمہ درج نہ کیا تو معاملات حکومت کے اختیار سے باہر ہو گئے بلا آخر ایف آئی آر درج کر لی گئی مگر وہ بھی نامکمل اسکے بعد احتجاجیوں نے اپنا کام تیز کیا تو پھر حکومت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی اور وہی ایف آئی آ درج کر دی گئی جو پاکستان عوامی تحریک والے چاہتے تھے مگر اس دوران جو مزید انسانی جانیں ضائع ہو گئی اسکی ذمہ داری کس کے سر جائے گی کیا اب ایک اور ایف آئی آر درج کروانے کے لیے مزید جانوں کی قربانی دینا پڑے گی یا حکومت اسی سے سبق سیکھتے ہوئے اپنے اوپر ایک اور ایف آئی درج کرلے گی اگر تو ہم نے اسی گلے سڑے نظام کے ساتھ ہی پاکستان کو آگے لیکر جانا ہے تو یہ بہت مشکل ہوگا بلکہ ناممکن ہے اس موجودہ جمہوری نظام سے تو لوگوں کو انصاف ملے گا نہ ہے خوشحالی ملے گی بلکہ جمہوریت اور اس نظام کو بچانے والے تمام مفاد پرست اکٹھے ہو کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے رہیں گے اس لیے ضروری ہے کہ ہم ایسی جمہوریت اور ایسے نظام سے جان چھڑوالیں جس کی وجہ سے ملک میں غربت ہی

غربت ہو بیمار کے پاس دوائی کے پیسے نہ ہوں اور بھوکے کے پاس روٹی کا سامان نہ ہو ایسی جمہوریت میں اگر ایک زرداری جائیگا تو اسی نظام کو بچانے کے لیے دوسرا نواز شریف آجائیگا غریب مزدور، کسان اور غلام ووٹر یونہی اپنے مسائل کے حل کے لیے سڑکوں پر آکر دھرنے دیتے رہیں گے کیا کسی جمہوری ملک میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک منتخب وزیراعظم پوری قوم کے سامنے جھوٹ بول جائے اور اسے پوچھنے والا کوئی نہ بلکہ اسکے نمک خوار اسکی ہر غلط بات کو بھی سچ ثابت کرنے کے لیے لڑی چوٹی کا زور لگا دیں کیا جمہوری اور مہذب معاشرے میں ایسا ہی ہوتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہم سب ملکر جمہوریت کو بچانے کی کوشش نہیں کررہے بلکہ جھوٹ کے اس نظام اور راستے کو بچانے کی کوشش کررہے ہیں جو پاکستان کی تباہی کی طرف جاتا ہے کیونکہ اس وقت جمہوریت کے نام پر جو لوگ اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں وہ سرمایہ دار اور جاگیر دار ہیں جنہوں نے ہمیشہ پاکستان میں لوٹ مار کے نظام کو فروغ دیا اور جو انکے اس وقت سپورٹرز ہیں وہ بھی انہی کے حصہ دار ہیں کیونکہ لوٹ مار کا کچھ نہ کچھ حصہ انہیں بھی پہنچایا جارہا ہے ورنہ پاکستان میں تو حق دار کو اپنا حق لینے کے لیے بھی خود کو ختم کرنا پڑتا اس کے بعد کہیں جاکر قانون حرکت میں آتا ہے قانون بھی وہ حرکت میں آتا ہے جسے ہر حاکم وقت نے اپنے گھر کی لونڈی بنائے رکھا جب چاہا اور جہاں چاہا قانون کا منہ کالا کردیا اور آج تک ان سے پوچھنے والا بھی کوئی سامنے نہیں آیا کیونکہ کسی نہ کسی طریقے سے ہر پوچھنے والے

کو حکمرانوں نے لالچ اور فریب کے اندھے کنویں میں دھکیل رکھا ہے اگر آج پاکستان کا نظام درست کر دیا جائے تو آنے والے دنوں میں پاکستان پاکستانیوں کے لیے جنت بن سکتا ہے مگر اس کے لیے ابھی ایک نسل کو قربانی دینا ہو گی کیونکہ بے وفائی، جھوٹ فریب اور رشوت کے جس کلچر کی فصل کو ہم پروان چڑھا چکے ہیں اس کو کاٹنے میں، ابھی وقت لگے ایک وہ نسل تھی جنھوں نے پاکستان بنتے دیکھا تھا ہم وہ ہیں جنھوں نے پاکستان اجڑتے دیکھا اور آنے والی وہ نسل ہوگی جو پاکستان کو دوبارہ بنتا دیکھے گی اور اس وقت تک ہمارے یہ لٹیرے حکمران جا چکے ہونگے اور انکی نسلیں پاکستان سے باہر لوٹ مار کے پیسے سے عیاشیوں میں مصروف ہوگی ہو سکتا ہے ہم اس دور میں نہ ہو مگر ہماری جدوجہد کو یاد رکھا جائیگا کہ ہم نے اجڑتے اور ڈوبتے ہوئے پاکستان کو بچانے میں اپنا کردار ادا کیا تھااور جو آج پاکستان کو بچانے کی خاطر باہر نہیں آئے گا وہ بھی اتنا ہی مجرم ہوگا جتنے ہمارے حکمران ہونگے کیونکہ برائی کا ساتھ دینے والا بھی اتنا ہی برا ہوتا ہے جتنا برائی کرنے والا اللہ تعالی نے ہمیں سنبھلنے کا ایک موقعہ دیا ہے اگر اس بار بھی ہم خاموشی سے جمہوریت کو بچانے کے لیے تیار کیا ہوا ڈرامہ یونہی دیکھتے رہے تو پھر آنے والے نسلیں ہمیں معاف نہیں کریگی کیونکہ ہم نے پاکستان بناتے وقت کوئی قربانی نہیں دی اب اس کو بچانے کے لیے ہی کچھ نہ کچھ تو قربان کر دیں اور کچھ نہیں تو صرف اپنے وقت کی ہی قربانی دے دیں۔

جس دیس میں،،، چور دروازہ

مبارک ہو اب پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں ایوان بالا کے اراکین نے بھی کھل کر کہنا شروع کردیا ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں چور دروازے سے داخل ہوتے ہیں جبکہ مین دروازوں پر عوام بیٹھی ہوئی ہے یہ کھلی حقیقت ہے کہ جب انسان کے اندر چور ہو تو وہ چور راستہ ہی اختیارر کرتا ہے اگر عوام کے مسائل پارلیمنٹ میں حل ہوتے تو آج کسی بھی منتخب عوامی نمائندے کو چور دروازے سے داخل ہونے کی ضرورت پیش نہ آتی اگر یہ اراکین عوام سے کیے ہوئے وعدے پور کردیتے تو آج انہیں چھپنے کی ضرورت پیش نہ آتی اگر عوام کو انکے حقوق سے محروم رکھا جائے اور قومی خزانے پر ڈاکے ڈالے جائیں تو پھر عوام کے ہجوم سے ڈر کر چور دروازے ہی استعمال کیے جاتے ہیں پاکستان میں آج تک عوام کے نام پر سیاست کرنے والوں نے عوام کو انکے بنیادی حقوق سے محروم رکھا اور آج نوبت یہاں تک آچکی ہے کہ پاکستان کی آدھی سے زیادہ آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہے اور جو حکمرانوں سے اپنا حق لینے کی کوشش کرتا ہے اسے سر عام گولیوں سے بھون دیا جاتا ہے اور پھر ان بے گناہوں کے خون کا حساب مانگنے پر مزید جانوں کا ندرانہ بھی دینا پڑے اور پھر بھی انصاف نہ ملے تو وہ جمہوریت وہ پارلیمنٹ جو عوام کے تحفظ کے لیے ہو وہاں سے بے گناہوں کے خون کا حساب مانگنا کہاں

کا جرم ہے اگر یہ جرم ہوتا تو قانون کب کا حرکت میں آ کر ان سب کو عبرت کا نشان بنا چکا ہوتا مگر یہ لوگ اپنے عوامی نمائندوں سے نہ صرف اپنا حق مانگنے آئے ہیں بلکہ 20 کروڑ پاکستانیوں کے حقوق کے بھی ضامن بن کر انصاف کے ایوانوں کے سامنے دھرنا دیے بیٹھے ہیں یہ لوگ سچے ہیں اور محب وطن پاکستانی ہیں اسی لیے تو نام نہاد عوامی نمائندے اپنی عوام کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں اور پارلیمنٹ کے اندر جانے کے لیے چور راستہ اختیار کر رہے ہیں انہی سیاستدانوں نے عوام کو شعور نہیں آنے دیا یہی وجہ ہے کہ جب سے ملک میں جمہوریت کے نام پر سیاسی آمریت کا قبضہ ہوا ہے تب سے ہر شہری پریشان ہے اچھے خاصے پڑھے لکھے افراد دو وقت کی روٹی کے لیے شدید مشکلات میں نظر آ رہے ہے اپنے بچوں کو انجینئرنگ کی انتہائی مہنگی تعلیم دلوا کر پھر ان سے کلرکی کروانا کسی بھی ماں باپ کی خواہش نہیں تھی مگر بے روزگاری اور مہنگائی کا یہ حال ہے کہ آجکل ہمارے انجینئر فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور انہیں کوئی کام نہیں مل رہا والدین کے خواب سب ملیا میٹ ہو چکے ہیں جبکہ ہمارے ایم پی اے اور ایم این اے سوائے لوٹ مار اور اپنے پارٹی قائدین کے تحفظ میں مصروف ہیں ہمارے ایسے بھی ایم این اے ہیں جو گیس اور بجلی چوری سمیت جعلی ڈگری کے کیسوں میں ملوث ہیں مگر انکے خلاف کسی قسم کی کوئی کاروائی نہیں ہوتی جبکہ ایک غریب انسان پر جھوٹا سائیکل چوری کا مقدمہ درج کر کے برسوں جیل کی ہوا کھانا پڑتی ہے پاکستان کے انہی حالات کے تناظر میں لکھی گئی ایک خوبصورت

نظم۔

جس دیس سے ماؤں بہنوں کو
اغیار اٹھا کر لے جائیں
جس دیس سے قاتل غنڈوں کو
اشراف چھڑا کر لے جائیں
جس دیس کی کورٹ کچہری میں
انصاف ٹکوں پر بکتا ہو
جس دیس کا منشی قاضی بھی
مجرم سے پوچھ کر لکھتا ہو
جس دیس کے چپے چپے پر
پولیس کے ناکے ہوتے ہوں
جس دیس میں جان کے رکھوالے
خود جانیں لیں معصوموں کی
جس دیس میں حاکم ظالم ہوں
سسکیاں نہ سنیں مجبوروں کی
جس دیس کے عادل بہرے ہوں
آہیں نہ سنیں معصوموں کی
جس دیس کی گلی کوچوں میں

ہر سمت فحاشی پھیلی ہو
جس دیس میں بنت ہوا کی
چادر داغ سے میلی ہو
جس دیس میں آٹے چینی کا
بحران فلک تک جا پہنچے
جس دیس میں بجلی پانی کا
فقدان حلق تک جا پہنچے
جو دھرتی بھوک اگلتی ہو
اور دکھ فلک سے گرتے ہوں
جہاں بھوکے ننگے بچے بھی
آہوں پر پالے جاتے ہوں
جہاں سچائی کے مجرم بھی
زندان میں ڈالے جاتے ہوں
جہاں مظلوموں کے خون سے
محل اپنے دھوئے جاتے ہوں
جس دیس کے ہر چوراہے پر
دو چار بھکاری ہوتے ہوں
جس دیس میں روز جہازوں سے

امدادی تھیلے گرتے ہوں
جس دیس میں غربت ماؤں سے
اپنے بچے نیلام کرواتی ہو
جس دیس میں دولت شرفاء سے
ناجائز کام کرواتی ہو
جس دیس کے عہدے داروں سے
عہدے نہ سنبھالے جاتے ہوں
جس دیس کے سادہ لوح انسان
وعدوں پر ہی ڈھالے جاتے ہوں
اس دیس کی مٹی برسوں سے
یہ دکھ جگر پہ سہتی ہو
اور اپنے دیس کے لوگوں کو
پھر آزادی مبارک کہتی ہو
اس دیس کے رہنے والوں پر
ہتھیار اٹھانے واجب ہیں
اس دیس کے ہر اک لیڈر کو
سولی پہ چڑھانا ضروری ہے

سیلابی حکمران

جمہوریت کے دعوے داروں اور امن کے ٹھیکداروں نے جہاں ایک طرف ماڈل ٹاؤن لاہور دوسری طرف پارلیمنٹ اسلام آباد کے باہر اور اب تیسری طرف بلاول ہاؤس کراچی کے باہر جو ظلم اور بربریت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے ان نام نہاد جمہوریت کے علمبرداروں کا مکروہ چہرہ سب کے سامنے آچکا ہے پاکستان عوامی تحریک اور پاکستان تحریک انصاف کے ورکروں پر جان لیوا تشدد کو ابھی بہت زیادہ وقت نہیں گذرا کہ کراچی میں بلاول ہاؤس کے باہر پر امن اساتذہ پر اس وقت لاٹھی چارج کردیا گیا جب وہ جمہوریت ،امن وانصاف ،رواداری، وضع داری اور حب الوطنی کے نام نہاد پیکروں ،روٹی کپڑا اور مکان کے کھوکلے نعروں سے عوام کو بیوقوف بنانے والوں سے اپنے لیے انصاف طلب کرنے سندھ کے بادشاہوں کے دروازے پر جارہے تھے مگر ان بچے پڑھانے والوں کو کیا معلوم کہ کتابوں میں جو لکھا ہوتا ہے وہ عام زندگی میں نہیں ہوتا جو جمہوریت کتابوں میں پڑھائی جاتی ہے اسکے بلکل الٹ پاکستان میں ہو رہا ہے یہاں پر اپنا حق مانگنا جرم ہے اور اپنے حق کے لیے آواز اٹھانا اس سے بھی بڑا جرم تصور ہوتا ہے اور جب کوئی بغیر سوچے سمجھے عوام کے حقوق کی بات کریگا تو پھر حکمرانوں کو لاشوں کے ڈھیر بھی لگانا پڑیں تو لگا دیں گے یہ ہمارے حکمرانوں کی

جمہوریت نما غنڈہ گردی کا ہی نتیجہ ہے کہ آج پوری قوم تکلیف میں بتلا ہے ایک طرف عوام کا سیلاب ہے جو اپنے حقوق کی خاطر ایک ماہ سے اسلام آباد کی سڑکوں پر ہے اور دوسری طرف پانی کا سیلاب ہے جو ہمارے حکمرانوں کی نااہلیوں کی بدولت آج پاکستان کو تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا ہے ہمارے حکمران بھی کتنے عجیب ہیں کہ مرنے کے بعد کروڑوں روپے لواحقین میں بانٹ دیتے ہیں مگر ان کو مرنے سے بچانے کے لیے کوئی احتیاطی تدبیر نہیں کرتے جتنے پیسے ہم نے آج تک سیلاب متاثرین میں بانٹ دیے ہیں ان سے بھی کم پیسوں میں ہم اتنے ڈیم بنا سکتے تھے کہ یہ سیلابی پانی پاکستان پر عذاب بن کر نازل نہ ہوتا بلکہ ہمارے لیے خوشحالی لاتا اور ہم پورا سال اس پانی سے اپنی زمینوں کو شاداب کرتے نئی نہریں نکالتے اور اپنے چولستان کو آباد کرتے مگر ہمارے حکمران ملکی دولت لوٹ لوٹ کر پاکستان کو کنگال کرکے قوم کو غلام بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں ہمیں ایسے سیاستدان اور ایسے حکمران نہیں چاہیے جو لوگوں کے مرنے کے بعد تو کفن لیکر تو پہنچ جائیں مگر زندہ انسانوں کو قریب بھی نہ آنے دیں آجکل تو ویسے بھی سیلاب نے نہ صرف پوری قوم کے پریشانی میں ڈبو رکھا ہے الٹا ہمارے آرام پسند حکمرانوں کی نیندیں بھی حرام کر رکھی ہیں جو کبھی اپنے محل نما گھروں سے نہیں نکلے وہ بھی آجکل پانی میں کھڑے ہو کر بڑے شوق سے تصویریں بنوا رہے ہیں اور ہر شہر سیلابی شہر کا دور طوفانی دورہ کرکے اپنی ہمدردیاں ظاہر کر رہے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے یہ سیلابی حکمرانی

ہیں جو صرف ان ہی موسموں میں باہر نکلتے ہیں جب ملک میں سیلاب آجائے اور ان پانیوں سے جو سب سے زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے وہ ان لوگوں کا ہے جو دریا کے اندر غیر قانونی طور پر آباد ہوجاتے ہیں جاگیرداروں' حکمران طبقے اور بااثر شخصیات، اراکین قومی وصوبائی اسمبلی کی پشت پناہی کے باعث دریاؤں کے پیٹ (River Bed) پر ناجائز تعمیرات اور ناجائز طور پر کاشت اورزیر استعمال لانے کے باعث قوم کو اتنے بڑے سانحے کا سامنا کرنا حالیہ سیلاب کی تباہ کاریاں لمحہ فکریہ اور مرکزی وصوبائی حکومتوں کی انتظامی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہیں فیڈرل فلڈ کمیشن' صوبائی فلڈ ریلیف کمشنز اور محکمہ آبپاشی کو اربوں روپے کے فنڈز دیئے گئے لیکن انہیں تعمیرات و اصلاحات پر خرچ کرنے کی بجائے ان میں خرد برد کر لی گئی جس کی وجہ سے آج دریا بپھر گئے ہیں اور دریاؤں کا پانی آبادیوں کو عبور کرکے شہروں میں داخل ہو رہاہے اور حکومتی ادارے تاحال تباہ کن سیلاب کی وجوہات جاننے میں کامیاب نہیں ہو سکے اسکی تحقیق اور مستقبل میں ایسے سیلابوں سے بچنے کے لئے بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں آبی ماہرین' انجینئرز' متاثرہ فریقین خصوصاً کسانوں کو شامل کیا جائے تاکہ ملک کی زراعت اور مالی و جانی نقصان سے بچا جاسکے۔ موجودہ سیلاب فطری طور پر ضرورہے لیکن پاکستان کے محکمہ موسمیات کے ماہرین کے مطابق پاکستان میں اس پیمانے پر بارشیں نہیں ہوئیں جتنا دریاؤں میں تباہ کن سیلاب آیا ہے پاکستان میں عوام کو سیلاب اور اسکی تباہ کاریوں سے پیشگی آگاہ کرنے

کے لئے کوئی انتظام موجود نہیں اس لئے فیڈرل فلڈ ریلیف کمیشن میں اصلاحات نا گزیر
میں لاکھوں کروڑوں لوگ غیر قانونی طور پر (River Bed) ہیں دریاؤں کے پیٹ
رہائشگاہیں آباد کرکے مال مویشی پال چکے ہیں جبکہ ناجائز طور پر فصلیں کاشت کر رہے
ہیں جو کہ حکومت کی انتظامی نااہلی کا منہ بولتا ثبوت ہے ' زیادہ تعداد انہی لوگوں کی ہے
جو ناجائز طور پر زرعی زمینیں کاشت اور تعمیرات کر رہے ہیں اور انہیں اراکین قومی
وصوبائی اسمبلی' با اثر شخصیات 'جاگیرداروں اور حکمران طبقے کی پشت پناہی حاصل ہے
بعض دریاؤں میں بند باندھ دیئے گئے ہیں لیکن دریاؤں کے پھیلاؤ کو نظر انداز کیا گیا
جس کی وجہ سے آج دریاؤں کا پانی آبادیوں کو عبور کرکے شہروں کا رخ کر رہا ہے جس
سے اربوں' کھربوں کی کی زرعی معیشت تباہ ہونے کے ساتھ بڑے پیمانے پر جانی و مالی
نقصان بھی ہوا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بھارت نے
مقبوضہ کشمیر میں جنگی بنیادوں پر ڈیم تعمیر کئے ہوئے ہیں اور پاکستان کو معاشی طور پر
اپاہج بنانے کیلئے خوفناک منصوبہ بندی پر عمل پیرا ہے اُس کی آبی جھارحیت سے پاکستان
کے زراعت وصنعت شدید خطرات سے دو چار ہے انڈیا نے لداخ میں ڈیم مکمل کرلیا
تو اسلام آباد بھی محفوظ نہیں رہے گا۔

آسیب زدہ سائے

ملک میں حکومت کرنے والے جب اپوزیشن میں ہوتے ہیں تو انہیں ہر سیدھا کام بھی الٹا نظر آتا ہے اور جب کل کی اپوزیشن حکومت میں آجاتی ہے تو پھر انہیں کوئی غلط کام بھی برا نہیں لگتا بے شک وہ ہر ناجائز کام کو جس طرح چاہیں پایہ تکمیل تک پہنچائیں ابھی کچھ عرصہ قبل وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کی طرف سے ماڈ ٹاؤن واقعہ پر بنائے جانے والے عدالتی ٹریبونل جسکے سربراہ ہائیکورٹ کے جسٹس اور نہایت ہی شریف النفس انسان جناب باقر نجفی تھے جنہوں نے تمام شہادتوں اور تحقیق کے بعد جب اپنا فیصلہ لکھا تو وہ حکمرانوں کے خلاف تھا جس پر پنجاب کے سابق وزیر قانون رانا ثناء اللہ سمیت اور بہت سے نام نہاد سیاسی بونوں نے نہایت ہی برا منایا اور کچھ گھٹیا قسم کے ان سیاسی شعبدہ بازوں نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا کہ ہم جسٹس باقر نجفی سے نمٹ لیں گے کیا ایسے ہی کم ظرف اور لٹیرے حکمران پاکستان پر حکومت کرینگے جو اپنے خلاف آنے والا فیصلہ بھی برداشت نہیں کر سکتے یہ وہ ڈاکو حکمران ہیں جو سرعام بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں اور پھر مقدمہ بھی درج نہیں ہونے دیتے اگر عدالتیں ملک میں انصاف فراہم کر رہی ہیں تو وہ بھی ان حکمرانوں کو گوارا نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ باقر نجفی ایک ایماندار اور فرض شناس جج ہیں جنہوں نے ماڈ ٹاؤن واقعہ کی مکمل

انکوائری کی ہر طرف سے مطمئن ہو کر اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ دیا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ اس عدالتی فیصلہ کے بعد میاں شہباز شریف کو فوری طور پر مستعفی ہو جانا چاہیے تھا جسکا انہوں نے ٹی وی پر آ کر بڑے فخریہ انداز میں اعلان بھی کیا تھا مگر وہ سیاستدان ہی کیا جو اپنے وعدے پر عمل کرے یہاں پر تو ایک طرف سیاستدانوں کو جوتیاں پڑ رہی ہوتی ہیں تو دوسری طرف انکے اندر کا حیوان اقتدار کی کرسی کے خواب دیکھ رہا ہوتا ہے پاکستان اور پاکستانی عوام کا سب سے زیادہ نقصان سیاستدانوں بلخصوص ان سیاسی لٹیروں نے کیا ہے جو برسر اقتدار رہے ہیں یا کسی بھی شکل میں اب بھی ہم پر مسلط ہیں جسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تخلیق پاکستان کے بعد تکمیل پاکستان کے لئے قیادت کے فقدان کے باعث ملک سامراجی اور استبدادی غلامی میں آئے روز جکڑنے کے باعث معاشی تہذیبی دفاعی طور بحرانوں کا شکار ہوا جمہوری سیاسی نظام کی تاسیس آسیب زدہ سائے اور مقروض لبجے ملک وقوم کو آئے روز بحرانوں میں مبتلا کیے ہوئے ہیں موجودہ حالات کے تناظر میں اپوزیشن جماعتوں کی طرف سے موجودہ حکمرانوں کی 14 ماہ کے دوران ناقص کارکردگی کو درست کرنے کی بجائے واضح اقرار اور حکمرانوں کی طرف سے ان عوامل تسلیم کرکے اپنے غلطیوں پر قابو پانے کی بجائے تاویلیں پیش کرنا قوم کو اندھیرے میں دھکیلنے کی ناکام کوشش ہے وہ نہ صرف نظریہ پاکستان بلکہ تکمیل پاکستان کے دشمن دکھائی دیتے ہیں خودداری ملی غیرت ہی ہماری قومی بقاء ہے ملک میں قیادت کے فقدان کے باعث

آئے روز ملک کو نئے نئے مسائل کا سامنا ہے حالانکہ پاکستان حاصل ہی نظریاتی طور پر کیا گیا تھا نظریہ پر عمل کرنے کی بجائے 65 سال تاویلوں میں گذار دیے ہر آنے والے صاحب اقتدار نے اپنی اپنی پالیسیاں لاگو کرکے ملک وقوم کو بہتری کی نوید سنائی قوم اپنے آنے والے مستقبل کی خاطر بیوقوف بنتے رہے کسی نے بھی ان راہنماؤں کے بھیس میں چھپے راہزنوں سے نہ پوچھا کہ جس نظریہ کی بنیاد پر مسلمان قوم نے لاکھوں جانی قربانیاں دی اس کا کیا بنا مگر سامراجی اور استبدادی غلامی میں جکڑنے والی تہذیب اقوام عالم کو اپنی معاشی تہذیبی دفاعی اور تعلیمی غلامی میں بری طرح جکڑے ہوئے ہیں اقدار کی تبدیلی سے ذہنی غلامی تک اور تہذیب وثقافت کی نام نہاد تجدید سے جمہوری سیاسی نظام کی تاسیس تک آسیب زدہ سائے اور مقروض لہجے امہ کو دوست دشمن کی پہچان سے محروم کیے ہوئے ہیں وقت کا تقاضا ہے کہ اب پاکستان کے 20 کروڑ عوام ملک وقوم کے دشمن پاکستان مخالف نظریہ کے حامل سیاستدانوں کو دریابرد کرنے کے لیے عملی طور پر میدان عمل میں نکلیں پاکستان کے سترہ کروڑ عوام کو محرومیوں کا شکار کرنے والوں کا خاتمہ ممکن ہوسکے قوم پاکستان میں جمہوریت کو مضبوط اوراس کی حفاظت کرنا آمریت کو دفن اور جمہوریت کو مستحکم دیکھنا چاہتی ہے۔آزاد عدلیہ ،آزاد میڈیا، فعال اور متحرک سول سوسائٹی اس بات کا ثبوت ہے کہ پاکستان کی منزل دور نہیں بلکہ قریب آ رہی ہے ہمیں پاکستان کو بدعنوان عناصر سے پاک کرنا ہے اور ملک میں آئین اور قانون کی بالا دستی قائم کرنی ہوگی تاکہ قائد

اعظم کے اس پاکستان کی تکمیل کا عمل مکمل ہو کے جسکا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا اور جسکے قیام کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جانوں کی قربانیاں دی ہماری ماؤں نے اپنے سامنے اپنے بچوں کو نیزوں کی انیوں میں پروے دیکھا اور بھائیوں کے سامنے بہنوں کی عزت نیلام کر دی گئ اگر ہم میں جسٹس باقر نجفی جیسے ایماندار ،فرض شناس اور محب وطن پاکستانی موجود رہیں گے تو قیام پاکستان کے بعد حصول پاکستان کی جو کوششیں ہیں وہ بھی رنگ لائیں گی اور غربت کی دلدل میں دھنسی ہوئی قوم کی خوشحالی کی منزل بھی اب دور نہیں بلکہ قریب ہی آ رہی ہے۔

سیاسی دہشت گرد

ملک میں ایک طرف سیاسی دہشت گردی ہو رہی ہے تو دوسری طرف خون خرابے والی دہشت گردی کا بازار گرم ہے کبھی فوجی جوانوں کو ٹارگٹ کیا جاتا ہے تو کہیں پولیس کے افسران ٹارگٹ پر ہیں یہ ایک دن کا واقعہ نہیں ہے اور نہ ہی راتوں رات خود کش انسان تیار کیے جاتے ہیں یہ ہمارے سیاستدانوں کے گناہوں کی سزا ہے جو عوام کو مل رہی ہے کیونکہ ہمارے حکمرانوں نے نہ قوم کا سوچا اور نہ ہی کبھی ملک کا خیال رکھا ہر سیاستدان نے اپنے حصے کی دولت خوب لوٹی ملک کو کنگال کیا اور اپنی اولاد کو ملک کی حکمرانی کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا اور جیسے ہی کن ٹٹے سیاسی ٹھگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ انکے سیاسی آقاؤں کے بچے اب عوام کو بیوقوف بنانے آرہے ہیں تو وہ نہایت ہی بھونڈے انداز میں بیان بازی شروع کر دیتے ہیں ایسی ایسی مکروہ شکلوں والے سیاستدان عوامی خدمت کے نام پر عوام کو بیوقوف بناتے ہیں کہ اگر انکو کسی ادارے میں میرٹ پر بھرتی ہونے کے لیے کہا جائے تو وہ مشکل میں پھنس جائیں گے ہمارے دیہات کے سادہ لوح لوگ ان سیاسی شعبدہ بازوں کی باتوں میں آکر انہیں کامیاب کروادیتے ہیں اور پھر ساری عمر کولہو کے بیل کی طرح کام کرتے رہتے ہیں گذشتہ روز ساہیوال جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک سینئر صحافی نے اپنے علاقے کے ایک سابق رکن پنجاب اسمبلی کا قصہ

سنایا کہ کیسے وہ ہر الیکشن میں کامیاب اور اسکی کی کامیابی سے علاقہ سکون میں آجاتا تھا یہ اس کی ایمانداری تھی کہ وہ الیکشن جیتنے کے بعد عوام سے کیے گئے وعدے پر پوری طرح عملدرآمد کرکے حکومت کو لوٹتا تھا کیونکہ اس کا اپنے ہر انتخابی جلسے میں ایک ہی وعدہ ہوتا تھا کہ اگر میں جیت گیا تو پھر حکومت کو لوٹوں گا اگر ہار گیا تو پھر آپ لوگوں کے مال مویشی محفوظ نہیں رہیں گے اور علاقہ کے لوگ اسی ڈر اور خوف سے اسے ووٹ دیکر اپنی جان چھڑوا لیتے تھے کہ اس ڈاکو سے ہمیں تو تحفظ ملے ملک کو بیشک یہ بیچ دے ہمارے اکثر سیاستدانوں کا یہی حال ہے اور عوام ان سے اپنی جان چھڑوانے کے لیے انہیں اسمبلیوں میں بھیج دیتے ہیں تاکہ انکے مال مویشی تو چوری ہونے سے بچ جائیں یہی سیاسی دہشت گردی ہمارے ملک کو اندر ہی اندر سے کمزور کر رہی ہے اور آج حالت اس قدر خراب ہوچکی ہے کہ خون ریزی کرنے والے دہشت گردوں سے ہمارا نہ کوئی ادارہ محفوظ ہے اور نہ ہی کوئی جوان جس کو جہاں ان دہشت گردوں کا دل کرتا ہے نشانہ بناڈالتے ہیں ان دہشت گردوں کو ہمارے سیاسی دہشت گردوں کی بھی بھرپور حمایت حاصل ہے جن کی وجہ سے آج ملک دہرے اور تہرے نظام کے تحت چلایا جارہا ہے ایک طرف غریب اور محنت کشوں کو مہنگائی اور بے روزگاری کی دلدل میں دھکیل کرانہیں خودکشیوں پر مجبور کیا جارہا ہے تو دوسری طرف ہمارے موجودہ نظام سے بے زار اور اپنی محنت کے بل بوتے پر تبدیلی لانے والوں کو ٹارگٹ کلنگ کے زریعے شہید کیا جارہا ہے ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ

ہے کہ ہم اپنے اوپر ہونے والی ہر برائی اور زیادتی کو حکم ربی مان کر صبر شکر کر لیتے ہیں یہاں لوگ ایک دوسرے کو لوٹنے کے سو طریقے سوچ لیتے ہیں اور جو ہمارے حکمران ہونگے انکے پاس تو لوٹ مار کے ہزاروں طریقے ہونگے یہی وجہ ہے کہ ایک یا دو الیکشن جیتنے والا اربوں روپے کا مالک بن جاتا ہے بیرون ملک اسکے پلازے اور فلیٹ بن جاتے ہیں یہ تو پھر ہمارے سیاسی طور پر سیانے لوگ ہیں ہمارے ملک کا تو پٹواری بھی کسی سے کم نہیں ہے لوٹ مار کے ریکارڈ میں وہ بھی کسی سے پیچھے نہیں ہوتا ہمارا تھانہ کلچر بھی اسی لوٹ مار کا حصہ ہے اور پچھلے دنوں ملتان میں 3 پولیس والے ایک گھر میں ڈاکہ ڈالتے ہوئے موقعہ پر پکڑے گئے یہ تو وہ ڈاکو ہیں جو منظر عام پر آ گئے انکے علاوہ ہر سیاستدان اور سرکاری ملازم لوٹ مار میں برابر کا حصہ دار ہے فرق صرف اتنا ہے کہ انکی چوریاں ابھی تک پکڑی نہیں گئی حالانکہ انکے رہن سہن اور بودوباش سے صاف نظر آ رہا ہوتا ہے کہ یہ بھی ملک کے دشمن ہیں اور اسی شاخ کو کاٹ رہے ہیں جس پر بیٹھے ہیں ملک میں چند لوگ ایسے بھی ہیں جو ایمانداری اور جرائت سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں مگر انکے فیصلوں پر عمل کرنے والے سستی اور لاپرواہی کا بھرپور مظاہرہ کر رہے ہیں اس وقت جو اچھا کام کرنے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں ان میں سے ایک صوبائی محتسب پنجاب جاوید محمود کا تو میں نے اپنے ایک گذشتہ کالم میں بڑی تفصیل سے ذکر کر دیا تھا کہ اس عمر میں بھی وہ کیسے بھاگ بھاگ کر عوامی مسائل کے حل کیلیئے کام کر رہے ہیں بلخصوص بوڑھے

پنشنرز کی جو وہ خدمت کررہے ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اس طرح ایک خاتون محتسب میرافیلبوس بھی پنجاب میں کام کررہی ہیں جو اپنی طرف سے پوری دیانتداری اور ایمانداری سے خواتین کے مسائل حل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں پنجاب حکومت کا خواتین کے لیے صوبائی محتسب کا محکمہ بنانا ایک اچھا قدام تھا اور اس سے بھی بڑھ کر جو اچھا اقدام تھا وہ میرافیلبوس کو اس محکمہ کا قلمدان سونپنا تھا جنہوں نے خواتین کے ساتھ زیادتی کے معاملہ میں کسی کی سفارش کو قبول نہیں کیا اور میرٹ پر فیصلے کیے بعد میں خواہ انکے چند فیصلوں پر عملدرآمد نہ ہوسکا کیونکہ دوسری طرف کے ملزمان کو سیاسی دہشت گردوں کی پشت پناہی حاصل تھی مگر انہوں نے جو بھی کام کیا اپنی طرف سے کھل کرکیا کسی بھی پریشر کو قبول نہ کرکے عورت ہوتے ہوئے مردوں سے آگے نکل گئی ہیں ہم جہاں برے کو برا کہنے کی جرءات رکھتے ہیں وہی پر محنتی ،ایماندار اور اچھے اخلاق والوں کی تعریف نہ کرنا بھی جرم سمجھتے ہیں کیونکہ ایسے لوگوں کا ہمارے پاس کثرت سے فقدان ہے اگر ہم نے انکے اچھے کام کی بھی تعریف نہ کی تو ہوسکتا ہیں کہیں یہ اچھے لوگ ہم سے روٹھ ہی نہ جائیں۔

دھرنے میں نماز عید

اس بار نماز عیدالضحی اسلام آباد کے ڈی چوک میں دھرنے کے شرکاء کے ہمراہ ادا کی ڈی چوک ایسی جگہ ہے جہاں دھرنے سے قبل انسان پیدل گذر نہیں سکتا تھااور سیکیورٹی کے نام پر وہاں بیٹھے ہوئے پولیس اہلکار ہر گذرنے والے کو ہتک آمیز رویہ سے واپس بھجوادیتے تھے مگراب وہاں پورا شہر آباد ہے کہاں گئے وہ بڑی بڑی اور موٹی موٹی گردنوں والے فرعون صفت غلام جو یہاں سے ہر گذرنے والے سائل سے یہ پوچھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ بھائی کہاں سے آئے ہو کس کے پاس جانا ہے اور کیا تکلیف ہے جو اتنی دور سے سخت گرمی میں پیدل چل کر آرہے ہو مگر جس طرح حکمرانوں میں غرور آجاتا ہے بلکل اسی طرح ان حکمرانوں کے نیچے کام کرنے والے ہر ملازم میں بھی بادشاہت آجاتی ہے جس طرح ہمارے بادشاہ سلامت کسی ملازم کو خواہ وہ ان کا پنا رکن اسمبلی ہی کیوں نہ ہو کو انسان نہیں سمجھتے بلکہ غلام سمجھتے ہیں اسی طرح ہمارے یہ سرکاری افسران اور ملازمین بھی عوام کو اپنی رعایا سمجھتے ہیں جہاں دل کیا جیسے چاہا دبا لیاایسی ہی پالیسیوں کی بدولت پاکستان میں ہر انسان کے لیے علیحدہ علیحدہ قانون بن گیا جو بظاہر کسی لکھائی پڑھائی کے بغیر ہے مگر اس قانون کا اطلاق ہر جگہ نظر آئے گا بڑی گاڑی والے کے لیے الگ قانون ہے بڑے ڈاکو اور لٹیرے کے لیے الگ قانون ہے ایک

عام شہری موٹر سائیکل سوار اور پیدل چلنے والے کے لیے الگ قانون ہے ملک میں قانون اور حکمرانی کی یہ بندر بانٹ اس لیے ہے کہ ایک غربت کی ننگی دہلیز پر پیدا ہونے والا بچہ ان سیاستدانوں اور سرمایہ داروں کے برابر بیٹھ نہ سکے بلکہ غلاموں کی طرح زندہ رہے زندگی کی ہر ضرورت پوری کرنے کیلیے ان کے آگے ہاتھ پھیلاتا رہے اور جب مر جائے تو اسکے گھر والے خیرات میں کفن بھی طلب کریں عید کی رات میں نے ایک عجیب تماشا دیکھا ایک طرف بڑے بڑے چور ایک دوسروں کو قربانی کے لیے بڑے بڑے جانور تحفہ میں دے رہے تھے تو دوسری طرف غریب اور مجبور انسان رات کی روٹی پوری کرنے کے لیے مزدوری تلاش کر رہا تھا میں نے جاتے جاتے اچانک شور کی آواز سنی تو دیکھا کہ ایک باریش انسان ایک لڑکے کو بری طرح پیٹ رہا تھا اس لڑکے کی عمر تقریبا 15 یا 16 سال کے قریب ہوگی جبکہ ساتھ ہی پولیس والے خوش گپیوں میں مصروف تھے جب میں نے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے تو معلوم ہوا کہ لڑکا دوکان کے باہر پڑی ہوئی بوتلیں اٹھا کر بھاگ رہا تھا کہ دوکاندار کی نظر پڑ گئی جس نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا اور پھر اسکی دھلائی شروع کر دی پوچھنے پر لڑکے نے بتایا کہ عید کی رات ہے اور گھر میں چھوٹے بہن بھائی بوتل مانگ رہے تھے جبکہ گھر میں تو ایک وقت کی روٹی کے لیے بھی پیسے نہیں تھے اپنے ننھے بہن بھائیوں کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے میں نے دوکان سے بوتلیں اٹھائی جسکے بعد دوکاندار سمیت چلتے ہوئے راہ گیروں نے بھی اس لڑے پر اپنے ہاتھ سیدھے کیے ایک طرف تو غربت کے مارے افراد

زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو ترس رہے ہیں تو دوسری طرف لوٹ مار کرنے والے اپنے حصے بانٹ رہے ہیں عجیب تماشا لگا ہوا ہے حق دار سے اسکا حق چھین کر چوروں اور ڈاکوؤں میں بانٹا جارہا ہے اور عوام کے حقوق کے نگہبان پارلیمنٹ میں آکر اپنے اپنے حقوق کے محافظ بن جاتے ہیں آج پارلیمنٹ کے باہر بیٹھے ہوئے سادہ لوح عوام جس مشکل اور تکلیف میں دھرنہ دیے ہوئے ہیں وہ قابل رحم بھی اور قابل ستائش بھی کیونکہ میں نے عید کے دن ان دھرنے والوں کو صبح سے شام تک بھوک میں مبتلا دیکھا عید قربان کے باجود ان میں سے اکثر افراد نے رات کے وقت سوکھی روٹی کھا کر گذارا کیا جبکہ دھرنے کے لیڈر اپنے اپنے ٹھکانوں پر مزے اڑاتے رہے ایک ہی دھرنہ ہے مگر اس دھرنے میں بھی قربانی عوام کے حصہ میں ہی آرہی ہے جبکہ انکو دھرنے میں لانے والے ہر چیز بڑے مزے سے کھا پی کر اس دھرنے کو بھی انجوائے کر رہے ہیں قربانیاں دینا عوام کا کام ہے جو وہ قیام پاکستان سے لیکر استحکام پاکستان تک دیتے رہیں گے جبکہ عیش و عشرت سے زندگی گذارنا اب انکا حق بن چکا ہے جو پاکستان کو لوٹ لوٹ کر مقروض بنا چکے ہیں جنھوں نے عوام کو بیوقوف بنا کر ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا اور اپنی جائیدادیں بیرون ملک بنا لی ہے پاکستان پر حکمرانی کی اور اب اپنی اپنی اولادوں کو غلام پاکستانیوں پر حکمرانی کے لیے تیار کر رہے ہیں کیونکہ ہمارے سیاسی نظام کو ایسا بنا دیا گیا ہے کہ الیکشن میں وہی کامیابی حاصل کر سکے گا جس نے دونوں ہاتھوں سے دولت لوٹی ہو الیکشن میں

کروڑوں روپے پارٹی کے فنڈ میں جمع کروا کر ٹکٹ لے کے اور پھر اربوں روپے کے اخراجات سے اپنی الیکشن مہم چلائے ووٹ خریدے عوام کو بیوقوف بنائے اور پھر جیت کر سب سے پہلے اپنے پیسے پورے کرے پھر اپنی نسلوں کا مستقبل سنوارے عوام کو مزید پستی میں دھکیلے تاکہ آنے والے الیکشن میں وہ پھر ان کو بیوقوف بنا کے اور ملک میں لوٹ مار کا سلسلہ یونہی چلتا رہے میں دھرنے میں شریک اپنے بھائیوں ،بزرگوں اور بہنوں کے حوصلے کو سلام پیش کرتا ہوں کہ جو تکلیفیں وہ اس ڈی چوک میں اٹھا رہے ہیں انکے لیڈر ان میں سے کوئی ایک تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکیں گے اور تو اور وہ اپنے ان چاہنے والوں سے عید کے دن گلے بھی نہیں ملے ہاتھ ملانا تو بہت دور کی بات ہے اللہ تعالی پاکستان اور پاکستان کی معصوم عوام پر رحم فرمائے اور ملک دشمن سیاستدانوں کو عبرت کا نشان بنائے (آمین)۔

بیلٹ اور بلٹ

گذشتہ روز لاہور میں سابق وزیراعظم یوسف رضاء گیلانی کے بیٹے کے گارڈ کے ہاتھوں ایک نوجوان کی ہلاکت نے یہ تو ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے یہ ملازم پیشہ لوگ جو کسی بھی ایسی شخصیت کے ساتھ ڈیوٹی پر ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو کسی اور ہی جہاں کی مخلوق سمجھ لیتے ہیں ان کے مکروہ چہرے اس وقت کچھ اور بھی زیادہ بگڑ جاتے ہیں جب یہ اپنے مالک کی گاڑی کے ساتھ چل رہے ہوتے ہیں کوئی موٹر سائیکل سوار یا کوئی چھوٹی گاڑی ان کو اوور ٹیک کرنے کی کوشش کرے تو اس وقت یہ اپنا حق نمک ادا کرنے کے لیے ایسی ایسی واہیات قسم کی حرکتیں کرتے ہیں کہ سڑک پر چلنے والا ہر فرد یہ سوچتا ہے کہ یہ سڑک ان کے باپ کی ہے یا انکا باپ اس سڑک پر لیٹا ہوا ہے جسے یہ بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ایک طرف وی آئی پی کلچر ہے تو دوسری طرف پروٹوکول کلچر ہیں ان دونوں میں ایسے افراد کی بھر مار ہے جو ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے خاص کر ہمارے جو سیاستدان اس کلچر کا حصہ بن چکے ہیں انہیں کسی سے کیا تکلیف ہو سکتی ہے کیونکہ سیاست تو نام ہی خدمت کا ہے اور جو خدمت کرنے والا ہوتا ہے اسے عوام اپنے کندھوں پر بٹھاتی ہے اسے تو کسی سے کوئی ڈر اور خوف نہیں ہوتا وہ تو ہر جگہ اور ہر وقت عوام کے ساتھ ہوتا

ہے مگر بدقسمتی سے پاکستان میں ایسا نہ ہو سکا کیونکہ یہاں پر لوگ سیاست کرتے ہیں لوٹ مار کرنے کے لیے اور جو جتنا بڑا سیاستدان ہوگا اسے اتنی ہی زیادہ سیکیورٹی کی ضرورت گی کیونکہ عوام کے حقوق پر ڈاکے ڈالنے والوں کو پھر اپنی حفاظت کی ضرورت تو پڑے گی کیونکہ اس نے عوام سے الیکشن کے دنوں میں جو وعدے کیے تھے ان میں سے کوئی ایک بھی پورا نہیں ہوا ہوتا انہیں اپنے اندر چور بیٹھا نظر آتا ہے اسی لیے یہ عوام سے چھپتے پھرتے ہیں عوام کے حقوق پر ڈاکے ڈالنے والے جب اپنے گھروں سے باہر نکلتے ہیں تو پھر اپنی حفاظت کے لیے بھی اپنے جیسے چوروں کو اپنے ہمراہ لیے پھرتے ہیں جو درندگی کی ایسی مثالیں قائم کرتے پھرتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر درندے بھی شرما جائیں ۔ عوام کے ووٹوں سے طاقتور بننے والے بظاہر اپنے آپ کو عوام کا خادم ہی کہلاتے ہیں مگر عوام کی خدمت کرنے کے لیے انہوں نے اپنے ساتھ جو وحشی درندے رکھے ہوتے ہیں وہ عوام کو انکی اوقات یاد دلاتے رہتے ہیں کہ یہ کوئی اور مخلوق ہے انکے پاس جانا خطرے سے خالی نہیں ہے ہمیں بہت پیچھے جانے کی ضرورت نہیں ہے پنجاب حکومت کے وزیر اعلی کو دیکھ لیں جو اپنے آپ کو خادم اعلی کہلاتے ہیں مگر جس کے خادم کہلانے میں وہ بڑا فخر محسوس کرتے ہیں اسی عوام کو ملنا پسند نہیں کرتے ان سے ہاتھ ملانا پسند نہیں کرتے اور انہیں اپنے ارد گرد بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے اور جب یہ نام نہاد خادم اعلی صاحب اپنی شاہی سواری پر باہر نکلتے ہیں تو انکے ساتھ بیٹھے ہوئے اور آگے پیچھے چلنے

والے عوام کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھنے لگتے ہیں اگر ہمارے خادم ایسے ہیں جو عوام کے نام پر عوام کے ووٹوں سے عوام کی خدمت کے لیے اقتدار میں آتے ہیں اور عوام کے ٹیکسوں سے اپنی عیاشیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں اور عوامی خدمت کے نام پر لوٹ مار شروع کر کے پروٹوکول کی آڑ میں چھپ جاتے ہیں اور پھر بے دریغ گولیوں سے ہمارے نوجوانوں کو چھلنی کر کے فرار ہو جاتے ہیں ان سے اچھے تو ہمارے گلی محلوں کو صاف رکھنے والے خاکروب ہیں جو خدمت کا ایسا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں کہ ہم اگر انہیں وزیر اعلی کہنا شروع کر دیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور ہر صفائی والے کے ساتھ کوئی درجن بھر گن مین بھی ہونے چاہیے کیونکہ ایک نام نہاد خادم اپنے ساتھ اتنا بڑا سیکیورٹی کا سکواڈ رکھ سکتا ہے تو جو حقیقی خادم ہے اسے تو ان سے کئی گنا بڑا حفاظتی سکواڈ ملنا چاہیے مگر یہاں پر ہر کام ہی الٹ ہے اور اقتدار تک پہنچنے کے لیے ہمارے سیاستدان ہر وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں بے شک اس میں ملک کا نقصان ہو جائے یہی وجہ ہے کہ پھر ان سیاستدانوں اور انکے بچوں کو اپنے ساتھ حفاظت کے لیے گارڈ رکھنا پڑتے ہیں کیا ان حکمرانوں کے بچے اتنے اہم ہوتے ہیں کہ انکی غلطی پر بھی انکے حواری انہی کے قصیدے لکھنا شروع کر دیتے ہیں اور انکے نمک خوار ایسی ایسی بات کر جاتے ہیں کہ سننے والا پریشان ہو جاتا ہے ڈیفنس لاہور میں جب نوجوان کی ہلاکت کا واقعہ پیش آیا تو اسکے بعد قمر زمان کائرہ نے کہا کہ گولی نیچے زمین پر چلائی گئی تھی جو سڑک سے ٹکرا کر لڑکے کی آنکھ

میں لگ گئی موصوف دلیل ایسے دے رہے تھے جیسے یہ گولی خود انہوں نے چلائی ہو یا اس وقت وہ بیٹھے.بڑے دھیان سے گولی کی طرف دیکھ رہے تھے اور انکی آنکھوں کے سامنے بندوق سے گولی نکل کر پہلے سڑک پر لگی اور اسکے بعد وہاں سے پلٹی اور موٹر سائیکل پر بیٹھے ہوئے دو بھائیوں میں سے ایک کو جا لگی اور کائرہ صاحب بیٹھے.بڑے غور سے یہسب مناظر دیکھ رہے تھے کیونکہ انہوں نے اس واقعہ کے بعد اپنا بیان جو جاری کرنا تھااس سے.بڑی ہماری اور کیا بد نصیبی ہو سکتی ہے کہ جھوٹے ،لالچی اور فریبی انسان ہمارے لیڈر بنے ہوئے ہیں جو اپنے اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لیے زمین آسمان ایک کیے ہوئے ہیں کبھی یہ عوام کو بیوقوف بنا کر بیلٹ کے زریعے ہم پر مسلط ہو جاتے ہیں تو کبھی بلٹ کے زریعے ہمیں مارنا شروع کر دیتے ہیں یہ ظلم کر کرے اتنے ظالم بن چکے ہیں کہ انہیں اپنے سوا باقی سب کچھ کیڑے مکوڑے ہی نظر آتے ہیں ۔

خودکشیاں

صرف ایک ماہ میں جمہوریت نما آمریت کا عوام کے لیے تحفہ غربت ، بے روزگاری اور مہنگائی کے ہاتھوں پچھلے ماہ ستمبر کے صرف 30 دنوں میں 163 افراد نے مختلف طریقوں سے اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ الیکشن سے قبل بڑے بڑے دعوے کرکے عوام کو بیوقوف بنانے والے حکمران پوری توانائیاں اپنی حکومت کو بچانے اور لوٹ مار کرنے میں نہ صرف کرتے بلکہ عوام کو اس جنجال سے نکالنے کی کوشش کرتے جس میں پیپلز پارٹی کی حکومت انہیں چھوڑ کر گئی تھی مسلم لیگ ن کو پہلی بار حکومت کرنے کا موقعہ نہیں ملا بلکہ یہ تجربہ کار اور منجھے ہوئے سیاستدان ہیں متعدد بار حکومت میں باریاں لے چکے ہیں اور ہر بار عوام کو بیوقوف بنا کر ایوان اقتدار میں داخل ہوتے ہیں مگر پاکستان اور عوام کو مشکل میں ڈال کر ذلیل وخوار ہو کر ایوان اقتدار سے نکال باہر کردیے جاتے ہیں بعد میں معافی مانگ کر اپنی جان چھڑوا لیتے ہیں اور عوام کو پھر سے بیوقوف بنانے کے لیے میدان سیاست میں آ پہنچتے ہیں ملک میں غریب کا بچہ اس وقت تک غریب ہی رہتا ہے جب تک وہ کوئی دو نمبری نہ شروع کردے اور ہمارے حکمران چونکہ خود دو نمبری سے اقتدار کے ایوانوں تک پہنچتے ہیں اسی لیے وہ اس طریقہ کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہوئے ملک میں سفارش ،رشوت اور اقربا پروری کو پروان چڑھاتے

ہیں آج ملک بھر کے تمام سرکاری ادارے کرپشن کی علامت بن چکے ہیں اور ہماری عوام اس کرپٹ نظام کی اتنی عادی ہو چکی ہے کہ جب تک وہ اپنے جائز کام کے لیے بھی کسی کی سفارش نہ کروالیں یا رشوت نہ دیں لیں تو انہیں بھی تسلی نہیں ہوتی ان سب برائیوں کی جڑ اقتدار کے ایوانوں میں بڑی مضبوط ہے کیونکہ جب کسی بھی معزز سینٹر، ایم این اے یا ایم پی اے کو اسکے علاقہ میں ترقیاتی کاموں کے حوالہ سے گرانٹ جاری کی جاتی ہے تو اس گرانٹ کو ہضم کرنے کے لیے کمیشن خور مافیا ایک پلیٹ فارم پر اکھٹے ہو جاتے ہیں جس محکمہ میں یہ گرانٹ جاتی ہے وہاں کے چپڑاسی سے لیکر ہر اعلی افسر تک ان پیسوں کی بندر بانٹ کی جاتی ہے حالانکہ یہ ترقیاتی کام کروانا ان ممبران کی ذمہ داری نہیں یہ کام ضلعی حکومتوں کا اور مقامی کونسلرز کا ہے جن سے یہ جمہوری حکومت دور بھاگتی ہے عمران خان نے خیبر پختونخواہ میں بلدیاتی الیکشن کروانے کا اعلان کرکے ایک اچھا اقدام کیا ہے کیونکہ جب تک ملک میں بلدیاتی نظام بحال نہیں ہو جاتا اس وقت تک عوام کے مسائل حل نہیں ہو سکتے مگر مسلم لیگ ن کی حکومت نے ہمیشہ بلدیاتی نظام سے فراری اختیار کی ہے کیونکہ ہمارے حکمران اپنے ساتھ اقتدار میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے یہاں تک کہ عوام کو بھی اپنے آپ سے دور رکھتے ہیں یہی وجہ ہے آجکل تحریک انصاف اور عوامی تحریک کے جلسوں میں عوام کا سمندر ان حکمرانوں سے اپنی بے زاری کا کھل کر اظہار کر رہا ہے اگر یہ ایک جمہوری حکومت ہوتی تو آج لوگ انکے خلاف باہر نہ نکلتے اور ان کے اپنے ہی

جلسوں میں گو نواز گو کے نعرے نہ لگتے اب بھی وقت ہے کہ حکمران ہوش کے ناخن لیتے ہوئے ملک میں فوری طور پر بلدیاتی الیکشن کا اعلان کریں اور بیرون ملک وہ دولت جو لٹیروں نے لوٹ کر رکھی ہوئی ہے اسے واپس پاکستان لائیں اب آخر میں ان خود کشیوں کا ذکر جو پچھلے ایک ماہ کے دوران ہوئی ہیں یہ صرف وہ خودکشیاں ہیں جو پولیس کے پاس رپورٹ ہوئی ہیں جو رپورٹ نہیں ہو سکی وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں انسانی حقوق کی علمبردار تنظیم گلوبل فاونڈیشن کے ایگزیکٹوڈائریکٹر الفت کاظمی کی ایک ریسرچ رپورٹ میں بتایاگیا ہے کہ ماہ ستمبر 2014 میں ملک بھر میں غربت بے روزگاری، معاشی و معاشرتی ناانصافی کے سبب ستمبر 2014کے دوران 163افراد نے خود کشی کی خود کشی کرنے والوں میں 124شادی شدہ جبکہ 39 غیر شادی شدہ ان میں سے ، مرد اور 50خواتین شامل ہیں اکثریت شادی شدہ تھیں ، موت کو گلے لگانے 113 والوں میں پنجاب سے 92 سندھ سے 34 خیبر پختون خوا سے 30 مرد وزن شامل ہیں جبکہ بلوچستان سے 7افراد شامل ہیں خود کشی کے ان واقعات میں 15سال سے لیکر 60 سال تک کے افراد شامل تھے مگر خود کشی کرنے والوں کی اکثریت 20سال سے لیکر سال تک کے نوجوانوں کی ہے سب سے زیادہ خودکشیاں معاشی پریشانیوں کی بنا پر 34 پیدا ہونے والے گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے ہوئیں جنکی تعداد71 تھی جبکہ گھریلو لڑائی جھگڑوں سے دلبرداشتہ ہو کر خود کشی کرنے والوں کی تعداد36 رہی بے روزگاری سے تنگ آ کر14،مالی حالت کی مشکلات سے 5، غربت سے عاجز ہو کر18 افراد نے اپنے آپکو موت سے ہمکنار کر لیا

ان خود کشی کرنے والوں نے روائتی طریقہ سے اپنے آپ کو ہلاک کیا جن میں سب سے زیادہ نے زہر خورانی سے 66افراد، گلے میں پھندا ڈال کر38، خود کو گولی مار کر تیز رفتار ٹرین کے سامنے کود کر8، اپنے آپکو آگ لگا کر4، پانی میں ڈوب کر16،36 اور بلندی سے کود کر2، بجلی کو چھو کر 2 اور دیگر نے مختلف طریقہ اپنایا ان خود کشی کرنے والوں میں اکثریت غریب اور کم تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تھی جنھوں نے معاشرے کی ناہمواریوں معاشی مسائل کی فرسٹریشن کا شکار ہو کر اپنی زندگیوں کا چراغ گل کر دیا لہٰذا ملک بھر میں خود کشیوں کے اس المناک رجحان کو روکنے کے لئے حکومت کے ساتھ انسانی حقوق کی تنظیموں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا ورنہ معاشرہ تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہوتا چلا جائے گا۔

باغی سے داغی

ملتان میں ہونے والے ضمنی الیکشن میں جاوید ہاشمی کی شکست نہیں بلکہ عوام نے اس نظام کو شکست دی ہے جو غلامی کی پیداوار اور مزید غلام پیدا کر رہا تھا یہ ایسا ظالمانہ نظام ہے کہ جس میں ایک مظلوم کو انصاف کے حصول کے لیے خود کو آگ لگانا پڑتی ہے اپنے پیاروں کی لاشیں کئی کئی گھنٹے گورنر ہاؤس کے دروازے کے سامنے سڑک پر رکھ کر احتجاج کرنا پڑتا ہے، غریب اور بے سہارا افراد کو ہمارے تھانوں میں داخل ہونے سے قبل کوئی سفارش ڈھونڈنی پڑتی ہے یا کرپٹ نظام کے محافظوں کی جیب میں پیسے ڈالنے پڑتے ہیں اس کے بعد فرعون صفت پولیس اہلکار اس مظلوم کو جھوٹی تسلی دیکر چلتا کردیگا یہ جاوید ہاشمی اکیلے کی ہار نہیں ہے بلکہ یہ وزیراعظم میاں نواز شریف ،وزیراعلی پنجاب میاں شہباز شریف ،پیلپز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری اور ان جیسے تمام وڈیرے سیاستدانوں کی بری طرح شکست ہے جو عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر عوام سے ہی ڈرنے لگ جاتے ہیں اور عوام سے اپنی حفاظت کے لیے سینکڑوں کی تعداد میں سیکیورٹی اہلکار اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں یہ صرف ایک جاوید ہاشمی کی شکست نہیں ہے بلکہ پاکستان کے ہر اس فرد کی شکست ہے جس نے ملک و قوم کی خدمت کے نام پر اپنے آپ کو داغی کرلیا تھا اور آج یہ داغی ملک کے ہر شعبے پر قابض ہو چکے ہیں جس سے عام انسان کا

نظام زندگی درہم برہم ہوچکا ہے صرف چند دنوں کے دھرنوں نے عوام کو شعور کی وہ بلندیاں عطا کردی ہیں کہ جو ہمارا معاشرہ برسوں میں بھی نہیں دے سکا اب اس غلامانہ اور بوسیدہ نظام کا خاتمہ قریب ہے یہ وہی باغی جاوید ہاشمی تھا جو ایک وقت میں ملتان اور راولپنڈی سے الیکشن جیت جاتا تھااور اب وہی جاوید ہاشمی ہے جسے اسی کے گھر والوں نے بری طرح داغی کر دیا ہے ملتان کے اس سیاسی دنگل نے جہاں مسلم لیگ ن بلخصوص میاں برادران کی سیاست کا عرق نکال دیا ہے وہی پر پیپلز پارٹی کا بھی سب کو پتہ چل گیا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے اور عوام کے دلوں میں اب بھٹو بھی زندہ نہیں رہا بلکہ اب زرداری کی لوٹ مار کے قصے زندہ ہیں ہماری سیاست میں تو ہر جگہ داغی بیٹھے ہی ہوئے ہیں مگر ہمارے تمام سرکاری اداروں میں بھی داغیوں کی بھرمار ہے جن کی وجہ سے ملک کے ادارے بھی خستہ حالی کا شکار ہوچکے ہیں جس طرح تبدیلی اب سیاسی میدان میں آرہی ہے ویسی ہی تبدیلی اب سرکاری اداروں میں بھی آنی چاہیے ہر ادارے میں داغیوں کی بھرمار ہے میں نے متعدد بار غازی بروتھا کے حوالہ سے لکھا کہ محکمہ واپڈا کے ڈاکو وہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے ملک کا اربوں روپے کا نقصان ہوامگر ہمارے معاشرے کے ان داغیوں نے ان چوروں اور لٹیروں کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا یہاں تک کہ بجلی کے وزیر جو سارا دن بلند وبانگ دعوے دعوے کرتے نہیں تھکتے انہوں نے بھی سابقہ حکومت کے واپڈا ملازمین کے اس کارنامے پر پردہ ڈال دیا جن کی وجہ سے پوار ملک اندھیرے میں

ڈوب گیا تھا اسی طرح کے نااہل اور ملک دشمن ایجنٹوں سے ہمارے تمام محکمے بھرے پڑے ہیں جن کی وجہ سے آج وہ خود تو بڑے عیش آرام سے زندگی گذار رہے ہیں اور ہمارے ادارے تباہ کردیے گئے ان سب بربادیوں میں ہمارے سیاستدانوں کو بڑا عمل دخل ہے جنھوں نے اقتدار میں آتے ہی سرکاری ملازمین کو اپنے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کردیا پنجاب میں کسی بھی جگہ حکومتی جماعت کا کوئی جلسہ ہو تو وہاں پر سرکاری ملازمین کو پہنچنے کی ہدایت کردی جاتی ہے اب کراچی میں پیپلز پارٹی کے جلسہ کے لیے پورے سندھ کے سرکاری ملازمین کو زبردستی وہاں پر پہنچایا گیا بلکہ دفتروں میں چھٹی دیکر سیاسی میدان میں رجسٹر رکھ دیے گئے اور ہر ضلعی صدر کے ذمہ بسوں کا قافلہ لگا دیا گیا پنجاب کے صدر منظور وٹو کے ذمہ ٹرین کے اخراجات تھے مگر انہوں نے وہ بھی کسی اور کے کھاتہ میں ڈال دیے جہاں سرکاری ملازم اپنے دفتروں کے کام کی بجائے ذاتی اور اپنے اوپر والوں کے کاموں میں لگ جائیں تو وہاں پر ادارے ایسے ہی تباہ ہوتے ہیں جیسے ہمارے ادارے تباہ ہوچکے ہیں اب جیسے جیسے عوام میں شعور آتا جارہا ہے ویسے ویسے ان اداروں میں بیٹھے ہوئے داغیوں کے احتساب کا وقت بھی نزدیک آتا جارہا ہے اگر ہمارے نظام میں برسوں سے پیدا کی ہوئی خرابیاں ٹھیک ہو جائیں تو پھر ہمیں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی جو اب ہمارے حکمران ہر چھ ماہ بعد امداد کے لیے کشکول اٹھا کر مانگنا شروع کردیتے ہیں اور حقیقت میں ان مانگنے والے بھکاریوں کا ہی سب سے زیادہ فائدہ ہوتا

ہے آخر میں اپنے پڑھنے والوں کے لیے عرض کردوں کہ پنجاب کے گورنر چوہدری سرور کی چھٹی ہونے والی ہے اور انکی جگہ ابھی حال ہی میں ملتان کا ضمنی الیکشن ہارنے والے باغی جاوید ہاشمی کو گورنر پنجاب بنائے جانے کا امکان ہے اور اس کا فیصلہ آئندہ چند روز میں کردیا جائیگا اگر جاوید ہاشمی کو گورنر پنجاب جیسے منصب پر فائز کردیا جاتا ہے اور وہ عمر کے جس حصے میں ہیں تو کیا وہ اپنے عہدے سے انصاف کرسکیں گے مگر اب تو ویسے بھی دور بدل رہا ہے ملتان میں الیکشن کے دنوں میں جو نعرے بازی انکے خلاف ہوتی رہی وہ لاہور میں بھی انکا پیچھا کریگی اور ایک گورنر کو ایک ہی وقت میں دو دو مخالف نعروں کا برداشت کرنا مشکل ہوجائیگا۔

بوسیدہ نظام انصاف

گلو بٹ کو سزا ہونے سے ثابت ہوگیا کہ ہمارا نظام حکومت اور ہمارا نظام انصاف کتنا اچھا ہے.بڑے مجرم آزاد گھوم رہے ہوتے ہیں اور چھوٹے چوروں کو سزا دیدی جاتی ہے ابھی سانحہ ماڈل ٹاؤن کا واقعہ تازہ تازہ ہی ہے اسے بہت سال نہیں گذرے وہاں پر جو قیامت خیز لمحات گذرے اور انسانی جانوں سے جس طرح کھیلا گیا وہ کوئی بہت پرانا واقعہ نہیں ہے اس واقعہ کے کرداروں کو جوڈیشل کمیشن بے نقاب کرچکا ہے مگر سزا ہوئی تو صرف ایک گلو بٹ کو جسے ہمارے میڈیا نے ہیرو بنا دیا اور اسے با قاعدہ طور پر فلموں میں کام کرنے کی آفر بھی ہونا شروع ہو گئی تھی اور ہر تاریخ پیشی پر مونچھوں اور کپڑوں کو کلف لگا کر پیش ہونا اور پھر مختلف اسٹائل بنا بنا کر میڈیا کے سامنے آنااور پھر اسے با قاعدہ.بریکنگ نیوز کے طور پر چلانا گلو بٹ کو ہیرو بنا گیا اور پھر اس نے ایک دو فلموں میں بطور ہیرو کام کرنے کی حامی بھی بھر لی مگر عدالت نے اسے سزا سنا کر جیل بھیج دیا اب جیل میں اسکی مزید تربیت ہو گی کیونکہ ہماری پنجاب کی جیلوں کو جرائم کی یونیورسٹیاں بھی کہا جاتا ہے مگر اصل مسئلہ گلو بٹ نہیں ہے کیونکہ گلو بٹ نے تو صرف چند گاڑیوں کے شیشے ہی توڑے ہیں وہ بھی پولیس کی سرپرستی میں مگر جنھوں نے پولیس کو انسانی جانوں کے قتل عام کا حکم دیا اور پھر جنھوں

نے زندہ انسانوں کو سیدھی گولیاں ماری انہیں کچھ بھی نہیں ہوا نہ سزا ہوئی اور نہ ہی نوکری سے نکالا گیا کیونکہ مسلم لیگ ن کی حکومت ایسے کاموں میں مہارت رکھتی ہے اور اس بات کا ثبوت بڑا واضح ہے کہ حکومت نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے موقعہ پر پولیس کی سرپرستی میں گاڑیوں کے شیشے توڑنے والے گلو بٹ کو قربانی کا بکرا بنا کر بلی چڑھا دیا جبکہ جسٹس باقر نجفی کی سربراہی میں جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ کے مطابق 15 بے گناہ اور معصوم انسانوں کے قاتل ملزمان وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف ،سابق وزیر قانون رانا ثناء سمیت پولیس کے اعلی افسران حکومت کے مزے لوٹنے میں مصروف ہیں میرے پڑھنے والوں کو یاد ہوگا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں 15 معصوم اور بے گناہ افراد کو پولیس نے حکومت کی ایماء پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا جسکی مختلف ٹیلی ویژن چینلز نے براہ راست کوریج بھی دکھائی اس موقعہ پر گلو بٹ نامی مسلم لیگی جیالے نے پولیس کی آشیر باد سے منہاج القران کے باہر کھڑی گاڑیوں کے شیشے توڑ دیے اس تمام کاروائی کے بعد پولیس کے اعلی افسران نے گلو بٹ کو گلے سے لگایا اور تھپکی دیکر شاباش دی جبکہ اسی طرح کی شاباش حکومت میں شامل افراد نے ان پولیس والوں کو بھی دی جنھوں نے سیدھی گولیاں چلا کر 15 بے گناہ اور معصوم انسانوں کا قتل عام اور 100 افراد کو زخمی کیا جسکے بعد وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف نے ٹیلی ویژن پر آکر کہا کہ وہ اس تمام واقعہ کی جوڈیشل انکوائری کروائیں گے اگر اس میں منہاج القران کی طرف سے لگائے جانے والے

الزامات درست ثابت ہوئے تو وہ استعفی دیدینگے حکومت نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے واقعہ پر جسٹس باقر نجفی کی سربراہی میں جوڈیشل کمیشن بنادیا جسے منہاج القران کی طرف سے مسترد کردیا گیا مگر اسکے باوجود جوڈیشل کمیشن نے نہایت ہی ایمانداری اور جانفشانی سے کام کرتے ہوئے میرٹ پر فیصلہ دیتے ہوئے وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف ،اس وقت کے وزیر قانون رانا ثناء اللہ سمیت پولیس کے اعلی افسران کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کا ذمہ دار قرار دیدیا اور ان ملزمان کے خلاف کاروائی کی سفارش کی مگر حکومت کی ہمیشہ کی ہٹ دھرمی کی طرح اس بار بھی صرف تین گاڑیوں کے شیشے توڑنے والے گلو بٹ کو مجرم بناکر قربانی کا بکرا بنا دیا گیا جبکہ 15 افراد بے گناہ اور معصوم شہریوں کو سیدھی گولیاں مروانے والے قاتلوں کو ابھی تک کوئی سزا نہیں ہو سکی اور انکے خلاف کٹنے والی ایف آئی آر بھی عدالتی حکم کے بعد اسلام آباد احتجاج کے بعد درج ہو سکی جس پر ابھی تک کوئی کاروائی نہیں ہو سکی یاد رہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے فوری بعد منہاج القران کے سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری نے وزیر اعلی ،وزیر قانون سمیت پولیس کے اعلی افسران کو ملزم نامزد کردیا تھا جو آج تک حکومت اور پراسیکیوٹر کو نظر نہیں آئے اور نہ ہی عوام تحریک کے کارکنوں کے علاوہ کسی نے اس بات پر احتجاج کیا کہ ان بے گناہوں کا کیا قصور تھا جو اپنے حق کے لیے آواز بلند کررہے تھے کیا وہ دہشت گرد تھے ، بھارتی ایجنٹ تھے یا پاکستانی شہری نہیں تھے جنھیں اس طرح سرعام گولیوں سے بھون دیا گیا اور کیا

ہمارا نظام انصاف بھی اتنا بوسیدہ اور غیر منصفانہ ہو چکا ہے کہ گاڑیوں کے شیشے توڑنے والے کو 11 سال سزا اور قاتلوں کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہے کیا پاکستان اسی لیے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں پر چوروں اور ڈاکوؤں کو حکمران بنادیا جائے جو جتنا لوٹ سکیں لوٹ لیں ملک کی جڑیں کھوکھلی کرکے بیرون ملک اثاثے بنالیں اپنی اولاد کو باہر کاروبار کروادیں اور خود پاکستان کی خدمت کے نام پر لوٹ مار کا بازار گرم کردیں کیا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قبضہ گروپوں کے نرغے میں عوام پھنسی ہوئی ہے ایک طرف غربت مہنگائی، بے روزگاری اور یوٹیلٹی بلوں کے اضافے نے مت مار رکھی ہے تو دوسری، طرف جھوٹے حکمرانوں کے لارے ہیں جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں ہر بات پر جھوٹ بولنا انہوں نے اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے پاؤں چھوتے ہیں اور جن سے ووٹ لیکر اقتدار میں آتے ہیں انہیں اپنے جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں۔

خون کا حساب

ایک طرف عوام بے روزگاری اور غربت سے پریشان ہے تو دوسری طرف حکومت عوام کے خون پسینے سے جمع کیا ہوا ٹیکسوں کا پیسہ اپنی مشہوری میں اڑا رہی ہے ابھی کچھ دن قبل پیٹرول کی قیمتیں عالمی منڈی میں اچھی خاصی کم ہوئی تو بے پناہ عوامی شور کے بعد حکمرانوں نے پیٹرول کی قیمت کم کردی اور پھر دوسرے دن ہی لاکھوں روپے کے بڑے.بڑے اشتہارات دے دیے گئے جس میں یہ بتایاگیا کہ موجودہ حکومت کی وجہ سے پیٹرول کی قیمتیں کم ہوئی ہیں حالانکہ اخبارات اور ٹیلی وژن چینلز کے زریعے ہر شخص کو معلوم ہوچکا ہے کہ عالمی منڈی میں جتنی قیمت پیٹرول کی کم ہوئی ہے حکومت نے اتنی نہیں کی بلکہ اس سے آدھی قیمت کم کی ہے اور اس کمی کو حکومت نے اپنی خامی چھپانے کے لیے اشتہار بازی کی مہم شروع کردی اس سے ثابت ہوتا ہے کے پچھلے تقریبا پونے دو سال کے عرصہ میں حکومت کے کھاتہ میں کوئی کامیابی نہیں آئی صرف راہ چلتے چلتے یہی ایک بٹیرہ پاؤں تلے آگیا جسے حکومت کے اندھوں نے چومنا شروع کردیا ہے موجودہ حکومت جب سے بنی ہے اس وقت سے اگر حساب لگایا جائے تو اربوں روپے بنتے ہیں جو حکومت نے ناجائز استعمال کرتے ہوئے کھوہ کھاتے میں ڈال دیے اگر انہی پیسوں سے حکومت تعلیمی اداروں کی طرف توجہ دیتی تو پاکستان اپنے روشن مستقبل کی طرف گامزن ہوسکتا تھامگر

حکومت نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ وہ عوامی فلاحی منصوبوں پر کام کرنے کی بجائے ایسے کاموں میں پیسے خرچ کریگی جہاں پر بیٹھے ہوئے انکے کمیشن خور ایجنٹ اپنے پیٹ کو دوزخ کی آگ سے بھر سکیں پاکستان میں ایک بار جو وزارت اطلاعات کی کرسی پر بیٹھ جائے تو پھر اسے دولت کمانے کی ہوس تقریبا ختم ہوجاتی ہے باقی زندگی یا تو اللہ اللہ کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے گذار دیتا ہے یا پھر گوشہ گمنامی میں جا کر آرام آرام اور مزے لیکر اس جمع کی ہوئی دولت کو کترتا رہتا ہے یہ حال صرف ایک وزارت کا ہی نہی ہے بلکہ پاکستان کے ہر محکمے کو جونکیں چمٹی ہوئی ہیں جو پاکستانیوں کے خون پسینے سے جمع کی ہوئی رقم کو ہڑپ کرنے میں مصروف ہیں انہی لوٹ مار کرنے والوں کی وجہ سے آج پاکستان کے بچے اور بچیاں انتہائی مہنگی تعلیم حاصل کرنے کے یے داخلوں کے لیے بھی سفارش ڈھونڈ رہے ہیں ایک طرف حکومت ملک میں تعلیم عام کرنے کا ٹوپی ڈرامہ رچا رہی ہے تو دوسری طرف صورتحال یہ ہے کہ حکومت نے تعلیم کو کاروباری افراد کے ہاتھوں فروخت کر رکھا ہے جو غریب عوام کو دنوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں ہم بچپن سے ہی اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر اور فوجی بنانا شروع کر دیتے ہیں یہی بچے وقت کے ساتھ ساتھ جب جوان ہوتے ہیں تو انہیں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے سرکاری تعلیمی اداروں میں داخلہ ہی نہیں ملتا اور رہی سہی کسر ہمارے پرائیویٹ تعلیمی اداروں نے پوری کر رکھی ہے جو غریب ملک کے غریب شہریوں کی امیدوں پر پانی پھیر کر امیروں سے جھاڑوں کے زریعے

دولت اکٹھی کر رہے ہیں انہیں ہی میڈیکل اور انجینئرنگ کے شعبہ میں داخلہ ملتا ہے جنھوں نے لوٹ مار کرکے اچھی خاصی دولت اکھٹی کر رکھی ہو اور وہ بھاری فیسوں کے زریعے ان پرائیوٹ تعلیمی اداروں کے مالکان کا پیٹ بھر سکیں کیونکہ جس ملک کی حکومت اور اسکے حواری لوٹ مار میں مصروف ہوں تو پھر نیچے والے اپنے کھانے پینے کے راستے خود ہی ڈھونڈ لیا کرتے ہیں اسی لیے تو یہاں.بڑی نوکریاں.بڑے لوگوں کے حصے میں آتی ہیں اور چھوٹی نوکریاں اسے ملتی ہیں جو.بڑے لوگوں کی غلامی کر سکیں اور غلامی کا طوق ہر انسان.برداشت نہیں کرستا مجبوری میں تو کچھ وقت کے گلے میں پہنا جاسکتا ہے مگر مستقل نہیں اور اسی طوق سے جب آزادی حاصل کرنے کے لیے غلام حرکت کرتے ہیں تو امن تہس نہس ہوجاتا ہے کیونکہ جہاں انصاف صرف کتابوں میں پڑھنے کے لیے اور قانون حکمرانوں کی حفاظت کے لیے ہو تو وہاں کبھی بھی امن نہیں ہوسکتا کیونکہ جس کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس نے اپنا بدلہ تو پھر کسی نہ کسی سے لینا ہے ہی ہے یہی بدلے کا غصہ انسان کو اندر ہی اندر سے ہر وہ کام کرنے کے لیے اکساتا رہتا ہے جسکے بعد اکی اور بہت سارے لوگوں کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اسی لیے تو آج کے اس ترقی یافتہ دور میں ہر محب وطن پاکستانی کو ڈر اور خوف لگا رہتا ہے ہمارے ملا اور مولوی بھی اب بغیر گن مین کے باہر نہیں نکلتے، ہمارے محافظ پولیس والے بھی اکیلے باہر نہیں نکلتے ،ہمارے ووٹوں سے ہمارا مستقبل سنوارنے والے سیاستدان بھی اکیلے باہر نہیں نکلتے ،ہر وہ ایماندار شخص جس

نے ٹیکس چوری سے لیکر پیسہ اکٹھا کرنے کے لیے ہر وہ غیر قانونی کام کیا ہو جو ایک سلجھے ہوئے معاشرہ میں بہت بڑی برائی سمجھا جاتا ہو وہ بھی کبھی آکیلا باہر نہیں نکلے گا ہر وہ سیکیورٹی کے حصار میں رکھنے والا معزز اور شریف شہری پاکستان اور پاکستانیوں کو اس نہج پر لانے میں برابر کا حصہ دار ہے جتنا ہمارا دشمن ملک۔ ابھی کل ہی تو واہگہ بارڈر پر قیامت صغری کا عالم تھا کیسے بچے ،جوان، بوڑھے اور عورتیں خاک و خون میں لت پت تھے یہ وہ معصوم اور بے گناہ شہری تھے جنھوں نے اپنے خون پسینے کی کمائی ملک کی بہتری کے لیے ٹیکسوں کی صورت میں جمع کروائی تاکہ انکے پیسوں سے حکمران اپنی سیکیورٹی کا بندوبست کرلیں اور اپنی نام نہاد کامیابیوں کو اشتہاروں کے زریعے تشہیر کر سکیں

پاکستان کے ساتھ جو ابھی تک اپنی وفائیں نبھا رہا ہے وہ مڈل کلاس طبقہ ہے اگر حکمرانوں نے اس سفید پوش کو مارنے کا بندوبست کرلیا ہے تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا نہ سیکیورٹی کے حصار میں کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھا حکمران اور نہ ہی ٹیکس چور ڈاکو بچے گا کیونکہ خون بھی اپنا حساب مانگتا ہے اور خون کسی کا بھی ہو رایگان نہیں جاتا۔

معمولی چور اور بڑا لیڈر

حکومت اور سیاستدانوں کی دوغلی پالیسیوں کی بدولت آج پاکستان وہ پاکستان نہیں رہا جس کے قیام کے لیے ایک ضعیف اور کمزور (جسمانی طور پر) مگر مضبوط، طاقتور اور بلند ارادوں کے مالک محمد علی جناح نے جدوجہد کی جسکے قیام کے لیے لاکھوں مسلمان دربدر ہوئے جو آج تک بدستور دربدر ہی ہیں ہزاروں کی داستانیں ناقابل بیان ہیں اور سینکڑوں گم نامی کی موت مارے گئے جن کو یاد کرکے انکے پیارے آج بھی خون کے آنسو رلا دیتے ہیں قربانیاں دینے والے آج بھی گوشہ گمنامی میں اپنی سسکتی اور تڑپتی زندگی کو لیکر آہیں بھر رہے ہیں اور جو اس وقت انگریزوں کے نسل در نسل پٹھو اور غلام تھے تب بھی عیش و عشرت کررہے تھے اور آج بھی پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے ہر موڑ پر رکاوٹ بنے بیٹھے ہیں اور ہر گذرتے پل کے ساتھ قائد کے اصولوں اور ملک کے قانون پر ایک زوردار زناٹے سے بھرپور تھپڑ رسید کرکے ان غریبوں، بے کسوں، مجبوروں، مزدوروں، کسانوں، ہاریوں اور محب وطن پاکستانیوں کا تمسخر اڑا رہے ہیں جن کی محنت اور حب الوطنی کی بدولت پاکستان کا وجود قائم ہے بے روزگاری اور مجبوری کے ہاتھوں اگر کسی نے ایک روٹی چرا لی تو راہ چلتے نام نہاد شریف بھی اپنا ہاتھ اسی ڈکیت پر سیدھا کرتے ہیں جس نے کئی روز کی بھوک برداشت کرنے کے بعد مردار بھی حلال سمجھ کر کھا لیا اور پھر

ہماری بہادر اور شیر دل پولیس اس روٹی چور سے ایسے تفتیش کرےگی جیسے اس جرنیل نے اپنی سیاسی وفاداری نبھاتے ہوئے بنگلہ دیش بنوایا ہو پھر اس چور کے ساتھ فوری طور پر عوامی سلوک کے بعد جیل تک جو مصیبتیں نازل کردی جاتی ہیں وہ بھی قیام پاکستان کے وقت ہندوں اور سکھوں کی طرف سے دی گئی ان سزاؤں سے کم نہیں جو اس وقت کے جنونیوں نے برداشت کی جیل کا ذکر آیا تو اپنے پڑھنے والوں کو بتاتا چلوں کی اس وقت تمام جیلیں ٹھیکہ پر چل رہی ہیں جیل سپرنٹنڈنٹ ہر ماہ جیل کی ایک ایک چیز ٹھیکہ پر دیکر لاکھوں روپے حاصل کررہا اور کچھ جیلیں ایسی بھی ہیں جن کی ایک ماہ کی آمدنی ایک کروڑ روپے سے زائد ہیں کیا ہمارے خفیہ ادارے اور میڈیا کے نمائندے سوئے ہوئے ہیں جن کو جیلوں میں یہ ٹھیکے داری نظام نظر نہیں آرہا جہاں گناہ گاروں اور بے گناہوں سے ڈنڈا دیکر پیسے وصول کیے جارہے ہیں یہ صرف جیلوں کا ہی حال نہیں ہے ملک کے ہر ادارے کو ہمارے سیاسی لٹیروں اور انکے حواریوں نے تباہ وبرباد کرکے رکھ دیا ہے پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں چیئرمین نیب سید فصیح بخاری کی ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں انہوں نے کہا کہ ملک میں ہر روز 15 ارب روپے کی کرپشن ہورہی ہے اتنی بڑی ڈکیتی کسی ایک ادارے میں نہیں ہورہی اور نہ ہی کوئی ایک فرد کررہا ہے بلکہ ہم سب مجموعی طور پر اس کرپشن کو تحفظ دے رہے ہیں صرف جیلوں میں ہی چور نہیں بیٹھے ہر ادارے میں ڈاکو اور لٹیرے بیٹھے ہوئے ہیں جو لوٹ لوٹ کر ملک کو کنگال اور عوام کو کرپٹ بنارہے ہیں ایک طرف حکومت

میں بیٹھ کر بے گناہ افراد پر گولیاں برسائی جاتی ہیں تو دوسری طرف خیبر پختونخواہ کو جنت کا خطہ بنانے والوں نے اسے دوزخ بنا رکھا ہے اگر کوئی تبدیلی آئی ہیں تو وہ صرف لوٹ مار کرنے والے سیاستدانوں اور انکے حواریوں میں آئی ہے اور رہی بات ہمارے ان شرفا کی جن کی بدولت ملک دو ٹکڑے ہوگیا جو دن دیہاڑے ملک لوٹ رہے ہیں عوام کا پیسہ بیرون ملک منتقل کرکے اپنے لیے محل اور پلازے تعمیر کر رہے ہیں اور ملک کی سڑکوں پر سرے عام ایک دوسروں کو ننگی گالیاں دیکر کبھی گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے کی باتیں کرتے ہیں تو کبھی ایک دوسرے کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے سونے کے چمچ میں نوالے پیش کیے جاتے ہیں کبھی وہ قومی اداروں پر چڑھ دوڑتے ہیں تو کبھی کسی سرکاری ملازم کو یرغمال بنا لیتے ہیں کبھی وہ عدالتوں کے اشتہاری بن کر عدالتوں کے سامنے ہی انکا مذاق اڑاتے ہیں تو کبھی قانون کے ان بھگوڑوں کو قانون ہی اپنی حفاظت میں رکھ لیتا ہے ایسے معتزز اور شرفا جو ہماری حکومت اپوزیشن اور تمام سیاسی جماعتوں میں واضح اکثریت میں ملیں گے جنھوں نے قانون کو گھر کی لونڈی اور ملک کو شیدے کی دکان بنا رکھا ہے ان سے خیر کی توقع نہیں اور نہ ہی ان لوگوں کے کہنے سے تبدیلی آئے گی ہاں البتہ ان چوروں اور ڈکیتوں کے اندر تبدیلی ضرور آ گئی ہیں جو ملک کا ٹیکس بچانے کے لیے کسی نہ کسی سیاسی جماعت کی چھتری کے نیچے پناہ لیے ہوئے ہیں لاکھوں، کروڑوں اور اربوں روپے خرچ کرنے والے کل بھی ہماری سیاسی پارٹیوں کے لیڈر تھے اور آج بھی وہی ہر جگہ

عوام کو ورغلانے میں مصروف ہیں اس وقت تک پاکستان قائد کا پاکستان نہیں بن سکتا جب تک غریب اور مجبور انسان اپنے اندر سے تبدیلی نہ لے آئے ورنہ تبدیلی کے نعرے اور سنہرے خواب دکھانے والے خود تو تبدیل ہوتے رہیں گے اور اپنی آنے والی نسلوں کو بھی تبدیل کرنے کے اسباب پیدا کرکے جان چھوڑیں گے تاکہ وہ بغیر کسی کام کاج اور ہاتھ پاؤں ہلائے پاکستانیوں کی خدمت کرتے رہیں باپ کے بعد بیٹا زیادہ تیزی سے ترقی کریگا کیونکہ بڑوں میں جو تھوڑی بہت شرم و غیرت موجود تھی وہ ان بچوں کے قریب سے بھی نہیں گذری آج کے تیز ترین دور میں سوشل میڈیا پر سب کچھ چل رہا ہے اور نظر بھی آرہا مگر ہم اسے ہی اپنی خدمت کو موقعہ دیتے ہیں جو سب سے زیادہ بدنام ہو کیونکہ ان سیاستدانوں نے ہمارے اندر ایسی تمام صلاحیتوں کو ختم کردیا ہے جن کی بدولت ہم اچھے اور برے میں تمیز کرکے کھوٹے سکے کو اٹھا کر باہر پھینک سکیں اسی لیے تو بار بار دھوکے دینے والے ہی دھوکہ دیکر ہم پر مسلط ہوجاتے ہیں ایک معمولی چور جیل میں بڑی چوریوں کی تربیت حاصل کرکے جب باہر آتا ہے تو پھر سب اسے سلام کرنے کے لیے بے چین ہوجاتے ہیں ہمارے ہاں تعلیمی ادارے نہیں بلکہ جیلیں لیڈر پیدا کرتی ہیں جو جتنا عرصہ جیل میں رہے گا اتنا بڑا لیڈر بن کر باہر نکلے گا شائد اسی لیے حکومت عمران خان اور طاہر القادری کو پکڑنے سے گریزاں ہے کہ کہیں وہ بھی جیل جاکر قانونی طور پر بڑے لیڈر نہ بن جائیں۔

جنگل کا قانون

آجکل صحافیوں پر بڑے بڑے کرپشن کے الزمات لگائے جارہے ہیں ویسے تو پاکستان میں کوئی بھی ادارہ کرپشن جیسے گند سے پاک نہیں ہے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو خوف خدا اپنے اندر رکھتے ہیں یا انکے اندر انکا ضمیر زندہ ہے جو انہیں لوٹ مار نہیں کرنے دیتا ورنہ تو یہاں صحافت کا شعبہ اور اس سے وابستہ افراد ہی کرپٹ نہیں ہیں بلکہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے اب تو کرپشن سے صرف وہی لوگ پاک صاف نظر آتے ہیں جنھوں نے جی بھر کر لوٹ مار کرکے اتنا مال جمع کرلیا ہو کہ انہیں روپے پیسے کی گنتی کا حساب نہ رہے اور بے دریغ جائیدادیں بنا کر اپنی آنے والی نسلوں کا مستقبل بھی تابناک بنا لیا ہو باقی تو سب جہاں جس کا داؤ لگ جاتا ہے معافی کا لفظ پھر اسکی لغت سے مٹ جاتا ہے جس طرح دوسرے شعبوں میں پسند و ناپسند اور مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے عہدوں کی بندر بانٹ کی جاتی ہے شعبہ صحافت میں بھی اسی طرح کام لیا جاتا ہے اکثر صحافی دوست ایسے بھی ہیں جو محنت ،ایمانداری اور اپنے پیشے سے محبت کرنے والے ہیں مگر انکو نہ کوئی ادارہ قبول کرتا ہے اور نہ کسی تنظیم نے انہیں اپنے ہاں گھسنے دیا ہے کیونکہ یہاں پر بھی ایسے افراد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو کماؤ پوت ہوں کرپشن، لوٹ مار، بارگیننگ اور بلیک میلنگ میں اپنا ثانی نہ رکھتے ہوں لیکن جو مک مکا کی

صحافت نہیں کرتے یا انکے اندر اس بات کا حوصلہ نہیں ہے وہ کل بھی کسمپرسی کی زندگی گذار رہے تھے اور آج بھی اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات کا گلہ گھوٹنے پر مجبور ہیں وہ کل بھی زندگی کی رنگینیوں سے ناآشنا تھے اور وہ آج بھی دال روٹی کے چکر میں کولہو کے بیل بنے ہوئے ہیں رہی بات خبروں کی وہ تو خود اخبارات کا پیچھا کررہی ہوتی ہیں مگر اداروں کے مالکان کے اپنے اپنے مفادات ہیں اور انکے ورکروں کے مفادات انکے مالکان سے جڑے ہوتے ہیں اگر مالکان کے پاس پیسے ہونگے تو ہی ادارے چلیں گے اور قلم کے مزدوروں کو بروقت انکا معاوضہ ملے گا مگر یہاں پر تو حکومتوں انکے حواریوں اور بڑے بڑے سرمایہ داروں نے پورے پورے اداروں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اشتہاروں کی بنیاد پر خبروں کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور اشتہار دینے والے تمام سرکاری اداروں سمیت بڑے بڑے ٹرائیکون اپنے اپنے مفادات سامنے رکھتے ہیں ہمارے ملک کے ایسے اخبارات بھی ہیں جو اس وقت نظر آتے ہیں جب انہیں کسی سرکاری ادارے سے کوئی اشتہار مل جاتا ہے ویسے وہ بھی نظر نہیں آتے کچھ ایسے ہیں جنہیں اشتہارات کی بھر مار سے اپنی آمدن کا اندازہ ہی نہیں ہوتا اور کچھ ایسے بھی ہیں جو چھپتے تو ضرور ہیں مگر چبھتے بہت زیادہ ہیں اس لیے انہیں اشتہارات سے دور رکھا جاتا ہے تاکہ وہ مالک اپنی جیب خالی کرکے اخبار بند کردے یا پھر کوئی نہ کوئی ڈیل کرلے ہمارے ملک میں اشتہارات کے حوالے سے کوئی قانون ،پالیسی اور ہی نہ کوئی ضابطہ ہے جس کا جتنا دباؤ ہوگا وہ اتنا ہی مالی فائدہ اٹھا

لے گایا صرف شعبہ صحافت میں ہی نہیں ہے بلکہ پورے ملک میں جنگل کا قانون ہے یہ میرے الفاظ نہیں ہیں بلکہ پاکستان کے ایک بڑے صوبہ پنجاب کے ذمہ دار گورنر چوہدری سرور کے ہیں جنھوں نے جمعرات کے روز ہندوں کیمونٹی کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران یہ الفاظ ادا کیے اگر دیکھا جائے تو واقعی پاکستان میں جنگل کا ہی قانون چل رہا ہے اسی لیے تو انتخابی نشان شیر والے حکومت کر رہے ہیں اگر پاکستان میں جنگل کے بادشاہ شیر کو ووٹ دیکر اپنے اوپر سوار کرلیا جائے تو پھر وہ پاکستان میں بھی بادشاہت ہی قائم کریگا کس کی مجال ہوگی کہ وہ شیر کے خلاف کوئی بات کرسکے کیونکہ شیر کے قریبی وزیروں جن میں لومڑی جیسا مکار جانور شیر جیسے بادشاہ کا کار خاص ہو تو وہاں انصاف کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے جو مکاریوں اور شکار کو گھیر کر لانے میں میں لومڑی سے آگے نکلے گا اسے ہی بادشاہ اپنے قریب کریگا جنگل کا یہ قانون پورے ملک میں رائج ہے کیونکہ یہاں انصاف ، روزگار، صحت ، صفائی ، تعلیم ، جیسی بنیادی سہولیات کے لیے بھی کسی کی سفارش کی ضرورت ہوگی یا اسے اپنا کام نکلوانے کے لیے رشوت کی ضرورت پڑے گی اور انہی ضروریات نے ہمیں جنگل کا باسی بنا دیا ہے اگر دیکھا جائے تو بطور قوم ہم بھی اب شارٹ کٹ کے چکر میں رات و رات امیر ہونا چاہتے ہیں اور جو نہیں ہونا چاہتے وہ دو وقت کی روٹی اور اپنی بیماری کے علاج سے بھی قاصر ہو چکے ہیں ایسے لوگوں کے دکھوں کا مداوا کرنے والے بھی آج ہم میں موجود ہیں مگر وہ اتنی کم تعداد میں ہیں کہ انکا ہونا کسی کو نظر ہی

نہیں آتا ایسے لوگ خلق خدا کی خدمت میں دن رات مصروف ہیں بیشک وہ کم تعداد میں ہیں لیکن وہ جہاں ہیں وہاں عوام کے دکھوں کا مداوا ضرور کر رہے ہیں ان میں ایسا ہی ایک ادارہ مغل پورہ لاہور میں الاحسان کے نام سے مصروف عمل ہے جسکے روح رواں جناب الحاج ثناء اللہ خان صاحب ہیں جنھوں نے اپنی ٹیم کے ہمراہ وہ کام کر دکھایا جو حکومت برسوں میں نہیں کر سکی حکومت کے سرکاری ادارے بلخصوص ہسپتال وہ سفید ہاتھی ہیں جو انہوں نے صرف اپنے لیے پال رکھے جہاں شیر ،لومڑی ،چمگاڈریں ،جونکیں اور ہمارا خون چوسنے والی بلائیں جنھوں نے پاکستان کو اچھے خاصے ملک سے جنگل بنا رکھا ہے اپنا علاج کرواتی ہیں رہی بات اس جنگل کے باسیوں کیڑے مکوڑوں کی انکی خدمت کے لیے ہمارے پاس جناب عبدالستار ایدھی صاحب ، جناب ڈاکٹر محمد رمضان چھیپا صاحب ، جناب ثناء اللہ خان صاحب اور جناب میاں انجم فارانی صاحب سمیت بہت سی خاموش ، گمنام اور ہمدرد شخصیات موجود ہیں جو اپنی عزت نفس کو بالائے طاق رکھ کر ملک کے غریبوں کے لیے چندہ مانگ کر خدمت خلق میں مصروف ہیں اللہ تعالی ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے (آمین)۔

داعش۔۔۔خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں

ملک کے مختلف حصوں میں عراق و شام میں سفاکیت و درندگی کی انتہا کا مظاہرہ کرنے والی تنظیم داعش (دولت اسلامیہ عراق والشام) کی موجودگی کی خبروں نے گذشتہ چند ہفتوں میں خاصی اہمیت حاصل کی ہے، یہ خبریں کئی شہروں میں داعش اور اس کے نام نہاد خود ساختہ خلیفہ ابوبکر البغدادی کے حق میں کی جانے والی وال چاکنگ اور بعض مقامات پر بینرز و پوسٹرز سامنے آنے سے متعلق ہیں یا پھر عالمی میڈیا میں آنے والی ان رپورٹس پر مبنی ہیں جو داعش سے مربوط ہونے والے بعض منحرف طالبان کمانڈرز کے دعووں کا پتہ دیتی ہیں، عالمی الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا میں اس دہشت گرد عالمی گروپ کو اب ایک بڑا خطرہ کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے جس کا ہدف یہ محسوس ہوتا ہے کہ داعش کے نام سے عام پاکستانی عوام بالخصوص ان کے نظریاتی و مسلکی مخالفین کو ڈرایا جائے اور ان پر خوف و وحشت کے پہرے بٹھا دیئے جائیں ہم نے دیکھا کہ داعش کی موجودگی کے دعووں بالخصوص اس میں بھرتی کیئے جانے والے دہشت گردوں کا تعلق بھی کرم ایجنسی وہنگو، کوئٹہ وغیرہ سے بتایا گیا ہے جو پہلے ہی فرقہ وارانہ جنگوں اور لڑائیوں کے حوالے سے ایک طویل تاریخ رکھتے ہیں، جبکہ یہ علاقے پاکستان کے انتہائی حساس بارڈر ایریاز میں بھی شامل ہیں، یہ بات خوش آئند ہے کہ پاکستانی افواج کے سپہ

سالار جنرل راحیل شریف نے اپنے حالیہ دورہ امریکہ میں اس حوالے سے بہت کھل کے بیان دیا ہے،ان کا کہنا ہے کہ ملک پر داعش کا سایہ بھی نہیں پڑنے دینگے بلکہ انہوں نے پاکستان و افغانستان دونوں کی بات کی ہے، قبل ازیں یہ خبریں بھی سامنے آ چکی ہیں کہ طالبان تحریک سے وابستہ کچھ کمانڈرز نے باقاعدہ خود ساختہ خلیفہ ابو بکر بغدادی کی بیعت کرکے اس میں شمولیت کر لی ہے۔ تحریک طالبان اور دیگر دہشت گرد گروہوں کے خلاف جاری آپریشن کے نتیجہ میں ہونے والے بٹوارے اور تقسیم کے بعد یہ امر لازمی تھا کہ دہشت گرد کسی نئے نام سے صف بندی کریں گے اور اپنے تخریبی و دہشت گردانہ کام کو جاری رکھیں گے، لہٰذا ہم نے دیکھا کہ دہشت گرد اس کے بعد ایک طرف تو داعش میں شمولیت کا اعلان کر رہے ہیں اور دوسری طرف ان کی کاروائیاں اب جنداللہ اور جماعت الاحرار کے نام سے کی جا رہی ہیں یاد رہے کہ ان دونوں جماعتوں نے داعش کے خود ساختہ خلیفہ ابو بکر کی اطاعت قبول کرنے کا اعلان بھی کیا ہوا ہے۔پاکستان و افغانستان کے عوام و خواص طویل عرصہ سے مختلف قسم کی دہشت گردی سے متاثر چلے آ رہے ہیں،اسی (۸۰) کے عشرے میں افغانستان پر روس کی یلغار سے جو خطرات پاکستان نے محسوس کیئے اور اس کے مقابل امریکہ کے ساتھ ملکر جہادی پالیسی اختیار کی اس نے دونوں ممالک میں ایسی آگ لگائی ہے جس کا خمیازہ آج بھی ہم بھگت رہے ہیں اس پالیسی کے نتیجہ میں ہی پاکستان کا ہر شہر مقتل بنایا گیا،ہر گلی خون انسانی کا ذائقہ چکھ چکی ہے،دہشت گردی، خون آشامی، قتل و غارت، لوٹ مار، خوف و

وحشت اور درندگی کی کون سی قسم ہے جس کے دل دہلا دینے والے مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں گذرے،دہشت گردی کے جو تجربات آج عراق و شام میں دہرائے جا رہے ہیں ہم ان سے بدرجہ اتم واقف ہیں،ہمارے لیئے یہ سب منظر نئے اور ناآشنا نہیں ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ہم یہ سب مناظر دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں ہمارے ہاں اب یہ معمولات زندگی کا حصہ سمجھا جانے لگا ہے،اب تو کسی دن ایسا منظر سامنے نہ آئے تو اضطراب سا محسوس ہوتا ہے اب تو کسی دن کوئی دھماکہ نہ ہو تو ہمیں محسوس ہوتا ہے ہم پاکستان میں نہیں کہیں اور بستے ہیں ،اب تو اخبار کی سرخیاں بارود نہ اگلیں خون آشامیوں کی تصاویر نہ دکھائیں اور نوحہ و ماتم کرتی ماؤں بہنوں کی پکار سامنے نہ لائیں تو عجب سا محسوس ہوتا ہے۔داعش نامی دہشت گرد گروہ جسے امریکہ

اسرائیل،ترکی، سعودیہ،اور دیگر عرب ممالک نے شام و عراق میں بربادی لانے کیلیے، تیار کیااس کی سفاکیت اور درندگی نیز سخت نظریات جن میں انبیاء ،اولیاء اوصیا،آئمہ،و اصحاب نبی کے مزارات کی تباہی اور اپنے مخالفین چاہے ان کا تعلق ان کے اپنے مذہب سے ہی کیوں نہ ہو کو تہہ تیغ کرنے کے دل دہلا دینے والے مناظر فلما کر پوری دنیا میں نشر کرنا، عراق میں نہایت ہی سرعت سے کئی صوبوں پر کنٹرول حاصل کرنا اوراپنے مفتوحہ علاقوں میں نام نہاد اسلامی خلافت کااعلان کرنادراصل دنیاپراپنی طاقت و قوت ثابت کرنا اوراسے اپنی جانب متوجہ کرنا تھاجس میں انہیں کامیابی حاصل رہی ہے خوش قسمتی یابد

قسمتی یہ سب اس وقت ہوا ہے جب ہماری مسلح افواج نے یہاں دہشت گردوں کی جنت وزیرستان اور دیگر قبائیلی علاقہ جات میں آپریشن ضرب عضب شروع کر رکھا ہے اور ان سفاک درندوں کو ان کی اوقات یاد کروائی جا رہی ہے، دہشت گردوں کی شکست و ریخت کے اس دور میں پاکستان کے گلی کوچوں اور شہروں میں داعش کی وال چاکنگ اور موجودگی کی اطلاعات یقینا بعض عناصر کیلئے چونکا دینے والی خبر کا درجہ رکھتی ہیں مگر ہمارے لیے حیران کن ہر گز نہیں اس لیئے کہ اس ملک کے گلی کوچوں اور شہر و دیہات میں داعشی فکر کے حامل ہزاروں مدارس و مراکز موجود ہیں جن میں تعصب، تنگ نظری، سخت گیری اور جامد سوچ کو پروان چڑھایا جاتا ہے اور گزشتہ چار دہائیوں سے خصوصی طور پر ہمارے معاشرے میں یہ زہر افشانی کی جاتی رہی ہے،اسی زہر افشانی کے نتیجہ میں ہی داعش ،القائدہ، جنداللہ، لشکر جھنگوی،طالبان اور کئی دیگر دہشت گرد تنظیمیں معرض وجود میں آتی ہیں ،اب اگر داعش سامنے آ گئی ہے تو کوئی نئی قیامت نہیں آنے والی، ہم ان تمام قیامتوں کو دیکھ اور چکھ چکے ہیں جو داعش لانا چاہتے ہیں۔
داعش کا خوف اس کی سفاکیت و درندگی ہے جس کے مظاہرے بہ طور پاکستانی ہم نے ان شامیوں اور عراقیوں سے پہلے دیکھے ہیں جو آج اس کا شکار ہیں داعش کا تعارف عورتوں کی عزتوں کی پائمالی اور بازار لگا کر فروخت کرنا ہے جس کا شکار ہمارے قبائلی ایک عرصہ تک رہے ہیں جہاں طالبان کو جو پسند ہوتا تھا وہی اسلام کا حکم ہوتا تھا کسی میں مجال نا تھی کہ انکار کرے،داعش کا خوف اور ڈر اس کے گلے

کاٹنے کی وجہ سے ہے تو اس کا آغاز ہمارے ملک سے سپاہی لائق حسین سے شروع ہوا اور پیر قیوم صدہ (پاراچنار) میں ٹرک ڈرائیورز کے گلے، بازو، زبانیں کاٹنا انتہا تھی افواج پاکستان کے اسیران کے گلے کاٹنے کے کتنے واقعات نے دہلا کے رکھ دیا تھا، بلوچستان اور کراچی میں بھی یہ سفاکیت ہم نے دیکھی، داعش کی سفاکیت چوکوں چوراہوں میں لاکر گولیوں سے بھون دینا ہے تو ہمارے ملک میں یہ کام طالبان سوات، وزیرستان اور دیگر ایجنسیز میں ہر روز کرتے تھے، چوکوں میں مخالفین کو جاسوس قرار دیکر کھمبوں سے لٹکانا ان کا محبوب مشغلہ رہا ہے، ہاتھ پاؤں کاٹنا، پھانسیاں دینا اور زندہ انسانوں کو بھڑکتی آگ میں ڈال دینا داعش کا ایک روپ ہے جس سے ڈرایا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ نیا نہیں ایسا سب تو ہمارے ہاں معمولات زندگی میں رہا ہے، طالبان میں ایسے ایسے سفاک اور درندے تھے جو انسانی کھوپڑیوں سے فٹ بال کھیلنے کا مشغلہ اپنائے ہوئے تھے، جو فوجیوں کو لائن میں کھڑا کرکے گولیوں سے بھون دیتے تھے، عام لوگوں کو بسوں سے اتار کے تہہ تیغ کر دیتے تھے، جن کا نام دہشت کی علامت تھا، جو سفاکیت کا دوسرا نام تھے، جو چھلاوا کہلاتے تھے اور ہاتھ میں نہیں آتے تھے افواج پاکستان کی قربانیوں سے آج ان کا نام بھی لینے والا کوئی نہیں پاکستانی افواج یا قوم کو خوف زدہ کرنے یا ڈرانے کیلئے اگر وزیرستان سے بھاگتے چوہے طالبان یا ان کے سرپرست داعش کا نام استعمال کر رہے ہیں تو انہیں عراق و شام میں ان کی درگت کو بھی نہیں بھولنا چاہیئے، کس طرح اللہ کے

شیروں کے سامنے یہ چوہے مارے جا رہے ہیں اس کا اندازہ بھی کر لیں اور بھاگنے والے چوہوں کو ذرا سنبھالیں کہ ان کا اگلا کام اب ان کے پالنے والوں کے محفوظ سمجھے جانے والے گھروں میں سوراخ کرنا ہو گا۔ سعودی عرب کو تو اس کا اندازہ ہو چکا ہے جہاں سے خطبہ حج میں بھی ان کےخلاف بھرپور آواز بلند کی گئی ہے اور خطرے سے متوجہ کیا گیا ہے جو خوش آئند ہے۔پاکستان ایک ایٹمی ملک ہے جس کی افواج دنیا کی مانی ہوئی اور قابل ترین افواج سمجھی جاتی ہیں، یہ عراق نہیں جہاں داعش بغیر کسی مزاحمت کے تین اہم ترین صوبوں پر قابض ہو گئے اور مرکزی حکومت کو پتہ بھی نا چلا اور وہ ہر دن آگے.بڑھتے چلے گئے سپہ سالار پاکستان جنرل راحیل شریف نے جس اعتماد کیساتھ کہا ہے کہ داعش کا سایہ بھی نہیں پڑنے دینگے اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ داعش یا طالبانی فکر و انداز کو مزید.برداشت نہیں کیا جائے گا۔

بے لگام پولیس

پاکستان میں جہاں آجکل پڑھا لکھا باشعور اور ایماندار طبقہ قیامت خیز مہنگائی کے ہاتھوں پریشان ہے وہی پر ایسے بے روزگاروں کی مالی مشکلات کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہوگا کہ جو جسمانی طور پر معذور افراد ہیں جنہیں ہم سڑکوں پر بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کی گاڑی کے ایک دن کے سفر کے لیے خود کتنا سفر طے کرتے ہیں اسی طبقہ میں سے ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو آنکھوں جیسی نعمت سے محروم ہے گذشتہ روز بصارت سے محروم افراد کا عالمی دن تھا جسے دنیا بھر میں سفید چھڑی کے نام سے منایا جاتا ہے اسی دن کی مناسبت سے نابینا افراد نے بھی اپنے بنیادی حقوق کے حصول کے لیے آواز اٹھائی تو ان اندھے افراد پر عقل کے اندھے حکمرانوں نے اپنے اندھے قانون کی مدد سے ظلم کی اندھیر نگری میں ان نابینا افراد پر اندھا ظلم کیا پولیس ان پر ایسے دھاڑتی ہوئی ہوئی چڑھ دوڑی جیسی کتا بلی پر پر حملہ کرتا ہے ویسے تو ہماری پولیس کے شیر جوان ایسے ہیں کہ وہ گشت پر بھی نکلیں تو اپنے ہمراہ بھاری نفری لیکر نکلتے ہیں ایس ایچ اور اور اس سے بڑے عہدوں کے افسر تو اکیلے باہر نکلتے ہوئے بھی گھبراتے ہیں جب تک چند پولیس والے لمبی لمبی گنوں کے ہمراہ انکے ساتھ نہ ہوں تو وہ باہر نکلنے کی جرائت نہیں کرتے لیکن جہاں انہیں ایسے افراد نظر آئیں گے جو

حکمرانوں کے ستائے ہوئے ہوں اور اپنے حالات سے تنگ آ کر سڑکوں پر آ کر اپنا حق لینے کے لیے احتجاج کر رہے ہو تو ان پر پولیس اپنے مظالم کی انتہا کر دیتی ہے ہماری پولیس نے تو خیر ایسا کرنا ہی تھا اور ان سے خیر کی توقع بھی نہیں رکھی جا سکتی کیونکہ ملک میں غریب، مزدور، محنت کش، ایماندار اور محب وطن پاکستانیوں کے لیے دوسرے درجے کا قانون ہے جبکہ چوروں، لٹیروں، ڈاکوؤں اور عوام کو بیوقوف بنا کر ایوان اقتدار تک آنے والوں کے لیے پہلے درجے کا قانون ہے جس میں انہیں ہر جگہ وی آئی پی پروٹوکول دیا جاتا ہے اور ہمارا قانون بھی ایسے افراد کو انکے تمام جائز اور ناجائز حقوق انکی دہلیز پر پہنچانے میں لگ جاتا ہے اور جن کے ووٹوں کی طاقت سے ایک عام آدمی خاص بن جاتا ہے وہ سرکاری ہسپتالوں میں سر درد، بخار اور نزلہ کی معمولی قیمت کی ادویات کو بھی ترستے ہیں رہ گئے ہمارے پولیس اسٹیشن وہ جرائم کو ختم کرنے کے لیے نہیں بلکہ یہ ایسے افراد کی تربیت گاہیں بن چکے ہیں جو دیدہ دلیری سے لوٹنا جانتے ہوں پولیس ان کو اپنی سرپرستی میں لیکر پھر ان سے دھندہ کرواتی ہے اور ہماری جیلیں جرائم کی یونیورسٹیاں بن چکی ہیں جہاں پر ملزم کو مجرم بنا کر باہر نکالا جاتا ہے اور ہمارے سیاستدانوں کے لیے جیل جانا اقتدار کے ایوانوں تک جانے کی ضمانت بن جاتا ہے جو جو سیاسی لٹیرا جتنا عرصہ جیل میں گذارے گا اسے اتنا ہی حکومت میں زیادہ چانس ملے گا اسی لیے تو مسلم لیگ ن کی حکومت عمران خان کو جیل میں بند کرنے سے کتراتی ہے کہ کہیں وہ بھی انکی

طرح بڑا لیڈر نہ بن جائے حالانکہ اس نے حکمرانوں کی ناک میں دم کر رکھا ہے اور اسلام آباد جیسا شہر دھرنوں اور جلسوں کی زد میں ہے جبکہ لاہور سمیت پاکستان کے دوسرے تمام شہروں میں کوئی بھی مظلوم طبقہ اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھاتا ہے تو حکومت فوراً اسے پکڑ کر اندر کر دیتی ہے کچھ دن قبل قصاب برادری نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائی تو انکے 68 عہدیداروں کو اٹھا کر جیل میں نظر بند کر دیا گیا ان میں سے بہت سے ایسے بزرگ اور بیمار افراد بھی تھے جن کو ادویات سمیت نگہداشت کی بھی ضرورت تھی مگر حکومت نے نہ صرف ان پر مقدمات بنا کر انہیں جیل میں پابند سلاسل کر دیا بلکہ انکی ہر طرح کی ملاقات بھی بند کر دی تاکہ انہیں اس بات پر راضی کیا جائے کہ انہوں نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھا کر بہت بڑی غلطی کی اس طرح پنجاب حکومت نے معذور افراد پر بھی پولیس کے زریعے ظلم کروایا مگر بعد میں عوام کے پریشر میں آکر وزیر اعلی پنجاب ان سے معافی اور ملاقات کرنے پر مجبور ہوگئے اس طرح پنجاب کے ڈاکٹروں کا بھی یہی حال ہے جن سے موجودہ حکومت نے انکے 7 مطالبات پورے کرنے کی یقین دھانی کروائی تھی جو ابھی تک پورے نہیں کیے گئے اگر موجودہ حکومت کا یہی وطیرہ رہا تو پھر پاکستان کا ہر طبقہ سڑکوں پر آجائیگا اور حکومت کس کس کو پکڑ کر جیل میں ڈالتی رہے گی حکومت کو چاہیے کہ وہ عوام کے حقوق کا تحفظ کرے اپنی بے لگام پولیس کو شہریوں کے احترام کا سبق پڑھائے اور ملک میں بدامنی پیدا کرنے والے عناصر کو سختی سے کچلے تاکہ موجودہ حکومت پر

عوام کا اعتماد بحال ہو سکے۔

لاشوں کی سیاست

آجکل حکومت اور اپوزیشن جماعتوں کی طرف سے لاشوں کی سیاست کا اظہار بڑے زور شور سے کیا جارہا ہے حکومت والے کہتے ہیں کہ عمران خان کو اپنی سیاسی دوکانداری چمکانے اور لوگوں کو بھڑکانے کے لیے اپنی سیاست میں لاشوں کی ضرورت ہے جسے پھر وہ اپنے کندھے پر رکھے شہر شہر گھومیں گے جبکہ اپوزیشن جماعتیں جو اس وقت سڑکوں پر ہیں ان کے لیڈران فرماتے ہیں کہ حکومت ہمارے پرامن مظاہروں کو ختم کرنے کے لیے ہمارے بے گناہ اور معصوم کارکنوں کو قتل کررہی ہے تاکہ لوگ قتل و غارت کے ڈر سے سیاسی جلسے جلوسوں میں آنا بند کردیں ملک میں لاشوں کی سیاست کا آغاز اس دور میں نہیں ہوا بلکہ قیام پاکستان سے قبل ہی سیاست میں لاشوں کا بڑا اہم کردار رہا ہے اور جوں جوں وقت گذرتا گیا ویسے ہی سیاسی ماحول اور سیاست کے میدان میں گرمی لانے کے لیے لاشوں کا کردار بھی بڑھتا گیا اور آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ حکومت کے نااہل مشیروں اور ہمارے حکمرانوں کے غلط فیصلوں کی بدولت پہلے منہاج القران کے باہر ماڈل ٹاؤن میں پولیس نے سیدھی گولیاں چلا کر ورکروں کو مار ڈالا بعد میں اسلام آباد میں یہی واقعہ دھرایا گیا اسکے بعد فیصل آباد میں بھی حق نواز کو سیدھی گولی مار کر ابدی نیند سلا دیا گیا ہمارے لیڈر چاہتے ہیں جبکہ دوسری طرف ہمارے سیاسی لیڈر چاہتے ہیں کہ

انکے ورکروں پر پولیس ظلم کے پہاڑ توڑتی رہے اورانہیں مارتی رہے تاکہ وہ ان حکومتی مظالم کو عوام کے سامنے لا کر روتے رہیں انکی ہمدردیاں حاصل کرکے کسی نہ کسی طریقہ سے حکومت میں آجائیں اور پھر ساری زندگی انکی پروٹوکول کے سائے میں ہی گذر جائے رہ گئی عوام کی بات وہ روتی رہے اور تڑپتی رہے کیونکہ عوام بے چاری ہے ہی اسی مقصد کے لیے جبکہ ہمارے سیاسی کارکن بھی اتنے باشعوراور سمجھدار نہیں ہوئے کہ وہ اپنے جائز مطالبات ہی اپنے لیڈروں سے کوئی بات منوا کے مطالبات منوانا تو بڑی دور کی بات ہے کارکن اپنے لیڈر کے ساتھ ایک تصویر بھی نہیں بنوا سکتے جسے وہ سند کے طور پر فریم کروا کر اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں لگوا سکیں جبکہ ایسے سیاسی مینڈک جو ہر حکمران جماعت میں حکومت کے مزے لینے کے بعد جب کسی اور پارٹی کی مقبولیت دیکھتے ہیں تو پھر پھدک کر اس میں شامل ہوجاتے ہیں ایسے سیاسی رہنماؤں کے پاس دولت اور عقل خوب ہوتی ہے جسے وہ استعمال کرکے اپنے لیے اقتدار کے ایوانوں تک پہنچنے کا راستہ صاف کرلیتے ہیں جبکہ خون دینے والے ،پولیس تشدد برداشت کرنے والے اور اپنے لیڈر کی ہر بات کو حق سچ مان کر میدان میں نکلنے والے ساری عمر ورکر ہی رہتے ہیں کبھی وہ اپنے بھائی کو کلرک بھرتی کروانے کے لیے تو کبھی وہ اپنے بیٹے کو کانسٹیبل لگوانے کے لیے منتیں کرتے نظر آئیں گے اور ہمارے لیڈر جو انہی سیاسی ورکروں کے کاندھوں پر پاؤں رکھ کر آگے نکلتے ہیں بعد میں انہی ورکروں کے سر کچلتے ہوئے اپنی سیاسی دوکانداری کو بڑھاتے ہوئے آگے

نکل جاتے ہیں ہمارے پارٹی ورکر شروع دن سے لیکر اپنی زندگی کے آخری دن تک اپنی پارٹی اور اپنے لیڈر سے وفا کرتے ہیں مگر انکے لیڈر جہاں اپنا مفاد دیکھیں گے بھاگ کر وہاں چلے جائیں گے کیونکہ سیاست میں کسی کا کوئی دین ایمان نہیں ہوتا صرف اپنے اپنے مفادات دیکھے اور سمجھے جاتے ہیں اسی گندی سیاست کی وجہ سے ہمارے سیاستدان پاکستان کو جس نہج پر ہم لے آئے ہیں وہاں پر اب نہ تو کسی ایماندار شخص کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی ایسے رہنماء کی ضرورت رہ گئی جو ملک وقوم کی ترقی کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہمارے سیاسی رہنماؤں اور سیاستدانوں نے اپنے ورکروں سمیت ہر فرد کی تربیت ہی اس طرح کردی ہے کہ وہ کسی ایسے فرد کو ووٹ دینا تو دور کی بات ہے اسے اس سیاسی ماحول میں برداشت بھی نہیں کر سکتے جو کھانا پینا اور کھلانا نہ جانتا ہو ہماری بیروزگاری کا یہ حال ہو چکا ہے کہ ہم سیاسی ورکر کوئی کام کاج تو کر نہیں سکتے کبھی کسی کا کوئی کام کروادیا تو چار پیسے مل گئے ورنہ بیٹھے ہوئے ہیں اللہ کی آس پر اور جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں انہیں ہمارا معاشرہ قبول نہیں کرتا جب بھی الیکشن آتے ہیں تو بہت سے لوگ بڑے شوق سے اپنے کاغذات جمع کرواتے ہیں اور پارٹی ٹکٹ کے لیے امیدوار کروڑوں روپے پارٹی فنڈ میں جمع کروا کر اربوں روپے خرچ کرکے ہمارے ووٹوں سے اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں اب تک جتنے بھی الیکشن گذرے ہیں ان تمام انتخابات میں بعض ایسے امیدوار بھی ہوتے ہیں جن کی اپنے محلّہ اور شہر میں شہرت بہت اچھی ہوتی ہے

اور کچھ لوگ اپنی جیب سے پیسے خرچ کرکے انہیں الیکشن میں حصہ دلواتے ہیں مگر ان لوگوں کی ضمانتیں بھی ضبط ہوجاتی ہیں کیونکہ ایسے محب وطن اور ایماندار لوگ ہمیں قبول ہی نہیں ہیں ہم انہیں ووٹ دیتے ہیں جو بڑی گاڑی پر بڑے بڑے نوٹ بانٹا پھرے اور پھر کامیاب ہونے کے بعد خوب لوٹ مار کرے ہم اسے بھاری اکثریت سے جتواتے ہیں جیتنے کے بعد وہی رکن اسمبلی عوام کے نام پر ملنے والے فنڈز کو کھانا اپنا فرض سمجھتا ہے پروٹوکول اسکا خاندانی ورثہ بن جاتا ہے اقتدار میں رہتے ہوئے عوام کا خون اسکی زبان کو جو مزہ دیتا ہے پھر اسی عوامی خون کو کسی بھی جگہ گرانے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتا سیاسی ورکر کا خون ہر جگہ ضائع ہوتا ہے اور جسکی خاطر خون بہایا جاتا ہے وہ اسے پھر مدتوں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے رہتے ہیں جو پہلے سیاست کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں انکے اہل خانہ آج بھی انکی تصویروں کو گلے سے لگائے سوگوار بیٹھے ہیں انہیں نہ تو کوئی مالی امداد دی گئی نہ ہی انکے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا گیا کیونکہ ہر پارٹی کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ورکروں اور انکی لاشوں کی ضرورت ہوتی ہے جسکے بغیر اقتدار کے ایوانوں میں داخل نہیں ہوا جاسکتا۔

غازی یا شہید

ایک بار پھر دہشت گردوں نے آرمی سکول پشاور میں بچوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنا ڈالا وحشی درندوں اور ناسوروں کی طرف سے معصوم بچوں پر یہ کوئی پہلا حملہ نہیں تھا بلکہ اس سے قبل بھی وہ کئی بار ہمارے پھولوں کو مسل چکے ہیں ان حیوانوں کے ظلم سے ہماری عبادت گاہوں سے لیکر تعلیمی درسگاہوں تک ،بسوں ویگنوں سے لیکر ہوائی جہازوں تک ،فٹ پاتھوں سے لیکر جلسے جلوسوں تک ،قبرستانوں ،درگاہوں اور درباروں سے لیکر شادی ہالوں تک اور این جی اوز کے دفاتر سے لیکر جی ایچ کیو تک کوئی بھی جگہ محفوظ نہیں رہی جہاں وہ چاہتے ہیں وہی پر دہشت گردی کی کاروائی کرڈالتے ہیں جسے ہم ان دہشت گردوں کی بزدلانہ کاروائی کہتے ہیں تو کبھی اسے بربریت کا نام دے دیتے ہیں جب بھی پاکستان کے کسی بھی شہر میں ایسی کوئی کاروائی ہوتی ہے تو حکومت میں موجود وزیر اعظم سے لیکر ایک مقامی تھانے میں بیٹھا ہوا منشی تک یہ بیان جاری کردیتا ہے کہ ہم ان دہشت گردوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹیں گے ہمیں اس دہشت گردی کا نشانہ بنتے ہوئے تقریبا 20 سال ہونے کے قریب ہیں مگر ان 20 سالوں میں کسی بھی حکمران نے ان دہشت گردوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کی کوشش کرنا تو درکنار اپنے گوشت پوست کے ہاتھوں سے بھی لڑنے کی زحمت گوارا نہیں کی بلکہ آج تک ہوتا تو یہی آیا ہے کہ جیسے

جیسے ملک میں دہشت گردی کی کاروائیوں میں اضافہ ہوا ویسے ویسے ہی ہمارے حکمرانوں انکے بچوں اورانکے حواریوں کی سیکیورٹی مزید سخت ہوتی گئی ایک گارڈ کے ساتھ نکلنے والا سیاستدان اب پورے پروٹوکول کے ساتھ باہر نکلتا ہے رہی بات حکمران طبقے کی ان کے لیے تو سینکڑوں گاڑیوں کا قافلہ انکی حفاظت کے لیے سات چلتا ہے اور سڑکوں کو مکمل بند کردیا جاتا ہے جن کے ووٹوں سے یہ سیاستدان حکمران بنتے ہیں بعد میں پھر انہی ووٹروں کو مرنے اور مارنے کے لیے آزاد چھوڑ دیتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے ملک میں جمہوریت اور حکومت نام کی کوئی چیز نہیں ہے جسکے ہاتھ میں ڈنڈا ہے اسی نے سب کو آگے لگایا ہوا ہے ایک طرف خیبر پختون خواہ کی پوری حکومت احتجاجی دھرنوں اور جلسے جلوسوں میں مصروف ہے تو دوسری طرف حکومت انہیں سبق سکھانے پر اپنا پورازور لگا رہی ہے ملکی معیشت کا جنازہ پچھلے پانچ سالوں میں پیپلز پارٹی کی قیادت نے نکال دیا تھا جو رہی سہی کسر باقی تھی وہ موجودہ حکومت پوری کرنے میں دل وجان سے کوشش کررہی ہے ملک کا سارا نظام درہم برہم ہوچکا ہے ایک طرف عوام بھوک ،افلاس اور غربت سے تنگ آئے خودکشیاں کرنے میں مصروف ہیں تو دوسری طرف دہشت گرد ہمیں تباہ برباد کرنے میں لگے ہوئے اس وقت ملک میں خوشحال طبقہ صرف وہی ہے جو دیہاڑی باز ہے کسی نہ کسی طریقے سے انہوں نے اپنا الو سیدھا کررکھا ہے انہیں نہ تو غریب عوام سے ہمدردی ہے اور نہ ہی ملک کے ساتھ کوئی حب الوطنی کا چکر ہے رہی سہی کسر ہمارے سیکیورٹی کے اداروں جن میں

پولیس اور انٹیلی جنس اداروں نے پوری کر رکھی ہے جن کی اکثریت ایسے افسران پر مشتمل ہے جو مختلف صحافیوں اور انکی رپورٹوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے ہیں ہمارے ان اداروں کی کارکردگی بہت اعلی رہتی اگر ان میں سیاسی بھرتیاں اور سیاسی اثرورسوخ نہ ہوتا یہی وجہ ہے کہ آج ان سیاستدانوں کی وجہ سے ہمارے ہر ادارے کا برا حال ہو چکا ہے کہیں کوئی کام کا آدمی نہیں ہے اگر ہے تو اسے کام کرنے نہیں دیا جاتا بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گذرنے والی گذشتہ نصف نے ہماری تربیت ہی ایسے کردی ہے کہ ہم لوٹ مار کا کوئی بھی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور ہر جانے والے دن کے ساتھ ہی ہم اپنی قدریں بھی کھو رہے ہیں ملک اس وقت عجیب قسم کی صورتحال سے گذر رہا ہے ایک طرف لوٹ مار کا بازار گرم ہے تو دوسری طرف لوٹ مار کرنے والے للچائی ہوئی نظروں سے لوٹ مار کرنے والوں کی طرف دیکھ رہے ہیں یہاں موقعہ ملنے کی آس میں سبھی انتظار کر رہے ہیں کہ شائد کسی نہ کسی طرف سے ایک صاف ستھری اور لمبی دیہاڑی لگ جائے تو پھر باقی کی زندگی سکون سے گذر جائیگی ہر انسان اپنی ضروریات کو پوری کرنے کے چکر میں پہلے اپنی خواہشوں کا گلہ گھونٹ رہا تھا اب اس نے دوسروں کا گلا دبانا شروع کردیا ہے صنعت کار طبقہ مزدوروں کا خون پی رہا ہے اور شوگر مل مافیا ہمارے غریب کسانوں کا رس نکال رہا ہے اور رہ گئی حکمران طبقے کی بات وہ نہ تو کسی کی بات سنتے ہیں اور نہ ہی کسی کو قریب آنے دیتے ہیں جو انکے قریب ہیں وہ صرف انکی ہاں میں ہاں ملانے والے

ہیں کیونکہ اگر وہ ایسا نہیں کرینگے تو پھر انکی وزارت اور مشاورت خطرے میں پڑ جائیگی گذرنے والے ہر دن کا اگر ہم موازنہ کریں اور دنیا میں ترقی کی رفتار دیکھیں تو ہماری آنکھیں کھل جائیں گی کہ ہم تو ترقی یافتہ قوموں سے صدیوں پیچھے ہیں اور یہ فاصلہ دن بدن .بڑھتا ہی جارہا ہے کیونکہ ہمارے حکمرانوں نے ہمیں جس ٹرک کی بتی کے پیچھے لگایا ہوا ہے اسکی تو کوئی منزل ہی نہیں ہے اور خود ہمارے لیڈروں نے اپنی آنے والی نسلوں کو بھی حکمرانی کے لیے تیار کرلیا ہے رہ گئی بات عوام کی وہ اور انکی نسلیں اپنی مدد آپ کے تحت بچ جائیں تو غازی دہشت گردوں کے ہتھے چڑھ جائیں تو پھر شہید۔

فوجی عدالتیں

پشاور میں بچوں کو شہید کیے جانے کے بعد پاکستان آرمی کے کمانڈر جنرل راحیل شریف ہی وہ واحد فرد ثابت ہوئے جنھوں نے فوری طور پر عملی کام شروع کردیا ورنہ تو ہمارے سب سیاسی بونے مذمت کی حد تک ہی رہے جبکہ بعض حکومت میں بیٹھے ہوئے اہم عہدوں پر وزیر جن کی ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ خود میدان میں نکلتے اور اپنے پاکستانیوں کو بتاتے کہ اب وقت آچکا ہے کہ ہم اپنے دفتروں اور مجبوریوں کو چھوڑ کر عوام کی خاطر میدان میں نکل آئے ہیں اور دنیا کو بتاتے کہ ہمارے ساتھ یہ جو ظلم ہورہا ہے اس کے پیچھے کون ہے کہاں سے دہشت گرد آرہے ہیں اور پھر پاکستان میں ان کو کس کس کی پشت پناہی حاصل ہوجاتی ہے مگر بدقسمتی سے ہمارے حکمرانوں نے اپنی زبانیں بند کرلی اور وہی پرانے گھسے پٹے جملوں کے ساتھ پردہ سکرین پر آئے کی ان دہشت گردوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائیگا یہ وہی جملے ہیں جو پچھلے بیس سالوں سے ہم سنتے آئے ہیں کیونکہ کبھی ان حکمرانوں کے بچے کسی دہشت گردی میں آکر نہیں مرے اس لیے انہیں اس بات کا اندازہ بھی نہیں ہوگا کہ جب ایک معصوم بچہ بیمار ہوتا ہے تو اسکی تکلیف بھی ماں باپ سے .برداشت نہیں ہوتی جہاں انکے پورے جسم کو گولیوں سے چھلنی کردیا جائے وہاں ماں باپ کے دکھ کا اندازہ لگانا کونسا مشکل کام ہے اور اسی دکھ کو محسوس

کرتے ہوئے آرمی چیف راحیل شریف نے فوری طور پر افغانستان کا دورہ کیا جہاں انہوں نے افغان صدر اشرف غنی سے ملاقات کی جنرل راحیل شریف کی افغان صدر سے ملاقات کے بعد پاکستان میں فوری طور پر پاک فوج نے ان دہشت گردوں کے خلاف جاری آپریشن کو مزید تیز کر دیا اور چند دنوں میں سینکڑوں دہشت گرد مارے گئے جبکہ پاک فوج کے دباؤ میں ہی آ کر حکومت نے روکی گئی پھانسیوں کی سزاؤں پر عمل بھی فوری طور پر شروع کر دیا اور اب پاکستان کے عدالتی نظام میں جان بوجھ کر پیدا کی گئی خرابیوں کے باعث ان دہشت گردوں کے کیسوں کی سماعت کے لیے فوجی عدالتوں کے قیام کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یقیناً ایک اچھا اقدام ہے کیونکہ ہمارے عدالتی نظام میں جان بوجھ کر جو بے پناہ خرابیاں پیدا کر دی گئی ہیں اسے ٹھیک کرنے کے لیے بھی ایک لمبا عرصہ درکار ہے ایک کیس کے فیصلے کو کئی کئی سال لگ جاتے ہیں اور پھر سول کورٹ سے شروع ہونے والے مقدمات جب سپریم کورٹ تک پہنچتے ہیں تو اس وقت دادے سے شروع ہونے والے مقدمات پوتے کی جوانی تک جوں کے توں رہتے ہیں ایک ایک عدالت میں سینکڑوں کیس سماعت کے منتظر ہوتے ہیں مگر وقت کی کمی کے باعث تاریخ پر تاریخ ڈال دی جاتی ہے فوجی عدالتوں کو نہ صرف دہشت گردی کے کیسوں تک محدود رکھا جائے بلکہ ان عدالتوں کو ایسے کیس بھی فراہم کیے جائیں جنہوں نے لوٹ مار کے زریعے ملک کی جڑیں کمزور کی اور انکے کیس عرصہ دراز سے نیب یا پھر مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں کرپشن اور لوٹ مار کے سینکڑوں کیسوں کی فائلوں کو اب ایسے دیمک

کھا رہی جیسے سیاستدانوں نے ملک کو دیمک کی طرح کھایا ہے اور یہ نظام اس وقت تک یونہی چلتا رہے گا جب تک پاکستان کے آئین پر مکمل عمل درآمد نہیں ہوجاتا کیونکہ پاکستان کا آئین اس وقت کسی الماری میں بند پڑا ہوا ہے اگر عمل کیا جائے تو سب کو حقوق مل جائیں مگر ہمارے مفاد پرست سیاستدانوں، بیوروکریٹس اور لٹیروں نے آئین کو اپنی مرضی کی کتاب سمجھ کر ہمیشہ اسے استعمال کیا کبھی اسے نظریہ ضرورت کا نام دیدیا گیا تو کبھی اس کتاب کو اپنی ضرورت کی نظر کر دیا گیا رہی بات ہمارے عدالتی نظام کی اس وقت نہ ہی ہماری جوڈیشری ناکام یا نااہل ہے بلکہ اسے چلنے ہی نہیں دیا جاتا ہے ایک کیس کو 100 سال یا پھر عمر ہی تمام ہوجاتی ہے قوم اب بے رحم احتساب کی توقع کر رہی ہے وہ بھی فوج سے اگر اب بھی ایسا نہ ہوا تو یہ قوم پاک آرمی سے وابستہ امیدیں توڑ دے گی رہی بات بنیادی حقوق اور قانون کی وہ آج تک پاکستان میں کسی غریب کو نہیں ملے بلکہ آج تک سلب ہی ہوتے آئے ہیں اگر ملک میں قانون کی حکمرانی ہوتی تو آج غریب، محنتی اور ایماندار پاکستانی یوں دربدر کی ٹھوکریں نہ کھاتے مشرق کی بیٹی کی عزت نہ لٹتی یورپ میں فوزیہ صدیقی یوں اپنا ذہنی توازن نہ کھوتی مائیں اپنے بچوں کی پرورش کی خاطر اپنا جسم نہ بیچیں بیٹیاں حالات سے تنگ آکر اپنی عزت کو بازار میں نہ رکھتی، علاج کے لیے باپ اپنا گردہ نہ بیچتا، بھائی بے روزگاری کے طعنوں سے تنگ آکر اسلحہ نہ اٹھاتا کیا ان سب وجوہات کے پیچھے حکومت کا ناکام ہونا ہے نہیں حکومت ناکام

نہیں ہوئی بلکہ ہمارے غیرت والے لیڈر مرگئے جن کی سانسیں عوام ہوا کرتی تھیں اب تو بس لیڈر طوائف کے کوٹھے پہ نظر آتے ہیں نالائق لیڈر نالائق حکومت کی نالائقانہ پالیسیاں ہیں جس کی وجہ سے فوج کو آنا پڑا ہے فوج کو اب بے دریغ احتساب کرنا چاہیے نہ صرف دہشت گردوں کے خلاف بلکہ ہر اس فرد کے خلاف ایکشن لینا چاہیے جس نے ملک کو نقصان پہنچایا ہو بے شک اس میں سابق فوجی ہوں سیاستدان،
بیوروکریٹ یا صحافی ہوں سب چوروں کو سربازار الٹا لٹکا کر لوٹی گئی دولت کا ایک ایک پیسہ واپس لیا جائے تاکہ ہم اس پاکستان میں واپس جا سکیں جسکے لیے ہمارے بڑوں نے قربانیاں دی جسکا تصور علامہ اقبال نے پیش کیا تھا اور جسکی قیام کے لیے قائداعظم محمد علی جناح نے دن رات ایک کر دیا تھا۔

نیا سال نئی امیدیں

گذشتہ برسوں کی طرح 2014ء بھی بلا آخر اختتام پذیر ہوگیا اور ہم ہر نئے سال کو نئی تبدیلیوں کے ہمراہ نہ صرف قبول کر لیتے ہیں بلکہ سوچتے ہیں کہ پچھلے سال جو ہم نے دکھ تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائی ہیں ان کو اس نئے سال میں اپنے قریب بھی پھٹکنے نہ دیں 2014ء ہمیں اس حوالے سے بھی ہمیشہ یاد رہے گا کہ اس سال کے آخری ماہ میں پشاور کے آرمی سکول کے حادثہ میں ہمارے بچوں کے ساتھ جو ظلم کیا گیا اس نے ہمارے سینے چھلنی کر دیے اس کے بعد کراچی اور لاہور میں ہونے والی آتشزدگی کے نتیجہ میں جو ہلاکتیں ہوئی وہ بھی ہمیں نہیں بھولیں گی ان سب نا قابل فراموش واقعات کے باوجود ہم آج تک یہ بھی نہیں بھول سکے کہ 11 مئی 2013 کو ملک میں عام انتخابات سے قبل ہمارے آج کے حکمرانوں نے جو ہم سے وعدے کیے تھے انکو آج تک کیوں نہیں کیا گیا اگر حکمران اپنے ان وعدوں میں سے صرف دہشت گردی ، مہنگائی ، کرپشن کو ختم کرنے اور بلدیاتی الیکشن کروانے کے وعدے پورے کر دیتے تو ہو سکتا تھا کہ ہم آج ان تمام جان لیوا احادثات سے بچ جاتے کیونکہ دہشت گردی نے ہمارے ملک کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے کوئی غیر ملکی سرمایہ دار پاکستان نہیں آتا جو آچکا ہے وہ ان دہشت گردوں کے ہاتھوں تنگ آکر واپس جانے کے منصوبے بنا رہا ہے دہشت گردوں نے نہ صرف ہماری فوجی

جوانوں کے گلے کاٹ کر ان سے فٹ بال کھیلا ہے بلکہ ہمارے کل کی امید معصوم بچوں کو سکول میں گھس کر جس بے دردری سے شہید کیا گیا ہے اسے ہم کیسے بھلا سکتے ہیں اگر حکمران حلف اٹھانے کے بعد فوری طور پر ملک میں موجود دہشت گردوں کے خلاف آپریشن شروع کر دیتے تو آج ہمارے ملک سے دہشت گردی کا مسئلہ ختم ہو چکا ہوتا مگر ہماری سیاسی قیادت اور طالبان کے حامیوں نے انہیں مذاکرات کی آڑ میں خود کو مضبوط کرنے کا موقعہ فراہم کر دیا جسکے بعد ایک طرف مذاکرات کا ڈھونگ رچایا جاتا رہا تو دوسری طرف دہشت گرد نہ صرف اپنے آپ کو مضبوط کرتے رہے بلکہ ملک میں اپنی مذموم کاروائیاں بھی دھڑلے سے جاری رکھے ہوئے تھے اور انکے حامی اس وقت بھی انکے ساتھ تھے اور آج بھی انکے ساتھ ہیں موجودہ حکمران اپنے اس وعدے کی تکمیل میں بری طرح ناکام رہے اور عوام کو بھیڑ بکریوں کی طرح ان خونخوار درندوں کے آگے پھینک دیا جنھوں نے نہ بچے دیکھے نہ بزرگ اور نہ ہی خواتین کا احترام کیا سب کو خون میں نہلاتے رہے آج تک جتنے بھی پاکستان میں دہشت گردوں کے ہاتھوں شہید ہوئے ان سب کے خون کا حساب حکمرانوں کے سر ہوگا کہ جنھوں نے دہشت گردی کو ختم کرنے کا وعدہ کرکے اس لعنت کو ختم نہ کیا حکمران اپنا دوسرا وعدہ مہنگائی اور کرپشن کو کنٹرول کرکے پورا کر دیتے تو آج ملک کے کونے کونے میں جو وارداتیں ہو رہی ہیں اور اس کے نتیجہ میں قتل وغارت کا جو بازار گرم ہو چکا ہے یہ بھی نہ ہوتا آج رات کے وقت کسی بھی سنسان گلی یا سڑک سے گذرنا محال ہو چکا ہے بعض

اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم چوروں کے ملک میں رہ رہے ہیں جہاں کوئی بھی چیز درست نہیں ہے ایک انسان کے مستقبل سے لیکر اسکی زندگی تک کچھ بھی محفوظ نہیں کسی بھی وقت کوئی بھی حالات کا ستایا ہوا آپ سے آپکا سب کچھ چھین سکتا ہے اسکی سب سے بڑی وجہ بڑھتی ہوئی مہنگائی بے روزگاری اور کرپشن ہے جس نے نوجوان نسل کو اس راہ پر لگا دیا ہے اوپر سے ہمارے تھانے اور تھانیداری نظام نے ان برائیوں کو ختم کرنے کی بجائے ایسے افراد کی پرورش کرنا شروع کر رکھی ہے جو لوٹ مار کرنے کا ماہر ہو اور اعلی قسم کا فراڈیا ہو ہمارے دیہات جو کبھی سب سے زیادہ محفوظ ہوا کرتے تھے جہاں کسان اپنے جانور اپنے ڈیروں میں باندھ کر خود گھر سکون سے سوتے تھے آج وہاں پر بھی ڈاکوؤں کا راج ہے لوگ سر شام ہی اپنے گھروں میں قید ہو جاتے ہیں اور مغرب کی نماز کے بعد نہ کوئی شہر سے گاؤں آتا ہے نہ ہی گاؤں والے کسی کو باہر جانے دیتے ہیں اب تو ڈاکو بھی پولیس کی وردی پہنے ناکہ لگائے کھڑے ہوتے ہیں اور پھر ہر گذرنے والے کو جی بھر کر لوٹتے ہیں لٹنے والا بعد میں اس خوف سے پولیس اسٹیشن نہیں جاتا کہ جو کپڑے بچ گئے ہیں وہ کہیں تھانے میں پولیس والے نہ اتروالیں حکومت مہنگائی اور کرپشن کو بھی کنٹرول کرنے میں بری طرح ناکام رہی جسکی وجہ سے نوجوان نسل بہک گئی اور اپنے ہی ملک کی دشمن بن گئی ہماری پولیس اور سیاستدان چوروں اور ڈاکوؤں کے سرپرست بن گئے ۔ الیکشن سے قبل حکومت نے ملک میں بلدیاتی الیکشن کروانے کا بھی وعدہ کیا تھا جسکا اب

وہ ذکر کرنا بھی گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں اگر ملک میں بلدیاتی ادارے اپنا کام کر رہے ہوتے تو چھوٹے چھوٹے عوام مسائل مقامی سطح پر ہی حل ہو جاتے ہر واردات کی ذمہ دار متعلقہ پولیس ہوتی ہر کرپشن کا ذمہ دار متعلقہ ناظم یا چیئرمین ہوتا اور ہر ٹوٹی سڑک ،گلی اور نالی کی ذمہ داری متعلقہ کونسلر کی ہوتی عوام اور بلدیاتی ادارے آمنے سامنے ہوتے تو آج ملک کے آدھے مسائل ختم ہو چکے ہوتے مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حکمرانوں کا کام عوام کے مسائل کو ختم کرنا نہیں بلکہ ان میں مزید اضافہ کرنا ہے تاکہ ہر کسی کو اپنی ہی پڑی رہے سیاستدانوں کی لوٹ مار اور خاندانی سیاست کی طرف کسی کی توجہ نہ جائے۔ہر نئے سال کی طرح ہم بھی اسی امید ،آس خوش دلی سے نئے سال کو خوش آمدید کہتے ہوئے اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ 2015ء ہمارے پاکستان کے لیے خوشحالی ،امن، سکون اور ترقی کا سال ثابت ہو جس میں غریب کو بھی وہ سہولیات میسر ہوں جو ایک امیر کو حاصل ہیں ہمارے ہسپتالوں ،کچہریوں ، تھانوں اور سرکاری اداروں میں عوام کو وہ مقام مل جائے جو ہمارے حکمرانوں کو حاصل ہے کوئی ایک وقت کی روٹی کے لیے چوری نہ کرے اور نہ ہی کسی کا بھائی ، بہن اور والدین دواء کے بغیر لقمہ اجل بن جائیں ہر بنیادی سہولت ہر شہری کی دہلیز پر میسر ہو جائے۔

ہمارا نظام انصاف

فوجی عدالتوں کی ضرورت نہ پڑتی اگر ہمارے ادارے اپنی اپنی سمت اور دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے کام کرتے مگر بدقسمتی سے ہمارے اداروں کے اندر بیٹھے ہوئے مفاد پرست افسران نے اپنی ترجیحات بدل لی پسند اور ناپسند کے بعد رشتہ داریاں اور پھر دوستیاں ان سب چیزوں نے پاکستان کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے قانون پر اگر عمل ہو رہا ہے تو صرف بے چارے غریب اور لاچار پر ہو رہا ہے جنھوں نے ملک کا اربوں روپے کا نقصان کیا قرضے ہڑپ کیے بیرون ملک جائیدادیں خریدیں وہ کل بھی سکھی تھے اور آج بھی خیریت سے ہیں بلکہ انکے ارد گرد درجنوں سیکیورٹی کے اہلکار تعینات ہیں انکے سر میں درد بھی ہو تو وہ اپنا علاج کروانے باہر بھاگتے ہیں جبکہ یہاں غریب علاج اور دوائی کے بغیر مر بھی رہا ہو تو کسی کو کوئی پروا نہیں غریب انسان کسی نہ کسی طریقے سے پیسے اکٹھے کر بھی لے تو اسے کوئی ضمانت نہیں ہوتی کہ وہ جو دوائی کھا رہا ہے وہ ایک نمبر ہے یا دس نمبر کیونکہ ہمارے شہروں میں بیٹھے ہوئے انسان دشمن عطائیوں نے علاج کے نام پر شہریوں کو لوٹنے کا ٹھیکہ بھی لے رکھا ہے جبکہ ان عطائیوں کو جعلی ادویات فراہم کرنے والے جگہ جگہ اپنی ذاتی فیکٹریاں لگائے ان عطائیوں کو جعلی اور گھٹیا ادویات فراہم کر رہے ہیں اکثر عطائی ڈاکٹر انسانوں کو وہ ٹیکے لگاتے

ہیں جو جانوروں کے لیے تیار کیے جاتے ہیں کیا ہمارے شہروں میں بیٹھے محکمہ صحت کے اہلکاروں کو معلوم نہیں ہے کہ کس گلی کس محلہ اور کس دیہات میں کتنے عطائی کھلے عام اپنی پریکٹس کر رہے ہیں کسی بھی شہر کے ایک عام شہری کو بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے گلی محلے میں کون کیا کر رہا ہے مگر حکومتی اہلکار جو ہر ماہ غریب عوام کا لاکھوں روپے ہضم کر جاتے ہیں انکو توفیق نہیں ہوتی کہ وہ جرائم کی ان نرسریوں کو ختم کر سکیں کیا اس کام کے لیے بھی ہمیں فوج کی ضرورت پڑے گی کہ وہ آ کر ہمیں ان جعل سازوں سے بچائیں کیونکہ ہمارے عدالتی نظام کی خرابیوں کے باعث فوجی عدالتوں کا قیام عمل میں آچکا ہے جہاں ملک دشمن اور انسانیت کے نام پر دھبہ بننے والے افراد کو سخت سزائیں دی جائیں گی فوجی عدالتوں کے بعد اب ملک کے دوسرے تمام محکموں کو بھی اپنا قبلہ درست کرلینا چاہیے جہاں جہاں خامیاں موجود ہیں انکو دور کرکے عوام کے حقوق کا تحفظ کیا جائے بلخصوص ہمارے صحت کے شعبہ میں بہت سا کام ہونے والا ہے ہمارے سرکاری ہسپتالوں میں بہت سی ڈاکٹروں کی سیٹیں خالی پڑی ہوئی ہیں انہیں فوری طور پر مکمل کیا جائے ملک میں عطائی ڈاکٹروں اور انکو تحفظ فراہم کرنے والوں کا محاسبہ کیا جائے اور ایسے ایجنٹوں کے خلاف بھی سخت آپریشن کیا جائے جو ادویات کے نام پر زہر ان عطائیوں کے زریعے بانٹ رہے ہیں کرپشن اور لوٹ مار نے جس طرح ہمارے دوسرے محکموں کو کھوکھلا کر رکھا ہے اسی طرح محکمہ صحت میں بھی لوٹ مار کا بازار گرم ہے شہروں میں بیٹھے ہوئے ڈرگ انسپکٹروں

کے زیر سایہ نشہ کی گولیاں اور انجیکشن سرعام فروخت ہو رہے ہیں ہمارے پولیس اسٹیشنوں کی سرپرستی میں جواء اور نشہ کی محفلیں سرعام سجتی ہیں پہلے تو رات کو ڈاکو اور چور اپنا کام کیا کرتے تھے اب دن کے اجالے میں بھی وارداتیں رکنے کا نام نہیں لے رہی پہلے اسلام آباد جیسا خوبصورت شہر ان چوروں اور ڈاکوؤں سے محفوظ تھا اب یہاں بھی لاہور اور کراچی کی طرح لوٹ مار کا بازار گرم ہے اور حکمران ہیں وہ اپنی انا کی جنگ سے باہر نکلنے کو تیار نہیں لاہور کے حلقہ 122 پر اب سیاست شروع ہو چکی ہے ایک طرف سردار ایاز صادق کے حامی ہیں تو دوسری طرف عمران خان بدستور اپنی ضد پر قائم ہے اس حلقے سے جیت کر ایک تو اسلام آباد کے ایوانوں میں گم ہو گیا ہے تو دوسرا بنی گالا کے محل میں رہ گئی بات عوام کی ان کی زندگیوں میں نہ پہلے کوئی تبدیلی آئی تھی نہ اب کچھ تبدیل ہوا ہے پہلے بھی عوام کے لیے حالات خراب اور ملکی خزانہ خالی تھا وہی صورتحال اب بھی برقرار ہے اگر دیکھا جائے تو سب کچھ جوں کا توں ہے پچھلے پانچ سال بھی لوگوں نے بغیر بجلی ،گیس اور امن کے گذارے اب بھی سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں بارشوں میں ابلتے ہوئے سیوریج ہیں بجلی ،گیس اور امن پہلے تھا نہ اب ہے کراچی جیسا مصروف شہر جو دن بدن تنگ اور چھوٹا ہوتا جارہا ہے جہاں پورے ملک کے بے روزگار لوگ قسمت آزمائی کے لیے آتے ہیں یہاں پر بھی حالات کسی کے قابو میں نہیں ہیں کبھی فوج کو بلا لیا جاتا ہے تو کبھی رینجر کو دعوت دی جاتی ہے ہمارے اپنے ادارے سیاسی طور پر تباہ کردیے

گئے ہیں اگر کوئی فرد اپنے ادارے میں رہتے ہوئے اچھا کام کرنا بھی چاہے تو اسے وہاں پر موجود بیٹھا ہوا مافیا اچھا کام کرنے نہیں دیگا اس لیے اس کرپشن زدہ نظام کا حصہ بن جائیگا یا پھر اس سے بغاوت کردیگا پاکستان میں بغاوت کرنے والے نہ ہونے کے برابر ہیں جبکہ موجودہ نظام کا حصہ بننے والے زیادہ افراد ہوتے ہیں کیونکہ یہاں پر حکومت کی طرف سے تو کسی قسم کی کوئی مدد نہیں کی جاتی اپنی مدد آپ کے تحت ہی ہر کام کرنا پڑتا ہے ہمارے ہاں انصاف کا نظام بھی اتنا سست ہے کہ بعض اوقات مدعی پارٹیاں عدالتوں کی بجائے اپنا حساب کتاب خود ہی چکا دیتی ہیں اسی لیے تو کبھی لاہور جیسے شہر میں پانچ سالہ معصوم بچے کو درندگی کا نشانہ بنا کر پھانسی دیدی جاتی ہے تو کبھی 2 سال کی معصوم کلی کو مسل دیا جاتا ہے اگر ہمارا نظام انصاف مضبوط ہوتا تو کسی میں جرم کرنے کی اتنی جرءات ہی نہ ہوتی کرپشن زدہ معاشرہ اور اداروں کا آپریشن کرنے کے لیے ہر شہر میں بلا تفریق فوجی عدالت قائم کردی جائے جو ایک محدود مدت میں میں فیصلہ سنا دے تاکہ افسردہ قوم کو کوئی تو خوشخبری ملے۔

پیٹرول کی تلاش میں

کیسے حکمران ہیں جو پیٹرول اور گیس پر قابو نہیں پا سکے صرف چند دنوں میں پیٹرول کا بحران اتنا شدت اختیار کر گیا ہے کہ اب یہی مسئلہ دہشت گردی جیسے مسئلے سے بھی بڑا بنتا جا رہا ہے بجلی اور گیس کا بحران تو پیپلز پارٹی کی سابق حکومت نے مسلم لیگ ن کی موجودہ حکومت کو تحفہ میں دیا تھا اور انہی دونوں بحرانوں پر سیاست کر کے عوام کو بیوقوف بنا کر حکومت بنانے والے شیروں نے بجلی اور گیس کے بحران میں پیٹرول کا بھی بحران شامل کر دیا ہے اس کو کہتے ہیں سیاست کہ عوام کو ایسی مصیبتوں میں الجھائے رکھو کہ انہیں حکومت کے کسی کارنامے کی خبر ہی نہ ہو حکومتی کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ موجودہ حکومت ابھی تک وزیر خارجہ کی ذمہ داریاں کسی کو دینے میں ناکام رہی ہے یا ان شیروں کے پاس کوئی ایسا سمجھ دار اور قابل شیر نہیں ہے جو یہ ذمہ داریاں سنبھال سکے اسی حکومتی خامی کو آرمی چیف جنرل راحیل شریف پورا کر رہے ہیں کبھی وہ افغانستان معاملات نمٹانے جاتے ہیں تو کبھی پاکستان کی نمائندگی کرنے لندن چلے جاتے ہیں ملک میں کوئی بھی مسئلہ سر اٹھائے تو فوج بھی سر اٹھائے آجاتے ہیں ہمارے باقی کے جتنے سرکاری ادارے ہیں وہ صرف کرپشن کا گڑھ بنے ہوئے ہیں اگر سیاستدانوں نے عوام

کو بیوقوف بنا کر صرف لوٹ مار کرکے اپنے اثاثوں میں ہی اضافہ کرنا ہے تو پھر پاکستان میں کرپشن اور چور بازاری کی کھل کر اجازت دیدی جائے تاکہ سب ایک بار کھل کر لوٹ مار کرلیں ویسے بھی تو اندر کھاتے ہر وہ کام ہو رہا ہے جو ہمارے قانون کی کتابوں میں میں بڑی سختی سے منع ہیں یہاں پر شراب اور جوئے کی اڈے عام ہیں دنیا کا کوئی نشہ ایسا نہیں ہے جو پاکستان میں دستیاب نہ ہو اب تو ہمارے گلی محلے اور تعلیمی ادارے بھی اس لعنت سے محفوظ نہیں رہے ضروریات زندگی کی خالص اشیاء بازار میں نایاب ہوچکی ہیں اور تو اور بچوں کو پلانے کے لیے دودھ لینے جائیں تو وہ بھی کیمیکل ملا نکلتا ہے پاکستان میں ہر غیر قانونی کام عام ہو رہا ہے سیاستدانوں سے لیکر عام دوکاندار تک پیسہ کمانے کی ہوس میں بہت آگے جاچکا ہے جنہوں نے نہ صرف ہمیں تباہ کر دیا ہے بلکہ ہمارے آنے والی نسلیں بھی ان جعل سازوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر اپنا نقصان کرتی رہیں گی جبکہ رشوت جیسا گھٹیا اور برا کام جو کبھی چھپ چھپا کر ہوتا تھا اب رشوت کا نام تبدیل کرکے کمیشن رکھ دیا گیا ہے جو ہر کام سے پہلے سرعام طلب کیا جاتا ہے ہمارے ہر ادارے میں قابلیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ پیسے اور سفارش کے زور پر تعیناتیاں ہو رہی ہے ہر غلط اور ناجائز کام سرعام ہو رہا ہے جسکی بظاہر ممانعت ہے اور ہر جائز کام کے لیے خواری لازمی بن جاتی ہے اس لیے کرپشن ،چور بازاری ،ملاوٹ ،لوٹ گھسوٹ ،کمیشن اور پسندیدہ سیٹوں پر پیسے کے زریعے تعیناتیوں پر قانون سازی کرکے سب چوروں کو تحفظ

فراہم کر دیا جائے تو پیپلز پارٹی کے دیرینہ نعرے روٹی، کپڑا اور مکان سمیت موجودہ حکومت کی غریب مکاؤ پالیسیاں دونوں پر عمل ہو سکے گا کیونکہ جسکے پاس اختیار اور طاقت ہو گی وہ اپنا حق اور حصہ چھین لے گا اور رہی بات کمزور اور غریب کی وہ خود ہی ختم ہو جائیں گے سسک سسک اور تڑپ تڑپ کر تو بے چارے غریب، مفلس اور بے یار و مدد گار افراد اب بھی موت کے منہ میں جا رہے ہیں اور رہی سہی کسر موجودہ حکومت نے پیٹرول کا بحران حل نہ کرکے پیدا کرلی ہے صبح سے شام تک اور پھر ساری ساری رات لوگ پیٹرول پمپوں کے باہر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں جنھوں نے موٹر سائیکل رکشے چلا کر اپنے خاندان کا پیٹ پالنا ہوتا ہے وہ پریشانی کے عالم حکومت کو کوس رہے ہیں اسی حکومت کے سابقہ دور میں بھی چینی اور آٹے کا بحران پیدا ہوا تھا جسکے بعد عوام روٹی کھانے سے تنگ آ گئی تھی اب پیٹرول کی بندش سے لوگوں کا روزگار ختم ہو چکا ہے اور حکومت کے وزیر اس بحران کو ختم کرنے کی بجائے اپنی اپنی رام کہانی سنا کر عوام کو مزید پریشانی کی دلدل میں دھکیل رہے ہیں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وزیر اعظم فوری اس طرف توجہ دیتے صرف سیکریٹری پیٹرولیم کو ہی معطل نہ کرتے بلکہ وزیر پیٹرولیم کو بھی فارغ کرتے مگر یہاں پر بھی ناانصافی کی گئی اپنے وزیر کو بچا لیا گیا جو اس ساری صورتحال کا ذمہ دار بنتا ہے حکومت کی ناقص کارکردگی صرف یہاں ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ پیٹرول کے بحران کے ساتھ ہی عوام کے ساتھ ایک اور ظلم بھی شروع ہو گیا پیٹرول غیر قانونی طور پر اب سڑکوں اور گلیوں

میں فروخت ہونا شروع گیا ہے جو ابھی فلحال ڈھائی سو روپے سے تین سو روپے کا ایک لیٹر دستیاب ہے اگر چند دن مزید یہی صورتحال رہی تو روزگار کے ہاتھوں مجبور لوگ پیٹرول کی تلاش میں اپنا کام دھندہ بھی گنوا بیٹھے گے یا پھر اپنے روزگار کو بچانے کے لیے سڑک کنارے اور گلی محلوں میں سرعام پیٹرول فروخت کرنے والوں سے پانچ سو روپے لیٹر بھی خرید کر حکومت کو بدعائیں دینگے۔

تحریر۔روہیل اکبر 03004821200

عجیب مشکل

عجیب مشکل میں پھنس چکے ہیں مہذب دنیا کے لوگ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ترقی کی نئی منازل طے کر رہے ہیں اور ہم نے اپنا سفر تنزلی کی طرف جاری رکھا ہوا ہے ہمیں آج تک کسی طرف سے بھی خوشی کی کوئی خبر نہیں ملی قیام پاکستان 1947 سے لیکر آج 2015 کے آغاز تک ہمیں نہ تو اچھا لیڈر مل سکا نہ ہم نے پیدا کیا اور نہ ہی ہمارے مفاد پرست لیڈروں نے کسی اچھے لیڈر کو پیدا ہونے ہی دیا کیونکہ جس نرسری سے لیڈر پیدا ہوتے ہیں اسے ہم نے جان بوجھ کر بند کر رکھا ہے ہمارے تعلیمی اداروں میں طلبہ یونین نہیں ہمارے بلدیاتی نظام جام ہیں جہاں کونسلر اپنی محنت کے بل بوتے پر آگے نکلتا ہے ہماری ٹریڈ یونینز ختم ہوچکی ہیں حکمرانوں کو سمجھ نہیں آرہی کہ وہ ملک کا نظام کیسے چلائیں اختیارات اور اقتدار پر جمہوریت کے نام پر قبضہ جما رکھا ہے کبھی ملک میں گیس نہیں ہے تو کبھی پیٹرول ختم ہوجاتا ہے کبھی چلتی ہوئی بس مسافروں سمیت جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتی ہے تو کبھی ناقص سامان سے تیار ہونے والے شادی ہال دھڑام سے نیچے آگرتے ہیں جہاں خوابوں کے محل سجائے دلہن پیا گھر جانے کی بجائے قبرستان چلی جاتی ہے کبھی کسی پلازے میں آگ بھڑک اٹھتی ہے تو کبھی کسی مارکیٹ میں آگ لگ جاتی ہے سڑک پر نکلیں تو بے ہنگم ٹریفک کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے

خریداری کے لیے جائیں تو پتا نہیں چلتا کہ جو چیز لائیں ہیں وہ اصلی ہے یا نقلی پہلے تو دیہات میں کچھ سکون ہوتا تھا مگر اب ہمارے دیہات بھی شہروں جیسی مشکلات میں گھر چکے ہیں غریب اپنی غربت کے ہاتھوں تنگ ہے اور امیر اپنی عیاشیوں سے دوسروں کو تنگ کر رہا ہے ایک یونین کونسل سے لیکر ایوان صدر تک کہیں بھی کچھ ٹھیک نہیں رہا دہشت گردوں نے ہمیں اندرونی طور پر نڈھال کر رکھا ہے اور ہمارے حکمرانوں نے ہمیں بیرونی دنیا میں بھی کسی کام کا نہیں چھوڑا سب کو معلوم ہے کہ کمیشن خور ایجنٹ ہر جگہ بیٹھے ہیں جو لوٹ مار کے زریعے اپنے ہی ملک کو کمزور کر رہے ہیں ہمارے آج تک جتنے بھی حکمران آئے بسب نے خوب لوٹا ملک کو کنگال کرکے بیرونی بینکوں میں اپنے اثاثے بڑھائے یہاں پر تو سرکاری ہپستال میں بیٹھا ہوا ایک فارماسسٹ ،پولیس اسٹیشن کا ایس ایچ او ،علاقے کا پٹواری، رجسٹری محرر جیسا معمولی سا ملازم نہ صرف کروڑوں اربوں روپے کا مالک بنا بیٹھا ہے بلکہ بیرون ملک اچھی خاصی جائیدادیں بنا کر اپنی آنے. والی نسلوں کا مستقبل بھی محفوظ بنا چکا ہے ان سے اوپر جو لٹیرے بیٹھے ہوئے ہیں انکے اثاثوں کی مالیت بھی کسی سے کم نہیں ہے رہی بات موجودہ اور سابقہ حکمرانوں کی انکے پاس تو اتنا پیسہ ہے کہ وہ چاہیں تو ایک دن میں ملک کا قرضہ اتار سکتے ہیں جو انہی کی وجہ سے آج ہمارے گلے پڑا ہوا ہے مگر سیاست کی اس جادوگری میں ہمیں بیوقوف بنا کر حکمرانوں نے تو اپنے پیٹ بھر لیے اور عوام کو پھینک دیا دہشت گردوں کے آگے پاکستان جو اس عام

شہریوں کے لیے مسائلستان بنا ہوا جہاں نہ کوئی ٹرین محفوظ ہے نہ گیس کی لائنیں اور نہ ہی بجلی کے پاور ہاؤس جسکا کا جب دل چاہتا ہے وہ منہ اٹھا کر کسی نہ کسی جگہ کو ٹارگٹ بنا کر بم سے اڑا دیتا ہے اور ہم بعد میں لکیر کو پیٹتے رہ جاتے ہیں پاکستان کو ایشین ٹائیگر بنانے کا نعرہ لگانے والوں نے مادرِ وطن کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، مزے کی بات یہ ہے کہ انہیں نہ تو شرمندگی کا احساس ہے نہ ہی اپنی بدترین کارکردگی کا، ان لوگوں نے تو ملک اور قوم کو تاریکیوں میں دھکیل دیا، اسکے باوجود جمہوریت کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں اگر حقیقت پسندی سے دیکھا جائے تو جمہوریت کی نام پر آنے والے حکمران سیاست دان نہیں بلکہ سرمایہ کاری کرنے والے سرمایہ دار اور سیاست کو تجارت سمجھنے والے سیاسی تاجر ہیں جن کا مقصد ملک کے تمام سرکاری اداروں سے مال و متاع ذاتی طور پر حاصل کرکے اسے کنگھال بنانا ہے تاکہ وہ اور ان کے رفقا کار تباہ حال سرکاری اداروں کو کوڑیوں کے بھاؤ خرید کر اپنی دنیا آباد کرالیں ابھی کچھ دن قبل ملک کے مختلف شہروں میں پیٹرول کا بحران پیدا ہوا تو حکومت کے ہر وزیر، مشیر اور حکومتی عہدیدار نے اس پیٹرول کے حکومتی بحران کو بھی دشمنوں کی سازش قرار دینے کے لیے آسمان سر پر اٹھا لیا کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ پیٹرول کی قلت سے جو چند کا بحران پیدا ہوا تھا وہ حکومت کی غلطی تھی اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا اس کے ساتھ ساتھ ہماری یادداشت بھی اتنی کمزور ہوچکی ہے کہ جیسے ہی کوئی مسئلہ ختم ہوتا ہے تو ہم

اسے بھول جاتے ہیں اگر دیکھا جائے تو پیٹرول بحران حکومت کے خلاف نہیں بلکہ ملک اور قوم کے خلاف ایک سازش ہے کیونکہ موجودہ حکمرانوں نے ماضی میں بھی کئی بحران پیدا کرکے اپنا نام سوداگروں میں درج کرالیا تھا ماضی میں وزیرِ پیٹرولیم نے PSO اپنی ذاتی ائیر لائن بنائی تھی شاید آج وہ بذاتِ خود یا کسی اور اہم شخصیت کے لئے کا سودہ کرالیں ورنہ پاکستان کے طول و عرض میں پیٹرول کا بحران کیوں پیدا ہوا؟اس مصنوعی بحران سے حب الوطنی پر بھی سوالات اٹھ رہے ہیں کہ آخر اس بحران کا مقصد کس کا ایجنڈا پورا کرنا ہے جبکہ پیٹرول بحران پر اپوزیشن کی خاموشی بھی سوالیانشان ہے ؟کیونکہ اصل میں ملک کی تعمیر وترقی میں مقابلہ بازی نہیں کی جاتی بلکہ یہاں تو اہم سرکاری اداروں کو ہتھیانے کا مقابلہ ہورہا ہے یعنی کون کس ادارے پر قابض ہوسکتا ہے کیونکہ ہوس بہت بری بلا ہے ،فرعون بھی اس چکر میں مارا گیا تھا، مرتے وقت اس کی، جنت بنانے کی خواہش بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دم توڑ گئی تھی ،بات دراصل یہ ہے کہ جہاں سے حکمرانوں کا تعلق ہے ان کی غلطیاں نظر انداز کردی جاتی ہیں جبکہ اچھے سیاست دانوں کو جو نہایت ایماندار شریف بھی ہوتے ہیں انہیں نام نہاد فرضی مقدموں میں پھنسا کر اقتدار سے آوٹ کرادیا جاتا ہے۔ وفاق سے لیکر صوبوں تک ملک کی بھاگ دوڑ ایسے افراد کے ہاتھوں میں ہیں جنھوں نے ملک کا بیڑہ غرق کردیا ہے قوم ان حکمرانوں کو بد دعائیں دے رہی ہے مگر ان پر پھر بھی اثر نہیں ہوتا کیونکہ وہ ڈھیٹ بن چکے ہیں حالانکہ آٹھ برس قبل

حکمران اتنے بے حس نہیں تھے مگر ٹک ٹکا کی سیاست نے انہیں باور کرادیا ہے کہ حکمران اور اپوزیشن دونوں ملکر ملک و قوم کا کچھ بھی حشر کردیں انہیں ان کے عہدوں سے کوئی بھی نہیں ہٹا سکتا لہذا وہ قوم کے ذلت آمیز رویوں کو مسلسل سمیٹ رہے ہیں اللہ تعالی عوام کو عقل دیدے یا حکمرانوں کو۔

قیام پاکستان اور خواب

پیپلز پارٹی کے ناراض جیالے اور سابق صوبائی وزیر داخلہ ذوالفقار مرزا کچھ عرصہ قبل بھی اسی طرح متحرک ہوئے تھے جس طرح آجکل وہ اپنے دوستوں کی نیند حرام کرنے لگے ہوئے ہیں انکے مخالفین انہیں مختلف نام بھی دے رہے ہیں مگر اس سے قطع نظر کہ انکے خلاف کون کیا کہہ رہا ہے میں تو ذاتی طور پر ذوالفقار مرزا کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ پہلے بھی کھل کر سامنے آئے تھے اور اب بھی وہ کھل کر سب کو ننگا کر رہا ہے کہ کون کس کا مالشیا رہا ہے اور کون کس کے ٹوائلٹ صاف کرتا رہا ہے ذوالفقار مرزا کا کہنا ہے کہ ہم کراچی میں دہشت گردوں کو پکڑتے تھے اور سابق صدر زرداری کے چہیتے رحمٰن ملک سندھ حکومت سے ان دہشت گردوں کو رہا کروا لیتے تھے ذوالفقار مرز واقعی ایک بہادر اور نڈر انسان ہیں جنہوں نے پہلے بھی کھل کر باتیں کی اور اب بھی تلخ حقیقتوں پر سے پردے اٹھا رہے ہیں ہمارے سیاستدان نہ پہلے ملک سے مخلص تھے اور نہ ہی آج ہیں یہی وجہ ہے کہ پاکستان دن بدن
اندھیروں میں ڈوب رہا ہے دہشت گردی ہے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی کبھی سکول میں بچوں کو شہید کر دیا جاتا ہے کبھی مزدوروں کو زندہ جلا دیا جاتا ہے تو کبھی نمازیوں کو خون میں نہلا دیا جاتا ہے مجال ہے کہ آج تک کوئی حکمران ان دہشت

گردوں کے ہاتھ لگا ہو بیچاری غریب عوام ہی ہر طرف مر رہی ہے ووٹ نہ دے تو بھی اگر ووٹ دیدے تو پھر بھی اگر جمہوریت چلی جائے یا جمہوریت بحال ہو جائے عام انسان کی زندگی پر کوئی فرق نہیں پڑتا جب تک مالشیے اور ذاتی خدمتگار وزیر بنتے رہیں گے اس وقت تک ملک اور قوم کا سدھرنا نظر نہیں آرہا۔لازوال اور بے شمار قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والا ملک آج چند ہاتھوں کا کھلونا بن گیا ہے۔آزادی اور پاکستان کے قیام کے وقت ہمارے بزرگوں نے سکھ کا سانس لیا تھا کہ اب انگریزوں کی غلامی سے ہماری جان چھوٹ گئی ہے مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ انگریزوں کی غلام کے بعد ہم انگریزوں کے غلام کے بھی غلام بن جائیں گے ہمارے ساتھ آزاد ہونے والا ملک چین آج دنیا کی سپر پاور بنتا جارہا ہے اور ہم یہاں پر گرمی کا موسم ہو تو بجلی کو ترستے ہیں موسم سرما ہو تو شہری گیس کو ترستے ہیں ٹیکس انتہائی غریب آدمی سے ماچش تک خریدنے پر وصول کر لیا جاتا ہے۔ ٹیکس کی مقررہ شرح کی مد میں کوئی آئیں یا نہ ائیں اُس سے موبائل کا کارڈ فیڈ کرتے وقت ہی ٹیکس کی کٹوتی کر لی جاتی ہیں۔ لفظی خیر خواں حکمرانوں کو اب پاکستان کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے،ہم سے پاکستان نہیں بلکہ پاکستان سے ہم ہیں۔ حکمرانوں کو چاہئیں کہ نظام بدلیں،صرف تقاریر اور نعروں سے قائد کا خواب کبھی پورا نہیں ہو گا،آج شہریوں نے اپنے آزاد ملک میں گلی ، محلوں میں اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے چوکیدار رکھے ہوئے ہیں۔ جبکہ دکانداروں ، فیکٹری مالکان نے سیکیورٹی گارڈز۔ سول ٹرانسپورٹروں

نے راستہ میں ہونے والی چوری ڈکیتیوں کی وارداتوں سے محفوظ رہنے کے لئے گن مین رکھیں ہیں۔ اتنے ٹیکس ادا کرنے کے باوجود شہریوں کے جان و مال محفوظ نہیں ہیں۔ حکمرانوں کو چاہیئے کہ غیروں پر بھروسہ اور اُنکی باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ اور اپنے ملک پاکستان کو ایک مثالی ملک بنانے کے لئے خود فیصلے کریں، ہمسائیہ ملک چین ہمارے ملک کے آزاد ہونے کے کافی عرصہ کے بعد آزاد ہوا۔ آج اُس کی پراڈیکٹ پوری دنیا میں اپنا لوہا منوانے میں کامیاب ہو گئی ہیں، بنگلہ دیش ہم سے جدا ہوا آج وہ ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہے۔ خون کی ہولی آئے دن پاکستان کا مقدر ہی کیوں ؟ حکمرانوں کو اپنی پالیساں بدلنے کی ضرورت ہیں۔ لاکھوں شہری بے روزگاری کا طوق گلے میں ڈالیں در بدر بھٹک رہے ہیں سب جانتے ہیں کہ دنیا کا واحد ملک پاکستان ہے جس میں تمام تر قدرتی وسائل وسیع پیمانے پر موجود ہیں۔ نمک، کوئلہ، سوئی گیس کے ذخائر پاکستان کی سرزمین میں بے تحاشا ہیں، دنیا کے تمام ممالک جانتے ہیں کہ اگر پاکستان اپنے ذخائر سے استفادہ حاصل کرے تو کئی خوشحال ملک پاکستان سے خوشیاں اُدھار مانگیں گئے جو کہ کئی ممالک کو ناپسند گزرے گا، مگر اب بھی وقت ہے اگر حکمرانوں نے کچھ نہ کیا تو آنے والی نسلیں ہم کو بد دعائیں دیں گی۔ لہٰذا حکمرانوں کو وقت کو غنیمت جانتے ہوئے ملکی حالات کے متعلق بہتر سوچ رکھنا ہو گی اور ملک میں امن اور ترقی کی راہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو روندنا ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ موجودہ نظام کے تحت سینیٹ

انتخابات کے انعقاد کا مطلب دھاندلی کے ذریعے اقتدار میں آنے والوں کی اکثریت میں مزید اضافہ کرنا ہے جو یقینا ملک و قوم کے ساتھ مذاق' زیادتی' ناانصافی اور اس کے مستقبل سے کھلواڑ کے مترادف ہے سینیٹ کی حیثیت ملکی سلامتی' تعمیر و ترقی اور قومی پالیسیوں کے حوالے سے قومی اسمبلی کو ماہرانہ رائے پیش کرنا ہے تاکہ اسمبلی کے فیصلے قومی و عوامی مفاد کے تابع ہوں اور ان کے ثمرات سے قوم کا ہر فرد فیضیاب ہو سکے اسلئے اسمبلی میں موجود جماعتوں کو سینیٹ کی نشستوں کا کوٹہ پیش کرکے عوام کا استحصال کرنے کی بجائے صنعتکاروں 'تاجروں' مزدوروں' طالبعلموں' خواتین' مذہبی اسکالروں' صحافیوں' وکلاً' قانون دانوں اور زندگی کے دیگر تمام شعبوں کی رجسٹرڈ تنظیموں سے مساوی نمائندگی لیکر سینیٹ کی تشکیل کی جائے جس میں ہر صوبے کی نمائندگی کا مساوی ہونا بھی لازم ہے چھوٹے اور بڑے صوبے کے نام پر ہونے والے عوامی استحصال کی روایت کا خاتمہ بھی ہو اور سینیٹ کی ماہرانہ رائے کے تحت قومی اسمبلی کے فیصلوں سے ملک و قوم امن' اخوت' ترقی' خوشحالی اور خود مختاری کے حقیقی کہکشاؤں کی جانب بڑھ سکیں۔

مالِ مفت دلِ بے رحم

پاکستان میں کرپشن اور چور بازاری اب اتنی عام ہو چکی ہے کہ جس دن کمیشن لیتے ہوئے ،سفارش کرواتے ہوئے اور لین دین کی باتیں کرتے ہوئے نہ سنیں تو بے چینی سی ہونے لگتی کہ سیاستدانوں نے آج ہمارے ملک کا نقشہ ہی تبدیل کر دیا ہے اور حالات بھی درست نہیں لگتے ابھی سینٹ الیکشن کی آمد آمد ہے اور مختلف صوبوں میں اراکین اسمبلیوں کی قیمتیں لگنے کی خبریں آنا شروع ہو چکی ہیں ایوان بالاکے معزز اراکین سے لیکر خاکروب تک سب کرپشن کے حمام میں نہیں بلکہ سڑکوں پر ننگے ہو رہے ہیں کروڑوں روپے میں بکنے والے اراکین اسمبلی اور ان سے ووٹ حاصل کرکے سینٹ کے رکن منتخب ہونے والوں سے انصاف اور حب الوطنی کی کیا امید رکھی جاسکتی ہے کہ جنھوں نے غیر قانونی انداز میں پیسہ کما کر پیسہ کمانے کے لیے سیاست کرنی ہے ابھی سینٹ الیکشن ہوئے نہیں ہیں اور مختلف حلقوں کی جانب سے اربوں روپے کی تقسیم شروع ہونے کی خبریں عام ہیں جیسے جیسے مزید دن گذریں گے ویسے ویسے مزید انکشافات ہونا شروع ہو جائیں گے مگر اب ایسی لوٹ مار پر کسی کو کوئی حیرت ،افسوس اور شرمندگی نہیں ہوتی کیونکہ ہم سب بے حس ہو چکے ہیں ایک طرف جیتے جاگتے معزز انسانوں کی قیمتیں لگ رہی ہیں تو دوسری طرف ملک میں بسنے والے غریب عوام غربت اور حکمرانوں کی بندر بانٹ کے ہاتھوں اپنی زندگی کے مشکل ترین دن

گذار رہے ہیں دوسری تمام جماعتوں کی طرح حکمران جماعت نے بھی سینٹ میں اپنی سیٹوں اور اپنے نمائندوں کو پکا کرنے کے لیے حکومتی خزانے کا منہ کھول کر اراکین اسمبلی کو کروڑوں روپے کے ترقیاتی فنڈز جاری کرنے شروع کردیے ہیں اسکے ساتھ ساتھ حکومت پنجاب نے اپنی میرٹ پالیسی کی دھجیاں آڑاتے ہوئے اور حق داروں سے انکا حق چھینتے ہوئے پنجاب میں درجہ چہارم کی تمام خالی آسامیوں کی اراکین اسمبلی میں بندر بانٹ کردی ہے جسکی وجہ سے متعدد ایسے افراد بھی زد میں آگئے جو عمر زیادہ ہونے کے ڈر سے ان سیٹوں پر کام کرنا چاہتے تھے اور پھر بعد میں کسی اور جگہ قسمت آزمائی کرلیتے مگر موجودہ حکومت نے ان سیٹوں کو اراکین اسمبلی کو دیکر بے روزگار نوجوانوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اسکے ساتھ ساتھ حکومت نے صوبہ بھر میں غریب افراد کی مالی امداد کرنے والے ادارے میں بھی اپنی پارٹی کے عہدیداروں کو براجمان کردیا حکومت نے محکمہ عشر زکواۃ میں بھی میرٹ کی دھجیاں آڑاتے ہوئے پنجاب بھر میں سفارشی اور پارٹی عہدیداروں کو اراکین اسمبلی کی سفارش پر نوازتے ہوئے ضلعی چیئرمین سمیت تمام عہدوں کی بندر بانٹ کردی یہ محکمہ غریب افراد کی مالی امداد کرتا ہے مگر یہاں پر بھی حکومت پنجاب نے ایسے افراد کو ضلعی چیئرمین سمیت لوکل سطح پر ذمہ داریاں دیدی ہیں جو قطعی طور پر ان عہدوں کے قابل نہیں ہیں کیونکہ عشر زکواۃ آرڈیننس میں بڑے واضح انداز میں لکھا ہوا ہے کہ یہ ذمہ داری ایسے افراد کو دی جائے جو نیک ہوں ، نماز کے پابند ہوں ، مقامی

ضلع کے رہائشی ہوں اور انکا کسی بھی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہ ہو مگر حکومت نے پنجاب بھر میں لیگی عہدیداروں کو یہ ذمہ داریاں دیتے ہوئے میرٹ کی دھجیاں اڑادی ہر شہر میں میں مسلم لیگ ن کے سیاسی کارکنوں کو نوازتے ہوئے انہیں ضلعی اور تحصیل سطح پر زکواۃ کمیٹیوں کا چیئرمین بنا دیا گیا پنجاب کے ہر شہر میں ایسے افراد کی اکثریت جن کو انکے مقامی ایم پی اے یا ایم این اے نے چیئرمین کے لیے سفارش کی تھی صوبائی وزیر ملک ندیم کامران کے اپنے شہر ساہیوال میں ایسے فرد کو ضلعی چیئرمین کے لیے نامزد کیا گیا ہے جو مسلم لیگ ن تحصیل چیچہ وطنی کا صدر ہے جہلم میں دوسری بار ضلعی چیئرمین بننے والے جاوید بوٹا بھی مسلم لیگ ن کے صدر ہیں فیصل آباد میں عشر زکواۃ کے چیئرمین رانا نذیر باجوہ، شیخوپورہ کے چیئرمین سید مشتاق حسین شاہ سمیت پنجاب بھر تعینات ہونے والے عشر زکواۃ کے چیرمین مسلم لیگ ن کے عہدیدار ہیں خادم اعلی پنجاب کی بنائی ہوئی اپنی میرٹ پالیسی کی اس طرح دھجیاں آڑائی گئی ہیں کہ جیسے یہ ملک صرف اپنوں اور مفاد پرستوں کو نوازنے کے لیے بنایا گیا ہے اس حکومت کا ایک اور کارنامہ بھی ہے وہ بھی ذرا پڑھ لیں کہ سابق وزیر اعلی پنجاب چوہدری پرویز الہی نے جہاں کمیشن کلچر کو پروموٹ کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا وہی پر انہوں نے کچھ اچھے کام بھی کر دیے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ غریبوں اور مجبوروں کی مالی مدد ہوا کرتی تھی بے شک اس میں کئی ماہ لگ جاتے تھے مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ غریب انسان کو مل ہی جاتا تھا مگر

موجودہ حکومت نے اس مالی امداد کے دروازے بھی غریبوں پر بند کرکے صرف چند افراد کو نوازنے کے لیے 8۔کلب کے دروازے بند کرکے وہاں پر داخلہ بند کر رکھا ہے اور زکواۃ کے پیسوں کو انکے اصل حق داروں کی بجائے مال مفت دل بے رحم کی طرح اپنوں کو نوازنے پر استعمال کیے جا رہے ہیں۔

اداروں کی ناکامی

ہمارے ملک کے اداروں کی ناکامی کا بڑا سبب یہ ہے کہ جب ایک قابل اور محنتی شخص کام کرنا چاہتا ہے تو اسے مواقع فراہم نہیں کیے جاتے اور جب عمر کے آخری حصے میں انسان کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے تب اسے ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبا دیا جاتا ہے اسی لیے آج ہمارے تمام قومی اداروں کا برا حال ہو چکا ہے انصاف ملنا تو دور کی بات ہے کہیں سے انصاف کا نام و نشان ملنا بھی دشوار ہو چکا ہے ملکی معاملات کو چلانے کے لیے ایک حکومت تشکیل دی جاتی ہے جو بظاہر تو عوام کے ووٹوں سے معرض وجود میں آتی ہے مگر جیسے ہی الیکشن کا عمل ختم ہوتا ہے تو پھر ہر طرف سے دھاندلی اور چور بازاری کا شور شروع ہو جاتا ہے کل کے ہارنے والے جیتنے والوں کے خلاف عدالتوں میں حصول انصاف کے لیے چلے جاتے ہیں مگر بات جوں کی توں ہی رہتی ہے اور پھر نئے الیکشن کا وقت آ پہنچتا ہے جو بھی اقتدار میں آتا ہے وہ عوامی مسائل اور ملک کے حالات سے بے خبر ہو کر صرف اپنے چاہنے والوں کو نوازنے اور اپنے حالات سے ہی باخبر رہتا ہے پیپلز پارٹی کا دور تھا تو تب ہر طرف لوٹ مار کا سماں تھا پاکستان ریلوے، پاکستان اسٹیل، پاکستان انٹرنیشنل ائر لائن جیسے بڑے بڑے اداروں کی تباہی کے ساتھ ہر قومی ادارے کو برباد

کردیاگیامسلم لیگ ن نے دو بار حکومت کرنے کے بعد تیسری بار بھی ملکی معیشت کا پہیہ الٹا گھما دیا وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف اپنے بڑے بھائی جناب آصف علی زرداری کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہی کی پالیسیوں کو آگے بڑھا رہے ہیں فرق صرف اتنا سا ہے کہ چہرے تبدیل ہوئے ہیں باقی سب کچھ ویسے ہی چل رہا ہے عمران خان خیبر پختون خواں میں دودھ کی نہریں نکالنے چلے تھے مگر ابھی تک دہشت گردی پر کنٹرول نہیں پایا جا سکا دونوں ایک دوسرے کا مورد الزام ٹھہرا کر عوام سے کنی کترا رہے ہیں ابھی ورلڈ کپ شروع ہوا ہے تو پاکستان کرکٹ بورڈ کی سربراہی میں ہمارے کھلاڑیوں نے جو کارنامے سرانجام دیے ہے وہ بھی ہمارے لیے شرمندگی کا باعث بنے ہوئے ہیں معین خان جوئے کے اڈے پر جانے کے بعد اب اپنے کیے کی قوم سے معافی مانگتا پھر رہا ہے جبکہ دوسرے کھلاڑیوں کے بھی جواریوں سے رابطوں کا انکشاف ہو رہا ہے ہم یہ مانتے ہیں کہ نواب محمد سرور خان آف بھوپال کے گھر 29 مارچ 1934 کو پیدا ہونے والے انکے اکلوتے صاحبزادے نوابزادہ شہریار محمد خان بہت ایماندار، سلجھے ہوئے اور وضع دار ہیں مگر اب وہ عمر کے جس حصے میں ہیں انہیں کرکٹ بورڈ کی سربراہی سے معذرت کر لینی چاہیے کیونکہ زندگی کو جس شاندار انداز میں انہوں نے انجوائے کیا ہے وہ بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتی ہے مگر اب عمر کے آخری حصہ میں آکر ٹیم پر جوئے کے الزام لگ رہے ہوں تو انکا دفاع کرتے ہوئے اچھا نہیں لگتا کہ سابق سفیر اور چیئرمین امور خارجہ جواریوں کو ٹیم سے نکالنے

کی بجائے انکا بڑے موثر انداز میں حمایتی بن رہا ہو کیا یہ عمر کا تقاضا ہے یا پھر کوئی اور وجوہات بن چکی ہیں جبکہ حکومت بھی کرکٹ بورڈ کے معاملات سے بے بس اور لاپراہ نظر آرہی ہے اس کی وجہ شائد وہی ہو جو یار لوگ بتا رہے ہیں کہ جو احسانات جناب نجم سیٹھی صاحب نے کیے تھے انہیں اتارا جا رہا ہے اسی لیے حکومت کرکٹ بورڈ کے معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی ورنہ پاکستان میں کسی قسم کے ٹیلنٹ کی کوئی کمی نہیں ہے ایک سے بڑھ کر کھلاڑی دستیاب ہیں اور اس ادارے کے انتظامی امور کو چلانے کے لیے تجربہ کار اور سلجھے ہوئے افراد کی کمی نہیں ہے اگر تو حکومت چاہتی ہے کہ پیپلز پارٹی دور میں برباد ہونے والے ریلوے کی طرح کرکٹ بورڈ کو تباہی سے بچالیا جائے تو پھر یہاں پر بھی کسی سعد رفیق جیسے فرد کو تعینات کردیا جائے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ماضی میں کون کتنا بڑا چور یا ڈاکو رہا ہے کس نے کتنا مال لوٹا اگر این آر او کی بدولت کوئی وزیر اعظم بن سکتا ہے تو کوئی گورنر تعینات ہو سکتا ہے تو پھر کرکٹ بورڈ کی ذمہ داریاں بھی کسی ایسے فرد کو دے دینی چاہیے جو جواریوں کے داؤ پیچ سے لیکر کرکٹ کی پیچ اور کھلاڑیوں کی نفسیات تک کو بھی سمجھتا ہو ورنہ ہماری باقی تمام کھیلوں کے ساتھ ساتھ کرکٹ بھی ڈوب جائیگی جس طرح اس وقت ملک اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے، کراچی خون میں ڈوبا ہوا ہے، عوام پریشانی میں ڈوبے ہوئے، افسران کمیشن اور حکمران مفاہمت کی سیاست میں ڈوبے ہوئے۔

اندھوں کا قانون

گذشتہ روز ایک بار پھر بہت سے نابینا افراد اکٹھے ہو کر پنجاب اسمبلی کے باہر جمع ہو گئے جہاں پر انھوں نے حکومتی قانون کی ایسی تیسی کر کے اپنا قانون نافذ کر دیا ان نابینا افراد کے قانون کے سامنے حکومتی قانون بے بس ہو گیا اسی دوران پنجاب اسمبلی میں عوام کے خادموں کا اجلاس بھی چل رہا تھا جہاں پر انھوں نے اپنے قانون کے مطابق اپنی تنخواہوں اور مراعات میں 100 فیصد اضافے کا بل بھی منظور کر لیا اب یہ عوامی خدمتگار پہلے سے زیادہ عوام کی خدمت کر سکیں گے مگر ان قانون بنانے والوں نے نابینا افراد کے ڈر سے پنجاب اسمبلی کا مرکزی دروازہ اندر سے بند کر کے تالا لگا دیا تاکہ باہر جو اپنا قانون نافذ کیے بیٹھے ہیں کہیں وہ اندر آ کر ان عوامی نمائندوں کے قانون کی ایسی تیسی نہ پھیر دیں۔

مال روڈ لاہور پر ہر طرح کے جلسے جلوس ،دھرنے اور احتجاج پر پابندی لگی ہوئی ہے مگر جس نے بھی اپنا حق لینا ہوتا ہے سب سے پہلے وہ اس پابندی والے حکومتی قانون کو مال پر الٹا لٹکا کر اسکا مذاق اڑاتا ہے پھر اسکے بعد وہاں پر موجود افراد اپنے حقوق کے لیے اپنا اپنا قانون جاری کر دیتے ہیں مال روڈ لاہور اور بلخصوص فیصل چوک جہاں پر ایک طرف پنجاب اسمبلی کی بلڈنگ ہے تو

دوسری طرف واپڈا ہاؤس ہے اور یہی سے مزنگ،گنگا رام ،سیکرٹریٹ ،ہائیکورٹ،جی پی او،اور ریلوے اسٹیشن سمیت مختلف اطراف کو راستے جاتے ہیں اس چوک پر دھرنا دیکر بیٹھنے سے یہ تمام اہم راستے بند ہو جاتے ہیں اور ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے گاڑیوں کی لمبی لمبی لائینز لگ جاتی ہے یہاں پر احتجاج کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ میڈیا فورا کوریج کرنا شروع کردیتا ہے اور بات بھی فورا حکومتی ایوانوں تک پہنچ جاتی ہے اور پھر کچھ حکومتی نمائندے ان احتجاج کرنے والوں کو طفل تسلی اور کچھ کا کام کرکے یہاں سے چلتا کردیتے ہیں مگر کامیاب وہی افراد ہوتے ہیں جو حکومتی قانون کو روندتے ہوئے اپنے قانون کے مطابق مال روڈ کو بلاک کردیں اسی طرح نابینا افراد نے بھی کیا اور مال روڈ بلاک کردی اور بلاآخر نابینا افراد نے اپنے قانون اور قاعدے کے مطابق حکومت سے اپنے مطالبات منظور کروالیے کچھ افراد کو فوری طور پر عارضی بنیادوں پر نوکری مل گئی اور کچھ نابینا افراد سے وعدہ کرلیا گیا اور آخر کار سب ہی کامیاب ہوگئے کیونکہ حکومت نے ان کا دھرنا ختم کروادیا نابینا افراد کو نوکریاں مل گئی۔

ہمارے ملک میں ہر فرد،ادارے اور سوسائٹی نے اپنا اپنا قانون بنا رکھا ہے منشیات فروشوں اور جواریوں نے اپنے قانون بنا رکھے ہیں غریب کے لیے قانون اور ہے امیر کے لیے اور تاؤٹ اور مفاد پرستوں کا قانون اور ہے جبکہ

ایماندار اور محنتی کے لیے قانون اور ہے سفارشی اور راشی کا قانون اور ہے تو میرٹ پر یقین رکھنے والے کے لیے قانون اور ہے یہاں پر ہر موقعہ اور مطلب کے لیے قانون سب کا اپنا اپنا ہے ہمارے دیہات میں جاگیر داروں کے اپنے قانون ہیں سرمایہ داروں کا اپنا قانون ہے مگر جو قانون اندھوں کا ہے وہ سب پر بھاری ہے اسی لیے تو ضرب المثل عام ہے کہ قانون اندھا ہوتا ہے یا جس کی لاٹھی اسکی بھینس یعنی جسکے پاس طاقت ہے تو قانون بھی پھر اسی کا ہی چلتا ہے ایسا تب ہوتا ہے جب حکومت کی گرفت اپنے اداروں پر کمزور ہو مفاد پرست ٹولہ اور انکے حواری اقتدار میں شامل ہو حق دار کو اسکا حق نہ دیا جارہا میرٹ کے نام پر حکومتی قوانین کی دھجیاں اڑائی جارہی ہو اراکین اسمبلیوں کو گھوڑے قرار دیکر انکی خرید وفروخت کرنے کے لیے سر عام بولیاں لگائی جارہی ہوں غریب انسان اپنی غربت سے تنگ آکر خودکشیاں کررہے ہوں لالچیوں اور سفارشیوں کو عہدوں کی بندر بانٹ کی جارہی ہو تھانوں میں کماؤں ملازمین کو تعینات کیا جارہا ہو، عوام کو صرف وعدوں پر ٹرخا کر اپنے مقاصد پورے کیے جارہے ہو اور سیاسی جماعتوں کے دہشت گرد گروپوں سے ڈیل کی جارہی تو پھر ہر کمزور فرد نے زندہ رہنے کے لیے اپنا ہی قانون بنانا ہے جس طرح قانون اندھا ہوتا ہے اور پھر اندھوں نے اپنا قانون بنا کر حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا یہ وہی نابینا افراد ہیں جنہیں چند ماہ قبل حکومت نے اپنی پولیس کے زریعے کلب چوک مال روڈ پر نشان عبرت بنا دیا تھا مار مار کر ان نابینا افراد کو

وہاں سے بھگا دیا مگر گذشتہ روز پھر قانون کی قانون سے ٹکر ہو گئی مگر اس بار اندھے قانون کی بجائے نابینا افراد کے قانون نے کامیابی حاصل کر لی یہ وہ افراد ہیں جو ہم سے زیادہ کام کرتے ہیں صرف ایک چھڑی کے زریعے بغیر کسی کے سہارے اپنی زندگی کی جنگ لڑتے رہتے ہیں ان کے حوصلے دیکھ کر بعض اوقات تو ہم جیسے بینا افراد حوصلہ پکڑتے ہیں کہ اپنے حقوق کی جنگ کیسے لڑنی ہے حکومت کو چاہیے کہ وہ اراکین اسمبلی کو ترقیاتی فنڈز دینے کی بجائے ملک میں فوری طور پر بلدیاتی الیکشن کروائے اور یہ فنڈز ان کونسلرز کے زریعے استعمال کیا جائے جو اپنے اپنے علاقے کے مسائل کو زیادہ بہتر انداز میں سمجھتے ہیں اور عوام کے مسائل نچلی سطح پر ہی حل ہونا شروع ہو جائیں گے پھر شائد اپنے اپنے قوانین میں بھی کمی آجائے۔

مرض بڑھتا گیا

ہمارا حال تو اس مریض جیسا ہو چکا ہے جس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ جوں جوں دوا کی مرض بڑھتا گیا ہم نے تو آمریت کے مرض سے جان چھڑوانے کے لیے جمہوریت کے نعرے لگانے والوں کو ووٹ دیے تاکہ اس بیماری سے جان خلاصی ہو جو ہماری بنیادوں کو کمزور کر رہی ہے ایسی کرپشن ،چور بازاری ،لوٹ مار اور دنگا فساد والی سیاست سے نکل کر ہم بھی خوشحالی کی طرف قدم بڑھا سکیں مگر جیسے جیسے ہم نے آمریت کے مرض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے قربانیاں دی ماریں کھائیں جیلوں میں پابند سلاسل ہوئے اور سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے مگر ہر آنے والے جمہوری نما آمر نے ہمیں پہلے سے زیادہ ٹیکے لگائے ہماری رگوں میں رہا سہا خون بھی کھینچنے کی کوشش کی ہماری کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھا اٹھا کر ہمیں ایک ایسے لاعلاج مرض میں مبتلا کر بستر مرگ پر اوندھے منہ لٹادیا کہ اب جسکا علاج دنوں ، مہینوں اور سالوں میں ممکن نہیں ہے بلکہ اسکے لیے پوری ایک صدی درکار ہو گی کیونکہ ان لوٹنے والوں نے ہمارے ضمیر کو بھی لوٹ لیا ہے اور ہم انسان ہوتے ہوئے بھی انسانوں جیسی زندگی نہیں گذار رہے نہ کہیں نظم وضبط ہے اور نہ ہی کہیں شعور کی پختگی نظر آتی ہے اور نہ ہی ہم میں صبر اور برداشت کا مادہ پایا جاتا ہے ہر طرف اوپر سے لیکر نیچے تک لوٹ مار کا سماء

ہے جسکے ہاتھ میں جو آ رہا ہے وہی اسے مال غنیمت سمجھ کر فرار ہو رہا ہے ہمارے سب سے کم درجے کے کاروباری حضرات سڑکوں پر پھل فروٹ بیچنے والے رہڑی والے حضرات ہیں جو صبح سے شام تک اچھی چیزیں دکھا کر خراب فروخت کر دیتے ہیں اور ان سے بھتہ وصول کرنے والے ہمارے بلدیاتی ملازم ہر ماہ ان رہڑی والوں اور غیر قانونی تھڑے لگانے والوں سے لاکھوں روپے بھتہ وصول کر لیتے ہیں اس کے بعد ان بھتہ خوروں سے انکے اعلی افسران ،کچھ بدمعاش قسم کے سابق عوامی نمائندے اور رہی سہی کسر کچھ صحافی حضرات بھی پوری کر کے اپنا اپنا حصہ وصول کر لیتے ہیں اس چھوٹے سے کاروباری فرد رہڑہی والے سے شروع ہونے والا کرپشن اور چور بازاری اکا سلسلہ اوپر تک پہنچ جاتا ہے اور جن کو ہم اپنے ووٹ دیکر اپنی تقدیر بدلنے کے لیے اسمبلیوں میں پہنچاتے ہیں وہ اپنے اوپر بکنے والے گھوڑوں کی چھاپ لگوا کر واپس آ جاتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہم میں سے ہر فرد بکنے کے لیے تیار بیٹھا ہوا ہے یہ اب خریدار کی مرضی ہے کہ وہ اپنا دست شفقت رکھ کر کسے اپنا ساتھی بنالیتا ہے اور جو بکنے کو شش تو کرتا ہے اور خریدار نہیں ملتا تو وہ پھر ڈنڈا سوٹا لیکر اپنا حصہ لینے کے لیے ان پر چڑھائی شروع کر دیتا ہے پھر جسکے پاس جتنی طاقت ہوتی ہے وہ اپنا حصہ اتنا ہی زیادہ وصول کرلیتا ہے رہی بات ہماری پولیس کی ان بیچارے غنڈوں نے کیا دہشت گردی روکنی ہے اور جرائم پر قابو پانا ہے یہ تو خود چوروں کے ساتھی، ڈکیتوں کے ہمسائے، عوام کی رگوں میں نشہ جیسی لعنت کو پھیلانے والوں

کے محافظ ہیں چند ایک پولیس افسران اگر اس ادارے میں نہ ہوں تو یہ محکمہ کب کا قبہ خانوں اور دلالوں کا محافظ بن کر عوام کی کھال اتار رہا ہوتا اگر کسی کو کوئی شک ہے تو آج ہی وہ اپنی گلی محلہ میں دیکھ لے کہ کون شراب کا کاروبار کر رہا ہے چرس کہاں سے آتی ہے اور لاہور جیسے شہر کے صرف ایک پولیس اسٹیشن نولکھا کے علاقہ میں اسٹیشن سے لیکر میکلوڈ روڈ تک کے ہوٹلوں میں کیا کچھ نہیں ہو رہا لڑکیوں کی خرید و فروخت سے لیکر دنیا بھر کا نشہ یہاں کھلے عام فروخت ہو رہا ہے یہ وہ شہر ہے جہاں اس جمہوری ملک کے جمہوری وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف صاحب کا گھر ہے اور انہی کے چھوٹے بھائی پنجاب کے اس دار الحکومت لاہور میں رہائش پذیر ہیں اور اپنے آپ کو خادم اعلی کہلاتے ہیں انہی کے احکامات اور افسران کی سفارش پر تعینات ہونے والے اکثر پولیس کے ایس ایچ اوز اپنے اپنے علاقوں میں لوٹ مار میں اپنا ثانی نہیں رکھتے یہ حال صرف لاہور ہی کا نہیں ہے بلکہ پورے پاکستان میں جہاں آپ کا دل کرے چلے جائیں وہاں پر آپ کو جواری، نوسر باز، نشہ باز، چرسی، شرابی اور فراڈیوں کی ایک لمبی لائن مل جائے گی آپ صرف ٹیلی فون کریں شراب، چرس اور افیون آپ کی دہلیز پر پہنچا دی جاتی ہے آپ صرف ایک ٹیلی فون پر کرکٹ میچ پر جوا بک کروا سکتے ہیں ہر چھوٹے درجے کا کاروباری خاص کر روزانہ کما کر کھانے والے ہمارے پاکستانی بھائی راتوں رات امیر ہونے کے چکر میں جواء کھیل کر اپنے بچوں کے لیے کمائی ہوئی ایک وقت کی روٹی بھی ہار جاتے ہیں کیا یہ

سب کچھ ہمارے قانون نافذ کرنے والے اداروں سے چھپ کر ہو رہا ہے بلکل نہیں بلکہ ہمارے ہر حکمران نے ہمیں کچھ نہ کچھ برائی تحفے میں ضرور دی آج عوام ، حکمران اور بیوروکریسی کے درمیان اتنا فرق پیدا ہوچکا ہے کہ جسے ٹھیک کرنے میں ایک دو سال کا وقت نہیں لگے گا کیونکہ انسان کا ضمیر جب ختم ہوجائے تو پھر اس خالی جگہ میں دوبارہ ضمیر پیدا کرنے میں بہت لمبا عرصہ لگے گا ہاں اگر کوئی جادوئی اثر رکھنے والا فرد حکمران بن جائے جو قانون پر عمل کرواکے چور کو چور اور قاتل کو قاتل بنا کر فوری سزا دیدے تو پھر اس ملک میں پھیلی گندگی کو صاف کیا جاسکتا ہے مگر ایسا ہوتا ہوا نظر نہیں آرہا کیونکہ قیام پاکستان کے بعد قائداعظم سے وفا نہ کرنے والے اب ہم سے کیا وفا کرینگے ۔

تحریر ۔ روہیل اکبر 03004821200

حکومت کی ذمہ داری

شہریوں کے جان و مال کی حفاظت اور انہیں زندہ رہنے کے لیے سہولیات فراہم کرنا حکومت وقت کا کام ہوتا ہے مگر یہاں الٹ کام چل پڑا ہے عوام حکومت کو اپنے ٹیکسوں سے زندہ رکھ رہی ہے جبکہ حکومت اور حکومتی ادارے عوام کو خطرناک تباہی کی طرف دھکیل کر نہ جانے کس بات کا انتقام لے رہے ہیں ایک طرف اشرافیہ ہے تو دوسری طرف عوام ایک کا کام مزے کرنا ہے تو دوسری کا کام دنگے فساد اور مرنا مارنا بن چکا ہے ایک طرف غربت اور بے روزگاری نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں تو دوسری طرف کے لوگوں کے پاس پیسے خرچ کرنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے یہ ہمارے حکمرانوں کا کمال ہے کہ امیر، پیسے والے اور حکمرانوں کے قریبی ہر جائز اور ناجائز فائدے بے دھڑک اٹھا رہے ہیں جبکہ غریب اور محنت کش افراد اخراجات کے بوجھ تلے دب کر اپنی موت آپ مرتے جا رہے ہیں آج کے اس دور میں جتنی ایک فرد تنخواہ لیتا ہے اس سے وہ اپنے بوڑھے والدین کے لیے ایک دن کی دوائی بھی نہیں خرید سکتا اور رہی زندگی کی عیاشیوں کی بات وہ غریب انسان کی اب سوچ سے بھی نکل چکی ہے اب تو صبح سے لیکر شام تک ایک عام شہری کو اپنی دال روٹی اور گھر کے اخراجات کی فکر ہی کہیں اور جانے کی اجازت نہیں دیتی ہمارے ادارے کرپشن کی نظر ہو چکے ہیں سرکاری ہسپتالوں میں عام انسان کے لیے ذلت اور خواری کے سوا کچھ

نہیں ہے جہاں انہیں اپنا معائنہ کروانے سے لیکر ادویات کے حصول تک اور پھر ٹیسٹوں کے لیے جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ بھی انتہائی ہتک آمیز ہوتی ہیں اب تو ہسپتال میں ڈاکٹروں سے چیک اپ کروانے کے لیے بھی ایم ایس کی سفارش کی ضرورت پڑتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب مریض کو زرا دیہان سے چیک کرلیں یہی نظام ہمارے باقی کے اداروں کا ہے پولیس نے تو ہر اس غیر قانونی کام کی سرپرستی کا ٹھیکہ لے لیا ہے جو معاشرے میں بگاڑ کا زریعہ بن رہا ہے حکومت نے ان سب.برائیوں سے آنکھ بند کرکے غریب کو اسکے حال پر چھوڑدیا ہے ہمارے دیہات کے لوگ بدترین غربت کا شکار ہو چکے ہیں ایک وقت کی روٹی کے لیے سارا دن چوہدری کے ڈیرے کا طواف کرتے رہے ہیں لوگوں نے کئی کئی سال سے اپنی جوتیاں اور کپڑے تبدیل نہیں کیے بچوں کے پاس نیکر ہے تو شرٹ نہیں ادویات خریدنے کی سکت نہیں ہے علاج معالجہ کے لیے دم درود اور تعویزوں سے کام چلایا جارہا ہے غربت ہے کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی اور کرپشن اتنی.بڑھ چکی ہے کہ کوئی غریب اپنے کسی ذاتی کام کے لیے بھی کسی کے پاس چلا جائے تو سب سے پہلے وہ کام کروانے والا پوچھے گا کہ مجھے کیا دوگے سرکاری سکولوں کا معیار تعلیم ختم ہوتا جارہا ہے پرائیوٹ سکولوں میں بچوں کو پڑھانے والے اپنا پیٹ کاٹ کر انکی فیسیں ادا کررہے ہیں چور،ڈاکو اور فراڈیے دندناتے پھر رہے ہیں جبکہ شریف اور حافظ قران افراد کو پولیس مشکوک سمجھ کر پکڑ رہی ہے اور بعد میں مظاہرین بے دردری سے تشدد کا نشانہ بنا کرانہیں آگ لگا دیتے ہیں اور

ہمارے ریاستی ادارے ان مظاہرین کا منہ دیکھتے رہتے ہیں اور عوام کے ووٹوں سے برسراقتدار آنے والے عوام کے لیے ہی پریشانی کا باعث بن کر انہیں مشکلات سے دوچار کر دیتے ہیں ہم لوگ اپنے بچے کا رونا بھی برداشت نہیں کرتے اور ان ظالم لوگوں نے جیتے جاگتے انسانوں کو آگ لگا کر کتنی بڑی اذیت سے دوچار کیا ہوگا وہ تو شہادت کا رتبہ پا کر جنت میں چلے گئے ہونگے مگر انکے والدین کی ساری زندگی جہنم بن گئی جنھوں نے پیدا کرنے سے لیکر انکی جوانی تک کے سفر میں نہ جانے کتنی مشکلات کا سامنا کیا ہوگا اور اپنے بڑھاپے کا سہارا سمجھ کر نہ جانے کیا کیا منصوبے بنا رکھے ہونگے مگر ہمارے حکومتی اداروں کے ظلم کا شکار ہو کر تشدد کا شکار ہو گئے ہمارے پاس مثال کے لیے کوئی بھی ایسا ادارہ نہیں ہے جو کرپشن اور سفارش کے کلچر سے پاک ہو جہاں پاکستان اور پاکستانیوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہا ہو جہاں چور بازاری اور مک مکا کی سیاست نہ ہو

پاکستان اس لیے بنایا گیا تھا کہ یہاں پر رہنے والے انسانوں کو انکے بنیادی حقوق انکی دہلیز پر پہنچائے جائیں نہ کہ اس لیے بنا تھا کہ ایک عام انسان سے اسکے حقوق چھین کر اسے جیتے جی موت کے منہ میں دھکیل دیا جائے اگر پاکستان کو آگے لیکر جانا ہے اور عوام کو خوشحالی کی زندگی دینا ہے تو پھر ہمیں اپنے بنائے ہوئے قانون پر عمل کرنے کے لیے چور بازاری کا راستہ روکنا ہوگا بکھری ہوئی قوم کو متحد کرنے کیلیے حکمران اپنے اندر انصاف کا نظام لائیں اپنے آپ کو ایک سچا، مخلص اور ہمدرد پاکستانی ثابت

کرنے کیلیے ملک میں عوام کو سہولیات فراہم کرنے کا جال بچھا دیں چوروں ،ڈاکوؤں اور کرپٹ افراد کو نشان عبرت بنا کرایک مثال قائم کردیں مگر یہ سب کچھ اس وقت ہی اچھا لگے گا جب کسی کو اپنی جائز ضرورت پوری کرنے کیلیئے کسی ناجائز طریقے کے استعمال کی ضرورت نہ پڑے اس لیے سب سے پہلے عوام کو سہولیات فراہم کی جائیں اسکے بعد احتساب کا نظام رائج کیا جائے ۔

پی ٹی آئی کی شامت

یمن کی صورتحال پر جائزہ لینے کے لیے پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس جاری تھا کہ مک مکا کی سیاست جسے ہم قومی مفاد میں کی سیاست بھی کہتے ہیں پر یقین رکھنے والے سیاسی حکمرانوں کی ایوان میں تقریبا سات ماہ بعد واپسی ہو گئ جس پر ایوان میں ایک شور مچ گیا اور رہی سہی کسر خواجہ آصف نے پوری کر دی جس پر تحریک انصاف کے اراکین بھی سیخ پا ہوئے مگر جو کچھ انہوں نے کنٹینر میں بیٹھ کر بویا تھا اب اس فصل کے کٹنے کا وقت آچکا ہے عمران خان جس طرح کی سیاسی گفتگو کیا کرتے تھے اب ان باتوں کا بدلہ لینے کا وقت آچکا ہے ابجب بھی اجلاس ہو گا اسی دوران کوئی نہ کوئی حکومتی رکن کھڑا ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالے گا جس طرح دھرنے میں لوگ عمران خان کی تقریریں مزے لے لے کر سنتے تھے اب اسی طرح حکومتی اراکین کی نمک مرچ والی باتوں سے لوگ محظوظ ہوا کرینگے اور تحریک انصاف صرف اپنے اوپر کیے جانے والے حملے کا دفاع ہی کرتی رہے گی باقی رہی انکے مطالبات والی بات وہ بھی سابقہ کمیشنوں کی طرح اخباروں اور خبروں تک ہی محدود ہوگا پچھلے پانچ سال پیپلز پارٹی کی حکومت نے بھی اسی طرح پورے کرلیے تھے انہوں نے بھی اپوزیشن کے ہر مطالبے پر لبیک کہتے ہوئے اسے مان لیا کرتے تھے اور کرتے اپنی مرضی تھے مگر وہ انتقامی سیاست پر یقین نہیں رکھتے تھے انکا

مقصد کھاؤ پیو اور کھلاؤ تھا تاکہ وہ اپنے پانچ سال مکمل کرلیں پیپلز پارٹی کے برعکس مسلم لیگ ن بھی اب ان باتوں پر یقین رکھنے لگ گئی ہے مگر ایک چیز جو انہیں پیپلز پارٹی سے مختلف کردیتی ہے وہ ہے انتقام کی سیاست کہ جن سے انہوں نے انتقام لینا ہوتا ہے ان کو معافی کسی صورت نہیں دیتے جب تک کوئی بڑی مصیبت ان کے گلے نہ آن پڑے اس وقت تک پچھلوں سے حساب کتاب چلتا رہتا ہے تحریک انصاف کو اسمبلی میں لانے اور پھر ہر اجلاس میں انکی شان میں قصیدہ گوئی ایک معمول بن جائیگی جس پر یہ واک اوٹ بھی کرینگے اور احتجاج بھی مگر یہ کام یونہی چلتا رہے گا اور رہی بات پارلیمنٹ کو اعتماد میں لیکر سعودی عرب میں فوج بھیجنے کی تو اس بارے میں بھی بتاتا چلوں کہ پاکستانی فوج ہر صورت سعودی عرب جائیگی اور اس بات کا فیصلہ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے پہلے ہی کرلیا گیا تھا اجلاس کی کاروائی تو رسمی سی ہے جسے پورا کرنا بھی ضروری ہے اگر ایوان سے منظوری کی ضرورت بھی پڑی تو مسلم لیگ ن جس طرح اپنے باقی کے معاملات کو اسمبلی سے پاس کروالیتی ہے ویسے ہی اس بات پر بھی وہ اکثریت سے منظوری حاصل کرلیں گے کیونکہ اس وقت قومی اسمبلی کے 269 ممبران میں سے ممبران مسلم لیگ ن سے ہیں ان میں سے جنرل نشستوں پر 148، مخصوص سیٹوں188 پر 34 اور اقلیتی نشستوں پر 6اراکین قومی اسمبلی ہیں جبکہ 104 سینٹرز میں سے 26 سینٹرز مسلم لیگ ن کے ہیں اسکے علاوہ آزاد اور حلیف جماعتوں کے اراکین بھی حکومت کا ساتھ دینگے اس لیے حکومت کا اپنی مرضی کا کوئی بھی بل

لانا اور پھر اسے پاس کروانا کوئی مشکل کام نہیں ہے اور ویسے بھی ہمیں سعودی عرب کی ہر لحاظ سے امداد کرنی چاہیے کیونکہ جب بھی کبھی پاکستان پر یا پاکستان کے حکمرانوں پر برا وقت آیا تو سعودی عرب نے ہمیشہ بڑے بھائی کی طرح ہمارا ساتھ دیا ہمارے لاکھوں پاکستانی اپنے روزگار کے سلسلہ میں سعودی عرب میں موجود ہیں جنرل راحیل شریف کے قیادت میں پاکستان کی فوج اس وقت دنیا کی نمبر ایک فوج بن چکی ہے جو ہر مشکل ووقت میں سرخرو ہوئی ہے اگر پاک فوج کو سعودی عرب جانے کا موقعہ ملا تو وہ وہاں پر بھی قبضہ گروپوں کے عزائم خاک میں ملا سبز ہلالی پرچم کو بلند رکھیں گے آخر میں وزیر اعظم پاکستان میں محمد نواز شریف کے چند الفاظ جو انہوں نے مشترکہ اجلاس میں کہے جس سے پڑھنے والے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حکومت کیا چاہتی ہے وزیر اعظم نے کہا کہ ہم مینڈیٹ کی تلاش میں نہیں بلکہ ہم پارلیمنٹ سے رہنمائی مانگ رہے ہیں، ہم ایوان کی رائے لینا چاہتے ہیں، اچھے مشوروں کو پالیسی کی شکل دی جائے گی، کچھ مخفی نہیں رکھیں گے، چھپانے کیلئے کچھ نہیں۔ ارکان واضح مشورہ دیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے، ترکی اس لئے گئے کہ ہمیں ترکی سے کچھ انتظار ہے، ترکی کے وزیر اعظم سعودی وزیر سے ملی ہیں، ترکی اور پاکستان کی ایک رائے ہے ترکی کے صدر کی سعودی عرب اور ایران سے بات چیت کے نتیجہ کا انتظار ہے، ہم مصالحت کیلئے کوشش کر رہے ہیں، انڈونیشیاء، ملائشیاء اور دیگر مالک کے ساتھ بھی ترکی کے ساتھ مل کر رابطے کریں گے، سعودی عرب کی

ڈیمانڈ بارے بھی ارکان مشورہ دیں کہ ہم کیا کریں کیا نہ کریں، اگر سعودی عرب کی جغرافیائی وحدت پر وار ہوا تو مل کر مقابلہ کریں گے۔

نوجوانوں میں مایوسی

دنیا اس وقت ترقی کی نئی منزلیں طے کر رہی ہے بلٹ ٹرین اب ماضی کا قصہ بن چکی ہے نئی ٹیکنالوجی کی بدولت اب اڑنے والی کاریں اور شمسی توانائی سے چلنے والے جہاز آ چکے ہیں مگر ہم آج بھی وہاں کھڑے ہیں جہاں سے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا 2008 کی خانہ شماری کے مطابق اس وقت پاکستان کی کل آبادی 17 کروڑ 28 لاکھ 48 افراد پر مشتمل تھی جن میں سے 14 سال کی عمر تک کے بچے 3 کروڑ 36 لاکھ 17 ہزار 953 تھے جو ٹوٹل آبادی کا 37.8 فیصد بنتا ہے جبکہ اسی عمر کی بچیاں 3 کروڑ 17 لاکھ 41 ہزار 258 تھی یہ بچے اور بچیاں ملا کر کل آبادی کا 37.8 فیصد تھا اسی طرح 15 سے 64 سال کے درمیان عمر کے مرد 5 کروڑ 12 لاکھ 92 ہزار 535 اور خواتین 4 کروڑ 92 لاکھ ،ایک سو 23 تھیں اور 65 سال سے زائد عمر کے افراد جن میں مردوں کی تعداد 34 لاکھ 8 ہزار 749 جبکہ بزرگ خواتین 38 لاکھ 18 ہزار 533 تھی قیام پاکستان سے لیکر 2008 تک بھی وہی صورتحال تھی جو آج ہے 7 سال بعد ہماری یہ آبادی تقریبا 20 کروڑ سے تجاوز کر چکی ہو گی مگر ہم رہتے آج بھی باقی دنیا سے 100 سال پیچھے ہیں کیونکہ ہمارے پاس نہ تو صحت کی بنیادی سہولیات ہیں اور نہ ہی ہم اپنے بچوں کو اپنی اور انکی امیدوں کے مطابق پڑھا پاتے ہیں یہاں پر تو بخار کی گولی لینے کے لیے سرکاری ہسپتالوں میں گھنٹوں خوار ہونا پڑتا ہے اور جن کے مختلف نوعیت

کے ٹیسٹ کرنے ہوتے ہیں انہیں تو تاریخ بھی کئی ماہ بعد کی دے دی جاتی ہے اتنی دیر میں تو شائد مریض قبرستان پہنچ جائے اور ایسے بھی مریض ہوتے ہیں جن کو فوری طبّی امداد کی ضرورت ہوتی ہے مگر انہیں ہمارے دل والے ہسپتال بھی کئی کئی ماہ کی تاریخ دیتے ہیں اسی طرح ہمارے سرکاری تعلیمی اداروں کا حال ہے جہاں تعلیم کا تو شائد نام ونشان بھی نہ ہو مگر داخلوں کے لیے میرٹ ضرور ہے جو اپنے والدین کی جائیدادیں بیچ کر تعلیم حاصل کر چکے ہیں انکے لیے کام کا کوئی موقعہ نہیں ہے جو اعلی عہدوں پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ عوام کی بے بسی کا تماشا دیکھ رہے ہیں جبکہ مہنگائی، بے روزگاری اور بدامنی نے موجودہ دور کے نوجوان کو ذہنی طور پر منتشر کر دیا ہے جس وجہ سے وہ ملک و قوم کی فلاح و بہبود میں اپنا کردار موثر انداز میں ادا نہیں کر رہے۔ اقتدار کے پجاریوں کے درمیان پاکستانی قوم پس کر رہ گئی ہے۔ایک طرف بے روزگاری، مہنگائی اور لوڈشیڈنگ کا بحران جو 24 گھنٹے ،ہفتے کے سات دن ،پورا مہینہ بلکہ پورا سال عوام کو تباہ وبرباد کئے جارہاہے سہانے دنوں کی امیداور حکمرانوں کی ہٹ دھرمی عوام کے خوابوں کومسلسل چکنا چور کئے جارہے ہیں۔ بھولی بھالی عوام ایک بحران سے جان چھڑانے کیلئے دوسرے بحرانوں کے سہانے خوابوں کی بھینٹ چڑھ رہی ہے مفادات کی سیاست اور لوٹ مارنے پاکستان کو تباہ.برباد کرکے رکھ دیا ہر اقتدار کا پجاری سہانے خواب دکھا کر تبدیلی کا نعرہ دے کر اقتدار کے مزے لوٹتا ہے ملک کو بحرانوں کا شکار کرکے چلا جاتا ہے پاکستان کی آبادی67%

نوجوانوں پر مشتمل ہے اور اتنی بڑی تعداد میں کسی قوم کا نوجوانوں پر مشتمل ہونے کے باوجود ترقی یافتہ قوموں میں شمار نہ ہونا کسی طرح بھی المیے سے کم نہیں۔ حکومت کی توجہ صرف کرپشن اور دولت سمیٹنے اور اپنوں کو نوازنے کی طرف ہے اور دوسری طرف ملک کے ذہین نوجوان مایوسی کے بعد یورپ اور امریکہ کا رخ کر رہے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپی اقوام کی ترقی میں پاکستانی نوجوان کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ لیکن پاکستان پالیسی ساز ادارے قوم کے ذہنی استحصال کی طرف توجہ نہیں دے۔

غیر معیاری اشیاء

ملک میں اس وقت جہاں خالص سیاستدانوں کی کمی ہے وہی پر خالص اشیاء خردونوش کی بھی کمی شدت اختیار کرچکی ہے ضروریات زندگی میں استعمال ہونے والی عام اشیاء جن میں نمک مرچ ،آٹا اور دودھ وغیرہ شامل ہیں وہ بھی ملاوٹ شدہ اور انتہائی غیر معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ مضر صحت بھی ہیں جن کو چیک کرنے کے لیے کوئی بھی اتھارٹی یا ادارہ کام کرنے کو تیار نہیں ہے اس وقت اگر صرف لاہور کی آبادی کو ہی دیکھا جائے جو ایک تقریبا ایک کروڑ سے تجاوز کرچکی ہے اور یہاں پر فروخت کیا جانے والا دودھ کھاد ،سرف اور آئل سے تیار کیا جارہا ہے جو مختلف دوکانوں پر 24 گھنٹے فروخت ہوتا ہے یہی صورتحال کراچی ،فیصل آباد ،ملتان سمیت ملک بھر کی ہے جہاں پر ملاوٹ خور مافیا نے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں اس کے ساتھ ساتھ پنجاب میں سبز یوں کی کاشت کے دوران زہریلے پانی کی فراہمی سے سبزیوں میں زہر آلود مواد کا انکشاف بھی نہایت ہی سنگین صورتحال کا پیش خیمہ ہے۔سبزیاں پورے صوبے کے ہر گھر میں ہر شخص کے کھانے میں شامل ہوتی ہیں ان میں سے بیشتر میں زہریلے مواد کا پایا جانا شہریوں کی صحت کے لئے خطرناک امر ہے۔اس سلسلہ میں میڈیا میں متعدد بار رپورٹس شائع ہو چکی ہیں جن میں انکشاف کیا گیا تھا کہ زہریلی سبزیاں انسانی جانوں پر کیا اثرات مرتب کرتی ہیں اور یہ

کیسے کاشت ہو کر مارکیٹوں تک پہنچتی ہیں لیکن اب محکمہ زراعت کی ایک رپورٹ کے مطابق کہ پنجاب میں شہریوں کو کھانے کے لئے جو سبزیاں منڈی میں فراہم کی جارہی ہیں ۔ان میں زہر آلود مواد موجود ہے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 16 سبزیوں میں خطرناک کیمکلز اور دھاتی عنصر پائے جاتے ہیں ۔پنجاب کے 9 ڈویژنوں سے حاصل کئے گئے 51 نمونوں میں سے 22 میں خطرناک ترین مواد کی نشاندہی کی گئی ہے اسکی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ سبزیوں کو جس پانی سے سیراب کی جاتا ہے وہ سیوریج اور فیکٹریوں کا زہر آلود پانی ہے صوبہ میں 504 ملین گیلن آلودہ پانی زرعی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے98 تحصیلوں میں سے 66 تحصیل میونسپل انتظامیہ براہ راست آلودہ پانی سبزیوں کی کاشت کے لئے استعمال کر رہی ہیں جبکہ 28 تحصیل میونسپل انتظامیہ آلودہ پانی نہروں میں چھوڑ دیتے ہیں آلودہ اور خطرناک مواد والی سبزیوں میں آلو ٹماٹر ،پیاز ،پالک ،بینگن ، شلغم ،گاجر ،کدو، بھنڈی ، گوبھی ،دھنیہ اور پودینہ وغیرہ، شامل ہیں ۔سبزیوں میں پایا جانے والا زہریلا مواد 9 بیماریوں کا باعث بن رہا ہے ان میں کینسر ،بلڈ پریشر ،ذہنی واعصابی بیماریاں ، گیسٹرو، گردے اور پھیپھڑوں، کے متعدد امراض شامل ہیں ۔صوبائی وزیر زراعت ڈاکٹر فرخ جاوید نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ سبزیوں کی کاشت کے لئے آلودہ پانی استعمال کیا جارہا ہے ان کا کہنا تھا کہ رپورٹ سامنے آنے کے بعد اس حوالہ سے محکمہ نے کاروائی کا آغاز کیا ہوا ہے متعلقہ محکموں کو بھی احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں ۔اس

حوالہ سے پورے صوبے میں ڈیٹا اکھٹا کیا جا رہا ہے جیسے مرتب کرنے کے بعد متعلقہ محکموں سے ملکر جامعہ پالیسی مرتب کی جائے گئی۔پنجاب میں سبزیوں کی کاشت کے دوران زہریلے پانی کی فراہمی سے سبزیوں میں زہر آلود مواد کا جو انکشاف ہوا ہے یہ نہایت ہی سنگین صورتحال کا پیش خیمہ ہے سبزیاں پورے صوبے کے ہر گھر میں ہر شخص کے کھانے میں شامل ہوتی ہیں ان میں سے بیشتر میں زہریلے مواد کا پایا جانا شہریوں کی صحت کے لئے خطرناک امر ہے سبزیوں میں زہریلے مواد کی نشاندہی کے بعد اس امر کی جانچ کی جانی چاہیئے کہ آیا گندم ،چاول ،دالوں وغیرہ کی کاشت میں بھی یہی پانی استعمال ہوتا ہے تو کیا ان میں زہریلا مواد شامل ہے یا نہیں ؟نہروں کے پانی میں سیوریج اور فیکٹروں کا زہریلا پانی شامل کرنا مجرمانہ حرکت ہے اس حوالہ سے محکمہ انہار کا عملہ اور ضلعی انتظامیہ ذمہ دار ہے ان فیکٹریوں کے خلاف بھی کاروائی ہونی چاہیئے جو فیکٹری کا زہریلا مواد ٹریٹ منٹ کے بغیر فیکٹریوں سے باہر نکال دیتے ہیں ۔اس ضمن میں ضلعی اور ٹاؤن انتظامیہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس امر کا انتظام کریں کہ ایسی زہریلی چیزیں نہری پانی میں شامل نہ ہو اس حوالہ سے پنجاب کو ماضی میں اس بدانتظامی کے ذمہ درار افراد کے خلاف کاروائی کے ساتھ آئندہ کے لئے جامع پالیسی بنا کر اس پر عملدرآمد کرایا جائے اور اس عملدرآمد کا جائزہ بھی لیا جائے کہ یہ کام درست طریقے سے ہو تا کہ شہریوں کی زہریلی سبزیوں اور خوراک سے جان چھوٹ سکے۔حکومت کی

ذمہ داری ہے کہ شہریوں کے لئے مہیا کی جانے والی اشیاء خرد ونوش معیاری ہو۔اس حوالہ سے پنجاب فوڈ اتھارٹی کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس معاملے میں شامل ہو تاکہ شہری ان مضر صحت سبزیوں سے خود کو محفوظ بنا سکے۔اور حکومت پنجاب کو چاہئے کہ سیوریج کے پانی سے کاشت ہونے والی سبزیوں کی فروخت پر فی الفور پابندی عائد کریں۔ اور ہر ضلع میں متعلقہ انتظامیہ کو ہدایات جاری کی جائے کہ سیوریج کے پانی کو سبزیوں کی کاشت کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔

اداروں پر بوجھ

پاکستان میں پسند وناپسند کی بنیاد پر نہ صرف نوازا جاتا ہے بلکہ عہدوں کی بندر بانٹ بھی کی جاتی ہے فوجی آمریت ہو یا جمہوری آمریت دونوں ادوار میں ایسے افراد کو ڈھونڈ کر عہدوں پر بٹھادیا جاتا ہے جو بیچارے خود اپنا وزن بھی برداشت نہیں کر سکتے انہیں پورے پورے محکمے ،ادارے ،صوبے یا ملک کی ذمہ داری دیدی جاتی ہے اور بعد میں انکے مزاحیہ قسم کے بیان پڑھ کر مختلف لطیفے یاد آجاتے ہیں ہمارے حکمرانوں کی خوش قسمتی اور عوام کی بدقسمتی یہ ہے کہ ملک کی ترقی کی راہ میں اٹکے ہوئے یہ افراد کسی مجسمے کی طرح اپنی سیٹوں پر براجمان ہوکر اپنے آقاؤں کے حقوق کے تحفظ میں مگن ہوجاتے جہاں جہاں حکومت نے ان بزرگ بوڑھوں کو ذمہ داریوں سے نواز رکھا ہے وہی پر تباہی پھیلی ہوئی ہے ہمارے ہاں کرپشن اور چور بازاری سے نہ کوئی فرد پاک ہے اور نہ ہی کوئی افسر مگر جو کھانے پینے کے ساتھ ساتھ اپنے ادارے کے وقار کا بھی تحفظ رکھیں اور اسکی بنیادوں کو بھی مضبوط کریں وہ بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں ابھی کل کے اخبارات میں چند اہم شخصیات کے بیانات چھپے جن کو پڑھ کر آپ بھی محظوظ ہونگے سب سے پہلے ہمارے کرکٹ بورڈ کے چیئرمین کا بیان ملاحظہ فرمائیں، شہریار خان نے قومی ٹیم کے کھلاڑیوں کی فٹنس پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ

پاکستانی ٹیم کے فٹنس کا معیار دنیا میں سب سے بدتر ہے، ہماری کوئی بھی فرسٹ کلاس ٹیم ڈومیسٹک کرکٹ کے فٹنس کے کم از کم معیار پر بھی پورا نہیں اترتی جس کی وجہ سے قومی ٹیم کے انتخاب میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، شہریار خان صاحب جو عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں سخت فیصلوں کی بجائے آرام کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے مگر کچھ لوگوں نے اپنے مفادات کے لیے انہیں مشکل فیصلوں پر لگا دیا ہے اگر چیئرمین پی سی بی کسی ایسے فرد کو لگایا جاتا جو خود اپنا وزن بھی اٹھاتا اور پی سی بی جیسے بڑے ادارے کا وزن بھی برداشت کرلیتا مگر جس طرح عمران خان نے پرویز خٹک کو صرف دکھاوے کے لیے وزیر اعلی بنایا ہوا ہے اسی طرح شہریار خان صاحب کا بھی معاملہ ہے بلکل اسی طرح اب حکومت نے بہت مشکل سے جناب رفیق رجوانہ صاحب کو ڈھونڈ ڈھانڈ کر گورنر پنجاب کے عہدے کے لیے نامزد کردیا ہے جب آپ یہ تحریر پڑھ رہے ہونگے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے عہدے کا حلف بھی اٹھا چکے ہوں محترم رجوانہ صاحب بھی ہمارے سپیکر پنجاب اسمبلی کی طرح عمر رسیدہ ہیں جو زیادہ تر آرام فرماتے ہوئے ہی اپنا وقت گذاریں گے کیونکہ حکومت نے نہ توانہیں کوئی ذمہ داری دینی ہے اور نہ ہی انہیں انکا کام کرنے دینا ہے جو کام کرنا چاہے گا اسکے کام میں خود حکومت ہی رکاوٹیں کھڑی کرنا شروع کردیگی جس طرح چوہدری سرور نے انکشافات کیے تھے ۔وفاقی کابینہ میں شامل عابد شیر علی بھی بڑے کام کے آدمی ہیں وہ نہ صرف وفاقی وزیر ہے بلکہ مسلم لیگ یوتھ ونگ پنجاب کے صدر بھی ہیں گذشتہ

روز جب کے پی کے کے وزیر اعلی نے اعلان کیا کہ وہ بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے خلاف پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے احتجاجی دھرنہ دینگے تو عابد شیر علی نے فرمایا کہ پرویز خٹک نے دو سال کنٹینر پر ڈانس میں لگا دیئے 'خیبر پختونخوا میں بجلی کا کوئی منصوبہ نہیں لگایا' تمام صوبے اپنے بجلی کے منصوبے شروع کر سکتے ہیں 'خیبر پختونخوا نے ایک میگا واٹ بھی بجلی پیدا نہیں کی۔ عابد شیر علی کی بات بلکل ٹھیک ہے اگر عمران خان پرویز خٹک کی بجائے کسی ایسے نوجوان اور محنتی فرد کو بااختیار وزیر اعلی بناتے تو آج کے پی کے میں قدرتی چشموں پر پن بجلی گھر تو لازمی بن چکے ہوتے مگر پنجاب، سندھ اور مرکز کی طرح کے پی کے میں طاقت کا توازن اور فیصلے کی قوت کسی اور کے پاس ہے یہی وجہ ہے ہم جتنی بھی کوشش کرلیں مگر اسکے باوجود ہمارا سفر ترقی کی بجائے پستی کی طرف جاری ہے مسلم لیگ ن کی موجودہ حکومت میں میاں برادران کی ڈکٹیٹر شپ میں بھی اگر کسی فرد نے کام کیا ہے تو ان میں چوہدری نثار علی خان، عابد شیر علی اور خواجہ سعد رفیق قابل ذکر ہیں خاص کر خواجہ سعد رفیق جن پر کرپشن، لوٹ مار اور اب نااہلی کا الزام ہے انہوں نے ریلوے کو اسکی آخری سانسوں سے واپس لاکر نئی زندگی دیدی مسلسل خسارہ میں رہنے والا ادارہ اب منافع بخش ادارہ بن چکا ہے اور بند ٹرینیں دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ہو چکی ہیں میں نے پہلے لکھا ہے کہ پاکستان میں کوئی بھی کرپشن سے پاک نہیں ہے جسے موقعہ نہیں ملا یا جسکے پاس اختیارات نہیں ہیں وہی اس برائی سے بچا ہوا ہے مگر کچھ لوگ

ایسے بھی ہوتے ہیں جو کھانے پینے کے ساتھ ساتھ کام پر بھی توجہ دیتے ہیں اگر باقی کے افراد بھی اسی طرح کام کرنا شروع کردیں تو ملک ترقی کی پٹری پر چلنا شروع کردیگا اگر ملکی ترقی کی رفتار تیز کرنی ہے تو پھر ایسے افراد کو عہدوں پر تعینات کیا جائے جو نہ صرف اپنا بوجھ برداشت کر سکتے ہو بلکہ جو انہیں ذمہ داری دی جائے اسکے ساتھ بھی انصاف کر سکیں اور ایسے افراد کے آرام و سکون کا خاص خیال رکھا جائے جو عمر کے اس حصے میں پہنچ چکے ہوں جہاں انہیں اپنے سواہ کوئی اور نظر ہی نہ آتا ہو۔

وعدے جو وفا نہ ہوسکے

کراچی میں امن وامان کے حوالہ سے حکومت کا کوئی بھی وعدہ وفا نہ ہوسکاآخر کار راؤ انوار کو دوبارہ اسی جبگہ تعینات کردیا گیا جہاں سے انہیں دو ہفتے قبل بطور ایس ایس پی ملیر اس وقت انکو عہدے سے ہٹا دیا گیا تھاجب انہوں نے ملزمان سے دوران تفتیش ہونے والی اہم معلومات میڈیاکے سامنے پیش کی جسکے بعد پورے ملک میں ایک طوفان آگیامگر جیسے ہی راؤانوار کو تبدیل کردیا گیا اسکے بعد خاموشی چھا گئی جسکے بعد اب یہ بات عام لوگ بھی کرنا شروع ہوگئے تھے کہ حکومتی ادارے تو اپنا کام کررہے ہیں مگر حکومت نہ جانے کہاں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی ہے ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں انہیں کام نہیں کرنے دیا جاتا اور جو آرام پرست ،مفادپرست اور حرام پرست ہوتے ہیں انہیں اہم عہدوں پر بٹھادیا جاتا ہے یا وہ خود کسی نہ کسی طریقے سے کوئی نہ کوئی اہم اعہدہ حاصل کرلیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ملک میں جرائم کی شرع دن بدن کم ہونے کی بجائے ۔بڑھتی ہی جارہی ہے اور آئے روز ہمیں کسی نہ کسی بڑے صدمے سے دوچار ہوناپڑتا ہے کبھی بلوچستان میں بسوں ویگنوں سے اتار اتار کر بے گناہ افراد کو شہید کردیا جاتا ہے تو کبھی ایک ہی پل میں کراچی میں بس پر فائرنگ سے 43 سے زائد افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے حکومت ہمیشہ کی طرح اس بار

بھی شہریوں کو جان و مال کا تحفظ دینے میں ناکام رہی ہے، ریاست کا اولین فرض ہوتا ہے کہ وہ شہریوں کو جان و مال کا تحفظ دے، سیکورٹی ادارے بارہا دہشت گردی کے واقعات میں ''را'' کے ملوث ہونے کے ثبوت پیش کرچکے ہیں مگر ابھی تک حکومت نے بھارتی حکومت سے باقاعدہ کوئی احتجاج کیا نہ عالمی برادری سے بھارتی تخریب کاری کو روکنے کیلئے اقدامات کرنے کی اپیل کی کراچی میں اس المناک واقعہ سے قیامت صغریٰ ٹوٹ پڑی ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں پر شہریوں کے تحفظ کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور بس پر حملے کا واقعہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے بھی ایک بہت بڑا چیلنج ہے سانحہ 12 مئی کے بعد سانحہ 13 مئی پیش آگیا ہے جس میں درجنوں معصوم مسافروں کو نشانہ بنایا گیا ہے دہشت گردی کے خاتمہ اور پاکستان کی اقتصادی شہ رگ کو دشمنوں سے پاک کرنے کیلئے اب کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لایا جائے کیونکہ ''را'' اور اس کے ایجنٹوں کے خلاف قانونی گرفت میں ڈھیل کا نتیجہ ہے کہ ملک دشمنوں کو اپنے ناپاک عزائم پورے کرنے کا موقع مل رہا ہے حکومتوں کی مٹی پاؤ پالیسی اور مفاد پرستانہ سیاست نے ملک بالخصوص کراچی کو آگ وخون کا سمندر بنادیا ہے۔ قانون کی حکمرانی اور سخت گیر پالیسیوں کے بغیر امن کا خواب پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا مگر لگتا ہے کہ اس بار بھی ہمیشہ کی طرح افسوس، مذمتی بیانات اور دعوؤں کے سواء کچھ بھی نہیں ہوگا کیونکہ یہ ہماری روایت بن چکی ہے کہ جب بھی کوئی واقعہ رونماء ہوتا ہے تو اسکے بعد ایک نہ تھمنے والا

مذمتی بیانات کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے لیکن متاثرہ خاندان کو ان مذمتی بیانات سے کوئی غرض نہیں انہیں اپنے پیاروں کے درندے قاتلوں کے کیفر کردار تک پہنچنے سے غرض ہے۔

جبکہ دوسری طرف پنجاب سمیت پورے ملک میں بجلی کو لوڈ شیڈنگ نے عوام کا جینا محال کرر کھا ہے خادم اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے انتخابات سے قبل عوام سے وعدے کیے تھے کہ وہ بجلی کی لوڈشیڈنگ کو سالوں میں نہیں بلکہ مہینوں میں ختم کر دیں گے اب دو سال اقتدار کے مزے لوٹنے کے بعد عوام سے ایک بار پھر نئے وعدے شروع ہوگئے ہیں کہ 2018 تک لوڈشیڈنگ ختم ہو جائے گی کیونکہ اس وقت تک تو حکومت کی اپنی آئینی مدت بھی پوری ہو چکی ہو گی جو پالیسیاں پیپلز پارٹی دور میں چل رہی تھی انہی پر اب عمل کیا جارہا ہے دیہاتوں اورشہروں میں بجلی کی غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے ۔اس وقت ملک کے شہری علاقوں میں 10 سے 12 گھنٹے جبکہ دیہاتوں میں 15 سے 18 گھنٹے تک کی لوڈ شیڈنگ کی جارہی ہے۔ بجلی کی بندش کی بنا پر اکثر علاقوں میں پانی کی قلت کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا ہے ۔ ملک میں توانائی کے جاری بحران کے باعث ملکی معیشت.بری طرح متاثر ہورہی ہے اورحکومت کے پاس توانائی کے بحران سے باہر نکلنے اوراپنے پاؤں پر کھڑاہونے کے لئے کوئی واضح پلان نہیں ہے جبکہ ان گذرے دوسالوں میں صرف کاغذوں میں بجلی شامل ہوئی ، کوئی عملی اقدام نہیں

اٹھایا گیا۔حکومت نے اگر سنجیدگی کے ساتھ توانائی بحران پر قابو نہ پایا تو سالِ رواں میں حکومت کی رہی سہی ساکھ بھی بری طرح سے متاثر ہوگی۔ملک میں اگر تھرمل ذرائع سے بجلی پیدا کرنے پر توجہ دی جاتی تو لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ ممکن تھا اور بجلی کی قیمتوں کو سستا بھی کیا جاسکتا تھا۔بدقسمتی سے موجودہ حکمرانوں نے حکومت میں آنے سے پہلے عوام کو سہانے خواب دکھائے تھے اور تاحال اُن پر عمل درآمد کی نوبت نہ آسکی بلکہ مسلسل جھوٹ اور غلط بیانی پر مشتمل بیانات کی وجہ سے عوام کے اندر پائی جانیوالی بے چینی ، عدم تحفظ اور مایوسی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔

بول کہ لب آزاد ہیں

آ جکل ایک بار پھر بول ٹیلی ویژن چینل اور اسکے مالک کے بڑے چرچے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام چینلز کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے کہ وہ اس معاملہ پر دن رات پروگرام چلائیں بلکہ بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس ایشو پر جیسے ایک مہم چلائی جارہی ہے بول نیٹ ورک کے مالک شعیب کی کمپنی ایگزٹ نے اگر آئی ٹی کے شعبہ میں کمال مہارت سے اپنا نام اور پیسہ بنالیا ہے تو اس میں کون سی برائی ہے کیا ہمارے سیاستدانوں سے لیکر بیوروکریٹس تک نے مال نہیں بنایا کیا لوگ جعلی ڈگری کے زریعے الیکشن لڑ کر ایم پی اے اور ایم این اے منتخب نہیں ہوئے اور ثابت ہونے کے بعد عوام نے پھر انہیں ہی دوبارہ منتخب کرلیااور کیا ہم صبح سے لیکر شام تک گھٹیا، غیر معیاری، دو نمبر نہیں بلکہ جس کا نمبر ہی کوئی نہیں ہوتا ملاوٹ شدہ اور جعلی مرچ مصالحوں اور دودھ سے لیکر گدھے کا گوشت تک نہیں کھا رہے ؟ کیا ہمارے سیاستدانوں نے باہر سے اعلی قسم کا کا سامان منگوا کر ضبط کروانے کے بعد اربوں کا مال لاکھوں میں نہیں اٹھایا ؟ کیا ہمارے ووٹوں سے اقتدار میں آنے والے ہمارے بچوں کو آگ میں جھلنے سے بچا پائے ؟ کیا ریسکیو 1122 جیسے ادارے کے اندر بیٹھے ہوئے موٹی توندوں والوں نے قبضہ نہیں کر رکھا؟ کیا فائر بریگیڈ جیسے ادارے کو ایک سوچی سمجھی سازش کے

تحت ناکارہ نہیں بنا دیا گیا؟ کیا پبلک ریلیشنز کی آڑ میں بیٹھا ہوا مافیا مک مکا نہیں کر رہا ؟کیا پٹواری سے لیکر وزیر اعظم اور صدر پاکستان تک افراد عیش و عشرت میں زندگی نہیں گذار رہے؟ کیا پولیس کے تھانے اور ہماری جیلیں جرائم کی پرورش گاہیں اور یونیورسٹیاں نہیں ہیں ؟کیا کراچی جیسے بڑے شہر میں تعلیم فروخت نہیں ہو رہی ؟کیا پانی اور زمین پر قبضے نہیں کیے جا رہے؟ کیا ایک ریڑھی والے سے لیکر اوپر تک کرپشن اور چور بازاری کا بازار گرم نہیں ہے؟ کیا ہمارے ٹھیکیداروں سے لیکر اوورسیئر ،ایس ڈی او، ایکسیئن اور اوپر تک کمیشن نہیں جاتا؟ کیا گذشتہ روز علماء دین کی طرف سے وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات کے خلاف لگنے والے فتوے کے لیے اخبارات کے پاس سنگل کالم خبر اور ٹیلی ویژن چینلز کے پاس ایک ٹکر کی بھی جگہ نہیں تھی ؟اگر یہ سب کچھ کھلے عام ہو رہا ہے تو پھر ایگزٹ کے کام پر اتنا شور شرابہ کیوں کیا یہ صرف ایک چینل کو مارکیٹ میں آنے سے باز رکھنے کے لیے ہے یا واقعی حکومت ملک سے ہر طرح کی کرپشن اور چور بازاری ختم کرنا چاہتی ہے اگر ایسا ہے تو پھر سب سے پہلے ایسی رقم پاکستان واپس لائی جائے جو یہاں سے لوٹ کر بیرون ملک رکھی گئی ہے ایسے ججوں ،جرنیلوں اور صحافیوں کا بھی احتساب کیا جائے جن پر کرپشن کے کیسز ہیں ایسے افسران کو بھی گرفت میں لایا جائے جن کی تنخواہ تو 50ہزار کے قریب ہے مگر انکے اخراجات لاکھوں میں ہیں جنھوں نے سرکاری خزانے کو لوٹنے کی قسم کھا رکھی ہے جو اپنی ذاتی گاڑیوں میں بھی سرکاری پیٹرول

ڈلواتے ہیں اور ایسے افسران کا بھی محاسبہ کیا جائے جو سرکاری ملازمین کو اپنے ذاتی کاموں میں مصروف رکھتے ہیں اگر یہ سب کچھ نہیں ہونا اور یہ نظام ایسے ہی چلنا ہے روٹی چرا کر کھانے والے کو جیل اور اربوں لوٹنے والے حکمران بنتے رہیں گے تو پھر ایگزٹ کے کام پر اتنا شور شرابہ کیوں؟ کیا اس طرح کے کاموں سے نیا چینل نہیں آئے گا ہو سکتا ہے کہ حکومت بول کا لائسنس کینسل کر دے مگر وہ کسی اور نام سے کوئی اور چینل مارکیٹ میں لے آئیں گے پھر انکے مخالفین کیا کرینگے انکے ساتھ ساتھ ہمارے ادارے اور ایجنسیاں کہاں سوئی تھی کہ جن کو آج تک یہ ہی نہیں معلوم ہو سکا کہ پاکستان میں کون کیا کر رہا ہے اگر ہم نے ساری کاروائیاں اخباروں کے زریعے ہی کرنی ہیں تو پھر اداروں میں مزید رپورٹروں کو بھرتی کر لیا جائے جو ہمارے ان اداروں کی خامیاں دور کر سکیں رہی بات بول ٹی وی کی انکی انتظامیہ نے بہت عرصہ سے تیاریاں شروع کر رکھی ہیں جتنی انہوں نے اشتہار بازی کر دی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ کسی کو پسند نہ آئی ہو اس لیے بول کو بھی اب منظر عام پر آ ثابت کرنا پڑے گا بول کہ لب آزاد ہیں تیرے۔

کامیابی کا ڈنکا

آجکل جہاں حد سے زیادہ مسائل اور مشکلات ہیں وہی پر لامحدود ٹیشنیں بھی ہیں اور جو انسان ان مشکلات کو اپنے اوپر حاوی کرلیتا ہے وہ کبھی بھی ان سے نمٹ نہیں سکتا بلکہ وہ مسائل کی ایسی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے جہاں سے نکلنا ناممکن بن جاتا ہے یہ وہ افراد ہوتے ہیں جن کے اندر اپنی منزل کا واضح نشان نہیں ہوتا وہ ہر کامیاب افراد کی نقل اتارنے کی کوشش تو ضرور کرتے ہیں مگر اپنی پہلی ہی ناکامی پر دلبرادشتہ ہو کر کسی نئے کام کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں بار بار کام تبدیل کرنے والے اپنے مقصد سے ہٹ جاتے اور بعض اوقات تو اس طرح بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی شروع کیے ہوئے کام کی کامیابی کے بلکل قریب پہنچ جاتے مگر انکی اور کامیابی کی راہ میں حائل آخری رکاوٹ ہی انکے لیے پہاڑ بن جاتی کیونکہ ایسے افراد مسلسل محنت کے عادی نہیں ہوتے اس لیے وہ کسی اور نئے کام میں اپنی توانائیاں صرف کرنا شروع کردیتے ہیں ۔اگر انسان کو اپنے مقصد کے حصول کے لیے کی جانے والی پہلی کوشش میں ناکامی کا سامنا ہے اور اسے کامیابی ناممکن لگ رہی ہے تو کیا اس انسان کو اپنا راستہ بدل دینا چاہیے ؟ بلکل بھی نہیں بلکہ اسے ڈٹے رہنا چاہیے کیونکہ مستقل مزاجی کسی انسان کی شخصیت کی ایک نہایت بیش قدر خصوصیت ہوتی ہے اور ایسے انسان ہمیشہ اپنے مقاصد میں

کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں جو اپنے طے کیے ہوئے مقاصد اور اپنی منزل کی سمت صرف بات چیت کی حد تک دلچسپی نہیں لیتے بلکہ اس کو ہر حال میں پالینا چاہتے ہوں ایسے افراد کے راستہ میں آنے والی ہر ناکامی اصل میں انہیں انکی منزل تک پہنچانے کے لیے سیڑھی کے اس زینے کا کام کرتی ہے اوپر بلندیوں کی طرف انسان کو راستہ لے جاتا ہے اور کامیابی کے راستہ میں انسان کو ناکام کرنے کے لیے بہت سے باتیں نکل آتی ہیں جن میں سب سے اہم انسان کا اپنا غصہ ہوتا ہے اور غصے کی بدولت آج بہت سے انسان اپنی منزل پر پہنچنے کی بجائے جیلوں میں بند ہیں صرف چند منٹ کی اذیت کو ختم کرنے کے لیے ہم اپنی زندگی کو ہمیشہ کے لیے اذیت سے دوچار کرلیتے ہیں بعض اوقات ہم موٹر سائیکل یا گاڑی پر جا رہے ہوتے ہیں تو کسی جگہ اچانک ٹریفک پولیس والا ہمیں روک لیتا ہے بجائے اسکے کہ ہم اپنی بحث میں الجھ کر لڑائی جھگڑے کی طرف جائیں بلکہ اس معاملہ کو خوش اسلوبی سے حل کرلیا جائے تو انسان بعد میں پیش آنے والی بہت سی مصیبتوں سے بچ سکتا ہے ہم نے اپنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو خوشی کا باعث بنانے کی بجائے ہر بات میں کوئی ایسا پہلو نکالتے ہیں جس سے اگلے انسان کی تضحیک ہوتی ہو وہ انسان ہمیشہ کامیابی کی منزل جلد پالیتا ہے جو خود بھی خوش رہنا جانتا ہو اور دوسری کی خوشی کا بھی باعث بنتا ہو جبکہ اذیت دینے اور اذیت میں رہنے والا شخص نہ خود خوش رہ سکتا ہے نہ ہی دوسرے اس کے قریب رہنا پسند کرینگے اور جو انسان اس کے عادی ہو چکے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ

ایسے طریقوں کو نوٹ کرلیں جن سے وہ اپنے اندر خوشی کی بجائے اذیت محسوس کرتے ہیں اسکے بعد اپنے رویوں پر غور کرنا شروع کردیں تاکہ ان تکلیف دینے والی باتوں سے جان چھڑواکر خوشی کے لمحات دینے والے مواقع پیدا ہوسکیں انسان اپنی منزل بھی اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جب اسکا ذہن غصہ اور اذیت دینے والی باتوں سے کوسوں دور ہو انتقام کی آگ میں جلنے والے کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتے کیونکہ ہر وقت انکا ذہن صرف ایک ہی بات اور سوچ میں الجھا رہے گا کہ میں نے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کیلیئے انتقام کس طرح لینا ہے اس لیے کامیابی کو حاصل کرنے کے لیے اپنے انتقام کو اٹھایے اور دریا میں پھینک آئیں کیونکہ آپ نے اپنی منزل کو پانے کا جو خواب اپنی آنکھوں میں سجا رکھا ہے کامیابی کی اس منزل تک پہنچنا ہی اصل میں آپکا انتقام ہے ہمارے دیہاتوں میں چھوٹی، غیر معمولی اور برائے نام سی بات پر اپنی انا کا مسئلہ بنا کر ہم خود ہی اپنے لیے مسائل کی راہ ہموار کررہے ہوتے ہیں اور وہی افراد جن سے ہم اس معاملہ کو نمٹانے کے لیے مشورہ کرتے ہیں وہی اس کو ہوا دیتے ہیں تاکہ تھانہ کچہری کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہواور ان مشورہ دینے والوں میں سے ہوسکتا ہے کہ ایسے افراد بھی شامل ہو جو چاہتے ہوں کہ ان مسائل میں الجھ جائیں تاکہ کامیابیاں آپ سے دور ہوجائیں اگر آپ کے ساتھ کوئی ایسا وقعہ ہوگیا ہے تو سب سے پہلے آپ اپنے آپ سے مشورہ کریں اسکے بعد اپنے بہن بھائیوں اور بچوں سے معاملہ کو سلجھانے کا مشورہ مانگیں کیونکہ ہمیشہ غصہ

انسان کو اسکی منزل سے ہٹا دیتا ہے اگر ہم یہ سوچ لیں کہ ہمارے ساتھ ہونی والی زیادتیاں ہماری ان منزلوں کی راہ میں آنے والی رکاٹیں ہیں جن تک ہم نے پہنچنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ راہ میں آنی والی یہ مشکلات اس وقت آپکا پیچھا کرتی رہیں جب تک آپ منزل تک نہ پہنچ جائیں اس لیے اپنی راہ میں آنے والی ہر ناکامی کو خندہ پیشانی سے قبول کرکے آگے گذر جائیں کبھی بھی اشتعال میں نہ آئیں اور دوسروں کی باتوں کا کبھی بھی غصہ نہ کریں بلکہ جس منزل کا آپ نے تعین کر رکھا ہے ہر حال میں اس تک پہنچنے کی کوشش کریں جیسے ہی آپ اپنی منزل پر اپنا پہلا قدم رکھیں گے تو آپکی راہ میں آنے والا ہر کانٹا پھول بن چکا ہوگا ہر پتھر ریشم بن جائیگا اور ہر ناکامی آپکی کامیابی کا ڈنکا بجائے گی۔

کتا

25 مئی کو ڈسکہ میں ایک غنڈے پولیس والے کے ہاتھوں غریب اور مجبور لوگوں کو انصاف فراہم کرنے والے دو وکیلوں رانا خالد عباس اور عرفان چوہان کا سر عام قتل ہو جاتے ہیں ایس ایچ او ڈسکہ سٹی شہزاد وڑائچ نے اس بات پر مشتعل ہو کر دو افراد کی جان لے لی کہ اسکے خلاف ''کتے'' کے نعرے کیوں لگ رہے تھے۔اس وقت پاکستان کی آبادی تقریبا 20 کروڑ کے لگ بھگ ہوگی جن میں سے تقریبا 56 فیصد لوگ پنجاب میں آباد ہیں ہمارے حکمرانوں کے ہاتھوں ملک میں غربت اتنی زیادہ بڑھ چکی ہے کہ کل آبادی کا تقریبا 60 فیصد حصہ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہے قیام پاکستان سے لیکر آج تک ہمارے سیاستدانوں نے عوام کو اپنے اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے ہوئے ایک دوسرے کے خلاف ''کتے ،کتے'' کے بھرپور نعرے لگوائے یہاں تک کہ ایک دوسرے کو گلے میں رسی ڈال کر کھینچنے کی باتیں بھی کی گئی اسی کتے کے نعرے سے ایوب خان اقتدار سے الگ ہوگئے تھے اقتدار کے پجاریوں نے پولیس کو اپنے اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے ہوئے عام شاہراہوں سے لیکر پولیس اسٹیشن تک عوام کو ''کتا'' بنا کر بھونکنے پر مجبور کردیا اس وقت بلوچستان کے 84، خیبر پختونخواہ کے 218 ، سندھ کے 440،اسلام آباد کے 13 اور پنجاب کے 637 پولیس اسٹیشن عقوبت خانے بنے ہوئے ہیں

جہاں جلاد قسم کے افراد کالی وردیوں میں ملبوس لوگوں کو آئے روز "کتا" بنا رہے ہیں پنجاب پولیس کے ایک لاکھ 80 ہزار شیر جوان آنے والے ہر حکمران کے " وفادار" بن جاتے ہیں جو اپنی نوکری بچانے سے تعیناتی تک کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہو جاتے ہیں ملک بھر کے 1392 پولیس اسٹیشنوں میں بیٹھے ہوئے ان " وفاداروں" کے پاس جاتے ہوئے عوام کا خون خشک ہوتا ہے کیونکہ ہر آنے والے کی ماں، بہن اور بیٹی سے لیکر آباؤ اجداد تک کی شان میں جو قصیدہ گوئی یہ کرتے ہیں وہ شائد ہی آج تک کسی اور نے کی ہو، چادر اور چار دیواری کا تقدس ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا صرف پنجاب ہی نہیں ملک کے ہر پولیس اسٹیشن میں لوگ صرف اس وقت جاتے ہیں جب پانی انکے سر سے گذر جائے ورنہ اپنے چھوٹے چھوٹے مسائل کا حل لوگ ان تھانوں میں جائے بغیر ہی کر لیتے ہیں کیونکہ جو پریشانی اور تکلیف انسان تھانے میں جاکر برداشت کرتا ہے وہ شائد ہی کسی اور جگہ نصیب ہوتی ہو جس کام لیے پیسہ یا سفارش نہ ہو اسکے ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چھوٹی موٹی سفارش اور غربت کام کو مزید خراب کر دیتی ہے جسکی سفارش تگڑی قسم کی ہو یا پیسے کھلے استعمال کرنا جانتا ہو وہ شخص تھانے میں جائے بغیر اپنے سب جائز اور ناجائز کام منٹوں میں کروالیتا ہے سانحہ ڈسکہ سے 2 روز قبل کا ایک واقعہ لاہور کے تھانہ مغل پورہ میں بھی پیش آیا یہ وہ شہر ہے جہاں ملک کے وزیر اعظم میاں نواز شریف انکے چھوٹے بھائی وزیر اعلی پنجاب، سمیت صوبے کا ہر انتظامی امور کا سربراہ موجود ہے اور سب سے

بڑھ کر یہ کہ یہاں پر پنجاب کے تقریباً ڈھائی کروڑ عوام کے 368 منتخب نمائندگان کا ایوان ہے جن کی موجودگی میں لاٹھی گولی کی سرکار کے ''وفاداروں'' نے شالیمار ہسپتال کے ایک ڈاکٹر حماد نعیم کے بڑے سفارشی کے حکم پر ہسپتال کے درجہ چہارم کے چار ملازمین کو پکڑ کر کتا بنا دیا کلینرزاہد،اپریٹر ساجد،وارڈ بوائے کامران اور نرس سمیرا کا غریب ہونا ان کے لیے سزا بن گیا پوری رات جس بے دردی سے پولیس نے ان افراد کو تشدد کا نشانہ بنایا وہ نا قابل بیان ہے رات بھر تشدد کے تمام طریقے آزما کر صبح ان ملازمین کو چھوڑ دیا گیا ملک کے ایسے علاقے جہاں نہ کوئی خادم اعلی ہے نہ چیف سیکریٹری بیٹھتا ہے نہ آئی جی موجود ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی انسانی حقوق کی تنظیم موجود ہوتی ہے وہاں پر صرف پولیس ہوتی ہے اور وہ جو کچھ وہاں کر رہی ہے وہ لاہور پولیس سے کسی صورت پیچھے نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ایک عام انسان اپنے کسی بھی مسئلہ کے حل کے لیے پولیس اسٹیشن نہیں جاتا بلکہ سب سے پہلے کسی نہ کسی وکیل کے پاس جاکر اپنا مسئلہ بیان کرکے دلی اطمینان اور تسلی محسوس کرتا ہے اورڈسکہ پولیس کے غنڈے نے اسی مسیحا کو یوں بے دردی سے قتل کردیا جیسے کسی کی جان لینا کوئی بات ہی نہیں ہے اختیارات اور لیس سر کے نشہ نے جہاں حکمران طبقہ کا دماغ خراب کر رکھا ہے وہی پر پولیس والے بھی غنڈے بن چکے ہیں عوام کو ان کے پاس جانے سے احساس تحفظ کی بجائے ذلت کا احساس زیادہ ہوتا ہے اب تو تھانے بھی سیاستدانوں کی جاگیر بن چکے ہیں جہاں آئے روز عوام

کو نہ صرف کتا بنایا جاتا ہے بلکہ گلے میں رسی ڈال کر بھونکنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے اور اگر کوئی پولیس والے کو کتا کہہ دے تو پولیس والے اپنی پستول سے قتل کر دیتے ہیں کب یہ نظام بدلے گا اور کب عوام ان سے آزاد ہو گی؟

تو سلامت رہے تا قیامت رہے

پاکستان کی محبت میں قربانیاں دینے والے ممالک اور اشخاص ہمیشہ کسی نہ کسی طرح حکمرانوں کی سرمہری کا شکار رہے جبکہ مفاد پرستوں نے ہر موقعہ پر لوٹ مار اور اپنوں کو نوازنے کا سلسلہ جاری رکھا یہی وجہ ہے پاکستان اندورنی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہوتا چلا آیا اور آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ گذشتہ روز بلوچستان کے ضلع مستونگ میں دہشت گردوں نے مسافر بسوں سے اتار کر 21 افراد کو قتل کردیا یہ واقعہ کوئٹہ سے تقریبا پچاس کلومیٹر دور مستونگ کے علاقے کھڈ کوچہ میں کندو عمرانی کے مقام پر کوئٹہ کراچی شاہراہ پر پیش آیا جہاں نامعلوم مسلح دہشتگردوں نے دو مسافر بسوں کو اسلحہ کے زور پر روک کر 70 سے زائد مسافروں کو اتارا۔ دہشتگرد شناخت کے بعد 35 کے قریب مسافروں کو اغواء کرکے قریبی پہاڑی کی طرف لے گئے اور مغوی مسافروں پر گولیاں برسادیں۔ فائرنگ کے نتیجے میں انیس مسافر جاں بحق جبکہ ایک زخمی ہوگیا۔ مسافر بسیں پشین اور کوئٹہ سے کراچی کیلئے جارہی تھیں بلوچستان کے وزیر داخلہ سرفراز بگٹی کا سانحہ مستونگ پر بیان کہ اس میں را ملوث ہے بھارت افغانستان میں بیٹھ کر پاکستان میں دہشت گرد کارروائیاں کروارہا ہے اس سے قبل بھی بھارت پاکستان کے خلاف اپنی کئی گھٹیا کاروائیاں کرچکا ہے پاکستان کو اس قدر تنگ اور زچ

کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ پاکستان کو چلنے ہی نہ دیا جائے مگر انہی حالات میں پاکستان نے ستمبر 1965ء کی جنگ میں بھارت کو شکست دے ڈالی۔ بھارت کو اس شکست کا اتنا صدمہ تھا کہ اس نے انتقام لینے کے لیے مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کے لیے سازشیں شروع کر دی بالآخر دسمبر 1971ء میں یہ سانحہ رونما ہوا اور پاکستان دولخت ہوگیا۔ اس سانحہ کا سب سے زیادہ درد جس ملک نے محسوس کیا' وہ سعودی عرب تھا، جس نے بنگلہ دیش کو سارے عالم اسلام میں سب سے آخر میں تسلیم کیا تھا۔ اسی زمانے میں سعودی عرب پر شاہ فیصل شہید کی حکومت تھی جنہوں نے اس وقت کے پاکستانی وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو سے راہ و رسم بڑھا کر انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے بچے کھچے ملک کو بھارت سے اگر بچانا چاہتے ہیں تو انہیں ایٹمی صلاحیت حاصل کرنا ہوگی۔ یہ سعودی عرب کے شاہ فیصل ہی تھے جنہوں نے اس حوالے سے پاکستان کو فنڈز مہیا کرنے کا وعدہ کیا اور پھر یوں زیڈ اے بھٹو نے ایٹمی پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے سب سے پہلے فرانس کے ساتھ اٹامک ری پروسیسنگ پلانٹ کا معاہدہ کیا۔ امریکہ اس پر بڑا سٹپٹایا اور پاکستان کو دھمکی دیتے ہوئے امریکی وزیر خارجہ نے صاف صاف کہا کہ وہ پاکستان کو ایسا سبق سکھائیں گے کہ وہ یاد رکھے گا۔ امریکہ نے فرانس پر دباؤ ڈال کر ایٹمی معاہدہ بھی منسوخ کرا دیا۔ اس کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے ہالینڈ سے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو بلایا اور سنٹری فیوج طریقے سے ایٹمی پروگرام آگے بڑھانے کی ذمہ داری سونپ دی۔ اسی زمانے میں افغانستان پر روس نے

حملہ کر دیا۔ لاکھوں لٹے پٹے افغان پاکستان کا رخ کر رہے تھے ساتھ ہی انہوں نے روس کے خلاف جہاد کا بھی آغاز کر دیا تھا۔ پاکستان بیس کیمپ بنا اور سعودی عرب نے ایک بار پھر پاکستان کا بازو تھام کر ان لاکھوں افغان مہاجرین کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ ملک کے دفاع میں بھرپور مدد مہیا کرنا شروع کی۔ پاکستان بے پناہ سعودی تعاون اور مدد کے ذریعے 30 لاکھ افغان مہاجرین کا بوجھ اٹھا کر ایک طرف روس کا مقابلہ کر رہا تھا تو دوسری طرف بھارت جیسے ازلی وابدی دشمن کے خلاف ایٹمی اسلحہ بنا کر اپنی حفاظت کر رہا تھا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب بھارت نے 1987ء میں پاکستان پر بڑے اور کھلے حملے کی تیاری کی تھی تو پاکستان کے صدر شہید جنرل ضیاء الحق بھارت ایک کرکٹ میچ دیکھنے کے بہانے وہاں پہنچے تھے۔ انہوں نے وہاں راجیو گاندھی کو بغیر کچھ محسوس کرائے ایئرپورٹ پر ہی اتنے زوردار انداز میں یہ باور کرایا تھا کہ اگر انہوں نے پاکستان پر حملے کی جرات کی تو پاکستان ایٹم بم چلانے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اس کا مطلب صاف اور واضح تھا کہ پاکستان ایٹم بم بنا چکا تھا جس کے لیے اب بھی سعودی عرب ہی تعاون کر رہا تھا۔ پاکستان کا ایٹم بم بنانے میں مرکزی کردار ادا کرنے والے اور سب سے زیادہ حکومتوں کی سازشوں کا شکار بننے والے محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان بار بار آج بھی کہتے اور لکھتے ہیں کہ اس ایٹم بم کی وجہ سے پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ نہیں ہوئی، یعنی 1971ء کے سانحہ کے بعد اگر آج تک پاکستان بھارتی جارحیت اور اس کے ناپاک عزائم سے بچا ہوا ہے تو اس

کے راستے میں سب سے بڑی ڈھال سعودی عرب کی جانب سے شروع کروایا گیا اور آگے بڑھایا گیا وہ ایٹمی پروگرام ہے جس کو سعودی عرب آج بھی پاکستان ہی نہیں عالم اسلام کا اثاثہ قرار دیتا ہے۔ بہت کم لوگوں کو پتہ ہے کہ جب مئی 1998ء میں بھارت نے ایٹمی دھماکے کئے تھے تو اس وقت کے بھارتی وزیر داخلہ ایل کے ایڈوانی نے بڑے فاتحانہ انداز سے پاکستان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ ''پاکستانیوں کو چاہئے کہ پکڑی گئی ہے (Bluff) اب وہ شرم سے اپنا سر جھکا کر چلیں کیونکہ ان کی کھوکھلی دھمکی اور پاکستان کے ایٹمی صلاحیت کے دعوے جھوٹے ہیں، ہم بہت جلد آزاد کشمیر کو پاکستان سے آزادی دلا کر بھارت میں شامل کرلیں گے۔'' بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے بعد پاکستانی حکومت بڑی کشش وپنج اور دباؤ کا شکار تھی اور امریکہ کی جانب سے دھماکہ کرنے پر دھمکیاں اور نہ کرنے پر لالچ دیا جا رہا تھا۔ انہی حالات کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے ایک سخت خط وزیراعظم نواز شریف کو لکھا کہ آپ نے جرات سے کام نہ لیا تو میں اور میری ٹیم کے سائنسدان عہدوں سے مستعفی ہو جائیں گے۔ اس کے 2 ہفتے بعد ہی پاکستان نے بھارت کے 5 دھماکوں کے جواب میں 6 ایٹمی دھماکے کرڈالے تو امریکہ نے طے شدہ پروگرام کے تحت پاکستان پر سخت ترین پابندیاں عائد کردیں۔ یہ وہ وقت تھا جب سعودی عرب کے ولی عہد شاہ عبداللہؒ میدان میں آئے اور پاکستان کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے روزانہ 50 ہزار بیرل تیل مفت دینا شروع کردیا۔ یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ اسی پر بس نہیں، شاہ عبداللہ

خلیج اور عرب دنیا کے کئی ملکوں کے دورے پر محض اس لیے فوری روانہ ہوگئے کہ پاکستان کے لیے تعاون اور ہمدردی حاصل کر سکیں۔ وہ یہ کامیاب دورہ مکمل کرتے ہوئے آخر میں پاکستان پہنچے اور پاکستان کو اپنا ہر طرح کا تعاون پیش کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ وہ پہلے کی طرح آج بھی اس مشکل گھڑی میں پاکستان کے ساتھ کھڑے ہیں اور یوں پاکستان سرخرو ہوا۔ ساری دنیا گواہ ہے کہ پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کی سب سے زیادہ خوشی سعودی شاہی خاندان نے محسوس کی، خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں نوافل ادا کیے گئے۔ ایک طرف مسلم دنیا کی ہمدردیاں ہیں اور دوسری طرف پاکستان کے میزائلوں بابر، غوری، حتف، رعد اور آبدوز سعد و ضرار اور برق، براق سے عالم کفر بوکھلاہٹ کا شکار رہے یہی وجہ ہے کہ آج کوئی پاکستان کیجانب میلی آنکھ سے دیکھنے کی جسارت نہیں کرتا وہ جانتا ہے کہ آج پاکستان دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت ہے اور ڈرون کلب میں بھی شامل ہوچکا ہے اس وقت دنیا کی نو ایٹمی طاقتوں میں امریکہ، روس، چین، پاکستان، بھارت، برطانیہ، فرانس، اسرائیل اور شمالی کوریا شامل ہیں۔ پاکستان کے جوہری ہتھیاروں کی تعداد 100 سے 120 اور بھارت کے ایٹمی ہتھیاروں کی تعداد 90 سے 110 کے درمیان ہے۔ 1945ء سے اب تک بنائے گئے سوا لاکھ ایٹمی ہتھیاروں میں سے 97 فیصد امریکہ اور روس نے بنائے ہیں۔ ان میں سے 420 ایٹمی ہتھیار مسلم ممالک اور باقی ایٹمی طاقتوں کے پاس ہیں۔ ایٹمی ممالک میں اسرائیل 200 ایٹمی ہتھیاروں کیساتھ سرفہرست ہے۔ امریکہ اور روس دنیا کے مجموعی ایٹمی

ہتھیاروں کے 93 فیصد حصے کے مالک ہیں۔ 1945 میں پہلا ایٹمی تجربہ کرنے والا ملک امریکہ 7 ہزار 300 ایٹمی ہتھیاروں کا مالک ہے ان میں سے ایک ہزار 920 ایٹمی ہتھیار میزائلوں اور فوجی اڈوں پر نصب ہیں۔ پاکستان آج ایٹمی وار ہیڈز کی تعداد کے لحاظ سے دنیا کی چوتھی بڑی ایٹمی قوت ہے، وہ ملک جس کے بارے کہا جاتا ہے کہ سوئی خود نہیں بنا سکتا، اس کے پاس بھارت جیسے ملک سے زیادہ ایٹمی وار ہیڈ اور ایٹمی میزائل ہیں، بھارت سے کہیں بہتر ڈرون ٹیکنالوجی ہے مگر اسکے باوجود ہم آئے روز دہشت گردی کا شکار ہو رہے ہیں اور ہمارے محسن ہمارے رویوں سے نالاں ہیں ہماری تمام تر خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود پاکستان سلامت رہے گا اور تا قیامت رہے گا۔

گلگت/ بلتستان الیکشن

آج بروز پیر گلگت/ بلتستان قانون ساز اسمبلی کی 24 سیٹوں کے لیے ہنگامہ خیز اور غیر متوقع نتائج کے حامل الیکشن ہو رہے ہیں وہاں کے سیاسی اور سماجی حلقوں سمیت دیگر باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ اگر گلگت/ بلتستان میں منصفانہ الیکشن ہوئے تو مجلس وحدت مسلمین تقریبا 6 سے 8 سیٹیں جیتنے میں کامیاب ہو جائیگی جبکہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے بڑے بڑے برج الٹ جائیں گے جن میں پیپلز پارٹی کے سابق وزیر اعلی سید مہدی شاہ بھی شامل ہونگے جو سکردو کے حلقہ 1 سے الیکشن میں حصہ لے رہے ہیں عوامی حلقوں کا کہنا ہے کہ مہدی شاہ اپنے حلقہ سے بری طرح ہاریں گے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے علاقہ میں ایسا کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا جسکی وجہ سے انہیں اپنے حلقہ میں جیت کے لیے ووٹ مل سکیں گلگت/ بلتستان میں اس وقت جس جماعت نے سب سے کم وقت میں اپنی جگہ بنائی ہے وہ ہے مجلس وحدت مسلمین جو گلگت اور بلتستان کے حلقوں میں نہ صرف ایک بڑی جماعت بن کر ابھری ہے بلکہ اس جماعت نے علامہ راجہ ناصر عباس کی سربراہی میں ماضی کی تمام بڑی سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو پس پشت ڈال کر ناکوں چنے چبوا دیے ہیں اس وقت آل پاکستان مسلم لیگ کے ایک امیدوار کے سوا تقریبا تمام امیدوار ایم ڈبلیو ایم کے امیدواروں کے حق میں دستبردار ہو چکے ہیں جبکہ ایک اور منظر

عام پر آنے والی نئی سیاسی جماعت عام آدمی پارٹی بھی پہلی بار گلگت / بلتستان کے الیکشن میں حصہ لے رہی ہے مگر انکا کوئی خاص ووٹ بنک نہیں ہے جبکہ دوسری جانب اس علاقے میں سابق صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے لوگوں کے مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے پوری توجہ دیکراس علاقہ میں ترقیاتی کاموں کو ترجیح دی جس کی وجہ سے گلگت /بلتستان میں پرویز مشرف کو چاہنے والے بہت زیادہ تعداد میں موجود ہیں یہی افراد پرویز مشرف کا ووٹ بنک بھی ہیں آل پاکستان مسلم لیگ کے امیدواروں کا ایم ڈبلیو ایم کے امیدواروں کے حق میں دستبردار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ پرویز مشرف بھی ایم ڈبلیو ایم کے سپورٹر ہیں جنا ووٹ یقینا راجہ ناصر عباس کے حصہ میں آئے گا گلگت / بلتستان کے عوامی حلقوں کا خیال ہے کہ ایم ڈبلیو ایم واضح برتری کے ساتھ اکثریتی جماعت بن کر سامنے آئے گی جبکہ دوسری جانب اس کے مقابلے میں ن لیگ 4 تحریک انصاف 4اور جماعت اسلامی کوئی بھی سیٹ لینے میں کامیاب نہیں ہوسکے گی کیونکہ یہ ماضی میں بھی کوئی سیٹ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی جبکہ ماضی میں جے یو پی (ف) 2 سیٹیں حاصل کرتی رہی تھی اب ایک بھی ناممکن ہے ان تمام جماعتوں کے مقابلے میں ایم کیو ایم کا حسب سابق اس بار بھی ہونے والے الیکشن میں کوئی سیٹ جیتنے میں کامیاب نہیں ہوسکے گی حلقہ 5 سکردو سے اے پی ایم ایل کے امیدوار مظفر پاروی ایم ڈبلیو ایم کے امیدوار ڈاکٹر شجاعت کے حق میں دستبردار ہوگئے ہیں گلگت / بلتستان کے مختلف اضلاح میں ایم ڈبلیوایم کی جوڑ

توڑ کی سیاست نے نہ صرف اپنی پوزیشن مظبوط کرلی ہے بلکہ دوسری تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے لیے دردسر بن چکی ہے جبکہ بعض حلقوں میں آزاد امیدواروں کی بھی پوزیشن بہت مضبوط ہے جیتنے والے آزاد امیدوار اپنا ووٹ اسی پارٹی کی جھولی میں ڈالیں گے جو حکومت بنانے کی پوزیشن میں ہوگی۔ گلگت / بلتستان میں اس بار ہونے والے الیکشن کو کانٹے دار مقابلہ کا نام بھی دیا جارہا ہے ،ایم ڈبلیو ایم کو گلگت / بلتستان اتنی بڑی سیاسی جماعت بنانے میں جہاں علامہ راجہ ناصر عباس کی محنت اور کاوش ہے وہیں پر تمام کارکنان اور عہدیدار کی محنت بھی شامل ہے جبکہ شعبہ سیاسیات کے سربراہ ناصر شیرازی اور شعبہ نشرواشاعت کے انچارج مظاہر شگری کی انتھک کوششیں بھی شامل ہیں۔

اندرونی اور بیرونی سازشیں

پاکستان میں دہشت گردی کی کاروائیوں میں. براہ راست ملوث بھارتی ایجنسی را کے بہت سارے ثبوتوں کے بعد بالآخر مودی نے پاکستان توڑنے کی سازش کا اعتراف بھی کرلیا، بھارتی وزیراعظم کی طرف سے ایک آزاد اور خودمختار ملک توڑنے کا اعتراف بین الاقوامی قوانین توڑنے کے جرم کا اعتراف ہے اقوام متحدہ اس مسئلہ پر انکوائری کروائے اور حکومت پاکستان نریندر مودی کے اس اعترافی بیان کی روشنی میں یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں اٹھائے افغانستان میں پاکستان کے خلاف سازشوں کا قلعہ قمہ ہونے کے بعد بھارتی حکومت شرمندگی کم کرنے کیلئے بنگلہ دیش سے محبت کی پینگیں بڑھانے کا ڈھونگ رچارہی ہے حسینہ واجد سطحی جذبات کے زیر اثر بھارتی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں حصہ دار نہ بنیں۔پاکستان کے عوام انڈیا سے علیحدگی، ہندو اور انگریز غاصبوں سے ملکر لڑنے اور نجات حاصل کرنے پر آج بھی بنگلہ دیش کے عظیم لیڈروں اور عوام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پاکستانی عوام بنگلہ دیش کی عوام کے لیے ہمیشہ دعاگو رہے ہیں۔پاکستانی عوام چاہتے ہیں کہ دونوں ممالک 1971ء کے تلخ واقعات کو پس پشت ڈال کر ترقی اور خوشحالی کیلئے مشترکہ تعاون اور جدوجہد کے راستے تلاش کریں۔بھارت کو بنگلہ دیش سے نہ کبھی ہمدردی تھی اور نہ کبھی ہوسکے گی۔ان

بھارتی سانپوں کو جب بھی موقع ملا یہ مسلمان سمجھ کر بنگلہ دیش کو نقصان پہنچائیں گے ۔ حسینہ واجد آگ سے کھیل رہی ہیں حسینہ واجد بھارتی کٹھ پتلی بننے کی بجائے بنگلہ دیش کی بہتری اور خوشحالی کیلئے کام کریں نریندر مودی کی طرف سے پاکستان توڑنے کی سازش کے اعتراف اور مکتی باہنی کے ساتھ ملکر لڑنے سے ثابت ہوگیا کہ بھارتی سیاستدان کا روز اول سے ہی کردار دہشت گردوں جیسا رہا ہے ۔اگر اس بھارتی دہشت گردی کا قلع قمع نہ کیا گیا تو آنے والے وقت میں یہ وحشی درندہ نہ صرف پاکستان کے مسائل پیدا کرسکتا ہے بلکہ بھارت میں رہنے والے مسلمان بھی اس کے ظلم کا نشانہ بن سکتے ہیں جس طرح آجکل برما میں ظلم کا بازار گرم ہے معصوم بچوں کو تلواروں کی نوک پر پھینک دیا جاتا ہے انسانی حقوق کی تنظیمیں روہنگیا مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کریں میانمار میں مسلمانوں کی اس قدر قتل و غارت ہو رہی ہے لگتا ہے کہ میانمار (برما) کا نام مسلمان مار ہے ۔بودھ کمیونٹی کے حملہ آوروں نے برما کے مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی ہے ۔روہنگیا مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد بودھ قاتلوں سے جان بچانے کے لیے چھوٹی کشتیوں کے ذریعے بھاگنے کی کوشش میں سمندر میں غرق ہو چکی ہے ۔پناہ گزین کیمپوں اور جیلوں میں روہنگیا مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے ۔13 لاکھ روہنگیا مسلمان امت مسلمہ کی مدد کا انتظار کر رہے ہیں۔ عالمی برادری اور مسلم حکمران برما کی حکومت کو نہتے مسلمانوں کا قتل عام بند کرنے کیلئے واضح پیغام دیں اور میانمار حکومت پر

دباؤ ڈالے کہ وہ روہنگیا مسلمانوں کو وہاں کا شہری تسلیم کرے اور انہیں وہاں کے باشندوں کے مساوی شہری آزادی کے حقوق دیے جائیں مگر مسلمان حکمرانوں کی.برما کے دہشت گرد بدھوں اور وہاں کی دہشت گرد فوج کی جارحیت پر خاموشی قابل افسوس ہے، دنیاکے 57 مسلم ممالک کے حکمرانوں کو سانپ سونگھ گیا ہے، یورپ کے انسانی حقوق کے دعویدار کہاں ہیں انہیں.برماکے مظلوم مسلمان دکھائی کیوں نہیں دے رہے اقوام متحدہ، سلامتی کونسل جیسے اداروں نے مسلمانوں کے حوالہ سے دوہرا معیار اپنا رکھا ہے۔برما میں جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے پاکستان کی عوام پر.برماکے مسلمانوں کی مدد کرنا فرض ہے۔ جنرل راحیل شریف کی للکار سے قوم کو ولولہ تازہ ملا ہے۔ایک طرف امن اور بھائی چارے کا درس دینے مسلمان پوری دنیا میں مظالم کا شکار ہورہے ہیں تو دوسری طرف پاکستان میں بھی لوگوں کے حقوق غضب کیے جارہے ہیں آئے روز کے دھرنوں اور احتجاج نے ملکی معیشت کو .بری طرح رگڑا لگایا ہوا ہے عوام کے مسائل انکی دہلیز پر حل کرنے والوں نے ووٹ لینے کے بعد انہیں یکسر نظر انداز کردیا ہے یہی وجہ ہے کہ سرکاری دفاتر کے مسلسل چکر لگانے اور وہاں پر ملنے والی پے درپے ناکامیوں کے بعد نابینا افراد اپنے مطالبات منوانے کے لئے ایک بار پھر سڑکوں پر نکل آئے‘پریس کلب کے سامنے احتجاج کے بعد پنجاب اسمبلی کے سامنے دھرنا دے دیا‘ پنجاب اسمبلی میں داخلے کی کوششوں پر سیکورٹی اہلکاروں نے اسمبلی کو تمام گیٹ کو بند کردیا

جبکہ مظاہرین نے اپنے مطالبات کی منظوری تک پنجاب اسمبلی کے سامنے احتجاجی دھرنہ جاری رکھنے کا اعلان کر دیا۔ سوموار کے روز نابینا افراد نے پنجاب حکومت کی جانب سے کئی روز کے احتجاج کے بعد کیے جانیوالے وعدے پورے نہ ہونے پر ایک بار پھر احتجاج شروع کر دیا اور نابینا افراد حکومتی یقین دہانیوں پر عملدرآمد کے لئے، پریس کلب کے سامنے اکٹھے ہوئے۔ نعرے بازی کے بعد ریلی کی صورت میں پنجاب اسمبلی کے سامنے جا پہنچے اور مال روڈ بلاک کرکے فیصل چوک پر دھرنا دے دیا۔ مظاہرین کچھ دیر مال روڈ پر رہے پھر پنجاب اسمبلی کے گیٹ کے سامنے جا پہنچے۔ مظاہرین کا کہنا ہے کہ حکومت وعدے کرکے بھول جاتی ہے ایسا لگتا ہے کہ مسلمان نہ صرف اندرونی سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں بلکہ بیرونی سازشیں بھی کامیاب ہو رہی ہیں اس لیے ہماری حکومت سے استدا ہے کہ وہ نہ صرف بیرونی دہشت گردوں پر نظر رکھے بلکہ ملک کے اندر رہنے والے شہریوں کے مسائل پر بھی فوری توجہ دے۔

اینٹ سے اینٹ بجانا

صوبہ سندھ میں امن و امان کی صورتحال میں خرابی اور وہاں رینجرز کا آپریشن ڈیڑھ برس سے جاری ہے جو اب اپنے منطقی انجام کی طرف جاری بہت جلد بڑے بڑے مگر مچھ اپنی دم پر کھڑے نظر آئیں گے ایسے وقت میں جب پاکستانی فوج ہماری بقا کی جنگ لڑ رہی ہے ۔ آصف زرداری کی جانب سے جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ ایک سابق صدر کو زیب نہیں دیتی آصف زرداری کو سندھ میں اپنی جماعت کی حکومت کی کارکردگی بہتر بنانے اور کراچی میں امن کی بحالی پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے کیونکہ انھیں اسی صوبے کے عوام نے مینڈیٹ دیا ہے پیپلز پارٹی کے سربراہ آصف علی زرداری کے لہجے کی تلخی ظاہر کرتی ہے کہ اس آپریشن میں پیپلز پارٹی کے بہت سے کرتوتوں پر سے پردہ اٹھنے ولا ہے پاکستان کے سابق صدر اور پیپلز پارٹی کے سربراہ آصف علی زرداری کی جانب سے منگل کو فوجی قیادت پر زبردست تنقیدی اور اینٹ سے اینٹ بجادینے کے بیان کی وجہ سے پورے ملک میں بدھ کے روز تمام دن قیاس آرائیاں جاری رہیں مگر صورتحال اس وقت واضح ہوئی جب پیپلز پارٹی کے سینیٹر فرحت اللہ بابر نے سینیٹ کے اجلاس میں ایک نکتہ اعتراض پر کہا کہ صوبہ سندھ، جہاں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے وہاں پر تعینات رینجرز حکام اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے صوبائی حکومت کے معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں اس لیے وہ

اپنے دائرہ اختیار میں رہیں اور اسی سلسلہ میں وزیر اعلی سندھ نے ڈی جی رینجرز کو ایک عدد چٹھی بھی لکھ دی ہے کہ رینجرز کے مسلح اور چہروں پر ماسک پہنے جوانوں کو سندھ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے دفتر میں دھاوا بولنا، ان کے اختیار سے باہر ہے ۔انہوں نے کراچی کے کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل نوید مختار کا نام تو نہیں لیا لیکن حال ہی میں ان کی جانب سے ایک سیمینار میں صوبہ سندھ میں طرز حکومت کو برا (بیڈ گورننس) قراد دینے پر تنقید کرتے کہا کہ ایسے بیانات اختیارات سے تجاوز کے زمرے میں آتے ہیں سینیٹر فرحت اللہ بابر نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ صوبہ سندھ میں قائم ایپکس کمیٹی کے ذریعے سندھ میں قائم پیپلز پارٹی کی حکومت کو غیر موثر کیا جا رہا ہے ۔ 'کہیں ایسا تو نہیں کہ ایپکس کمیٹی کے ذریعے صوبائی حکومتوں کو معطل کیا جا رہا ہے ؟ اور وہ اختیارات جو اسٹیبلشمنٹ پہلے پردے کے پیچھے رہ کر استعمال کرتی تھی، اب ایپکس کمیٹیز کے ذریعے استعمال کرنا چاہ رہی ہو؟فرحت اللہ بابر داخلہ امور کے وزیر مملکت بلیغ الرحمٰن نے ان دونوں الزامات کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ایپکس کمیٹی کے بارے میں اعتراض اس لیے بے جا ہے کہ اس کی سربراہی وزیر اعلیٰ کرتے ہیں۔وزیر مملکت برائے داخلہ نے اس موقع پر ان خدشات کی بھی تردید کی کہ وفاقی حکومت صوبہ سندھ میں گورنر راج لگانے کے بارے میں تجویز پر غور کر رہی ہے ۔ایسے خدشات کہ وفاقی حکومت کسی صوبائی حکومت کے اختیارات سلب کرنا چاہتی ہے، بالکل بے بنیاد ہیں جبکہ امن وامان مکمل طور پر صوبائی معاملہ

ہے۔ اگر صوبائی حکومت کے اختیارات لینے ہی ہوتے تو وزیر اعظم گورنر راج لگانے کی تجویز کو یکسر مسترد نہ کر دیتے اسی موقعہ شاہ محمود قریشی کا کہنا تھا کہ سابق صدر نے ایسے وقت میں فوج کے خلاف سخت زبان استعمال کیوں کی جب وہ قبائلی علاقوں میں فوجی کارروائیوں میں مصروف ہے۔ اس سے ایسا لگتا ہے کہ پیپلز پارٹی کی قیادت اپنی بدعنوانی پر سے توجہ ہٹانے کے لیے یہ محاذ کھولنا چاہتی ہے جبکہ وہ فہرست بھی عوام کے سامنے پیش کی جائے جس کو چھپانے کی کوشش ہو رہی ہے اگر وہ لسٹ سامنے آجائے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا لسٹ سے مراد سندھ رینجرز کے سربراہ کی وہ رپورٹ ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ کراچی میں کھربوں روپے کی بدعنوانی میں بعض بااثر سیاسی رہنما ملوث ہیں۔ وزیر اعظم نواز شریف نے نہ صرف فوج پر تنقید کرنے کو ایک منفی قدام قرار دیا ہے بلکہ انہوں نے آصف علی زرداری سے ملاقات کرنے سے معذرت کر لی ہے۔ انکا کہنا تھا کہ اس نازک مرحلے پر جب دہشت گردی کے خلاف آپریشن جاری اور قومی سطح پر اتفاقِ رائے ضروری ہے اگر مسلح افواج پر تنقید کی جائے گی تو اس سے ان عناصر کی حوصلہ افزائی ہوگی جو پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کر کے تعمیر و ترقی کے عمل میں رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں جبکہ فوج اور سیاسی قیادت کے درمیان ہم آہنگی نے پاکستانی جمہوریت کو مضبوط کیا ہے اور سیاسی استحکام اور قومی اتفاق رائے کے ساتھ ہی ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سابق صدر نے اینٹ سے اینٹ بجانے

کا جو محاورہ استعمال کیا ہے اس پر عمل کب سے ہونا شروع ہوگا ان سیاستدانوں نے عوام کی اینٹ سے اینٹ توکب کی بجا رکھی ہے ان کی باری کب آئے گی؟

پچاس کروڑ ڈالر

گذشتہ روز شہید جمہوریت بینظیر بھٹو کی 62 ویں سالگرہ تھی بھٹو کے خواب کے مطابق بینظیر پاکستان کو عوامی فلاحی مملکت بنانا چاہتی تھیں مگر ان کے شہادت کے بعد ان کی جماعت پر قابض ہونے والوں نے اس ملک کو جس طرح دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے اس کی تاریخ میں کہیں نظیر نہیں ملتی۔ فوج کو دھمکیاں دینے والوں نے جرائم پیشہ عناصر اور دہشتگردوں کی مالی معاونت کیلئے سرکاری اداروں میں کرپشن' بھتہ خوری اور زمینوں پر قبضے و سرکاری اداروں کی کوڑیوں کے مول الاٹمنٹ کے ریکارڈ قائم کرنے کے ساتھ سمندر تک بیچ ڈالے ہیں اور ان کا بس نہیں چل رہا ہے کہ کسی طرح عوام کا بھی سودا کرکے اس کے بھی مول چکالیں اور جب ان کی کرپشن سے پردہ اٹھنے لگا ہے اور فوج کاروائی کیلئے کمر کس رہی ہے کرپشن اور دہشتگردوں و جرائم پیشہ عناصر کی مالی معاونت کیخلاف افواج پاکستان کے عزم اور رینجرز کی کاروائی کے علاوہ دبئی سے گرفتار ہونے والے گینگسٹر کے انکشافات اور افواج پاکستان کیخلاف بیان کے بعد سیاسی تنہائی کا شکار ہونے والوں نے محکمہ جنگلات سندھ کی 9 ہزار ایکڑ اراضی پاکستان آرمی کے شہید اہلکاروں کو الاٹ کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ عوام دشمن حکمران فوج کو دھمکیوں سے مرعوب کرنے میں ناکامی کے بعد اب زمین کی صورت فوج کو سیاسی رشوت کے

ذریعے خریدنا چاہتے ہیں مگر فوج بکاؤ، کرپٹ یا ضمیر فروش ہر گز نہیں ہے اور اسے دھمکایا جاسکتا ہے نہ دبایا جاسکتا ہے اور نہ ہی خریدا جاسکتا ہے اسلئے عوام کو یقین کامل ہے کہ فوج نے کرپشن کیخلاف جو قدم بڑھایا ہے اسے کسی صورت پیچھے نہیں ہٹائے گی اور عوام و سرکاری وسائل کو لوٹنے والوں کیخلاف کاروائی کا دائرہ کار پورے ملک میں پھیلاکر تمام ضمیر فروشوں ، اختیارات کا ناجائز استعمال کرنے والوں اور کرپٹ عناصر کو قانون کے دائرے میں لاکر کیفر کردار تک پہنچائے گی افواج پاکستان نے وطن عزیز سے دہشتگردی، بدامنی اور کرپشن کے خاتمے کا عزم کرلیا ہے اسلئے اب کسی قسم کا سیاسی دباؤ یا رشوت اس کے عزم کو متزلزل نہیں کرسکتی اور پاک فوج جلد دہشتگردوں و دہشتگردی کے خاتمے کے ساتھ ، دہشتگردوں اور جرائم پیشہ عناصر کے مالی، اخلاقی اور سیاسی معاونت کاروں، کرپشن میں ملوث سفید ہاتھیوں و کالی بھیڑوں اور قبضہ مافیا کو قانون کے دائرے میں لاکر کیفر کردار تک پہنچاکر ہی رہے گی کیونکہ اپنے اس مشن و مقصد کیلئے افواج پاکستان کو پوری قوم کی حمایت و تعاون حاصل ہے اور قوم کو یقین ہے کہ افواج پاکستان پورے ملک میں بلا تفریق و تخصیص غیر جانبدارانہ کاروائی کے ذریعے کرپشن ، دہشتگردی، جرائم' اختیارات سے تجاوز، قومی و عوامی استحصال اور سرکاری ونجی اراضی پر قبضے کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی جبکہ دوسری طرف ملک بھر میں بجلی کا بحران سنگین سے سنگین تر ہوتا جارہا ہے کراچی جو کبھی روشنیوں کا شہر کہلاتا تھا آجکل

اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے وہاں پر پانی ہے نہ بجلی بلکہ کراچی میں گرمی کے باعث پے در پے ہونے والی ہلاکتوں نے ہسپتالوں کے باہر ہاؤس فل کے بورڈ لگا دیے ہیں ایسا برا وقت تہ کراچی والوں پر اس وقت بھی نہیں آیا تھاجب دہشت گردی اپنے عروج پر تھی ایک طرف حکمرانوں کے کھوکھلے نعرے ہیں تو دوسری طرف مہنگائی ،لوڈ شیڈنگ اور پانی کی کمی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے غریبوں کے نام پر اقتدار میں آنے والے حکمران غریبوں کے ہی دشمن بنے ہوئے ہیں حکومت بجلی بحران پر قابو پانے میں مکمل طور پر ناکام ہوچکی ہے اور یہ بحران ملک بھر میں سنگین ترین صورتحال اختیار کرچکا ہے توانائی بحران کے باعث طویل و غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ کے ستائے عوام کا احتجاج اس بات کا ثبوت ہے کہ حکمرانوں نے عوام سے جو وعدے کئے تھے نہ صرف انہیں پورا کرنے میں سنجیدہ نہیں بلکہ حصول اقتدار سے اب تک مسلسل عوام سے جھوٹ بول رہے اور عوام کو دھوکا دے رہے ہیں مسلم لیگ (ن) نے اقتدار میں آنے کے بعد کئی نئے پاور یونٹس لگانے کے دعوے کئے اور کئی یونٹس کا باقاعدہ افتتاح کرکے عوام کو کئی ہزار میگا یونٹ بجلی کے نیشنل گرڈ میں شامل ہونے کی خوشخبری بھی سنائی مگر حالات بتارہے ہیں کہ وہ سب محض طفل تسلیاں تھیں دوسری جانب بجلی و گیس کے نرخوں میں اضافے کے ساتھ یکم جولائی سے پٹرول قیمتوں میں اضافے کی نوید بھی سنائی جارہی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ حکمران طبقہ عوام کو مہنگائی' بیروزگاری اور توانائی و پانی بحران کے ذریعے روزی روٹی اور بجلی

و پانی کے قصوں میں الجھائے رکھنا چاہتا ہے تاکہ اس کی ٹیکنکل کرپشن کی جانب سے عوام اور میڈیا دونوں ہی غافل رہیں اور استحصالی عناصر دونوں ہاتھوں سے ملک کو لوٹتے اور سامراجی طاقتوں کے ہاتھوں اس ملک و قوم کے مستقبل کا سودا اطمینان و سکون سے کرسکیں۔ بجلی، گیس، پٹرول اور دیگر اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں بلاجواز اضافہ اور پانی و بجلی کا سنگین ہوتا ہوا بحران اور دہشتگردی و جرائم کا بڑھتا ہوا گراف اس بات کی علامت ہے کہ حکمران عوام کو تحفظ و ریلیف کی فراہمی میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں اور ان کے پاس عوام کو دینے کیلئے صرف مسائل، مصائب اور پریشانیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اسی لئے یہ محض جھوٹے دعووں، وعدوں اور اعداد و شمار کے دھوکے کے ذریعے مزید لوٹ مار و کرپشن کیلئے وقت و مہلت حاصل کررہے ہیں جس کا ثبوت عالمی بنک کی 500 ملین ڈالر کی امداد ہے جس کے تحت رواں سال ستمبر میں 50 کروڑ ڈالر پاکستان کو مل جائیں گے مگر اسکے باوجود ملک و قوم کی حالت و حالات میں کوئی مثبت تبدیلی یا بہتری نہیں آئے گی کیونکہ یہ امداد بھی دیگر حکمران طبقے کے فارن اکاؤنٹس میں چلی جائے گی۔

سیاسی اور معاشی دہشت گرد

پاکستان کو جہاں دہشت گردی جیسے ناسور نے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے وہی پر ہمارے سیاسی اور معاشی دہشت گردوں نے بھی ملک کو تباہ کرنے اور لوٹنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا یہی وجہ ہے آج سماجی ناانصافیاں اور معاشی عدم استحکام ہماری ترقی کی راہ میں سب سے بڑی دو رکاوٹیں ہیں بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کرنے سے ہی ایک ماڈل معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے جبکہ ہمارے معاشرتی مسائل میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے لیکن موجودہ اور سابقہ تمام حکومتیں اور انسانی حقوق کی تنظیمیں معاشرے سے ظلم و جبر اور ناانصافی کا خاتمہ کرنے میں ناکام رہی ہیں اور عام آدمی کا استحصال بڑھتا ہی گیا اب کوئی محکمہ ایسا نہیں ہوگا جہاں لوگ کام کرنے کی نیت سے دفتروں میں نہیں آتے بلکہ وہ مال اکٹھا کرنے کے لیے اپنے اپنے دفاتر کا چکر لگاتے ہیں جہاں پر بیٹھ کر وہ عوام کا گلا دبا کر ان سے پیسے نکلوا سکیں یا پھر انہیں کاغذات کے چکروں میں ایسا پھنسائیں کہ اس غریب کی جوتی گھس جائے جس طرح ہماری مسلح افواج نے طالبان نما پودے کو جو کچھ عرصہ قبل ایک طاقتور درخت بن چکا تھا کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے اسی طرح اب انہیں ہمارے ان سیاسی اور معاشی دہشت گردوں کا بھی قلع قمع کرکے پاکستان کو حقیقت میں اسلامی فلاحی ریاست بنانا پڑے گا تاکہ

ملک میں جاری بحرانوں سے نجات مل سکے عوام کے دلوں پر راج کرنے کیلئے عوام کے زخموں پر مرہم رکھنا ضروری ہے قیام پاکستان کے بعد ملک میں پاکستان کے اصل مقاصد کی تکمیل نہ کی گئی بلکہ ملک کو نظاموں کی تبدیلی کی تجربہ گاہ بنادیا گیا ہے سماجی نا انصافیوں اور معاشی عدم استحکام سے ملک میں امیر، امیر تر ہوگیا جبکہ غریب روٹی روزی کو ترسنے لگا آج اگر منظم پالیسی کے مطابق ہر پاکستانی کو بنیادی سہولیات فراہم کردی جائیں تو نہ صرف معاشرہ رول ماڈل بن سکتا ہے بلکہ غیر طبقاتی معاشرے کے قیام سے کام کی اہلیت کے مطابق معاوضہ ضرورت کے مطابق عوام کو روٹی کپڑا مکان روزگار کی بلا تخصیص فراہمی ممکن ہو سکتی ہے مگر یہ اس وقت ممکن ہوسکے گا جبپاکستان کو بدعنوان عناصر سے پاک کرکے ملک میں آئین اور قانون کی بالادستی قائم کردی جائے۔ قوم اور ملک کا درد رکھنے والے ساہیوال کے ایک نامور وکیل جاوید سرور چوہدری نے گذشتہ روز ایک خط کے زریعے چندبنیادی عوامی مسائل کی طرف حکمرانوں کی توجہ دلائی ہے جو شہریوں کے لیے درد سر سے کم نہیں ہے انکے مطابق عوام کا پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ پیدائش، وفات، شادی اور طلاق کا متعلقہ یونین کونسل میں لیٹ اندراج سائلین کے لیے درد سر بن چکا ہے جبکہ سکولوں میں بچوں کے داخلہ اور امتحانات کے لیے ب فارم کی شرط عائد ہونے کے بعد لاعلم والدین اپنے بچوں کی تاریخ پیدائش کے اندراج کے لیے یونین کونسلوں میں رجوع کرتے ہیں جہاں پر انہیں مکمل آگاہی نہ ہونے اور چکوک کے چوکیدار جن کا کام تاریخ

پیدائش وفات ریکارڈ مرتب کرنا اور گاؤں میں پہرہ دینا ہوتا تھا کے ریکارڈ کو نسل درنسل منتقل نہ ہونے اور قیمتی ریکارڈ کی دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث ضائع ہونے کے باعث سخت دشواریوں کا سامنا ہے والدین اپنے بچوں کی پیدائش کا لیٹ اندراج کروانا چاہتے ہیں جن کو پیچیدہ اور مشکل ترین پراسس سے گذارا جاتا ہے بعض ناخواندہ والدین تکلیف دہ مشکل پراسس مکمل نہ کر سکنے کے باعث اپنے بچوں کو سکول کی پڑھائی سے ہٹا کر اپنے گھر بٹھا لیتے ہیں اس طرح نہ صرف تعلیمی نقصان ہو رہا ہے بلکہ 1961 سے موجود ریکارڈ دستیاب نہ ہونے کے باعث سائلین کو پیدائش 'وفات 'شادی اور طلاق کا متعلقہ یونین کونسل میں لیٹ اندراج سخت مشکلات پیدا کر رہا ہے کچھ عرصہ قبل محکمہ لوکل گورنمنٹ کے تعاون سے بچوں کی پیدائش کی رجسٹریشن کو 100 فیصد ممکن بنانے کیلئے یونین کونسل سطح پر خصوصی مہم کا آغاز کیا گیا تھا مگر عملی طور پر عوام کو آگاہی نہ ہونے کے باعث خصوصی مہم کا عوام کو کچھ فائدہ نہ ہوا عوامی احتجاج پر سات سال سے کم عمر بچوں کی تاریخ پیدائش کا اندراج ایڈمنسٹریٹر کے اختیار میں دیا گیا جس سے کچھ ریلیف ملا مگر سات سال سے اوپر تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا مکمل لیٹ اندراج عدالت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا جس سے عدالتوں پر مزید بوجھ پڑنے کے ساتھ ساتھ عوام کے لیے تاریخ وفات اور سات سال سے اوپر تاریخ پیدائش نظام ناممکن ہوگیا۔اور انکا دوسرا بڑا عوامی مسئلہ بھی ذرا ملاحظہ کریں۔ پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ کی طرف سے جماعت نہم (PEEF) فنڈ

دہم میٹرک میں وظائف حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کے لیے فارم میں زیادہ
سے زیادہ والدین کی آمدنی 15 ہزار روپے کی شرط طلبہ طالبات اور والدین کے لیے
دردسر بن گئی ہونہار ذہین طلبہ وظائف کے نامزد ہونے کے باوجود وظائف فارم جمع
کروانے اور وظیفہ حاصل کرنے سے محروم ،، حکومت کی طرف سے مزدور کی کم سے کم
اجرت 13 ہزارروپے کا اطلاق دونوں میاں بیوی کے کم از کم اجرت پر مزدوری کرنے پر
کی طرف سے جاری (PEEF) غریب سے غریب شخص پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ
فی الفور (PEEF) کردہ شرائط پر وظیفہ لینے سے محروم پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ
والدین کی آمدنی 15 ہزار روپے کی شرط ختم کرے پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ
کی طرف سے وظیفہ حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ آمدنی 15 (PEEF)
ہزار کی شرط بے مقصد ہے حکومت پنجاب کی طرف سے پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ
کے زیراہتمام جماعت پنجم ، ہشتم اور نہم دہم اور ایف اے ایف ایس سی کے (PEEF)
طلبہ طالبات جنھوں نے نمایاں پوزیشن یا نمبروں میں امتحان پاس کیا ہو وظائف دیے
کی طرف سے جاری فارم میں (PEEF) جاتے ہیں پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ
طلبہ وطالبات کو پابند کیاجاتاہے کہ اس وظیفہ کا حامل وہ طالب علم ہے جس کے والدین
کی آمدنی ماہانہ 15 ہزار روپے سے کم ہو وہی اس وظیفہ کا حامل ہے وفاقی حکومت کی
طرف مزدور کی کم سے کم اجرت 13 ہزار روپے مقرر کی گئی دونوں میاں بیوی کے
مزدوری کرنے پر 26 ہزارروپے ماہانہ آمدنی بنتی ہے سکیل 1 تا 4 کے سرکاری ملازم کی
تنخواہ 16 ہزارروپے سے زائد ہے پنجاب

کے جاری کردہ قانون کے مطابق ایک عام مزدور کا (PEEF) ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ کے (PEEF) بیٹا نمایاں کارکردگی دکھانے کے باوجود پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ معیار پر پورا نہیں اترتا گریڈ 15 سے اوپر کے ملازمین کے بچے جو امتحانات میں پہلی (PEEF) دوسری اور تیسری پوزیشنیں حاصل کرکے پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ کے وظائف حاصل کرنے والوں کی ٹاپ لسٹ پر ہے ان کا زیادہ سے زیادہ آمدنی 15 ہزار روپے شق کے باعث وظائف سے طلبہ وطالبات کو محرومی کا سامنا ہے اس شرط کے باعث سینکڑوں طلبہ اول دوم سوم آنے اور پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ کی لسٹ میں سرفہرست نام آنے کے باوجود وظیفہ لینے سے محروم ہونگے (PEEF) انتظامیہ کو ذہین طلبہ وطالبات کی حوصلہ (PEEF) پنجاب ایجوکیشن انڈومنٹ فنڈ افزائی کے لیے والدین کی آمدنی 15 ہزار روپے کی شرط ختم کرنا ہوگی تاکہ طلبہ وطالبات کی حوصلہ افزائی ہوسکے۔

شہباز شریف اچھے یا برے؟

پنجاب کے وزیر اعلی میاں شہباز شریف بہت اچھا کام نہیں کر رہے تو اتنے .برے بھی
نہیں جا رہے سب سے .بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے صوبے میں امن وامان قائم
رکھا ہوا ہے اور بہت عرصہ سے دوسرے صوبوں کی نسبت پنجاب میں کوئی .بڑی
دہشت گردی بھی نہیں ہوئی میٹرو بس کی کامیابی کے بعد اب لاہور میں اورنج لائن
ٹرین کا منصوبہ بھی شروع ہو چکا ہے جسکا فائدہ بھی یقینا عوام کو پہنچے گا ان سفری
سہولیات سے صرف وہی انسان واقف ہوگا جو پبلک ٹرانسپورٹ پر سفر کرتا رہا ہے ہو یا
اب بھی کر رہا ہے اسے بخوبی اندازہ ہے کہ پہلے ویگنوں والے کس طرح انسان مرغے
بن کر اپنی منزل تک پہنچا کرتے تھے مگر بدقسمتی سے میاں .برادران کی میڈیا ٹیم انکے
مخالفوں کے خلاف جتنی اچھی مہم چلاتے ہیں اگر اس کے مقابلے میں وہ میاں .برادران
کے عوامی فلاحی کاموں کے حق میں بھی اتنی محنت کرتے تو آج میاں .برادران قوم کے
ہیرو ہوتے مگر ایسا نہیں ہو سکا اس میں جتنا قصور ان افسران کا ہے جو انہیں ناکام
بنا رہے ہیں اتنا ہی قصور خود میاں شہباز شریف کا ہے کہ انہوں نے چن چن کر ایسے
خشک اور بداخلاق افسران کو اہم سیٹوں پر تعینات کر رکھا ہے جو صرف میاں .برادران
کی خوش آمد پر سبھی وقت صرف کرتے ہیں واہ واہ اور یس سر کے علاوہ انکی زبان

سے کوئی تیسرا لفظ نہیں نکلتا وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف نے نیک نیتی سے اپنے پروگرام شرع کیے مگر انکے ارد گرد موجود افراد ہی ان کے اچھے کاموں پر پانی بہا رہے ہیں میرٹ اور ایمانداری سے ہٹ کر جن افراد کو وزیر اعلی نے عہدے بانٹ رکھے ہیں وہی پنجاب حکومت کے لیے پریشانی کا باعث بھی بن رہے ہیں مجھے میاں برادران کی جلاوطنی کے وہ دن بھی یاد ہے جب پرویز مشرف کے دور میں اخبارات اور نیوز ایجنسیاں میاں برادران کی خبریں لگانے وار بھجوانے سے کتراتی تھی اس دور میں جب بھی میرا ٹیلی فون پر میاں شہباز شریف سے رابطہ ہوتا تو خبروں کے حوالہ سے انکے الفاظ آج بھی مجھے یاد ہیں کہ ہماری خبر اخبارات میں نہیں لگ رہی صرف میں اپنی نیوز ایجنسی کے زریعے میاں شہباز شریف کے بیانات اخبارات کو بھجواتا تھا اس وقت چوری کھانے والے مجنوں غائب ہوچکے تھے مگر جیسے ہی مسلم لیگ ن کی حکومت دوبارہ قائم ہوئی تو انہی افراد نے مختلف بلوں سے سر نکالنا شروع کردیے اور پھر آہستہ آہستہ میاں برادران کے قریب ہوگئے اور اب وہی افراد پھر اہم عہدوں پر براجمان ہیں جن کا کام صرف لوٹ مار اور پیسہ بنانا ہے شہباز شریف حکومت نے اپنے کچھ اچھے کاموں کی طرح ایک اور اچھا کام یہ کیا کہ پنجاب ٹرانسپیرنسی اینڈ رائٹ تو انفارمیشن ایکٹ 2013 کے تحت عام آدمی کو بھی معلومات تک رسائی کا موقعہ دیدیا مگر کچھ افسران اس ایکٹ کی بھی دھجیاں اڑانے میں مصروف ہیں اس ایکٹ کے تحت ہر ایسے فرد کو اسکی متعلقہ معلومات 14 دن کے اندر اندر فراہم کردی جائینگی جو اسے

مطلوب ہیں مگر ایک ایسا محکمہ جو براہ راست وزیر اعلی پنجاب کی ماتحتی میں کام کر رہا ہے وہیں پر اس قانون کو پامال کیا جا رہا ہے اور یہ کسی کے مشاہدے کی نہیں بلکہ میں اپنے تجربے کی بات لکھ رہا ہوں کہ مجھے میرے زرائع نے بتایا کہ محکمہ اطلاعات پنجاب میں مختلف الیکٹرونکس آلات کی مد میں تقریبا 20 کروڑ روپے کی خریداری کی گئی ہے اس خریداری کے نتیجہ میں ٹینڈر سے لیکر خریداری اور اب بل تک کرپشن کی عجیب وغریب داستانیں سننے کو مل رہی ہیں اور جن کے لیے یہ آلات خریدے گئے ہیں ایک تو انہیں ابھی تک نہیں دیے گئے اور دوسری بات یہ کہ وہ انتہائی ناقص اور غیر معیاری بھی ہیں جن میں سے بہت سے اب تک خراب بھی ہو چکے ہیں میں نے اسی خریداری کے متعلق معلومات کے حصول کے لیے ایک درخواست ڈائری نمبر 3758 لگوا کر 2 جون 2015 کو جمع کروادی محکمہ ڈی جی پی آر کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنے محکمہ کے باس کی عزت کا خیال رکھتے ہوئے فوری طور پر نہیں تو کم از کم 14 دن کے اندر ہی اس خریداری کے متعلق معلومات مجھے فراہم کر دیتے مگر آج ایک ماہ سے اوپر وقت ہو چکا ہے اور اس معاملہ میں کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی کیونکہ ڈی جی پی آر میں اس سے قبل بھی اربوں روپے کے گھپلے ہو چکے ہیں جن کو پکڑنے کی کوشش اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل انٹی کرپشن پنجاب جناب عابد جاوید نے کی تھی مگر یہاں پر بیٹھے ہوئے کرپشن کنگ افسران نے اپنے خلاف چلنے والی انکوائریاں نہ صرف رکوادی بلکہ عابد جاوید کا انٹی کرپشن سے تبادلہ ہی کروادیا اس محکمہ کے

سیکریٹری اطلاعات جناب مومن علی آغا جو آدم بیزار شخصیت ہیں ایسا لگتا ہے کہ انکی اپنے
محکمہ پر کوئی گرفت نہیں ہے وہ صرف وقت گذاری کے لیے اس عہدے کے مزے لے
رہے ہیں وزیر اعلی پنجاب کو نہ صرف اپنی میڈیا ٹیم کے حوالہ سے نظر ثانی کرنی چاہیے
بلکہ انکے اپنے زیر سایہ چلنے والے محکموں پر عوامی اراکین اسمبلی کو وزیر بنا کر اس میں
بہتری کی گنجائش پیدا کرنی چاہیے ورنہ جیسا کام چل رہا ہے اس سے تو نہ چلنا بہتر ہے تاکہ
کرپشن اور نااہلیت کا خاتمہ ممکن ہوسکے کیونکہ وزیر اعلی کو اچھا یا برا ثابت کرنا انکی ٹیم کا
کام ہوتا ہے جو اس طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی اور نہ ہی ان میں سے کسی افسر کے
اندر اتنی جرات ہے کہ وہ اپنا نقطہ نظر شہباز شریف کے سامنے واضح انداز میں پیش
کرکے سکے کا دوسرا رخ بھی دکھاسکے۔

صرف پاؤ دودھ

حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت تھا اور وہ رات کے وقت شہر کا گشت کرکے لوگوں کا
حال معلوم کیا کرتے تھے جن کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا انہیں خود رات کی
تاریکی میں راشن مہیا کرتے انہوں نے فرمایا تھا کہ درائے فرات کے کنارے اگر کتے کا
بچہ بھی بھوک سے مرگیا تو اسکا ذمہ دار عمر ہوگا اسی لیے تو انہیں راتوں کو نیند نہیں آتی
تھی پولیس ،بیت المال جیسے لازاوال محکمے انہوں نے ہی بنائے تھے بے مثال عدل و
انصاف کی بدولت شام ،مصر اور ایران تک پھیلی ہوئی 28 لاکھ مربع میل رقبہ پر
حکومت کرنے والے حضرت عمر فاروقؓ خود کوئی مراعات نہیں لیتے تھے یہاں تک کہ
انہیں اپنے سلے ہوئے کپڑوں کے متعلق بھی وضاحت پیش کرنا پڑی کہ کپڑا کم ہونے کی
وجہ سے انکے بیٹے نے اپنے حصے کا کپڑا انہیں دیدیا تھا جبکہ ہمارے حکمرانوں نے قومی
خزانے کو لوٹ کا مال سمجھ رکھا ہے جسکا جتنا جی چاہے لے جائے کیونکہ یہاں عدل
وانصاف نہیں ہے ابھی پچھلے دنوں نیب نے سپریم کورٹ میں سیاستدانوں کے منہ سے
شرافت کا جو نقاب اٹھایا تو اقتدار کے حمام میں سبھی ننگے ہوگئے یہی وجہ ہے حکمران دن
بدن امیر سے امیر تر ہوتے جارہے ہیں اور ایک عام شہری فاقہ کشی پر مجبور ہے
ہمارے ہاں غربت اور مفلسی کا یہ عالم ہوچکا ہے کہ پیسے اور روزگار نہ ہونے سے ایک
ماہ کا بچہ ماں کی گود 6

میں بھوک سے بلکتا ہوا موت کی آغوش میں چلا گیا ماں صدمے سے پاگل ہو گئی اسکے بعد اہل شہر اور اہل محلّہ کی بے حسی بھی دیکھنے کے قابل تھی پورے محلے ،پورے شہر سمیت وہاں کے نام نہاد عوامی خدمت گاروں کے پاس بھی اتنے پیسے نہیں تھے کہ کوئی ایک فرد اس معصوم بچے کے کفن دفن کا انتظام اپنی جیب سے ہی کر دیتا اسکے لیے بھی محلے داروں نے چندہ اکٹھا کر کے بچے کے کفن دفن کا انتظام کیا لعنت ہے ایسے محلے داروں پر کہ جنکے محلے میں غربت ننگی ناچ رہی تھی اور وہ بے خبری کی نیند سو رہے تھے اور بچے کے مرنے کے بعد محلے داروں نے بچے کی میت کے ساتھ چندہ مانگ کر اس گھر کا جنازہ بھی ساتھ ہی نکال دیا لعنت ہے ایسے اراکین اسمبلی پر جو ووٹ لینے کی خاطر تو ان غریب افراد کے دروازے پر بھکاری بن کر چلے جاتے ہیں مگر جب انہی محسنوں پر برا وقت آتا ہے تو کوئی ایک بھی غیرت مند سامنے نہیں آتا کہ وہ کفن دفن کا انتظام بغیر چندہ اکٹھا کیے ہی کر دیتا لعنت ہے ایسے نظام پر جہاں کمیشن خور اور بھتہ مافیا دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہوں مگر 6 ماہ کا بچہ دودھ نہ ملنے کے باعث دم توڑ جائے اور لعنت ہو ایسے حکمرانوں پر جن کے بچوں کی حفاظت کے لیے سینکڑوں پولیس اہلکار انکے ارد گرد منڈلاتے ہوں جنکے سر میں درد بھی ہوں تو علاج کروانے پاکستان سے بھاگ جاتے ہوں اور لعنت ہوں ایسے مردہ معاشرے پر بھی جن کی بے حسی تمام حدیں پھلانگ چکی ہوں جو اپنے اپنے مفادات کے لیے لٹیرے سیاستدانوں کے لیے تو باہر نکلتے ہوں مگر اپنا حق لینے کے لیے باہر نکلنا

ہماری عوام کو پسند نہیں شائد اپنے حق کے لیے باہر نکلنے پر.بریانی کی دیگیں نہیں ملتی الٹا پولیس کے ڈنڈے کھانا پڑتے ہیں جبکہ سیاستدان ہمیں سڑکوں پہ لا کر پیسے دیتے اور .بریانی کھلاتے ہیں ہم لوگ اس حد تک گھٹیا بن کر گر چکے ہیں کہ اس وقت تک کسی کی مدد نہیں کرتے جب تک سامنے کیمرے آن نہ ہوں اگر اس بچے کے سامنے بھی کوئی کیمرہ تصویر بنا رہا ہوتا تو کئی مخیر پیدا ہو جانے تھے اور نارنگ منڈی کے صدر بازار کے ساتھ ملحقہ عتیق سٹریٹ میں یہ دل دکھا دینے والا واقعہ پیش نہ آتا جہاں انتہائی غریب دھوبی خاندان کا فرد شفاقت علی محنت مزدوری کرکے دو وقت کی روٹی بمشکل پوری کرہا تھا اور اسکے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے کہ وہ اپنے بچے کے لیے ایک پاؤ دودھ کا انتظام ہی کر سکتا جسکی وجہ سے اسکا لخت جگر بھوک کی وجہ سے دنیا سے چلا گیا اس بچے کا خون کس کس حکمران کے سر جائیگا ہے کوئی اس کا جواب دینے والا یہ صرف ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ ہمارے معاشرہ میں آدھی آبادی اس صورتحال سے دوچار ہے اگر ایک وقت کا کھانا مل گیا تو دوسرے وقت کا کچھ پتا نہیں کہ کیا بنے گا حکمرانوں نے ہماری یہ حالت بنا دی ہے کہ نہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ ہے اور نہ ہی بیماری سے لڑنے کی سکت ہے سرکاری ہسپتالوں میں بھی اس کا علاج اچھا ہوتا ہے جسکی سفارش اچھی ہوتی ہے اسکے بغیر وہاں علاج ہے اور نہ ہی دوائی ہے جبکہ کچھ عرصہ قبل گرمی کی شدت سے کراچی میں سینکڑوں لوگ موت کے منہ میں چلے گئے اور نوبت یہاں تک آ گئی تھی کہ مردہ خانوں اور قبرستانوں میں جگہ کم

پڑ گئی تھی لوگ اپنے پیاروں کو لیے کہاں کہاں نہیں گئے خواری کا یہ عالم تھا کہ لاش گھر میں رکھیں تو خراب ہونے کا خدشہ تھا مردہ خانوں میں ضرورت سے زیادہ لاشیں جمع ہوچکی تھی اور قبرستانوں میں جگہ کم پڑ گئی اس صورتحال میں بھی حکمرانوں نے آپس میں سیاست سیاست کا کھیل کھیلنا شروع کردیا نہ جانے کب ہم ایک قوم بنیں گے اور لٹیرے سیاستدانوں سے نجات ملے گی۔

الیکٹرک K- غازی بروتھاکے بعد اب

کراچی میں کئی روز سے بجلی غائب ہے حکمران اور اشرافیہ اپنے اپنے گھروں میں جنریٹروں کی بجلی کے مزے لے رہے ہیں مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کے حکمران سیاستدان دونوں اس وقت بیان بازی کی سیاست کر رہے ہیں صرف عوام کو بیوقوب بنانے کے لیے یہ سب ٹوپی ڈرامہ رچایا جارہا ہے کہ ذمہ داروں کے خلاف کاروائی کی جائیگی ان نیب زدہ حکمرانوں نے خاک کاروائی کرنی ہیں جن کے دور اقتدار میں کرپشن اور لوٹ مار کازار گرم رہااور جن کی پالیسیاں یہ ہیں کہ جتنا.بڑا لٹیرا اتنا.بڑا عہدہ یہاں جرائم ثابت ہونے پر سزائیں نہیں بلکہ انعامات واکرام سے نوازا جاتا ہے جتنا.بڑا کسی سیاستدان یا سرکاری ملازم نے فراڈ، گھپلا اور جرم کیا ہوگا اتنے ہی.بڑے انعام کا مستحق قرار دیکر اسے شاباش دی جاتی ہے اگر نہیں یقین تو نیب نے جن فراڈیوں ،چوروں ،ٹھگوں ،لٹیروں اور عوام کا خون چوسنے والے افراد کی لسٹ سپریم کورٹ میں پیش کی ہے اس پر صرف ایک نظر ہی دوڑا کر دیکھ لیں کہ قومی خزانہ لوٹنے والے صدر پاکستان سے لیکر تمام اہم عہدوں پر.براجمان رہے اور ابھی تک حکمرانی کے مزے لوٹ رہے ہیں میں بات کر رہا تھا کراچی میں بجلی بحران کے ذمہ داروں کے خلاف کاروائی کرنے کے حکومتی بیانات کی جو حسب سابق اور حسب روایت ہٹ دھرمی کا شکار ہو بات آئی گئی ہو جائیگی

بلکہ جو اس بحران کے ذمہ دار ہونگے ہوسکتا ہیں کہ انہیں بھی غازی.بروتھا کے افسران کی طرح انعامات اور ترقیوں سے نوازا جائے غازی.بروتھا کا ذکر آیا ہے تو اپنے پڑھنے والوں کو بتاتا چلوں اگر انہیں یاد ہو کہ پیپلز پارٹی کے دور میں بھی ایک بار طویل .بریک ڈاؤن ہوا تھا اور اسکی اندرونی کہانی میں نے بیان کی تھی کہ گیمیں کھیلتے کیسے ایک نااہل اور نکمے جونیئر انجینئر نے بجلی پیدا کرنے والی ٹربائن مشین بن کردی تھی اسی کہانی کو میں ایک بار پھر دہرائے دیتا ہوں اسکے بعد شائد بات کچھ واضح ہوسکے کہ کراچی میں بھی کے الیکٹرک میں بیٹھے ہوئے افسران یا حکومتی عہدیداروں کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوگا سمجھ سب کو آجائیگی کہ کراچی میں بھی کسی کے خلاف کچھ نہیں ہوگا یہ 24 فروری 2013ء کی بات ہے اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت اور وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی تھے پنجاب کے وزیراعلی میاں شہباز شریف بھی اسی روز غازی.بروتھا کے قریب اٹک میں اپنے جلسہ عام میں حسب روایت بڑی.بڑی چھوڑ رہے تھے کہ اقتدار ملا تو 2 سال میں کرپشن اور توانائی بحران کا خاتمہ کردینگے اور اس وقت بھی پورا ملک اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا جیسے آج کراچی سمیت ملک کے بیشتر حصے بجلی کے بغیر ہیں غازی.بروتھا پاور ہاؤس میں جان بوجھ کر پیدا کیا گیا فالٹ جب طویل شکل اختیار کرگیا تو وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے بھی اپنی عادت کے مطابق بیان جاری کردیا کہ اس بجلی بحران کے ذمہ داروں معاف نہیں کیا جائیگا یہ سب کچھ ہوا کیسے تھا اب زرا اسکی تفصیل بھی

ملاحظہ فرمالیں باقی باتیں آکر میں لکھوں گا سب سے پہلے میں اپنے پڑھنے والوں کو یہ بتا دوں کہ پاور ہاؤس کے یونٹس پانی کے کس لیول تک کام کر سکتے ہیں انہیں کون چلاتا اور بند کرتا ہے غازی بروتھا پاور ہاؤس کے یونٹس عام طور پر 2 جگہوں سے چلائے اور بند کیئے جاتے ہیں پہلے نمبر پر مین کنٹرول سے اور دوسرے نمبر پر ULCP(Unit Local Control Penal) سے چلیں M.C.R سے اگر یونٹ کا سلیکٹر سوئچ ریموٹ پر ہو تو یہ MCR سے چلیں گے اور اگر یہ سلیکٹر سوئچ D.C.S Local پر ہو تو یہ ULCP سے ٹربائن آپریٹر چلاتا ہے چونکہ ULCP چلاتے ہیں اور JEs سے یونٹ سپروائزری یا ٹیکنالوجی استعمال ہوئی ہے اس لیے ماسوائے آوازکے باقی Latest اس پاور ہاؤس میں ہر چیز Events کے متعلق پرنٹ ہو رہی Behavior پرنٹر میں یونٹ کے ہر قسم کے ہوتی ہے یہ واقع 24 فروری 2013ء کو رات 11 بجکر 26 منٹ اور 43 سیکنڈ کا ہے اس وقت یونٹ نمبر 1,3,4 اپنی فل کپیسٹی یعنی ہر یونٹ 290 MW لوڈ پر چل رہے تھا اس طرح تینوں یونٹس کا ٹوٹل لوڈ 850 میگا واٹ تھا اور ہر یونٹ کا سلیکٹر سوئچ ریموٹ پر تھا اس وقت Fore Bey 329.5 کا لیول 330.8 میٹر تھا اور یہ یونٹس میٹر Fore Bey لیول تک 290 میگا واٹ لوڈ پر چل سکتے ہیں اس وقت سپروائزری M.C.R سے یونٹوں کو کنٹرول کر رہے تھے کہ امیر اسفندیار اور جونیئر انجینئر امیر محمد نے کمپیوٹر سے مشترکہ صفحہ نکالا اور تینوں یونٹوں کو بند کرنے کی کمانڈ دیدی یہ کام اسنے تقریبا چند سیکنڈز میں ہی مکمل کرلیا اس وقت ٹربائن

آپریٹر جو کہ یونٹ نمبر 3 کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے نے یونٹ کو بند ہوتے دیکھا تو اس نے فوری طور پر اسفندیار کو ٹیلی فون کرکے پوچھا کہ کیا سسٹم فیل ہو چکا ہے کیونکہ یونٹس بند ہونے سے چند سیکنڈ کے لیے اندھیرا ہوا تھا اسکے بعد 2 ڈیزل جنریٹر خود بخود چل پڑے تھے اس حوالہ سے بھی بتاتا چلوں کہ پاور ہاؤس میں 2.5 میگا واٹ کے 2 ڈیزل جنریٹر لگے ہوئے ہیں جو سسٹم فیل ہونے کی صورت میں خود بخود آن ہو جاتے ہیں جس پر اسفندیار نے تسلیم کیا تھا کہ غلطی سے تینوں یونٹس بند ہو گئے ہیں آپ جلدی کے کہنے NCC کردیں جو رات 11 بجکر 12 منٹ پر Still Stand سے یونٹ نمبر 2 کو پر بند کیا گیا تھا تاکہ اسے اسٹارٹ دیں سکیں عام طور پر یہ یونٹس 20 سے 25 منٹ میں آٹو Still Stand ہوتے ہیں آپریٹر نے انکے کہنے پر عمل کیا اور یونٹ کو Still Stand پر کردیا جسکے بعد اسفندیار نے مین کنٹرول روم سے یونٹ کو چلا دیا آپریٹر نے اسفندیار کو ٹیلی فون پر بتایا کہ سسٹم میں وولٹیج اور فریکوئنسی نہیں آرہی تو آپ یونٹ کو سسٹم کریں گے تو وہ خاموش ہو گیا اور یونٹ کافی دیر تک Synchronize سے کس طرح پر چلتا رہا اور پورا ملک اندھیرے میں ڈوب گیا ماسوائے تربیلا کی 3 یا 4 مشینوں S.N.L کے علاوہ سارا سسٹم فیل ہو گیا۔ سٹیم پاور اسٹیشن کو چلانے کے لیے 24 سے 48 گھنٹے کا وقت درکار ہوتا ہے اور ہر سٹیم پاور اسٹیشن کو چلانے کے لیے کروڑوں روپے کی لاگت آتی ہے اور اس وقت تو سارے ہی سٹیم پاور اسٹیشن بشمول ہائیڈل اور گیس ٹربائن پاور سٹیشن ٹرپ ہو چکے تھے تو اس

طرح واپڈا کو اربوں روپے کا نقصان اٹھانا پڑا جبکہ چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں 7 دن تک بجلی بند رہی جسکے نقصان کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا جونیئر انجینئر امیر محمد کی اس معمولی سی غلطی کی بدولت حکومت کو اربوں روپے کا نقصان اٹھانا پڑا اسکے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جسکی غلطی تھی انہیں سزا دی جاتی مگر یہاں پر ہر اعلی واپڈا افسران نے اس غلطی کو چھپانے کے لیے حکومت کو بیوقوف بنا کر غلط رپورٹ بھیج دی اس وقت غازی بروتھا میں انکوائری کے نام پر شروع ہونے والے ڈرامہ کی تفصیل بھی واضح کرتا چلوں کی اس بریک ڈاؤن کے بعد سب سے پہلے تو غازی بروتھا کے چیف انجینئر فیروز دین نے الیکٹریکل P&I , C&I کے ریذیڈنٹ انجینئر مظفر خان کو لوکل انکوائری کا حکم دیا جس پر RE نے ٹربائین آپریٹر، سپروائزری، اور 3 جونیئر انجینئرز سے 3 دن کے اندر اندر رپورٹ طلب کرلی جبکہ آخری دن تمام افسران کو جنرل مینجر نے انکوائری کے سلسلہ میں اسلام آباد بلایا ہوا تھا اور وہاں پر ان افسران نے وہی رٹا رٹایا سبق دھرا دیا کہ پانی کا لیول کم ہوگیا تھا جسکی وجہ یونٹس سے آوازیں آنا شروع ہوگئی تھی اور ہم نے NCC سے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر انکا نمبر مصروف جارہا تھا اور پھر ہم نے اپنا سسٹم بچانے کے لیے یونٹس بند کر دیے اور GM سے شاباش لیکر واپس آگئے یہاں پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ چیئرمین واپڈا، ممبر پاور اور جنرل مینجر چند دنوں کے مہمان تھے اور ریٹائرمنٹ کے قریب تھے حتی کہ حکومت بھی جانے والی تھی اس لیے اتنے بڑے

سکینڈل پر مٹی پاؤ والا فار مولا فٹ کرتے ہوئے اس معاملہ کو نمٹا دیا گیا اور کوئی ٹیم بھی انکوائری کے لیے غازی بروتھا پاور ہاؤس نہیں گئی اور اس طرح قوم کے اربوں روپے کا نقصان ہو گیا اور ذمہ داروں کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہو سکی الٹا انہیں شاباش دیکر چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ آئندہ مزید اچھے طریقے سے واپڈا کی تباہی کر سکیں جبکہ یہاں پر مزے کی بات یہ ہے کہ اس جھوٹ کو چھپانے کیلیئے چیف انجینئر نے ان 4 یونٹس کی NCC سے منظور کروائی اور عملے نے دن رات باری باری 20,20 دن کی اوور ہالنگ خوب گپیں اور قوم کو بیوقوف بنا کر اوور ٹائم بنایا چونکہ عملے کو علم تھا کہ آوازیں وغیرہ تو آئی نہیں اس لیے انہوں نے فالتو میں یونٹس کو باری باری کھول دیا جسکے نتیجہ میں (Blue Phase) کے 4 نمبر یونٹ کا ٹرانسفارمر MVA اگست 2013ء کو 10107.5 Brust ہو گیا جس سے کروڑوں روپے کا نقصان تیل میں پانی کی موجودگی کی وجہ سے ہوا۔ 24 فروری کو جس وقت پورے ملک میں بجلی کا بریک ڈاؤن ہوا تو اس وقت مین کنٹرول روم میں ڈیوٹی پر اسفندیار سپروائزری۔ امیر محمد، عبدالروف اور لیاقت علی پر ٹربائن آپریٹر محمد رفیق، سب انجینئرز انور علی، شوکت ULCP جونیئر انجینئرز تھے۔ فلک شیر، اشفاق علی۔ سوئچ ASAs جلال، شہزادہ تیمور، ریاض علی، حافظ فاروق اور غلام ASA، یارڈ میں خادم حسین، اعجاز حیدر۔ ٹیل ریگولیٹر پر مقصود اعوان سب انجینئر مجتبیٰ اور ان ٹیک پر سب انجینئر اشفاق احمد تھے۔ جن میں سے اب کچھ ریٹائر ہو چکے ہیں اور باقی کے ترقیاں لیکر موج مستی میں

مصروف ہیں اسی سبق کو اب کراچی میں کے الیکٹرک کے اوپر بھی آزمایا جائیگا کیونکہ
کرپشن کے اس حمام میں سبھی ننگے ہیں ۔

عید کا دن اور ڈاکٹر عافیہ

عید آتی ہے تو دور دراز گئے ہوئے روٹی روزی کی تلاش میں بچے اپنے گھروں کو لوٹ آتے ہیں ہر فرد کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ عید کے دن اپنے ماں باپ یا بزرگوں کے ہمراہ گذاریں خواہ اس کے لیے انہیں بسوں اور ٹرینوں کی چھتوں پر بیٹھ کر یا پائیدان پر کھڑے ہو کر یا لٹک کر آنا پڑے ہر حالت میں گھر پہنچنے کی جلدی ہوتی ہے اور جو کسی نہ کسی مجبوری کے تحت عید باہر گذار رہے ہوتے ہیں انکے دل بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی دھڑک رہے ہوتے ہیں اور خاص کر عید کے روز جب بھی وہ کسی کے گلے لگتے ہیں تو اپنوں کی یاد انہیں تڑپا دیتی ہو گی خاص کر ماں کا جو اپنے بچوں کے لیے پیار ہوتا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہوتا اور آجکل کے دور میں صرف ماں کا پیار ہی ہے جو خالص ہوتا ہے اور بغیر کسی لالچ کے ہوتا ہے مشکل کی گھڑی میں چڑیا بھی اپنے بچوں کی خاطر باز سے ٹکر لے لیتی ہے، مرغی بھی کتے سے لڑ پڑتی ہے اور بطور ماں ہونے کے ناتے ایک خاتون بھی اپنے بچوں کے تحفظ کیلیے پورے معاشرے کا مردانہ وار مقابلہ کرتی ہے جبکہ بہنوں کی عصمت کی حفاظت کے لیے بھائی اور بیٹیوں کے لیے والدین اپنی جان تک کی قربانی دے دیتے ہیں اپنی ماں، بہن اور بیٹی کو اپنے معاشرے میں اکیلے باہر بھجوانے سے کتراتے ہیں بطور مسلمان حکمران ہمیں ایک لڑکی اپنی مجبوری کی داستان بھجواتی

تھی تو ہم محمد بن قاسم کی شکل میں پوری اس ظالم سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیا کرتے تھے اپنے تو اپنے ہم کسی اور مذہب سے تعلق رکھنے والے پر بھی زیادتی برداشت نہیں کیا کرتے تھے مگر نہ جانے ہمیں کیا ہوگیا کہ ہم بغیرتی کی تمام حدیں یک دم ہی پھلانگ گئے ہم نے اپنی بیٹی ، بہن اور ماں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو خود ہی وحشی درندوں کے حوالے کردیا وہ عافیہ صدیقی جو حافظ قران ہونے کے ساتھ ساتھ ایم آئی ٹی گریجویٹ نیوروسائنسز میں پی ایچ ڈی اور 40 سے زیادہ عالمی ایوارڈ یافتہ اپنے ایک بچے سے، لاپتہ مارچ 2003 سے گذشتہ تقریبا 12 سالوں سے خوفناک امریکی تشدد، بربریت اور بدترین تضحیک کا نشانہ بنی ہوئی ہے حکمران بے حس اور تمام سیاستدان خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں کیا ان کی بیٹیاں ، بہنیں اور مائیں نہیں ہیں کیا ہم بطور مسلمان مجموعی طور پر بے حس ہو چکے ہیں لاہور کے علاقہ مزنگ کی فیروز پور روڈ پر امریکی جاسوس سر عام 2 افراد کو مار کر بھی حکمرانوں کی کوششوں سے واپس امریکہ جاسکتا ہے تو انہی بے حس حکمرانوں کی بدولت ڈاکٹر عافیہ پاکستان کیوں نہیں آسکتی ڈاکٹر عافیہ پر کچھ بھی ثابت نہیں ہوا مگر 86 برس کی اذیت ناک قید کا فیصلہ سنا دیا گیا اور ہمارے صاحب اختیار برسراقتدار اور شاہ طرح دار سب کے سب دیکھتے رہ گئے ہمارے وزیر، سفیر حکمران و نکتہ دان سب ہی بے بسی کی چادر اوڑھ کر سوئے رہے امریکہ قید میں مظالم کا ایک ایک لمحہ نہ صرف اذیت ناک بلکہ خوفناک بھی ہے اور پھر 86 برس کے تصور سے تو روح تک کانپ جاتی ہے کبھی

ہم اپنی بہن یا بیٹی کو ڈاکٹر عافیہ کی جگہ رکھ کر دیکھیں تو دل پھٹ جائے گا ڈاکٹر عافیہ ہماری عزت ہے اور ہم نے اپنی عزت کو غیروں کے ہاتھ فروخت کردیا ہمارا ماضی اس بات کی گواہی دیتا ہے ہم تو بڑی غیرت ، عزت اور انا والی قوم تھے ہمارے رعب اور دبدبے کا یہ عالم تھا کہ دشمن بھی دیکھ کر راستہ تبدیل کرلیا کرتا تھا مگر یہ کس کی نظر بد سے ہم سب ہی بدترین بن گئے ہم میں احساس ہی ختم ہوگیا ایک عام ریڑھی والے سے لیکر حکمران تک کرپٹ ہوگئے پاکستان کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والے ہی اسکی تقدیر سے کھیلنے لگ پڑے آج ہم آزاد ہوتے ہوئے بھی امریکہ کے غلام بن گئے جہاں اپنے حقوق پر آواز اٹھانہ بھی جرم ٹھہرادیا گیا ڈاکٹر عافیہ صدیقی جن کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروق سے جاملتا ہے کے خاندان کی قربانیاں پاکستان بنانے میں بہت زیادہ تھی بلکہ قیام پاکستان سے قبل انکے خاندان نے اپنی زمینیں فروخت کرکے مولانا محمد علی جوہر کی جدوجہد کو مضبوط کیا ڈاکٹر عافیہ کے پڑنانا بڑے زمیندار اور پڑنانی ادیپور کی ریاست اترپردیش کے وزیر کی بیٹی تھی جبکہ ڈاکٹر عافیہ کی والدہ کے داد منور حسن پاک وہند کے بہت بڑے زمیندار تھے جن کے نام پر آج بھی بھارت میں ایک شہر آباد ہے قیام پاکستان سے لیکر آج تک قربانیاں دینے والے خاندان پر اس وقت جو ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں اللہ پاک ان پر اپنا خصوصی کرم فرمائے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنی بہن کے لیے کچھ کرسکیں 12 سالوں سے قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کرنے والی ڈاکٹر عافیہ صدیقی اپنے

خاندان ،اپنے بچوں اور اپنے ملک سے دور ہے کیا ہمارے حکمران یونہی خاموشی سے یہ سارا تماشا دیکھتے رہیں گے اگر ایک بار صرف ایک بار ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے سلسلہ میں امریکہ سے بات کرلیتے تو وہ کب کی واپس اپنے بچوں میں آچکی ہوتی ڈاکٹر عافیہ پر تو ایسا جھوٹا الزام ہے جسے غلط ثابت کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا اگر ریمنڈ ڈیوس سرعام 2 افراد کو قتل کرنے کے بعد باعزت پاکستان سے فرار ہوسکتا ہے تو ایک معمولی الزام میں بند ڈاکٹر عافیہ کیوں واپس نہیں آسکتی۔

جسکی لاٹھی اسکا آئین

آ جکل حکومت ،اپوزیشن جماعتوں اور پاکستان تحریک انصاف کے درمیان دو اہم معاملات بڑی سنجیدگی سے چل رہے ہیں پہلا معاملہ پاکستان تحریک انصاف کے اراکین کو قومی اسمبلی سے فارغ کرنے کازیر بحث ہے جس پر حکمران مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی متحد ہو کر ان اراکین کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں جو بقول مولانا فضل الرحمٰن اور ایم کیو ایم کے آئینی طور پر فارغ ہو چکے ہیں جبکہ دوسری طرف پاکستان تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کو وزیراعلیٰ خیبر پختونخوا پرویز خٹک، پارٹی کے جنرل سیکریٹری جہانگیر ترین اور دیگر دو افراد کو اُن کے عہدوں سے ہٹانے اور پارٹی کی رکنیت ختم کرنے کے حوالے سے مشکلات کا سامنا ہے اسی سلسلہ میں گذشتہ روز جسٹس ریٹائرڈ وجیہہ الدین نے بنی گالہ میں عمران خان سے ملاقات بھی کی اور بعد میں حامد خان کے ہمراہ میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے انکا کہنا تھا کہ ان چار رہنماوں کی پارٹی رکنیت ختم کرنے کے طریقہ کار طے کرنے کے لیے پارٹی کے چیئرمین سے مزید مشاورت کی جائے گی اسی سلسلہ میں بتاتا چلوں کہ عمران خان نے پارٹی انتخابات کے دوران شکایات کے ازالے کے لیے جسٹس ریٹائرڈ وجیہہ الدین کی سربراہی میں ایک کمیشن تشکیل دیا تھا جس نے اس بات کا تعین کرنا تھا کہ جن جن افراد پر پارٹی الیکشن کے دوران جو جو الزامات لگے تھے کیا وہ

درست تھے یا محض الزامات ہی تھے ان تمام الزامات کی غیر جانبداری انکوائری کے بعد جسٹس ریٹائرڈ وجیہہ الدین کمیشن نے اپنی سفارشات میں کہا تھا کہ پارٹی کے جنرل سیکریٹری جہانگیر ترین اور وزیراعلٰی خیبر پختونخواپرویز خٹک نے پارٹی میں اپنے عہدے بچانے کے لیے قواعدو ضوابط کی خلاف ورزیاں کرنے کے ساتھ ساتھ ووٹ لینے کے لیے پیسوں کا استعمال بھی کیا ہے اس لیے ان سمیت چار افراد کو پارٹی کے عہدوں سے فارغ کردیا جائے تاہم کمیشن کی ان سفارشات پر عمل درآمد نہیں ہوا کیونکہ جہانگیر ترین صنعت کار بھی ہیں اور اُن کا اپنا جہاز بھی ہے جو پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کے استعمال میں بھی رہتا ہے۔ جسٹس ریٹائرڈ وجیہہ الدین کا کہنا تھا کہ وہ پارٹی کے نظریاتی کارکنوں کے ساتھ ہیں اور پارٹی میں قبضہ گروپ کے ساتھ نہیں ہیں جبکہ 2013 کے عام انتخابات میں مبینہ دھاندلی کی تحقیقات کے حوالے سے عدالتی کمیشن کے فیصلوں میں کچھ سقم ضرور موجود ہیں گذشتہ روز ہی مولانا فضل الرحمٰن نے وزیراعظم نواز شریف سے تحریک انصاف کے ارکانِ اسمبلی کو ڈی سیٹ کرنے کے معاملے پر ملاقات کی ہے دوسری جانب چیف الیکشن کمشنر نے پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کی طرف سے 2013 کے انتخابات میں مبینہ دھاندلی کے الزامات کی تحقیقات کرنے والے عدالتی کمیشن کے نتائج کے حوالے سے لکھے گئے خط پر الیکشن کمیشن کے ارکان سے مشاورت کی ہے جس کے بارے میں بھی جلد فیصلہ کرلیا جائے گا جس میں پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین

کے چیف الیکشن کمشنر کو ریٹرننگ افسران کے خلاف فوجداری مقدمات درج کروانے کی استدعا کی ہے۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف سے جمعیت علمائے اسلام کے رہنما مولانا فضل الرحمٰن نے ملاقات ہے جس میں وزیر اعظم نے اُن سے پاکستان تحریک انصاف کے اراکین قومی اسمبلی کو ڈی سیٹ کرنے کے حوالے سے قرارداد واپس لینے کی درخواست کی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن اور ایم کیو ایم سمیت متعدد سیاسی جماعتوں کا موقف ہے کہ وہ قرارداد پر آئین کے مطابق فیصلہ چاہتے ہیں آئین پر عمل درآمد ہر پاکستانی کی خواہش ہے جس پر آج تک عمل نہیں ہوسکا ہر حکمران نے آئین کو موم کی گڑیا سمجھتے ہوئے اسکے ساتھ اپنی مرضی سے کھیلا جہاں اپوزیشن کو دبانے یا مخالفوں کا رگڑا نکالنے کی بات آئی وہیں پر آئین کو درمیان میں گھسیٹ لایا گیا اور اس پر عمل کروانے کی کوشش شروع کردی گئی جہاں حکمران اور اشرافیہ کے مفادات کی بات آئی وہیں پر آئین کو ٹشو پیپر بنا دیا گیا قیام پاکستان سے لیکر آج تک اگر کسی ایک حکمران نے بھی آئین اور قانون پر عملدرآمد کیا ہوتا تو آج پاکستان ایک پر امن اور جنت نظیر مثالی خطہ ہوتا لوگ یہاں آنے کے لیے ترستے کیونکہ اللہ تعالی نے یہاں ہر موسم ہر رنگ اور ہر نعمت عطا کر رکھی ہے مگر بدقسمتی سے آج تک آنے والے سبھی حکمرانوں نے اپنا الو سیدھا کیا نیب میں سیاستدانوں کے خلاف چلنے والے کیس کیا اس بات کی گواہی نہیں ہے کہ یہاں پر غربت کے ہاتھوں مجبور ایک روٹی چرانے والا جیل کی سلاخوں کے پیچھے اور ملک وقوم کا اربوں روپے لوٹ کر ھضم

کرنے والے اقتدار کے ایوانوں میں موجود ہیں اگر ان ڈاکوؤں کے خلاف آئین کچھ نہیں کرسکتا تو پھر اسمبلیوں سے غیر حاضر رہنے والے اور استعفے دیکر واپس آنے والے اور پارٹی الیکشن میں پیسے کے زور پر اوپر آنے والوں کے خلاف کیسا آئین کہاں کا قانون یہاں پر تو آئین اور قانون اسی کا غلام ہے جسکے پاس طاقت ہے ایک محاورہ مشہور ہے کہ جسکی لاٹھی اس کی بھینس کو اگر یوں لکھ دیا جائے کہ جسکی لاٹھی اسکا آئین تو بھی غلط نہیں ہوگا نہ جانے کب یہ لاٹھی ٹوٹے گی اور ہمارا آئین اور قانون ان سیاسی اور معاشی دہشت گردوں سے آزاد ہوگا۔

سیاستدانوں کا بازار حسن

ملک میں اس وقت افرا تفری کا عالم ہے ایک طرف سیلاب نے عوام کو ڈبو رکھا ہے تو دوسری طرف الطاف حسین نے ایک نیا تماشا لگا رکھا ہے ہر ٹیلی ویژن چینل پر بیٹھا ہوا فنکار اپنی اپنی اداکاری کے جوہر دکھا رہا ہے ایک شو میں مسلم لیگ ن کی حکومت کو تاریخی کہا جا رہا ہوتا ہے تو دوسرے شو میں اسی حکومت کی ایسی تیسی کی جا رہی ہوتی ہے ایک طرف زرداری کے حواری اسے فرشتہ ثابت کرنے پر تلے ہوتے ہیں تو دوسری طرف شیخ رشید اسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے دیکھ رہا ہوتا ہے ہم صرف باتوں میں اپنا وقت گذار کر ملک کی تباہی کر رہے ہیں کرتے کراتے کچھ بھی نہیں ہیں صرف ہر صاحب اقتدار اور اختیار نے عوام کو بیو قوف بنانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے ایک طرف ملک میں سیلاب نے تباہی مچا رکھی ہے تو دوسری طرف سائیں کی حکومت میں کراچی کی عوام پینے کے صاف پانی کو ترس رہی ہے ایک طرف کرپشن کے زریعے دولت کے انبار لگائے جا رہے ہیں تو دوسری طرف ملک میں بڑھتی ہوئی غربت کے ہاتھوں لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں پاکستان میں مالی پریشانیوں اور گھریلو جھگڑوں کے باعث خود کشی کا رجحان تو تھا لیکن اب ملک میں جاری معاشی بحرانوں کے باعث بیروزگاری اور لوڈ شیڈنگ کی شرح میں تشویشناک اضافے اور قوت برداشت ختم ہونے کے باعث

مذکورہ رجحان میں 3 گنا اضافہ ہوگیا ہے، پاکستان میں خود کشی کے حوالے سے کراچی پہلے نمبر پر ہے ایک غیر سرکاری تنظیم کے اکٹھے کیے ہوئے اعداد وشمار کے مطابق 25 مئی سے 25 جون تک کے دوران صرف ایک ماہ میں ملک بھر میں 195 افراد نے خود کشی کرلی، خود کشی کرنے والوں میں 59 خواتین شامل تھیں جبکہ اسی دوران 43 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبّی امداد دے کر بچالیا گیا، اقدام خود کشی کرنے والوں میں 17 خواتین شامل ہیں، اعداد وشمار کے مطابق خود کشی کرنے والوں میں 110 افراد نے گھریلو جھگڑوں و مسائل سے تنگ آکر اور 23 نے معاشی تنگ دستی سے مجبور ہو کر خود کشی کرلی۔ خود کشی اور اقدام خود کشی کے 238 واقعات میں سے صرف 21 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی، ایک عالمی ادارے کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں خود کشی کرنے والوں کی تعداد 10 لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے، دنیا میں ہر 40 سیکنڈ میں ایک فرد خود کشی کرتا ہے، پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے اندازے کے مطابق 2020 تک پاکستان میں ڈپریشن کی شرح بہت زیادہ بڑھ جائے گی، ماہرین نفسیات کے مطابق انسان کے ذہن میں خود کشی کرنے کا خیال صرف چند لمحے کے لیے آتا ہے، اگر ان چند لمحوں کو قابو کرلیا جائے تو خود کشی کے رجحان کو کم کیا جا سکتا ہے جب کوئی بھی انسان فرسٹریشن یا شدید ترین مایوسی کا شکار ہوجائے تو اس کے ذہن، میں 3 صورتیں بنتی ہیں وہ حالات سے سمجھوتہ کرلے یا ان کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے یا تیسری صورت میں زندگی سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے خود کشی کرلے ۔پاکستان

میں موسم گرما میں خودکشی کے اس تیسرے رجحان میں اضافہ ہوجاتا ہے کیونکہ لوڈ شیڈنگ کے باعث لوگوں کی طبیعت میں چڑچڑاپن غالب آجاتا ہے اور قوت برداشت ختم ہوجاتی ہے ماہرین سماجیات کے مطابق گھریلو مسائل خودکشی کی سب سے بڑی وجہ ہے ،اس کے علاوہ غربت، بیروزگاری، ذہنی دباؤ، خاندانی تنازعات ، محبت میں ناکامی، سماجی ناانصافی جیسی بڑی وجوہات ہیں، اگر حکومت زہر کی کھلے عام فروخت اور اسلحے کے استعمال پر پابندی سے خودکشی کے رجحان میں کمی واقع ہوسکتی ہے ، معاشی حالات اور سماجی انصاف نہ ہونے سے لوگوں کے پاس موت کو گلے لگانے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں بچتا اور حکومت بھی انہیں بچانے میں کوئی سنجیدہ دکھائی نہیں دیتی اسی طرح کراچی میں پانی کا مسئلہ بھی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا حالیہ بارشوں میں حب ڈیم میں 15 فٹ پانی کا اضافہ ہوچکا ہے اور کراچی کو تقریباً 50 ملین گیلن پانی کی روزانہ فراہمی شروع ہوچکی ہے تاہم ٹینکرز وزیر زمین پانی چور مافیا اور والو آپریشن میں گڑبڑ کے باعث میٹرو ول، نارتھ کراچی، نیو کراچی، سرجانی ٹاؤن، اورنگی ٹاؤن، بن قاسم ٹاؤن، گڈاپ، ملیر، لانڈھی، عزیز آباد، اولڈ سٹی ایریاز، لیاقت آباد، محمود آباد اور دیگر علاقوں میں پانی کا بحران بدستور جاری ہے ، ایم ڈی واٹر بورڈ ہاشم رضازیدی جو سینئر بیوروکریٹ ہیں تاہم انجینئر نہ ہونے کے باعث واٹر وبورڈ کے تکنیکی معاملات سمجھ نہیں پارہے ہیں، انھوں نے اسٹاف آفیسر الٰہی بخش بھٹو کو تعینات کیا ہے جو انجینئر نہیں ہیں تاہم کمیشن اور

وصولیابی میں ماہر ہونے کی وجہ سے منظور نظر ہیں، ڈی ایم ڈی ٹیکنکل نے بھی منظور نظر افسران کو اہم ذمے داری سونپ رکھی ہے جو اعلیٰ حکام کو خوش رکھنے کا فن جانتے ہیں۔اسکے ساتھ ساتھ ایم ڈی واٹر بورڈ نے اضلاع میں نااہل چیف انجینئرز کو تعینات کردیا ہے جو والو آپریشن پر کروڑوں روپے کا بھتہ کارخانوں اور کمرشل یونٹس سے وصول کرکے اعلیٰ حکام کو پہنچا رہے ہیں جس کی وجہ سے پانی کی منصفانہ تقسیم نہیں ہورہی اور شہری پانی کے حصول کے لیے ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں حالانکہ حب ڈیم کا ریزروائر لیول 290.6 فٹ ہوچکا ہے جس کے ذریعے تقریبا 50 ملین گیلن پانی کی فراہمی کراچی کو شروع کی جاچکی ہے، پانی کا یہ ذخیرہ 9 ماہ کے لیے کافی ہے اگر ایف آئی اے واٹر بورڈ میں بھی 2013 سے اب تک بے قاعدگیوں کی تحقیقات کرے تو اربوں روپے کی کرپشن کا انکشاف ہوسکتا ہے۔رہی بات الطاف حسین کی انھوں نے اسی طرح ہی اپنی کاروائیاں جاری رکھنی ہے کیونکہ ہم بنیادی طور پر اندر سے کمزور ہیں معمولی چور کو تو ہم پھانسی کے تختے تک نہیں چھوڑتے اور بڑے بڑے ڈاکوؤں کو ہم اقتدار کے ایوانوں تک پہنچا دیتے ہیں عوام کو بہتری کی امید ہے تو اپنے قومی ادارے فوج سے باقی تو ہر طرف سیاستدانوں کا بازار حسن سجا ہوا ہے اور تماش بین مزے لے رہے ہیں۔

شکر ہے جمہوریت بچ گئی

شکر ہے کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن نے ایک بار پھر ملکر جمہوریت کو بچالیااس بار اگرآئین اور قانون پر عملدرآمد کرتے ہوئے پاکستان تحریک انصاف کے 33اراکین قومی اسمبلی کومسلسل غیر حاضریوں کی بناپر اسمبلی سے فارغ کردیا جاتا تو جمہوریت کا جنازہ نکل سکتا تھااسی لیے توحکومتی جماعت اور اپوزیشن جماعت اسی طرح اکٹھی ہوگئی جس طرح پچھلے سال پیپلز پارٹی کی حکومت نے اس وقت کی اپوزیشن جماعتوں کے ساتھ ملکر جمہوریت کو بچائے رکھا تھااسی لیے تو سپیکر قومی اسمبلی سردار ایاز صادق نے جمہوریت کو کندھا دینے کے لیے ایم کیوایم کے قائد الطاف حسین سے ٹیلی فون کے زریعے قرار داد واپس لینے کی درخواست بھی کی تھی یہ وہی الطاف حسین ہیں جن کے خلاف حکومت غداری ،ملک دشمنی سمیت کئی مقدمات قائم کرنا چاہتی ہے اور حکومتی وزیر پانی و بجلی جن سے اپنی وزارت اور زبان تو سنبھالی نہیں جارہی وہ آئے روز کسی نہ کسی کے خلاف بول کر دل کی بھڑاس نکال رہے ہیں جن کے بارے میں ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ انہیں غصہ کس پر ہے جبکہ مولانافضل الرحمٰن جو پچھلے پانچ سال زرداری کے ساتھ ملکر جمہوریت کی گاڑی کو دھکا لگاتے رہے اس بار بھی مسلم لیگ ن کے ساتھ ملکراسی قومی جمہوری ٹرانسپورٹ کمپنی کی گاڑی کو کھینچ رہے ہیں جس میں پاکستان مسلم لیگ

ن کے 188، پاکستان پیپلز پارٹی کے 46، پاکستان تحریک انصاف کے 33، متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) کے 24، جمیعت علماء اسلام (ف) کے 13، پاکستان مسلم لیگ ف)5، جماعت اسلامی کے 4، پختونخواہ عوامی ملی پارٹی کے 4، نیشنل پیپلز پارٹی کے 2) پاکستان مسلم لیگ کے 2، عوامی نیشنل پارٹی کے 2، بلوچستان نیشنل پارٹی کے 2، قومی، وطن پارٹی (شیرپاؤ) کے 2، پاکستان مسلم لیگ (ضیاء شہید) کا ایک، نیشنل پارٹی کا ایک عوامی مسلم لیگ کا ایک، عوامی جمہوری اتحاد پاکستان کا ایک، آل پاکستان مسلم لیگ کا، ایک اور آزاد جیت کر اسمبلی میں آنے والے 9 اراکین سمیت 269 مسافر سوار ہیں یہ وہ جمہوری مسافر ہیں جن پر کسی نہ کسی دور میں کسی نہ کسی آمر کا دست شفقت رہا کوئی بیٹا بن کر تو کوئی خوش آمدی بن کر آمریت کی چھتری تلے پروان چھڑتا رہا اور آج یہ سب آمریت کے دشمن بن کر جمہوریت کو پروان چڑھا رہے ہیں اسی لیے پاکستان تحریک انصاف کو اسمبلی سے ڈی سیٹ نہیں ہونے دیا گیا کہ کہیں وہ ایک بار پھر عوام کے پاس نہ چلی جائے جمہور کے نام پر جمہوریت کرنے والے ہمارے سیاستدانوں کا جمہور سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ یوں سمجھ لیں کہ ایک آئی جی جیل خانہ جات کا جیل کے ایک قیدی سے تعلق ہوتا ہے ہمارے سیاستدان الیکشن جیتنے کے بعد جس جمہوری بس پر سوار ہوتے ہیں وہ پھر بس نہیں رہتی بلکہ اڑن کھٹولا بن کر عوام کی بس کروادیتی ہے اوران جمہوریت کے رکھوالوں کو اڑا کر دور لے جاتی ہے جہاں عوام کا ان سے رابطہ ختم ہوجاتا ہے آپ صرف لاہور کے حلقہ این اے 119 سے جیتنے والے امیدوار،رائے

قومی اسمبلی حمزہ شہباز شریف کا ہی جائزہ لے لیں 2013 الیکشن میں 107735 ووٹ لیکر ایسے غائب ہوئے کہ اب تک اپنے حلقہ میں نظر نہیں آئے وہاں کے ووٹروں نے الیکشن سے قبل پیپلز پارٹی کے سربراہ اور اس وقت کے صدر پاکستان کے خلاف بڑے ہی دلچسپ اور رنگین نعرے بھی لگائے تھے جبکہ خادم اعلی پنجاب زرداری کو لاہور کی سڑکوں میں گھسیٹنے کی باتیں کرکے اور بجلی پیدا کرنے کے دلفریب نعرے دے کر ایسے جمہوریت کے رکھوالے بنے کہ اب ایک طرف جمہور سیلاب میں ڈوب رہی ہے تو دوسری طرف اسی جمہوری عوام کے بچوں کے ساتھ جنسی زیادتیاں ہو رہی ہیں قصور میں ہونے والے انسانیت سوز واقعہ نے پوری دنیا کے دل رکھنے والے انسانوں کو دکھی کردیا مگر ہمارے یہ جمہوریت پسند حکمران سوائے مذمت اور انکوائریوں سے آگے نہیں گذرتے اور جن کے حق کے لیے اسمبلیوں میں بیٹھ کر لمبی لمبی چھوڑی جاتی ہیں وہ بیچاری عوام اپنے حکمرانوں سے اپنا حق لینے کے لیے کبھی سڑکوں پر احتجاج کرتے نظر آتے ہیں تو کبھی حکمرانوں کی وفادار پولیس سے لاٹھیاں کھاتے نظر آرہے ہوتے ہیں مگر پھر بھی شکر ہے کہ اس بار بھی جمہوریت بچ گئی پچھلے پانچ سال پیپلز پارٹی کی جمہوری حکومت تھی جس میں عوام بجلی،پانی اور گیس کے لیے ترستے نظر آئے اسی دور میں حکمرانوں نے اربوں روپے کا ٹیکہ بھی عوام کو لگایا جو اب نیب سے ڈر کر بھاگ رہے ہیں آصف علی زرداری نے بطور صدر ملک میں جمہوریت کو بچانے کے لیے تمام جمہوری اداروں کو داؤ پر لگا دیا ہر کسی کو خوش کیا ملک میں وزارتیں

ایسے بانٹی گئی جیسی نانا جی کی حلوائی کی دوکان ہو محض اس لیے کہ ملک میں جمہوریت بچ جائے عوام بے شک پس جائے مگر شکر ہے کہ ملک میں جمہوریت بچ گئی آصف علی زرداری اور انکے حواری خوب جمہوریت سے لطف اندوز ہوتے رہے اب مسلم لیگ ن کی باری ہے ملک میں جمہوریت کو بچانے کی جس طرح پچھلے پانچ سال میاں نواز شریف نے آصف علی زرداری کے ساتھ ملکر جمہوریت کی گاڑی کو دھکا لگائے رکھا تھا اب بلکل اسی طرح آصف علی زرداری اور انکی پارٹی میاں نواز شریف کی حکومت کو کندھا دیے ہوئے تاکہ جمہوریت کی آڑ میں جمہور کا جو جنازہ جارہا ہے اسے منزل مقصود تک پہنچایا جائے مگر امید ہے کہ جو آپریشن فوج کی سرپرستی میں رینجر اور نیب نے شروع کررکھا ہے اس سے بہت سے جمہوریت کے دعویداروں کی اصل حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ جمہوریت کو بچانے کے لیے کس نے کتنی قربانیاں دی ہیں ملک کے عوام کو وعدوں کا لالچ دیکر کتنا لوٹا گیا کس کے حصے میں کیا آیا کتنے لوگ زندگی کی بنیادی ضروریات کو ترس گئے مگر شکر ہے کہ جمہوریت ایک بار پھر بچ گئی۔

میں ہوں پاکستان

میں ہوں پاکستان اور آج میرا جنم دن ہے پوری دنیا میں آج میری سالگرہ کے کیک کاٹے جائیں گے میری عظمت کی نشانی سبز ہلالی پرچم کو سیلوٹ اور بوسے بھی دیے جائیں گے میرے نام کے ترانے بجائے جائیں گے اور کچھ شرارتی بچوں نے تو رات سے ہی سڑکوں پر اودھم مچا رکھا ہے جتنی میری آج کے دن تعریف کی جائیگی دل تو کرتا ہے کہ اپنا سر فخر سے بلند کرلوں مگر کیا کروں میں اب کوئی بچہ نہیں ہوں بلکہ 68 سال کا وہ خوبصورت چہرہ ہوں جس کی رگوں میں لاکھوں شہیدوں کے خون کی لالی ہے جب مجھے حاصل کیا گیا تھا اس وقت میرے بدترین دشمن بھی میرے چاہنے والوں کی راہ میں نہ ٹھہر سکے جن کے ولوں میں سمندر کی موجوں سا جوش تھا جو ایسا طوفان تھے کہ انکے سامنے کوئی دشمن اکڑ کر نہ چل سکا اور وہ سب کے سب بے سروسامانی کے عالم میں صرف ایک ہی بات کے نعرے لگا رہے تھے لے کے رہے گے پاکستان بن کے رہے گا پاکستان ،آج میں اپنی حالت دیکھتا ہوں تو مجھے انکی یاد شدت سے آتی ہے جو میرے اپنے تھے جنھوں نے میری عظمت کی قسم کھائی تھی کہ وہ مجھے عظم تر بنائیں گے آج میری نگائیں متلاشی ہیں مجھے اپنے صحراؤں ،پہاڑوں اور دریاؤں پر بڑا ناز تھا کہ مجھے میرا وجود دینے والے ان خوبصورت میدانوں کو اس خوبصورتی سے آباد کرینگے کہ میں دنیا میں ایک مثال بن کر ابھرونگا

مگر میری پیدائش سے لیکر آج تک کسی نے بھی میرا سہارا بننے کی کوشش نہیں کی مجھے لاالہ الااللہ کا نعرہ دیکر خود منوں مٹی تلے جا سوئے اور انکے نام نہاد جانشینوں نے مجھے دربدر کر دیا سندھ میں مہاجرازم اور قوم پرستی کا زہر اگل کر اور بلوچستان میں آزادی کے نام پر گلے کاٹے جا رہے ہیں۔ فاٹا میں مذہب کے نام پر بارود بچھا کر عبادتگاہوں میں جہاں محبت کے پھول ملتے تھے وہاں نفرت کی آڑ میں مذہب کو تجارت بنا کر بیچا گیا اسلام کے نام پر حاصل کرنے کے بعد مجھے میرے اپنوں نے ہی اسلام کے نام پر دہشت گردی کا ایسا نشانہ بنایا کہ میری عبادت گاہیں تک محفوظ نہ رہی مجھے اتنا لوٹا گیا کہ میرے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیا گیا میں اپنے ہی گھر میں اجنبی بن گیا کبھی آمروں نے مجھے بچانے کے لیے اپنی آمریت مسلط کر دی تو کبھی جمہوریت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ڈاکوں نے مجھے جی بھر کر لوٹا میں جس مقصد کے لیے بنا تھا اس پر آج تک کسی نے عمل نہیں کیا جس کلمے کے نام میں میں معرض وجود میں آیا تھا اس کلمے کی حقیقت سے ابھی بھی بہت سے میرے اپنے ناواقف ہیں آج جب میرے سبز ہلالی پرچم کو سیلوٹ کیے جائیں گے تو مجھے سب کی نیتوں کا حال معلوم ہے کہ یہ ہی وہ لوگ ہے جو میری تقدیر کو بدلنے کا وعدہ کر کے مجھ پر سوار ہوتے ہیں اور پھر میری ہی تقدیر سے کھیلنا شروع کر دیتے ہیں کیا مجھ میں رہنے والوں کو معلوم نہیں کہ میں نے ہی سب کو اپنی شناخت سے نواز رکھا ہے اور یہ نادان جس ٹہنی پر آشیانہ سجائے بیٹھے ہیں اسی کو کاٹ رہے ہیں پہلے دہشت گردوں نے مجھے اندر

سے ہلا کر رکھ دیا تھا تو آج سیلاب نے مجھے ڈبو رکھا ہے ، غربت ،افلاس اور پسماندگی نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکوں مجھے مصنوعی طاقت دینے کے لیے قرضوں کا ٹیکہ لگایا جاتا ہے مگر بعد میں میری رگوں سے دوگنا خون نچوڑ کر دوسرے ممالک کے بلڈ بنکوں میں رکھوا دیا جاتا ہے میرے لوگ اندر سے میری طرح ٹوٹ چکے ہیں دن بدن بڑھتی ہوئی کمزوری نے مجھے اب اس قابل بھی نہیں چھوڑا کہ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکوں مگر ابھی بھی کچھ میرے اپنے ڈاکٹر عبدالقدیر خان جیسے موجود ہیں جنہیں دیکھ کر میں پھر سے جوان ہونے کی کوشش کرتا ہوں اور کسی قسم کا ڈر خوف مجھے محسوس نہیں ہوتا ایک امید ہے کہ شائد میرے نام پر جینے والے اور مرمٹنے والے مجھے سہارا دیکر اٹھا دیں میرے ساتھ جنم لینے والے کہاں سے کہاں پہنچ گئے مجھ سے دو سال چھوٹا چین جس کا دنیا مذاق اڑاتی تھی جو مجھ سے کئی درجے کمزور تھا اور میری مدد سے اس نے اپنے بچپن کی مشکلات کے دن گذارے مگر اسکے بیٹوں نے اسکے خون کا حق ادا کر دیا آج چین دنیا پر راج کر رہا ہے دنیا کا بڑے سے بڑا ملک اور اپنے آپ کو سپر طاقت کہلانے والے سب ہی آج چین کے مرہون منت ہیں اور دنیا بھر کے وسائل اس کے قدموں میں ہیں۔ کل دنیا جسے گونگا سمجھتی تھی آج وہ بولتا ہے تو دنیا سنتی ہے معلوم ہے میرے قیام کے دن تم سب جشن بھی مناؤ گے ، میری عظمت میں گیت گاؤ گئے ، جلسوں اور ریلیوں میں محبت کے بڑے بڑے دعوے بھی کرو گے ۔ کوئی کہے گا کہ میں سب کو روٹی، کپڑا اور مکان دوں

گا، کوئی کہے گا مجھے سپر پاور بنا دیا جائیگا۔ کوئی مجھے میل کچیل اتار کر نیا بنانے کی بات کرے گا، کوئی کہے گا میں رب اور رب کے نظام کو بھول چکا ہوں اور وہ مجھے دوبارہ کلمہ پڑھانے کی کوشش کرے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ میرے مہاجر بیٹوں کے ساتھ انصاف نہیں ہو رہا، ہم ان کو انصاف دینگے۔ ٹی وی والے بھی ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ کر طرح طرح کی بڑھکیں ماریں گے۔ مجھ سب کے دلوں کا اندر سے حال معلوم ہے کہ کون میرے ساتھ مخلص ہے اور کون میری اندر سے جڑیں کاٹ رہا ہے مگر میں مایوس اب بھی نہیں ہوں کیونکہ میری حفاظت کرنے والے زندہ ہیں وہی مجھے بچائیں گے وہی مجھے ترقی دینگے میں رہتی دنیا تک رہوں گا کیونکہ قیامت تک جس کلمہ طیبہ کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے لے رکھا ہے میں بھی اسی کلمہ کے صدقہ 27 رمضان المبارک کو پیدا ہوا تھا اور کلمہ کی قسم میں ایک روشن دلیل ہوں میں ہی اللہ کا انعام ہوں ''میں پاکستان ہوں''۔

شرم کرو حیا کرو

وفاقی وزیر خواجہ آصف نے پاکستان تحریک انصاف کے اراکین کو اسمبلی میں منت سماجت کرکے بلوا لیا جب اجلاس شروع ہوا تو انہوں نے دھرنے کا غصہ اتارنے کے لیے پی ٹی آئی کے اراکین کو کھری کھری سنائی اور بڑے واضح انداز میں پی ٹی آئی کے اراکین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شرم اور حیا بھی کوئی چیز ہوتی ہے شرم اور حیا کیا ہوتی ہے اس بارے میں ہمارے سیاستدانوں کو آج تک کچھ معلوم ہی نہیں ہوسکا کہ یہ کس بلا کا نام ہے جن قوموں اور انکے حکمرانوں میں شرم اور حیا ہوتی ہے وہ قومیں آج دنیا پر راج کر رہی ہیں اور ہم اپنی شرم اور حیا کو ختم کرکے آج بھی انکے تسلط سے آزاد نہیں ہوئے ہم نے اپنی شرم وحیا کو اپنے سے الگ کرکے بے غیرتی کو اتنا پرموٹ کر دیا ہے کہ اب اپنی اس کھوئی ہوئی میراث کو واپس حاصل کرنے کے لیے بھی ایک لمبا عرصہ درکار ہے ہم وہ قوم بن چکے ہیں جو اپنی چوری اور فراڈ پر بھی فخر محسوس کرتے ہیں ایماندار لوگوں کو رگیدا جاتا ہے انکی عزت نفس کو مجروح کرکے ہم فخر محسوس کرتے ہیں کمیشن مافیا نے اس حد تک اپنے پنجے ہمارے ضمیر پر گاڑ رکھے ہیں جن سے بغیر زخمی ہوئی جان چھڑوانا ناممکن ہے ہمارے خواجہ آصف صاحب نے شرم وحیا کی جو بات کی اسکا مقصد تھا کہ اسمبلی کے باہر بیٹھ کر بڑے شوق سے گالیاں دینے والے اسی اسمبلی میں بلا آخر

واپس آگئے جبکہ ہمارے حکومتی وزیر خواجہ سعد رفیق کو نااہل قرار دیا گیا تو وہ عدالت سے سٹے آرڈر لے آئے اور دوبارہ پھر وزارت کے مزے لوٹنے لگے اب سپیکر قومی اسمبلی سردار ایاز صادق بھی نااہل ہوگئے مگر امید ہے وہ بھی عدالت سے سٹے آرڈر حاصل کرکے دوبارہ پھر اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں گے ہمارے کمیشن خور افسران اور شرم وحیاکے پیکر یہ سیاستدان ہماری رگوں سے رہی سہی شرم وحیا بھی نکال باہر کرنا چاہتے ہیں اب ہمارے پاس اپنے کام سے محبت کرنے والے مخلص سیاستدان ہیں اور نہ ہی مٹی سے وفا کرنے والے افسران موجود ہیں جن کو ہم کہہ سکیں کہ یہ شرم وحیا کا پیکر ہیں اگر میں یہی سوال اپنے آپ سے کروں کہ کیا پاکستان میں اس وقت کوئی شرم وحیا کے معیار پر پورا اتارتا ہے تو میرا جواب نہ میں ہوگا کیونکہ جہاں کلرک سے لیکر وزرا تک کے پاؤں کرپشن کی دلدل میں ڈوبے ہوئے ہوں ایک نالی سے لیکر میٹرو منصوبوں تک کمیشن کی بولیاں لگائی جاتی ہوں ایک فروٹ کے ٹھیلے والے سے لیکر بڑے سے بڑے بیوپاری تک لوٹ مار میں مصروف ہوں تو وہاں شرم حیا کہاں زندہ ہوگی شرم وحیا ان میں ہوتی ہے جو اپنے کام سے مخلص ہوں جو وعدہ کرلیا جائے اس پر عمل کرنا انکی زندگی کا حصہ بن جائے جو اپنے وعدوں اور دعووں کو عملی جامہ نہیں پہنچا سکتا اس کا شرم حیاکے ساتھ دور دور کا بھی تعلق نہیں ہے پاکستان میں پہلے پانچ روپے کا نوٹ چلتا تھا جو اب بند ہوچکا ہے اس نوٹ کے پیچھے کھوجک ٹنل کی ایک تصویر بنی ہوتی تھی یہ کھوجک ٹنل اس وقت برطانوی حکومت نے شروع

کی جب ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا سورج غروب ہوگیاایک طرف دہلی کے لال قلعہ میں بہادر شاہ ظفر کو ناشتے کی ٹرے میں اسی کے دو بیٹوں کا قلم کیا ہوا سر پیش کیا جارہا تھا تو دوسری طرف برطانوی حکومت جلد از جلد اپنی قوت میں اضافہ کے لیے ریلوے لائن کا ٹریک بچھا کر جدید مواصلاتی نظام کے زریعے اپنی فوجوں کو ہندوستان پہنچانا چاہتی تھی اور اس مقصد کے لیے انھوں کوئٹہ سے 113 کلومیٹر دور پہاڑوں کے درمیان ایک ریلوے ٹریک بچھانے کا فیصلہ کیا انجینئر کو بلوایا گیا اس نے جگہ دیکھی اور اپنے پیشہ وارانہ تجربے کی بناپر اس ٹنل کو شروع کرنے سے اختتام تک کا وقت بتا دیا انجینئر کا کہنا تھا کہ 3 سال 4 ماہ اور 21 روز بعد 5 ستمبر 1891ء کو دونوں طرف سے کام کرنیوالے مزدور پہاڑ کو کھودتے کھودتے ایک ایسے مقام پر پہنچ جائیں گے جہاں وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونگے اور ٹنل کا کام مکمل ہوجائیگا 1881ء میں شروع ہونے والے اس کام میں موسمی تبدیلیوں کے باعث مزدوروں میں وبا پھیل گئی کچھ مرگئے کچھ کے کام کی رفتار سست ہوگئی مگر کام پھر بھی جاری رہا اور آخر کار 5 ستمبر 1891ء کو وعدے کی تکمیل کا وقت آگیا شانزلہ اور شیلا باغ کے مقام پر بننے والی ٹنل آج مکمل ہوجانا تھی اور پٹری کے آخری بولٹ لگا دیے جانے تھے مگر مقررہ وقت پر ایسا نہ ہوسکا انجینئر نے اپنے دیے ہوئے وقت پر کام مکمل نہ ہونے پر ندامت اور شرمندگی محسوس کی وہ پراجیکٹ کا انچارج انجینئر تھا خاموشی سے باہر نکلا آہستہ آہستہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا شروع کردیا اور پھر

نیچے کود گیا اور عین اسی وقت دونوں طرف کے مزدوروں نے اپنے درمیان آخری دیوار کو توڑ کر کھوجک ٹنل کو مکمل کر دیا یہ ہوتی ہے شرم اور حیا اپنے کام سے انتہاء کی حد تک محبت کرنے والے جو ندامت اور شرمندگی اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتے ہیں آج ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لیں کہ کیا ہم اپنے کام سے مخلص ہیں اگر ہیں تب کسی اور کے لیے یہ الفاظ اچھے لگتے ہیں ورنہ اپنے گریبان کے اندر منہ ڈال کر انسان کہہ لے کہ کوئی شرم کرو کوئی حیا کرو اپنے کام سے کچھ تو وفا کرو۔

مالشیے

گذشتہ روز جب صدیق بلوچ کے خلاف ٹریبونل کا فیصلہ آیا تو تحریک انصاف کے قائدین نے کپتان کی ہٹرک مکمل ہونے پر خوب جشن منایا کچھ نے سڑکوں پر اور کچھ نے اپنے اپنے مخصوص ٹھکانوں پر اپنے مخصوص انداز میں جی بھر کر نہیں بلکہ ڈوب کر جشن منایا پاکستان تحریک انصاف کے اراکین پنجاب اسمبلی نے بھی اسمبلی کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر خوشی کا اظہار کیا یہاں پرچوں کہ پڑھے لکھے ، سلجھے ہوئے عوام کی نمائندگی کرنے والے خواتین اور مرد ممبران موجود تھے اس لیے انکے درمیان جشن منانے کا.بڑامزہ آیا.بڑے دلچسپ جملے نعروں کی صورت میں سننے کو ملے ایک نعرہ جو بار بار لگ رہا تھا وہ تھا مالشیے ٹھاہ کا ایک عوام نمائندہ نعرہ لگاتا مالشیے تو دوسرے اراکین جواب میں کہتے ٹھاہ وہ نعرے لگا رہے تھے تو میں سوچنے لگا کہ اس ملک میں کون ہے جو مالشیا نہیں ہے ویسے تو مالشیا اسے کہتے ہیں جو مختلف قسم کے تیل کی بدولت اپنے ہاتھوں کے زور سے مالش کرتے ہوئے انسان کا تیل نکال دے ایسے مالشیے اکثر دیہاتوں میں وڈیروں ،ضاگیرداروں اور چوہدریوں کے ڈیروں پر ہر وقت موجود رہتے تھے جو وڈیروں اور چوہدریوں کی مالش تو کیا ہی کرتے تھے مگر ساتھ ساتھ وہاں پر آنے والے چوہدریوں کے مہمانوں کی بھی مالش کرکے انکی تھکاوٹ اتارا کرتے تھے یہ مالشیے چرب زبان ہونے کے ساتھ ساتھ نہ

صرف اپنے ہاتھ کے فن سے بخوبی واقف تھے بلکہ اپنے سامنے لیٹے ہوئے وڈیرے نواب اور جاگیر دار کی رمض رمض سے بھی واقف ہوتے تھے یہی مالشیے جب کسی کی، تعریف کردیتے تو وہ جاگیردار کی نظروں میں اچھا بن جاتا اور جس کی وہ بدخوئی کرتے وہ جاگیر دار کی نظروں میں گر جاتا تھا پھر یہی طریقہ ہماری سیاست میں بھی رائج ہوگیا جو مالشیا بن کر پارٹی قائدین کے ساتھ چمٹ گیا پھر اسی کے وارے نیارے ہونے لگے وہی وزیر بنا اور لوٹ مار کا بادشاہ کہلایا فوجی دور میں سیاستدانوں نے آمروں کی نظروں میں آنے کے لیے انکی مالش کے ہر طریقے آزمائے مگر کامیاب وہی ہوا جو اچھا مالشیا ہونے کے ساتھ ساتھ اچھا چرب زبان بھی تھا وہ آمروں کے قریب ہوگیا کیونکہ آمر اپنے ساتھ چلانے کے لیے کسی قابل اور ایماندار شخص کی ضرورت نہیں ہوتی اسے اپنی گود میں بٹھانے کے لیے کسی ایسے مالشیے کی ضرورت ہوتی ہے جو گل باتیا ہو اور لوگ اسکی بات سن کر متاثر ہو سکیں ایسے مالشیے ایک طرف تو آمر حکمرانوں کے کان بھرتے رہتے ہیں تو دوسری طرف سیاست میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے کے لیے اپنے حامیوں کو بھی سامنے لانا شروع کردیتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک آمر ساری زندگی اقتدار میں نہیں رہ سکتا جب آمر کی رخصتی کا وقت آتا ہے تو پھر وہی مالشیے قسم کے سیاستدان جانے والے آمر کی جگہ لیکر خود آمر بن جاتے ہیں اور بہت سے مالشیے انہیں گھیر لیتے ہیں اس وقت ہماری سیاست انہی مالشیوں سے بھری پڑی ہے اور انکی دیکھا دیکھی بیوروکریسی میں بھی مالشیے آدھمکے جو سیاستدانوں

اور حکمرانوں کی ہر وقت تعریفوں میں وقت گذار کر کوئی نہ کوئی اہم عہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اسی لیے پھر انہیں کسی کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ نوکری پر جائیں یا جاکر موج مستی کرکے واپس آجائیں مختلف صوبوں میں سمیت مرکز میں اہم عہدوں ہر ماشیپے تعینات ہیں جو خود کام کرتے ہیں نہ کسی اور ایماندار افسر کو کام کرنے دیتے ہیں اس وقت پنجاب کے وزیراعلی کی ٹیم میں جو افراد شامل ہیں وہ بھی کسی ماشیپے سے کم نہیں ہیں اس وقت اگر محکمہ اطلاعات کو ہی دیکھ لیا جائے تو یہاں پر خوش آمدی اور ماشیپے قسم کے افسران کی ایک لمبی قطار موجود ہے کرپشن کے کنگ اور انٹی کرپشن کو مطلوب افراد اخبارات کو اشتہارات تقسیم کررہے ہیں ڈائریکٹر الیکٹرونک میڈیا کو شائد یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کون سے ٹیلی ویژن چینل میں کون ڈی این ہے نہ اس میں اتنی جرات اور ہمت ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی اچھا فیصلہ کرسکے اسی طرح کا ایک اور ست ڈائریکٹر جو آجکل اشتہارات کے شعبہ میں کام کررہا ہے وہ صرف اپنے دفتر ڈی جی پی آر اس لیے آنے کی زحمت گوارا کرتا ہے کہ اس نے اے سی چلا کر اپنے ٹھنڈے کمرے میں صوفے پر تکیہ رکھ کر لیٹنا ہوتا ہے جبکہ اس محکمہ میں بعض ایسے ماشیپے قسم کے افسران کی بھی بھرمار ہے جو بھرتی ہوکر ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے تک پہنچ گئے اور آج تک لاہور دفتر سے باہر کسی اور شہر میں تعینات ہی نہیں ہوئے یہ وہ محکمہ ہے جو براہ راست خادم اعلی پنجاب میاں شہباز شریف کے ماتحت کام کرتا ہے کیونکہ اس محکمہ کا وزیر ہے نہ مشیر

ہے اور نہ ہی کسی کے پاس کوئی اختیار ہے یہاں پر سیکریٹری سے لیکر نائب قاصد تک سبھی اپنی نوکری پکی کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر خوش آمد پرستی میں مصروف ہیں حد تو یہ ہے یہاں پر الیکٹرونکس آلات جن میں کیمرے، کمپیوٹرز، موبائل فوٹو کاپیئر سمیت دوسرے قیمتی سامان کی خریداری میں اربوں کی کرپشن کرلی گئی جو، سامان خریدا گیا وہ آتے ہی خراب ہونے کے بعد کباڑ کی نظر ہوگیا امید ہے کہ راجہ جہانگیر جو ایک منجھے ہوئے اور سمجھدار بیوروکریٹ ہیں اس محکمہ میں موجود مالشیوں سے چھٹکارا حاصل کرلیں گے اگر وہ بھی انکے سامنے لیٹ گئے تو پھر کہیں سے کوئی عائشہ ممتاز ڈھونڈ کر یہاں بھی لانا پڑے گی جو ڈنڈا اٹھا کر سب مالشیوں کی دوڑ لگوادے یہ صرف ایک محکمے کا حال ہی نہیں ہے یہاں پر آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے رہی بات پاکستان تحریک انصاف کے مالشیوں کے حوالہ سے نعروں کی تو وہاں پر بھی مالشیوں کی کمی نہیں ہے عمران خان کے نزدیک صرف وہی ہے جو بہت اچھا مالشیا ہو ورکر تو اب دور سے بھی عمران خان کو دیکھ نہیں سکتا گلے ملنے کی تو اب بات ہی نہیں رہی۔

ایم سی بی سے واپڈا کی نجکاری تک

مسلم لیگ ن کی حکومت نے مسلم کمرشل بنک کی طرح واپڈا جیسے قومی ادارے کو متعدد بار اپنے پیاروں کو فروخت کرنے کی کوشش کی مگر جیسے ہی حکومت کی طرف سے کوئی پیش رفت شروع ہوتی تو تودوسری طرف واپڈا کی یونین خورشید احمد کی سربراہی میں متحرک ہوجاتی جسکی بنا پر حکومت کو پرائیویٹائزیشن کا یہ عمل روکنا پڑ جاتا جس دور میں ایم سی بی کی بند بانٹ کی جارہی تھی اگر وہاں کی یونین میں خورشید احمد اور ساجد کاظمی جیسے جانثار ورکر ہوتے تو یہ بنک کبھی بھی نہ بکتا چونکہ واپڈا کے خریداروں میں بھی میاں منشاء کا نام سرفہرست ہے اس لیے میں اپنے پڑھنے والوں کو ایم سی بی کی خریدوفرخت کی اندورنی کہانی سے بھی آگاہ کرتا چلوں کہ نواز شریف کے پہلے دورحکومت میں شفاف پرائیوٹائیزیشن کیسے عمل میں لائی گئی 9 جنوری 1991ء کو مسلم کمرشل بنک نجی شعبہ کے حوالے کردیا گیا بنک کی خریداری میں دلچسپی رکھنے والوں کی طرف سے پانچ پیش کشیں وصول ہوئی تھیں۔ ایک کو شامل نہیں کیا گیا اس بنک کے 26 فی صد حصص کی خریداری کے لئے پیش کش دینے والوں میں توکل گروپ اور منشا گروپ دو بڑے ادارے تھے لیکن توکل گروپ کی جانب سے زیادہ بولی دینے کے باوجود حصص منشا گروپ کو فروخت کردئے گئے توکل گروپ نے اس اقدام کے

خلاف سندھ ہائی کورٹ میں آئینی درخواست دائیر کردی جسے سماعت کے لئے منظور کرلیا گیا۔ لیکن بعد میں نامعلوم وجوہات کی بناء پر توکل گروپ نے سندھ ہائی کورٹ سے اپنی درخواست واپس لینے کی خواہش کا اظہار کیا سندھ ہائی کورٹ کی ڈویژن بنچ نے انہیں اپنی آئینی درخواست واپس لینے کی اجازت دے دی' اس طرح یہ درخواست غیر موثر ہو گئی اس درخواست کی واپسی کے حوالہ سے واقعات کے شاہد کہتے ہیں کہ توکل کے ایک بیٹے کے خلاف اچانک مقدمات قائم کرکے اسے گرفتار کرلیا گیا تھا جو اندرون خانہ مذاکرات کے نتیجہ کے بعد رہا کردیا گیا حکومت پاکستان اور منشا گروپ کے درمیاں معاہدہ فروخت کے مطابق اسپانسرز تین دن کے اندر 83 کروڑ 88 لاکھ روپے کی ادائیگی کرکے بنک کا انتظام سنبھال لیں گے یہاں پر ایک بڑی ہی دلچسپ بات اور حیرت انگیز پہلو ہے کہ نواز شریف نے 6 نومبر 1990 کو حکومت سنبھالی اس کے صرف ایک ماہ اور 9 دن کے بعد انہوں نے مسلم کمرشل بنک کی نج کاری کے لئے بولی مانگی اور 9 جنوری 1991 کو پاکستان کے اس اہم ترین اور بڑے بنک کی نج کاری کے ذریعے میاں منشا اور ان کے رفقاء میسرز عبداللہ جو 17 بڑے صنعت کاروں پر مشتمل کنسورشیم تھا) کے (حوالے کردیا۔

اس وقت مسلم کمرشل بنک کی نج کاری کے لئے پانچ خریدار سامنے آئے جن میں توکل گروپ اور آدم جی (مسلم کمرشل بنک کے اصل مالک اور بانی جن سے

ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے یہ بنک لیا تھا) پہلے اور دوسرے نمبر پر رہے آدم جی
جس نے یونس برادرز کے ساتھ مل کر کاروبار شروع کیا تھا (1949 میں پاکستان
کے سب سے بڑے برآمد کنندگان ہاؤس تھے) مسلم کمرشل بنک قائم کیا تھا پرانے مالک
ہونے کے ناطے سے یہ ان کا پہلا حق تھا کہ مسلم کمرشل بنک انہی کو فروخت کیا جاتا۔
لیکن بجائے انہیں دینے کے میسرز عبداللہ اور ان کے رفقاء جن کی بولی تیسرے نمبر پر
تھی کے حوالے کردیا گیا جسکی قیادت میاں منشاء کر رہے تھے یہاں ایک اور دلچسپ بات
یہ ہے کہ حکومت پاکستان اور منشا گروپ کے درمیان معاہدہ فروخت کے مطابق اسپانسرز
تین دن کے اندر 83 کروڑ 88 لاکھ روپے کی ادائیگی کرکے بنک کا انتظام سنبھال لیں گے
یہ بات آج تک منظر عام پر نہیں آسکی ہے کہ اس گروپ نے وہ رقم کہاں سے اور)
کس طرح سے حاصل کی تھی۔ بنک تحویل میں آنے کے بعد میاں منشاء نے اپنے
محسنوں میاں برادران کے احسانوں کا بدلہ اتارنے کے لیے انہیں فوری قرضے جاری
کروادیے جسکی تفصیل بھی کچھ یوں ہے اتفاق گروپ نے 19 اگست 1991 میں مسلم
کمرشل بنک مین برانچ کراچی میں 15,15 ہزار روپے سے دو اکاؤنٹ کھولے اتفاق
شوگر ملز کے نام پر کھولے گئے اکاؤنٹ کا نمبر 11265 اور میسرز برادرز شوگر ملز
لمیٹیڈ کے اکاؤنٹ کا نمبر 11264 تھا دونوں اکاؤنٹ ایک ساتھ کھولے گئے اکاؤنٹ
کھولے جانے کے اگلے روز ان دونوں اکاؤنٹ میں پندرہ پندرہ کروڑ کی رقم جمع کرادی
گئیں یعنی صرف صفروں کا اضافہ کیا گیا یہ قرضہ انہیں راتوں رات مل گیا۔ اس کے اگلے
ہی

روز 19 اگست 1991 کو یہ تیس کروڑ روپے چیک نمبر 306157 اور چیک نمبر 306126 کے ذریعے نکال بھی دیے گئے جس سے حساب برابر ہو گیا یعنی صرف دو دن میں 30 کروڑ روپیہ جمع بھی ہوا اور نکل بھی گیا اتنی بڑی رقم نجی شعبے میں دیے جانے والے ایک بنک سے بطور قرضہ حاصل کی گئی تھی اس عرصے میں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اتفاق برادرز اور شوگر ملز میں ایسی کونسی توسیع کی گئی جس کے لیے 30 کروڑ روپے کی خطیر رقم کی ضرورت تھی ۔اب ایک بار پھر حکومت میاں منشاء کو نوازنے کی تیاریوں میں مصروف ہے مگر واپڈا یونین حکومت اور میاں منشاء گروپ کے درمیان رکاوٹ بنی ہوئی ہے واپڈا یونین کا اس وقت یہ موقف ہے کہ حکومت نے اگر واپڈا کو فروخت ہی کرنا ہے تو پہلے خسارے میں چلنے والی کوئٹہ ، حیدر آباد اور ملتان جیسی کمپنیوں کو فرخت کیا جائے نہ کہ منافع بخش کمپنیوں کو پہلے دیدیا جائے۔

گلشن کا کاروبار

مغل شہنشاہ کے دور میں زنجیر عدل ہوا کرتی تھی جسے کوئی بھی مظلوم ہلا کر اپنی فریاد براہ راست بادشاہ تک پہنچا کر مطمئن ہو کر گھر بیٹھ جایا کرتا تھا اس لیے کہ اسے اپنے بادشاہ پر یقین تھا کہ اب اسے انصاف مل کر رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت حصول انصاف کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکے گی کیونکہ بادشاہ انصاف کرنے والا ہوتا تھا مگر ہمارے بادشاہ نما حکمرانوں نے امریکہ ،برطانیہ اور دبئ میں جائیداد بنا لی اور پیسے سوئس بنکوں میں جمع کرکے پھر اپنا شوق حکمرانی کرنے عوام کی گردنوں پر سوار ہو گئے ملک دہشت گردی کی نظر ہوگیا آئے روز بم دھماکوں میں بے گناہ اور معصوم شہری اپنی جان سے گذرنا شروع ہو گئے رہے سہے لوگ غربت کی جلتی ہوئی بھٹی میں مکئی کے دانوں کی طرح بھنے جانے لگے غربت نے لوگوں کو سر سے لیکر پاؤں تک ایسا جکڑا کہ انکی رہی سہی عقل ودانش بھی کنارہ کر گئی ایک ایک روپے کی خاطر ایک دوسرے کے گریبان کو پکڑنا معمول بن گیا زندہ رہنے کے لیے اور پھر مرنے کے بعد کفن دفن کے لیے بھی ایک دوسرے کے محتاج بنا کر ہمیں غلام بنا لیا گیا کہ پھر اچانک شہدا کے وارث جنرل راحیل شریف نے اس ملک سے گند اور گندگی پھیلانے والوں کے خلاف ایک ایسا آپریشن شروع کیا اور سب سے پہلے بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنے والے دہشت گردوں کو دھول چٹائی

اور اب ایسے دہشت گردوں کو پکڑا جارہا ہے جنہوں نے عوام کے حقوق پر ڈاکے ڈالے اور معاشی دہشت گردی کرتے رہے پاکستان کی 68 سالہ تاریخ میں پہلی بار سیاسی معاشی اور قومی دہشت گردوں اور کرپٹ لوگوں کے گریبان میں ہاتھ ڈالا جارہا ہے، عوام کو چاہیے کہ وہ اب تو متحدہ ہو جائے کسی سیاسی حکمران، وڈیرے، جاگیر دار اور بابو کے لیے نہیں بلکہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے متحد ہو جائے اگر یہ موقع بھی ہاتھ سے گذر گیا تو پھر وہ فرق بھی ختم ہو جائیگا جو اب ہمارے سیاستدانوں نے چھوٹے چوروں اور بڑے ڈاکوؤں میں پیدا کر رکھا ہے انکے خیال کے مطابق چھوٹے چور کو بیشک لٹکا دو مگر بڑے ڈاکو کو کچھ نہ کہو کیونکہ اسی کے دم قدم سے تو گلشن کا کاروبار چل رہا ہے گلشن سے مراد وہ نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں اس کو سمجھنے کے لیے کچھ دن پیچھے چلتے ہیں جب قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر اور ماضی میں وزارتوں کا مزہ لوٹنے والے خورشید شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ آرمی چیف اور دوسرے اداروں سے اپیل کرتا ہوں کہ خدارا سسٹم کو چلنے دیں شاہ جی بات کر رہے ہیں اس سسٹم کی جو قیام پاکستان سے آج تک رائج ہے میگا کرپشن کر کے ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے سسٹم کی، خاندانی بادشاہت قائم کرنے کے سسٹم کی، دہشت گردوں کی پشت پناہی اور بے گناہوں کے خون سے اپنی سیاست چمکانے کے سسٹم کی، دھاندلی کے زریعے برسراقتدار آنا اور پھر بار بار باریاں لینے کے سسٹم کی، مک مکا، کمیشن اور رشوت کے بازار گرم کرنے کے سسٹم کی، ملک سے غداری کر کے بلوچستان کو الگ

کرنے کے سسٹم کی ،چائینہ کٹنگ کے نام پر اربوں روپے کے فراڈ کے سسٹم کی ،غربت میں بے تحاشہ اضافے کے سسٹم کی ،لوٹ مار اور چور بازاری کو پروان چڑھانے کے سسٹم کی ،مہنگائی کے قدموں تلے غریبوں کو کچلنے والے سسٹم کی ،بے روزگاری اور بھوک کے ہاتھوں موت بانٹنے والے سسٹم کی، بہاولپور سے تعلق رکھنے والی خاتون ایم پی اے جسکی بیٹی کو اسکے دیور نے پیٹرول چھڑک کر آگ لگانے کی کوشش کی اور پھر انصاف کے حصول کے لیے اس خاتون ایم پی اے کو سپیکر کے ترلے اور منتیں کرنے والے سفارشی سسٹم کی اور ایک ایسے نہ ختم ہونے والے سسٹم کی جہاں غریب کا بچہ صبح سے شام تک مزدوری کرے تاکہ اسکے گھر میں کہیں فاقہ کشی نہ شروع ہوجائے ،اور شاہ جی ایسے سسٹم کو چلتے رہنے دینا چاہتے ہیں جہاں بڑے ڈاکوں ایوانوں میں اور بھوک مٹانے والے چھوٹے چور جیلوں میں چکیاں پیس رہے ہیں جیلوں کا ذکر آیا تو بتاتا چلوں کہ اس وقت پنجاب کی جیلیں کرپشن کا گڑھ اور جرائم کی یونیورسٹیاں بن چکی ہے ہیں جیل کے اندر داخل ہونے سے لیکر جیل کی بارک تک ہر جگہ نیلام ہورہی ہے جیل کے اندر اور باہر مختلف پرکشش مقامات پر تعیناتیوں کی بولیاں لگائی جارہی ہیں اور اندر بند قیدیوں اور حوالاتیوں کو الٹی چھری سے ذبح کیا جارہا ہے اس بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہمارے سیاستدان سب جانتے ہیں کیونکہ سیاستدانوں کی اکثریت جیلوں میں یہ سب تجربے کرچکی ہے کہ کس کو کتنے پیسے دیکر کس طرح کی سہولت لینی ہے اگر اسمبلیوں میں بیٹھے یہ سیاستدان صرف جیل

کے نظام کو بدلنا چاہیں تو بھی نہیں بدل سکتے ہیں کیونکہ یہ طاقتور مظلوم لوگ تو اپنے سیکریٹری اسمبلی کو نہیں بدل سکتے جو آئے روز پنجاب اسمبلی کو میکدہ بنا کر جام چھلکا رہا ہوتا ہے ایسے خیر خواہ سیاستدانوں سے خیر کی کیا امید رکھی جا سکتی ہے اسی لیے تو شاہ جی کہہ رہے ہیں کہ خدارا اس سسٹم کو چلنے دیں کیونکہ اگر یہ سسٹم بند ہوگیا تو کہیں ملک کا نظام ہی تبدیل نہ ہوجائے پھر مظلوم کو حصول انصاف کے لیے کسی سفارشی سسٹم کی ضرورت نہیں پڑے گی ہمارا موجودہ عدالتی نظام ہی اس قدر اچھا بن جائیگا کہ ہمیں پھر کسی فوجی عدالت کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوگی ۔ہماری این جی اوز اور قومی ادارے اتنے فعال ہوجائیں گے کہ مشکل وقت میں ہمیں کسی اور کے کندھے کی ضرورت نہیں پڑے گی، ہمارے بابو جو اب کرپشن کے بادشاہ ہیں حقیقی معنوں میں عوام کے خادم بن جائیں گے اور نام نہاد خادم اعلی بن کر کوئی عوام کا حاکم اعلی بننے کی کوشش نہیں کریگا، کسی غریب کو ہسپتال میں دو گولی پیناڈول کے لیے سارا دن ذلیل وخوار نہیں کیا جائیگا ۔ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشنز جیسے اہم محکمے میں انٹی کرپشن کو مطلوب افراد اعلی عہدوں پر کام نہیں کررہے ہونگے اور سب سے بڑی بات یہ ہوگی کہ کسی بھی بے گناہ کو زندگی سے محروم نہیں کیا جائیگا خدارا اب تو گلشن کا کاروبار بند ہونا چاہیے ۔

اے قائد ہم شرمندہ ہیں

اے قائد اعظم ہم شرمندہ ہیں کہ آپ کے لگائے ہوئے اس سرسبز پودے پاکستان کی صحیح پرورش نہیں کرسکے ہم نے نہ صرف اس کی جڑیں کھوکھلی کردی بلکہ اسی شاخ کو ہی کاٹنا شروع کردیا جس پر آپ ہمیں بٹھا کرگئے تھے پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ یہ خطہ ارضی ہم نے پاکستان کا مطلب کیا ''لا الا الہ اللہ'' کا ایمان افروز نعرہ لگا کر محمد علی جناحؒ کی قیادت میں بے شمار قربانیاں دے کر حاصل کیا۔ مگر افسوس جس عظیم مقصد کیلئے محمد علی جناحؒ کی قیادت میں لاکھوں مسلمانوں نے یہ ملک حاصل کیا سیاستدانوں اور حکمرانوں نے اسے بالکل فراموش کردیا ہے۔ حکمران اقتدار کی رسہ کشی اور کرپشن میں مصروف ہوگئے جسکی وجہ سے ہمیں تقسیم پاکستان جیسا کڑا گھونٹ بھی بھرنا پڑا اندرونی و بیرونی دشمنوں اور شدت پسندوں کی سفاکانہ کارروائیوں کی وجہ سے ملک کو دہشت گردی کی لپیٹ میں آگیا۔ حکمرانوں کی کرپشن اور نا اہلیوں کی وجہ سے کمر توڑ مہنگائی اور بجلی کی لوڈشیڈنگ نے عوام کو زندہ درگور کردیا ہے آج روح قائد پکار پکار کر ہمیں جھنجوڑ رہی ہے قوم خواب غفلت سے کب بیدار ہوگی اور قیام پاکستان کے حقیقی مقاصد کو کب پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ قائد کے خواب کو کب شرمندہ تعبیر کریں گے آج کا دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہمارے عظیم

قائد نے قوت ایمانی کے اسلحہ سے لیس ہو کر انتھک محنت اور جدوجہد کرکے اس خطہ ارضی کو حاصل کیا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ آج ہم اپنے قائد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے جذبہ حب الوطنی کو زندہ کرکے قائد کے پاکستان کی حفاظت کی تکمیل کیلئے جدوجہد کریں جو اسی صورت ممکن ہے کہ ہم اپنے قائد جیسی عظیم ، مخلص، باکردار، محب وطن قیادت اور ایسا نجات دہندہ و مسیحا تلاش کریں جو ہمیں موجودہ وسائل کی دلدل سے نکال کر سوئے منزل رواں دواں کر سکے۔بارہ ستمبر1948 ء کی صبح 7 بجے ہی دنیا بھر کی نشرگاہوں سے قائد اعظم کی وفات کی خبریں آنا شروع ہو گئیں۔پاکستانی نشرگاہوں سے مسلسل قرآن پاک کی تلاوت کی جاری تھی کراچی سے لاہور، راولپنڈی سے درہ خیبر اور سلہٹ سے ڈھاکا۔۔پورے پاکستان کا ماحول افسردہ اور غمگین تھا۔سات لاکھ سے زائد آبادی والا دارالخلافہ کراچی مکمل سوگ میں تھا۔بازار، کاروبار، ٹرانسپورٹ، ڈاک خانے سب بند تھے۔سرکاری طور پر ملک بھر میں 40 روزہ یوم سوگ کا اعلان کیا گیا جبکہ ملک بھر کے سینما گھر اگلے 5 روز کیلئے بند کر دیئے گئے۔دن کے پونے تین بجے تمام وزراء ، اعلیٰ حکام اور سفارت کار اس ہال میں جمع ہوئے جہاں قائد اعظم کا جسد خاکی دیدار کیلئے موجود تھا۔وزیر خارجہ سر ظفراللہ خان نے آخری دیدار کیلئے قائد کے چہرے سے چادر اٹھائی۔دیدار کے بعد میت کو قریبی کمرے میں لے جایا گیا جہاں جنازہ مرتب کیا گیا۔اس مقام سے خاص دروازے تک کاندھا دے کر میت لانے والوں میں وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان ،وزیر خارجہ سر ظفراللہ خان، سردار عبدالرب

نشتر، پیر الٰہی بخش، پیرزادہ عبدالستار اور سید میران محمد شاہ شامل تھے۔ گورنر جنرل ہاوس کے اطراف لاکھوں انسانوں کا سمندر تھا جو اپنے محبوب قائد کے آخری سفر میں شریک ہونے کیلئے صبح سے ہی پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ قائد کا جنازہ گورنر ہاوس کے صحن میں رکھا گیا۔ سفید بستر پر میت پھولوں سے لدی ہوئی تھی۔ عوام اپنے قائد کا آخری دیدار کر رہے تھے۔ مزید ہزارہا آدمی گورنر جنرل ہاوس کی طرف امنڈ رہے تھے اور کئی دیوار پھاند کر اندر داخل ہونا چاہتے تھے کچھ نے جوش جذبات میں گورنر جنرل ہاوس کے دروازے کو توڑ دیا۔ بمشکل پولیس اور فوج ان پر قابو پا سکی۔ گھنٹہ بھر کی کوششوں کے بعد دو قطاریں ایک ایک میل لمبی بنائی گئیں۔ ماحول بہت افسردہ تھا۔ کئی افراد شدت غم سے بے ہوش ہو گئے سردار عبدالرب نشتر آخری دیدار کرتے وقت زار و قطار رو رہے تھے۔ سفید لباس میں ملبوس اور سرخ آنکھیں لئے محترمہ فاطمہ جناح صبح سے ہی رو رہی تھیں، قائد کی صاحبزادی مسز واڈیا کے آنے کے بعد وہ کچھ سنبھلی نظر آئیں قائد کے بھتیجے اوران کی بیوی محترمہ فاطمہ ولی بھی فاطمہ جناح کو تسلی دے رہی تھیں قائد کا جنازہ دروازے پر پہنچا تو وہاں موجود افراد کلمہ طیبہ کا ورد کر رہے تھے وزراء نے اپنے ہاتھوں سے جنازے کو گاڑی پر رکھا۔ ہجوم گاڑی کے دونوں جانب ایک قطار بنا کر کھڑا ہو گیا دن کے تین بجے تھے قائد اعظم کا جنازہ ایک توپ لے جانے والی گاڑی پر رکھا گیا پولیس کے سپاہی آگے آگے تھے۔ ان کے پیچھے شاہی بحریہ کے 50 جوان، پھر بری فوج کے 5050 اور پھر فضائیہ

کے 50 جوان موجود تھے قائد کے جنازے کی گاڑی پاک بحریہ کے سپاہی چلارہے تھے ان کے پیچھے دو کاریں تھیں ایک میں محترمہ فاطمہ جناح اور قائداعظم کی دختر موجود تھیں جبکہ دوسری میں بیگم ہدایت اللہ سوار تھیں۔ قائد کی اکلوتی صاحبزادی خصوصی طیارے سے آج ہی بمبئی سے کراچی پہنچی تھیں۔ سوا تین بجے قائد کا جنازہ گورنر جنرل ہاوس سے نکل کر وکٹوریہ روڈ الفنسٹن اسٹریٹ سے ہوتا ہوا تقریباًایک گھنٹے تک گارڈن روڈاور پھر بندر روڈ پہنچا۔اس دوران کم وبیش 6 لاکھ لوگ اس میں شامل رہے جبکہ راستے کے دوران آنے والے گھروں اور عمارتوں پر بھی انگنت عوام اپنے عظیم قائد کے آخری دیدار کیلئے موجود تھی ۔ نماز جنازہ ساڑھے 4 بجے جنازہ نمائش کے میدان میں پہنچ گیا جہاں قائد کی تدفین کی جانی تھی۔ نمائش کے میدان میں ایک ستون بنایا گیا تھا۔ اس ستون کے نیچے مولانا شبیر احمد عثمانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ 6 لاکھ کا مجمع نماز میں شریک تھا۔پہلی صف میں وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان کے ساتھ کئی وفاقی اور صوبائی وزراء اور اسلامی ممالک کے سفیر موجود تھے۔ نمازجنازہ کے فوری بعد مولانا شبیر احمد عثمانی نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اب قائداعظم اپنی قوم میں موجود نہیں جو قوم کی رہنمائی کرسکیں مگر قائداعظم کی ہدایات اور جذبہ مسلسل قوم کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ قائداعظم کی وفات صرف پاکستان ہی کا نقصان نہیں بلکہ یہ ساری اسلامی دنیا کا نقصان ہے۔ اسکے بعد قائداعظم کا جنازہ اٹھا کرایک فرلانگ دور قبر تک لے جایا گیا، جنازے کو بحری اور

فضائیہ کے افسروں نے اٹھایا۔ اس موقع پر جنازے کے تینوں طرف فوج کے تین بڑے افسران موجود تھے۔ میت جیسے ہی قبر پر پہنچی پاک فضائیہ کے طیارے نے فضا میں غوطے لگا کر جنازے پر پھولوں کی بارش کرکے قائداعظم کو آخری سلامی پیش کی۔ شام 6 بج کر منٹ۔۔ وہ لمحہ جب قائد کا جسد خاکی لحد قبر میں اتارا گیا۔ وزیراعظم لیاقت علی خان 24 اور دیگر وزرا نے قائداعظم کا جسد خاکی قبر میں اتارا۔ اس کے بعد قبر پر سب سے پہلے مٹی بھی قائد ملت لیاقت علی خان نے ڈالی جس کے بعد دیگر وزراء اور اسلامی ممالک کے سفیروں نے مٹی ڈالی۔ اس کے بعد لاکھوں غمگین انسانوں کا مجمع کلمہ طیبہ پڑھتا ہوا خاموشی کے ساتھ منتشر ہوگیا۔ قائد کی وفات کے بعد ہمارے حکمرانوں نے ہمیں آج تک منتشر ہی رکھا خدا جانے کب کوئی قائد کے نقش قدم پر چلنے والا حکمران ہمیں نصیب ہوگا اور ہم دوبارہ ایک بار پھر پاکستان کو ایک تن آور درخت بن کر پھلا اور پھولتا دیکھیں۔

جمہوریت کا جہاز

چیئرمین سینٹ میاں رضا ربانی فرماتے ہیں کہ جمہوریت کا جہاز ہچکولے کھا رہا ہے اگر تو اس جہاز میں وہی جمہوریت سوار ہے جسکا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا اور اسکی تعبیر میں قائداعظم محمد علی جناح جیسی شخصیت نے دن رات ایک کر دیا اور پھر لاکھوں مسلمانوں نے ہجرت کا وہ تکلیف دہ اور اذیت سے بھرپور سفر کیا اور بعد میں اپنا خون پسینہ ایک کرکے اس پاکستان کی بنیاد رکھی جسکے لیے بچوں سے لیکر بوڑھوں تک نے حصول پاکستان کے لیے گلی محلوں میں نعرے لگائے تھے اگر تو جمہوریت کے اس جہاز میں پاکستان کے حقیقی رکھوالے اور عوام کے لیے دن رات محنت کرنے والے سوار ہیں محب وطن پاکستانی اور عوام کے زخموں پر مرہم رکھنے والے سوار ہیں، بیرونی دنیا میں پاکستان کا جھنڈا فخر سے بلند کرنے والے سوار ہیں تو پھر ہم سب اس جہاز کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر ہر خوفناک لہر سے ٹکرانے کو تیار ہیں خود اپنی جان سے چلے جائیں گے مگر جمہوریت کے اس جہاز میں جو بھی سوار ہوگا اسے کوئی خراش نہیں آنے دینگے لیکن اگر اس جمہوریت کے جہاز میں ایسے افراد نے قبضہ کیا ہوا ہو جنھوں نے غریب عوام کی کشتی کو ٹکریں مار مار کر پاش پاش کر دیا ہو غربت کو ختم کرنے کے دعویداروں نے غریبوں کا ہی صفایا کر دیا ہو قیام پاکستان میں قربانیاں دینے والے آج پیسے

پیسے کے محتاج ہو کر اپنے بچوں کو فروخت کر رہے ہوں جن معصوم بچیوں کے ابھی
پڑھنے اور کھیلنے کے دن ہوں انہیں غربت اور بھوک کے ڈر سے پیسے والے بوڑھوں کے
ساتھ بیاہ دیا جائے ، غریب خاندان کی 6 بہنوں کا اکلوتا بھائی صرف 10 روپے کے
تنازعہ پر سرعام قتل کر دیا جائے ، چند پیسوں کے عوض عزت نیلام ہونے لگیں ، ماں
اور باپ دونوں صبح سے شام تک مزدوری کر کے بھی اپنے بچوں کا پیٹ نہ پال سکیں
غریب اور لاچار مریض ڈاکٹروں کی بے حسی اور دواء کی عدم دستیابی سے موت کے،
منہ میں جا رہے ہوں ، معصوم بچے بوڑھے والدین کی کفالت کے لیے صبح سے شام تک
مزدوری کریں ، وسائل کے نہ ہونے سے پڑھے لکھے لوگ چوریاں کرنا شروع کر دیں
سرکاری افسران عوام کی جیبوں پر ڈاکے ڈالنا شروع کر دیں ، لوٹ گھسوٹ کی سیاست کا،
بازار گرم ہو جائے ، کرپشن ، لوٹ مار کے الزام میں جیلوں میں بند رہنے والے
سیاستدان پاک صاف ہو کر ایوان اقتدار میں داخل ہو جائیں ، ایماندار ساری عمر موٹر
سائیکل نہ خرید سکے اور بے ایمان دنوں میں بنگلوں اور گاڑیوں کا مالک بن جائے
غربت اور افلاس اس حد تک بڑھ جائے کہ لوگ صرف دو وقت کی روٹی کے لیے،
وڈیروں کے ڈیروں پر انکے نوکر بن جائیں ، غریب کا بچہ سرکاری سکول میں بھی تعلیم کے
اخراجات برداشت نہ کر کے کسی ورکشاپ میں چھوٹا بن جائے اور امیر کا بچہ اعلی اور
مہنگے تعلیمی اداروں میں پڑھ کر بابو بن جائے ، چپڑاسی سے صدر تک ہر بندہ قانون اور
آئین کی بجائے کسی اور کا غلام بن جائے ، غریب لوگوں کو پرائیوٹ اداروں میں بھی
دھکے پڑیں اور سرکاری

اداروں میں عزت نفس مجروح کی جارہی ہو، غازی بروتھا سے لیکر نندی پور پاور
پراجیکٹ تک لوٹ مار اور کرپشن کا بازار گرم ہو اور قیام پاکستان سے لیکر آج تک
غریب کو جمہوریت کے نام پر رگڑا لگایا جارہا ہواور جمہوریت کی آڑ میں لوٹ مار
کرنے والوں کے کتے اور گھوڑے بھی مربعے کھائیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے نام
پر پاکستان حاصل کیا گیا تھا اب ایسے جہاز کو ڈوب ہی جانا چاہیے تباہ و برباد ہو جانا چاہیے
اور اس میں سوار تمام افراد کا نام ونشان مٹ جانا چاہیے جس جمہوریت کے جہاز میں
عوام کے حقوق غضب کرنے والے موج مستی میں مصروف ہوں، راہبروں کے بھیس
میں راہزن موجود ہوں، عوام کے ووٹوں سے عوام کے نام پر ایوان اقتدار میں داخل
ہو کر عوام سے ڈر کر بھاگنے والے موجود ہوں، ماڈل ٹاؤن واقعہ میں شہید ہونے
والوں کے قاتل موجود ہوں، غریب کو غربت کی پستیوں میں پھینکنے والے موجود ہوں
دولت اور جائیداد کے لالچ میں اپنی بچیوں کی قران سے شادی کرنے والے موجود،
ہوں، پاکستان میں بیٹھ کر پاکستان کی جڑیں کاٹنے والے موجود ہوں، کمیشن خور مافیا
اور انکے ایجنٹ موجود ہوں، نوکریوں کے نام پر پیسے بٹورنے والے موجود ہوں، شرابی
اور زانی موجود ہوں، غربت کو بیچ چوراہے برہنہ نچانے والے موجود ہوں اورایسے ا
فراد جو جمہور اور جمہوریت کے نام پر بدنما دھبہ بن کر موجود ہوں خدا کی قسم ایسے
جمہوری جہاز کو اب غرق ہو جانا چاہیے تاکہ خواب سے لیکر تعبیر اور آج تک جتنے بھی
افراد پاکستان کی حفاظت کرتے ہوئے مٹی پر قربان ہو چکے ہیں انکی

روحوں کو بھی سکون مل سکے اگر یہ جہاز بچ گیا تو پھر یہ دھرا نہیں بلکہ اب تین درجوں میں تقسیم نظام تعلیم ، نظام صحت اور نظام حکومت ہم سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لے گا ہم بھی انکے غلام اور ہماری آنے والی نسلوں میں بھی غلام ہی پیدا ہوتے رہیں گے اے ضرب عضب کے جانثاروں ایک ضرب حیدر ان ملک اور عوام دشمنوں پر بھی تاکہ علامہ اقبال کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکے اور ہم دنیا میں ہی پاکستان کو جنت کا ٹکرا بنتا دیکھ سکیں۔

کب تک چلے گا یہ ڈرامہ

ہم نے جھیلا ہے زندگی کو عدم
تم عذابوں کی بات کرتے ہو

ہر روز اخبارات میں چھپنے والی بڑی.بڑی.بری خبریں پڑھ کر ہم مجموعی طور پر بے حس ہو چکے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ہم جب تک کتے ،گدھے کا گوشت کھا کر بیمار ہونے کے بعد انسانیت سے اکتائے ہوئے ڈاکٹروں کے ہاتھوں زلیل وخوار ہونے کے بعد جعلی ادویات نہ کھالیں اور بعد میں اگر اپنے لٹنے کی خبر تھانے دینے چلے جائیں تو مزید لوٹ لیے جانے کے بعد سیاستدانوں کے جعلی وعدوں کے چکر میں پھنس کر جھوٹی تسلیوں سے اپنے آپ کو بہلا نہ لیں تو نہ جانے کیوں اب جینے کا مزہ نہیں آتا سب سے پہلے تو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کا حال کل کی ایک خبر میں آپ بھی پڑھ لیں اسکے بعد باقی شہروں کا حال بھی پڑھتے ہیں اسلام آباد انتظامیہ نے جعلی ڈاکٹرز، حکیموں اور غیر قانونی ہسپتالوں کےخلاف آپریشن شروع کر دیا،آپریشن کے دوران 12 غیر قانونی ہسپتالوں کو سیل اور ایک ہسپتال کو ناقص صفائی پر 30ہزار جرمانہ اور جعلی ڈاکٹر، 4 خواتین سمیت 12افراد کو گرفتار کرلیا گیا ہے،کارروائی کے دوران غوری ٹاؤن کے ایک نجی ہسپتال میں جانوروں کے انجیکشن انسانوں کو لگانے کا انکشاف بھی

ہوا ہے دوسری خبر بہاولنگر سے ہے چئیرمین فوڈ اتھارٹی ضلع بہاول نگر ڈی سی او سید حیدر اقبال کے احکامات پر انسپکٹر فوڈ اتھارٹی ضلع بہاول نگر راشدہ بتول نے اپنی ٹیم کے ہمراہ کامیاب کاروائی کرتے ہوئے تھانہ صدر کے علاقے چندے والی کاٹ میں چھاپہ مار کر کتے کا گوشت فروخت کرنے والے گروہ کے تین ملزمان منصب علی، شریف اور یسین کو گوشت کی بھاری مقدار سمیت گرفتار کر لیا اور تھانہ صدر پولیس کے حوالے کر دیا ملزمان نے ابتدائی تفتیش کے دوران انکشاف کیا ہے کہ وہ روزانہ چار گدھے اور چھ کتے ذبح کرتے تھے پولیس تھانہ صدر نے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے تحقیقات کا دائرہ وسیع کر دیا ہے اور مزید انکشافات متوقع ہیں تیسری خبر دن دیہاڑے لوٹنے والے افراد کی ہے جسکے مطابق ایف آئی اے کا ساہیوال میں جعلی بنک پر چھاپہ 'ریکارڈ قبضہ میں لیکر بنک سیل کر دیا 'ملازمین سمیت 8 افراد گرفتار کرلیا کاشف نامی شخص نے بوہڑ والا چوک کے قریب شفیق نامی بلڈنگ مالک سے 3 لاکھ روپے کرایہ پر عمارت لیکر ایک بنک کی جعلی شاخ کھولی جس کے تمام کاغذات 'بنک کی اجازت اور شناختی کارڈ جعلی تھا۔ مذکورہ شخص نے جعلی بنک کھول کر شہریوں کے اکاؤنٹ حاصل کرنے کیلئے خوبصورت خواتین کے ذریعے مہم چلائی اور ساہیوال کے شہریوں سے اربوں روپے لوٹنے کا منصوبہ بنایا جس کی اطلاع متعلقہ اصل بنک حکام کو ملی تو انہوں نے ایف آئی اے کو اطلاع کی ۔ ایف آئی اے لاہور کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر سکندر حیات ملک اور انسپکٹر اجمل ودیگر نے دوپہر کے وقت چھاپہ

مارا اور بنک ملازمین اور بلڈنگ مالک سمیت شاہد' محمود وغیرہ 8افراد کو حراست میں لیکر بنک ریکارڈ قبضہ میں لے لیا اور بنک کو سیل کر دیا ہے۔ جعلی بنک 16/15 روز قبل کھولا گیا تھا اور شہریوں سے اکاؤنٹ لینے کی کوشش جاری تھی۔ تفتیش کے دوران مزید انکشافات متوقع ہیں۔ اسکے علاوہ سندھ سمیت پورے ملک میں سیاستدانوں کی کرپشن کا بازار گرم ہے جن کی آئے روز نئی کہانیاں سامنے آ رہی ہیں کچھ پکڑے گئے اور کچھ کو پکڑنے کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں گذشتہ روز جب صوبائی وزیر تعلیم رانا مشہود ایک ٹیلی ویژن کے پروگرام میں بیٹھ کر یہ بتا رہے کہ سیاست میں آنے کے بعد انکی جائیداد فروخت ہو گئی اور بہت سے پیسے ضائع ہو گئے تو میری ہنسی نکل گئی کہ دیتے ہیں شروع شروع میں جب موصوف لاہور شفٹ ہوئے تھے تو کیا حیثیت تھی اور پچھلے پانچ سال جب رانا صاحب پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر رہے تو کس کس مد میں کتنا کتنا پیسہ ہضم کیا اور پھر پنجاب سپورٹس کے حوالہ سے جو تاریخی لوٹ مار ہوئی اسکی تفصیل پھر کبھی کیونکہ ابھی تو ہم صرف اپنے ساتھ ہونے والی روزانہ کی بنیاد پر زیادتیوں کا ہی رونا رو رہے ہیں کہ کیسے کیسے ظلم ہم پر ہر طرف سے رواں رکھے جا رہے ہیں ایک طرف بھارتی فوج نے بارڈر پر ہمارا جینا مشکل کیا ہوا ہے تو دوسری طرف بجلی کی بے قابو ہوتی ہوئی لوڈ شیڈنگ نے ہماری راتوں کی نیند حرام کر رکھی ہے اور سب سے بڑھ کر جو برائی ہمارے ملک میں پھیل رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہم چوروں کی بڑھتی ہوئی دولت اور انکی پر آسائش زندگیوں کو دیکھتے ہوئے فراڈ

کی نت نئی قسمیں دریافت کرکے انکے .برابر آنے کی کوشش کرکے اپنے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں اور آئے روز لٹیرے غول در غول ہم میں داخل ہو کر ہماری رہی سہی طاقت بھی ہم سے چھین رہے ہیں گذرنے والی ایک صدی سے زائد کے عرصہ میں سوائے .برے کاموں میں تیزی کے علاوہ اور تو کوئی ہماری زندگی میں تبدیلی نہیں آئی ہم تو دن بدن کرپشن ،چور بازاری ، مہنگائی ، جھوٹ ،فراڈ سمیت درجنوں متعدی امراض کی دلدل میں دھنستے جارہے ہیں اور کوئی پرسان حال بھی نہیں ہے آخر کب تک چلے گا یہ ڈرامہ۔

انڈوں کے ساتھ ڈنڈے

پنجاب کے صوبائی دارالحکومت لاہور میں عوام کے مسیحاؤں نے تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق حکومت کے ظلم ستم سے تنگ آکر دوران احتجاج حکومت کے ایک شریف النفس آدھے وزیر پر انڈوں کی بارش کرنا شروع کردی یہ وہ پڑھا لکھا طبقہ ہے جو احتجاج بھی کرتا ہے تو پڑھے لکھے انداز میں اگر یہی صورتحال بگڑ کر ملک کے اس طبقے تک پہنچ گئی جو غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی گذار رہا ہے جو سیاستدانوں کے جلسے میں صرف ایک پلیٹ چاولوں کیلیئے صبح سے شام تک بیٹھا رہتا ہے جو صرف ایک وقت کی روٹی کے لیے اپنی عزت نفس فروخت کررہا ہے جو اپنی بیٹی کی شادی کے لیے اپنا گردہ فروخت کررہاہے جو سرکاری سکولوں میں بھی اپنے بچے پڑھانے کے لیے اپنے آپ کو بیچ کررہا ہے ،اپنے چھوٹے چھوٹے مسائل کے حل کے لیے ایم پی اے اور ایم این کے ڈیروں کے طواف کررہا ہے ،جو زندہ رہنے کے لیے سسک سسک کر جی رہا ہے اور مرنے کے بعد کفن دفن کے لیے چندہ اکٹھا کیا جائے ،سرکاری ہسپتالوں میں سرکار کے آگے اور پرائیوٹ ہسپتالوں میں ڈاکوؤں کے آگے بے بسی سے موت سے گلے مل رہاہے اور جن کے ووٹوں سے منتخب ہو کر وزیر اعظم اپنی پوری فوج کے ہمراہ امریکہ کا دورہ کررہا ہو، پولیس بے لگام بن کر سیاستدانوں کے ڈیروں کے گرد گھوم رہی ہواور عوام سرعام لٹ رہے ہو،ایماندار ایک مرلے کا مکان نہ

بناسکے اور لٹیروں سرے محل بھی خرید لیں ،نام نہاد عوامی خادم اپنا علاج بھی بیرون ملک سے کروائیں اور غریب مریض پیناڈول بھی ترس رہا ہے اگر کسی دن ان 60 فیصد محروم طبقے کو ہوش آگیا تو پھر ملک کے کونے کونے میں انڈوں کے ساتھ ڈنڈوں کی بارش بھی شروع ہوجائیگی کیونکہ ابھی تک ان بے چارے لٹے ہوؤں کو اپنا حق لینا ہی نہیں آیا اگر ملک میں کسی کو اپنا حق لینے کا شعور آیا ہے تو وہ پڑھا لکھا طبقہ ہے کبھی یہ افراد ٹیچروں کے روپ میں سڑکوں پر ہوتے ہیں ، کبھی کلرکوں کے روپ میں ، کبھی لیڈی ہیلتھ ورکروں کے روپ میں ، کبھی ریٹائر ہونے والے افراد کے روپ میں ، کبھی صحافیوں کے روپ میں تو کبھی مشیر صحت خواجہ سلمان رفیق کے اوپر انڈے.برساتے ہوئے ڈاکٹروں کے روپ میں ان سب احتجاجوں پر حکمرانوں کو اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ابھی تک صرف پڑھے لکھے لوگ پڑھے لکھے انداز میں ہی اپنا حق مانگ رہے ہیں جس دن غربت ، مہنگائی ، بے روزگاری کے بوجھ تلے دبی ہوئی عوام کو تھوڑا سا سانس لینے کا موقعہ ملے تب ہمیں وہی مناظر دیکھنے کو ملیں گے جو ہم اکثر سیاستدانوں کے جلسوں میں کھانا شروع ہونے کے وقت دیکھتے ہیں غریب عوام کو اگر اپنے حقوق پر پڑنے والے ڈاکوں کا احساس ہوگیا صرف ایک بار اگر ان کے اندا اپنے حق لینے کا نہیں بلکہ چھیننے کا احساس جاگ گیا تو پھر اس ملک میں غریب عوام کے حقوق پر ڈاکے ڈالنے والوں کا جو حشر ہوگا وہ نا قابل بیان ہے اسے سوچ کر جسم میں ایک جھرجھری سے آجاتی ہے اور یہ جو چھوٹے چھوٹے احتجاج ہورہے ہیں جن میں دھرنے

لانگ مارچ ،شارٹ مارچ کبھی کبھار انڈوں کی بارش اور چھوٹی موٹی توڑ پھوڑ ہمارے، سیاستدانوں کے لیے کسی غنیمت سے کم نہیں ہے اس لیے خواجہ سلمان رفیق سمیت اب تک عوامی غیض و غضب سے محفوظ رہنے والے تمام سیاستدان اور انکے حواریوں کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ ابھی تک بات صرف انڈوں تک ہی پہنچی ہے اگر پستیوں میں ڈوبی ہوئی بھوکی ، ننگی اور جاہل قوم کو ہوش آگیا تو پھر ملک میں حقیقی انقلاب اور حقیقی تبدیلی آئے گی اب تک انقلاب اور تبدیلی کی باتیں کرنے والے بھی محض ڈرامہ ہی کر رہے ہیں کیونکہ انقلاب اور تبدیلی کبھی بھی بھرے ہوئے پیٹ سے نہیں آتی اور آج تک جتنے بھی ملک میں تبدیلی لانے والے ہیں انہوں نے ایک دن کے لیے بھی بھوک.برداشت نہیں کی ہوگی اس لیے اسے کیا معلوم کہ تبدیلی اور انقلاب کس بلا کا نام ہے ہاں آج تک جن لوگوں نے عوام کو تبدیلی اور انقلاب کے نام پر بیوقوف بنایا ہے ان خاندانوں کے اندر ضرور روپے پیسے کی تبدیلی آئی ہے پہلے جو لاکھ پتی تھے وہ کروڑ پتی بن گئے جو کروڑوں روپے کے مالک تھے وہ اربوں میں کھیلنے لگ گئےاور اربوں والے بہت آگے نکل گئے یہ سب افراد وہ شعبدہ باز تھے جنہوں نے تبدیلی کی باتیں کرکے عوام میں تبدیلی لانے کی بجائے خود اپنے اندر تبدیلی پیدا کرلی ہے جمہور کی خدمت کرنے کی بجائے جمہوریت کی آڑ میں بادشاہی نظام کو مسلط کرکے اپنے بعد اپنی نسلوں کو بھی وزیراعظم دیکھنا شروع کردیا ہے اور عوام کو مزید دبایا جارہا ہے تاکہ انکے آگے کوئی بولنے کی جرات نہ کرسکے مگر کب تک کبھی تو عمل

کا رد عمل ہوگا کبھی تو دبائی جانے والی عوام ابھرے گی کبھی تو انڈوں کے ساتھ ڈنڈے بھی ہونگے تاکہ عوام کا خون چوسنے والے اور ملک کو لوٹنے والے اپنے انجام کو پہنچیں۔

کوئی ہم سا نہیں

اللہ تعالی نے ہر انسان کو ایک منفرد حیثیت میں پیدا کیا ہے پیدائش سے لیکر موت تک آپ کسی اور جیسے نہیں بن سکتے نہ کوئی آپ جیسا بن سکتا ہے اس وقت دنیا کی آبادی تقریبا 7ارب 39 کروڑ 23 لاکھ 68 ہزار لوگوں پر مشتمل ہے اور ہر گذرنے والے سیکنڈ کے ساتھ ہی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے دنیا میں جتنے بھی انسان ہیں انکی بظاہر ظاہری شکل وصورت اور حرکات ایک جیسی ہو سکتی ہیں مگر اللہ تعالی نے ایک انسان کو جو خوبی اور اسے جو خاص شناخت دی ہے وہ دنیا میں کسی اور کے پاس نہیں ہے صرف آپ اپنے انگھوٹے کی الٹی سیدھی لکیروں کو ہی دیکھ لیں کہ جب آپ اپنے انگوٹھے کو ایک چھوٹی سی مشین کے اوپر رکھتے ہیں تو وہ مشین آپکا سارا ریکارڈ نکال باہر کرتی ہے یہ صرف پاکستان میں ہی آپ کی پہچان کا زریعہ نہیں بلکہ دنیا کے کسی بھی کونے میں آپ چلے جائیں آپ کا انگوٹھا جیسے ہی مشین کے چھوٹے سے شیشے پر لگے گا تو آپ کا سارا ریکارڈ معلوم ہو جائے گا مگر ہم نے خدا کی طرف سے دی ہوئی خصوصیات کو اپنے اندر نمایاں نہیں ہونے دیا اور اپنے کام سے کتنے مخلص ہیں یہ ہم سب بخوبی جانتے ہیں جیسے ہی ہمارے پاس کوئی اختیار آجاتا ہے تو تکبر اور غرور بھی ہمارے ساتھ آکر چمٹ جاتا ہے جو اللہ تعالی کو سخت ناپسند ہے اور جو ذمہ داری ہمیں سونپ دی گئ ہم اسکا معیار

بھی پیسوں میں تول کرطے کرتے ہیں دنیا میں وہی لوگ نامور اورکامیاب ٹھہرے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو پہچان کر ایمانداری اور محنت سے اپنے حصے کا کام کرنا شروع کردیا ہم میں سے اکثریت ایسے افراد کی ہے جنھیں جو کام سونپ دیا گیا وہ اس پر بھی ڈنڈی مار جاتے ہیں اگر انسان اپنی حقیقت پہچان لے تو پھر دنیا کی باقی تمام حقیقتیں اسکے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ 7 کروڑ سے زائد کی آبادی میں ہر انسان کی حیثیت سب سے الگ ہے یہ اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ نے اپنی صلاحیتوں کو مثبت یا منفی انداز میں استعمال کرتے ہوئے اپنی پہچان کو کہاں تک پہنچاتے ہیں اور ان افراد میں نمایاں ہونا ہے جو دنیا میں نامور بن گئے اس کے لیے بہت زیادہ بھاگ دوڑ کی ضرورت نہیں بس اللہ تعالی نے جو آپ کو زہن دے رکھا ہے اسکا استعمال مثبت انداز میں کرنا شروع کردیں اگر لوگوں کو عزت دینا اور معاف کرنا ہی انسان کو سمجھ آجائے تو اس سے طاقتور انسان بھی کوئی نہیں ہے مگر ہم نے اپنی سوچوں کا زاویہ تبدیل کر رکھا ہے اس میں ہمارے والدین اور اساتذہ کی تربیت کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے انسان ہر وقت اپنے فیصلوں کی بدولت ایک بارڈر لائن پر کھڑا ہوتا ہے اسکے اچھے فیصلے اور اچھی سوچ اسے بلندیوں کی طرف لے جاتی ہے جبکہ بری سوچ سے نہ صرف انسان خود پریشان ہوتا ہے بلکہ اسکے ارد گرد والے بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں انسانی سوچ ریلوے لائن کا وہ کانٹا ہے جیسے انسان خود اپنے ہاتھوں سے تبدیل کرتا ہے صرف ایک لیور دبانے سے ٹرین کا رخ مشرق سے مغرب کی طرف مڑ جاتا ہے

بلکل اسی طرح اچھے یا برے راستے کا تعین کرنا بھی انسان کے اپنے اختیار میں ہے مگر اسکے لیے ضروری ہے انسان کی تربیت اس ماحول میں ہوئی ہو جہاں سے اچھے اور برے میں فرق کرنے کا طریقہ سمجھ آجائے بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنے والے دہشت گرد بھی اسی ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں اور دنیا میں اپنی شناخت قائم کرنے والے بھی ہمارے اسی معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے کام اور ہنر کی بدولت معتبر ٹھہرے اسی لیے تو امریکہ کی سابق وزیر خارجہ اور ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے صدارتی نامزدگی دوڑ میں شامل اہم امیدوار ہلری کلنٹن نے لاس اینجلس میں معروف پاکستانی نژاد امریکی ڈاکٹر آصف محمود کی طرف سے منعقدہ ایک تقریب میں گفتگو کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہوئی کہ پاکستانی باصلاحیت اور زبردست لوگ ہیں اور اُن میں کامیابی کے حصول کی بھرپور اہلیت موجود ہے ان کی صلاحیتوں کو اس لیے بروئے کار نہیں لایا جا سکا کیونکہ وہاں ایک اچھے نظام حکومت اور اچھی معیشت کے لیے درکار درست اجزا موجود نہیں مگر جب پاکستانی امریکہ آتے ہیں یا کسی دوسرے ملک میں جاتے ہیں تو وہ ''انتہائی کامیاب'' ہوتے ہیں۔ ہیلری کلنٹن کے یہ الفاظ بلکل درست ہیں ہم بہت باصلاحیت قوم ہیں انتہائی غربت ، بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں بھی ہم نے دنیا میں اپنا لوہا منوایا ہے اتفاق فاؤنڈری والا نہیں بلکہ حقیقت میں ہم نے اپنا وجود تسلیم کروایا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ باہر کی دنیا میں ہمیں کام کرنے کا پورا موقعہ دیا جاتا ہے وہاں کا ماحول ہماری طرح

سفارشی اور راشی نہیں ہوتا وہاں کا نظام انصاف ہماری طرح کا انصاف نہیں کرتا، ہماری طرح وہاں اپنوں کو نوازا نہیں جاتا، اشتہارات کے نام پر پیسے کی بندر بانٹ نہیں کی جاتی ،نہ وہاں پر ہماری طرح ایک فیصد طبقہ ملک کے تمام وسائل پر قابض ہے اور نہ ہی وہاں کی پولیس مظلوموں کی دشمن اور ڈاکوؤں کی محافظ بنتی ہے بلکہ وہاں حق دار کو ڈھونڈ کر اسے اسکا حق دیا جاتا ہے فکر معاش سے آزاد اور علاج معالجہ کی دردسری سے دور ہو کر انسان کو اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا موقعہ ملتا ہے مگر ان تمام مشکلات اور پریشانیوں کے باوجود ہم نے دنیا کو بتایا ہے کہ پاکستانیوں پر اللہ تعالی کا خاص کرم ہے کہ یہ بار بار لٹنے کے باوجود اس مکڑی کی طرح دیوار پر چڑھنے کی بار بار کوشش کرتی ہے جسے دیکھ کر شکست خوردہ بادشاہ نے حوصلہ پکڑ کر فتح کے جھنڈے گاڑ دیے تھے ہم تو اشرف المخلوقات ہیں اور اللہ تعالی نے زمین و آسمان ہمارے لیے بنائے ہیں اور ہم میں حوصلہ بھی دیا ہے مگر بات صرف یہاں پر آکر رک جاتی ہے کہ ہم اپنے حوصلے کو پس پشت ڈال کر انتقام کی آگ میں جلنا شروع کرکے اپنی شناخت کھو دیتے ہیں جسکی وجہ سے ہماری صلاحیتیں جل کر خاکستر ہو جاتی ہیں اور پھر یہی انتقام ہماری ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن کر ہمارے سامنے آکھڑا ہوتا ہے اگر ہم نے اپنے آپ کو بدلنا ہے تو سب سے پہلے اپنے ارادے مضبوط اور حوصلے بلند کرنا ہونگے کیونکہ کوئی ہم سا نہیں ہے۔

کالے انگریز

کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں کوئی خوشی کی خبر انسان کو نصیب ہو ہر گذرنے والا دن آنے والے اچھے دن کی امید میں گذر رہا ہے مگر جیسے ہی نیا دن شروع ہوتا ہے ویسے ہی انسان کی مشکلات اور پریشانیوں میں بھی اضافہ ہونا شروع ہوجاتا ہے پہلے تو ہمیں ہماری اپنی پولیس اور ان جیسی دوسری ایجنسیوں سے ڈر لگا رہتا تھا کہ نہ جانے کب اور کہاں بے چارے غریب انسان کی شامت آجائے جس طرح نوجوان ڈاکٹر بنتے وقت مردے کے جسم پر تجربات کرکے سیکھتے ہیں اسی طرح ہمارے پولیس اہلکار بھی اپنے تجربات اور مشاہدات میں اضافہ کرنے کے لیے انسانوں کو برائلر مرغی کی طرح ذبح کردیتے ہیں پولیس کی خفیہ تحقیقات جو اب خفیہ نہیں رہتی بلکل اسی طرح برطانوی خفیہ ادارہ جی سی ایچ کیو بھی پاکستان میں کمیونیکیشن ڈیٹا کی نگرانی کرتا رہا ہے ہمارے لیے تو یہ انکشاف حیرت ناک ہی نہیں بلکہ خوفناک بھی ہے کہ جسکا جب جی چاہے وہ اپنے تجربات کرنے منہ اٹھائے پاکستان کا رخ کرلے اور ہمارے پاس ان کو چیک کرنے کے لیے کوئی طریقہ کار ہی موجود نہیں ہم اپنے اندورنی مسائل سے جان چھڑوائیں تب ہی باہر کے حالات دیکھ سکیں گے.برطانوی ادارے نے ہم سے جو معلومات حاصل کی اس قسم کے ڈیٹا تک رسائی کے لیے 'سی این ای' یا کمپیوٹر نیٹ ورک ایکسپلوائٹیشن کا

استعمال کیا گیا، ٹیکنالوجی کمپنی 'سسکو' کے راؤٹرز کو ہیک کرکے معلومات حاصل کی گئیں، یہ جاسوسی برطانوی حکومت کی اجازت سے کی گئی تھی، بظاہر اس کا مقصد دہشت گردوں کی شناخت اور نشاندہی میں مدد کرنا تھا' سی این ای بنیادی طور پر ڈیجیٹل جاسوسی ہے جس میں آپ ان چیزوں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو آپ کی ملکیت نہیں اور اس سلسلے میں جی سی ایچ کیو اور این ایس اے جیسے خفیہ ادارے نیٹ ورک سروس پروائیڈر کے علم میں لائے بغیر خفیہ طور پر ان نیٹ ورکس سے جڑے ایسے آلات تک مکمل رسائی پا لیتے ہیں جن میں ان کی دلچسپی ہو۔ اب جدید سمارٹ فونز کو سیکورٹی ایجنسیوں کی مکمل رسائی سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے اور ایسے فون استعمال کرنے والے اپنی معلومات کے بچاؤ کے لیے نہ ہونے کے برابر اقدامات ہی کر سکتے ہیں جبکہ یہ انکشاف بھی کسی حیرت سے کم نہیں ہے کہ برطانوی خفیہ ادارہ جی سی ایچ کیو اس بات پر قادر ہے کہ وہ فون کے مالک کے علم میں آئے بغیر فون ہیک کرکے جی سی ایچ کیو ایک انکرپٹڈ تحریری پیغام بھیج کر کسی بھی سمارٹ فون کو تصاویر کھینچنے یا اس پر کی جانے والی بات چیت سننے کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ امریکی خفیہ ادارے کے اہلکار سنوڈن نے بی بی سی کو انکشاف کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ برطانوی جی سی ایچ کیو یا امریکی ایجنسی این ایس اے بڑے پیمانے پر شہریوں کی نجی گفتگو سننے میں مصروف ہیں اور دونوں ایجنسیوں نے اس ٹیکنالوجی میں بھاری سرمایہ کاری کی ہے جو سمارٹ فونز کی ہیکنگ میں استعمال

ہوتی ہے اور جب خفیہ ادارے کسی صارف کے فون تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں تو پھر وہ جان سکتے ہیں کہ مذکورہ فرد کسے کال کرتا ہے۔ کیا پیغامات بھیجتا ہے اور انٹرنیٹ پر کہاں کہاں جاتا ہے آپ کے رابطے میں رہنے والے افراد، آپ کی نقل و حرکت اور ان وائرلیس نیٹ ورکس کا بھی علم ہوتا ہے جن سے آپ رابطہ کرتے ہیں۔اسکے ساتھ ہی دوسرا انکشاف سابق وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے بھی کردیا کہ ممبئی حملوں کے بعد بھارت نے پاکستان میں فضائی حملوں کا منصوبہ بنایا تھا، پاک فوج اور آئی ایس آئی دونوں ملکوں کے درمیان امن، دوستی اور سلامتی کے معاہدے کی حامی تھی ۔ ممبئی حملوں کے بعد سابق امریکی صدارتی امیدوار جان مکین کی قیادت میں امریکی وفد نے جب ملاقات کے دوران بھارتی حملے کا انکشاف کیا تو جواب میں انہیں پاکستان آرمی کی بھرپور تیاریوں کے حوالہ سے بھی آگاہ کیا گیا کہ کسی بھی حملہ کو پسپا کرنے اور دشمن کے دانت اکھاڑنے کے لیے پاک فوج ہر وقت تیار رہتی ہے تو اس کے بعد بھارتی حکومت نے دوبارہ کبھی ایسا منصوبہ نہیں بنایا۔ اگر بغور ان معاملات کو دیکھا جائے تو ہم ابھی تک ٹیکنالوجی میں بہت پیچھے ہیں ہمارا نظام تعلیم جو ہم میں تفریق پیدا کررہا ہے اسی وجہ سے یہ تمام کامیاں پیدا ہورہی ہیں غریب محنت کش کا بچہ جو ذہین بھی ہے اور پڑھنے کا شوقین بھی مگر اسے وہ مواقع نہیں مل رہے جو پیسے والوں کے پاس موجود ہیں یہی وجہ ہے غریب کے بچے نے یہاں پڑھ کر پاکستان میں ہی رہنا ہے جبکہ امیر کے بچے نے پڑھنے کے بعد

حکمرانی کے لیے سول سروس کرنی ہے اگر نہ کرسکا تو باہر چلا جائیگا یہی وجہ ہے کہ ہم دن بدن اوپر آنے کی بجائے مزید پریشانیوں کا شکار ہو رہے ہیں تعلیم اور صحت کو حکومت مفت کردے تو ہم آنے والے دس سالوں کے بعد ایک مضبوط اور پائیدار قوم کے طور پر ابھر کر سامنے آسکتے ہیں جبکہ قانون کو مذاق بنانا بھی اب ہمیں چھوڑنا پڑے گا اگر غریب کا بچہ بے گناہ ہی دھر لیا جاتا ہے تو پھر پیسے والے اور حکمران طبقے کو بھی قانون کے دائرے میں لاکر حکومت کو بھی آئین اور قانون کی پابندی کرنا پڑے گی مگر گذشتہ روز پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں جس طرح سپریم کورٹ کے حکم کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی گئی اس پر بھی میں حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا کیونکہ سپریم کورٹ نے اردو زبان کو سرکاری اور دفتری زبان کے طور پر نافذ کرنے کا حکم دے رکھا ہے مگر پنجاب اسمبلی میں سپیکر رانا اقبال نے جس طرح انگریزی زبان میں بل پڑھے تو اس سے محسوس ہوتا ہے کہ حکومت کا فلحال سپریم کورٹ کا حکم ماننے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی اور یونہی ڈنگ ٹپاؤ پالیسی پر عمل کرتے ہوئے امریکہ اور برطانیہ کے غلام بنتے رہیں گے اور ان کالے انگریزوں کی لاقانونیت کی وجہ سے غریب پاکستان آگے انکے غلام بنتے رہیں گے کیا یہ غلام ابن غلام کا سلسلہ کبھی رک پائے گا۔

سردار کی جیت حکومت کا امتحان

لاہور کے انتخابی دنگل میں سردار ایاز صادق کی جیت بلا شبہ مسلم لیگ ن کی بڑی کامیابی تصور کی جاتی ہے مگر اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ رشتہ داری میں وزیر اعظم کے بھانجے محسن لطیف اپنی جیتی ہوئی سیٹ ہار چکے ہیں جو حکومت کے لیے ایک امتحان ہے اور اس سے اندازہ لاگایا جاسکتا ہے کہ لوگوں نے میاں نواز شریف کو ووٹ نہیں دیے بلکہ علیم خان کی مخالفت میں سردار ایاز صادق کی شخصیت کو ووٹ دیے ہیں اگر میاں نواز شریف کو ووٹ ملتے تو محترمہ کلثوم نواز کے بھانجے محسن لطیف کو شکست نہ ہوتی بلکہ وہ ریکارڈ ووٹ حاصل کرتے یہ مسلم لیگ ن کے ان قائدین کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جو اپنے آپ کو عقل کل سمجھ کر پارٹی پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں جبکہ یہ تحریک پاکستان کے قائد عمران خان کے لیے بھی ایک سبق ہے کہ انھوں نے اپنے پرانے پارٹی کارکنوں کو ٹکٹ دینے کی بجائے سرمایہ دارانہ نظام کے محافظوں کو این اے 122 میں پارٹی ٹکٹ جاری کردیا بے شک اب ہونے والے الیکشن پیسے کے بل بوتے پر لڑے جاتے ہیں مگر پاکستان تحریک انصاف کا جاری ہونے والا ٹکٹ کامیابی کی ضمانت تصور ہوتا ہے اور اگر یہ ٹکٹ کسی پرانے کارکن کو دیدیا جاتا تو سرمایہ داروں نے اسکے پیچھے بھی پیسہ پانی کی طرح بہانا تھا

اور اس بات کا اندازہ عمران خان سے بہتر کون کر سکتا ہے مگر بد قسمتی سے عمران خان کے اس قسم کے فیصلوں سے نہ صرف تبدیلی کی خواہش رکھنے والوں میں مایوسی پیدا ہو رہی ہے بلکہ غریب ،مزدور اور محنت کش ووٹر بھی اپنا ارادہ تبدیل کر رہے ہیں جسکا اثر این اے 122 میں واضح دیکھا جاسکتا ہے اب بھی دونوں جماعتوں کے رہنماء اپنے اپنے خول سے باہر نکل کر عوام کی بھلائی کے لیے منصوبے بنائیں تاکہ دن بدن موت کے منہ میں جانے والی غریب عوام بھی اپنی زندگی کے کچھ دن سکون سے بسر کر سکے وزیر اعلی پنجاب کا لاہور ،راولپنڈی اور ملتان میں میٹرو بس کا منصوبہ انتہائی اہم اور عوامی نوعیت کا منصوبہ بلا شبہ اس سے غریب عوام کو بہت سکون ملا ہے اور یہ ایک اچھی کاوش ہے جبکہ اورنج لائن میٹرو ٹرین بھی عوام کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے مگر اسکے ساتھ ساتھ پنجاب کے مختلف شہروں کو ملانے والی سڑکوں کی جو صورتحال ہے وہ بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں جن پر کئی کئی سالوں سے کام نہیں ہوا اور جن محکموں کی ذمہ داری ہے وہ اس پر توجہ نہیں دیتے خانیوال سے لودھراں تک بنی ہوئی سڑک کا جو برا حشر ہو چکا ہے وہ نا قابل بیان ہے اور جو اس سڑک پر سفر کر چکے ہیں بلخصوص رات کے وقت انہیں تو بہت زیادہ سبق مل چکا ہوگا گذرنے والی بکرا عید کے بعد میں نے اس سڑک پر دوسری بار سفر کیا پہلی بار آج سے کوئی 4 سال قبل وزیر اعلی پنجاب کے میڈیا کوآرڈینیٹر خالد بٹ اور پاکستان ریلوے کے موجودہ ڈی جی پی آر روف طاہر کے ہمراہ بہاولپور سے واپسی پر اس

سڑک سے لاہور آئے تھے اور دوسری بار اب عید کے بعد سفر کیا ہے آج سے 4 سال قبل بھی سڑک موت کا منظر پیش کر رہی تھی اور اب بھی جگہ جگہ گڑھے اور برائے نام سڑک گاڑیوں کی تباہی کا باعث بن رہی ہے لودھراں سے خانیوال تک تقریباڈیڑھ گھنٹے کا سفر 4 گھنٹے پر پھیل جاتا ہے اور رات کے وقت اس سڑک پر گاڑی چلانا انتہائی تکلیف دہ بن جاتا ہے میں حیران ہوں کہ اسی سڑک سے وہاں کے ایم پی اے اور ایم این اے بھی سفر کرکے لاہور آتے ہونگے اور انہوں نے بھی اس سڑک کے لیے کچھ نہیں اگر محکمہ ہائی وے اس سڑک پر جو ٹوٹ پھوٹ کے باعث کھنڈر بن چکی ہے پڑنے والے بڑے بڑے گڑھوں پر مٹی ہی ڈال دے تب بھی یہ سڑک کچھ بہتر ہو سکتی ہے مگر کمیشن خور مافیا اس وقت تک کوئی کام نہیں کرتا جب تک انہیں اس بات کی امید نہ ہو کہ اس کام کے بدلے نکی جیب میں بھی کچھ آئے گا جبکہ اس محکمہ میں جو بیلدار کام کر رہے ہیں انہیں افسران نے اپنے گھروں میں ذاتی ملازم بنا رکھا ہے خادم اعلی پنجاب اگر کسی روز اس سڑک پر سفر کریں تو شائد اس سڑک کی حالت بہتر ہو سکے ورنہ تو کوئی آثار نہیں ہے اور ایسی ٹوٹی ہوئی سڑکوں پر سفر کرنے کے بعد خیال آتا ہے کہ ان علاقوں میں رہنے والے افراد لاہور نقل مکانی کیوں کرتے ہیں کیونکہ وہاں پر جی ٹی روڈ کا اتنا برا حال ہے تو جو سڑکیں اندر دیہات تک جاتی ہیں انکا کیا حشر ہوگا جہاں پر ٹریکٹر ٹرالیوں کا بھی سلسہ ہے جبکہ ہمارے ان دیہاتی علاقوں میں اچھی تعلیم اور بہتر صحت کی سہولیات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتااس لیے

وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف اور انکی حکومت سردار ایاز صادق کی تقریبا4ہزار ووٹوں سے ہونے والی جیت پر خوشیاں منانے کی بجائے اس بات کی فکر کریں کہ اوکاڑہ میں انکے امیدوار کا کیا حشر ہوا ہے اور محسن لطیف نے اپنی جیتی ہوئی سیٹ لاہور سے کیوں ہار دی ہے 40 ہزار ووٹوں سے جیتنے کے دعوے کرنے والوں کے لیے بھی یہ شرم کا مقام ہے اس لیے اب بھی وقت ہے کہ مسلم لیگ ن کی حکومت لاہور کے ساتھ ساتھ پنجاب کے دوسرے شہروں میں بھی لاہور جیسی سہولیات فراہم کرنے کے لیے حرکت میں آئے ورنہ اگر عوام حرکت میں آ گئی تو پھر اوکاڑہ جیسی صورتحال کہیں پورے ملک میں نہ پھیل جائے جہاں ایک آزاد امیدوار نے مسلم لیگ ن اور پاکستان تحریک انصاف کے امیدواروں کو دھول چٹا دی رہی بات پیپلز پارٹی کی اسے اسکی پالیسیوں نے تباہ وبرباد کردیا ہے اور لاہور کے الیکشن میں بہت کم لوگ ایسے ہونگے جن کو پیپلز پارٹی کے امیدوار کا نام بھی یاد ہو اس لیے مسلم لیگ ن کی حکومت کو سردار ایاز صادق کی کامیابی سے خوشی کے ساتھ ساتھ سبق بھی حاصل کرنا چاہیے کیونکہ اب باتوں کا وقت گذر چکا ہے اور حکومت کو عملی طور پر کام شروع کردینے چاہیے تاکہ لاہور سے دور دراز کے لوگ بھی اپنے اپنے علاقوں میں سکھ کا سانس لے سکیں۔

آج کے حکمران

وزیر اعظم پاکستان اپنے غیر ملکی دورے پر لندن پہنچ چکے ہیں اب انکی اگلی منزل امریکہ ہے جہاں ہر حکمران جانے کے لیے بے قرار رہتا ہے نہ صرف حکمران بلکہ انکے گرد خوش آمدیوں کے کے ٹولے کی بھی موج ہو جاتی ہے جنہیں مفت میں امریکہ چکر لگانے کا موقعہ مل جاتا ہے ہمارے آج کے یہ حکمران جو ہر وقت عوام کی خدمت کی مالا گلے میں لٹکائے ملک کی تقدیر بدلنے کی باتیں کرتے رہتے ہیں ان سے آج تک ہمارا پولیس کانظام تو درست ہو نہ سکا جہاں غریب کو انصاف حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو آگ لگانا پڑتی ہو، جنازے سڑکوں پر رکھ کر احتجاج کیا جاتا ہو اور بجلی کا 5 ہزار بل آنے پر خواتین زہر پی کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر رہی ہو وہاں پر مسلسل 3 بار باریاں لینے والے حکمران عام آدمی کی تقدیر بدلنے کی بات کریں تو عجیب سا لگتا ہے کہ غریب تو دن بدن غربت کی چکی میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور حکمران طبقہ صرف تماشا دیکھ رہا ہے اگر کوئی مر جائے تو فوٹو سیشن کے لیے پہنچ جاتے ہیں اسکے بعد بھی پہلے کی طرح اس متاثرہ خاندان کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے گذشتہ دنوں پاکستان پیپلز پارٹی جس نے روٹی، کپڑا اور مکان کے نام پر عوام سے کھل کر کھیل کھیلا اور کل کے کنگال آج کے ارب پتی بن گئے کی جانب سے موجودہ حکومت کی کرپشن اور ناقص کارکردگی پر حقائق نامہ جاری کیا

گیاہے اس حقائق نامہ سے قبل میں ایک ایسی ہستی کی زندگی کا صرف ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جسکی مثالی حکومت کی آج تک مثالیں دی جاتی ہیں قادسیہ کے میدان جنگ سے آنے والا گھڑ سوار جونہی مدینہ منورہ میں داخل ہوا ایک شخص دوڑتا ہوا قاصد کے پاس جا پہنچا اور اسے روک کر پوچھا قادسیہ کے میدان کا کیا بنا مسلمانوں کو اللہ نے فتح دی کہ نہیں ؟ کتنے مسلمان شہید ہوئے ؟ قاصد نے کہا کہ مجھے مت روکو۔ مجھے سیدھا امیر المومنین کے پاس جانے کا حکم ہے یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور بتایا کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح دی ہے وہ شخص گھوڑے کے ساتھ دوڑتا رہا اور قادسیہ کے میدان جنگ کا حال دریافت کرتا جاتا، گھڑ سوار مدینہ کے اندر پہنچ کر لوگوں سے پوچھتا ہے کہ امیر المومنین کہاں ہیں ؟ راستے میں کھڑا اور گزرنے والا ہر شخص گھڑ سوار قاصد اور دوڑنے والے شخص کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ ایک آدمی چلا اٹھا ۔"گستاخ امیر المومنین پیدل بھاگ رہے ہیں اور تو گھوڑے پر سوار ہے "اتنا سننا تھا کہ گھڑ سوار اچانک رک گیا اور پوچھا کہ کیا آپ امیر المومنین ہیں جس پر پیدل دوڑنے والے نے کہا کہ ہاں میں ہی عمرؓ ہوں تو قاصد معافیاں مانگنے لگا تو آپ نے قاصد کو فرمایا کوئی بات نہیں مجھے فتح قادسیہ اور مسلمان مجاہدین کے حالات بتاتے رہو۔ یہ تھے ہمارے اصل حکمران مگر بدقسمتی سے اب ہم نے جن کو اپنی قسمت کی تبدیلی کے فیصلے کا اختیار دے رکھا ہے انہوں نے اول خویش بعد درویش کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے

آپ کو نوازا پھر رشتے داروں کو اسکے بعد اپنے دوستوں کو بھی خوب نوازا جسکی تازہ اور زندہ مثال ڈاکٹر عاصم صاحب کی ہمارے سامنے موجود ہے یہی وجہ ہے کہ اب ہمارے سابقہ اور موجودہ حکمران سینکڑوں سیکیورٹی اہلکاروں کے ہمراہ اپنے ہی گھر میں رہتے اور باہر تشریف لاتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کی طرف سے جو حقائق نامہ جاری کیا گیا وہی کچھ انھوں نے بھی اپنے دور میں کیا تھا مگر اب یہ واقعہ ذرا تازہ تازہ ہے اس لیے اسے بھی عوام کے سامنے لانا ضروری ہے جس میں کہا گیا ہے کہ معاشی ترقی و خوشحالی کے دعویداروں کی اربوں روپے کی کرپشن حکمرانوں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے،
وفاقی خزانہ اسحاق ڈار 60 سے زائد کمیٹیوں کے سربراہ ہونے کا ریکارڈ قائم کرتے ہوئے ملک کے غیر اعلانیہ نائب وزیر اعظم کے منصب پر براجمان ہیں انکی ناقص معاشی پالیسیوں کی وجہ سے بین الاقوامی اداروں نے پاکستان میں سرمایہ کاری پر عدم دلچسپی کا اظہار کیا۔ نندی پور پاور پراجیکٹ 22 ارب روپے سے بڑھ کر 87 ارب روپے تک پہنچ گیا پھر بھی بجلی پیدا نہیں ہو رہی ، خادم اعلیٰ کے دور میں کاشتکار آلوؤں کو سڑکوں پر پھینکنے پر مجبور ہیں، پٹرول کی قیمتوں کا بھی عوام کو فائدہ نہیں دیا گیا پٹرول کی عالمی سطح پر قیمتیں کم ہونے کے باوجود حکمرانوں نے پٹرول پر 23 اور ڈیزل پر 30 روپے ٹیکس لگا دیا۔ حکمران نہ ہی خادم ہیں اور نہ ہی اعلیٰ،کشکول توڑنے کا دعویٰ کرنیوالے اب قرضہ لیکر بغلیں بجا رہے ہیں ، قائداعظم سولر پراجیکٹ 100 ارب روپے خرچ کرکے صرف 18 میگاواٹ بجلی پیدا کرکے

جس طرح اربوں روپے کی کرپشن کی گئی حقائق قوم کے سامنے لائیں جائیں۔ حکمرانوں کی کارکردگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 500 ارب روپے نقد اپنے من پسند آئی پی پی مالکان (میاں منشاء) جیسے ذاتی دوستوں اور فرنٹ مینوں کو نوازا گیا اور لوڈشیڈنگ پہلے سے دوگنی ہو گئی جو انکی نا اہلی اور کرپشن کا منہ بولتا ثبوت ہے وزارت پٹرولیم میں اربوں روپے کے نقصان اور خلاف ضابطہ بھرتیوں سے من پسند افراد کو نوازا گیا جبکہ کارکردگی کا عالم یہ ہے کہ پاکستان سٹیٹ آئل کا گردشی قرضہ 215 ارب روپے تک پہنچ گیا ہے او جی ڈی سی ایل کرپشن کا گڑھ بن گیا ہے۔ جبکہ گزشتہ تین سالوں سے بجلی کی قیمتوں میں کئی گناہ اضافے کے ساتھ غریب عوام کے بجلی بلوں میں نامعلوم ٹیکس لگا کر انہیں معاشی طور پر بدحال کیا جا رہا ہے انتہائی ناقص ٹرانسفارمر اور میٹروں کی خریداری میں اربوں روپے کی کرپشن اور بندر بانٹ شروع ہے تین سالوں میں کوئی بھی قابل ذکر پاور پراجیکٹ پیداواری عمل میں داخل نہیں ہو سکا بلکہ لوڈشیڈنگ شارٹ فعال 7 ہزار میگاواٹ تک جا پہنچی ہے پولٹری انڈسٹری کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا گیا، لیسکو اور مختلف منافع بخش کمپنیاں سمیت سٹیل ملز پاکستان کا انتہائی منافع بخش ادارہ آج اسے ناکام ثابت کرنے کی کوشش کرکے بیچنے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں جس طرح مسلم کمرشل بنک، حبیب بنک، الائیڈ بنک اور پی ٹی سی ایل جیسے منافع بخش اداروں کو کوڑیوں کے بھاؤ اپنے ذاتی دوستوں اور کاروباری حصے داروں میں بیچ

دیئے گئے۔چارج شیٹ کے مطابق ماڈل ٹاؤن واقعہ جس میں 14 افراد قتل اور 100 سے زائد زخمی ہوئے قصور واقعہ میں بچوں کے ساتھ اجتماعی زیادتیاں کی گئیں ابھی تک انصاف کے منتظر ہیں۔

صرف ایک انکار

کسی بھی اچھے کام کے حصول کے لیے آنے والی مشکلات کو تسلیم کرنے سے دل سے کیا ہوا صرف ایک انکار بعض اوقات اس انسان کی قسمت بلکہ قوموں کی قسمت کا بھی فیصلہ کرجاتا ہے قائدِ اعظم کا الگ ملک کے حصول سے پیچھے ہٹنے کا انکار قیام پاکستان کا باعث بن گیا جہاں آج ہم امن اور سکون سے بیٹھ کر لوٹ مار میں مصروف ہیں ،ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا ملک کی خدمت سے پیچھے ہٹنے کا انکار ہمیں ایٹمی قوت بنا گیا جسکی بدولت آج ہم دشمن کے دانت کھٹے کرنے کی باتیں کر رہے ہیں سابق چیف جسٹس کا پرویز مشرف کے حکم پر مستعفی ہونے سے انکار انہیں قومی ہیرو بنا گیا اور اب آرمی چیف جنرل راحیل شریف کا دہشت گردوں کے سامنے جھکنے سے انکار ضرب عضب کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اور تو اور امریکہ جسکی مثال ہر جگہ ہمار پیچھا کیے ہوئے ہے وہاں پر آج سیاہ فاموں کی جو آزادی ہے وہ بھی ایک خاتون کے انکار کی بدولت ہی معرض وجود میں آئی وہ کیسے ؟اس بہادر خاتون کے انکار جی ہاں صرف ایک انکار نے وہ تاریخ رقم کردی جو سینکڑوں لوگ متحد ہو کر بھی نہیں کر سکتے تھے یہ دسمبر 1955 کی ایک سرد شام تھی اور دِن بھر کی پُر مشقت اور تھکا دینے والے سلائی کڑھائی کے کام سے فراغت پا کر روزا پارکس نامی ایک سیاہ فام عورت، اپنے دستی تھیلے کو مضبوطی سے سینے سے چمٹائے ہوئے اُس بس

سٹاپ پر جا کر کھڑی تھی جہاں سے اُس کے گھر کی طرف جانے والی بس کو گزرنا تھا اور اسی انتظار میں روزا پارکس کے ذہن میں وہ افسوس ناک غیر انسانی مناظر گھوم گئے جو اُن دنوں امریکہ میں عام دیکھنے کو ملتے تھے کہ کسی بھی سیاہ فام کو اُسکی نشست سے اٹھا دیتا تاکہ وہاں پر ایک سفید فام بیٹھ سکے امریکی قانون سیاہ فاموں کو اِس بات سے سختی سے منع کرتا تھا کہ وہ کسی سفید فام کے کھڑے ہونے کی صورت میں قطعی نہیں بیٹھ سکتے ۔ معاملہ صرف یہاں تک ہی محدود نہیں تھا، اگر کوئی سیاہ فام بزرگ عورت کسی نوجوان سفید فام کے کھڑے ہونے کی صورت میں بیٹھی پائی جاتی تو اُس بزرگ اور بوڑھی عورت پر جرمانہ کیا جاتا تھا۔ جی ہاں، یہ اسی زمانے کی بات ہے جب دوکانوں یا کھانے کے ریستورانوں کے دروازوں پر فخر سے ایسی تختی لٹکائی جاتی تھی جس پر لکھا ہوتا کہ یہاں بلیوں، کتوں اور سیاہ فاموں کا داخلہ منع ہے نسل پرستی پر مبنی یہ رویئے روزا پارکس کو غمگین اور افسردہ کیئے رکھتے تھے ۔ وہ ہمیشہ یہی سوچتی رہتی کہ کب تک ہم سیاہ فاموں کے ساتھ یہ امتیازی اور کمتر سلوک جاری رہے گا؟ آخر کب تک سیاہ فاموں کو قطاروں کے آخر میں رکھا جائے گا اور سفید فاموں کے جانوروں کو برابری کے حقوق دیئے جائیں گے ؟ اِنہی سوچوں میں گم روزا پارکس اپنے سینے میں درد چھپائے بس کے آنے پر اُس میں سوار ہو گئی۔ بس میں دائیں بائیں دیکھتے ہوئے روزا کو ایک خالی نشست نظر آ گئی بس کے انتظار میں کھڑے شل ہوئی ٹانگوں کے ساتھ وہ نشست پر بیٹھ گئی، کچھ ہی دیر

بعد اگلا سٹاپ آ گیا جہاں سے بس میں مزید لوگ سوار ہوئے اور بس بھر گئی۔ بس میں سوار ہونے والا ایک نوجوان سفید فام آہستگی سے اُس کرسی کی طرف بڑھا جہاں روزا پارکس بیٹھی ہوئی تھی۔ سفید فام اِس انتظار میں تھا کہ روزا اُس کیلئے نشست چھوڑے گی مگر آج معاملہ اُلٹا ہو گیا تھا، روزا نے سفید فام کو اُچٹی سی نگاہ سے دیکھا تو سہی مگر اُس کیلئے نشست خالی کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنی نظریں باہر کی طرف سڑک پر ٹِکا دیں۔ سفید فام کے چہرے پر توہین کا احساس نمایاں تھا۔ مسافروں کا رویہ بھی روزا کے ساتھ کرخت ہو گیا مگر روزا کی طرف سے صرف انکار تھا بس کا ڈرائیور ایک سیاہ فام عورت کی اِس قانون شکنی کی جرات اور سفید فام کی توہین پر یوں خاموش نہیں رہ سکتا تھا، اُس نے بس کا رخ پولیس سٹیشن کی طرف موڑ دیا تاکہ پولیس اِس سیاہ فام عورت کو ایک معزز سفید فام کی توہین کرنے کی جرات کا مزا چکھا سکے۔ اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوا، پولیس نے روزا پارکس کو گرفتار کر کے تحقیق کی اور بعد میں اُسکا جرم ثابت ہونے پر اُسے 15 ڈالر جرمانے کی سزا سُنائی گئی، تاکہ اُسکی سزا دوسروں کیلئے ایک مثال بن جائے اور آئندہ کوئی ایسی جرات نہ کرے۔ بات تو چھوٹی سی تھی مگر روزا کا انکار امریکا کی سرزمین پر ایک چنگاری بن کر گری۔ ملک بھر میں بسنے والے تمام سیاہ فام روزا پارکس کے ساتھ پیش آنے والے اِس ناروا سلوک پر آگ بگولہ ہو گئے اور ایک تحریک چل پڑی کہ وہ نقل و حمل کے تمام وسائل کے خلاف اُس وقت تک احتجاج کے طور پر بائیکاٹ کریں گے جب

تک امریکی حکومت اُن کو تمام تر انسانی حقوق دینے پر آمادہ نہیں ہوتی اور اُنکے ساتھ مہذب معاملے کا وعدہ نہیں کر لیا جاتا۔ یہ بائیکاٹ اپنی تمام تر ثابت قدمی کے ساتھ ایک طویل عرصے تک چلا، سیاہ فاموں نے 381 دنوں تک احتجاج کیا اور امریکی حکومت کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ روزا پارکس کی فتح ہوئی اور عدالت نے ملک میں نہ صرف نسلی امتیاز کے اِس قانون کو بلکہ اِس جیسے کئی امتیازی رواجوں کو فوری طور پر ختم کر دیا۔ امریکی تاریخ میں ایک سیاہ فام عورت کے تاریخی انکار کی اس وقت پھر یاد تازہ ہو گئی جب 28 اکتوبر 2001ء کو میشی گن کے شہر ڈیئر بورن میں واقع ھنری فورڈ عجائب گھر کے منیجر سٹیو ھامپ نے اُس پرانی بس کو خریدنے کا فیصلہ کیا۔ جی ہاں 1940 ماڈل کی یہ بس جس میں روزا پارکس کے ساتھ وہ سانحہ پیش آیا تھا، ایسا سانحہ جس نے امریکا میں انسانی حقوق کی تحریک کو جنم دیا اور پھر سیاہ فاموں کو بھی برابر کے حقوق حاصل ہو گئے ۔اور یہ پرانی بس چار لاکھ بیانوے ہزار ڈالر میں خرید کی گئی۔اور پھر 92 سال کی عمر میں وفات پانے والی اِس بہادر خاتون کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے ہزاروں سوگوار جمع ہوئے ۔وہ باہمت اور بہادر خاتون جس نے انسانی حقوق کی برابری کیلئے علم بلند کیا تھا۔ روزا پارکس کے جنازے میں کئی ممالک کے سربراہان نے شرکت کی اور ہزاروں لوگ ڈھاریں مار مار کر رو رہے تھے ، امریکا کا جھنڈا سرنگوں ہو کر اِس عظیم خاتون کو سلامِ عقیدت پیش کر رہا تھا۔ روزا پارکس کی میت کو وفات سے دفنانے

تک امریکی کانگریس کی ایک عمارت میں رکھا گیا، تعظیم کا یہ اعزاز سربراہانِ مملکت یا اہم ترین شخصیات کو دیا جاتا ہے۔ روزا پارکس اِس دنیا سے رُخصت ہوئیں تو صرف اپنے ایک انکار کی بدولت اپنے سینے پر کئی تمغے سجائے ہوئے تھیں، 1996 میں انہیں آزادی کے صدارتی تمغہ سے نوازا گیا جبکہ 1999 میں انہیں کانگریس سے گولڈ میڈل عطا کیا گیا۔ روزا کیلئے اِن سب اعزازات سے بڑھ کر اُنکا اپنا ایک لفظ تھا اور وہ تھا (نہیں) یہ نہیں امریکا کی تاریخ کا سب سے طاقتور انکار تھا جس کی ہاں میں ہاں ہلانے میں اُس کی تمام سیاہ فام نسل نے ساتھ دیا تھا۔ جبکہ ہم آج تک بطور قوم یہ ہی فیصلہ نہیں کر سکے کہ ہم نے اپنے حکمران کس طرح کے منتخب کرنے ہیں غیروں کی ہاں میں ہاں ملانے والے یا ملکی مفاد میں قوم کے ساتھ غیروں کی غلامی کو قبول نہ کرنے والے ،کیا ہماری 20 کروڑ سے زائد آبادی والے ملک میں کسی ایک فرد میں حکمرانوں کی لوٹ مار کے خلاف جرات انکار نہیں ہے ؟

پرامن بلدیاتی الیکشن اور ن لیگ کی ڈبل سینچری

مسلم لیگ ن نے پنجاب میں بلدیاتی الیکشن کے پہلے مرحلے میں جہاں میدان مار لیا وہی لاہور میں بھی ڈبل سینچری مکمل کر لی پی ٹی آئی کے نمائندوں کی بدترین شکست پر شفقت محمود سمیت متعدد ذمہ داروں نے اپنے عہدوں سے جان چھڑوالی جبکہ باقی کے ذمہ دار اپنی شکست تسلیم کرنے کی بجائے پھر وہی پرانا راگ دھاندلی ، دھاندلی الاپنا شروع ہو چکے ہیں پیر کے روز پنجاب کے صدر اعجاز چوہدری نے تو باقاعدہ ایک پریس کانفرنس بھی کھڑکا دی جس میں انہوں نے اپنی ہار کو تسلیم کرنے کی بجائے سارا مدعا حکومت پر ڈال دیا جبکہ جمہوریت کے چیمپیئن چوہدری سرور صاحب بھی ان قوالوں کے پیچھے تالیاں بجانے والوں میں شامل ہیں پی ٹی آئی کے ان رہنماؤں نے دعوی کیا تھا کہ وہ لاہور سے مسلم لیگ ن کا صفایا کر دینگے مگر ایسا نہ ہو سکا بلکہ کے الٹ ہو گیااور اب بڑے خان اور انکے ہمنوا منہ چھپاتے پھر رہے ہیں رہی بات دھاندلی کی وہ نا ممکن تھی کیونکہ اس بار وزیر اعلی پنجاب کی خصوصی ہدایت اور الیکشن کمیشن کی خصوصی کاوشوں کی بدولت دھاندلی نہیں ہوئی جبکہ ہر پولنگ اسٹیشن کے اندر ہر امیدوار کا نمائندہ بھی موجود تھا بلکہ الیکشن کے دن میں خود بہت سے پولنگ اسٹیشن کے اندر گیا ہوں جہاں پر بڑے سکون اور تحمل سے شہری اپنا حق رائے دہی استعمال کر رہے تھے لاہور سمیت پنجاب کے

مختلف شہروں میں پر امن اور شفاف الیکشن کروانے پر جہاں وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف قابل تحسین ہیں وہی پر صوبائی الیکشن کمیشن پنجاب اور انکے عملہ کی کوششیں بھی کسی کم نہیں ہیں بلخصوص لاہور کے چند ایک ایسے پولنگ اسٹیشن جہاں پی ٹی آئی کے چوہدری سرور کے آنے کی وجہ سے تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا وہاں پر موجود پریزائڈنگ آفیسر اکرم چوہدری کی بصیرت کی بدولت سیاسی کارکنوں میں درجہ حرارت کم ہوا جبکہ اسی طرح لاہور کے دوسرے پولنگ اسٹیشن جن میں سید حامد علی ، یاسر حنیف، محمد یونس محمد یسین ، عبدالرحمٰن، محمد اسلم، محمد انور اور ساجد جیسے محنتی پریزائڈنگ آفیسر تعینات، تھے جنکی وجہ سے ان پولنگ اسٹیشن کے اندر کسی قسم کا کوئی ناخوش گوار واقعہ رونما نہیں ہو سکا جبکہ پولیس کے مستعد جوانوں نے بھی اپنی ڈیوٹیاں بڑے احسن طریقے سے سرانجام دی جبکہ پنجاب کے الیکشن کمشنر مسعود ملک اور پبلک ریلیشنز آفیسر ہدا گوہر نے جس خوش دلی اور خندہ پیشانی سے صحافیوں کے ساتھ تعاون جاری رکھا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے جبکہ معمولی لڑائی جھگڑے جمہوریت کا حسن ہیں اگر یہ جمہوری نظام ایسے ہی چلتا رہے تو آنے والے دور میں وہ خرابیاں بھی دور ہو جائیں گی جو کہیں نہ کہیں کسی شکل میں موجود ہیں بہر حال اس وقت تک پنجاب میں 2 ہزار696 نشستوں میں سے ہزار70 نشستوں کے غیر سرکاری نتائج سامنے آگئے ہیں جس کے تحت مسلم لیگ (ن) 2 نشستیں حاصل کرکے سب سے آگے ہے ۔لاہور میں چیئرمین کی 274 نشستوں 932 میں سے 357 کے غیر حتمی غیر سرکاری نتائج کے

مطابق مسلم لیگ (ن) 220 سیٹوں کے ساتھ آگے ہے۔ تحریک انصاف کے 11 امیدوار اور پی پی کا ایک امیدوار منتخب ہوا جب کہ 24 آزاد امیدوار کامیاب ہوئے ۔اسی طرح فیصل آباد کی 468 میں سے 278 نشستوں کے غیر سرکاری نتائج سامنے آئے ہیں جن میں 148 آزاد امیدوار کامیاب ہوئے ہیں جب کہ مسلم لیگ (ن) نے اور تحریک انصاف نے اپنے نام 29 نشستیں کی ہیں،کامیاب ہونے والے آزاد 100 امیدواروں میں سے اکثریت کا تعلق مسلم لیگ (ن) سے ہی ہے جو ٹکٹ نہ ملنے پر اپنی ہی جماعت کے امیدواروں کے مدمقابل آئے تھے۔ عابد شیر علی کے بھائی اور میئر شپ کے امیدوار عامر شیر علی رانا ثناء اللہ کے حامی امیدوار عاشق رحمانی سے ہار گئے ہیں۔جبکہ میٹرو بس جیسے عوامی فلاحی منصوبے کو جنگلہ بس کہنے والے چوہدری پرویز الہی اپنے آبائی علاقے سے بری طرح ہار گئے گجرات میں مسلم لیگ (ن) 50 سیٹوں کے ساتھ آگے ہے جبکہ دوسرے نمبر پر 35 نشستوں کے ساتھ آزاد امیدواروں کے پاس ہیں تحریک انصاف 16 اور مسلم لیگ (ق) 13 نشستیں حاصل کر سکی ہے۔ ننکانہ صاحب کی 158 میں سے 146 نشستوں کے غیر سرکاری نتائج کے مطابق مسلم لیگ ن) 67 نشستیں حاصل کرکے سب سے آگے ہے،آزاد امیدوار 58 جب کہ تحریک) انصاف 19 نشستوں پر کامیاب ہوئی ہے۔ قصور میں مسلم لیگ (ن) نے 52 سیٹوں پر میدان مار لیا۔ 23 نشستوں پر آزاد امیدوار، 13 پر تحریک انصاف اور 2 پر مسلم لیگ (ق) نے کامیابی حاصل کی۔اوکاڑہ میں مسلم لیگ (ن) نے 61، آزاد امیدوار 46، پی پی پی اور پی ٹی آئی نے 9 سیٹیں حاصل کیں ایکے ساتھ

ساتھ پاک پتن میں 44 نشتوں سمیت لودھراں میں مسلم لیگ (ن) 31 نشتوں لے کر سب سے بڑی سیاسی جماعت بن کر سامنے آئی ہے جبکہ ن لیگ کو انکے اپنے ہوم گراؤنڈ میں شکست دینے والے کپتان عمران خان کی اپنی ٹیم لاہور میں ففٹی بھی نہ کر سکی جبکہ مسلم لیگ ن کے شیر ڈبل سینچری کر گئے حکومتی ٹیم کی جیت سے ثابت ہوتا ہے کہ میٹرو بس ،اورنج لائن میٹرو ٹرین اور تعلیمی میدان میں وزیراعلی پنجاب کی پالیسیاں عوام کے دلوں میں اتر رہی ہیں جسکی وجہ سے پاکستان تحریک انصاف کے کھلاڑی صفر پر آوٹ ہونا شروع ہو چکے ہیں۔

نو کمنٹس

عمران خان کی گذشتہ روز صحافی کو غصے میں جھاڑ پلانا ابھی انکے سیاسی طور پر بالغ نہ ہونے کی دلیل ہے اچھے اور سلجھے ہوئے سیاستدان کا کام ہے کہ ہر تلخ سوال کا جواب بھی اس انداز میں دے کہ اسکا جواب تاریخ میں امر ہو جائے یا وہ سوال اپنی موت آپ مر جائے جبکہ کچھ سیاستدان تلخ سوالوں پر اپنے تلخ رویوں کی بدولت ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنتے رہتے ہیں اورایسا رویہ انکی طرف سے دیکھنے میں آتا ہے جو حادثاتی طور پر یا خاندانی طور پر سیاست میں آدھمکے ہوں جبکہ گلی کوچوں کی خاک چھانتے چھانتے سیاستدان بننے والا شخص کبھی بھی کسی کی تلخ بات پر آپے سے باہر نہیں ہوتا بلکہ موقعہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اپنا دفاع کرلیتا ہے ہمارا سب سے بڑا المیہ بھی یہی رہا ہے کہ ہمیں آج تک اچھا سیاستدان نہیں مل سکا جو پوری قوم کی انگلی پکڑ کر ترقی کے راستے پر چل پڑتا قائداعظم کو بھی اپنی شادی کے حوالہ سے سخت تنقید کا سامنا تھا جبکہ علماء کرام نے انکے خلاف فتوے بھی جاری کررکھے تھے مگر انہوں نے کبھی بھی اپنی پیشانی پر بل نہیں ڈالا تھا بلکہ تمام تر مشکلات کے باوجود انہوں نے اس پاکستان کی بنیاد رکھ دی جسے آج ہمارے غصیلے اور جوشیلے سیاستدان نیا پاکستان بنانے پر تلے ہوئے ہیں جبکہ وہ خود اپنے پرانے والے عمران خان کو نئے عمران خان میں

تبدیل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے عمران خان جب کھیل کے میدان میں تھے اس وقت بھی انکا جذباتی پن آخری حدوں کو چھو رہا ہوتا تھا اور غصہ ہر وقت انکی ناک پر ہوتا تھا اللہ کی خاص مہربانی سے پاکستانی ٹیم انکی قیادت میں ورلڈکپ جیت گئی تو انکے غرور اور تکبر میں مزید اضافہ ہوگیا جسکے بعد انہوں نے سیاست میں قدم رکھا تو تب بھی عوام سے دور ہی رہے اسی دور میں کچھ لوگوں نے عمران خان کو وزیر اعظم کا لالچ دیکر اپنے لیے استعمال کیا اور بعد میں سب نو دو گیارہ ہوگئے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ عمران خان کے ساتھ مفاد پرستوں کا ٹولہ اکٹھا ہونا شروع ہوگیا جو ڈرائنگ روم کی سیاست کے ماہر مانے جاتے ہیں اور جنکی جیب میں ہر وقت ایم پی اے اور ایم این اے کی سیٹ فارغ پڑی رہتی ہے کیونکہ انکے مزارع و وڑا تنی تعداد میں ہیں کہ کوئی اور وہاں سے جیت ہی نہیں سکتا اس لیے وہ بھی سیاست کے فرعون بنے ہوئے ہیں اور انہی کہ وجہ سے وہی فرعونیت عمران خان میں عود آئی ہے پاکستان کی سیاست میں ورکروں سے پیار کا جو عنصر ذوالفقار علی بھٹو میں موجود تھا وہ کسی اور سیاستدان میں نہیں ہے عمران خان سے تو صحافی نے انکی اور ریحام خان کی طلاق کی وجہ ہی دریافت کی تھی جسے وہ نو کمنٹس کہہ کر بات ختم کرسکتے تھے مگر انکے جذباتی پن نے اس معاملہ کو بگاڑ دیا جبکہ ذوالفقار علی بھٹو ایک جلسہ میں اپنی تقریر کررہے تھے تو کسی طرف سے لوگوں نے جوتے ہاتھ میں پکڑ کر فضا میں لہرائے جس پر ذوالفقار علی بھٹو نے بجائے اسکے کہ ان لوگوں پر خفا ہوتے یا اپنے بندوں کو

کہتے کہ ان جوتے لہرانے والوں کی انہی کے جوتوں کے ساتھ چھترول کردو کی بجائے انھوں نے جوتے اوپر اٹھتے دیکھ فورا کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے کہ جوتے بہت مہنگے ہو چکے ہیں اور مہنگائی بھی زیادہ ہے انکے اس تاریخی جملے سے بات کہاں سے کہاں جا پہنچی جبکہ عمران خان کے ایک تلخ جملے سے بھی بات کہاں سے کہاں تک جائیگی اسکا اندازہ عمران خان اور انکے ہمنواؤں کو نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب حادچاتی طور پر سیاستدان بنے ہیں کوئی کسی جاگیر دار کا بیٹا ہے تو کوئی کسی سرمایہ دار کا، کوئی انگریزوں کا نوازا ہوا ہے تو کوئی عوام کا ٹھکرایا ہوا ہے اسی لیے تو کہتے ہیں کہ کمال یہ نہیں کہ کوئی شخص پیدائشی طور پر عظیم پیدا ہو بلکہ کمال تو یہ ہے کہ وہ پیدائشی طور پر ایک عام انسانی حیثیت سے پیدا ہوا ہو مگر اپنے عمل سے وہ اپنے آپ کو عظمت کے اعلی مقام پر پہنچادے جبکہ جو سیاستدان ہے اسکا ہر عمل عوام کے لیے مشعل راہ ہوتا ہے عوام اپنے پسندیدہ سیاستدان کی نقل کرتے ہیں انکی راہ پر چل کر کامیاب ہونا چاہتے ہیں اگر عوام کا محبوب سیاستدان غصے والا، بدمزاج، بدتمیز اور بات بات پر بھڑکنے والا ہوگا تو اسکے فالوورز بھی ویسے ہی ہونگے اور جس معاشرے میں سیاسی رہنماؤں اور انکے ماننے والوں میں عدم برداشت کا ماحول ہوگا وہاں نہ ترقی ہوگی نہ خوشحالی آئے گی اور نہ ہی تھانہ کچہری کی سیاست ختم ہوسکے گی اگر ہم نے اپنے آپ کو بطور سیاستدان اور ملک وقوم کو آگے لیکر چلنا ہے تو پھر ہمیں برداشت کا مادہ بھی اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے تب ہی

ہم اچھے سیاستدان ثابت ہو سکیں گے اور جو اچھا سیاستدان ہوتا ہے اسکی کوئی بھی چیز ذاتی نہیں ہوتی کیونکہ اس نے عوام کے لیے کام کرنا ہوتا ہے اور جو عوام کے لیے کچھ نہیں کرسکتا وہ مفاد پرست ہوتا ہے قیام پاکستان سے لیکر آج تک مفاد پرستوں کا ہی پاکستان پر قبضہ رہا ہے جسکی وجہ سے ملک ترقی کرسکا نہ ہی قوم جہالت کی دلدل سے باہر نکل سکی اگر تھوڑی بہت ملک نے ترقی کی ہے تو میاں نواز شریف کے دور میں ہوئی ہے جنھوں نے موٹروے سمیت اہم کام کیے جبکہ اب میاں شہباز شریف توانائی کے منصوبوں پر تیزی سے کام کر رہے ہیں اس لیے خان صاحب کو بھی چاہیے کہ غصہ کرنے کی بجائے جذبات کو کنٹرول میں رکھ کر معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے مناسب سمجھیں تو جواب یدیں ورنہ نو کمنٹس کہہ کر جان چھڑوالیں مگر ایک بات اٹل ہے کہ خان صاحب کی پریشانیاں اب وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ مزید بڑھیں گی۔

صرف ڈھائی سال

کیا دور آگیا ہے کہ ہمارے شہر کھنڈرات کا منظر پیش کر رہے ہیں اور کھنڈرات جدید دور میں تبدیل کردیے گئے ہیں ہمارے دیہاتی علاقوں میں صحت ، تعلیم اور روزگار جیسی تینوں بنیادی سہولیات کا فقدان ہے وہاں کے پیسے والے لوگ پر سکون زندگی کی تلاش میں شہروں میں آ بسے ہیں جو وہاں رہ گئے ہیں وہ زندگی کی مشکلات ترین جنگ لڑ رہے ہیں پینے کے صاف پانی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جگہ جگہ بننے والے کھڈوں سے سڑکیں کھنڈرات کا منظر پیش کر رہی ہیں مسلم لیگ ن کے اس تیسرے دور اقتدار کو بھی تقریبا 3 سال مکمل ہونے والے ہیں مگر وہ بہتری نہیں آئی جسکی امیدیں کی جارہی تھی سلسلہ ابھی بھی وہی رکا ہوا ہے جہاں سے ٹوٹا تھا یعنی قیام پاکستان سے لیکر آج تک سب کاغذی باتیں اور خیالی منصوبے تھے ملک کو "ایشیئن ٹائیگر بنا، کراچی کو روشنیوں کا شہر بحال کرنا اور لاہور کو پیرس بنانے جیسے منصوبے ابھی تک شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے لاہور، کراچی، لاڑکانہ، پشاور، کوئٹہ اور ملتان جیسے یہ عظیم شہر وہ ہیں جو حکمرانوں کی پناہ گاہیں ہیں مگر انہوں نے اپنی اپنی باریوں میں اپنے شہروں کی حالت ہی درست نہیں کی باقی ملک تو بہت بڑا ہے اسلام کے نام پر بننے والے اس پاک وطن میں آج تک اسلامی قوانین کا ہی نفاذ نہ ہوسکا حکمرانوں کے ڈاکو نے انکے حواریوں کو بھی

چوریاں کرنے کی اجازت دیدی کمیشن اور کرپشن کی دیمک نے ہماری رہی سہی توانائیوں کو بھی چاٹ لیا ہے اسلامی دور کی مثالیں دینے والے شائد خلفہ راشدین کے طرز حکومت سے واقف نہیں ہیں حضرت عمر فاروقؓ وہ صحابی رسول تھے جنھیں حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالی سے دعا کرکے مانگا تھا جنکے ادائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد پہلی بار آذان اور نماز کھل کر سر عام ادا کی گئی تھی جنھوں نے خانہ کعبہ میں آکر دشمن اسلام کفار کے سامنے آکر کہا بلند آواز سے کہا اے لوگو جو شخص مجھے جانتا ہے وہ خوب جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اسے بھی معلوم ہو جانا چاہیے کہ میں عمر بن خطاب ہوں اے اہل قریش دین اسلام قبول کرلو اور محمد ﷺ کی اطاعت کرنے میں تیزی دکھاؤ جسکے بعد کفار مکہ کو سانپ سونگھ گیا ایک روایت میں آتا ہے کہ جس دن حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا دین اسلام نے ترقی کی منزلیں طے کیں اور پھر کبھی مسلمانوں کو رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑا حضرت عمرؓ وہ صحابی ہیں جنھیں انکی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دیدی گئی تھی جنکے دور خلافت میں ہونے والے اہم کاموں کا ہی اگر شمار کیا جائے تو وہ بھی لامحدود ہیں اور جو ہمارے آج کے ترقی یافتہ دور کے قوانین کی بنیاد ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں جیلوں کی تعمیر،اشتہاریوں کی گرفتاری ، پھانسی کی سزا جلاوطنی کی سزا، فوجی انتظامات ، مستقل محکمہ ، چھاونیوں کا قیام ، فوجی اصطبل ، تعمیرات ، مہمان خانے ، غلہ کے گودام ، شہروں کی تعمیر ، بند کی تعمیر ، نئے شہر بسانا، لاوارث بچوں ، کی نگہداشت ، مسجد نبوی و مسجد حرام کی

توسیع اور تجدید، صوبوں کی تقسیم، قابلیت کی بنا پر عہدیداروں کی تعیناتی ،بیت المال کی عمارت ، ہجری سن کا آغاز ،اشاعت اسلام سمیت عدل وانصاف کی حکمرانی جیسے لازوال ایسے کام ہیں جن پر آج ترقی یافتہ ممالک کی بنیادیں قائم ہیں خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروقؓ کی بیوی (حضرت عاتکہؓ) کہتی ہیں کہ عمرؓ بستر پر سونے کے لیے لیٹتے تو نیند اڑ جاتی تھی بیٹھ کر رونا شروع کردیتے تھے میں پوچھتی تھی اے امیر المومنین کیا ہوا ؟ تو وہ کہتے تھے کہ مجھے محمد ﷺ کی امت کی خلافت ملی ہوئی ہے اور ان میں مسکین بھی ہیں ضعیف بھی ، یتیم بھی اور مظلوم بھی ہیں مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالی مجھ سے ان سب کے بارے میں سوال کرینگے مجھ سے جو کوتاہی کوئی تو میں اللہ تعالی اور اسکے رسول کو کیا جواب دونگا سیدنا عمر کہتے تھے کہ اللہ کی قسم اگر دجلہ کے دور دراز علاقے میں بھی کسی خچر کو راہ چلتے ٹھوکر لگ گئی تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ تعالی مجھ سے یہ سوال نہ کردیں کہ اے عمر، تو نے وہ راستہ ٹھیک کیوں نہیں کرایا تھا۔ایک طرف وہ حکمران تھے جن کو رات کے وقت بھی سکون نہیں ملتا تھا اور ایک طرف ہمارے حکمران ہیں جو ہر وقت پرسکون رہتے ہیں اور عوام پریشانیوں کی دلدل میں ڈوب رہی ہے مسلم لیگ ن کی موجودہ حکومت کے ڈھائی سال مکمل ہوچکیاور اتنا ہی عرصہ باقی ہے اوریہی آنے والے ڈھائی سال میاں نواز شریف کی زندگی میں اہم ہیں ان ڈھائی برسوں میں اگلے پانچ برسوں کا فیصلہ ہونا ہے اس لیے میاں صاحب، جو آپ نے کرنا ہے پھر 2018 میں عوام اس فیصلے کی حمایت یا

مخالفت کریں گے اس وقت آپ اور ملک دونوں نازک موڑ سے گزر رہے ہیں آپ کے فیصلے اس ملک کی قسمت بدل سکتے ہیں اس ملک میں خوشحالی لا سکتے ہیں اور خوشحالی کا راستہ بہت آسان ہے اتنا مشکل نہیں جتنا سمجھا جاتا ہے آئی ایم ایف سمیت غیر ملکی قرضوں سے جان چھڑا کر معیشت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیں زراعت اور لائیو اسٹاک پر بھرپور توجہ دیں، میاں صاحب ملک کا مستقبل زراعت سے جڑا ہے ہم بچپن سے پڑھتے آئے ہیں کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے لیکن اس ملک میں اس شعبے کو بری طرح نظرانداز کیا گیا ایک بار نہیں سو بار کسانوں کا حق مارا گیا کبھی جاگیردار نے کسان پر ظلم کیا تو کبھی پٹواری نے کسان کو چونا لگایا کبھی ایس ایچ او نے کسان پر غصہ نکالا تو کبھی سیٹھ نے کسان کا استحصال کیا یہ سب سے مظلوم طبقہ ہے اس ملک میں جب بھی ہوا کسان پر ظلم ہی ہوا کبھی دو نمبر دوائیاں بیچی گئیں تو کبھی دو نمبر کھاد مارکیٹ میں لائی گئی میاں صاحب کسانوں کو آج بھی انہی مسائل کا سامنا ہے جو آج سے 65 سال پہلے تھے سیاستدانوں، بیوروکریٹس سمیت تاجروں کے مسائل حل ہو گئے لیکن کسان کا ایک بھی مسئلہ حل نہیں ہو سکا۔ میاں صاحب اگر تین کام جی ہاں صرف تین کام کسانوں کے لیے کر دیے جائیں جن میں کسانوں کو زرعی بیج معیاری ملنا شروع ہو جائیں کھاد اور اسپرے میں ملاوٹ ختم کر دی جائے، کسانوں کی جب فصل تیار ہو تو اس کے اس کو جائز دام بھی ملیں تو یہ کسان خوشحال ہونا شروع ہو جائیگا کسان کی خوشحالی کا مطلب ملک کی خوشحالی ہے آپ تو چین سے زیادہ واقف ہیں

اسی چین کو ہی دیکھ لیں دنیا بھر میں پھل ایکسپورٹ کرکے اربوں ڈالر کمائے جارہے ہیں میاں صاحب آپ کے اس ملک میں دنیا کی ہر فصل اور ہر پھل اگ سکتا ہے صرف، رہنمائی کی ضروت ہے صرف جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے،جدید بیجوں کی ضرورت ہے جس پر کیڑے حملہ نہ کرسکیں، میاں صاحب آپ نے کسانوں کی حالت بدل دی تو ان کی دعائیں اس ملک کی قسمت بدل دیں گی میاں صاحب ہمیں علم ہے کہ آپ اور میاں شہباز شریف کی طرف سے لوڈ شیڈنگ کے خاتمے کی سنجیدہ کوششیں جاری ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ کرپشن کا خاتمہ اور انصاف کی بروقت فراہمی کے کے لیے بھی موثر اقدامات اٹھائیں،اس ملک کی مٹی بہت زرخیز ہے بے روزگار نوجوانوں کے لیے ترقیاتی اسکیم متعارف کرائیں،آپ اپنے سیاسی مخالفوں کو بھول جائیں اگر آپ نے آنے والے ڈھائی سال میں یہ سب کچھ کرلیا تو پھر 2018 میں عوام بھی آپ کے ساتھ پورا پورا انصاف کریں گے جس طرح میٹرو بس اور اورنج لائن منصوبوں کے بعد پنجاب اور بلخصوص لاہور کی عوام نے حالیہ بلدیاتی الیکشن میں آپ کے شیروں پر اعتماد کا اظہار کیا ہے مگر اس کے لیے آپ کو اپنی ٹیم میں بھی شعیب بن عزیز، الطاف لانزد خان ،ڈاکٹر سہیل ثقلین ، عبدالقیوم ،طاہر رضاء ہمدانی ،راجہ جہانگیر انور ،چوہدری امجد ،خرم شکور، شوکت عباس، محسن رفیق، شکیل احمد اور علی عمار جیسے محنتی ،ایماندار اور قابل اعتماد افسران کو رکھنا پڑے گا تبھی جاکر کہیں آنے والے ڈھائی سال میں آپ کے اگلے پانچ سالہ دور اقتدار کا خاکہ واضح ہونا شروع ہوجائیگااسکے ساتھ ساتھ

وزیراعلی پنجاب میاں شہباز شریف اگر اپنے سابقہ قابل اعتماد دوستوں طاہر انور پاشا، اسرار احمد شیخ اور حنیف ذکاء جو انکے پچھلے پانچ سالہ دور اقتدار میں انتہائی ایمانداری سے کام کرتے رہے جن کے کاموں سے میاں شہباز شریف کا عوام میں امیج بہتر بنا انکو ایک بار پھر اپنی ٹیم میں شامل کرلیں تو یہ سونے پہ سہاگے والی مثال بن جائیگی۔

لاہور میں سرمایہ کاری کانفرنس

بھارت کی ریاست بہار میں ہونے والی ریاستی انتخابات میں بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کی بدترین شکست کیوں ہوئی اس پر آخر میں بات کرونگا سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہپاکستان اور چین کی دوستی شہد سے میٹھی، ہمالیہ سے بلنداور سمندر سے گہری ہے۔ چین کے صدر کا تاریخی سرمایہ کاری پیکیج پاکستانی عوام کے لئے عظیم تحفہ ہے پاکستان کے عوام چین کے عظیم تحفے کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ سی پیک کے تحت چین پاکستان میں 46 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کر رہاہے اور سی پیک کے تحت صرف 36 ارب ڈالر توانائی کے منصوبوں کے لئے رکھے گئے ہیں۔ سی پیک کے تحت انفراسٹرکچر، توانائی، ٹرانسمیشن لائنوں کی بہتری اور دیگر ترقیاتی منصوبے شامل ہیں سی پیک کے تحت منصوبوں پر تیز رفتاری سے کام کا آغاز ہو چکا ہے اور چین کا یہ تاریخ ساز سرمایہ کاری پیکیج معاشی تعاون کو مزید فروغ دے گا موجودہ حکومت نے پنجاب میں سرمایہ کاری کے فروغ کے لئے بہترین پالیسی اپنائی ہے اور اس وقت پنجاب میں بہترین انفراسٹرکچر کے ساتھ ساتھ وزیراعلیٰ شہباز شریف کی متحرک قیادت سرمایہ کاری کیلئے سازگار ماحول کی فراہمی کیلئے پرعزم ہے اورون ونڈو آپریشن کے تحت سرمایہ کاروں کو ہر ممکن سہولتیں فراہم

کی جارہی ہیں پنجاب مقامی اور بین الاقوامی سرمایہ کاروں کیلئے پرکشش مقام بن چکا ہے اور سرمایہ کاروں کو پنجاب میں موجود سرمایہ کاری کے مواقعوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر 20 ارب ڈالر سے تجاوز کرچکے ہیں۔ سکیورٹی کی صورتحال میں بہتری آنے سے معاشی سرگرمیاں بڑھی ہیں۔ پنجاب کے وزیراعلیٰ شہباز شریف انتہائی محنتی اور متحرک ہیں اوران کی شفاف پالیسیوں کی بدولت دنیا بھر کے سرمایہ کاروں نے یہاں سرمایہ کاری کیلئے پنجاب کا انتخاب کیا ہے۔ پنجاب حکومت نے شفافیت، محنت، دیانت، تیزرفتاری اور معیار کے اعلی اصول متعارف کرائے ہیں اور صنعت کاروں کے سرمایہ کے تحفظ کیلئے ٹھوس اقدامات کیے ہیں جسکی وجہ سے غیر ملکی سرمایہ کار متعلقہ شعبوں میں معاہدے کرنے اور پھر ان معاہدوں پر فوری کام کا آغاز کرنے کے لیے تیار ہیں اگر پاکستان اسی رفتار سے ترقی کرتا رہا تو 2050 میں دنیا کی 18 ویں بڑی معیشت بن جائے گا حکومت کی ان پالیسیوں کی حمایت میں اگر پوری قوم متحد ہوجائے تو پاکستان کا مستقبل بہت روشن ہے۔ پاکستانی معیشت کو منفی قرار دینے والی معاشی ایجنسیاں اب معیشت کو مستحکم اور مثبت قرار دے رہی ہیں کیونکہ جب مسلم لیگ ن کی موجودہ قیادت نے حکومت سنبھالی تو پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر پونے تین ارب ڈالر تھے اور عالمی مالیاتی ادارے پاکستان کے ساتھ کاروبار بند کرنے کی سوچ رہے تھے ۔ یہ زرمبادلہ کے ذخائر پاکستان کی صرف 10 دن کی ضروریات پوری کر سکتے تھے جبکہ اب سٹیٹ بینک کے پاس 15 ارب

ڈالر موجود ہیں جو پاکستان کی 4 ماہ کی ضروریات پوری کر سکتے ہیں میاں نواز شریف کی پالیسیوں نے پاکستانی معیشت کو 4 سال کی بجائے 2 سال میں درست سمت کی طرف گامزن کر دیا ہے اور اس وقت دنیا کے 22 معاشی ادارے پاکستانی معیشت کو مستحکم قرار دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر پاکستان اسی رفتار سے ترقی کرتا رہا تو 2050 میں دنیا کی 18 ویں بڑی معیشت بن جائے گا جبکہ اس وقت پاکستان 44 نمبر پر ہے اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو بہت سے قدرتی وسائل سے مالا مال کیا ہے لیکن بد قسمتی سے ماضی میں ان قدرتی وسائل سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکا اسکے علاوہ پنجاب کے باسیوں کے لیے ایک خوشخبری یہ بھی ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب محمد شہباز شریف نے لاہور میں بون میر و ٹرانسپلانٹ سنٹر کی تعمیر کی منظوری دیدی۔ محکمہ صحت کے مطابق اس جدید ترین سنٹر پر تین ارب روپے کے اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ بون میرو ٹرانسپلانٹ سنٹر ناج پارک کے قریب تعمیر کیا جائے گا جہاں کینسر کے مریضوں کا علاج ہوگا۔ لاہور میں قائم ہونے والا مذکورہ ادارہ پبلک سیکٹر کا واحد ادارہ ہوگا اس سے قبل صرف کراچی کے ایک نجی اور آرمی ہسپتال کے پاس اس کی سہولیات میسر تھیں۔ اب آتے ہیں مودی کی شکست پر کہ دوسروں کے منہ پر سیاہی پھینکنے والوں کے منہ پر کال کس طرح مل دی گئی بھارت کو ہندوراشٹر اور مذہبی جنونیت پرست ریاست بنانے کا خواب دیکھنے والوں کیلئے یہ ایک عبرت ناک پیغام ہے بھارت میں مودی حکومت کے قیام کے بعد پاکستان مخالفت اور اسلام دشمنی کے ساتھ ہندو مذہبی

جنونیت کو فروغ دیکر بھارت کے ماتھے پر کالک ملنے کی سزا مودی اور بی جے پی کو ریاست بہار میں انتخابی شکست کی شکل ملی ہے جو صرف بھارت ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے سیاستدانوں کیلئے سبق ہے کہ دنیا اب مذہبی ' مسلکی ' لسانی ' طبقاتی اور نسلی انتہا پسندی سے آزاد ہو رہی ہے اور ان ناسوروں کو معاشرے میں نفوذ و فروغ دینے والوں کا احتساب اب عوام ووٹ کے ذریعے کرینگے مذہبی انتہا پرستی کا شکار شیو سینا ' وشوا ہندو پریشد اور راشٹریہ سیوک سنگھ جیسی دہشتگرد تنظیموں کی سرپرست بی جے پی و مودی سرکار کی سربراہی میں بننے والے مذہبی انتہاپرست انتخابی اتحاد (این ڈی اے) کو بھارتی ریاست بہار میں عبرتناک شکست سے دوچار کرنے والے لالو پرساد یادو اور نتیش کمار کے سیاسی اتحاد (جے ڈی یو) کو کامیابی اور اسکے نتیجہ میں نتیش کمار کو بہار کی وزارت ملنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اب ہندوستان میں انتہا پسند جنونیوں کی کوئی جگہ نہیں ہے امن سکون اور ایک دوسرے کی مذہبی روایات کا خیال رکھنے والے ہی اقتدار میں شامل ہونگے ۔

یہ الزام کیسا؟

کہتے ہیں کہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو زندہ جلانے کے لیے ایک نہایت ہیبت ناک آگ کا آلاؤ روشن کیا تو چشم فلک نے دیکھا کہ ایک ننھا سا ابابیل اپنی چونچ میں دو تین قطرے پانی کے لئے بڑے اضطراب کے عالم میں اس ہیبت ناک آگ کی طرف اڑا جارہا ہے۔ کسی نے پوچھا میاں اتنی بیتابی کے ساتھ کہاں کا ارادہ ہے ؟بولا : '' نمرود کی آگ بجھانے جارہا ہوں ''۔ کہا : اے نا سمجھ پرندے کیا پانی کے یہ چند قطرے جو تمہاری چونچ میں ہیں، نمرود کی آگ سرد کر دیں گے ؟ ننھا ابابیل بولا : مجھے معلوم ہے کہ میری یہ کمزور اور ناتواں سی کوشش اس سلسلے میں کچھ بھی کام نہ دے گی لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جب نمرود کی آگ بجھانے والوں کی فہرست بنائی جائے گی تو اِس میں میرا نام بھی ضرور شامل کیا جائے گا۔ اس لیے ہر انسان کو اچھے کام کی کوشش کرتے رہنا چاہیے بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور جو انسان اچھا کام کر رہا ہو اسکی تعریف بھی کرنی چاہیے تاکہ اسکے اندر مزید اچھا کام کرنے کی ہمت پیدا ہو مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے رویوں میں تبدیلی پیدا کرلی ہے اپنوں کے ساتھ ہمارا رویہ بہت اچھا ہو جاتا ہے جبکہ غیروں کے لیے ہم منافقت اور دشمنوں والا رویہ اختیار کرلیتے ہیں یا یوں سمجھ لیں کہ جہاں ہمیں مطلب ہوتا ہے

اسے ہم اپنے سر ماتھے پر بٹھا لیتے ہیں اور جہاں مطلب نہیں ہوتا اسے ہم جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں ہم نے اپنے اندر یہ جو تفریق پیدا کرلی ہے یہی سب سے بڑی ہماری ناکامی کا سبب ہے اگر کوئی صاحب اختیار یا پیسے والا یہ سمجھتا ہے کہ اب اسکے پاس اتنا کچھ ہے کہ اسے کسی اور کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو یہ اسکی بھول اور نادانی ہے کیونکہ انسان اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک وہ مخلوق خدا سے دل سے پیار کرنا شروع نہ کردے مگر ہم نے اپنی اپنی چاہتوں ، محبتوں اور نفرتوں کے الگ الگ پیمانے بنا رکھے ہیں اپنی ضرورت اور مطلب کی خاطر جس سے کام لینا ہوتا ہے اسکو اسی خانے میں فٹ کر دیتے ہیں اور جب کام نکل جاتا ہے تو پھر وہی پرانی روش ہوتی ہے اور ہم ہوتے ہیں عہدے اور پیسے کی چمک عارضی ہوتی ہے یہ کسی بھی وقت مغرور انسان سے چھن سکتی ہے جبکہ اعلی ظرف لوگ کبھی بھی کم ظرفی کا مظاہرہ نہیں کرتے اعلی ظرفی کا مظاہرا اگر کسی نے دیکھنا ہو تو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں بطور سیکریٹری کام کرنے والے ثاقب علیم ،طاہر رضا نقوی ،جوائنٹ سیکریٹری عبدالقیوم کو دیکھ لیں جنہوں نے اپنے خلاف تنقید کو بھی اصلاح کے طور پر لیا یہی وجہ ہے کہ ان سے ایک بار ملنے والا دوبارہ ان سے ملنے کا خواہش مند رہتا ہے اگر لاہور میں بھاگ بھاگ کر عوام کی خدمت کرنے میں مصروف کسی سرکاری ملازم کو دیکھنا ہو تو وہ ڈاکٹر سہیل ثقلین ،پنجاب اسمبلی میں بیٹھے ہوئے محمد اکبر، عاصم سلیم اوقاف میں بیٹھے ہوئے افسران کو دیکھ لیں جبکہ ہمارے

ہاں اکثریت ایسے افسران کی ہے جو عہدہ ملتے ہی اپنا آپ ظاہر کرنا شروع کردیتے ہیں اگر کسی کا کوئی جائز کام انکے پاس آجائے تو وہ اس کام کو ایسے کرتے ہیں جیسے بکری کے دودھ دینے کی مثال ہے جبکہ اپنے سے اوپر بیٹھے ہوئے افراد کے آگے منہ کے بل لیٹ جاتے ہیں پھر وہاں انہیں کوئی کام بھی غیر قانونی ہوتا ہوا نظر نہیں آتا پنجاب کے محکمہ ڈی جی پی آر میں بیٹھے ہوئے ڈپٹی ڈائریکٹر علی طاہر کے خلاف لکھا تو اس نے روزنامہ پاکستان اسلام آباد کے اشتہار بند کردیے اور انہیں میرا کالم بند کرنے کی شرط پر دوبارہ اشتہار جاری کرنے کا حکم نامہ سنادیا اور مجبوراً اشتہارات کی خاطر انہوں نے میرا کالم چھاپنا بند کردیا مگر میں نے اپنی قلم کی نوک کی سیاہی کو ابابیل کی چونچ میں ان پانی کی قطروں کی طرح کرپٹ اور چوروں کے خلاف استعمال کرنے سے روکا نہیں مجھے معلوم ہے کہ یہاں کرپشن ،چور بازاری اور لوٹ مار کا جھنجھڑ ہے جو میرے لکھنے سے رک نہیں جائے گا مگر تاریخ میں یہ تو لکھا جائے گا کہ جب فرعون بنے افسران کے سامنے سب بے بس تھے کوئی بولنے والا نہیں تھا اس وقت کوئی تو دکھی عوام کے ساتھ کھڑا تھا اور اس وقت اگر کوئی مظلوم کے ساتھ ہے تو وہ میڈیا کے لوگ ہیں جو ہر مشکل وقت میں عوام اور افسران کے ساتھ بھی ہوتے ہیں اور خوشحالی کے دور میں انہی کی باتیں بھی سنتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مسلم لیگ ن کے سابقہ دور حکومت میں جب جیلوں کے وزیر چوہدری عبدالغفور میو تھے تو اس وقت محکمہ جیل خانہ جات میں آئی جی کی سیٹ کے لیے

فیصلہ ہونا تھا اس دور میں بھی حکومت ہر وقت میرٹ کے مطابق فیصلوں کا اعلان کرتی تھی مگر ہوتا اسکے برعکس تھا موجودہ آئی جی فاروق نذیر چونکہ سب سے سینئر تھے اسلیے انہیں ڈر تھا کہ انکی جگہ کسی اور کو نہ لگایا جائے پنجاب اسمبلی کے کمیٹی روم میں میٹنگ تھی جس میں چوہدری غفور سمیت میاں فاروق نذیر اور بہت سے افسران بھی موجود تھے تو میں نے وزیر جیل خانہ جات سے پوچھا کہ وزیر اعلی پنجاب میرٹ کا بہت اعلان کرتے ہیں کیا آپ آئی جی بھی میرٹ پر لگائیں گے یا کسی سفارشی کو آگے لائیں گے جس پر چوہدری غفور یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ پنجاب حکومت میرٹ پر آئی جی کی تعیناتی کریگی اور چند روز بعد میاں فاروق نذیر کے بطور آئی جی جیل خانہ جات کے آرڈر ہوگئے مگر کچھ عرصہ بعد ہی انکے ایک جونیئر کوکب وڑائچ کو آئی جی جیل خانہ جات تعینات کرکے میاں فاروق نذیر کو ڈی آئی جی ملتان بنا دیا گیا جس پر میاں فاروق نذیر نے چھٹیاں لیکر اپنی پوسٹنگ کے حوالہ سے سفارشیں ڈھونڈنا شروع کردی بلاآخر چھٹیاں بھی ختم ہوگئی اور کام بھی نہ بنا کہ ایک دن اچانک میری ان سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے پریشانی کے عالم میں کہا کہ میں کوکب ندیم وڑائچ کے نیچے بطور ڈی آئی جی کام نہیں کرسکتا اور اب مزید چھٹیاں بھی نہیں مل سکتی جس پر میں انہیں لیکر اپنے ایک نہایت ہی مہربان اور شفیق دوست کے پاس گیا تو انہوں نے انکی مشکل آسان کردی جسکے بعد میاں فاروق نذیر سیکریٹریٹ میں تعینات ہوگئے مگر جب یہ دوبارہ آئی جی بنے تو میں ایک جیل کے

وارڈر کے تبادلے کے لیے گیا تو انہوں نے کہا کہ یہاں صحافی پیسے لیکر تبادلے کرواتے ہیں اور ٹال مٹول سے کام لیکر غریب وارڈر کا تبادلہ نہ کیا جبکہ صرف ایک فون اوراوپر سے آنے والی ایک لسٹ پر جیل میں بھرتی ہونے والی میرٹ لسٹ کو تہس نہس کرنے والے اس وقت کے مجبور فاروق نذیر سے انکی ٹرانسفر کے لیے میں نے تو کوئی پیسہ نہیں لیا اگر کوئی ہمیں اس قابل سمجھتا ہے کہ ہم انکی آواز بلند کر سکتے ہیں تو پھر یہ صحافیوں پر ا لزام کیسا میاں صاحب ؟

میرٹ کے نام پر فراڈ

سیاسی دور ہو یا فوجی دور ہر دور میں سفارشیوں اور کرپٹ سرکاری ملازمین کی موجیں ہی رہی جبکہ ایمانداری اور میرٹ کے جھانسے میں آنے والا یا تو بندوق اٹھانے پر مجبور ہوگیا یا پھر چھوٹی موٹی چوری کے جرم میں جرائم کی یونیورسٹی المعروف جیل میں چلا گیا جہاں نہ صرف کرپشن کے سلطان موجود ہیں بلکہ انکی سرپرستی کرنے والے جیلر حضرات بھی بڑے رعب اور دبدبے کے ساتھ براجمان ہیں جیل کی نوکری سے قبل انسان جتنا بھی ایماندار اور پرہیزگار ہو اس کے اندر حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہو مگر جیل کے ہوا لگنے کے بعد سب کچھ تبدیل ہوجاتا ہے ایک خاکروب سے لیکر جیلر تک اور پھر اس سے اوپر تک جتنے بھی ملازمین موجود ہیں سب کے سب کرپشن کی بہتی گنگا میں ہاتھ ہی نہیں دھو رہے بلکہ اس میں غوطے بھی لگا رہے ہیں صرف گنتی کے چند ایک کے سوا۔ یہ صرف ایک سرکاری محکمے کا حال نہیں ہے بلکہ ہر طرف ایسا ہی لوٹ مار کا سماء ہے اگر حکومت اپنے وعدے کے مطابق صرف میرٹ پر نوکریاں اور تعیناتیاں کرنا شروع کردے تو بھی معاشرے میں جو تشدد کا رجحان بڑھتا جارہا ہے وہ کسی حد تک رک سکتا ہے مگر حکومتی کارندوں کی من مانیوں کی بدولت جو کھیل غریب، مستحق اور محنتی افراد کے ساتھ کھیلا جارہا ہے وہ ہمیں صرف اور صرف تباہی کے راستے پر دھکیل

رہا ہے ہم جتنی بھی کوشش کرلیں اس وقت تک ترقی کی شاہراہ پر منزل مقصود کی طرف جانے والی ٹرین میں سوار نہیں ہو سکتے جب تک حق دار کو اسکا حق نہ دیدیا جائے وزیر اعظم میاں نواز شریف اور وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف جو اپنی اکثر تقریروں میں میرٹ پر بہت بات کرتے ہیں مگر انہی کے دور میں جہاں میرٹ کو پاؤں تلے روندا گیا وہی پر ایسے افسران کی میرٹ سے ہٹ کر تعیناتیاں بھی کردی گئ جن کے خلاف خفیہ اداروں کی رپورٹس تھی کہ انہیں کسی اہم پوسٹ پر تعینات نہ کیا جائے مگر حکومت نے احد چیمہ ، ڈاکٹر حیدر اشرف اور نورالامین مینگل جیسے بہت سے ایسے افراد کو اعلی عہدوں پر بٹھا رکھا ہے جنکے خلاف خفیہ ادارے کی رپورٹیں موجود ہیں جبکہ پنجاب میں بعض اہم سیٹوں پر کام کرنے والے افسران جونیئر ہونے کے باوجود اپنے سے بڑی سیٹوں پر قبضہ کیے ہوئے ہیں بلکہ ایک ٹکٹ میں دو اور تین مزے بھی لے رہے ہیں کیا اس سے حکومت یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ سینئر افسران میں اتنا ٹیلنٹ نہیں ہے کہ انہیں بھی کوئی مناسب عہدے پر تعینات کردیا جائے یا پھر حکومتی اقربا پروری سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اپنے سکیل سے بڑی پوسٹوں پر تعینات ہونے والے کماؤ پوت اور اچھی نوکری کے ساتھ ساتھ اچھی چاکری بھی کرنے والے ہر جائز اور ناجائز حکومتی کام بلا روک ٹوک اور چوں چراں کیے بغیر فوری کردیتے ہیں اسی لیے انہیں سینئرز پر ترجیح دیکر اہم عدہوں پر تعینات کردیا جاتا ہے آخر کوئی تو ایسی خصوصیات ان میں موجود ہیں جو صرف حکمرانوں کو ہی نظر آتی ہے اس وقت پنجاب کے محکمہ اطلاعات

میں سیکریٹری کے فرائض اسکا منشی مکمل ہوش و حواس سے ادا کر رہا ہے جبکہ محکمہ اطلاعات کے اندر کی اطلاع یہ بھی ہے کہ وہاں مختلف ایجنسیوں کو مطلوب افراد اہم عہدوں پر تعینات ہیں جن پر کروڑوں روپے کرپشن کے چارجز ہیں اسکے ساتھ ساتھ پنجاب کے مختلف شہروں میں محکمہ اطلاعت کے 9ڈائریکٹوریٹ جبکہ 5 لاہور میں ہیں جو خود مختار ہونے کے باوجود اپنی سٹیشنری تک نہیں خرید سکتے کیونکہ یہاں پر بیٹھے عرصہ دراز سے براجمان ڈائریکٹر ایڈمن ارشد سعید نے اپنے کسی عزیز کے نام پر بنائی ہوئی فرضی کمپنی کے زریعے تمام مال سپلائی کرنا ہوتا ہے جبکہ ایک مریض شخص ڈائریکٹر نیوز الیکٹرونک میڈیا کو اوپر تیسری منزل پر شفٹ کردیا اور انکا کمرہ ایک خوش آمدی انفارمیشن آفیسر اشتیاق کے حوالے کر دیا گیا ہے جس نے پہلے ہی اپنی دوکانداری اچھی سجا رکھی تھی امید ہے اب مزید بہتر ہوجائے گی یہاں ہر روز لاکھوں روپے کی ڈیل ہوتی ہے جبکہ اس سے اوپر کروڑوں روپے کا لین دین ہورہا ہے خفیہ اطلاعت یہ بھی ہیں کہ یہ غیر قانونی انداز میں اکٹھے ہونے والے پیسے کسی این جی او کے اکاونٹ میں جا کر حلال ہورہے ہیں جبکہ یہی روش حکومت میں رہ کر عوامی خدمت کرنے والے وزیروں نے بھی اپنا رکھی ہے میرٹ کی دھجیاں اڑانے والوں نے ایسی ایسی مثالیں قائم کر دی ہے کہ جنکا ازالہ ممکن نہیں ہے مرکز میں بیٹھے ہوئے ایک وزیر مملکت شیخ آفتاب احمد نے بھی ایک ایسی خاتون زروا خلیل کو زبردستی سٹینو ٹائپسٹ بھرتی کروالیا جو میرٹ کے لحاظ سے زیرو تھی جو ہر ٹیسٹ میں

زیرو تھی جبکہ مزے کی بات یہ ہے کہ اسے جس کام (شارٹ ہینڈ) کے لیے رکھا جانا تھا وہ کام اسکے قریب سے بھی نہیں گذرا تھا مگر وہ وزیر کی چہیتی تھی اس لیے اسے علی رضاء اور سجاد پر فوقیت دیکر رکھ لیا گیا جو ہر لحاظ سے اس سیٹ کے لیے بہترین تھے اور ہر ٹیسٹ میں نمبر بھی اچھے لیے تھے اب اگر ایسے افراد جو ہر لحاظ سے میرٹ پر بھی آتے ہو محنتی بھی ہو اور غریب خاندان سے تعلق بھی ہو انہیں اگر نوکری نہیں ملے گی تو پھر وہ آخر کار کیا کرینگے کیا یہ بھی کل کسی بے روزگار کی طرح ہاتھ میں بندوق پکڑ کر لٹیروں کو لوٹتے نظر آئیں گے کیا حکومت نے ہاتھی کے دانتوں کو میرٹ کا نام دے رکھا ہے جو کھانے کے اور اور دکھانے کے اور ہوتے ہیں کیا یہ پڑھے لکھے، محنتی اور غریب خاندان کے لڑکوں کے ساتھ معاشی دہشت گردی نہیں ہو رہی نہ جانے کب ہمیں میرٹ کے نام پر فراڈ کرنے والے ان اقربا پروروں سے نجات ملے گی اور نہ جانے کب اور کس دور میں میرٹ ایک حقیقت بن کر سامنے آئے گا۔

مارخور

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بستی کے قریبی پہاڑ پر ایک مارخور رہتا تھا۔اس مارخور نے وہ پہاڑ اس لئے چنا تھا کیونکہ اس پہاڑ پر بہت سے چھوٹے بڑے زہریلے سانپ رہتے تھے جو اپنی خبیث حرکتوں سے دوسرے جنگلی جانوروں اور انسانوں کو تنگ کرتے رہتے تھے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ مارخور سانپ کھا جاتا ہے تو ان سانپوں کا وہ شکار کیا کرتا تھا۔ آہستہ آہستہ پہاڑ پر بسنے والی انسانی آبادی اور تمام مخلوقات میں وہ مارخور مقبول ہوتا گیا۔ لوگ اسے نجات دہندہ سمجھنے لگے۔ اور اس سے پیار کرنے لگے۔دوسری طرف سانپوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ وہ دن رات مارخور کو ڈسنے کا سوچتے رہتے۔ مگر جیسے ہی کوئی اسکے قریب آتا مارا جاتا۔ پھر جب کوئی سانپ مارخور کے ہاتھوں مارا جاتا تو یہ بات انکے خاندانوں میں بڑی عزت کی بات سمجھی جاتی تھی۔ جب کسی سانپ کے مرنے کی خبر آتی تو سب سانپ خوب روتے، آنسو بہاتے، اور مرنے والے سانپ کے دوستوں اور رشتہ داروں کی تو اچھی خاصی مشہوری ہو جاتی تھی۔ کہ بیچارہ ظلم کے خلاف سچائی کی جدوجہد کرتا مارا گیاآہستہ آہستہ جب ان سانپوں نے دیکھا کہ مارخور کو براہ راست مقابلہ کرکے مارنا ناممکن ہے تو انہوں نے ایک خطرناک منصوبہ بنایاایک مارخوراب ہر سانپ کے پیچھے تو نہیں جا سکتا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ وہ ایک سانپ کو مارخور کے

سامنے بھگائیں گے جب وہ اسکا پیچھا کرے گا اتنے میں دوسرے سانپ انسانی بستی میں داخل ہو کر انسانوں کو تنگ کیا کریں گے اور ایسا ہی ہوا۔اب مارخور کی موجودگی کے باوجود انسانی بستی اور دوسری معصوم جنگلی مخلوقات میں سے روز کوئی نہ کوئی سانپ کے کاٹنے سے مرنے لگا۔ لوگوں میں سخت غم و غصہ پایا جانے لگا۔ کوئی کہتا کہ مارخور کو مار دو خوامخواہ یہ یہاں رہ رہا ہے۔ اسکے رہنے کا کیا فائدہ جب یہ کچھ کر نہیں سکتا۔ کوئی کہتا کہ اسکو ذبح کر دو اسکے سینگ بیچ دیں گے۔ جنگلی جانور بھی بہت پریشان تھے کہ آخر ایسا کیا ہوا کہ ہمارا پیارا مارخور ان سانپوں کو دیکھ نہیں پا رہا۔ایسے میں کچھ برفانی لومڑیاں جو مارخور کا گوشت کھانے کے خواب دیکھتی تھیں اور ہمیشہ ناکام رہتی تھیں میدان میں آگئیں۔ انہوں نے مارخور کے خلاف پوری مہم ہی چلا ڈالی۔ ہر طرف شور مچنے لگا کہ مارخور کا کیا فائدہ ؟مارخور بیچارہ دن رات محنت سے اپنے کام پر لگا رہتا۔ اسے خبر ہی نہ تھی کہ اس سے پیار کرنے والی مخلوقات اب اسکی دشمن بنتی جا رہی ہے۔ اسکے خلاف سازشیں سنتی ہے اور اسکے دشمنوں کی ہر بات کا یقین کرتی جا رہی ہے۔اب مارخور تک بھی وہ نفرت پہنچنے لگی تھی۔ اور اسے نظر آ رہا تھا کہ اسکا وہاں رہنے کا اب کوئی فائدہ نہیں۔اداس دل کے ساتھ ایک رات وہ بستی کے قریبی ویرانے کی طرف جانے والے راستے پر بیٹھا تھا۔ کہ اس نے کچھ سانپ دیکھے مارخور کی بھوک تو کب کی مٹ چکی تھی۔ اس نے انکا پیچھا نہیں کیا اب سانپوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ پیچھے کیوں نہیں آ رہا ہے

اگر یہ جلدی نہ آیا تو بستی میں جانے والے سانپوں کو دیکھ لے گا اور انکا پول کھل جائے گا۔ یہ سوچ کر وہ سانپ شور مچانے لگے جان بوجھ کر اسکے آس پاس منڈلانے لگے مارخور کو یہ بات کچھ عجیب لگی وہ حقیقت جاننے سونے کا بہانہ کرنے لگا۔ اب ان سانپوں نے سوچا کہ شاید اب ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں رہا کیونکہ اسکو اب اسکے چاہنے والوں کی حمایت حاصل نہیں رہی۔ تو انھوں نے اس پر آوازیں کسنا شروع کر دیں۔ اور خوشی سے ناچنے لگے۔ ناچتے ناچتے دوسرے سانپ بھی انکے قریب جمع ہونا شروع ہو گئے اور کچھ سانپ موقع غنیمت جانتے ہوئے بستی میں داخل ہونے لگے۔ جنھیں مارخور نے دیکھ لیا۔ اب اسکی سمجھ میں ساری بات آ گئی۔ اس نے نہایت پھرتی سے قریبی سانپوں کو ختم کیا اور بستی میں داخل ہونے کی کوشش کرنے والے سانپوں کی گردن دبوچ لی۔ کہا جاتا ہے کہ اس رات سینکڑوں سانپ مارے گئے۔ اور برفانی لومڑیاں جو مارخور کے مرنے کے انتظار میں رالیں ٹپکا رہی تھیں پھر سے بھوکی رہ گئیں۔ سنا ہے کہ آج بھی اس علاقے میں سانپ ان مرنے والے سانپوں کی یاد میں موم بتیاں جلاتے ہیں اور لومڑیاں دوسری تمام مخلوقات میں خوب بن ٹھن بال کٹا کر جاتی ہیں اور مارخور کے خلاف باتیں کرتی ہیں اور اس رات والے واقعے کو مارخور کی حیوانیت، ظلم اور درندگی بتاتی ہیں۔ کچھ انکا یقین کر لیتے ہیں اور کچھ انہیں مار کر بھگا دیتے ہیں۔ لیکن سانپ آج بھی جب اپنے گھروں سے نکلتے ہیں تو وصیت کر کے نکلتے ہیں کہ ''اگر مجھے کچھ ہوا تو اسکا ذمیدار صرف اور صرف مارخور ہوگا

مارخور پاکستان کا قومی جانور ہے آئی ایس آئی کا سرکاری نشان مارخور رکھنے کی دو بڑی وجوہات ہو سکتی ہیں ایک تو یہ پاکستان کا قومی جانور ہے دوسرا آئی ایس آئی کا کام ہی یہی ہے کہ پاکستانیوں اور مسلمانوں کے بھیس میں چھپے سانپ پکڑنا یہ سانپ اپنے بلوں میں چھپے رہتے ہیں اور انکے بلوں میں انکے روابط کئی غیر ملکی زہریلے ناگوں سے ہوتے ہیں جنکی یہ پوجا کرتے ہیں ایسے تمام سانپوں کے دل دہل جاتے ہیں جب یہ مارخور کو دیکھتے ہیں۔ اسی لئے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کچھ ہوا تو اسکا ذمہ دار مارخور یعنی آئی ایس آئی ہوگی سنا تھا جس سے محبت ہو ہر سو وہی دکھائی دیتا ہے کچھ لوگوں کو آئی ایس آئی کے لوگو میں بھی دجال نظر آتا ہے...... آئی ایس آئی زندہ باد۔۔ پاکستان زندہ باد

نئی کامیابیوں کی نوید

دسمبر 15 کا آخری دن جہاں ایک سال بچھڑ جانے کی خبر دے رہا ہے وہیں نئے سال میں نئے جذبوں، نئی امنگوں، نئی کامیابیوں کی نوید بھی سنا رہا ہے لیکن کچھ کر دکھانے کا جو جذبہ اور ولولہ سال کے آغاز میں ہوتا ہے وہ ابتدائی ماہ گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات و سیاسی گردش دوراں کی دھول میں کہیں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر گذرنے والے سال پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو احساس ہوگا کہ یہ سال بھی خوشیاں کم ،مگر غموں کی بھرمار دے کر گذر گیا اگرچہ کراچی کی صورتحال میں ایک خوشگوار تبدیلی تو آئی ہے مگر کئی خونی واقعات اور حادثات دل پر گہرے نشان چھوڑ گئے ہیں جن میں رمضان المبارک میں شدید گرمی کے عالم میں عوام کی بے بسی ، بجلی کی لوڈ شیڈنگ ،اور ارباب اختیار کی بے حسی ،حج کے دوران بھگدڑ میں شہادتیں ، محرم میں دہشت گردی کا واقعہ اور ابھی 26 اکتوبر کو پشاور زلزلے کا ہولناک سانحہ جو 2005ء کے زلزلے کی یاد تازہ کرگیا جسکے متاثرین آج بھی حکومتی امداد کے منتظر اور اپنی تباہی پر نوحہ کناں ہیں تاریخ گواہ ہے کہ سینکڑوں قومیں ان آفات کے ہاتھوں مٹ گئیں جبکہ قران وحدیث میں قدرتی آفات کو انسانی عمال کا نتیجہ قرار دیاگیا ہے اس روشنی میں ہمیں توبہ استغفار کرنے کی اشد ضرورت ہے مگر

توبہ، استغفار اور شکر بھی اس وقت ادا ہوتا ہے جب انسانی اپنی معاشی مجبوریوں سے آزاد ہو اسے زندگی کی تمام سہولیات میسر ہوں یا دوسری صورت میں معاشی مجبوریوں کے ہاتھوں غلط کام پر مجبور ہونے والے جب کبھی کسی کی پکڑ میں آجائیں تب وہ توبہ استغفار کی طرف راغب ہوتے ہیں انسان کو برائی سے روکنا اور اسکی زندگی کی گاڑی کو رواں دواں رکھنے کے لیے اسے معاشی خطرات سے بچانا حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن ہمارے یہاں حکمرانوں کو سیاسی بازار کی سرگرمیوں سے فرصت ملے تو وہ عام آدمی کی طرف توجہ دے یہاں پر انصاف کے حصول کے لیے بھی خودکشی کرنا پڑتی ہے یا پھر جنازوں کو بیچ چوراہے لاکر رکھنا پڑتا ہے پھر کہیں جاکر قانون کے کان پر جوں رینگنا شروع کرتی ہے ہماری موجودہ حکومت سمیت پچھلی تمام حکومت نے ملک اور قوم کے نام پر ایسے ایسے فراڈ کرڈالے عوام کو ناکوں چنے چبوادیے کرپشن، کمیشن، اقرباپروری لوٹ مار اور عہدوں کی بندر بانٹ نے ملک میں زلزلہ پیدا کر رکھا ہے غریب قوم کے، اربوں روپے لوٹ لیے گئے امداد، بھیک اور قرضوں نے جہاں سیاستدانوں کے بنک اکاؤنٹ بھر دیے وہیں ہمارے سرکاری افسران نے بھی اپنی جھولیاں بھر لی میرٹ اور انصاف کے نام پر محنتی، قابل اور مستحق افراد کو مہنگائی، بے روزگاری اور غربت کی دلدل میں دھکیل کر صرف اپنے سے اوپر کے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ہر وہ غیر قانونی اور غیر آئینی کا کیا گیا کہ ملک کی تقدیر کے فیصلے کرنے کا اختیار اپنے ووٹ کے زریعے دوسروں کو دینے والا ووٹر آج بھی چند ہزار اجرت

کیلیے نوکریوں کی تلاش میں سرکاری دفاتروں کے چکر کاٹنے پر مجبور ہے ہمارے حکمرانوں نے آئین اور قانون کو گھر کی لونڈی بنا رکھا ہے جب ضرورت پڑی بالوں سے پکڑ کر کھینچ لیا اور جب دل بھر گیا تو کسی قید خانے میں دھکا دیدیا حکمرانوں نے تو معذوروں کو بھی نہیں چھوڑا انہیں بھی سڑکوں پر لا کر پولیس کے ڈنڈوں سے نچواتے رہے جو حکمران آئین اور قانون کے مطابق معذوروں کو انکے حقوق نہیں دے سکتی وہ عام آدمی کا کیا بھلا چاہے گی حکمران اپنے ذاتی معاملہ میں تو آئین اور قانون کو گھسیٹ کر درمیان میں لے آتے ہیں مگر جہاں پر پاکستان کا آئین آرٹیکل 38 (d) اس بات کی تشریح کرتا ہے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ معذوروں کو عام آدمی کے برابر زندگی کی تمام سہولیات فراہم کرے جن میں انسان کی بنیادی ضروریات روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور صحت کی سہولیات ہر پاکستانی کو بلا کسی تفریق، رنگ ونسل، مذہب فراہم کرے مگر بات پھر وہی پر ختم ہوتی ہے کہ پاکستان میں آئین اور قانون تو حکمرانوں کا کھلونا ہے سابق صدر جنرل ضیاء الحق نے 1981 میں ایک آرڈیننس کے زریعے ایک قانون متعارف کروایا تھا کہ سرکاری اور پرائیوٹ اداروں میں معذور افراد کو دو اور تین فیصد کوٹہ کے حساب سے ملازمتیں فراہم کی جائیں گی اور جو ادارے معذور کو انکے کوٹہ کے مطابق ملازمت نہیں دینگے وہ ہر ماہ ایک ہزار روپیہ حکومت کو جمع کروائیں گے تاکہ اس طرح اکٹھی ہونے والی رقم کو معذور افراد کی فلاح وبہبود پر لگایا جاسکے اور اب 18ویں ترمیم کے زریعے معذور افراد کی

ذمہ داری صوبوں پر آچکی ہے جو انہیں مسلسل نظر انداز کرکے انہیں بھیک مانگنے پر مجبور تعلیم تو عام ہے ہی ان میں سے بعض پیMA اورBA کررہے ہیں ان معذور افراد میں ایچ ڈی بھی ہیں مگر بے روزگاری کا جو طوق حکومت نے انکے گلے میں فٹ کررکھا ہے وہ اترنے کا نام نہیں لے رہا پاکستان میں اس وقت کل آبادی کا 19.2 فیصد طبقہ معذوری کی زندگی گذار رہا ہے جن میں گونگے ،بہرے، جسمانی معذور اور ذہنی معذور افراد شامل ہیں جبکہ ان معذور افراد میں 58.4 فیصد مرد اور 41.6 فیصد خواتین شامل ہیں اور ان معذور افراد کی سب سے زیادہ تعداد پنجاب میں 55.9 فیصد، 28.4 فیصد سندھ میں آباد ہے جبکہ ہر سال 2.65 فیصد سے ملک بھر میں معذور افراد کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے اور انکے لیے ملک بھر میں کوئی خاص سہولت میسر نہیں ہے اور نہ ہی انکا کوئی والی وارث ہے 2015 میں جب کلب چوک مال روڈ پر ان معذور افراد پر ڈنڈے برسائے جارہے تھے تو اس وقت مجھے عبدالقیوم بہت یاد آئے جنکی بدولت معذور افراد کبھی بھی وزیر اعلی کے دفاتر سے مایوس نہیں لوٹتے تھے اور جنکے اسلام آباد جانے کے بعد معذوروں پر وزیر اعلی دفاتر کے دروازے بند کردیے گئے انہیں سرعام سڑکوں پر گھسیٹا گیا ڈنڈے برسائے گئے مگر انہیں انکا حق نہیں دیا گیا جس پر معذور افراد یہ کہنے پر مجبور ہوگئے تھے کہ وہ قیوم صاحب کے تبادلے کے بعد یتیم ہوگئے ہیں دعا ہے کہ نئے سال میں اللہ تعالی حکمرانوں کو صحیح معنوں میں عوام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

صحافیوں کا داتا دربار

دوستو30 دسمبر کو لاہور پریس کلب کے الیکشن تھے پریس کلب کے الیکشن کا جو ماحول دیکھا گیا وہ لمحہ فکریہ ہے ہم سب کے لیے 'بہت سارے ہمارے قابل احترام سنئیرز یہ کہتے سنے گئے کہ وہ آئندہ سال سوچیں گے کہ ووٹ کاسٹ کرنے کے لیے جانا چاہیے یا نہیں ؟یہ صورتحال کیوں پیدا ہوئی ؟اس کا ذمہ دار کون ہے ؟انتخابات میں اختلاف رائے ہوتا تھا پہلے بھی مگر گلی محلوں کے تھڑے بازوں والا ماحول نہیں دیکھا گیا تھا کبھی مگر اس دن تو لگا کہ کسی دوردراز قصبے کے بلدیاتی انتخابات ہورہے ہیں شعبدہ بازوں، کا زور نظر آرہا تھا جبکہ حقیقی صحافی عزت بچانے کی کوشش میں مصروف رہے۔ لاہور پریس کلب کی تاریخ میں جو کبھی نہیں ہوا وہ بھی ہوا, سینئر صحافی بغیر ووٹ ڈالے ہی واپس چلے گئے اس موقعہ پر میں ارشد انصاری کی تعریف ذرور کرونگا کہ جنھوں نے حالات خراب ہونے پر فوری طور پر الیکشن سے دستبرار ہونے کا اعلان کردیا تھا مگر شہباز میاں اور شاداب ریاض نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اس کام سے روکے رکھا۔ماضی کے واقعات پر لڑنے کی بجائے ہمیں ان سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے کہ اپنی تحریروں ، تبصروں اور وعظوں میں دوسروں پر نشتر چلانے والے خود پر بھی ہونے والی تنقید کو.برداشت کرنے کی ہمت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ صحافت کے نام پر قبضہ مافیا اور غنڈہ گردی کو پروان

چڑھانے والوں کو بے نقاب بھی کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر جو ریت ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے اسے کوئی نہیں روک سکے گا اور یہ ابتداء تھی جو اس دن ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس دن مال روڈ پر فن وثقافت کے مرکز الحمراء میں گالی ہی چلی گولی نہیں۔ اس لیے ہمیں ان دنگے فساد کی صحافتی سیاست سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے وقار اور کلب کے تقدس کی خاطر سب کو عزت دیں اسی میں ہماری فلاح وبہبود ہے کیونکہ پریس کلب صحافیوں کی وہ واحد تفریح گاہ اور تربیت گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ صحافیوں کا داتا دربار بھی ہے جہاں انتہائی مناسب قیمت میں معیاری اور صاف ستھرا کھانا فراہم ہوتا ہے پریس کلب کو صحافیوں کا داتا دربار اس لیے بھی کہا ہے کہ جس طرح فکر معاش کے سلسلہ میں آنے والے بہت سے افراد دربار داتا صاحب کے جاری لنگر سے اپنی بھوک مٹا کر اپنے کام دھندے میں مصروف ہو کر اپنے بچوں کے لیے بھی دال روٹی کا انتظام کرتے ہیں بلکل اسی طرح ہمارے بہت سے ایسے افراد جو شعبہ صحافت سے منسلک ہیں وہ اپنی محنت ،ایمانداری اور شرافت میں کسی سے کم نہیں مگر تنخواہوں کے ہاتھوں ضرور پریشان ہیں انکے لیے پریس کلب کی کینٹین کسی نعمت سے کم نہیں ہے جبکہ نئے آنے والے افراد کے لیے یہ ایک تربیت گاہ ہے جہاں بہت سے سینئر افراد انہیں اپنے تجربات کی روشنی میں بہت کچھ سکھا دیتے ہیں آج پریس کلب کو تالے لگانے کی باتیں بھی سنی جارہی ہیں ایسی باتیں وہی افراد کر سکتے ہیں جن کے لیے صحافیوں کی فلاح وبہبود کے لیے کوئی پروگرام نہیں ہوتا پریس کلب

اگر نہ ہوتا تو بہت سے نامور صحافی شائد آج اس مقام پر نہ ہوتے کیونکہ انکا اٹھنا بیٹھا اور اوڑنا بچھونا لاہور پریس کلب ہی ہوتا تھا جہاں سے انہوں نے اپنی ابتدائی عملی زندگی کا آغاز کیا جس طرح لاہور پریس کلب صحافیوں کا داتا دربار ہے بلکل اسی طرح اسلام آباد جیسے مہنگے ترین شہر میں پریس کلب بھی صحافیوں کے لیے کسی نعمت خداوندی سے کم نہیں ہے ایسے ادارے جہاں صحافیوں کی عملی تربیت گاہیں ہیں وہی پر انہیں مشکلات اور پریشانیوں سے نکلنے کا راستہ بھی ملتا ہے اب لاہور پریس کلب کے الیکشن ایک بار پھر ہونے جارہے ہیں امید ہے اس بار ہم پرانی باتوں کو دفن کرکے ایک اچھے اور پڑھے لکھے شہری ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ووٹ کی طاقت سے وہ کردیں جو ہم چاہتے ہیں کیونکہ پریس کلب کی درودیوار کو اگر کوئی نقصان پہنچا تو پھر وہ ہم سب کے لیے ناقابل معافی اور تلافی ایسا جرم ہوگا جس کا خمیازہ نہ صرف لاہور کے صحافیوں کو بھگتنا پڑے گا بلکہ اسکے اثرات ملک کے باقی شہروں تک بھی جائیں گے اور عالمی سطح پر جو بدنامی کا داغ ہم پر لگے گا وہ کبھی دھلنے کا نام نہیں لے گااس لیے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بطور صحافی ہی الیکشن میں حصہ لیکر اپنے آپ کو صحافی ہی کہلوائیں نہ کہ ہم سیاسی بن جائیں جو لوگ اس الیکشن کو صحافتی الیکشن کی بجائے سیاسی الیکشن بنانا چاہتے ہیں ان سے گذارش ہے کہ وہ کسی سیاسی جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے عام الیکشن میں حصہ لے لیں خدارا صحافت کو سیاست سے پاک رکھیں کیونکہ درباروں ،خانقاہوں اور

اداروں میں سبق پڑھایا جاتا ہے شجاعت کا، عدالت کا جسکے بعد ان سے پھر کام لیا جاتا ہے دنیا کی امامت کا۔

کیا خادم اعلیٰ نوٹس لیں گے؟

پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف بہت اچھا کام نہیں کر رہے تو اتنے برے بھی نہیں جا رہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انھوں نے صوبے میں امن وامان قائم رکھا ہوا ہے اور بہت عرصہ سے دوسرے صوبوں کی نسبت پنجاب میں کوئی بڑی دہشت گردی بھی نہیں ہوئی میٹرو بس کی کامیابی کے بعد اب لاہور میں اورنج لائن ٹرین کا منصوبہ بھی شروع ہو چکا ہے جسکا فائدہ بھی یقینا عوام کو پہنچے گا ان سفری سہولیات سے صرف وہی انسان واقف ہوگا جو پبلک ٹرانسپورٹ پر سفر کرتا رہا ہے ہو یا اب بھی کر رہا ہے اسے بخوبی اندازہ ہے کہ پہلے ویگنوں والے کس طرح انسان کو مرغے بن کر انہیں انکی منزل تک پہنچا کرتے تھے مگر بد قسمتی سے میاں شہباز شریف کے ساتھ جو ٹیم اس وقت نتھی ہو چکی ہے بلخصوص مانفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کے حوالہ سے انکی کرپشن اور لو سٹوریاں اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہی کیونکہ میرا تعلق صحافت سے ہے اور اس حوالہ سے میں گاہے بگاہے محکمہ اطلاعات کے اندر کی خبریں فراہم کرتا رہتا ہوں کیونکہ میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف انتہائی ایمانداری اور محنت سے عوامی فلاحی کاموں میں مصروف ہیں ۔حکومت کے اچھے کاموں کی تشہیر کروانا محکمہ اطلاعات کا کام ہے مگر یہاں پر بیٹھے ہوئے اعلیٰ عہدوں پر افسران پر انکی کرپشن میں مقدمات درج ہیں اور وہ بدستور لوٹ مار

میں مصروف ہیں اور ان افسران کی تعیناتیوں کی وجہ سے خادم اعلی کا امیج عوام میں دن بدن خراب ہوتا جارہا ہے کیونکہ انہوں نے چن چن کر ایسے خشک اور بداخلاق افسران کو اہم سیٹوں پر تعینات کر رکھا ہے جو صرف میاں برادران کی خوش آمد پر سبھی وقت صرف کرتے ہیں واہ واہ اور لیس سر کے علاوہ انکی زبان سے کوئی تیسرا لفظ نہیں نکلتا اس وقت میرٹ اور ایمانداری سے ہٹ کر جن افراد کو وزیر اعلی نے عہدے بانٹ رکھے ہیں وہی پنجاب حکومت کے لیے پریشانی کا باعث بھی بن رہے ہیں مجھے میاں برادران کی جلاوطنی کے وہ دن بھی یاد ہے جب پرویز مشرف کے دور میں اخبارات اور نیوز ایجنسیاں میاں برادران کی خبریں لگانے وار بھجوانے سے کتراتی تھی اس دور میں جب بھی میرا ٹیلی فون پر میاں شہباز شریف سے رابطہ ہوتا تو خبروں کے حوالہ سے انکے الفاظ آج بھی مجھے یاد ہیں کہ ہماری خبر اخبارات میں نہیں لگ رہی صرف میں اپنی نیوز ایجنسی کے زریعے میاں شہباز شریف کے بیانات اخبارات کو بھجواتا تھا اس وقت چوری کھانے والے مجنوں غائب ہوچکے تھے مگر جیسے ہی مسلم لیگ ن کی حکومت دوبارہ قائم ہوئی تو انہی افراد نے مختلف بلوں سے سر نکالنا شروع کردیے اور پھر آہستہ آہستہ میاں برادران کے قریب ہوگئے اور اب وہی افراد پھر اہم عہدوں پر براجمان ہیں جن کا کام صرف لوٹ مار اور پیسہ بنانا ہے یہی افسران چوہدری پرویز الہی کے دور میں بھی اہم عہدوں پر براجمان تھے جنھوں نے اب خادم اعلی کو پھر شیشے میں اتارا ہوا ہے۔ شہباز شریف حکومت نے اپنے کچھ اچھے کاموں کی طرح ایک

اور اچھا کام یہ کیا کہ پنجاب ٹرانسپیرنسی اینڈ رائٹ تو انفارمیشن ایکٹ 2013 کے تحت عام آدمی کو بھی معلومات تک رسائی کا موقعہ دیدیا مگر کچھ افسران اس ایکٹ کی بھی دھجیاں اڑانے میں مصروف ہیں اس ایکٹ کے تحت ہر ایسے فرد کو اسکی متعلقہ معلومات 14 دن کے اندر اندر فراہم کردی جائینگی جو اسے مطلوب ہیں مگر ایک ایسا محکمہ جو براہ راست وزیر اعلی پنجاب کی ماتحتی میں کام کر رہا ہے وہیں پر اس قانون کو پامال کیا جا رہا ہے اور یہ کسی کے مشاہدے کی نہیں بلکہ میں اپنے تجربے کی بات لکھ رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہوا کہ محکمہ اطلاعات پنجاب میں مختلف الیکٹرونکس آلات کی مد میں تقریبا 9 کروڑ روپے کی خریداری کی گئی ہے اس خریداری کے نتیجہ میں ٹینڈر سے لیکر خریداری اور اب بل تک میں کرپشن کی عجیب و غریب داستانیں سننے کو مل رہی ہیں میں نے اسی خریداری کے متعلق معلومات کے حصول کے لیے ایک درخواست ڈائری نمبر 3758 کے تحت 2 جون 2015 کو جمع کروادی محکمہ ڈی جی پی آر کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنے محکمہ کے باس کی عزت کا خیال رکھتے ہوئے فوری طور پر نہیں تو کم از کم 14 دن کے اندر ہی اس خریداری کے متعلق معلومات مجھے فراہم کردیتے مگر آج تقریبا 7 ماہ ہونے کو ہیں اور مجال ہے کہ اس معاملہ میں کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی کیونکہ ڈی جی پی آر میں اس سے قبل بھی اربوں روپے کے گھپلے ہوچکے ہیں جن کو پکڑنے کی کوشش اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل انٹی کرپشن پنجاب جناب عابد جاوید نے کی تھی مگر یہاں پر بیٹھے ہوئے کرپشن کنگ افسران

نے اپنے خلاف چلنے والی انکوائریاں نہ صرف رکوادی بلکہ عابد جاوید کا انٹی کرپشن سے تبادلہ ہی کروادیا اس محکمہ کے سیکریٹری اطلاعات جناب مومن علی آغا جو آدم بیزار شخصیت ہیں انکے زیر سایہ محکمہ ڈی جی پی آر میں کام کرنے والے افسران کی اکثریت اپنی تنخواہ سے کنوینس الاؤنس بھی نہیں کٹواتے اور سرکاری گاڑیاں اور پیٹرول بڑے مزے سے استعمال کررہے ہیں اسی محکمہ میں کام کرنے والے ایسے ملازمین بھی موجود ہیں جو عرصہ دراز سے دفتر نہیں آئے مگر ڈائریکٹر ایڈ من کی ملی بھگت سے اپنی تنخواہیں باقاعدگی سے وصول کررہے ہیں جبکہ اسی محکمہ میں کرپشن کنگ ڈائریکٹر ایڈ من نے اس وقت تین محکمے اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں جہاں پر کرپشن ۔لوٹ مار اور چور بازاری کا بازار گرم کررکھا ہے سیکریٹری کے کارخاص فیاض اور ڈی جی پی آر کے کار خاص اشتیاق امین اس محکمہ میں ایمانداری سے کام کرنے والے کسی بھی افسر کو ٹکنے نہیں دیتے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس محکمے کو یہ دونوں ملازمین ڈائریکٹر ایڈ من کی سرپرستی میں چلارہے ہیں کیا خادم اعلی پنجاب اپنے زیر سایہ چلنے والے اس محکمہ کی کرپشن کے خلاف بھی کوئی نوٹس لیں گے ؟

غرور اور ممکن

اللہ تعالی نے انسان کو بے شمار خوبیوں سے نواز رکھا ہے اور ان خوبیوں میں ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ انسان برے سے برے حالات میں بھی اپنے آپ کو سنبھال کر اپنے روشن مستقبل کی جدوجہد کرتا رہے انسان کی زندگی میں بعض اوقات ایسے حالات بھی بن جاتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی سمیت ہر چیز سے اکتا جاتا ہے ایسی حالت میں کمزور ارادوں کے مالک بزدل انسان حالات کے طوفان میں تنکوں کی طرح بکھر جاتے ہیں مگر جو انسان اپنے اوپر آنے والے ہر ناکامی سے ایک نیا سبق سیکھتا ہے وہی ایک دن کامیابی کی مثال بن جاتا ہے۔ عمدہ پلاننگ کرتا، شکست کھانا بری بات نہیں بلکہ شکست کھا کر ہمت ہار جانا بری بات ہے اور جو ہمت ہار جاتے ہیں پھر وقت بھی انہیں سہارا نہیں دیتا کیونکہ وقت کبھی ایک جیسا نہیں رہتا۔ جس طرح موسم بدلنے کا ایک وقت ہوتا ہے اسی طرح وقت کے بدلنے کا بھی ایک موسم ہوتا ہے، حالات بدلتے ہی رہتے ہیں اور حالات کے ساتھ حالت بھی بدل جاتی ہے جیسے رات آجائے تو نیند بھی کہیں سے آ ہی جاتی ہے اور وہ انسان کامیاب ہوتا ہے جس نے ابتداء کی تاریکیوں میں امید کا چراغ روشن رکھا ہو کیونکہ امید اسی خوشی کا نام ہے جسکے انتظار میں غم کے ایام کٹ جاتے ہیں امید کسی واقعہ کا نام نہیں یہ صرف مزاج کی ایک حالت ہے اور فطرت کے مہربان ہونے پر یقین کا نام امید ہے۔ زندگی

سے مایوس اور اپنے آپ کو ناکام کہنے والے انسان کو یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ انسان ہونا ہمارا انتخاب نہیں بلکہ قدرت کی عطا ہے لیکن اپنے اندر انسانیت بنائے رکھنا ہمارا انتخاب ہے۔انسانی زندگی کٹھن اور دشواریوں سے لبریز ہے جو لوگ اس مسافت سے تھک جاتے ہیں انہیں منزل نہیں ملتی مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنی ناکامیوں سے کام لینے کا ہنر آتا ہے وہی لوگ بالآخر اپنی منزل حاصل کرنے میں کامیاب ہو کر مایوس لوگوں کے لیے ایک زندہ مثال قائم کر جاتے ہیں ۔بہت سے ایسے افراد ہمارے ارد گرد موجود ہیں جن سے ہم زندگی میں متعدد بار ملتے رہتے ہیں مگر ہم نے کبھی انکی کامیابیوں کے پیچھے انکی ناکامیوں کے بعد انکے پختہ حوصلوں کو نہیں دیکھا ابھی چند دن قبل فیس بک نے اپنی تاریخ کا سب سے بڑا سودا کرتے ہوئے واٹس ایپ خرید لیا۔مگر ایک دن ایسا بھی تھا جب اسی فیس بک نے واٹس ایپ کے بانی.برائن اور ان کے ساتھی کو، نوکری دینے سے انکار کر دیا تھا۔دنیا بھر میں کروڑوں افراد واٹس ایپ استعمال کرتے ہیں مگر کسی کو یہ نہ معلوم ہوگا،کہ واٹس ایپ بنانے والے.برائن اور ان کے پارٹنر کو، ابتدا میں فیس بک اور ٹوئٹر نے نوکری دینے سے انکار کر دیا تھا۔مگر انہوں نے ہار ماننے کے بجائے ایک ایسی موبائل ایپلیکیشن بنانے کا سوچا،جس سے مفت میسیجز اور کالز کی جاسکیں۔فروری 2009 میں برائن اور ان کا ساتھی واٹس ایپ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔آج واٹس ایپ کے صارفین کی تعداد ایک ارب سے زائد ہو چکی ہے۔ 30 سے

کروڑ لوگ روزانہ واٹس ایپ استعمال کرتے ہیں، 10 لاکھ افراد ہر روز رجسٹر ہو 40 رہے ہیں، 60 کروڑ فوٹو روزانہ اپ لوڈ ہوتی ہیں، 20 کروڑ وائس میسجز جبکہ 10 ارب میسجز روزانہ بھیجے جاتے ہیں۔اسی مقبولیت کے سبب فیس نے واٹس ایپ کو 19 ارب ڈالر میں خریدنے کا اعلان کیا ہے۔اسے فیس بک کی اب تک کی سب سے بڑی خریداری بھی کہا جارہا ہے،فرض کریں کہ اگر برائن اور اسکا ساتھی نوکری نہ ملنے پر دلبرداشتہ ہوجاتے اور پھر ہماری طرح خود کشی کرلیتے یا پھر پستول لیکر لوگوں کو لوٹنے نکل کھڑے ہوتے اور پھر جیسے ہماری جیلیں بھری پڑی ہیں وہ بھی کسی جیل کے اندر ہوتے مگر انہوں نے اپنی کوششوں کا رخ دوسری طرف موڑدیا اور آخرکار وہی فیس بک جس نے انہیں نوکری دینے سے انکار کردیا اسی نے انکی بنائی ہوئی چیز 19 ارب ڈالر میں خرید لی کیا برائن اور اسکے ساتھی نوکری کی مدد سے اتنی دولت کما سکتے تھے بلکل نہیں وہ پوری زندگی نوکری کرنے کے بعد بھی اتنے خوشحال نہیں ہو سکتے تھے کہ وہ کوئی کمپنی بنا سکتے مگر انہوں نے نوکری سے جواب ملنے پر کمال کردکھایااور دنیا کو ایک ایسی سستی اور مفت سہولت میہا کردی جس کی بدولت ہم آج اپنی مختلف چیزیں لاکھوں لوگوں کو مفت پہنچارہے ہیں اس لیے ہمیں آنے والی کسی بھی پریشانی سے بلکل بھی گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ ناصر کاظمی کی غزل کے اس شعر کی مانند انسان کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ زندگی کا کوئی غم اسکے سامنے ٹھہر نہ سکے "پی جاایام کی تلخی کو بھی ہس کر ناصر، غم کو سہنے میں بھی قدرت نے مزا رکھا

ہے۔جو اس حقیقت سے آشنا ہو جاتا ہے وہ زندگی کی حقیقتوں سے واقف ہو جاتا ہے پھر ایک ایسا وقت بھی انسان پر آتا ہے کہ اسے زندگی میں پیش آنے والی بڑی بڑی مشکلات بھی بہت حقیر اور معمولی سی محسوس ہوتی ہیں کیونکہ انہی مشکلات نے تو اسے اگلی منزل کا راستہ دکھایا تھا مگر یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب انسان پریشانیوں اور مشکلات میں ثابت قدم رہے اور زندگی کی راہ گذر میں آنے والی رکاوٹوں کو توڑ کر آگے بڑھنے کا جذبہ ہو تب ہی یہ سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے بس ایک لفظ ہے" ممکن" ہم اگر اس کو سمجھ جائیں تو دنیا میں کوئی چیز بھی حاصل کرنا ناممکن نہیں ہر چیز ممکن ہے مگر انسان کا غرور اسکی تمام کامیابیوں کو خاک میں ملا دیتا کیونکہ انسان پوری زندگی میں تین چیزوں کے لیے محنت کرتا ہے، میرا نام اونچا ہو، میرا لباس اچھا ہو اور میرا مکان خوبصورت ہو لیکن مرنے کے بعد اللہ تعالی اسکی تینوں چیزوں کو بدل دیتا ہے نام "مرحوم" لباس "کفن" اور مکان "قبر" تو پھر انسان کو غرور کس چیز کا ہے۔.

پاناما کیا ہے؟

وزیراعظم صاحب اپنا طبی معائینہ کروانے لندن چلے گئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا پاکستان میں ایک بھی سرکاری ہسپتال اور وہاں پر موجود ڈاکٹر اس قابل نہیں ہے کہ وہ ہمارے وی وی آئی پی حضرات کا علاج کر سکیں یا ہمارے حکمران طبقہ کو اپنے ملک کے ڈاکٹروں پر اعتماد نہیں ہے کہ وہ اپنی معمولی سے معمولی بیماری کا ان ڈاکٹروں سے علاج کروائیں اگر ہمارے حکمرانوں کو اپنے ملک کے ڈاکٹروں پر یقین نہیں ہے تو پھر بے چاری مفلس اور غریب عوام کدھر جائے جن کے ووٹ کی طاقت سے ایک عام آدمی اتنا طاقتور بن جاتا ہے کہ وہ اپنے ہی ووٹروں کے ڈر سے سیکیورٹی کے حصار میں جا چھپتا ہے الیکشن سے قبل گرما گرم تقریروں ،دلفریب نعروں اور خوبصورت چہروں سے عوام کو بیوقوف بنانے والے اقتدار میں آکر لوٹ مار کی ایسی مثالیں قائم کرتے ہیں کہ کبھی سرے محل کے قصے گونجتے ہیں تو کبھی لندن میں اربوں روپے کی جائیدادیں سامنے آجاتی ہیں۔ملک کی تقدیر بدلنے والے خود اپنی تقدیر بدل لیتے ہیں مسلسل اقتدار میں رہنے کے باوجود حکمرانوں نے اپنے ملک کے اداروں کو اس قابل نہیں بنایا کہ وہ اپنا علاج اپنے ملک میں کرواسکیں اور نہ ہی انہوں نے پاکستان کو اس قابل چھوڑا ہے کہ انکے بچے یہاں کوئی کاروبار کرسکیں جتنی دولت لوٹ کر باہر لی جاچکی ہے اگر وہ واپس آجائے تو ملک کی

تقدیر بدل سکتی ہے مگر خدمت کے نام پر جو تاریخی لوٹ مار کی گئی اکی وجہ سے آج ہمارے اداروں تباہ ہوچکے ہیں اور ان میں کام کرنے والے فرعون صفت افسران بھی حکمران بن چکے ہیں اور تو اور سرکاری ہسپتالوں میں کام کرنے والے ڈاکٹروں نے پھر ہڑتال شروع کردی ہے ایک تو علاج کے نام پر موت بانٹی جارہی ہے اوپر سے ہڑتال کرکے مریضوں کا اور خانہ خراب کردیا ہے خود کو خادم اعلی کہلانے والے میاں شہباز شریف آج تک ملک میں پولیس کا نظام تو ٹھیک نہ کرواسکے باقی انہوں نے کیا کرنا ہے رہی بات عوام کی انہیں تو حکمران کی لوٹ مار پالیسی میں بہت مزہ آرہا ہے.برسوں سے روتی سسکتی زندگیوں کو جب بھی موقعہ ملا اپنی تقدیر کے بدلنے کا تو انہوں نے آنکھیں بند کرکے شیر پر مہر لگادی تو کبھی تیر کو جتوادیا انہوں نے آج تک یہ نہیں سوچا اور نہ ہی دیکھا کہ جسے وہ ووٹ دے رہے ہیں کیا وہ اس قابل بھی ہے کہ وہ غریب عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی کام بھی کرسکیں گے یا صرف ووٹ لیکر اپنا الو سیدھا کرے گا ہمارے ایم پی اے اور ایم این اے کی اکثریت لاہور اور اسلام آباد میں رہتی ہے جو صرف الیکشن کے دنوں میں اپنے حلقوں میں نظر آتے ہیں جن سے آج تک انکے ووٹروں نے نہیں پوچھا کہ ہمارے علاقے میں ہسپتال کیوں نہیں اچھا سکول کیوں نہیں روزگار کا سلسلہ کیوں نہیں اور تو اور تین سال میں لوڈشیڈنگ ختم نہ کرنے پر اپنا نام شہباز شریف سے تبدیل کرنے والے حاکم اعلی سے کسی نے نہیں پوچھا کہ کیوں انہوں نے ہمارے مقدر میں اندھیرے بھر رکھے ہیں

کیا ہمارا یہ قصور ہے کہ ہم نے آپ کو ملک و قوم کی خدمت کے لیے ووٹ دیا مگر آپ نے اپنے خاندان کی خدمت شروع کردی خود تو علاج کروانے لندن چلے جاتے ہو ہم کہاں سے علاج کروائیں سرکاری ہسپتالوں میں جو آپ نے ڈاکو بٹھا رکھے ہیں ان سے اپنا آپ کٹوائیں یا جنھوں نے پرائیویٹ ہسپتالوں کے نام پر زبح خانے کھول رکھے ہیں ان سے اپنا آپ لٹوائیں صادق آباد سے لیکر اٹک تک دماغ کا کائی ہسپتال نہیں ہے اگر خدانخواستہ کسی کو سر میں چوٹ لگ جائے اور اسکا اثر دماغ تک چلا جائے تو پنجاب کے کسی ہسپتال میں اسکا علاج نہیں ہے ماسوائے جنرل ہسپتال لاہور کے جہاں مریضوں اورانکے لواحقین کی حالت دیکھ کر ہم بھی بے حس ہو چکے ہیں درختوں کے سائے میں لوگ بیٹے ہوتے ہیں اور اندر ایک بیڈ پر مریض نہیں بلکہ مریضوں کی لائن لگی ہوتی ہے دل کے ہسپتال میں آپریشن کے لیے وقت نہیں ڈاکٹر موت کے بعد کا وقت لکھ دیتے ہیں دیہاتوں میں سڑکیں نہیں، تعلیم نہیں اور علاج نہیں اور ان بے عقلوں کے نام پر عقل والے لوٹ مار میں مثالیں قائم کر رہے ہیں انہی مار دھاڑ کی بہتی گنگا میں ملک کی افسر شاہی بھی اپنا حصہ وصول کر رہی ہے حکمرانوں نے تو خون پینا معمول بنا رکھا ہے انکی دیکھا دیکھی سرکاری ملازمین نے بھی ات مچا رکھی ہے ہمارے سیاستدانوں نے ملک و قوم کے ساتھ جو منافقانہ چور سپاہی کا کھیل شروع کر رکھا ہے اسی وجہ سے آج تک ہم کوئی لیڈر پیدا نہیں کر سکے ۔نیلسن منڈیلا سے انٹرویو کے دوران سیاستدان اور لیڈر کا مطلب پوچھا گیا تو اس نے کیا

خوبصورت جواب دیا کہ سیاستدان اگلے الیکشن کا سوچتا ہے اور لیڈر اگلی نسل کا سوچتا ہے مگر بدقسمتی سے ہم نے صرف لٹیرے سیاستدان ہی پیدا کیے اور کسی لیڈر کو پیدا نہیں ہونے دیا جو ہمارے ملک کی تقدیر بدل سکتا اب آتے ہیں پاناما پیپرز کے سنسنی خیز انکشافات کی طرف کہ پاناما پیپرز دراصل ہے کس بلا کا نام ،وکی لیکس ،آف شور لیکس اور سوئس لیکس سے بھی بڑا خفیہ دستاویز کا خزانہ اور اب پانامہ پیپرز یا پانامہ لیکس کی صورت میں سامنے آیا ہے۔یہ ساری معلومات پاناما کی ایک لافرم موزاک فانسیکاکے ڈیٹا بیس سے خفیہ طور پر حاصل کی گئی ہیں جسے جرمن اخبار زیتوسے زائتوگ اور انٹر نیشنل کنسورشیم آف انوسٹی گیٹو جرنلزم نے پاناما پیپرز کے نام سے جاری کیایہ ساری معلومات 2006 سے زائد گیگا بائٹس پر مشتمل ہے جس میں مجموعی طور پر ایک کروڑ 15 لاکھ دستاویزات پی ڈی ایف فائلز، تصاویراور دیگر مواد شامل ہے جو 1977 ء سے 2015ء تک پاناما کی فرم موزاک فانسیکا کا حصہ بنیں یہ لاء کی ایک فرم ہے جو دنیاکے امیر افراد کو ٹیکس سے بچانے کے کام کرتی ہیں اس کمپنی کی خدمات حاصل کرنے والوں میں اکثریت ان افراد کی ہے جنہوں نے غیر قانونی طور پر اپنے اثاثے بنائے ہوتے ہیں غیر قانونی طریقے اور لوٹ مار سے اکٹھی ہونے والی رقم کے مالکان کو قانون کی پکڑ سے بچانے والی کمپنی موساک فانسیکا کی دستاویزات لیک ہوئی ہیں۔یہ دستاویزات 80 ملکوں میں 107 میڈیا آرگنائزیشن کے حوالے کی گئیں جہاں 400 کے قریب صحافیوں نے اس کا مشاہدہ کیا پاناما پیپرز کے زریعے

انکشافات کا یہ پہلا سلسلہ ہے اور اب تک صرف 150 کے قریب دستاویزات شائع کی گئی ہیں اور ابھی مزید سنسنی خیز انکشافات کی توقع ہے آخر میں اپنے ایک درد دل رکھنے والے دوست محمد اعظم کا شعر جو ہمارے پورے معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔

انھے ویکھن سینما، گونگے گاون ہیر
لولے کھیڈن کوڈیاں، گنجے کڈن چیر

قیامت کا عرصہ

ہم نے سیاست کو تجارت کا درجہ دیکر اپنا اپنا کاروبار چمکانا شروع کر رکھا ہے یہی وجہ ہے ہمارے آج تک کے تمام حکمرانوں نے ملک کا ایسا خانہ خراب کیا ہے کہ اب ہمیں سنبھلتے سنبھلتے بھی قیامت کا عرصہ درکار ہوگا ایک طرف ملک پر قابض طبقہ اپنا سر درد کا علاج کروانے بھی ملک سے باہر چلا جاتا ہے تو دوسری طرف ہمارے سرکاری ہسپتال اس قابل نہیں ہوسکے کہ وہاں پر ایک عام انسان شفا پاسکے اچھا بھلا انسان ہسپتال جاتا ہے ایمبولینس میں اسے واپس گھر لایا جاتا ہے ان ہسپتالوں سے بہتر تو وہ عطائی ہیں جو 10یا 20روپے میں بیمار کو صحت مند کر دیتے ہیں ابھی چند دن قبل لیہ میں زہریلی مٹھائی کھانے سے ایک ہی باپ کے 8 بیٹوں سمیت 27افراد موت کے منہ میں چلے گئے اور جو ہسپتال میں موجود ہیں وہ ڈاکٹروں کی بے حسی کا شکار ہو رہے ہیں ہمارے پاس اتنے قابل ڈاکٹر اور وسائل نہیں تھے کہ ان افراد کو موت کے منہ میں جانے سے بچایا جاسکتا جبکہ آئے روز کی ہڑتالوں نے ہسپتالوں کو بھی بوچڑ خانہ بنا کر رکھ دیا ہے اور رہی سہی کسر بے حس حکمرانوں نے پوری کر دی ہے ہمارے حکمرانوں نے بیماروں کو بچانا تو کیا ہے الٹا کراچی میں شدید گرمی کے پیش نظر اوراسکے نتیجہ میں غریب لوگوں کے مرنے کے خدشہ سے ایدھی اور چھیپا نے قبریں کھدوانا شروع کر دی۔ایک چھوٹی سی خبر

اور پھر اسکے بعد ہمارے حکمرانوں کے گذرے ہوئے دن کے بیانات۔ ناروے میں مریض کی جان بچانے کے لیے مشینیں ایف سولہ طیارے کے ذریعے منگوائی گئیں ، ایف سولہ طیارے نے 10 گھنٹے کا سفر 25 منٹ میں طے کر لیا۔ یہ تو ہے ان ملکوں کا حال جن کو ہم اپنی تقریروں میں برا بھلا نہ کہہ لیں تو ہماری تقریر مکمل نہیں ہوتی اب ہمارے سیاستدانوں کے خیالات قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف خورشید شاہ نے کہا کہ احتساب سب کا ہونا چاہیے مگر اسوقت الزام ملک کے وزیر اعظم اور انکے خاندان پر ہیں اس لیے سب سے پہلے وزیر اعظم کی تحقیقات ہوں اور پھر کسی اور کی تحقیقات ہو اگر 1947 سے احتساب شروع ہوا تو مکمل ہونے میں 100 سال لگیں گے۔ ڈپٹی چیئرمین سینٹ مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا ہے کہ وزیر اعظم سے استعفیٰ کا مطالبہ بے وقت کی راگنی ہے، دھرنوں کی سیاست ملک کو عدم استحکام کی طرف دھکیلنے کی سازش ہے ، کسی بھی غیر آئینی اقدام کی بھرپور مخالفت کریں گے۔ پاکستان علماء کونسل کے چیئرمین حافظ طاہر اشرفی نے کہا ہے کہ سردار سورن سنگھ کی المناک موت پر پی ٹی آئی کو کل کا میوزیکل شو ملتوی کر دینا چاہیے اور وفاقی حکومت سردار سورن سنگھ کے لیے تمغہ شجاعت کا اعلان کرے، آئین پاکستان کے تحت غیر مسلموں کو حقوق دیئے جائیں، سردار سورن سنگھ کو قتل امن پسندوں، بین المذاہب سوچ کا قتل ہوا ہے۔ تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے کہا ہے کہ ٹیکس کا پیسہ بیرون ملک آف شور کمپنیوں لگانے کے لئے منتقل ہوگا تو خزانہ میں پیسہ کہاں سے آئے گا؟ ٹیکس چوری کرکے

غیر قانونی کمپنیاں کھولنا عوام کے ساتھ دشمنی ہے' ہر ادارہ کرپشن میں گھیرا ہوا ہے اور حکمران ذاتی عناد کی خاطر چپ ہیں۔چودھری پرویزالٰہی نے کہاکہ شکر ہے کہ وزیراعظم نواز شریف نے اپنے خطاب میں 1947ء سے احتساب کا کہا ہے، قائداعظم محمد علی جناحؒ اور ڈاکٹر علامہ اقبالؒ سے احتساب کی بات نہیں کر دی۔پرویز رشید نے کہا کہ پانامہ لیکس میں بننے والے تحقیقاتی کمیشن کا انٹرنیشنل فارنزک کمپنیوں سے کام لینے کے لئے بیرون ملک جانا ضروری نہیں ہے۔یہ کمپنیاں پاکستان کے اندر بھی کام کر رہی ہیں۔کمیشن جس سے چاہے مدد لے سکتا ہے۔ تحریک انصاف کے شفقت محمود نے کہاکہ تحقیقاتی کمیشن کے ٹی او آرز طے کرنے کے لئے حکومت کو اپوزیشن کو ساتھ بٹھانے میں کیا جھجک ہے۔کیا عوام کا حق نہیں کہ تین بار وزیراعظم بننے والے شخص کی شفافیت کے بارے میں جان سکیں اور یہ دونوں حضرات ٹی وی پروگرام میں خوب بے ہودگی سے لڑتے بھی رہے۔وفاقی وزیر ریلوے خواجہ سعد رفیق نے کہاکہ عمران خان ،اعتزاز احسن اور سراج الحق سمجھتے تھے کہ حکومت کمیشن نہیں بنائے گی اگر کوئی کہے کہ معاف کرائے قرض کا ذکر نہ ہو تو ایسا نہیں ہوگا۔پاکستان عوامی تحریک سیکرٹری جنرل خرم نواز گنڈاپور نے کہاکہ تین سال تک عوام سے جھوٹ بولنے والے اب بیانات اور خوش کلامی سے اپنے جرائم پر پردہ ڈال رہے ہیں جبکہ بجلی کے تین منصوبوں میں 100ارب روپے بچانے کا دعویٰ کرنے والے 480ارب روپے کے گردشی قرضوں کی ادائیگی اور نندی پور کرپشن کا جواب دیں۔

چودھری اعتزاز احسن نے کہا کہ پانامہ لیکس پر عوام میں اضطراب ہے، قوم جاننا چاہتی ہے کہ اتنی بھاری رقوم باہر کیسے گئیں جن سے فلیٹس خریدے گئے اور وزیراعظم کا خاندان ان کی ملکیت کا معترف ہے۔ آل پاکستان مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد امجد نے کہا ہے کہ وزیر دفاع خواجہ آصف دیر نہ کریں، پرویز مشرف کی آف شور کمپنی یا آف شور اکاؤنٹ کا ثبوت ہمیں دیں اور وہ کمپنی یا اکاؤنٹ اپنے نام کروالیں۔ جنرل (ر) پرویز مشرف کی نہ تو کوئی آف شور کمپنی ہے اور نہ ہی آف شور اکاؤنٹ ہے، شریف خاندان کا نام پانامہ لیکس میں آجانے سے ن لیگی راہنماؤں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہیں۔ جماعت اسلامی پاکستان کے سیکرٹری جنرل اور دینی جماعتوں کی اسٹرنگ کمیٹی کے چیئرمین لیاقت بلوچ نے کہا ہے کہ سالانہ تقریباً 8000 ارب کی کرپشن ، غربت ، بے روزگاری ، مہنگائی ، لوڈشیڈنگ کی ذلت اور جرائم میں مسلسل اضافہ کا باعث ہے پانامہ پیپرز لیکس نے حکمران بگڑے اشرافیہ کو بے نقاب کردیا ہے جبکہ سب سے مزے دار گفتگو کرتے ہوئے پاکستان عوامی تحریک کے قائد ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا ہے کہ کمیشن بنانے سے متعلق حکومت غلط بیانی سے کام لے رہی ہے شریف برادران جب تک برسر اقتدار ہیں یہ اپنے خلاف کسی کمیشن اور انکوائری کی رپورٹ منظر عام پر نہیں آنے دیں گے وزیراعظم نے کہاکہ اگر کمیشن کی رپورٹ انکے خلاف آئی تو وہ گھر چلے جائیں گے یہی اعلان انکے چھوٹے بھائی میاں شہباز شریف نے 17 جون 2014 کی شام کو سانحہ ماڈل ٹاؤن پر جوڈیشل کمیشن

تشکیل دیتے ہوئے کیا تھا اور کہا تھا کمیشن نے میری طرف انگلی بھی کی تو گھر چلا جاؤں گا مگر گھر تو کیا جانا تھا اس کمیشن کی رپورٹ کی کاپی دینے سے بھی انکار کر دیا گیا حالانکہ اس رپورٹ میں صرف انگلی ہی نہیں پورا ہاتھ انکے سر پر تھا اور اب پانامہ لیکس پر کمیشن عوام سے دھوکہ اور قانون سے مذاق ہے پانامہ لیکس میں حکمران خاندان کے بچوں کے نام آئے ہیں اس لئے سب سے پہلے انکا احتساب بلا تاخیر نیب، ایف آئی اے اور ایف بی آر کرے اور پتا چلائے کہ حکمران خاندان کے بچے کرامات اور معجزات والے تو نہیں ہیں، جن بچوں نے کم عمری میں دنیا کے ہر ملک میں جائیدادیں اور آف شور کمپنیاں بنالیں ؟۔ان سیاسی دوکانداروں کے بیانات کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ ملک میں بلاامتیاز احتساب نہ ہونے کی وجہ سے کھربوں روپے کے بنک قرضے معاف کرانے والے، لاکھوں ایکڑ زمین اپنے نام کرانے اور جہاد کے نام پر کروڑوں روپے ہتھیانے والے آج ملک میں سب سے زیادہ خوشحال ہیں کرپشن کے ناسور نے ملک کی جڑیں کھو کھلی کر دی ہیں کرپٹ افراد اعلی عہدوں پر براجمان ہیں اور آج تک ملک میں حقیقی معنوں میں احتساب کا عمل شروع نہیں ہو سکا جس کا خمیازہ غریب عوام کو بھگتنا پڑ رہا ہے ملک کے تمام اداروں کو خود احتسابی کا عمل شروع کرنا چاہیۓ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو سکے۔ پاک فوج نے کرپشن کے خلاف جہاد شروع کرکے قوم کے دل جیت لیے ہیں۔ کرپشن کی مخالفت اور احتساب کی حمایت کو قومی نصب العین بنایا جائے۔ حکمراں اپنی اولادیں اور جائیدادیں

ملک میں لائیں، حکمرانوں نے اقتدار کو کمائی کا ذریعہ بنا لیا ہے اور قوم اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے قوم کا کسی کو فکر نہیں ہے۔ احتساب اور انصاف کے بغیر ملک میں عدل و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ قومی دولت لوٹنے والوں کو کٹھہرے میں لایا جائیگا۔ احتساب سے جمہوریت کمزور نہیں بلکہ مضبوط ترین ہو گی اس میں ملک و قوم کی بہتری ہو گی۔ کرپشن کا خاتمہ پائیدار امن و امان کی ضمانت ہے۔ فوج نے اپنے ادارہ میں احتساب شروع کرکے پہل کر دیا ہے اب حکمرانوں کی باری ہے بغیر کسی تفریق کے چھوٹو اور بڑوں کا بے رحم احتساب ہوگا۔ ورنہ ملکی حالات دن بدن بدترین ہوتے ہی چلے جارہے ہیں۔ بڑے بڑے کرپشن اسکینڈلز قوم کے سامنے آرہے ہیں۔ منی لانڈرنگ میں وزیر اعظم کے خاندان سمیت دیگر 250 افراد کا نام آنا پاکستان کے لئے شرمندگی کا باعث ہے ہمارے ہاں امیروں کے لئے الگ قانون اور غریبوں کے لئے الگ قانون ہے۔ لمحہ فکریہ تو یہ ہے کہ ملک کی دو تہائی بالغ آبادی بیرون ملک جانا چاہتی ہے اور ان میں نصف واپس نہ آنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ 1992 سے 2000 تک کے عرصے میں پڑھے لکھے 60 فیصد افراد بیرون ملک جانے کے خواہشمند تھے جبکہ 2008 سے ستمبر 2013 کے عرصے میں 27 لاکھ افراد کا دیگر ممالک کارخ کرنا سابقہ و موجودہ حکومتی پالیسیوں پر عدم اعتماد کی عکاسی کرتا ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں میں 58 لاکھ 73 ہزار افراد باہر منتقل ہو چکے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ ہمیں ایک اور بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ پاکستان کے دولخت ہونے کے بارے میں جسٹس حمود الرحمٰن کمیشن سمیت آج تک جتنے

کمیشن بنے ہیں ان سے کوئی حل نہیں نکلا، کسی کی رپورٹ شائع نہیں کی گئی، اتنا وقت اور سرمایہ صرف کرنے کے بعد عوام کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کیا بنا۔ کے ساتھ ساتھ ہمارے سابقہ اور موجودہ تمام حکمران عوامی مسائل حل کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں، ہر طرف سے چور چور اور کرپشن کی آوازیں بلند ہو رہی ہے، قوم کے بچے تعلیم، صحت اور صاف پانی کے لئے ترس رہے ہیں جبکہ حکمرانوں کے بچے عیاشی کر رہے ہیں مگر آخر کب تک ؟۔

مردہ ضمیر

عجب قانون ہے پاکستان کا یہاں پر چھوٹے بچے سبزی منڈی سے دو تربوز اٹھالیں تو انہیں ننگا کرکے پوری منڈی میں گھمایا جاتا ہے انکی شرمناک ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کردی جاتی ہے اور بعد میں پولیس اپنی کاروائی شروع کرکے سرخرو ہو جاتی ہے جبکہ ملک کی بنیادوں کو دیمک کی طرح کھوکھلا کرنے والے ہمارے سابقہ اور موجودہ حکمران اور بیوروکریٹ جنھوں نے ایک طاقتور اور مضبوط پاکستان کو کمزور اور ناتواں بنادیا نہ صرف ان صاحب اختیار اور اقتدار لوگوں نے بلکہ انکے بچوں، عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں نے بھی پاکستان کو جی بھر کر لوٹا اور برباد کیا انہیں ہم بڑی عزت اور احترام سے ملتے ہیں پولیس انکے گھر کی ملازم بنی ہوئی ہے اور پروٹوکول کے نام پر عوام کی بے بسی کا مذاق اڑایا جارہا ہے جن سے ووٹ لیکر اقتدار میں جاتے ہیں وہ پسماندگی کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں جو حکمران بن جاتے ہیں وہی لٹیرے بن کر ملک و قوم کا خون چوسنا شروع کردیتے ہیں پانامہ پیپرز کی پہلی قسط نے ہمیں تھوڑی دیر کیلیئے جھنجوڑا تھا مگر ہم روایتی طور پر اتنے مردہ ضمیر ہوچکے ہیں کہ اب دوسری قسط بھی ہمیں فضول اور واحیات سی محسوس ہونے لگی ہے کیونکہ ہم نے بڑے ڈاکوؤں کو اب اپنا سردار تسلیم کرلیا ہے رہی سہی کسر ہمارے سرکاری افسران پوری کررہے ہیں جبکہ ہمارا

نظام انصاف اس حد بوسیدہ ہو چکا ہے کہ عام آدمی حصول انصاف کی خاطر ایڑیا رگڑ رگڑ کر موت کی آغوش میں جا پہنچتا ہے قاتل آزاد گھوم رہے ہیں اور مظلوم حصول انصاف کی خاطر اپنی تمام پونجی لٹا رہے ہیں جہاں سیاستدانوں کی دلچسپی ہوتی ہے وہاں قاتل بھی گرفتار ہو جاتے ہیں مگر جہاں حکمرانوں کی دلچسپی نہ ہو وہاں سالہا سال ملزم کا نام ونشان نہیں ملتا۔مجھے یاد ہے پاکستان کی ایک وزیراعظم ہوا کرتی تھیں جنکا سر عام قتل کر دیا گیا قتل کیوں ہوا تھا، کس نے کیا تھا یا چلیں یوں کہہ لیں کہ کس نے کروایا تھا؟آج 9، سال گزر جانے کے بعد بھی بے نظیر قتل کیس کا کوئی ملزم پکڑا نہیں گیا ملزم پکڑنا تو کیا تھا حسب معمول بے نظیر کیس کے گواہ خالد شہنشاہ کو ٹارگٹ کلنگ میں مار دیا گیا اور اس قصے کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا کسی نے سوال نہیں کیا کہ اس بڑی عورت کو گولی آخر کس نے ماری؟؟؟وہ تو بڑی عورت تھی ایسی نہ جانے کتنی عوام ہے جنکے کیس بند فائلوں میں گل سڑ جاتے ہیں۔اب ذرا یاد کیجیے کچھ ہفتے قبل کے پی کے سے ایک خبر آئی کہ وزیراعلی کے پی کے مشیر سردار سورن سنگھ کا قتل ہو گیا ہے سردار سورن سنگھ غیر مسلم ہونے کے باوجود ایک انتہائی محب وطن پاکستانی تھے یہاں تک کہ سردار کا خاندان بھارت جانا چاہتا تھا مگر وہ صرف مٹی سے محبت کی وجہ سے یہاں رہتے تھے۔تھا تو یہ بھی ایک سیاسی قتل مگر تین دن کے اندراندر کے پی پولیس سردار سورن کے قاتلوں تک پہنچ گئی اور قاتل نکلا بھی تحریک انصاف کا ایک اور اسمبلی ممبر بلدیو کمار

جسے بغیر کسی دباو کے گرفتار کر لیا گیا اسی طرح چند دن قبل ایبٹ آباد کی خوبصورت وادی میں ایک پندرہ سالہ لڑکی کو زندہ جلا کر مار دیا گیا اور ٹھیک دس دن بعد پولیس نے اس کیس کے دس ملزمان کو گرفتار کر کہ ریمانڈ لے لیا ہے اس کیس کے ملزمان تھے بھی جرگے والے اور جرگے کو کے پی میں کیا مقام حاصل ہے یہ آپ سب جانتے ہی ہیں مگر ملزمان کو گرفتار کر لیا گیا کیونکہ اس بے گناہ کے قتل کو میڈیا میں بہت اچھالا گیا اور مجبورا پولیس کو ملزمان گرفتار کرنا پڑے۔ میں بات کر رہا تھا ملک کو لوٹنے والوں کی جن میں سیاستدان اور بیوروکریٹ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر لوٹ مار کر رہے ہیں جنکے احتساب کا کوئی طریقہ کار ہی نہیں ہے یہاں تربوز چرانے کی سزا تو ہے مگر ملک لوٹنے والوں کے لیے کوئی قانون نہیں ہے بلکہ ان بڑے بڑے لٹیروں کے سامنے قانون اندھا ہو جاتا ہے ابھی چند دن قبل بلوچستان کے سیکریٹری خزانہ سے کروڑوں روپے رشوت کے برآمد ہوئے جبکہ پانامہ پیپرز نے تو ہمارے سیاستدانوں کو بلکل ہی ننگا کر دیا مگر اس کے باوجود پوری قوم خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی ہے کسی کو کوئی پرواہ ہی نہیں ہے کیونکہ ہمارے حکمرانوں عوام کے ضمیر بھی سلا دیے ہیں اسی لیے تو وہ کھل کر کھیل رہے ہیں باپ کے بعد بیٹا لوٹ مار کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ کاش کوئی سمجھ سکے کہ قائد نے کتنی قربانیاں دی اس ملک کو حاصل کرنے کے لیے، قائد اعظم نے رتی جناح سے پسند کی شادی کی لیکن ان دنوں قیام پاکستان کے سلسلہ میں اتنے مصروف تھے کہ رتی جی کو وقت نہ دے سکے رتی بہت

ناراض رہنے لگیں اور آخر ایک دن غصے سے گھر ہی چھوڑ کر چلی گیں قائداعظم کو افسوس تو تھا لیکن انہوں نے اپنی لگن اور محنت پاکستان کے حصول کے لیے مختص کر رکھی تھی رتی قائداعظم کی دوری سے افسردہ اور بیمار رہنے لگی تھی اور ایک دن انہیں خط ملا کہ رتی بہت بیمار ہے قائداعظم جب رتی کے پاس پہنچے تو تب تک بہت دیر ہو چکی تھی رتی کو لحد میں اتارا جا رہا تھا وہ 29 برس کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملی اور انکی وفات پر قائداعظم کو پہلی بار کسی انسان کی محبت میں روتے دیکھا گیا قائداعظم نے ہمیں غیر مسلموں سے تو ملک آزاد کروا دیا اب ہمیں ان لٹیرے مسلمانوں سے کون آزاد کروائے گا جو لٹ لٹا کر پاکستان آنے والوں کو مزید لوٹ کر خودکشیوں پر مجبور کر رہے ہیں اور مک مکا کی سیاسی نورا کشتی نے جہاں پاکستان کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے وہیں عوام کی مشکلات میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

کرپشن میں پہلا نمبر

فافن کی ایک سروے رپورٹ کے مطابق پنجاب نے ملک کے دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں کرپشن میں پہلا نمبر حاصل کرلیا ہے اور اگر دنیا میں کرپشن کے مقابلوں میں پنجاب کو نمائندگی کا موقعہ ملے تو وہاں پر بھی ہم اپنا یہ اعزاز برقرار رکھ سکتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس اس وقت کرپشن میں ماہرین کی ایک فوج ظفر موج جو اس وقت صوبہ کے مختلف محکموں میں اپنے فن کے جوہر دکھا رہے ہیں اور انکی پہچان بھی بہت آسان ہے جہاں کسی اہم انتظامی سیٹ پر میرٹ سے ہٹ کر کسی جونیئر افسر کو تعینات دیکھیں سمجھیں وہاں پر کرپشن اور لوٹ مار کا کھیل جاری ہے یہی وجہ ہے پنجاب کرپشن میں پہلا نمبر لے گیا باقی صوبے بھی کوششوں میں ہیں کہ وہ بھی اس مقابلے میں وکٹری سٹینڈ پر ہوں کیونکہ حکمرانوں سے لیکر عام سرکاری ملازم تک سبھی لوٹ مار میں ملوث ہیں کچھ اکیلے مصروف ہیں تو کچھ اجتماعی طور پر اپنا اپنا کام کررہے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں پر لوٹنے والا بھی شور مچا رہا ہے اور لٹانے والا بھی ۔ ہمارے حکمرانوں کا آجکل ترکی میں بڑا دل لگ رہا ہے کبھی انکی پاکستان میں مہمان نوازی کی جاتی ہے تو کبھی حکمران وہاں انکے مہمان بن جاتے ہیں اور پھر اپنی تقریروں میں ترک حکومت کو آئیڈیل بھی کہتے ہیں کیا ہم کبھی انکے طرز حکمرانی

کے قریب سے بھی گذرے ہیں سوشل میڈیا پر چند دنوں سے ایک تصویر گردش کر رہی ہے تصویر میں ایک شخص پھلوں کی دوکان سجائے گاہکوں کے انتظار میں بیٹھا ہے ۔ ہے تو یہ عام سی تصویر مگر ہمارے لیے خاص اس لیے ہے کہ اسکا بھائی ترکی کا صدر ہے اس تصویر نے سوشل میڈیا پر کافی ہلچل مچا رکھی ہے اور عوام کے ذہنوں میں ایک سوال بار بار گردش کر رہا ہے کہ ترک صدر کے بھائی نے پھلوں کا ٹھیلا لگانے کی بجائے کوئی آف شور کمپنی کیوں نہیں بنائی اگر وہ بنا لیتے تو طیب اردگان بھی بڑی آسانی سے کہہ سکتے تھے کہ میرے بھائی کی کمپنی ہے میرا کیا تعلق ؟ترک صدر چاہتے تو اپنے بھائی کو ترکی کے کسی صوبے کا گورنر یا وزیر اعلی بنا دیتے ۔ترک ائر لائن کا چیئرمین لگا دیتے۔ کوئی نئی اتھارٹی بنا کر اسکا سربراہ مقرر کر دیتے یا کسی بھی اہم سرکاری عہدے پر فائز کر دیتے لیکن انھوں نے ایسا کچھ نہیں کیا کیونکہ وہ اب ترکی ہے پاکستان نہیں کیونکہ یہ سارے کام تو اب ہمارے ملک میں ہوتے ہیں اس کے باوجود ہم ترقی یافتہ ملک بھی بننا چاہتے ہیں جہاں ساری کی ساری سیاست اپنے خاندان ، رشتہ داروں اور دوستوں کے گرد گھوم رہی ہے۔بڑا بھائی جاتا ہے تو چھوٹا بھائی آ جاتا ہے اب ان دونوں کے بعد ایک کا بیٹا اور دوسرے کی بیٹی عوام کو بیوقوف بنانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں ملک میں بس یہی سیاستدان رہ گئے ہیں باقی سب تو ہیجڑے ہیں جو ان لٹیروں لیڈروں کی خوش آمد میں مصروف ہیں اور پھر بعد میں کسی کو وزیر بنا دیا جائے گا تو کسی کو مشیر رکھ لیا جائے گا جو باقی بچ

جائیں گے انہیں بھی کسی نہ کسی ادارے کا چیئرمین بنا کر لوٹ مار پر لگا دیا جائیگا ایک طرف تو وزیراعظم نواز شریف صاحب کہتے ہیں کہ انکی حکومت کو ترک صدر رجب طیب اردگان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے تو کیا وہ اپنے بھائی کو فروٹ کا ٹھیلا لگانے کی اجازت دیں گے ؟کیا ملک میں ایک بھائی وزیراعظم تو دوسرا وزیراعلی کی روایت ختم ہو پائے گی یا بس ہم ایسی تصویریں دیکھ کر یہ ہی کہتے رہیں گے کہ اے اللہ ہمارے ملک پر رحم فرما آمین)۔ ہمیں آج تک صرف لوٹا ہی گیا ہے کبھی روٹی ،کپڑا، مکان کے نام پر اور ہم)
آج تک روٹی کپڑا اور مکان کو ترس رہے ہیں کبھی ہماری منزل خود دار، خوشحال ،خود مختار پاکستان کا لالچ دیکر لوٹا گیا تو کبھی نئے پاکستان کا خواب دکھایا گیا کبھی جمہوریت کی آڑ میں ہمیں برہنہ کیا گیا تو کبھی آمریت نے ملک کو خستہ حال کردیا اور پھر انہی
آمروں نے ہمیں اپنی مرضی کے سیاستدان عطا کردیے جن سے اب اچھی امید رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوڑے کے ڈھیر سے گوھر نایاب کی امید رکھنا جبکہ پاکستان کا مقصد روٹی کپڑا اور مکان نہیں تھا کلمہ طیبہ کے نام پر حاصل کیے جانے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہمارے سیاستدانوں نے قوم کو مکمل بانجھ کرکے اشیاء ضروریات کے پیچھے
لگادیا گیاہمارا سارا نظام کرپٹ اور ادارے تباہ ہوچکے ہیں عوام الناس کی مجموعی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے اور اشرافیہ امیر تر ہوتی جارہی ہے ہمارے ارد گرد کرپٹ افراد کی ایک ایسی منحوس زنجیر ہے جس نے مکمل طور پر ہمارے نظام کو جکڑرکھا ہے اور جس کی گرفت

میں صرف کمزور طبقہ ہے اور یہ بھی ایک حقیقت اور سچ ہے کہ ہمارا موجودہ قانون ایسے جالے کی مانند ہے جسے کوئی بھی طاقت ور پھاڑ کرجب چاہے باھر نکل سکتا ہے سوائے کمزور کے. یہ سب ہمارے سیاستدانوں کا کرشمہ ہے کہ انھوں نے اپنے لیے قانون کو موم کی ناک بنا دیا ہے جب اور جہاں چاہا اپنی مرضی سے موڑ لیا اس وقت ملک کی تمام اپوزیشن جماعتیں وزیر اعظم کا پاناما لیکس پر اپنا موقف پیش کرنے کے لیے اسمبلی میں دعوت دے رہی ہیں مگر وزیر اعظم ہیں کہ وہ اسمبلی میں آنا ہی گوارا نہیں کرتے یہی حال پنجاب میں انکے چھوٹے بھائی کا ہے وہ بھی اسمبلی میں آنا اپنی توہین سمجھتے ہیں دنیا بھر کی پارلیمانی جمہوریت میں وزیر اعظم پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے جو عوام کی نمائندگی کا حقیقی فورم ہوتا ہے پاکستان مسلم لیگ ن دنیا کی واحد سیاسی جماعت ہے جو پارلیمانی جمہوریت کے تحت اقتدار میں ہوتے ہوئے پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہی سے انکاری ہے اور اس کے وزیر اعظم پارلیمنٹ کی بجائے کمیشن کے سامنے جوابدہی چاہتے ہیں حالانکہ وزیر اعظم نواز شریف کو اس پارلیمنٹ سے بلکل نہیں ڈرنا چاہیے جسکی بدولت وہ آج وزارت عظمی کے عہدے پر فائز ہیں اسکے ساتھ ساتھ ایک اہم بات جو لکھنا ضروری ہے کہ بھارت نواز کی جانب سے پاکستان سے محبت کرنے والوں کو پھانسیاں دینا قابل مذمت اور شرمناک عمل ہے، پھانسیاں اور قید و بند کی صعوبتیں بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے دلوں سے پاکستان کی محبت کو نہیں ختم کر سکتیں۔ بھارتی اشاروں پر دی جانے والی

سزاؤں پر حکومت پاکستان کو خاموشی اختیار نہیں کرنی چاہیے بلکہ کھل کر پاکستان دشمن افراد کی مذمت کرنی چاہیے کیونکہ بھارت پاکستان میں دہشت گردی کی کاروائیوں میں ملوث ہے۔

مہذب قوم

دنیا بھر کے ترقی یافتہ ملکوں میں حکمرانوں کی معمولی معمولی غلطیوں اور چور بازاریوں پر عوام انکا جینا حرام کر دیتی ہے اور آخر کار چور حکمرانوں کو گھر جانا ہی پڑتا ہے ترقی یافتہ قومیں اپنی ترقی اور آزادی کی راہ میں کسی بھی چیز کو حائل نہیں ہونے دیتی وہ لوگ سمجھتے ہیں حکمران خود اپنے آپ چھلانگ لگا کر اقتدار کے ایوانوں میں نہیں داخل ہوتے بلکہ انہیں عوام اٹھا کر وہاں تک پہنچاتے ہیں اسی لیے جب تک وہ اپنے ملک اور عوام کے وفادار رہیں گے تب تک وہ کام کرتا رہیں گے جیسے ہی انہوں نے کوئی غلط حرکت کی جو ملک اور قوم کے لیے نقصان دہ ہو تو ایسے حکمرانوں کو فوری طور پر عوام کے احتجاج پر اپنا عہدہ چھوڑنا پڑ جاتا ہے اور وہاں کی عوام اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتی جب تک اسکا حساب برابر نہیں ہو جاتا مگر اسکے برعکس ہم پاکستانیوں نے شرافت کا جو لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور تہذیب کا جو دامن تھام رکھا ہے اسکی بدولت ہم کسی بھی بڑی سے بڑی کرپشن اور میگا لوٹ مار پر بھی چوں تک نہیں کرتے ہم اتنے مہذب لوگ ہیں کہ چن چن کر ایسے افراد کو آگے لاتے ہیں جو ہمارے ہی گھروں کو لوٹنا شروع کر دیتے ہیں اور صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے کہ بلکہ ہم خود انہیں راستہ بھی بتاتے ہیں اور سامان کی نشاندہی بھی کرتے ہیں اپنے ہی گھر کو ہم نے چوروں کی

حفاظت میں دے رکھا ہے جو ہمیں لوٹ کر خود تو خوشحالی کی زندگی گذار رہے ہیں اور عوام بے چاری غربت کی چکی میں پس رہی ہے نہ صرف چکی میں پس رہی ہے بلکہ اس چکی سے نکلنے والا خون بھی اپنے حکمرانوں کو پیش کر رہی ہے اور اف تک بھی نہیں کرتی کہ کہیں انکی تکلیف سے حکمرانوں میں جو حکمرانی کا نشہ پیدا ہو چکا ہے کہیں اسکا سرور ختم نہ ہو جائے ہماری مہذب عوام خود کڑکتی دھوپ اور تپتی دوپہر میں 50ڈگری سے زائد درجہ حرارت بغیر بجلی کے.برداشت کر رہی ہے اور کراچی کے عوام اس دور میں بھی پانی کے بغیر زندہ ہیں مگر اپنے حکمرانوں کو ایک منٹ بھی تکلیف میں برادشت نہیں کر سکتے اپنی اوقات اور ہمت سے.بڑھ کر ٹیکس دینے والے کئی کئی سال اپنا جوتا اور کپڑا نہیں تبدیل کرتے پھٹ جائے تو سلائی کر لیتے ہیں رمضان سے پہلے بھی روزوں کی حالت میں تھے اور اب تو ثواب بھی ملے گا مگر نہ صرف اپنے حکمرانوں کے لیے بلکہ انکی آنے والی نسلوں کے لیے بھی کئی اقسام کے کھانوں کے پیسے حکومت کو جمع کروا رکھے ہیں ہماری مہذب قوم اپنے کاندھوں پر اٹھا کر لٹیروں کو اقتدار کے ایوانوں میں پہنچاتے ہیں اور پھر خود کسی اور کے کاندھے کا سہارا تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں ہماری تہذیب یافتہ قوم نے اپنے ذہن پر بھی زور دینا چھوڑ دیا ہے پرانی باتوں اور قصوں کو فوراہی دفن کر دیتی ہے تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری کیونکہ ہم اگر حکمرانوں کی کرپشن کے پرانے قصے لیکر بیٹھ جائیں گے تو پھر نئی کہانیاں کہاں سے جنم لیں گی اور ہم نے اپنے آپ سے غربت کی لیکر

سے نیچے رہنے کا جو وعدہ کر رکھا ہے وہ کیسے نبھا پائیں گے ہماری بلا سے کون کیا اور کتنا لوٹ رہا ہے ابھی پانامہ لیکس کا قصہ گذرے صرف ایک ماہ ہی گذرا ہے شروع شروع میں تو کچھ لوگوں نے چائے کی پیالی میں ایسا طوفان کھڑا کر دیا تھا کہ ایسے محسوس ہو رہا تھا ہم نے اپنی پرانی تہذیب کو لات مارنے کا پروگرام بنا لیا ہے مگر بھلا ہو کچھ بزرگ سیاستدانوں کا کہ انہوں نے ہاتھ سے جاتے ہوئے تہذیب کے دامن کو بچا لیا ورنہ دنیا کیا کہتی کہ ہم اپنوں ہی کے خلاف سینہ تان کر کھڑے ہو گئے جن کو خود ہم نے اٹھا کر حکمرانی کے تخت پر بٹھایا ہوا ہے ملک کی دولت کو غیر قانونی طور پر صرف پاکستان کے حکمرانوں ہی نے باہر منتقل نہیں کیا اس لوٹ مار میں کئی دوسرے ممالک کے حکمران بھی شامل ہیں مگر وہاں کی جاہل اور بد تہذیب قوموں نے اپنے ہی حکمرانوں سے حساب مانگ لیا اور آخر کار انہوں نے اپنے عہدے چھوڑ دیے مگر ہمارے حکمران عوام کی خاطر کانٹوں کی سیج پر بیٹھ کر ملک و قوم کی جو خدمت کر رہے ہیں وہ شائد ہی کسی اور ملک کے حکمران کر رہے ہوں ایک دور تھا کہ سرے محل کے نام پر بینظیر بھٹو صاحبہ کو بلیک میل کیا جاتا رہا بعد میں کچھ مک مکا ہوا تو بات آئی گئی ہو گئی اب جب سے وزیر اعظم میاں نواز شریف صاحب اور انکی فیملی کے نام کے کھاتے کھلیں ہیں اور پانامہ لیکس میں انکا ذکر آیا تو ایک بار پھر حکمرانوں نے سرے محل کا نام لیکر پیپلز پارٹی کی قیادت کو ایسے ڈرانا شروع کر دیا ہے جیسے کسی خاتون کو چھپکلی دکھا کر ڈرایا جاتا ہے مگر ہماری مہذب

قوم نہ صرف میثاق جمہوریت کا دفاع کر رہی ہے بلکہ قیام پاکستان سے لیکر آج تک جس
جس نے جو جو بد تہذیبی اور دھوکہ فراڈ ہمارے ساتھ کیا ہے ہم صرف اپنی بے نام سی
شرافت کی بدولت انکے خلاف بھی کبھی کچھ نہیں کیا تو ہم اپنی روایات کے خلاف
موجودہ ڈاکوؤں اور لٹیروں کے خلاف بھی کچھ نہیں کرینگے نہ صرف اب بلکہ کبھی بھی
نہیں کیونکہ غربت کی مہذب دنیا جو ہمارے خون میں رچ بس چکی ہے وہ کیسے تبدیل
ہو سکتی ہے اگر ہمارے خون میں غیرت کی رتی رتی رہتی تو آج ہمارے ہاتھوں کے
تراشے ہوئے پتھر کے صنم بت خانے میں بھگوان بن کر نہ بیٹھے ہوتے۔

میر صادق اور پاکستان

سلطان ٹیپو کو جس نے دھوکا دیا وہ میر صادق تھا اس نے سلطان سے دغا کیا اور انگریز سے وفا کی انگریز نے انعام کے طور پر اسکی کئی پشتوں کو نوازا اور انہیں ماہانہ وظیفہ ملا کرتا تھا آج یہی حال ہمارے ساتھ بھی ہو رہا ہے ہم میں بہت سے میر جعفر اور میر صادق موجود ہیں جو ہر حکومت کے کار خاص بن جاتے ہیں انکی موجودگی میں سینئر افسران کھڈے لائن لگ جاتے ہیں اور جونیئر افسران اہم عہدوں پر تعینات ہو جاتے ہیں ان میروں کی موجودگی میں ملک ترقی کرنے کی بجائے تنزلی کی طرف رواں دواں رہتا ہے خوش آمدی اور کماؤ افسران کے سامنے ایماندار اور ملک و قوم کے خیر خواہ بے اختیارے بن جاتے ہیں جبکہ بعض اہم سیٹوں پر جونیئر افسران تعینات ہو جاتے ہیں ان سے سینئرز اپنے سے جونیئر کے سامنے نوکری کی فکر میں ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں جس طرح ہم اپنے حکمران منتخب کرتے ہیں اس طرح تو ہم ریڑھی والے سے فروٹ بھی نہیں خریدتے بے شک ایک کلو سیب ہی لینے ہوں تو اپنے ہاتھوں سے چن چن کر صاف اور بے داغ سیب ڈالتے ہیں مگر انتخابات میں ہم جسے ملک و قوم کی ذمہ داری سونپنے جارہے ہوتے ہیں اس وقت ہم کسی بھی قسم کی چھانٹی نہیں کرتے بلکہ ایسے افراد کو چن چن کر منتخب کرتے ہیں جو بعد میں ملک و قوم کے لیے سر دردی بن جائے اور وہی لوگ جن کو ہم اپنے ووٹ کی طاقت سے

اقتدار کے ایوانوں میں پہنچاتے ہیں ہم سے کوسوں دور چلے جاتے ہیں وزیراعلی اور وزیراعظم کا تو عوام سے اسی دن رشتہ کٹ جاتا ہے جس دن وہ حلف اٹھاتے ہیں رہی بات انکے دوسرے نمائندوں کی وہ اپنے اپنے لیڈروں کی خوش آمد میں وقت گذار کر اپنا اور ملک وقوم کا وقت.برباد کررہے ہوتے ہیں منتخب حکمران جیسے ہے اقتدار کے جھولے میں بیٹھتے ہیں وہ اپنے اردگرد بھی ایسے افراد کو چن چن کرلے آتے ہیں جوانہیں جھولا جھلاتے رہیں اور انکی ہر ایک ہاں میں سو بار ہاں کہیں اگر حکمران دن کو رات کہہ دیں توانکے خوش آمدی بھی دن کو رات ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کازور لگادیں اور ایسا وہی افسران کرتے ہیں جو اپنے چھوٹے سے عہدے کو.بڑے عہدے میں تبدیل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں ایسے ہی چھوٹے افسران کی اعلی عہدوں پر قبضہ جمانے کی سازشوں کی بدولت ملک میں کرپشن اور چور بازاری کاراج ہوچکا ہے اور آج پاکستان میں ڈھونڈنے سے بھی ایماندار شخص کو ڈھونڈنا مشکل ہورہا ہے اگر دیکھا جائے توآج کتنے فیصد لوگ ہیں جو دودھ میں پانی نہیں ملاتے ؟اپنی ڈیوٹیاں ایمانداری سے ادا کرتے ہیں ؟ بازاروں میں دوکاندار اپنی دوکانوں کے سامنے فٹ پاتھ یا سڑک پر قبضہ نہیں کرتے ؟چیزیں مہنگی کرنے کے لیے اسٹاک نہیں کرتے ؟سرکاری ملازم رشوت نہیں لیتے اور اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتے ؟اپنے گلی محلے ، سڑکوں اور پارکوں کا ماحول خراب نہیں کرتے؟ قوانین کا احترام کرتے ہیں ؟ان میں سے کسی ایک کا بھی مثبت جواب نہیں ملے گا کیونکہ میرٹ کی دھجیاں اڑا کر جو

افسران اہم عہدوں پر براجمان ہیں وہ صرف خوش آمد کے ماہر ہیں کام کے نہیں اسی لیے تو اہم عہدوں پر اپنی تعیناتیاں کروالیتے ہیں اور جو کام کرنے والے ایماندار افسران ہوتے ہیں وہ کسی بھی سفارش کو نہیں مانتے اور ہر کام میرٹ پر کرنے کے عادی ہوتے ہیں اسی لیے حکمران انہیں کسی بھی اہم عہدے پر تعینات نہیں کرتے اور یہ نظام اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک ہم اپنے نمائندوں کو میرٹ پر منتخب نہیں کرینگے پارٹیوں سے بالاتر ہو کر محب وطن اور ایماندار افراد کو ووٹ دیے جائیں تو ملک میں حقیقی معنوں میں جمہوریت رائج ہوگی ورنہ جمہوریت کی شکل میں جو آمریت ہمیں ملتی ہے اس سے ملک ترقی کرے گا نہ ہی قوم کو ہوش آسکے گی اور حکمران یوں ہی بادشاہ بن کر ہمیں لوٹتے رہیں گے قیام پاکستان سے لیکر آج تک ہمیں کوئی بھی حقیقی معنوں میں ایسا حکمران اور لیڈر نہیں مل سکا جو ہم جیسی پسماندہ ،ان پڑھ ،جاہل اور غربت کی دلدل میں ڈوبی ہوئی مظلوم قوم کی انگلی پکڑ کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا کیونکہ بدقسمتی سے قیام پاکستان سے قبل جو انگریزوں کے نمک خوار تھے وہی بار بار شکلیں تبدیل کرکے ہم پر مسلط ہوتے رہے اور ہمیں اتنی مہلت ہی نہیں دی کہ ہم اپنا آپ سنوار سکیں اور دنیا کے ساتھ قدم ملا کر ترقی کی منازل طے کرلیں پیسے کے زور پر الیکشن جیتنے والے اپنے دل فریب نعروں سے ہمیں بے قوف بنا کر غربت ، مہنگائی اور بے روزگاری کی ایسی دلدل میں دھکیل گئے ہیں کہ آج پاکستان میں ڈھونڈنے سے بھی ایماندار شخص کا ملنا مشکل ہوچکا ہے یہاں تک کہ روز مرہ کے استعمال

میں ہونے والی مرچیں بھی خالص ملنا محال ہیں جس ریہڑی سے فرٹ خریدنا پڑ جائے اگر خود نہ ڈالیں تو ریہڑی والا دونمبری کرجایگا سکولوں کے باہر بچوں کو شربت بیچنے والے دونمبری کررہے ہوتے ہیں اور اس سے اوپر جتنا آپ جاتے جائیں گے اتنا بڑا فراڈ ہوتا جایگا ہر سرکاری ملازم نے لوٹ مار کا بازار گرم کررکھا ہے اس وقت تک فائل آگے نہیں جاتی جب تک اسے نوٹوں کے پہیے نہ لگ جائیں میرٹ صرف تقریروں کی حد تک رہ گیا ہے بھرتی میں بھی ایسے افراد کو رکھ لیا جاتا ہے جو حکمران طبقہ کے پسندیدہ ہوتے ہیں جو بھی فرد ملک وقوم کے مفاد کے خلاف کام کررہا ہے وہ آج کے دور کا میر جعفر اور میر صادق ہے ہمیں ایسے میروں کو پہچان کرانکا راستہ روکنا چاہیے تاکہ ہماری ترقی کا راستہ کھل سکے ورنہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کی تباہی کے ذمہ دار ہونگے جس کا حساب دنیا میں بھی دینا پڑے گا اور آخرت میں بھی۔

حکیم سعید سے امجد صابر تک

مفاد پرست اور لٹیرے حکمرانوں کے ہاتھوں ہمیں تباہ و برباد ہوتے ہوئے تقریبا 69 سال ہو چکے ہیں جبکہ ہمارے کراچی کو خاک و خون میں جلتے اور تڑپتے ہوئے 30 سال ہو چکے ہیں اور اب تک فوج ، پولیس ، علماء ، سیاستدان ، فنکار ، سماجی کارکن اور صحافیوں سمیت عام شہری بھی دہشت گردی سے محفوظ نہیں رہے آئے روز اغواء اور قتل کی سرعام وارداتیں ہو رہی ہیں امجد صابری کے قتل سے ایک دن قبل ہائیکورٹ سندھ کے چیف جسٹس کے بیٹے کو اغواء کرلیا گیا اور اگلے ہی دن ایک صوفی قوال کو سرے عام گولیاں ماردی جاتی ہیں جبکہ ان گذرے ہوئے 30 سالوں میں ہم نے کیسے کیسے ہیرے جن میں حکیم سعید، عظیم طارق ، شکیل اوج مولانا یوسف لدھیانوی، علامہ حسن ترابی ساجد قریشی ، رضا حیدر، مفتی شامزئی ، اسلم شیخوپوری ، چوہدری اسلم ، ولی بابر، پروفیسر، تقی ہادی ، زہرا شاہد ، منظر امام، شاہد حامد ، میر مرتضی بھٹو، سبط جعفر ، پروین رحمان رازق خان ، سبین محمود، ڈاکٹر راشد اور اب پاکستان کا فخر امجد صابری کو مٹی میں ملا دیا اور آج تک کسی بھی قاتل کو سزا نہیں ہو سکی مرتضی بھٹو کو جب دن دیہاڑے قتل کر دیا گیا اس وقت اسکی بہن بینظیر بھٹو ملک کی وزیر اعظم تھیں اور قاتل نہ پکڑا جا سکا بعد میں خود بھی محترمہ شہید ہو گئی مگر اسکے قاتل بھی نہ مل سکے موجودہ وزیر اعظم میاں نواز شریف کے روحانی باپ جنرل ضیاء

الحق کے قاتلوں کا آج تک نام ونشان نہ مل سکا اسی طرح امجد صابری کا معاملہ بھی ایک دن ٹھنڈا پڑ جائیگا اور بات صرف اخباری خبروں تک محدود ہو کر رہ جائیگی امجد صابری کی میت کو لیکر جانے والی ایمبولینس کے ڈرائیور نے تو سب کچھ بتادیا اور قاتلوں کے گھر کا رستہ بھی دکھا دیا مگر ہم سب بے حسی سے ایک جنازے کے بعد دوسرے جنازے کو کندھا دینے کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے ہیں امجد صابری ملک کا سرمایہ اور نامور شخص تھا جس کے قتل پر میڈیا مسلسل دو دن سے بس ایک ہی خبر چلا رہا ہے اور جو آئے روز غریب کے بچے بھوک ،افلاس ، غربت اور بیماریوں سے مر رہے ہیں ان پر مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی ہے وہ بھی تو انسان کے بچے ہی ہوتے ہیں ناں ان پر بھی ہمیں واویلا کرنا چاہیے تاکہ بے حسی کی نیند سونے والے بیدار ہو جائیں ورنہ تو ہمارے حکمران اس ملک کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ کر لمبی تان کر سو رہے ہیں انہیں معلوم ہے کہ الیکشن میں کس طرح کامیابی حاصل کرنی ہے عوام کو اتنا بے بس اور مجبور بنا دیا گیا ہے کہ وہ صرف پانچ سو روپے میں اپنا ووٹ ان ڈاکوؤں کو فروخت کر دیتے ہیں ووٹ تو پھر ایک کاغذ کی پرچی ہے لوگ تو اتنا مجبور ہو چکے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کی معمولی معمولی خواہش پوری نہ کرنے پر خود کشی کر لیتے ہیں یا اپنا گردہ فروخت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور حکمران اربوں روپے لوٹ کر اپنے بچوں سمیت بیرون ملک مقیم ہیں کیا اس ملک کو بچانے والا کوئی بھی نہیں ہے سب ادارے اور ان میں بیٹھے ہوئے افراد صرف تماشائی ہیں ہماری پولیس مک مکا پر

لگ چکی ہے تھانے سرے عام نیلام ہو رہے وہاں پر آنے والا ہر ٹھیکیدار اپنے پیسے بھی پورے کرتا ہے اور اوپر والوں کی جیبیں بھی بھرتا ہے کم ظرف اور اور چھوٹے افراد کو اعلی عہدوں پر بٹھا دیا جاتا ہے تاکہ وہ حکمرانوں کی ہر ناجائز بات کو جائز کرکے ملک وقوم کو.برباد کر سکیں غریب افراد ایک وقت کی روٹی کو ترس رہے ہیں اور بڑے لٹیرے.بڑی گاڑیوں میں ان غریبوں کا مذاق اڑانے میں مصروف ہے عوام کی امیدیں اب مردہ ضمیر حکمرانوں سے ختم ہوچکی ہیں کیونکہ پیپلز پارٹی کے روٹی کپڑے اور مکان کے چکر میں آکر ہم ان تینوں چیزوں سے محروم ہوگئے اور مسلم لیگ ن کے شیر نے تو رہی سہی کسر بھی پوری کرتے ہوئے عوام کے ننگے بدن کو بھی نوچ ڈالا عمران خان کو صرف اپنی وزارت عظمی سے غرض ہے جس دن وہ مل گئی پھر نہ جانے ہم کس حال میں ہونگے رہی بات فوج کی وہ جب بھی آتی ہے اس وقت تک بہتری رہتی ہے جب تک سیاستدان انکے ہمنوا نہیں بن جاتے جیسے ہی سیاستدانوں کا گھوڑا تیار ہوتا ہے اسی دن سے ملک میں آمریت پر نکالنا شروع کردیتی ہے اور عوام غربت کی دلدل میں دھنسنا شروع ہوجاتی ہے اب امجد صابری گیا ہے اگر حالات کو کنٹرول نہ کیا گیا تو کل پھر کوئی اور واقعہ رونما ہوسکتا ہے اب بھی وقت ہے کہ ملک کو تباہی سے اور قوم کو دہشت گردی سے بچا لیا جائے اگر اب بھی.بروقت فیصلہ نہ کیا گیا تو آنے والے دنوں میں حالات کا صحیح اندازہ کوئی بھی نہیں کرسکتا ایک طرف کچھ لوگ کہہ رہے ہیں ملک میں دہشت گردی کے واقعات جمہوریت کو کمزور کرنے کی سازش ہے کیا

جمہوریت ایسی ہوتی ہے کہ ایک ہی فرد مختار کل ہو اور وہ کسی کو کوئی اختیار ہی نہ دے
یہ ملک کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے کہ وہ اس پر اپنے باپ کا قانون نافذ کردے جب
تک ملک میں آئین اور قانون مکمل آزاد نہ ہو اس وقت تک ملک ترقی نہیں کرسکتا مگر
یہاں پر ہر صاحب اختیار نے قانون کو اپنی مرضی کے مطابق بنا رکھا ہے ہمارے قانون
کے رکھوالوں کا حال تو یہ ہے کہ پچھلے واقعات کو تو چھوڑیں تین دن ہوگئے اویس شاہ کو
اغوا کرنے والے غائب ہوچکے ہیں امجد صابری کے قاتل بھی نہیں مل رہے اور ہم
ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس انتظار میں ہیں کہ کوئی خود ہی آکر گرفتاری دیدے گا کہ یہ
دونوں کام میں نے کیے ہیں۔

حکمرانوں کے مالشیے

پاکستان میں جب سے آمریت کی پیوند کاری میں جمہوریت کا پودا پروان چڑھ رہا ہے اس وقت سے حکمرانوں کے مالیشیوں میں بھی خوش آمد پن کا مادہ بڑھنا شروع گیا ہے جو جتنا چرب زبان، لیٹنے اور جی سر کہنے والا ہوتا ہے اسے اتنا ہی زیادہ نوازا دیا جاتا ہے ورنہ کام کرنے والے یوں ذلیل وخوار نہ ہوتے جیسے اب ہو رہے ہیں آپ کسی بھی محکمے کے سربراہ کا شجرہ نکال کر دیکھ لیں تو ایسے ملازمین کی بھرمار نظر آئے گی جو اپنی قابلیت کی بنا پر نہیں بلکہ چاپلوسی کی بدولت تیزی سے اوپر آئے اور پھر بڑے بڑے عہدوں پر براجمان ہو گئے جبکہ بعض محکموں میں بڑے بڑے عہدوں پر بیٹھے ہوئے جونیئر افسران نے رمضان المبارک میں بھی جھوٹ بولنے کا عالمی ریکارڈ قائم کرنے کا عہد کر رکھا ہے ہمارے خادم اعلی جو خواب میں بھی اکیلے عوام کے ساتھ گھل مل نہیں سکتے انکے بارے میں محکمہ تعلقات عامہ ایسے خبریں چلا رہا ہے کہ خادم اعلی عام بس میں بیٹھ کر مسافروں میں گھل مل گئے ۔ ہسپتال کے دورہ کے دوران مریضوں اور انکے اہل خانہ سے ملے ایسی خبریں وہی جاری کرتے ہیں جو اپنی نوکری پکی کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں ایسے افسران بھی خوش آمدی کی پیوندکاری میں پروان چڑھے ہوتے ہیں جو اپنے سے اوپر ہر ایک کو خوش کرکے اپنے نمبر بنانے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں ایسے افراد بہت جلد

اوپر اور پھر ان سے اوپر والوں کی نظروں میں آ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بار بار ایسی خبریں چلوائی جاتی ہے کہ خادم اعلی عام آدمیوں میں گھل مل گئے جبکہ ہمارے وزیر اعلی تو خیر سے اپنے پارٹی ورکروں سے نہیں ملتے اور میں ذاتی طور پر ایسے پارٹی ورکروں کو بھی جانتا ہوں جنھوں نے مشرف دور میں ہمت نہیں ہاری اور وہ ن لیگ کا جھنڈا اٹھائے بڑی بڑی آفریں ٹھکراتے رہے ان میں بہت سے افراد مسلم لیگ ن سمیت اسکے مختلف ونگز سے تعلق رکھتے ہیں جو آج تک دربدر ہیں اور ان سے وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف ملاقات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے مگر آفرین ہے انکے عقیدہ پر کہ وہ اس تمام بے عزتی کے باوجود مسلم لیگ ن کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں ورکروں کے ساتھ یہ زیادتی صرف مسلم لیگ ن میں ہی نہیں ہوتی ہمارے ہاں جتنی پارٹیاں ہیں سب میں ہی ایسا کمال فن پایا جاتا ہے ابھی پچھلے دنوں وزیر اعظم صاحب کے دل کا آپریشن ہوا تو خادم اعلی صاحب بھی اپنے بڑے بھائی کی عیادت کے لیے لندن گئے تو وہاں پر لی گئی ایک تصویر فیس بک پر شیئر کر دی گئی اس تصویر میں وزیر اعلی شہباز شریف انکے بیٹے حمزہ شہباز شریف اور بھتیجے حسین نواز بغیر کسی پروٹوکول اور ہجوم کے ایک ہی گاڑی میں سفر کر رہے تھے اور کسی قسم کا کوئی ڈر بھی محسوس نہیں کر رہے تھے مگر جیسے ہی یہ حاکم اعلی اپنے ملک واپس اپنے ان لوگوں کے پاس آتے ہیں جنھوں نے انہیں اس منصب تک پہنچایا ہوتا ہے ان سے چھپنے کے لیے درجنوں گاڑیوں اور سینکڑوں پولیس والوں کی سیکیورٹی کے حصار میں چلے جاتے ہیں

لاہور کی سڑکیں اس وقت بلکل خالی کروالی جاتی ہیں جب ان کی شاہی سواری گذرنا ہوتی ہے ہمارے آج تک کے آنے والے تمام حکمرانوں نے عوام کو بیوقوف بنانے کے لیے میرٹ میرٹ کا رٹہ لگایا ہوتا ہے مگر اندر کھاتے سب کام ہی اس کے الٹ ہو رہے ہوتے ہیں صرف اپنے ووٹ پکے کرنے کے لیے حق دار کا حق چھین کر کسی نااہل کو اسکی جگہ تعینات کر دیا جاتا ہے پھر اسکی مرضی ہے کہ وہ کیسے عوام کو حکمرانوں کی طرح خوار کرے۔پاکستان کی تقدیر کو سنوارنے والے آج تک جتنے بھی ٹھیکیدار آئے انہوں نے سب سے پہلے اپنے آپ کو سنوارا خاندان کو باہر سیٹ کیا اور پھر اپنی سیٹوں کو پکا کرنے کے لیے ایسے ایسے افسران کا سہارا لیا جو ہر غلط کام میں ان کے دست بازو بن گئے ایسے افسران ضرورت سے زیادہ حکمرانوں کے وفادار بن جاتے ہیں جہاں ایک طرف یہ انکی خوش آمد کے نئے نئے طریقے دریافت کرتے رہتے ہیں تو دوسری طرف انکے ہر غیر قانونی کام پر عمل درآمد کروانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں ایسے افسران کو صرف انکی ناراضگی کے علاوہ کسی اور کا ڈر نہیں ہوتا کیونکہ انکی لائن سیدھی ہو چکی ہوتی ہے اور بہت سے ایسے افسران ہمارے ارد گرد موجود ہیں جو اپنے کام میں کمال کی مہارت رکھتے ہیں مہینوں کا کام دنوں میں نمٹانا جانتے ہیں اور حق بات پر ڈٹنے والے بھی ہوتے ہیں مگر ان میں ایک سب سے بڑی خرابی بھی موجود ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی حکمران کے غلط اور غیر قانونی کام کو نہیں کرتے اور ان کو کسی بھی اہم سیٹ پر تعینات نہیں کیا جاتا پنجاب میں کچھ

عرصہ کے لیے سردار دوست محمد کھوسہ کو مجبوراوزیراعلی بنانا پڑگیاانہوں نے میو ہسپتال میں چھاپہ مارا تواس وقت کے ایم ایس نے وہاں پر لوٹ مار کا ایسا بازار گرم کر رکھا تھا جیسے مال غنیمت پر ہاتھ صاف کیا جاتا ہے جس پر سردار دوست کھوسہ نے اسے معطل کردیا اسکی معطلی پر میاں شہباز شریف نے سردار صاحب کی نقل وحرکت پر پابندی لگادی اوراسے صرف گھر سے دفتر اور پھر واپس گھر جانے کی اجازت دی اسکے ساتھ ہی انہیں فوری طور پر رانجھا صاحب کو بحال کرنے کا بھی حکم دیدیا مگر سردار دوست نے ایسا نہیں کیا اس بات کے گواہ بہت سے ن لیگی دوست اب بھی موجود ہیں وہی ایم ایس بعد میں رائے ونڈ مرکز کے ایک بہت بڑے عالم دین کو ساتھ لیکر میاں نواز شریف صاحب کے پاس لے گئے جن کی سفارش پر نہ صرف انہیں بحال کردیا گیا بلکہ ایک اور اہم سیٹ پر تعینات کردیا گیا جو آج تک بڑے مزے سے بڑے عہدوں پر براجمان ہیں ہمیں ضرورت ہے سردار دوست کھوسہ جیسے محنتی اور محب وطن لوگوں کی جو آگے آئیں اور ملک کو لوٹنے والوں کا کڑااحتساب کر سکیں مگر بدقسمتی سے ہم پر ایسے افراد مسلط ہوچکے ہیں جو اپنے خلاف تنقید برداشت کر سکتے ہیں اور نہ ہی حق بات سن سکتے ہیں کچھ عرصہ قبل سیکریٹری پنجاب اسمبلی کی شراب نوشی کے حوالہ سے خبر کیا لگائی اس مرد مجاہد نے اسمبلی داخل ہونے پر پابندی لگادی اسی طرح محکمہ اطلاعات میں گریڈ18کے جونیئر افسر کو ڈی جی پی آر تعینات کیا گیا تو حکومت کے اس غیر قانونی کام کی خبر لگائی تو موصوف نے میراایکریڈیشن کارڈ روک

لیا ساتھ ہی جس جس اخبار میں میری خبریں اور کالم چھپتے تھے ان کے اشتہارات بند کرکے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ مجھ سے لا تعلقی کا اعلان کریں اور حکومت نے انہیں اس کام کے عوض سیکریٹری اطلاعات کا چارج بھی دیدیا یہ غیر قانونی عہدے ہمیشہ نہیں رہتے ہوتے کبھی تو حساب ہوگا اور پھر اس وقت پچھتانے کا موقعہ بھی نہیں ملے گا مجھے اپنے اللہ پر پورا یقین ہے کہ کبھی تو ایسی قیادت آئے گی جو ایمانداری کے ساتھ ملک کو کرپشن اور چور بازاری کی دلدل سے نکال کر ترقی کی طرف گامزن کریگی اور ایسے افسران کا کڑا احتساب کیا جائے گا جنہوں نے صرف اپنے عہدے بچانے کے لیے میرٹ سے ہٹ کر کام کیے ۔

گھن چکروں کی دلدل

سیاستدانوں کی باہمی چپقلش اور اقتدار کی رسہ کشی کیساتھ مقتدر طبقات کی منافقت، مفاد پرستی اور کرپشن ہر شعبہ میں تباہی کا باعث بن چکی ہے جس کی وجہ سے آج پاکستان کا ہر شعبہ اپنی افادیت سے محروم ہوچکا ہے اور کوئی بھی ادارہ اپنے فرائض دیانتداری وفرض شناسی سے انجام نہیں دے رہا ہے جس کی وجہ سے عوام نا انصافی،استحصال، بیروزگاری، غربت اور نامساعد حالات و ناکافی سہولیات کے ساتھ بیماری اور ناتوانی کا بھی شکار ہیں اور سپریم کورٹ کے معزز وفاضل جج صاحبان کی اس بات میں کوئی مبالغہ یا ابہام نہیں ہے کہ حکومتی نااہلی و مقتدر قوتوں کی سرپرستی کے باعث آلودہ پانی، ناقص دودھ اور غیر معیاری گوشت کیساتھ ہر چیز میں مضر اشیاء کی ملاوٹ کے ذریعے عوام میں موت بانٹنے کا کاروبار.ڑی دیدہ و دلیری سے جاری اور کوئی اسے روکنے یا اس کیخلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے جس کی وجہ سے ٹی بی وکینسر کے امراض عام ہوچکے ہیں اور ان موذی امراض سمیت عام امراض کی ادویات تک کے نرخوں میں ہوشربا اضافے کے ذریعے عوام کو علاج کی سہولت تک سے محروم کرنے کی سازش کی جارہی ہے جسے روکنے میں تقریبا تمام ادارے ناکام دکھائی دے رہی ہے اور تو اور ہمارے حکمرانوں نے اپوزیشن سمیت پوری قوم کو اس طرح گھما رکھا ہے کہ ابھی تک

پانامالیکس کے حوالہ سے آف شور کمپنیوں پر جو ٹی او آرز بننے تھے وہ نہ بن سکے حالانکہ اگر اس حوالہ سے کسی بھی عام آدمی سے پوچھ لیا جاتا تو اس نے سب ٹی او آرز 10 منٹ میں تیار کر لینے تھے جو ہمارے پڑھے لکھے وزیروں اور اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے سبق حکمرانوں سے نہ بن سکے اور یہ بننے بھی نہیں ہیں کیونکہ کرپشن کے اس حمام میں سبھی ننگے ہیں وہ تو صرف ایک دوسرے کو وقت دیکر تحفظ فراہم کر رہے ہیں اور ایک بہانے کے بعد دوسرا بہانہ بنا لیا جاتا ہے اسی دوران حکومت اپنی مدت بھی پوری کر لے گی ہمارے سیاستدان ایک تاجر ہیں اور تاجر کبھی بھی اپنے کام میں نقصان نہیں اٹھاتا اگر اسے اپنے کسی کام میں نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اسے بھی کسی نہ کسی طریقہ سے فروخت کر دیتا ہے خواہ مذہبی رنگ میں یا مذمتی رنگ میں جس طرح ایک تاجر نے سستی نیل پالش منگوا لی جو تھوڑی دیر کے بعد اتر جاتی تھی وہ مارکیٹ میں نہ چل سکی اسکا بہت زیادہ نقصان ہوا وہ ایک دن پریشانی کے عالم میں فیس بک پر مصروف تھا کہ ایک پوسٹ اسکی نظروں کے سامنے آئی کہ اگر جاہلوں پر حکمرانی کرنی ہے تو ہر باطل چیز پر مذہبی غلاف چڑھا دو اس ایک جملے نے اس کے اندر خوشیوں کی بہار پیدا کر دی اور پھر وہی ہوا جسکی اسے امید تھی اس نے اسی نیل پالش کے متعلق ایک اشتہار تیار کروایا جو دوکاندار اپنے پاس رکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے وہی نیل پالش ہاتھوں ہاتھ بک گئی اس اشتہار میں اتنا اضافہ کیا کہ اس پر مذہبی رنگ چڑھ جائے کہ اللہ کے فضل سے اب حلال نیل پالش مارکیٹ میں دستیاب

ہے جسے وضو کرتے وقت باآسانی اتارا جاسکتا ہے بس پھر کیا تھا خواتین اس پر ٹوٹ پڑی اور اس تاجر کا کاروبار چمک اٹھا اور اسی نیل پالش کی کمائی سے ایک خوبصورت گھر تعمیر کرکے اس کے اوپر لکھوا دیا ھذا من فضل ربی۔

لوٹ مار کی اسی سیاسی تجارت نے ہمارے ملک کی عوام کو صاف پانی تک سے محروم کردیا ہے ہمارے چولستان جہاں لوگ جوہڑ کا پانی پی کر بھی زندہ رہ رہے تھے آج وہاں موت رقص کررہی ہے ہمارے بڑے بڑے شہروں میں شہری گندا پانی پینے پر مجبور ہیں ہسپتالوں میں ادویات ہیں نہ ڈاکٹر میسر ہیں کسی تہوار پر لاری اڈوں میں بیٹھے ہوئے ٹرانسپورٹر ڈاکو بن جاتے ہیں ایک مزدور انسان جو اپنے گھر سے دور محنت مزدوری کرنے آتا ہے اپنی بھوک برداشت کرکے اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے جب عید یا کسی تہوار پر واپس گھر جانے لگتا ہے تو ہر بااثر اسے لوٹ لیتا ہے ہمارے دیہاتوں میں زمیندار ہاریوں کا حق مار رہا ہے تو ہاری بھی کسی سے کم نہیں وہ بھی رات کے وقت اپنی ضرورتیں پوری کرنے میں لگ جاتا ہے سیاستدان بڑے بڑے ہاتھ مار رہے ہیں تو ہم لوگ بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں ہم وہ قوم بن چکے ہیں جو بغیر محنت کے زیادہ سے زیادہ آمدن کا حصول چاہتے ہیں شارٹ کٹ کے چکر میں ہر فرد اپنے اپنے دھندے میں مصروف ہے آج کسی بھی بڑے سے بڑے بزنس ڈان کا کھاتہ کھول لیا جائے تو حساب کتاب میں پورے ہونگے مگر اندر کھاتے جو جو ڈیلیں کی گئی اصل پیسہ انہی ڈیلوں کی بدولت ہی

اکٹھا کیا گیا مگر وقت اب تبدیل ہو رہا جنھوں نے کمانے تھے کما لیے وہ اب انہیں
سنبھالنے میں مصروف ہیں اور جو نہیں کما سکے وہ اب زیادہ سے زیادہ جمع کرنا چاہتے ہیں
تاکہ کل کو جو حالات بننے جا رہے ہیں وہ ان سے نمٹ سکیں گذرنے والے 70 سالوں
ہم نے کرپشن ،لوٹ مار اور کمیشن کی سیاست کی اور آج بھی ہماری سیاست اسی کے گرد
گھوم رہی ہے یہاں پر بیٹھا ہوا ہر فرد اپنی نیل پالش فروخت کرنے کے چکر میں ہمیں
جذباتی بلیک میل کرنے میں مصروف ہے اور ہم ہیں کہ ان چکروں کے بعد مزید گھن
چکروں کی دلدل میں دھنستے ہی جا رہے ہیں۔

منصف ہو تو اب حشر اٹھا کیوں نہیں دیتے

روتی ،تڑپتی اور سسکتی ہوئی زندگی میں روز دکھوں کا اضافہ ہو رہا ہے ایک طرف وہ ڈاکو اور لٹیرے ہیں جن کی دولت ناسور کی طرح بڑھتی جارہی ہے تو دوسری طرف وہ غریب عوام ہے جن کے سر کچل کر مرہم بھی نہیں رکھی جارہی ہماری آدھی سے زائد غریب اور لاچار آبادی زندگی کی بنیادی سہولیات کو ترس رہی ہے جنکا اپنا کوئی فیصلہ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مشورہ انہیں جہاں ہانک دیا جائے وہ سر جھکائے چلے جاتے ہیں ہمیں آج تک کوئی لیڈر ملا اور نہ ہی کارکن اپنے اپنے مفادات نے ہم سب کو ایک دوسرے سے جدا کردیا اسی جدائی نے ہم سے احساس،اساس اور ایثار کا جذبہ بھی چھین لیا جسکا بھرپور فائدہ ہمارے حکمرانوں نے اٹھایا جنہوں نے نہ صرف کھل کر ملکی دولت لوٹی بلکہ پھر لوٹنے والے کو کبھی چھوٹا تو کبھی بڑا بھائی بنا کر بھرپور تحفظ بھی فراہم کیا جاتا رہا۔ترقی یافتہ ممالک میں کرپشن پر تحقیقات اور پھر سزا کا عمل شروع ہوجاتا ہے وہاں پر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ چور چھوٹا ہے یا بڑا عام آدمی ہے یا خاص ہے مگر پاکستان میں جو بڑا چور اور ڈاکو ہوتا ہے اس پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا بلکہ وہ اپنے پیسے کے زور پر ووٹ خرید کر ہم پر مسلط ہوجاتا ہے اور پھر ہمارے احتساب کے ادارے اسی کی خوشنودی میں لگ جاتے ہیں پولیس تو پہلے ہی حکمرانوں کی لونڈی بنی ہوتی ہے

رہی سہی کسر باقی اداروں نے بھی پوری کر دی گذشتہ روز پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری نے راولپنڈی کے جلسہ میں حکمرانوں کے بارے میں جس طرح کے ہوش ربا انکشافات کیے اس پر بھی کوئی ہل جل نہیں ہوئی حیرت کی بات تو یہ ہے کہ الزام لگانے والا بھی پاکستان میں ہے اور جس پر الزام عائد کیے گئے ہیں وہ بھی ملک میں ہی ہے مگر کسی قسم کی کوئی کاروائی نہیں ہوئی۔ ہمارے دیہاتوں میں کسی پر گنا چوری کرنے کا الزام عائد ہو جائے تو زمیندار اسے مار مار کر موت کے منہ تک لے جاتا ہے ایک بھوکا اگر اپنی بھوک مٹانے کے لیے کسی تندور سے روٹی چوری کر لے تو اس بھوکے کا پیٹ چاک کر دیا جاتا ہے اور تو اور بسوں اور ویگنوں میں سفر کرنے والوں کے پاس کرایہ میں سے ایک روپیہ بھی کم نکلے تو بس کنڈیکٹر اسے بس سے نیچے اتار دیتا ہے اور پوری بس میں سے کسی مسافر کے اندر اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ اسکا کرایہ دیدے یا بس کنڈیکٹر کو ہی روک سکے مگر آصف علی زرداری پر اربوں ڈالر کی کرپشن کے الزامات ہیں وزیر اعظم میاں نواز شریف اور انکی فیملی پر پاناما لیکس کے حوالہ سے کرپشن کی ہوش ربا کہانیاں منظر عام پر ہیں اور اب ڈاکٹر طاہر القادری کے الزامات کے بعد ہم کہاں کھڑے ہیں اور کس سے منصفی چاہتے ہیں کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا اگر ہمارے ملک میں انصاف فراہم کرنے والا کوئی ادارہ ہوتا تو وہ فوری طور پر ڈاکٹر طاہر القادری کے الزامات کی تحقیقات شروع کر دیتا جو سچا نکلتا اس شاباش دیتا اور دوسرے کو نشان عبرت

بنا دیا جاتا مگر یہ صرف ہمارے خواب ہی ہیں کیونکہ ہم مجموعی طور پر اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ ہمیں سوائے اپنے مفاد کے اور کچھ نظر نہیں آ رہا اس وقت جو فرد جس کے ساتھ منسلک ہے اسے وہی سے کچھ نہ کچھ گذر بسر کے لیے مل رہا ہے اس لیے وہ نہیں چاہتا کہ وہ بھی کسی ایسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے جس طرح وہ لوگ ہیں جو صبح شام اپنے لیے موت کی دعائیں مانگ رہے ہیں اگر کسی کو یقین نہیں تو وہ کسی بھی سرکاری ہسپتال میں پڑے ہوئے بے یارو مددگار مریض سے اسکا حال جان لے جو ادویات اور آپریشن کے پیسے نہ ہونے کے باعث انتہائی اذیت میں زندگی کی گاڑی پر سوار ہیں یا پھر فکر معاش میں خودکشیاں کر رہے ہیں اور ویسے بھی عوام کا کام ووٹ دینا ہے حکمرانوں یا لٹیروں کا حساب کتاب کرنا نہیں اگر کسی نے چوری کی ہے ڈاکہ ڈالہ ہے یا پھر ملکی مفاد کے خلاف کوئی کام کیا ہے تو اسکا احتساب ہمارے قومی اداروں نے کرنا ہوتا ہے کیونکہ قانون کے وہ محافظ ہوتے ہیں اگر ان محافظوں کی موجودگی میں کوئی ملک کے خلاف کام کر رہا ہے تو پھر ہمارے ان اداروں میں بیٹھے ہوئے افراد کے کردار پر بھی انگلی اٹھائے جائیگی کہ کہیں یہ بھی ملکی مفادات کے خلاف کام کرنے والوں کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ تو نہیں ہیں کیونکہ پاکستان میں آج تک وہی لوگ ترقی کر سکے ہیں جنھوں نے غیر قانونی طریقے سے دولت کے انبار لگا لیے اور انکے خلاف آج تک کسی قسم کی کوئی کاروائی بھی نہ ہو سکی آصف علی زرداری پر اتنا عرصہ جیل میں رہنے کے باوجود کچھ ثابت نہ ہو سکا اور وہ بلاآخر صدر

پاکستان بن گئے انہی کے دور میں جس شخص کو کرپشن اور لوٹ مار پر راجہ رینٹل کا نام دیا گیا اسے وزیر اعظم بنا دیا گیا اور ہمارے ملکی ادارے منہ دیکھتے رہ گئے اور اب ملک قرضوں کے بوجھ تلے دب گیا کسی نے کچھ نہیں کیا الطاف حسین نے پاکستان مخالف نعرے لگوا کر ہمارے فورسز پر حملے کا اعلان کر دیا تب بھی کسی نے کچھ نہ کیا اور اب ڈاکٹر طاہر القادری نے موجودہ حکمرانوں پر سنگین نوعیت کے الزامات عائد کر دیے اب بھی ہر طرف خاموشی مگر ایک طاقت ایسی ضرور ہے جس نے الطاف حسین کو ناکوں چنے چبوا دیے پیپلز پارٹی کے کرپٹ اور سیاسی دہشت گردوں کے خلاف کراچی میں آپریشن کر دیا بلوچستان اور سندھ میں مثالی امن قائم کر دیا اور ملکی سرحدوں پر اپنی جان کے نظرانے پیش کرکے ہمیں آزاد زندگی دے رکھی ہے انہی کے لیے فیض احمد فیض کے یہ اشعار۔

بے دم ہوئے بیمار دوا کیوں نہیں دیتے
تم اچھے مسیحا ہو شفا کیوں نہیں دیتے
درد شب ہجراں کی جزا کیوں نہیں دیتے
خون دل وحشی کا صلہ کیوں نہیں دیتے
مٹ جائیگی مخلوق تو انصاف کروگے
منصف ہو تو اب حشر اٹھا کیوں نہیں دیتے۔

تقاضا بد معاش

رائے ونڈ میں تحریک انصاف کا جلسہ پرامن طور پر ختم ہوگیا مگر جلسہ سے پہلے حکومتی نمائندوں نے گرما گرمی کا جو ایک ماحول پیدا کردیا تھا اور اسکے جواب میں انکو جو القابات دیے گئے وہ اب انکے نام کا حصہ بن گئے ہیں نام کے ساتھ کسی اور نام کا اضافہ ہوجانا اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ اس انسان میں بہت زیادہ خوبی ہوتی ہے یا پھر اسکی بیوقوفی کی بدولت اسکے نام کے ساتھ اضافہ ہوجاتا ہے جیسے بزرگ سیاستدان نواب زادہ نصراللہ خان (مرحوم) کو ملک میں جمہوریت کی بحالی کی خاطر قربانیاں دینے پر بابائے جمہوریت، محترمہ بینظیر بھٹو کو شہید جمہوریت کہا جاتا ہے جبکہ کچھ ایسی ہی صورتحال عمران خان کے جلسہ سے قبل پنجاب کے مختلف شہروں میں ہوئی کسی طرف سے ڈنڈے لہرائے گئے تو کسی طرف سے مکے دکھائے گئے بلخصوص

شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں، حکومت کے حامیوں اور میاں برادران کو اپنی زیادہ پھرتیاں دکھانے والوں نے تو ٹانگیں توڑنے کی باتیں بھی کرنا شروع کردی ان مخالفانہ بیانات کو سنتے ہوئے تحریک انصاف کے رہنماؤں نے بھی ردعمل دینا شروع کردیا کسی طرف سے ڈنڈوں کو تیل لگانے کی خبریں آنے لگی تو کسی طرف سے چھریاں اور چاقو بھی تیز ہوتے نظر آنے لگے اور تحریک انصاف کے لیڈروں کی طرف سے مذمتی بیانات بھی شہہ سرخیوں کا حصہ بننے لگے مگر مسلم

لیگ ن کی طرف سے حالات کو خراب کرنے کی کوشش کرنے والوں کے لیے مختلف پیغامات کے ساتھ جو لقب عوامی مسلم لیگ کے سربراہ شیخ رشید نے استعمال کیے وہ عوامی طور پر بہت مقبول ہوئے جسے شیخ رشید احمد مختلف مقامات پر بار بار دھراتے بھی رہے یہ وقوعہ اس وقت پیش آیا جب مسلم لیگ ن کے مذکورہ سیاستدان نے ڈنڈوں کے سائے میں یہ فرمایا کہ ہم رائے ونڈ میں احتجاج کرنے والوں کی ٹانگیں توڑ دینگے ان کی اس دھمکی پر عوامی مسلم لیگ کے قائد نے انہیں تھا بدمعاش کا لقب عطا کردیا جو انہوں نے کئی بار مختلف پروگراموں میں بھی دھرایا اور پھر رائے ونڈ کے جلسہ میں بھی تتھے بدمعاش کا ذکر چل نکلا۔پاکستان تحریک انصاف کے رائے ونڈ جلسہ اور اس سے قبل تمام ہونے والے احتجاجوں سے پہلے حکومت کی طرف ٹانگ اڑانے کی کوشش ضرور کی گئ مگر عمران خان نے کسی رکاوٹ کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے انہی مقامات پر جلسے کیے اس لیے مسلم لیگ ن کے رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ دھمکیوں کی سیاست کو اب ختم کردیں کیونکہ جمہوری حکومتوں میں احتجاج ہوتے رہتے ہیں اور یہی جمہوریت کا حسن بھی ہے اگر جلسے جلوس اور احتجاج نہیں ہونگے تو لوگوں کو انکا حق کیسے ملے کیونکہ پاکستان میں سیاستدانوں کی اکثریت نے قومی دولت کو لوٹ کا مال سمجھ رکھا ہے جو بھی برسراقتدار آیا اسی نے حکومتی خزانہ پر ہاتھ صاف کردیا کسی نے سوئس بنکوں میں غریب عوام کا پیسہ جمع کروایا تو کسی نے آف شور کمپنیوں میں لوٹ مار کی رقم سے اندھیر نگری مچادی ۔عوام کی خدمت کے نام پر اقتدار میں آنے

والوں نے نہ صرف کھل کر لوٹ مار کی بلکہ قومی اداروں میں کام کرنے والوں کو بھی کرپشن پر لگا دیا اپنے مطلوبہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے چھوٹے گریڈ کے افسران کو اعلی عہدوں پر تعینات کر دیا جنہیں صرف جی سر کے علاوہ اور کوئی لفظ بولنا نہیں آتا جبکہ چھوٹے گریڈ کا افسر اپنی لوٹ مار اور نوکری بچانے کے لیے حکمرانوں کے تمام احکامات پر عمل کروانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ایسے جونیئر افسران کی اعلی عہدوں پر تعیناتیوں سے نہ صرف متعلقہ محکمہ کے افسران میں بد دلی پھیلتی ہے بلکہ وہاں پر بیٹھے ہوئے کرپٹ اور نااہل اہلکاروں کو مزید لوٹ مار کرنے کا وسیع موقعہ مل جاتا ہے اس طرح نہ صرف محکمے کی کارکردگی ختم ہو جاتی ہے بلکہ سفارش اور رشوت کا جو بازار گرم کیا جاتا ہے وہ آنے والے دنوں میں بہت سی خرابیاں پیدا کرتا ہے اور یہی نظام آگے چل کر ملک کی جڑوں کو کمزور کرتا ہے جس طرح موجودہ حکمرانوں کے ساتھ تتھے بدمعاش پیوستہ ہیں اسی طرح سرکاری محکموں میں بھی تتھے بدمعاش موجود ہیں جو تنخواہ تو غریب عوام کے ٹیکسوں سے لیتے ہیں مگر خدمت گار حکمرانوں کے بنے ہوئے ہیں ہماری پولیس عوام کے ووٹوں سے اقتدار کے مزے لوٹنے والوں کی حفاظت میں مصروف ہے اور رہی بات عوام کی وہ آج بھی جدید ٹیکنالوجی سے صدیوں دور ہے ہمارے دیہات میں ہسپتال ہیں نہ سکول ہیں اور نہ ہی سڑکیں ہیں غریب عوام قیام پاکستان سے پہلے کی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں جبکہ حکمرانوں نے اس ملک کو اپنی جاگیر اور عوام کو رعایا سمجھ کر بادشاہی اختیار

کر رکھی باپ کے بعد بیٹا حکمرانی کے خواب دیکھ رہا ہے اور اسی خواب نے ملک میں لوٹ مار کا کلچر پروان چڑھا رکھا ہے ہمارے کلرک بابو اس وقت تک کسی فائل کو ہاتھ نہیں لگاتے جب تک انہیں رشوت نہ دی جائے یا پھر کوئی تگڑی قسم کی سفارش کا ڈنڈا ان کے سر پر نہ مارا جائے ہمارے سرکاری ہسپتالوں میں آج بھی انسانوں سے جانوروں جیسا سلوک کیا جارہا ہے انسان اپنی ایک بیماری کا علاج کروانے ہسپتال جاتا ہے تو اپنے ساتھ اور بہت سی بیماریاں لیکر واپس آجاتا ہے ادویات کی کمپنیوں نے الگ سے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے غریب مریض اپنے علاج پر اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے مگر صحت یاب پھر بھی نہیں ہوپاتااور آخر کار اپنے بچوں کو مقروض چھوڑ کر اس دنیا سے کوچ کرجاتا ہے ہمارے سابق اور موجودہ حکمرانوں نے عوام کو صرف زندگی کے رنگین خواب دکھا کر بیوقوف بنایا ہوا ہے مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے روٹی کپڑااور مکان کا ایسا نعرہ دیا کہ غریب عوام سمجھی کہ شائد انہیں بھی کوئی ڈھنگ کی زندگی گذارنے کا موقعہ ملے گا مگر کیا معلوم تھا کہ روٹی کی بجائے بے روزگاری ملے گی کپڑے کی جگہ کفن ملے گا اور مکان کی جگہ قبرستان میں مل جائیگی یہی کچھ ہمارے موجودہ حکمرانوں نے بھی ہم سے کیا ہمیں تعلیم تو مل گئی مگر شعور نہ آسکا ہم اپنی ضرورتوں کے لیے ایسے ڈاکوؤں کے محتاج ہیں جنھوں نے ہمارا ہی خون چوسا ہوا ہے ہم آزاد ہوتے ہوئے بھی غلامی کی دلد ل میں دھنسے ہوئے ہیں اور ہمارے سیاستدان اپنی سیاسی بصیرت سے ہمیں مزید اس دلدل میں دھنسا رہے

ہیں اور اس کام پر بہت سے تتھے بدمعاش تعینات ہیں جو ہر حال میں ہر حکمران کے قدموں کی جوتی بن جاتے ہیں اور پھر حکمران اسی جوتی کی ٹھوکر پر عوام کو رکھتے ہیں۔

جمہوری مجرا

ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمیں ایسے سیاستدان ملے ہیں جنھوں نے ہمیشہ صرف اپنے مفادات کو ترجیح دی یہی وجہ ہے کہ آج ملک میں جمہوریت کے ہوتے ہوئے بھی ہم بد ترین آمریت کے سایے میں بے بسی کی زندگی گذار رہے ہیں وزیراعظم اپنے آپ کو بادشاہ سمجھ بیٹھے ہیں جو اپنے چند جی حضور کہنے والوں کے ہمراہ ہر وقت مصروف رہتے ہیں کہیں آنا جانا بھی پڑے تو وہی چند درباری ان کے ہمراہ ہوتے ہیں پہلے تو کبھی کبھار سرکاری ٹیلی ویثرن پر وزیراعظم اپنی عوام کو اپنا دیدار کروادیتے تھے مگر اب کچھ عرصہ سے انہوں نے ٹیلی ویثرن پر بھی پردہ نشینی اختیار کر رکھی ہے ایک طرف تقریبا 20 کروڑ وہ عوام ہے جو ہر روز اس امید پر زندہ رہتے ہیں کہ انکے ووٹوں سے منتخب ہو کر حکمرانی کے مزے لوٹنے والا کب انکی تقدیر بدلنے کا فیصلہ کرینگے کب پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگا اور کب عوام کے چہروں پر خوشحالی کا رنگ چمکے گا مگر ہمارے ہی ووٹوں سے ہم پر مسلط ہونے والوں نے نہ صرف ملک کو قرضوں کی زنجیر میں جکڑ دیا بلکہ غریب عوام کو مہنگائی اور ٹیکسوں کی دلدل میں بھی دھکیل دیا اور یہ شائد اسی لیے ہو رہا ہے کہ الیکشن کے دنوں میں غریب کو دو وقت کی روٹی کھلا کر دوبارہ پھر ووٹ حاصل کرلیے جائیں ہمارے الیکشن میں اب یہ رواج بن چکا ہے کہ ووٹروں کو خریدا جائے کسی کو روٹی کے

چکر میں کسی کو چائے کے لالچ میں اور کسی کو پیسوں سے خرید لیا جاتا ہے غربت نے ہمارے ووٹروں کی مت ماردی ہے اور ان میں قوت فیصلہ کی اسی خامی کا فائدہ اٹھا کر سیاستدان ہم پر مسلط ہو کر بادشاہی کا خواب دیکھنا شروع کردیتے ہیں بادشاہی کی مسند پر براجمان ہو کر حکمران عوام سے دور بھاگتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے ہی حلقہ میں عوام کو منہ دکھانے نہیں آتے اور جس حلقہ سے ووٹ لیکر وزیراعظم اور وزیراعلی منتخب ہوتے ہی انکے ووٹر بھی انکو نہیں مل سکتے اس سے بڑی بد قسمتی اور بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ ایک ووٹر اپنے جیتے ہوئے امیدوار کو ہی نہ مل سکے جو جیتنے کے بعد ملک کی تقدیر کا مالک بن جائے مگر اس کے ووٹر دو وقت کی روٹی کو ترس جائیں انہیں پینے کا صاف پانی بھی میسر نہ ہو اور بیماری کی صورت میں ایڑیاں رگڑ کر مرنا انکا مقدر بن جائے تو پھر ملک میں ایسی جمہوریت کا کیا فائدہ جسکے پیچھے آمریت اپنا کام کررہی ہو اور ویسے بھی ہمارے حکمرانوں نے جمہوریت کو صرف تماشا بنا رکھا ہے جب انکا دل چاہا جمہوریت کی ڈگڈی نکالی اور بجانا شروع کردی عوام تو ہماری پہلے ہی فارغ ہے جہاں مداری نے تماشا لگایا وہی مجمع لگ جاتا ہے ہمارے اکثر عوامی مقامات جیسے بس اڈے ریلوے اسٹیشن اور مختلف بازاروں میں اپنی مختلف قسم کی ادویات بیچنے کے لیے مجمع ساز، چند کھلونوں اور قصے کہانیوں سے درجنوں لوگوں کو جمع کرلیتے ہیں اور پھر گھنٹوں مزیدار باتیں کرنے کے بعد اپنا منجن اور دوائی بیچ کرہزاروں روپے کی دیہاڑی لگالیتا ہے مجمع میں موجود ہر شخص یہ

جانتے اور سمجھتے ہوئے کہ جو دوائی ہم لے رہے ہیں وہ کسی کام کی نہیں مگر پھر بھی وہ مداری کی باتوں میں آ کر اسکی دوائی خرید لیتے ہیں اسی طرح ہمارے سیاستدان بھی الیکشن کے دنوں میں آ کر عوام کو اپنی باتوں سے بیوقوف بناتے ہیں اور اپنا منجن بیچ کر چلے جاتے ہیں ہمارے لوگوں میں سیاسی شعور بھی ہے عقل اور سمجھ بھی ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ حکمرانوں کا کام صرف لوٹ مار ہی کرنا ہے مگر اس کے باوجود وہ ہر بار ان کے جھانسہ میں آ کر اپنا ووٹ دے کر انہیں بادشاہ بننے پر مجبور کر دیتے ہیں ہم نے اپنے ووٹ کو ڈالنے سے پہلے کبھی یہ نہیں سوچا کہ جتنے امیدوار ہیں ان میں سے بہتر کون ہے جو کل ہمارے درمیان ہی رہے نہ کہ وہ الیکشن کے فوری بعد لاہور یا اسلام آباد شفٹ ہو جائے اور پھر اگلے الیکشن میں ہی دوبارہ نظر آئے آج اگر سپریم کورٹ یہ کہنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ ملک میں جمہوریت کے نام پر بادشاہت قائم ہے تو اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے جمہوریت میں حکمران عوام کے قریب ہوتے ہیں ہر خوشی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں مگر یہاں تو معاملات ہی الٹ ہو چکے ہیں حکمرانوں اور انکے حواریوں نے جمہوریت کو سر عام ننگا کر کے الٹا لٹکا رکھا ہے جیسے ہمارے تھانوں میں غریب انسان کو الف ننگا کر کے الٹا لٹکایا جاتا ہے اور پھر بدترین تشدد کر کے پولیس والے اپنی ذہنی تسکین کرتے ہیں بلکل ایسے ہی ہماری جمہوریت کو ہمارے حکمرانوں نے اپنی ذہنی تسکین کا ذریعہ بنا رکھا ہے کبھی جمہوریت کا سر بازار مجرا کروا دیا جاتا ہے تو کبھی جمہوریت کو اپنے پاؤں تلے

روند دیا جاتا ہے کبھی جمہوریت کو اپنے خاندان کی حفاظت پر چوکیدار بنا دیا جاتا ہے تو کبھی جمہوریت کو پرانے کپڑوں کے ساتھ تبدیل کردیا جاتاہے یہ کہاں کی جمہوریت ہے کہ جمہوری حکمران اپنے سر درد کا علاج بھی یورپ میں جا کر کروائیں اور جمہوریت کے لیے جان دینے والی عوام اپنے علاج کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھائے محب وطن اور عوام کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے اعلی افسران کھڈے لائن جبکہ کرپشن کے ماہر اور جی حضوری کرنے میں ماہر چھوٹے افسر اعلی عہدوں پر صرف اس لیے تعینات کردیے جائے تاکہ وہ حکمرانوں کی جوتیوں پر سے نظر اٹھا کر بات نہ کرسکیں اور انکے نیچے ان سے سینئر نکلے ۔نااہل اور مفاد پرست افسران لوٹ مار سمیت ہر غلط کام کو اچھا بنانے میں مصروف ہوں تو ایسی لولی لنگڑی اور ننگی جمہوریت میں پاکستان قرضوں کی دلدل میں ڈوبتا جائے گا ہر آنے والا بچہ اپنی پیدائش سے قبل ہی مقروض پیدا ہوگا اور غلام نسل کے بادشاہ حکمران یونہی لوٹ مار کرتے رہیں گے ہماری عدالتیں یونہی اپنے ریمارکس دیتی رہیں گی اور ہم ان مداریوں کے یونہی تماشائی بن کر اپنا وقت برباد کرتے رہیں گے کیونکہ ہم غلام ہماری جمہوریت تماشا اور ہمارے ادارے معذور بن چکے ہیں اور یہ ہماری مکمل بربادی تک یونہی جمہوری مجرا چلتا رہے گا۔

بڑھکیں اور دعوے

15 اگست 2013 کو شام 5 بجکر 45 منٹ پر سکندر نامی ایک شخص اپنے ہاتھوں میں اسلحہ لہرا کر اسلام آباد میں ڈرامہ لگا دیتا ہے اور پورے 5 گھنٹے ہماری بہادر پولیس اسے پکڑنے میں ناکام رہتی ہے ارد گرد کا علاقہ سیل کر دیا جاتا ہے اور کسی کو بھی ادھر ادھر جانے کی اجازت نہیں ہوتی ملک بھر کا میڈیا اسے بھرپور کوریج بھی دے رہا تھا اور ٹیلی فون لائن پر لا کر براہ راست سکندر کی گفتگو بھی نشر کی جارہی تھی اور یہ ڈرامہ پورا ملک دیکھ رہا تھا کہ کیسے ایک مسلح شخص نے ہمارے اداروں کو مفلوج کر دیا تھا حکومتی سطح پر بڑی بڑی بڑھکیں لگانے والے بھی اس حوالہ سے کوئی پالیسی دینے میں ناکام رہے اور آخر کار یہ ڈرامہ پیپلز پارٹی کے زمرد خان نے ختم کیا اسی طرح پاکستان تحریک انصاف نے 30 ستمبر 2016 کو رائے ونڈ روڈ پر اڈہ پلاٹ کے مقام پر احتجاج کا اعلان کیا تو حکومتی سطح پر بغیر کسی سوچ سمجھ کے خوامخواہ شور مچانے والوں نے ڈنڈے لہرا لہرا کر ٹانگیں توڑنے کی باتیں کرنا شروع کر دی اور ایسے ایسے بیانات داغے گئے کہ یہ جلسہ نہ ہوا پاک بھارت جنگ ہو گئی ہے مگر رائے ونڈ والا جلسہ بھی ہو گیا نہ کسی کی ٹانگ ٹوٹی اور نہ ہی کسی طرف سے کوئی مزاحمت ہوئی اب ایک بار پھر حکومتی سطح پر بیٹھے ہوئے نمک خوار رٹے رٹائے اور گھسے پٹے وہی

پرانے الفاظ دھرانا شروع ہو چکے ہیں کیونکہ اگر وہ ایسا نہیں کرینگے تو وہ حکومتی سرپرستی میں اپنے آپ کو زندہ کیسے رکھیں گے عمران خان اور ڈاکٹر طاہرالقادری کی جنگ ملک میں لوٹ مار، کرپشن اور اس نظام کے خلاف ہے جہاں غریب کا بچہ مزید غریب بنتا جاتا ہے جبکہ لوٹ مار کرنے والوں نے اپنی آنے والی نسلوں کا مستقبل بھی محفوظ کرلیا ہے کیا یہ ملک اس لیے بنا تھا کہ یہاں پر ڈاکو راج کریں اور غریب انسان بغیر کسی جرم میں ساری عمر جیل میں گذار کر بے گناہ پھانسی پر چڑھ جائیں کیا ہمارے آباؤاجداد نے اس لیے قربانیاں دی تھی کہ غریب کا ایم اے پاس بیٹا چپڑاسی اور کلرک بھرتی ہونے کے لیے بھی ایم پی اے اور ایم این اے کے ڈیروں کا طواف کرے جبکہ حکمرانوں کی جوتیاں چاٹ کرلوٹ مار کرنے والوں کے معمولی پڑھے لکھے بچے اعلی عہدوں پر براجمان ہوجائیں اور میرٹ کے نام پر غریبوں کے بچوں کے ارمان کا خون کرکے انہیں ایسی دلدل میں دھکیل دیا جائے جہاں بے گناہ بھی آسانی سے پھانسی گھاٹ تک پہنچ جاتے ہیں اور ہم ان بے گناہوں کے اذیت میں گذرے ہوئے ایک ایک پل کا احساس کرکے ندامت کے آنسو بہانے کی بجائے انکے لواحقین کے ساتھ اظہار افسوس بھی نہیں کرتے کیونکہ ہمیں تو صرف اپنے بچوں کا مستقبل عزیز ہے جس کے لیے ہم دن رات لوٹ مار میں مصروف ہیں اور اس کے لیے ہمیں حکمرانوں کے تلوے بھی چاٹنا پڑیں تو یہ کام بھی خوشی سے کرتے ہیں کیا کبھی ہمارے حکمرانوں نے ایک پل کے لیے بھی یہ سوچا کہ جو بے گناہ جیلوں میں پڑے ہیں انکے گھر والوں

پر کیابیت رہی ہو گی وہ کتنی جرات اور بہادری سے حالات کا مقابلہ کر رہے ہیں اگر ایک شخص بندوق اٹھا کر اسلام آباد میں پورے پانچ گھنٹے حکمرانوں کو ناکوں چنے چبوا سکتا ہے تو بے گناہوں کی سزائے موت کا غم برداشت کرنے والے اور غربت کی ٹھوکریں سہنے والے کروڑوں بے گناہ جب اپنا حساب مانگنے میدان میں نکلیں گے تو پھر صرف ایک شہر ہی بند نہیں ہوگا بلکہ پورا ملک ہی جام ہو جائیگا کیا ہی بہتر ہوتا کہ ہمارے حکومتی ادارے اپنا پنا کام ایمانداری اور حب الوطنی سے کرتے مگر ملک کا پیسہ لوٹنے والوں نے نہ صرف لوٹ مار کرکے خود کرپشن کے پیسوں کے انبار لگالیے بلکہ اکٹھی کی گئی ناجائز دولت کو نظروں سے اوجھل کرنے کے لیے ایسے ایسے بیوروکریٹ بھی ڈھونڈ لیے جو بات کرتے ہوئے انکی جوتیوں سے نظر نہیں اٹھاتے جن کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی بلکہ انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اسے وہ من وعن پورا کرنے میں لگ جاتے ہیں.بڑی سیٹوں پر چھوٹے عہدے اور چھوٹے ذہن کے لوگ تعینات کردیے جاتے ہیں جو نہ صرف عوام کے ساتھ ظلم اور زیادتی کرتے ہیں بلکہ انہیں پھانسی گھاٹ تک لے جانے میں بھی چوروں اور ڈاکوؤں کی مدد کرتے ہیں ایسے ہی افراد ملک اور قوم کے دشمن ہیں جن کی وجہ سے پاکستان میں غربت اپنی جڑیں مضبوط کر رہی ہے اوراسکے نتیجہ میں جرائم کی نرسریاں پیدا ہورہی ہیں حب الوطنی سمیت ایثار اور قربانی کا جذبہ ختم ہوتا جارہا ہے ایسے میں اگر عوام چوروں اور ڈاکوؤں کے احتساب کے لیے اوراپنے حق کے لیے باہر نکلتی ہے تو بھانت بھانت کی بولیاں

بولنے والوں کے پیٹ میں مروڑ کیوں اٹھتے ہیں کیا پاکستان میں اچھی تعلیم ، بہتر علاج اور اپنا گھر غریبوں کیلیئے صرف ایک خواب ہی رہے گا اور اسکی تعبیر لٹیروں اور ڈاکوؤں کے پاس ہوگی پیپلز پارٹی نے روٹی ، کپڑا اور مکان کے نام پر عوام کو ایسا بیوقوف بنایا کہ ہماری سادہ لوح اور بھولی عوام آج تک بھٹو کو نہیں بھولی اور بھٹو کے نام پر اسکے حواریوں نے عوام کا پیٹ کاٹ کر اپنے گھوڑوں اور کتوں کو بھی انسانوں سے اعلی خوراکیں دیں اور انکے دور میں پاکستان کا غریب مزدور دو وقت کی روٹی کو ترستا رہا مہنگائی اور مسائل ملک میں اپنی جڑیں مضبوط کرتے رہے اور ہمیں ہر گذرا دور آج سے بہتر لگنا محسوس ہونے لگا کیونکہ ہر گذرنے والے دن کے ساتھ ہی خوشی کے لمحات کم ہوتے جارہے ہیں اور انسان مسائل کی دلدل میں دھنستا جارہا ہے پہلے مشکلات انسان کو اپنوں سے بیگانہ کرتی تھی آجکل مسائل نے انسان کو اپنے آپ سے دور کر دیا ہے اگر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا تو ہوسکتا ہے کہ کل ہمارے جنازے میں بھی شامل ہونے کے لیے کسی کے پاس وقت نہ ہو اس لیے ضروری ہے کہ ہم ابھی سے چوروں اور ڈاکوؤں کو انکے قریبان سے پکڑ لیں تاکہ کل ہمارے بچے کسی بوسیدہ نظام انصاف اور حکمرانوں کے ظلم کا نشانہ نہ بن جائیں ۔

آخر ماجرا کیا ہے؟

یہ ماجرا کیا ہے، کیوں ہم سانپ گذرنے کے بعد اسکی لکیر پر بیٹھ کر تجزیے، تبصرے اور دعوے کرتے رہتے ہیں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے بھی اپنی بلوں سے باہر آ کر کھوجی بن جاتے ہیں اور پھر یہ سب سیانے مل جل کر اس واقعہ کو عوام کے ذہنوں سے بھلانے کی تدبیریں کرتے ہیں ہر سانحہ کو قیامت قرار دینے والے شائد اس لفظ کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں کیونکہ انہیں کیا معلوم جب ایک غریب انسان اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے اپنی جوانی کو اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے قربان کردیتا ہے اور جب بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے باپ کے سامنے بھر پور جوانی کو پہنچنے والا اسکا بیٹا سفید کفن میں لپٹے سامنے آتا ہے تو اس وقت قیامت صغری بپا ہوتی ہے اور ہماری طرف سے دی جانے والی جھوٹی تسلیاں اسے مزید اذیت سے دوچار کررہی ہوتی ہیں کیا اس وقت ہماری طرف سے کیے جانے والے وعدے اسکے بچے کو واپس لا سکتے ہیں کیا سو دہشت گردوں کی گردنیں اڑانے سے اس والد کو تسلی مل سکتی ہے اور کیا حکومت کی طرف سے کیے گئے دعووں پر اس وقت لعنت بھیجنے کو دل نہیں کرتا جب حکمرانوں کے بچے لوٹ مار کے پیسوں سے بیرون ملک شاہانہ زندگی گذارنے میں مصروف ہوں اوراور خود حکمران سانپ گذرنے کے بعد لکیر پر ڈنڈے برسا رہے ہوں پیر کو رات گئے کوئٹہ میں پولیس ٹریننگ

سینٹر پر حملہ ہوتا ہے تو 61 قیمتی جانیں شہید اور سو سے زائد زخمی ہوجاتے ہیں سیکورٹی انٹیلی جینس ملک کے محافظ اداروں کو خبر دیتی ہے کہ دہشت گرد ملک میں داخل ہو گئے ہیں تیاری کر لو کسی بھی وقت کہیں بھی حملہ ہو سکتا ہے اسکے بعد محافظ ادارے خبر پھیلا دیتے ہیں اور نشاندہی والی جگہوں پر ہائی الرٹ کر دیا جاتا ہے، پہرے بڑھا دیئے جاتے ہیں مگر دو تین دن کیبعد چند دہشت گرد بھاری اسلحہ لیکر خود کش جیکٹ پہن کر تمام سیکورٹی فورسز ایجنسیز کی ناک تلے نکل کر کسی سکول، یونیورسٹی، پولیس ٹریننگ سینٹر، ہسپتال، مسجد، امام بارگاہ، چرچ، یا کسی اور ہجوم میں داخل ہو کر خون کی ندیاں بہا دیتے ہین چند منٹوں میں لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے ہیں جس کے بعد جائے وقوعہ پر لاشوں کے ڈھیر لگ جانے کیبعد پولیس اور کمانڈو کی بھاری نفری موقعہ پر پہنچ جاتی ہے بلڈنگ کو گھیرے میں لے لیا جاتا ہے شہر کے تمام ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کرکے ڈاکٹرز کی چھٹیاں معطل کر دی جاتی ہیں اور پھر شہر کے تمام داخلی راستوں پر ناکے لگا کر سخت چیکنگ کے نام پر شہریوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا جاتا ہے اس سے پہلے کہ خون کے دھبے خشک ہوجائیں قوم کو بتایا جاتا ہے کہ اس افسوس ناک واقعے کے پیچھے بھارت کا ہاتھ ہے دہشت گرد افغانستان کے راستے سے پاکستان میں داخل ہوئے دو تین روز شہر کے فلاں علاقے میں رکے رہے اور پھر فلاں سہولت کار کے زریعے مطلوبہ جگہ تک پہنچے اور جب مائیں اپنے لخت جگر کے لاشے دیکھ کر غم سے نڈھال ہو کر بے ہوش ہو جاتی ہیں بوڑھا باپ صدمے سے

لاچار ہو جاتا ہے بچے یتیم بن جاتے ہیں اور عورتوں کے سہاگ اجڑ جاتے ہیں تب پھر سیاسی و عسکری قیادت بیان جاری کرتی ہے ملک دشمن عناصر کے مذموم عزائم خاک مین ملا دینگے دہشت گردی جڑ سے اکھاڑ پھینکے گے اور دہشت گرد اپنے گھناؤنے کام سے قوم کا حوصلہ پست نہیں کر سکتے اور پھر اس واقعے کی اعلی سطحی تحقیقات کے لیے کمیٹی بنا دی جاتی ہے اور کمیٹی اگلے سا نحے تک تحقیات میں لگی رہتی ہے اور جب اگلا سانحہ رونماء ہو جاتا ہے تب پچھلی کمیٹی ختم کرکے نئی کمیٹی بنا دی جاتی ہے اور معاملہ ختم کر دیا جاتا ہے ہمارے ملک میں آج تک ہونے والے سانحات پر جتنی بھی کمیٹیاں بنی ان سب کا مقصد بات کو ختم کرنا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کئی کئی سال گذر جاتے ہیں مگر کمیٹی کی رپورٹ نہیں آتی اگر کمیٹی رپورٹ جاری بھی کر دے تو حکمران اس رپورٹ کو جاری کرنے سے روک دیتے ہیں عوامی خدمت کے دعویدار عوام کے کندھوں پر سوار ہو کر جب اقتدار کے ایوانوں میں پہنچتے ہیں تو عوام کو ہی مرنے اور مارنے کے لیے کھلا چھوڑ دیتے ہیں اپنی دشمنیوں کی قربانیاں عوام سے دلواتے ہیں خود تو اپنے معمولی سے معمولی علاج کے لیے بیرون ملک بھاگ جاتے ہیں جبکہ اپنے ہی صوبہ پنجاب جہاں بڑے بھائی وزیر خزانہ اور وزیر اعلی رہے بعد میں خود وزیر اعظم بن کر چھوٹے بھائی کو عوام کی خدمت پر اس طرح معمور کر دیا کہ رحیم یار خان میں صرف لوگوں کو علاج معالجہ کی سہولیات نہ ملنے پر رونا پڑ یا کیا ہمارے ہسپتالوں میں امریکہ نے آ کر علاج کی سہولیات فراہم کرنی ہے یا کسی

اور کی ذمہ داری ہے ہم سے ووٹ لیتے وقت زمین آسمان کے قلابے ملانے والے بعد میں عوام کو دہشت گردوں کے سہارے چھوڑ کر خود پولیس، رینجر اور فوج کے حفاظتی حصار میں پناہ گزین ہوجاتے ہیں کیا کبھی کسی ملازم نے اپنے مالک کو دشمنوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر خود بھاگنے کی کوشش کی ہے؟ مگر پنجاب میں خود کو خادم اعلی کہلانے والے وزیراعظم میاں نواز شریف کے چھوٹے بھائی شہباز شریف اور خود وزیراعظم میاں نواز شریف نے عوام کو غربت، مہنگائی، لاقانونیت، پولیس کی غنڈہ گردی، ڈکیتوں کی بادشاہت، دہشت گردوں کی من مرضیوں، ہسپتالوں میں ذلت وخواری، طبقاتی نظام تعلیم، جہالت اور افسر شاہی کی فرعونیت کے درمیان بے آسرا چھوڑ کر خود اپنے غلاموں کے ہمراہ چین کی بانسری بجا رہے ہیں کیا مسلم لیگ ن کی حکومت نے الیکشن سے قبل جو عوام سے وعدے کیے تھے ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل کیا گیا مگر اسکے باوجود ابھی بھی حکومت کے پاس موقعہ ہے کہ وہ اپنے تمام گناہوں کا ازالہ کرتے ہوئے -

کوئٹہ پولیس ٹریننگ سینٹر پر حملہ سانحات کا تسلسل اور لمحہ فکریہ ہے، پاک چین راہداری معاہدوں کے بعد منصوبہ بندی کے تحت دشمن قوتیں بلوچستان کو نشانہ بنارہی ہیں، کوئٹہ کے مذموم واقعے میں بھارت ملوث ہے، دہشتگردی کا ناسور پاکستان کیلئے بڑا خطرہ ہے دہشتگرد عناصر کا گھیرا تنگ کرکے نشان عبرت بنایا جائے دو ماہ قبل وکلاء پر حملہ اور، بم دھماکوں میں 73 قیمتی جانیں

گئی اور آج پھر دہشتگردوں نے پولیس ٹریننگ سینٹر پر حملہ کیا اور 62 قیمتی جانیں گئیں ، حکومت کو اب ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے ہائی الرٹ سیکورٹی کے باوجود دہشتگرد مذموم کاروائیوں میں کیسے کامیاب ہوتے ہیں ہمیں اپنے دشمن کا تعین کرنے کی ضرورت ہے ہر واقعے کے بعد مخصوص تنظیموں کی جانب سے اعترافی بیانات کو لیکر تحقیقات کا رخ موڑا جاتا ہے جس کا بھرپور فائدہ اصل دشمن اٹھانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں کوئٹہ پولیس ٹریننگ سینٹر پر حملہ سانحات کا تسلسل اور لمحہ فکریہ ہے اور کب تک ہم دشمنوں کے ہاتھوں اپنے پیاروں کے لاشے اٹھاتے رہیں گے دہشگردی کے واقعات میں بھارت ور دیگر پڑوسی ممالک ملوث ہیں جو پاکستان میں کبھی ترقی واستحکام نہیں دیکھنا چاہتے سب سے .بڑاالمیہ ہمارا یہ ہے کہ ہم فوٹو سیشن اور بیان بازی،ی مذمت اور قراردادیں پاس کرکے اقدامات پر توجہ نہیں دیتے۔

شکریہ سپریم کورٹ شکریہ کپتان

عمران خان نے دھرنے کا اعلان کیا تو مختلف چینلز پر بیٹھے حکومتی نمک خواروں کی ایک مخصوص لابی نے شور کرنا شروع کر دیا کہ دھرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا صرف انسانی جانوں اور وقت کا ضیاع ہو گا کیونکہ حکومت بہت مضبوط ہے اور رہی سہی کسر حکومتی وزیروں اور مشیروں نے بھی پوری کیے رکھی جبکہ مسلم لیگ ن کی حکومت نے آمریت کی تمام حدیں عبور کرتے ہوئے شہر اقتدار کو خود ہی لاک ڈاؤن کر دیا اور جمہوری انداز میں احتجاج کرنے والوں پر لاٹھیاں ،ڈنڈے اور بے پناہ آنسو گیس کے شیل بارش کی طرح برسائے گئے پی ٹی آئی کے بہت سے ورکروں کو انکے گھروں سے پولیس اٹھا کر لے گئی کچھ کو راستوں میں پکڑ لیا اور بہت سو کو اسلام آباد میں دھر لیا گیا جیلوں میں پہلے ہی گنجائش سے زیادہ قیدی موجود ہیں اور اوپر سے حکومت نے پارٹی ورکروں کو بھی جیل بھیج دیا حکومتی وزیر شیخ رشید کو لال حویلی میں قید کر کے کہتے رہے کہ ہم دیکھیں گے کہ وہ کیسے باہر نکلتا ہے اور جب شیخ رشید راولپنڈی کی گلیوں میں پولیس کو چکر دیکر کمیٹی چوک پہنچ گیا تو بجائے اس کے کہ بڑی بڑی بڑکیں ہانکنے والے والے خوش آمدی شرمندہ ہوتے الٹا انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم شیخ رشید کو بھگا بھگا کر ماریں گے ہمارے سیاستدانوں اور بعض حکومتی تنخواہ دار صحافیوں کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ

انہیں اپنے کہے ہوئے الفاظ بھی یاد نہیں رہتے کیونکہ انہیں جو جھوٹی عزت، دولت اور شہرت ملی ہوئی ہے وہ صرف حکمرانوں کی چاپلوسی کی بدولت ہے اگر وہ حقیقت کے مطابق بولنا اور لکھنا شروع کردیں تو پھر وہ حقیقی معنوں میں عوام کی نظروں میں ہیرو بن جائیں گے پانامہ لیکس کے حوالہ سے سپریم کورٹ میں کیس کی سماعت شروع ہونے سے عمران خان کی ہرگز ہار نہیں ہوئی بلکہ آنے والا وقت بتائے گا کہ عمران خان نے انتہائی دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والوں کا منہ کالا کردیا ہے جن کی خواہش تھی کہ پاکستان تحریک انصاف کے ورکروں کا خون سڑکوں پر بہے اور ملک کے حالات خراب ہوں اور لوٹ مار کرنے والوں کو مزید لوٹ مار کرنے کا موقعہ مل سکے مگر اللہ تعالی کا لاکھ ،لاکھ شکر ہے کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ حکمرانوں ،انکے حواریوں اور مفاد پرستوں کے اپنے بچے تو اس دھرنے میں شریک نہیں تھے خدانخواستہ اگر خون خرابہ ہوتا تو مرنے والے پھر غریب کے بچے ہی ہونے تھے کیا ہم اپنے ایک پاؤ گوشت کے لیے غریب کسان کی بھینس کو ذبح کرنا چاہتے تھے ؟اب آتے ہیں ہم سپریم کورٹ کی طرف گذشتہ روز جب سپریم کورٹ نے فریقین سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں تو عمران خان کے وکیل حامد خان اور نعیم بخاری کے جواب کا لب لباب یہ تھا کہ تلاشی ۔جس پر عدالت نے پوچھا کہ کیا آپ تحقیقاتی کمیشن چاہتے ہیں یا جوڈیشل کمیشن بنا دیا جائے ؟عمران خان کے وکلاء کا جواب تھا جو بھی شفاف ہو ،با اختیار کمیشن ہو ،جس کے ٹرمز آف ریفرنس

ہمارے لیے قابل قبول ہوں۔اس پر چیف جسٹس نے پوچھا کہ جوڈیشل کمیشن بنا دیا جائے اس پر حامد خان کا جواب تھا کہ جو بھی بنائیں معاملہ آپ کی عدالت میں ہی آنا ہے اب یہ آپ پر منحصر ہے عدالت نے حکومت کی طرف سے پیش ہونے والے اٹارنی جنرل سے پوچھا آج تک نیب نے پانامہ کی تحقیقات کیوں شرع نہیں کیں؟اٹارنی جنرل اور نیب کی طرف سے پیش ہوئے نمائندوں نے سر جھکا کر جواب دیا کہ یہ انکے اختیارات میں نہیں آتا۔چیف جسٹس کا کمنٹ تھا کہ اگر ایسے معاملات آپ کے اختیارات میں نہیں آتے تو پھر قانون سازی کرکے نیب کو فعال کیوں نہیں بنایا گیا؟جواب میں حکومتی وکیلوں کی طرف سے مکمل خاموشی طاری ہو گئی پھر عدالت نے کہا کہ وہ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینے کو تیار ہیں اور گارنٹی دیتے ہیں کہ شفاف تحقیقات کروائیں گے، ٹیکس کی تحقیقات بھی ہونگی اور پیسے باہر لے جانے کا معاملہ بھی دیکھا جائیگا مگر شرط یہ ہے کہ کیا فریقین کو عدالت کی تحقیقات کے نتائج قبول ہونگے ؟عمران خان کے وکیل حامد خان نے وہاں موجود تحریک انصاف کے رہنماؤں شاہ محمود قریشی اور اسد عمر کی طرف دیکھا انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تو حامد خان نے کہا کہ ہمیں شفاف تحقیقات کے نتیجہ میں ہونے والا ہر فیصلہ قبول ہوگا۔چیف جسٹس نے یہی سوال شریف خاندان کے وکیل سے دہرایا تو اپنی جگہ سے کھڑا ہو ادھر ادھر دیکھا موبائل پر اپنے موکل سے بات کی اور سر جھکا کر کہا کہ اسے مشورہ اور غور کرنے کے لیے تین دن کی مہلت چاہیے جمہوریت اور عدالتی نظام پر اعتماد کی

باتیں کرنے والے نواز شریف کے وکیل نے جب عدالتی فیصلہ ماننے پر 3 دن کی مہلت مانگی تو چیف جسٹس سمیت تمام جج صاحبان مسکرادیے۔انہوں نے مہلت دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ فیصلہ ہم نے ہی کرنا ہے،ہم ہی کرینگے آپ دنیا میں پاکستان کو مزید تماشامت بنائیں۔اس سارے منظر نامے میں عمران خان نے لاک ڈاؤن ملتوی کرنے کا درست فیصلہ کرکے ایک دفعہ پھر پاکستان کے عدالتی نظام کو اپنا وقار بنانے کا موقعہ دیدیا ہے کیونکہ اس طرح کے مواقع بار بار نہیں ملتے جبکہ خان نے تلاشی مانگی تھی وہ چاہے پی ٹی آئی لے یا عدالت ایک بار پھر کپتان فاتح کھڑا ہے اور تین دن کی مہلت مانگنے والے شرمسار اور پریشان ہیں جبکہ محب وطن سیاستدان ،صحافی اور عوام اس فیصلے پر سپریم کورٹ اور خان کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے غریب ،مجبور اور محکوم عوام کو بے موت مرنے سے بچالیا۔

شکریہ سپریم کورٹ شکریہ کپتان

عمران خان نے دھرنے کا اعلان کیا تو مختلف چینلز پر بیٹھے حکومتی نمک خواروں کی ایک مخصوص لابی نے شور کرنا شروع کر دیا کہ دھرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا صرف انسانی جانوں اور وقت کا ضیاع ہوگا کیونکہ حکومت بہت مضبوط ہے اور رہی سہی کسر حکومتی وزیروں اور مشیروں نے بھی پوری کیے رکھی جبکہ مسلم لیگ ن کی حکومت نے آمریت کی تمام حدیں عبور کرتے ہوئے شہر اقتدار کو خود ہی لاک ڈاؤن کر دیا اور جمہوری انداز میں احتجاج کرنے والوں پر لاٹھیاں ،ڈنڈے اور بے پناہ آنسو گیس کے شیل بارش کی طرح برسائے گئے پی ٹی آئی کے بہت سے ورکروں کو انکے گھروں سے پولیس اٹھا کر لے گئی کچھ کو راستوں میں پکڑ لیا اور بہت سو کو اسلام آباد میں دھر لیا گیا جیلوں میں پہلے ہی گنجائش سے زیادہ قیدی موجود ہیں اور اوپر سے حکومت نے پارٹی ورکروں کو بھی جیل بھیج دیا حکومتی وزیر شیخ رشید کو لال حویلی میں قید کرکے کہتے رہے کہ ہم دیکھیں گے کہ وہ کیسے باہر نکلتا ہے اور جب شیخ رشید راولپنڈی کی گلیوں میں پولیس کو چکر دیکر کمیٹی چوک پہنچ گیا تو بجائے اس کے کہ بڑی بڑی بڑکیں ہانکنے والے والے خوش آمدی شرمندہ ہوتے الٹا انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم شیخ رشید کو بھگا کر ماریں گے ہمارے سیاستدانوں اور بعض حکومتی تنخواہ دار صحافیوں کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ

انہیں اپنے کہے ہوئے الفاظ بھی یاد نہیں رہتے کیونکہ انہیں جو جھوٹی عزت، دولت اور شہرت ملی ہوئی ہے وہ صرف حکمرانوں کی چاپلوسی کی بدولت ہے اگر وہ حقیقت کے مطابق بولنا اور لکھنا شروع کردیں تو پھر وہ حقیقی معنوں میں عوام کی نظروں میں ہیرو بن جائیں گے پانامہ لیکس کے حوالہ سے سپریم کورٹ میں کیس کی سماعت شروع ہونے سے عمران خان کی ہرگز ہار نہیں ہوئی بلکہ آنے والا وقت بتائے گا کہ عمران خان نے انتہائی دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والوں کا منہ کالا کردیا ہے جن کی خواہش تھی کہ پاکستان تحریک انصاف کے ورکروں کا خون سڑکوں پر بہے اور ملک کے حالات خراب ہوں اور لوٹ مار کرنے والوں کو مزید لوٹ مار کرنے کا موقعہ مل سکے مگر اللہ تعالی کا لاکھ ،لاکھ شکر ہے کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ حکمرانوں ،انکے حواریوں اور مفاد پرستوں کے اپنے بچے تو اس دھرنے میں شریک نہیں تھے خدانخواستہ اگر خون خرابہ ہوتا تو مرنے والے پھر غریب کے بچے ہی ہونے تھے کیا ہم اپنے ایک پاؤ گوشت کے لیے غریب کسان کی بھینس کو ذبح کرنا چاہتے تھے ؟اب آتے ہیں ہم سپریم کورٹ کی طرف گذشتہ روز جب سپریم کورٹ نے فریقین سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں تو عمران خان کے وکیل حامد خان اور نعیم بخاری کے جواب کا لب لباب یہ تھا کہ تلاشی ۔جس پر عدالت نے پوچھا کہ کیا آپ تحقیقاتی کمیشن چاہتے ہیں یا جوڈیشل کمیشن بنا دیا جائے ؟عمران خان کے وکلاء کا جواب تھا جو بھی شفاف ہو، با اختیار کمیشن ہو ،جس کے ٹرمز آف ریفرنس

ہمارے لیے قابل قبول ہوں۔اس پر چیف جسٹس نے پوچھا کہ جوڈیشل کمیشن بنا دیا جائے اس پر حامد خان کا جواب تھا کہ جو بھی بنائیں معاملہ آپ کی عدالت میں ہی آنا ہے اب یہ آپ پر منحصر ہے عدالت نے حکومت کی طرف سے پیش ہونے والے اٹارنی جنرل سے پوچھا آج تک نیب نے پانامہ کی تحقیقات کیوں شروع نہیں کیں؟اٹارنی جنرل اور نیب کی طرف سے پیش ہوئے نمائندوں نے سر جھکا کر جواب دیا کہ یہ انکے اختیارات میں نہیں آتا۔چیف جسٹس کا کمنٹ تھا کہ اگر ایسے معاملات آپ کے اختیارات میں نہیں آتے تو پھر قانون سازی کرکے نیب کو فعال کیوں نہیں بنایا گیا؟جواب میں حکومتی وکیلوں کی طرف سے مکمل خاموشی طاری ہو گئی پھر عدالت نے کہا کہ وہ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینے کو تیار ہیں اور گارنٹی دیتے ہیں کہ شفاف تحقیقات کروائیں گے، ٹیکس کی تحقیقات بھی ہونگی اور پیسے باہر لے جانے کا معاملہ بھی دیکھا جائیگا مگر شرط یہ ہے کہ کیا فریقین کو عدالت کی تحقیقات کے نتائج قبول ہونگے ؟عمران خان کے وکیل حامد خان نے وہاں موجود تحریک انصاف کے رہنماؤں شاہ محمود قریشی اور اسد عمر کی طرف دیکھا انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تو حامد خان نے کہا کہ ہمیں شفاف تحقیقات کے نتیجہ میں ہونے والا ہر فیصلہ قبول ہوگا۔چیف جسٹس نے یہی سوال شریف خاندان کے وکیل سے دہرایا تو اپنی جگہ سے کھڑا ہو ادھر ادھر دیکھا موبائل پر اپنے موکل سے بات کی اور سر جھکا کر کہا کہ اسے مشورہ اور غور کرنے کے لیے تین دن کی مہلت چاہیے جمہوریت اور عدالتی نظام پر اعتماد کی

باتیں کرنے والے نواز شریف کے وکیل نے جب عدالتی فیصلہ ماننے پر 3 دن کی مہلت مانگی تو چیف جسٹس سمیت تمام جج صاحبان مسکرادیے۔انہوں نے مہلت دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ فیصلہ ہم نے ہی کرنا ہے،ہم ہی کرینگے آپ دنیا میں پاکستان کو مزید تماشامت بنائیں۔اس سارے منظر نامے میں عمران خان نے لاک ڈاؤن ملتوی کرنے کا درست فیصلہ کرکے ایک دفعہ پھر پاکستان کے عدالتی نظام کو اپنا وقار بنانے کا موقعہ دیدیا ہے کیونکہ اس طرح کے مواقع بار بار نہیں ملتے جبکہ خان نے تلاشی مانگی تھی وہ چاہے پی ٹی آئی لے یا عدالت ایک بار پھر کپتان فاتح کھڑا ہے اور تین دن کی مہلت مانگنے والے شرمسار اور پریشان ہیں جبکہ محب وطن سیاستدان، صحافی اور عوام اس فیصلے پر سپریم کورٹ اور خان کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے غریب، مجبور اور محکوم عوام کو بے موت مرنے سے بچالیا۔

خادم اعلیٰ نہیں وزیر اعلیٰ چاہیے

ملک میں کوئی بھی ادارہ اس وقت اپنا کام بہتر انداز میں نہیں کر رہا بلکہ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ تمام اداروں کے سربراہ حکمرانوں کے ذاتی ملازم بن چکے ہیں اور وہ صرف انہی کی خدمت پر معمور ہیں رہی بات عوام کی وہ اذیت کی موت مرنے اور سسک سسک کر جینے کی حد تک آزاد ہے خوشحال زندگی صرف حکومت میں موجود افراد اور انکے حواریوں کے لیے ہی رہ گئی ہے کسی بھی سرکاری ادارے کی کارکردگی کو دیکھ لیں وہاں پر بیٹھے ہوئے جونیئر افسران نے اعلی عہدوں پر قبضہ جما رکھا ہے کیونکہ ایسے چھوٹے عہدوں کے چھوٹے افسران حکمرانوں کے ذاتی ملازم بن کر کام کرتے ہیں وہ عوام کو اپنے آپ سے اور حکمرانوں سے دور رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں اور رہی سہی کسر حکمرانوں نے بادشاہ بن کر پوری کردی ہے ملک کے کسی بھی شہر سے جب انکی شاہی سواری گزرتی ہے تو سڑکیں خالی کروالی جاتی ہیں مائیں رکشوں اور گاڑیوں میں بچے پیدا کر رہی ہوتی ہیں اور مریض ایمبولینس میں دم توڑ جاتے ہیں اگر کوئی مریض خوش قسمتی سے ہپستال پہنچ بھی جائے تو وہ وہاں پر موجود ڈاکوؤں کے ہاتھوں مرجاتا ہے مشرف کی آمریت نما جمہوریت میں جب چوہدری پرویز الہی خادم اعلی نہیں بلکہ وزیر اعلی پنجاب ہوا کرتے تھے تو اس وقت تمام بڑے ہپستالوں میں الگ سے ایمرجنسی بنا کر ادویات مفت کردی

گئی تھی سرکاری سکولوں میں مفت کتابوں سمیت تعلیم بھی اعلی تھی جبکہ حادثات کی صورت میں زخمیوں کو فوری طور پر ہسپتال منتقل کرنے کے لیے ریسکیو1122 جیسی لاجواب سروس متعارف کروائی گئی بے حسی کے اس دور میں جب زخمی سڑک پر پڑا تڑپ رہا ہوتا ہے اور اسکو کوئی شخص اپنی گاڑی میں ڈال کر ہسپتال نہیں پہنچاتا کہ کہیں خون کے چھینٹوں سے اسکی گاڑی کی سیٹیں خراب نہ ہوجائیں اور بعد میں رہی سہی کسر موٹی توند والے پوری کردیں تو ایسے میں آمریت دور کا یہ تحفہ کسی غنیمت سے کم نہیں ہے جبکہ موجودہ جمہوریت نما آمریت میں ہر طرف قانون اور عوام کو پاؤں تلے روندا جارہا ہے سفارش اور رشوت کا نظام اس حد تک مضبوط ہوچکا ہے کہ میرٹ اور ایمانداری کے لفظ صرف کتابوں میں پڑھنے کے لیے رہ گئے ہیں ہر ادارہ تباہ ہوچکا ہے اور وہاں پر بیٹھے ہوئے افسران اور اہلکاروں میں ضمیر نام کی کوئی چیز باقی نہیں بچی ہر فرد صرف پیسے کمانے کے لیے وقت گذار رہا ہے فائلیں اس وقت تک آگے نہیں پہنچتی جب تک انہیں پہیے نہ لگادیے جائیں اسی تباہی کو دیکھ کر ہماری عدالتیں بھی کبھی کبھار اپنے ریمارکس دیتی رہتی ہیں ابھی کل ہی کی بات ہے کہ لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس جناب شجاعت علی خان نے عدالتی احکامات پر حکومتی عدم دلچسپی کا سخت نوٹس لیتے ہوئے کہا کہ حکومت کی گڈ گورننس کا یہ عالم ہے کہ اپنے ہی شہریوں سے امتیازی سلوک برتا جارہا ہے اگر حکومت نے آئین اور عدالتی فیصلوں پر عمل نہیں کرنا تو اداروں کو بند کردیتے ہیں ۔ہمارے

حکمرانوں نے آئین کو لونڈی اور عدالتی فیصلوں کو مذاق بنا رکھا ہے آج عدلیہ فیصلے تو دے رہی ہے مگر حکومت کو ان فیصلوں کو کوئی پرواہ نہیں جمہوری دور میں عوام اپنے حکمران سے دور ہیں حکومت کے وزیر، مشیر اور اراکین اسمبلی اپنے بادشاہوں کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے درباریوں کی خوش آمد میں مصروف ہیں اور درباری اپنے آقاؤں کے تلوے چاٹنے میں مصروف ہیں جبکہ عوام کی پریشانیاں ہیں کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی کبھی وہ اپنے حق کے لیے مال روڈ پر پہنچ جاتے ہیں تو کبھی جی ٹی روڈ کو بلاک کردیتے ہیں، حکمران اپنے گھر میں خاموشی سے یہ سب تماشادیکھ رہے ہوتے ہیں لاہور میں خادم اعلی کے دفتر کے باہر کلب چوک میں دھرنے پر بیٹھے ہوئے ڈاکٹروں کو پانچ روز ہو چکے ہیں مجال ہے کہ حکومت نے انکی سنی ہو عوام کے ووٹوں سے .برسراقتدار آنے والوں نے عوام کے ہی سر کچلنا شروع کردیے ہے بجائے اسکے کہ ہر آدمی کے حقوق اسکی دہلیز پر اسے ملتے یہاں پر تو رات دن کے احتجاج پر بھی حکومت کے کان پر جوں نہیں رینگتی یہ لاہور ہے جسے صوبائی دارالحکومت بھی کہتے ہیں جہاں خادم اعلی اس کے بے اختیار ے وزیر اور بغیر کسی کام کے تعینات مشیروں سمیت حکومتی نمک خواروں کی فوج موجود ہونے کے باوجود شہریوں کو اپنے چھوٹے سے چھوٹے مسائل کے حل کے لیے بھی پنجاب اسمبلی کے باہر مظاہرہ کرنا پڑتا ہے مگر اسکے باوجود بھی انکے مسائل حل نہیں ہوتے جبکہ پنجاب کے دور دراز کے علاقوں میں جہاں زندگی کی سانسیں بھی گن گن کر لینا پڑتی ہے جہاں ایک یا دو

روپے کے جھگڑے پر زندگی ختم کردی جاتی ہے جہاں جاگیردار اور سرمایہ دار خدا بنے بیٹھے ہیں جہاں کا کمی آج بھی زمیندار کے پاؤں میں بیٹھتا ہے جہاں گدھے اور انسان ایک ہی جگہ پانی پیتے ہیں جہاں ایک سوٹ اور جوتی عمر بھر ساتھ نبھاتی ہے جہاں انسان آج بھی دو وقت کی روٹ کے لیے جانور کی طرح کام کرتا ہے جہاں تعلیم شعور کے لیے نہیں بلکہ نوکری کے لیے حاصل کی جاتی ہے جہاں کسی کے سر میں چوٹ لگ جائے تو اسے چار سو میل کا سفر طے کرکے جنرل ہسپتال لاہور لایا جاتا ہو اور پھر ہسپتال والے اسکی گائے بھینسیں تک بکوادیں اور پھر وہ اپنے ساتھ ایک لاش لیکر واپس چلے جائیں اور حکمران اپنے آپ کو خادم اعلی کہہ کر تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوجائیں تو ایسی جمہوریت سے آمریت سو درجہ بہتر ہے جہاں ناظمین کے ذریعے اقتدار اور اختیارات نچلی سطح تک منتقل کردیے جائیں غریب کے لیے علاج اور تعلیم مفت ہو اور آنے والے سیاستدانوں کی تیاری کے لیے جمہوریت کی اصل روح بلدیاتی نظام کی نرسری سے نئے سیاستدان پیدا کیے جارہے ہو تو وہ آمریت، بادشاہی جمہوریت سے بہت بہتر ہے اس لیے ہمیں خادم اعلی نہیں بلکہ وزیراعلی چاہیے جو ہر کسی کی پہنچ میں ہو۔